کارل مارکس کی داستانِ حیات

مصنف: فرانز مہرنگ

مترجم: شاہ محمد مری

کارل مارکس کی داستانِ حیات

مصنف: فرانز مہرنگ

مترجم: شاہ محمد مری

انتساب

اپنا علم............

دُوسروں میں بانٹنے والوں کے نام!

فہرست

باب یازدہ: ''انٹرنیشنل'' کے اوائلی سال

باب دوازدہ: ''داس کیپٹل''

باب سیزدہ: ''انٹرنیشنل'' اپنی عروج پہ

باب چہاردہ: انٹرنیشنل کی زوال پذیری

باب پانزدہ: آخری دس سال

میرا پیش لفظ

یہ پوری کتاب کارل مارکس کی سوانح اور بالخصوص نظریات وسیاست کے اوپر دوسرے لوگوں سے دوستیوں دشمنیوں کے رشتوں کی داستان ہے۔ دوسو برس گزر گئے، مارکس، اُس کا زمانہ اور رفیق ورقیب نہ رہے، مگر اس کے نظریات وسیاست پر اب بھی (اور بڑے پیمانے پر) رفاقت و رقابت کی ایک دنیا قائم ودائم ہے۔ دونوں میں کبھی ایک جیتتا ہے اور کبھی دوسرا۔ مگر دونوں کی سخت جانی پر قربان جائیے!

اس ترجمے کے بارے میں بات کرنے سے پہلے میں یہ فرمائش ضرور کروں گا کہ صرف مارکس کو پڑھنا ہی ادبی چاشنی سے لطف اندوز ہونا نہیں ہے، بلکہ اُس کے دور میں موجود اُس کے ہر ہم عصر کو پڑھنا مزے کی بات ہوگی۔ مارکس کے ہم عصروں میں اُس کے مخالف بھی شامل تھے اور اس کے حامی بھی۔ مگر اِن سب کی تحریروں میں جو ادب بھرا ہوا ہے، جو ضرب الامثال، تمثیلات اور دل لبھادینے والے جملے موجود ہوتے ہیں وہ کسی طور پر بھی ادبی شہہ پارے سے کم نہیں۔

مہرنگ بھی مارکس کا ہم عصر تھا۔ اس کی یہ تحریر محض مارکس کی سوانح حیات نہیں ہے۔ یہ محض کمیونزم کی تاریخ بھی نہیں ہے۔ نہ ہی یہ صرف فلسفے کی تاریخ تک محدود کی جاسکتی ہے۔ مارکس

کی زندگی کے کثیر جہت مجموعے کی تفصیلات دراصل سماجی اور قدرتی سائنسوں کے مجموعے کی تفصیلات ہیں......اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہر ہر پیراگراف میں آپ کو مزیدار الفاظ رکنے اور دیر تک خود کو بغل گیر کرانے پر مجبور کرتے ہیں............پُرمغز ادبی خزینہ۔

مہرنگ لاسال کے حق میں بہت جانب دار دکھائی دیتا ہے۔ وہ نہ صرف لاسال اور مارکس کا مناظرہ منعقد کرتا ہے بلکہ ہر لحاظ سے لاسال کو حق بجانب اور مارکس کو غلط بھی بتاتا ہے۔ وہ شاہ لطیف کی طرح کسی بھی اور کا ذکر کرتے ہوئے سسی کا ذکر ضرور کرتا ہے۔ خود لاسال ہو یا اُس کی موت کے بعد اُس کے مرید، مہرنگ ضرور ایک اکھاڑہ سجا دیتا ہے۔ سیٹی بجا کر کشتی شروع کرواتا ہے اور پھر نتیجہ نکالتا ہے: مارکس غلط، لاسال صحیح۔ مہرنگ اس سلسلے میں کبھی کبھی تو اس قدر بہت ہی ناخوش گوار تفصیلات میں جا گھستا ہے کہ کئی بار میں نے ترجمے کا ارادہ ہی ترک کر دیا۔ ہم تیسری دنیا کے لوگوں کو زیادہ تر خود اپنی انقلابی تحریک میں رہنمائی کے لیے مارکس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کتابی بحث سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں۔ حتیٰ کہ لاسال کو بھی ہم مارکس ہی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

ممکن ہے مہرنگ کے زمانے میں اس ملاکھڑے کی ضرورت رہی ہو۔

مہرنگ کی یہ کتاب شخصیت پرستی کے خلاف مارکس کی جدوجہد کی اچھی تشریح ہے۔ ایسا ناترس انداز اور ایسی منصفانہ Judgements ہیں کہ اس کتاب کے مکمل پڑھنے کے بعد قاری مارکس کو ایک مذہبی پیشوا ماننے کے لیے کبھی بھی تیار نہ ہوگا۔ بلکہ وہ اسے ایک ایسا سائنس دان سمجھے گا جس نے بہت ہی سائنٹفک میتھڈالوجی کے ذریعے کچھ بہت ہی سائنسی دریافتیں کیں۔ جن میں کچھ تو سرمایہ داری نظام کے وجود کو ختم ہوتے ہی معدوم ہو جائیں گی، کچھ البتہ عالم گیر اور دیرپا سائنسی کلیات ہیں۔ مہرنگ نے مارکس اور اس کی تعلیمات کو ہر گوشے سے کھنگالا۔ تخلیقی مارکس کی تخلیقی دریافتوں کے ساتھ ہر عہد میں ایسا کرنا چاہیے۔ وگرنہ مارکس اور مارکسزم رٹا بن جائیں گے۔ اور رٹا عقیدہ بن سکتا ہے، سائنس کبھی نہیں۔

چنانچہ مہرنگ الفاظ اور فقرے بدل بدل کر ہر جگہ یہ درست بات کہہ دیتا ہے کہ مارکس اور اینگلز غلطیاں کر سکتے تھے اور انہوں نے اکثر کیں بھی۔ ہاں البتہ وہ اپنی غلطی کو جلد ہی تسلیم

کرتے تھے اور اُسے نہ دہرانے کے لئے سخت محنت کرتے تھے۔ اور اس پر نظر ثانی کر کے آگے بڑھتے تھے۔

یہاں ہمارے خطے کے لیے اس کتاب کی اہمیت ایک اور لحاظ سے بھی بہت ہے۔ اس میں آئر لینڈ کی قومی جدوجہد آزادی کے بارے میں مارکس اور اینگلز کی زبردست حمایت کو بہت مدلل اور رواں انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس حصے کو پڑھ کر پاکستان، ہندوستان، افغانستان اور ایران میں موجود قومی تحریکوں سے متعلق کئی نظریاتی معاملات خود بخود حل ہوتے ہیں، کئی نظریاتی ابہام دور ہوتے ہیں۔ اور بالا دست قوموں کے مزدور طبقے کی آزادی بہت فطری اور جدلیاتی انداز میں محکوم قوموں کی قومی تحریکوں کی کامیابی سے مشروط ہو جاتی ہے۔

اس کتاب کا ترجمہ کرتے وقت میں کئی کئی بار سٹپٹایا، ڈکشنریوں انسائیکلو پیڈیاؤں کو بے کار پایا اور بڑبڑاتے ہوئے ہتھیار دور پھینک دیے، دِنوں ہفتوں تک اس کام پر دوبارہ ہاتھ ڈالنے سے پس و پیش کرتا رہا۔

یہ کتاب حوالوں سے اس قدر بھری ہوئی ہے کہ نہ وہ حوالہ میں خود جانتا تھا اور نہ ہی قرب وجوار میں کسی اور سکالر کی ذہنی رسائی وہاں تک تھی۔ اسی لیے انہیں جوں کا توں لکھ ڈالا۔

بہت سے الفاظ کے نعم البدل اردو میں موجود تھے مگر جہاں ایسا نہ تھا وہاں میں دیکھتا کہ بلوچی نعم البدل موجود ہے اور اُس کے استعمال سے ترجمہ میں روانی آتی تھی اور ہمارے یہاں کے قاری کو ابلاغ اچھا ہو سکتا تھا، وہاں یہ حربہ بھی استعمال کیا۔

عملی طور پر کبھی کبھی پورے کے پورے پیراگراف جتنا لمبا فقرہ تھا۔ اور کبھی کبھی تو اس طویل فقرے کو تسلسل میں سمجھنا ہی بس سے باہر ہو جاتا ہے، ترجمہ کرنا بالکل ہی ناممکن تھا۔ ایسے لمبے فقروں کی تاب شاید اردو زبان لا سکتی ہو، مگر مجھ بلوچ کی اردو کی سانس تو بالخصوص راستے میں دو تین بار اکھڑ جاتی ہے۔ اور مارکسزم کے قارئین بھی زیادہ تر بلوچ (دوسرے نمبر پر سندھی) ہوتے ہیں اس لئے انہیں ہانپنے سے بچانے کی خاطر میلوں لمبے فقرے کے بیچ کے ''کاموں'' کو ''فل سٹاپ'' میں بدلنا پڑا۔

فرانسیسی اور جرمن الفاظ جوں کے توں نقل کر دیے۔ انگریزی ترجمے میں جہاں جہاں اردو ابہام پیدا کرتی تھی وہاں انگریزی کا لفظی ترجمہ کر ڈالا۔ کئی نئے لفظ گھڑ لیے اور کئی جگہ بالخصوص واحد جمع میں، اردو لفظ کے ساتھ ''وں'' یا ''یں'' کا استعمال کیا، یہ جانتے ہوئے کہ اردو میں ''گاؤں'' کی جمع بھی ''گاؤں'' ہے۔

لہٰذا یہ ترجمہ مہرنگ کے اصل متن میں خراشیں بہت ڈالتا ہے۔ تسلسل میں خراشیں، روانی میں خراشیں، تمثیل وضرب الامثال میں پیوند کاری کی خراشیں، اردو زبان کے مذکر مونث میں خراشیں، جمع واحد میں خراشیں..........مگر گرامر اور زبان کی دوسری مجبوریوں کے باوجود میں نے مہرنگ کے مفہوم میں کسی طرح کی کوئی خراش آنے نہیں دی۔

معاشیات اس کی اصطلاحات اور اس کی باریکیاں سب سے زیادہ وقت لے گئیں۔ اس سلسلے میں بارھواں باب سب سے مشکل باب تھا۔ بار بار ہمت ہار بیٹھا۔ مہرنگ اتنا اچھا آدمی اگر یہ باب نہ لکھتا تو کتنی آسانی ہوتی۔ (پتہ چلا کہ یہ باب اُس نے خود نہیں لکھا بلکہ مشہور جرمن مارکسسٹ خاتون روزا لگزمبرگ سے قرضِ حسنہ لے لیا)۔ لیکن قرضہ کے لیے اور چیزیں بھلا کم تھیں؟ میں نے شاید سب سے زیادہ ڈکشنری اس باب کے ترجمہ کے لیے دیکھی۔ اور صرف انگلش اردو نہیں بلکہ معاشیات کی ڈکشنریاں بھی کھنگال ڈالیں۔ پھر اس ترجمہ کو پروفیسر جاوید اختر سے چیک کرایا جو انگلش کا پروفیسر ہے۔ معاشیات کی اصطلاحات کے لیے پروفیسر برکت سے جھگڑوں جتنی بحثیں کیں..........اور بالآخر خدا کا نام لے کر اسے حتمی شکل دے دی۔

میری خواہش ہے کہ لوگ اسے پڑھیں اور مارکس جیسے بڑے انسان کے نظریات و خیالات سے واقف ہوں۔ مارکسی نظریات، جنہوں نے گذشتہ دو سو سالوں سے دنیا کو جھنجھوڑ رکھا ہے!

شاہ محمد مری

ماوند

29 جنوری 2012ء

انگریزی مترجم ایڈورڈفٹس جیرالڈ کا پیش لفظ

فرانز مہرنگ 1846ء میں پومے رانیا کے ایک مڈل کلاس خوشحال گھرانے میں پیدا ہو۔اس نے برلن اور لیپزگ یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کی۔اور لیپزگ یونیورسٹی سے فلسفہ میں پی ایچ ڈی کیا۔وہ شروع ہی سے جمہوری اور لبرل جھکاؤ رکھتا تھا۔اور جب پروشیائی ڈرل سارجنٹ کی بے وقوفیوں کے سامنے خود کو پیش کرنے کا وقت آیا تو مہرنگ نے پروشیا چھوڑ دیا اور لیپزگ چلا گیا جو کہ ان دنوں ''غیر ملکی علاقہ'' تھا۔اس کی یہ بغاوت اس کے اور اس کے خاندان کے درمیان قطع تعلق کا سبب بنی۔اس نے جوانی ہی میں اس زمانے کی سیاسی جدوجہد میں سرگرم حصہ لینا شروع کر دیا۔ 25 برس کی عمر میں وہ ڈیموکریٹوں کے اس چھوٹے سے گروہ کا ممبر بنا جس کی سربراہی گائیڈ ویس اور جیکوبی کر رہے تھے۔اس گروہ میں فرانس اور پروشیائی جنگ کے بعد بسمارک کی طرف سے الساس اور لورین پر قبضہ کرنے کے خلاف کھلے عام احتجاج کرنے کی خاصی جرات موجود تھی۔

مہرنگ کی اہم سرگرمیاں صحافتی اور ادبی تھیں اور وہ کئی برس تک مشہور لبرل اور جمہوری اخباروں میں لکھتا رہا اور بعد میں ان کا ایڈیٹر بنا۔وہ پوری زندگی انصاف کا پرچم بلند کئے رہا۔اس نے ہائینے کے خلاف پلیٹن، مارکس اور اینگلز کے خلاف لاسال، باکونن و ببیل کے خلاف شوٹزر، اور

لبنخت کے خلاف برنسٹین کے قلمی جدل میں ہمیشہ اول فریق کا ساتھ دیا۔اور روزا لگزمبرگ کے ساتھ مل کر اس نے کاٹسکی اور رایازانوف کے خلاف ایک شاندار مناظرہ لڑا۔وہ کہیں بھی اس وجہ سے نہ جاتا کہ اس نے پہلے سے اپنے لئے نتائج پر غور کر رکھا تھا، بلکہ اس لئے کہ اس کے اپنے احساسِ انصاف نے اسے لازمی منطق کے ساتھ ایسا کرنے کیلئے اکسایا ہوتا تھا۔

30 برس کی عمر میں وہ لاسالی مکتبہ فکر کا سوشلسٹ بنا۔وہ مورخ ٹریٹسچکے کے خلاف ایک پمفلٹ کے ساتھ اکھاڑے میں نمودار ہوا۔اس زمانے کا سوشلزم، نیشنلزم کے رنگ میں رنگا ہوتا تھا جس سے کہ سوشل ڈیموکریسی اور مارکس پر حملے ہوتے تھے۔جائیداد رکھنے والے طبقات کی صفوں میں سے کئی دیگر جمہوری اور لبرل مزاج افراد کی طرح مہرنگ نے بھی جمہوری اور لبرل اصولوں سے مسلح ہو کر، اور مزدوروں کی مدد کرنے کی خواہش لے کر مزدور طبقے تک رسائی حاصل کی۔مگر اسے ناکام ہونا تھا، سو ناکام ہوا۔البتہ، بہت سے دوسروں کے برعکس وہ اپنے زخمی وقار کی نرسنگ کرنے اور پرولتاری قلتِ احسان مندی پہ گریہ وزاری کرنے کیلئے پسپا نہ ہوا، بلکہ اپنی ابتدائی ناکامی سے اسے ایڑ لگی، اسے مسئلے پر قابو پانا آ گیا اور وہ ایک مارکسسٹ کی حیثیت سے ابھرا۔

1890ء میں جب اپنے طبقے کے ساتھ اس کی آخری علیحدگی ہوئی تو وہ اس وقت جمہوری ''برلنر وولگزی تنگ'' کا چیف ایڈیٹر تھا۔اس اخبار کے کالموں میں مہرنگ نے ڈٹ کر بسمارک کی پالیسی کی مخالفت کی اور سوشل ڈیموکریٹوں کا دفاع کیا جن پر کہ ابھی تک اینٹی سوشلسٹ قانون کے تحت ظلم وستم ڈھائے جا رہے تھے۔بسمارک پر مہرنگ کے حملے بہت موثر ثابت ہو رہے تھے۔چنانچہ بسمارک نے جواباً شیئر ہولڈروں کو دھمکی دی کہ اگر وہ اس تکلیف دہ ناقد کو برطرف نہیں کریں گے تو وہ اُن کے اخبار پر پابندی لگا دے گا۔یہاں بزدلی کی وہ روایات سچ نکلیں جنہوں نے مارکس اور اینگلز دونوں کو جرمن بورژوای سے مایوس کر دیا تھا۔چنانچہ ان شیئر ہولڈروں نے اپنے معاشی مفادات کے لئے اپنے جمہوری اصول نگل لئے اور فرانز مہرنگ کو قربان کر دیا۔44 سال کی عمر میں مہرنگ نے آخری اور منطقی قدم اٹھایا، وہ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی میں شامل ہو گیا۔

یہیں اس کی عظیم ترین لٹریری سرگرمی کا زمانہ شروع ہوا۔اس وقت کارل کاٹسکی کی

ایڈیٹری میں ''نیوے زیٹ'' نامی اخبار نے اس کے قلم سے بہت سے شاندار مضامین چھاپے، بشمول اُس مشہور سلسلہ ہائے مضامین کے جو کہ 1893ء میں ''دی لیسنگ لیجنڈ'' کے نام سے کتابی شکل میں نمودار ہوئے۔ ان مضامین نے فریڈرک اینگلز کو لندن سے کاٹسکی کو خط لکھنے پہ اکسایا جس میں اینگلز نے اعلان کیا کہ ان مضامین کی وجہ سے وہ ہر نئے شمارے کا بے صبری سے انتظار کرنے لگا ہے۔ اس کے بعد کے سارے برسوں میں اپنی موت تک مہرنگ نے فلسفیانہ، تاریخی، فوجی، ادبی اور سیاسی موضوعات پر بے شمار مضامین تخلیق کئے۔ وہ ہمہ وقت ایک روشنی عطا کرنے والا لکھاری رہا جس کی قدرت میں تیز ترین ہتھیار تھے، اور جنہیں اس نے اپنی پوری قوت کے ساتھ طاقتور دشمن کے خلاف استعمال کیا۔ انیسویں صدی کے آخری برسوں سے لے کر آگے تک جبکہ برنسٹین اور اس کے دوستوں کی انقلابی کوششوں نے سوشل ڈیموکریٹک تنظیم میں انقلابی مارکسزم کے خلاف نقب زنی کی، تو مہرنگ اُن لوگوں کی اولین صفوں میں تھا جو ایک ایسی پالیسی کے خلاف بہادری سے لڑے جو بالآخر 1914ء میں جرمن مزدور طبقے کی تحریک کو تباہی کی طرف لے گئی۔ جنگ کے سارے برسوں کے دوران مہرنگ سوشلسٹ انٹرنیشنلزم کے اصولوں کے ساتھ سچائی سے وابستہ رہا، اور اپنی بزرگ سنی کے باوجود اس نے کئی ماہ جیل میں گزارے۔ کلارا زیٹکن اور روزا لگزمبرگ کے ساتھ، جنہیں وہ ''سوشل ڈیموکریٹک تحریک میں واحد سچے لوگ'' کہہ کر پکارتا تھا، مہرنگ نے سپارٹیسسٹ لیگ میں پرولتاری بین الاقوامیت کے پرچم کو سربلند کئے رکھا۔ وہ جنگ کے بعد کی طبقاتی جدوجہدوں اور انقلابی مزدوروں کی شکست دیکھنے کے لئے زندہ رہا، اور اپنی 73 ویں سالگرہ سے ذرا پہلے جنوری 1919ء میں فوت ہوگیا۔ اس کی موت بلاشبہ اُن خوفناک خبروں کی وجہ سے قریب تر ہوگئی جو اُس تک ایک یا دو دن قبل پہنچیں کہ اُس کے دو دوستوں روزا لگزمبرگ اور کارل لبنخت کو کرائے کی فوجوں نے تہہ تیغ کر ڈالا۔ مہرنگ کی موت سے جرمن ادب نے ایک ذہین مصنف اور ایک کاٹ ڈالنے والا ناقد کھو دیا، اور جرمن مزدور طبقے نے ایک عظیم مورخ اور سوشلسٹ نظریہ دان اور عظیم ترین لٹریری شخص کو گنوا دیا جو سوشلسٹ تحریک نے اس وقت تک پیدا کئے تھے۔

اپنی تاریخی تحریروں کے علاوہ مزدور طبقے کی تحریک کے لئے مہرنگ کی عظیم ترین خدمت

یہ تھی کہ اُس نے ثقافتی اور ادبی مسائل پر مارکسسٹ تاریخی مادیت کا اطلاق کیا۔ اس معاملے میں وہ اولین رہنما ہے، اس لئے کہ مارکس اور اینگلز دونوں کو اس میدان میں قسمت آزما ہونے کے مواقع ہی نہ ملے۔ اُن کا تو تقریباً سارا وقت انقلابی تحریک کے زیادہ براہِ راست معاشی، فلسفیانہ اور سیاسی مراحل نے لے لیا تھا۔ پتہ نہیں کتنی دیر تک اور کتنی کثرت سے سوشلسٹ تحریک پشیمان ہوتی رہے گی کہ مارکس آخر تک بالزاک اور اس کے ''کامیڈی ہیومینے'' پر لکھنے کے اپنے ارادے کو پورا نہ کر سکا! اس میدان میں فرانز مہرنگ کی اہمیت کسی اور نے اتنی بہتر بیان نہیں کی جتنی کہ ان کی 70 ویں سالگرہ پر روزا لگزمبرگ نے مبارکباد کے اس خط میں کی:

''......دہائیاں بیت گئیں کہ آپ نے ہماری تحریک میں ایک خاص مقام حاصل کر رکھا ہے۔ کوئی دوسرا اسے حاصل کر بھی نہیں سکتا تھا۔ آپ اصلی ثقافت (بمع اس کی ساری ذہانت) کے نمائندے ہیں۔ مارکس اور اینگلز نے تو کہا تھا کہ، جرمن پرولتاریہ، کلاسیک جرمن فلسفے کا تاریخی وارث ہے......تو آپ اس وصیت پر عمل کرنے والے شخص ہیں۔ آپ نے ہر اُس قابلِ قدر چیز کو بچالیا ہے جو بورژوازی کے شاندار کلچر میں سے ابھی تک بچ پائی، آپ نے اسے بچالیا، اور اسے ہمارے پاس لائے، اُس کیمپ میں لائے جسے سماجی طور پر عاق کر دیا گیا تھا۔ آپ کی کتابوں اور مضامین کی برکت سے جرمن پرولتاریہ نہ صرف کلاسیک جرمن فلسفہ کے قریب آیا بلکہ کلاسیک جرمن ادب کے بھی قریب آیا، نہ صرف کانٹ اور ہیگل کے قریب آیا بلکہ لیسنگ، شلر اور گوئٹے کے قریب آیا۔ آپ کے شاندار قلم سے لکھی ہر سطر نے ہمارے مزدوروں کو سکھایا کہ سوشلزم محض نان نفقے کا معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک ثقافتی تحریک ہے، ایک عظیم اور قابلِ فخر عالمی نظریہ ہے۔ جب سوشلزم کی روح ایک بار پھر جرمن پرولتاریہ کی صفوں میں داخل ہوگی تو پرولتاریہ کا پہلا قدم یہ ہوگا کہ وہ آپ کی کتابوں تک پہنچ جائے گا تا کہ آپ کی زندگی بھر کی محنت کے پھل کا مزہ لے......آج جبکہ بورژوا نسل کے دانشور ہمیں حکمران طبقے کی طرف واپس دھکیلنے کی ترغیب دے رہے ہیں تو ہم ہتک آمیز قہقہہ لگاتے ہیں اور ان کا نوٹس نہیں لیتے: اس لئے کہ ہم نے بورژوازی کے پاس موجود صلاحیتوں، شخصیت اور کردار میں سے سب سے آخری اور سب سے بہترین کو جیتا ہے......فرانز مہرنگ کو''۔

کارل مارکس کی یہ سوانح عمری مہرنگ کی محنت کی معراج تھی۔ یہ سوانح عمری سب سے پہلے ملٹری سنسر شپ کے ہاتھوں طویل اور تکلیف دہ التواؤں کے بعد 1918ء میں جرمنی میں چھپی تھی، جس کی آرزو تھی کہ اس کی اشاعت کو مکمل طور پر روکے یا پھر اسے ایک مسخ صورت میں چھپنے کی اجازت دے۔ اس برے زمانے کے باوجود اس کتاب کی کامیابی فوری تھی اور اس کے نصف درجن ایڈیشن اور کئی ہزار کاپیاں بک گئیں۔ 1933ء میں مارکس کے انتقال کی 50ویں برسی کے موقع پر، ایک نیا ایڈیشن چھپا اور یہ اُسی ایڈیشن کا ترجمہ ہے جو کہ قارئین کے سامنے ہے۔ فرانز مہرنگ نے پہلے ایڈیشن کا انتساب یوں کیا:

''......کلارا زیٹکن .... مارکسسٹ روح کی وارث''

اور لہٰذا یہ پہلا امریکی ایڈیشن اس کی خواہشات کا عکاس ہے۔ گو کہ اُس وقت کے بعد کلارا بھی اپنے پرانے دوستوں، فرانز مہرنگ اور روزا لگزمبرگ سے جا ملیں، اُن لوگوں کی صفوں میں جو مزدور طبقے کے دل کے اندر ہمیشہ کے لئے متبرک رہیں گے۔

مہرنگ کی موت کے بعد ماسکو میں ''مارکس اینگلز انسٹی ٹیوٹ'' میں مارکسسٹ ریسرچ کا ایک نیا عہد کھل گیا، اور کئی ایک حقائق سامنے لائے گئے جو مہرنگ کے علم میں نہ تھے۔ لہٰذا 50 ویں برسی کے ایڈیشن کو ایک اپنڈکس کے ذریعے اَپ ٹو ڈیٹ کیا گیا جو کہ مہرنگ کے ایک پرانے دوست اور لٹریری ساتھی ایڈورڈ فچس کی زیرِ ہدایت تیار ہوا۔ یہ اپنڈکس جو قاری کو کتاب کے آخر میں ملے گا، مارکس اور مارکسزم سے متعلق سارے اہم نکات اور بالخصوص مہرنگ کی موت کے بعد لاسال و باکونن مناظرے سے متعلق ہے۔

موجودہ ایڈیشن میں حاشیوں کا اضافہ میں نے کیا ہے تا کہ انگریزی دان قارئین کو ان حوالہ جات کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد ملے جو کہ بصورت دیگر واضح نہ تھے۔ مگر میں نے ہر ممکن طور پر انہیں کم رکھا ہے۔ کتاب کے آخر میں دی گئی کتابیات، مکمل ہونے کا دعویٰ تو نہیں کرتی مگر امید کی جاتی ہے کہ یہ ان لوگوں کے لئے کارآمد ثابت ہوگی جو کہ مزید تفصیل کے ساتھ مارکسزم پڑھنا چاہتے ہوں۔ مارکس کی کچھ تصانیف کا ابھی تک ترجمہ نہیں ہوا، مگر وہ کم سے کم تر ہوتی جا رہی ہیں، اور وہ

وقت دور نہیں جب کوئی بھی اہم بات انگریزی دان قارئین کی پہنچ سے دور نہ رہ جائے گی۔

انگریزی دان عوام سے مہرنگ کے تعارف کا اعزاز مجھے نصیب ہوا ہے اور مجھے امید ہے کہ میں اس کام میں ''محنت نہ کرنے والا'' نہیں پایا جاؤں گا۔

البتہ، میں محسوس کرتا ہوں کہ شاعری کے کئی ٹکڑے شامل کرنے کی میری نقش کاری کے لئے مجھے معافی کا ایک لفظ کہنا لازمی ہو جاتا ہے، مگر یہاں میں مارکس اور اینگلز کے ساتھی ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہوں، اس لئے کہ حضرت موسیٰ نے شاعری کا تحفہ میرے پنگھوڑے میں بھی رکھنے کی غلطی کی تھی۔ آخر میں ایڈورڈ فوچس، ڈاکٹر ہانس گلاؤ باف اور فرینک بوجن کا مختلف طریقوں سے دوستانہ مدد کرنے پر شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔

فٹس جیرالڈ

ایمسٹرڈم

4 جولائی 1935ء

مصنف کا پیش لفظ

اس کتاب کی اپنی ایک تاریخ ہے ۔ جب مارکس اور اینگلز کے بیچ خط و کتابت کو کتابی شکل میں چھاپنے کی تجویز پیش کی گئی تو مارکس کی بیٹی، محترمہ لارا لافارگ نے اس شرط پر رضامندی ظاہر کی کہ میں اُن کے نمائندے کی حیثیت سے ادارتی کام میں شریک ہوجاؤں۔ دس نومبر 1910ء کو ڈراویل سے لکھے گئے ایک خط میں انہوں نے مجھے اختیار دیا کہ میں جہاں جہاں ضروری سمجھوں حاشیہ دے دوں، وضاحتیں شامل کردوں، یا احذاف کرلوں ۔

مگر میں نے اس اختیار کا کوئی عملی استعمال نہیں کیا، اس لئے کہ ہم ایڈیٹروں کے بیچ کوئی خاص اختلافات ہوئے ہی نہیں ۔ بلکہ ایڈیٹر برنسٹین ۔ بیبل نے کتاب پر اپنا نام دینے کے علاوہ کوئی کام نہیں کیا۔ اس طرح محترمہ لافارگ کے اعتماد کے حق میں مجھے مداخلت کا کوئی موقع ہی نہیں ملا ۔

البتہ اس خط و کتابت کو چھاپنے کے سلسلے میں جو طویل کام میں نے کیا، اس کام کے کئی برسوں کے دوران میں نے کارل مارکس کے بارے میں اچھا خاصا علم حاصل کرلیا۔ میں نے اس علم کو سوانحی شکل دینے کی بے ساختہ خواہش محسوس کی ۔ بالخصوص اس لئے بھی کہ مجھے معلوم تھا کہ محترمہ لافارگ اس خیال سے بہت خوش ہوں گی ۔ میں نے ان کی دوستی اور اعتبار محض اس لئے نہیں کمایا کہ

وہ مجھے اپنے والد کے پیروکاروں میں سب سے زیادہ عالم یا فہمیدہ سمجھتی تھیں ، بلکہ اس لئے کہ وہ محسوس کرتی تھیں کہ میں مارکس کی شخصیت کی گہرائی کے بارے میں عمیق ترین بصیرت حاصل کر چکا ہوں، اور جس کا میں، سب لوگوں سے بڑھ کر واضح ترین انداز میں اظہار کرنے کے قابل ہوں ۔ وہ اپنی گفتگو اور خطوط دونوں میں اکثر مجھے یقین دلاتی تھیں کہ میری تحریر کردہ جرمن سوشل ڈیموکریسی کی تاریخ اور بالخصوص مارکس کی وفات کے بعد میرے جاری کردہ ایڈیشن کی تفصیلات سے اس کی گھریلو زندگی کی نیم فراموش کردہ کئی یادیں دوبارہ تازہ ہوگئیں، اور یہ کہ، میری تحریروں کی بدولت والدین سے اکثر سنے ہوئے بے شمار دھندلائے ہوئے نام حقیقت میں بدل گئے ۔

بدقسمتی سے یہ نفیس خاتون اپنے والد اور اینگلز کے بیچ خط و کتابت کی کتابی صورت میں چھپ جانے سے بہت پہلے انتقال کر گئیں ۔ زندگی سے رضا کارانہ رخصت لینے سے چند گھنٹے قبل، انہوں نے مجھے دوستی کا ایک آخری گرمجوش پیغام بھجوایا تھا۔ اُنہیں اپنے والد کی عظیم صفات ورثے میں ملی تھیں ۔ اور میں قبر سے بھی پرے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے کسی بھی طرح میری تنقیدی تحریر کو متاثر کرنے کی معمولی کوشش بھی نہ کی۔ اور مارکس کے لٹریری ترکہ سے بے شمار خزینے اشاعت کے لئے مجھے عنایت کیے۔ مثال کے طور پر انہوں نے وہ خطوط مجھے دیدیے جو کہ ان کے والد کو لاسال نے لکھے تھے ۔ حالانکہ وہ میری تصنیف کردہ جرمن سوشل ڈیموکریسی کی تاریخ سے جانتی تھیں کہ میں مارکس کے مقابلے میں بہت بار بڑی توانائی کے ساتھ لاسال کا دفاع کرتا رہا تھا۔

اور جب بالآخر میں نے مارکس کی سوانح عمری لکھنے کے اپنے ارادے پر کام کرنا شروع کر دیا تو مارکسسٹ صفوں میں موجود صیہون کے عظیم القامت دفاع کنندگان میں سے دو، اس بڑے دل کی خاتون کے بڑے پن کی ایک معمولی نشانی تک دکھانے میں ناکام رہے ۔ انہوں نے اپنی پوری قوت سے اخلاقی انصاف کے لئے طیش بھری دہائیاں بلند کیں، اس لئے کہ میں نے اخبار ''دی نیوے زیئٹ'' (2) میں پارٹی لائن پہ چلے بغیر لاسال اور باکونن کے ساتھ مارکس کے تعلقات کے بارے میں ایک یا دو علمی باتیں کی تھیں ۔

پہلے تو کارل کاؤتسکی نے مجھ پر ''مارکسزم دشمنی'' کا لیبل لگا دیا اور بالخصوص محترمہ

لا فارگ کے ''اعتماد کو توڑنے'' کا الزام لگایا۔ مگر اس کے باوجود جب میں نے مارکس کی سوانح عمری
لکھنے کے اپنے ارادے پر عمل کرنے پہ اصرار جاری رکھا تو اس نے ''دی نیوے زیٹ'' کے پورے
ساٹھ صفحے مجھ پہ حملہ کرنے کے لئے وقف کر دیے۔ اس حملے میں ڈی ریازانوف نے مجھے مارکس
سے بے وفائی کرنے کا مجرم ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا، اور اپنی کوشش کو الزامات
کے ایک سیلاب کے ساتھ ختم کر دیا۔ میں نے ان لوگوں کو ان کے ضمیر کا آخری گرا ہوا لفظ بھی
بولنے دیا جسے مہذب ہونے کے ناطے میں اصل نام سے نہیں پکاروں گا۔ بلکہ میں اپنے قارئین کو یہ
بتانا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ میں نے ان کی 'دانشورانہ دہشت گردی' کو ذرہ بھر اہمیت نہ دی اور میں نے
اگلے صفحات میں لاسال اور باکونن کے ساتھ مارکس کے تعلقات کو سختی کے ساتھ تاریخی سچائی کے
مطابق بیان کیا ہے۔ اور اس بارے میں، میں نے پارٹی لائن کو مکمل طور پر نظر انداز کیا ہے۔ قدرتی
طور پر، ایسا کرتے ہوئے میں نے دوبارہ کسی قسم کے مناظرے سے اجتناب کیا ہے۔

میری تعریف اور میری تنقید (اور یہ دونوں چیزیں ایک اچھی سوانح عمری کیلئے یکساں طور
پر ضروری ہیں) اس ایک عظیم شخص پر مرکوز رہیں جس کا اپنے بارے میں پسندیدہ اور بار بار بولے
جانے والا فقرہ تھا: ''کوئی انسان میرے لئے اجنبی نہیں ہے''۔ یہ کتاب شروع کر کے میں نے اپنے
لئے جو ذمہ داری متعین کی وہ یہ تھی کہ اُسے، اس کی ساری مضبوط اور بلند عظمت کے ساتھ پیش کروں۔

میرے ارادے نے وہ ذرائع متعین کر دیے جو میں نے اس کی تکمیل کیلئے چُنے تھے۔

تمام تاریخی تحریریں بہ یک وقت آرٹ بھی ہوتی ہیں، سائنس بھی۔ اور یہ اصول بالخصوص سوانح عمری
پر لاگو ہوتا ہے۔ مجھے اس وقت یاد نہیں پڑتا کہ پہلے پہل کس دانشور نے اس غیر معمولی تصور کو عام
کیا تھا کہ تاریخی سائنس کے ایوانوں میں جمالیاتی باتوں کی کوئی گنجائش نہیں۔ مجھے تسلیم کر لینا چاہیے
کہ میں بورژوا سماج سے اِتنی نفرت نہیں کرتا جتنا کہ اُن ترش و تلخ مفکروں سے کرتا ہوں جو یہ اعلان
کرتے ہیں کہ ایک تھکا دینے اور بور کر دینے والا انداز تحریر ہی واحد قابلِ قبول انداز ہے۔ اس سلسلے
میں خود مارکس میرے ساتھ احتمال میں ہیں۔ وہ پرانے Creeks (مسکوجین انڈین قبائل کا ایک
طاقتور اتحاد جو پہلے الاباما، جارجیا اور شمالی فلوریڈا کے بڑے حصے پر قابض تھا) قبائل کے ساتھ اس

قدر محبت کرتا تھا کہ وہ تاریخ کی دیوی Clio کو یونانی اساطیریات کے میوزوں (شاعری اور فنون
لطیفہ کی 9 دیویوں) میں سے ایک سمجھتا تھا۔ سچی بات یہ ہے کہ صرف وہی لوگ میوزوں کو حقیر جانتے
ہیں جو خود ان سے حقارت پا چکے ہوتے ہیں۔

اگر میں یہ فرض کر لوں کہ اس کتاب کے لئے منتخب کردہ فارم وصورت پہ میرا قاری
مطمئن ہے تب بھی مجھے اُس قاری سے کتاب کے مافیہ کیلئے کچھ نہ کچھ رضامندی کے بارے میں
ضرور پوچھ لینا چاہیے۔ شروع ہی سے میرا واسطہ اس بے مہر لزومیت سے پڑا، کہ کتاب کو ضخامت
سے بھی بچاؤں اور بہ یک وقت اسے کم از کم ذرا زیادہ ترقی یافتہ مزدوروں کی پہنچ اور جامعیت میں
بھی قائم رکھوں۔ اگر دیکھا جائے تو اس کی طوالت میری شروع کی منصوبہ بندی کی بہ نسبت پہلے ہی
نصف تک پہنچ چکی ہے۔ مجھے اکثر لکھی ہوئی ایک سطر کو ایک لفظ تک، ایک صفحے کی بجائے ایک
سطر تک، ایک باب کی بجائے ایک صفحہ تک سکیڑنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اس بیرونی ناگزیریت سے
بالخصوص مارکس کی سائنسی تحریروں کے بارے میں میرا تجزیہ متاثر ہوا ہے۔ اور اس معاملے سے
متعلق کسی شک کی پیش بندی کیلئے میں نے اپنی کتاب کو عظیم رائٹر کی سوانح عمری ''اس کی زندگی اور
تصانیف کی کہانی'' کی روایتی ذیلی سرخی کا دوسرا حصہ دینے سے احتراز کیا۔

بلاشبہ مارکس کی ناقابلِ رسائی بلند قد وقامت صرف اس حقیقت کی بنا پر نہیں ہے کہ اس
کے اندر نظریات کا آدمی، عمل کے آدمی کے ساتھ اٹوٹ انداز میں پیوست ہے، اور یہ کہ دونوں ایک
دوسرے کی مدد اور تکمیل کرتے ہیں۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس کے اندر کا لڑاکا اس کے مفکر
پر ہمیشہ حاوی رہا۔ اس بارے میں سوشلزم کے سارے رہنما متفق ہیں۔ مثلاً لاسال نے ایک بار کہا:
''جب عمل کا وقت آتا تو وہ بہت خوشی سے اُن سب باتوں کو تحریر میں لائے بغیر چھوڑ جاتا جو کہ وہ
جانتا تھا''۔ اور ہمارے اپنے دنوں میں ہم نے بڑی دہشت کے ساتھ مشاہدہ کیا کہ لاسال کی بات
کس قدر درست تھی۔ مارکس کے زندگی بھر کے پیروکار، وہ لوگ جو کہ اس کی تحریروں کے ہر نقطے پر
تین تین حتیٰ کہ چار چار دہائیوں تک کڑک بیٹھے رہے، وہ بھی ایسی تاریخی گھڑیوں پہ بالکل ناکام
رہے جب فوری طور پر انھیں مارکس کی طرح عمل کرنا چاہیے تھا۔ اس کے برعکس وہ یہاں وہاں

ہچکولے کھاتے رہے اور تندوتیز ہوا میں موسمی بادِنما ہی بنے رہے۔

البتہ، مجھے دکھاوا کرنے کی کوئی خواہش نہیں کہ میں اُس عظیم الشان میدانِ علم (جو مارکس کی جاگیر تھا) کی سرحدوں کی نشان زدگی کرنے کیلئے خود کو دوسروں سے پہلے بلائے جانے والا محسوس کروں۔ مثال کے طور پر قاری کو مارکس کے ''کیپٹل'' کی دوسری وتیسری جلدوں کی واضح اور کافی تصویر دینے کیلئے میں نے اپنی دوست روزا لگزمبرگ سے مدد کی اپیل کی۔ اور میری طرح قاری بھی میری مدد کرنے پر اس کا شکریہ ادا کرے گا۔ باب بارہ، نمبر تین '' تیسری اور چوتھی جلد'' روزا لگزمبرگ نے لکھی۔

میں اپنی کتاب میں اُس کے قلم سے ایک خزانہ شامل کرنے کے قابل ہونے پر خوش ہوں۔ میں اس بات پر بھی کچھ کم خوش نہیں ہوں کہ ہماری مشترک دوست کلارا زیٹکن نے مجھے اپنی چھوٹی کشتی کو اس کے پرچم تلے دریا میں اتارنے اور بلند سمندروں میں بھیجنے کی اجازت دی۔ ان دوخواتین کی دوستی میرے لیے ایک ایسے وقت نا قابلِ بیاں ڈھارس بنی جب اُدھم مچانے والے طوفانوں نے بے شمار ''سوشلزم کے مردانہ وار اور مستقل مزاج صفِ اول کے رہنماؤں'' کو خزاں کے سوکھے پتوں کی طرح جھاڑ ودے کر دُور پھینکا۔

فرانز مہرنگ

برلن - سٹیگلٹز

مارچ 1918ء

حوالہ جات وتشریحات:

1۔ مشہور نا چلا سا سگا ہے۔ (دیکھیے حوالہ جات)

2۔ ڈائی نیوے زیئیٹ: دی نیو ایج سٹٹگارٹ۔ 1923۔1917 تک کاٹسکی کی زیر ادارت۔ جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا آفشل نظریاتی ترجمان۔

باب یک:

شروع کے سال

1۔ گھر اور سکول

کارل مارکس 5 مئی 1818ء میں ٹرائر میں پیدا ہوا۔ 18 ویں صدی کے اواخر اور 19 ویں کے اوائل کے اُس گڑبڑ عرصے میں رائن لینڈ کے سرکاری رجسٹروں میں کنفیوژن اور تباہی کے باعث ہنرخ کے اوائل زمانے سے متعلق بہت کم معلومات دستیاب ہوئیں۔ حتیٰ کہ ہنرخ ہائینے کا سالِ پیدائش بھی ابھی تک باعثِ تنازعہ ہے۔

کارل مارکس کے معاملے میں صورتحال اس قدر خراب نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ نسبتاً زیادہ پرامن زمانے میں پیدا ہوا۔ مگر جب 50 برس قبل اس کی ایک پھوپھی مرگئی اور ایک غیر مسلمہ وصیت چھوڑ گئی، تو اس کے قانونی وارثوں کا تعین کرنے والے عدالتی افسر اُس کے والدین (کارل مارکس کے دادا، دادی) کی پیدائش اور موت کی تاریخیں معلوم نہ کر سکے۔ اُس کا دادا مارکس لیوی تھا مگر بعد میں لیوی ترک کر دیا گیا۔ یہ شخص ٹرائر میں ایک یہودی ربی تھا اور باور کیا جاتا ہے کہ 1798ء میں فوت ہوا۔ بہرحال، وہ 1810ء میں زندہ نہ تھا، مگر باور کیا جاتا ہے کہ اس کی بیوی ایوا مارکس 1825ء میں فوت ہوئی ہوگی۔

اس جوڑے کے بہت سے بچے تھے اور ان میں سے دو، یعنی سموئیل اور ہرشیل نے خود کو علم کے پیشے کیلئے وقف کر دیا۔ سموئیل 1781ء میں پیدا اور 1829ء میں فوت ہوا۔ وہ ٹرائر میں اپنے ربی والد کا جانشین بنا۔ کارل مارکس کا والد، ہرشیل، 1782ء میں پیدا ہوا۔ اس نے قانون پڑھا اور ٹرائر میں وکیل بن گیا۔ اس نے 1824ء میں عیسائیت اختیار کی اور ہنرخ مارکس نام رکھا۔ وہ 1838ء میں فوت ہوا۔

ہنرخ مارکس نے ہنریٹا پرسبرگ نامی ہالینڈ کی ایک یہودی خاتون سے شادی کی۔ جس کا شجرہ ربیوں کے سوسالہ سلسلے تک جاتا ہے۔ ہنریٹا پرسبرگ 1863ء میں فوت ہوگئی۔ ہنرخ مارکس اور اس کی بیوی ہنریٹا نے ایک وسیع خاندان چھوڑا، مگر وصیت کے متعلق تحقیق کے وقت اس کے صرف چار بچے زندہ تھے: کارل مارکس، صوفی جو کہ شال ہاسین نامی ایک وکیل کی بیوہ تھی، ایمیلی جو کہ کنر یڈی نامی ایک انجینئر کی بیوی تھی، اورلوسی جو کہ جوٹا نامی ایک تاجر کی بیوی تھی۔

مارکس کے والدین کی شادی بہت خوشگوار رہی۔ کارل مارکس سب سے بڑی اولاد (بڑی بہن صوفی) کے بعد کی اولاد تھا۔ اس نے والدین کی وجہ سے ایک خوش اور بے پرواہ جوانی گزاری۔ اس کی ''شاندار قدرتی صلاحیتوں'' نے اس کے والد کے دل میں امید جگادی کہ وہ صلاحیتیں ایک روز انسانیت کی خدمت میں صرف ہوں گی۔ جبکہ اس کی ماں نے اسے قسمت کا سکندر بچہ قرار دیا جس کے ہاتھوں ہر چیز اچھی ہو جائے گی۔ البتہ، کارل مارکس گوئٹے کی طرح نہ تو اپنی ماں کا بیٹا تھا اور نہ ہی لیسنگ اور شلر کی طرح اپنے والد کا۔ اپنے خاوند اور بچوں کے لئے اپنی محبت بھری خدمت کے ساتھ مارکس کی ماں مکمل طور پر گھریلو معاملات میں جتی رہتی تھی۔ وہ اپنی پوری زندگی ٹوٹی پھوٹی جرمن بولتی رہی اور اس نے بیٹے کی دانشورانہ کاوشوں میں کوئی حصہ نہ لیا۔ اس طرح شاید وہ ایک ماں کے اُس افسوس سے بہت دور رہی کہ اگر بیٹا صحیح راستہ اپناتا تو کیا کچھ بن جاتا۔ بعد کے برسوں میں مارکس اپنی ماں کے رشتے داروں سے ہالینڈ میں دوستانہ تعلقات میں رہا، بالخصوص اپنے ماموں فلپس کے ساتھ۔ وہ بار بار اس ''عمدہ بوڑھے لڑکے'' کے ساتھ بڑے دوستانہ تعلقات کا حوالہ دیتا ہے جو بعد میں اس کی مادی مشکلات میں بہت مددگار بنا۔

گوکہ کارل مارکس کا والد بیٹے کی بیسویں سالگرہ کے کچھ روز بعد فوت ہوگیا، مگر اس نے اپنے محبوب بیٹے کے اندر ''بھوت'' محسوس کر لیا تھا۔ یہ ایک باپ کی اپنی بیٹے کے مستقبل کے بارے میں حقیر اور تکلیف دہ پریشانی نہ تھی جو اسے بے چین رکھ رہی تھی، بلکہ یہ وہ مبہم احساس تھا کہ اس کے بیٹے کے کیریکٹر کے اندر پتھر کی طرح سخت کوئی بات تھی، کوئی ایسی چیز جو اُس کے اپنی لچکدار نیچر سے مکمل طور پر مختلف تھی۔ ایک یہودی، رائن لینڈر اور ایک وکیل کی حیثیت سے اسے جرمنی کی جماعتِ امرا (جنکرز) کے دھوکوں کیخلاف تین گنا مسلح ہونا چاہیے تھا، مگر اصل میں ہنرخ مارکس کوایک پروشیائی محبّ وطن تھا۔

پروشیائی بادشاہت کے جی نئیس پر اس کا یقین اس حقیقت سے بھی متزلزل نہ ہوا کہ اپنی بورژوا پوزیشن کو بچانے کے لئے پروشیائی حکومت نے اسے مذہب تک تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا۔

اُس زمانے میں یہودیت کا انکار محض مذہبی آزادی کا ایک اقدام نہ تھا بلکہ سماجی آزادی کا عمل بھی تھا۔ خود یہودی کمیونٹی نے جرمن مفکرین اور شعرا کی عظیم دانشورانہ محنتوں میں کسی قسم کا حصہ نہ لیا۔ مینڈلسن کی منکسر المزاج روشنی نے اپنی قوم کی جرمنی کی دانشورانہ زندگی میں راہبری کرنے کی ناکام کوشش کی تھی، اور عین اس وقت جب ہنرخ مارکس نے عیسائیت قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا، برلن میں نوجوان یہودیوں کے ایک حلقے نے منڈلسن کی کوششوں کا از سرِ نو احیا کیا، ایڈوارڈ گانز اور ہنرخ ہائن جیسی شخصیات ان کی صفوں میں تھے۔ گانز جو کہ اس مہم کا سربراہ تھا، وہ اپنا پرچم پھینک دینے اور عیسائی ہونے والا پہلا شخص بنا۔ ہنرخ ہائن نے اس پہ ایک زوردار تبصرہ کیا............ ''کل کا ہیرو آج کا ولن''۔ مگر زیادہ عرصہ نہ گزرا کہ ہائن کو خود اس کی مثال پہ چلنا پڑا اور یورپی کلچر کی کمیونٹی میں داخلہ کارڈ خریدنا پڑا۔ گانز اور ہائن دونوں نے جرمنی میں اس صدی کی دانشورانہ محنت میں اپنا تاریخی حصہ ڈالا، جب کہ یہودیت کی ثقافتی ترقی سے وفادار رہنے والے ان کے رفیقوں کے نام کب کے فراموش کر دیے گئے ہیں۔

چنانچہ کئی دہائیوں تک عیسائیت قبول کرنا یہودیت کی نسبتاً آزاد ارواح کے لئے مہذب پراگریس کا عمل تھا، اور اپنے اور اپنے خاندان کے لئے ہنرخ مارکس کی طرف سے 1824ء میں مذہب کی تبدیلی کو اسی حوالے سے سمجھنا چاہیے کسی اور حوالے سے نہیں۔ ممکن ہے کہ بیرونی حالات

نے اس ساعت کا تعین کر لیا ہو جس پہ یہ تبدیلی مذہب کی گئی، مگر بلا شبہ وہ اس کی وجہ نہ تھے۔ بیس کی دہائی کے زرعی بحران کے دوران یہودی سودخوروں کی طرف سے زمینی جائیدادوں اور فارموں کا توڑنا بڑے پیمانے پر وقوع پذیر ہوا۔ نتیجتاً اس سے رائن لینڈ میں ایک متشدد ''سامی نسل دشمنی'' کی لہر پیدا ہوئی۔ اس صورتحال میں مارکس کے والد جیسے بے داغ ایمانداری والے شخص نے اس نفرت کا حصہ دار بننے کی کوئی کوشش نہ کی۔ اور اپنے بچوں کا خیال رکھتے ہوئے، اسے اُس طرح کرنے کا کوئی حق بھی نہ تھا۔ شاید کارل مارکس کی ماں کے انتقال نے، جو تقریباً اسی زمانے میں ہوا، مارکس کو پسرانہ سعادت مندی کی پاسداری سے آزاد کیا، ایسے احساسات جو اس کے پورے کریکٹر سے ہم آہنگ ہوتے، یا شاید یہ حقیقت کہ باپ کے مذہب تبدیل کرنے کے برس سب سے بڑے بیٹے کے سکول کی عمر نے آخری فیصلے میں ایک رول ادا کیا ہو۔

مگر معاملہ خواہ یہ ہو یا نہ ہو، اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہنرخ مارکس نے انسان دوست کلچر اپنا رکھا تھا جس نے اسے سارے یہودیانہ تعصّبات سے مکمل طور پر آزاد کر لیا۔ اور اس نے یہ آزادی ایک قیمتی ورثے کی حیثیت سے اپنے بیٹے کارل کے حوالے کی۔ اپنے بیٹے کو لکھے گئے ہنرخ مارکس کے بے شمار خطوط میں ایسی کوئی بات نہیں ملتی جس میں یہودی خصوصیتوں کا نشان تک موجود ہو۔ اس کے خطوط پرانے سٹائل کے پدرانہ، جذباتی اور بے ربط انداز میں لکھے گئے۔ ایک ایسے طرز میں جو اٹھاویں صدی کی خط و کتابت میں مروج تھا، جب ایک سچا جرمن محبت میں جوش مارتا تھا اور غصے میں کھولتا تھا۔ پیٹی بورژوا تنگ نظری کا شائبہ تک سے بھی پاک خطوط سیدھا بیٹے کی دانشورانہ دلچسپیوں میں داخل ہوتے ہیں جن میں بیٹے کے ایک ''عام شاعر'' کی طرح شہرت کے پیچھے بھاگنے پر مفصل طور پر با جواز اعتراض موجود تھا۔ مگر اپنے بیٹے کے مستقبل کے بارے میں اپنی ساری مسرتوں کے ساتھ، وہ بوڑھا شخص اس تصور سے مکمل طور پر جان نہیں چھڑا سکا کہ شاید اس کے بیٹے کا دل اتنا بڑا نہیں جتنا کہ اس کا دماغ بڑا ہے۔ اور یہ کہ شاید وہ ان دنیاوی چیزوں کے لئے کچھ زیادہ جگہ نہیں ڈھونڈ پائے گا۔

اس لحاظ سے اس کے شکوک شاید جائز تھے۔ اپنے بیٹے کے لئے ''اس کے دل کی گہرائیوں

میں'' موجود محبت نے اسے اندھا نہیں کیا بلکہ ایک لحاظ سے اُس کے بارے میں پیشن گوئی کے قابل کر دیا۔ مگر ہنرخ مارکس نے یہ نہ سوچا اور نہ وہ یہ سوچ سکتا تھا کہ اس نے اپنے بیٹے کارل کو زندگی بھر کے لئے بورژوا کلچر کا جو امیر ذخیرہ قیمتی ورثے کے بطور دیا ہے، وہ اُس ''بھوت'' کو دھکیلنے میں مدد دے یا نہیں جس کا کہ اُسے خوف تھا۔ کارل مارکس نے جو کہ ابھی تک اپنے والدین کے گھر میں تھا، اُن چیزوں پر بہت آسانی کے ساتھ غلبہ حاصل کیا جن کے لئے ہائن اور لاسال کو اپنی زندگیوں کے عظیم اولین جدوجہد سے گزرنا پڑا تھا، اور اسے ایسے زخم لگے تھے جن سے دونوں کبھی بھی مکمل طور پر تندرست نہ ہوئے۔

یہ دیکھنا اتنا آسان نہیں کہ اس بڑے ہوتے ہوئے لڑکے کی بڑھوتری میں سکول کے عرصے نے کتنا حصہ ادا کیا۔ کارل مارکس نے اپنے سکول کے ساتھیوں کا کبھی تذکرہ نہیں کیا۔ اور نہ ہی اُن میں سے کسی نے اُس کے بارے میں کوئی اطلاع چھوڑی۔ اس نے جلد ہی ٹرائر میں ہائی سکول کا نصاب مکمل کر لیا۔ اُس کے سکول سے نکلنے والے سرٹیفکیٹ پر 25 اگست 1835ء کی تاریخ لکھی ہوئی ہے۔ اس میں عمومی طرز پر پُر امید نوجوان کی مزید ترقی کی خواہشات کا اظہار ہے اور مختلف مضامین میں اس کے نتیجے سے متعلق روایتی مشاہدات ہیں۔ البتہ، یہ سرٹیفکیٹ خصوصاً اس حقیقت پر زور دیتا ہے کہ کارل مارکس اکثر کلاسیک میں مشکل ترین عبارت کا ترجمہ اور تشریح کر سکتا تھا۔ یہ سٹیفکیٹ اعلان کرتا ہے کہ مارکس لاطینی موضوعات میں موجود فکری گہرائی اور ان کے نفسِ مضمون کے ساتھ گہری واقفیت رکھتا ہے۔

آخری امتحانوں میں دینیات نے کچھ مشکلات دکھائیں اور تاریخ کے مضمون نے بھی، مگر اس کے جرمن کمپوزیشن میں ممتحنوں نے ایک ''دلچسپ'' بات دیکھی۔ موضوع دیا گیا تھا: ''کسی پیشے کا انتخاب کرنے سے پہلے ایک نوجوان کے خیالات''۔ اور مارکس کے جواب مضمون پر فیصلہ یہ دیا گیا کہ یہ خیالات میں ایک امیر اور تعمیر کے لحاظ سے اچھا اور باضابطہ مضمون ہے، مگر اس کا مصنف غیر معمولی اور خوبصورت اظہار کے بعد اپنی حسبِ معمول غیر ضروری طویل تحقیق کی غلطی میں پڑ گیا۔ لڑکے کے دماغ میں ایک تصویر کی پہلی کوند خود کو موسمِ گرما کی بجلی کی طرح دکھاتی ہے، ایک تصور جس کی ترقی اور تکمیل انسان کی غیر فانی خدمت ہونی تھی۔

2۔جینی وان ویسٹ فالن

1835ء کے خزاں میں کارل مارکس یونیورسٹی آف بون میں داخل ہوااور وہاں ایک سال تک طالب علم رہا، گوکہ قانون کی اُس کی یہ تعلیم نہ بہت وسیع تھی اور نہ گہری۔

اس عرصے کے بارے میں کوئی براہِ راست اطلاع موجود نہیں ہے، مگر اس کے والد کے خطوط سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس عرصے میں کچھ جنگلی جھاڑیاں اُگ گئی تھیں۔ پہلے تو ہمیں اس کا والد صرف ''کارل کے بلا وجہ اور بغیر نتیجہ والے اخراجات کے بل'' کی شکایت کرتا ملے گا۔ (اور مارکس کے بارے میں زندگی بھر یہ سچ رہا ہے کہ جہاں تک اکاؤنٹس کا تعلق تھا، پیسے کا کلاسیکل نظریہ دان بھی کھاتہ نہیں بنا سکے گا) مگر بعد میں ہمیں اس کا والد بہت تلخ لہجے میں بیٹے کی کھلی شوخیوں کی شکایت کرتے نظر آتا ہے۔

مسرتوں کے برسوں کا عروج اس نے ابھی ابھی بون میں گزارا تھا۔ یہ ہر طرح سے ایک سٹوڈنٹ کی آزادی کا عرصہ لگتا تھا جب 18 سال کی بلوغت کی عمر میں کارل مارکس کے اپنے بچپن کے کھیل کی ایک ساتھی کے ساتھ منگنی ہوگئی، جو کہ اس کی بڑی بہن صوفی کی قریبی دوست تھی، اور اسی دوستی نے دو جوان دلوں کے مل جانے کا راستہ ہموار کرنے میں مدد دی۔ حقیقت میں، یہ انسان کے پیدائشی ماسٹر کی اولین اور سب سے زیادہ مسرور کن فتح تھی، ایسی فتح جو اس کے والد کو ''مطلق بعید از قیاس'' نظر آئی جب تک کہ اس نے دریافت کرلیا کہ لڑکی میں بھی جینیس جیسی چیز موجود تھی، اور وہ قربانیاں دینے کے لائق بھی تھی جو کہ ایک عام لڑکی کے لئے ناممکن ہوتیں۔

جینی ویسٹ فالن محض ایک غیر معمولی حسین لڑکی ہی نہ تھی بلکہ وہ غیر معمولی روح اور کیریکٹر والی لڑکی بھی تھی۔ وہ کارل مارکس سے چار سال بڑی تھی، مگر اکیس بائیس سال کی تھی۔ اس کا نوجوانی سے بھرپور شباب اپنے شاندار جوبن پہ تھا، اور اس کی بہت زیادہ تعریف کی جاتی تھی، اس کا ادب کیا جاتا تھا۔ اور ایک اعلیٰ افسر کی بیٹی ہونے کی حیثیت سے وہ ایک شاندار خاوند ڈھونڈ سکتی تھی۔ مگر جینی ویسٹ فالن نے اپنے سارے شاندار امکانات مارکس کے والد کے بقول، ''ایک خطرناک اور غیر یقینی مستقبل'' کے لئے قربان کر دیے۔ اور کبھی کبھار وہ جینی کے اندر اس بے چین پیش اندیشگی کو دیکھ سکتا

ہے جو اسے بھی پریشان کرتی تھی، مگر اس وقت تک وہ اُس ''فرشتہ لڑکی''، اُس ''دلکش لڑکی'' پہ اس قدر یقین رکھتا تھا، کہ اس نے اپنے بیٹے سے وعدہ کیا کہ کوئی شہزادہ بھی اُسے اُس سے نہیں چھین سکتا۔

مستقبل اس سے بھی زیادہ خطرناک اور غیر یقینی نکلا جس کا ہنرخ مارکس کو اپنی بدترین بدشگونیوں میں خوف تھا، مگر جینی ویسٹ فالن، جس کا جوانی بھرا پورٹریٹ بچوں جیسی شان اور کشش منعکس کرتا ہے، اپنے منتخب کردہ مرد کو مستقل مزاج جرات سے تھامے رہی۔ یہ شاید لفظ کی بے کیف صورت میں نہ تھا کہ اس نے مارکس کی زندگی کے بھاری بوجھ کو ہلکا کیا، اس لئے کہ وہ مقدر کے محبوب بچوں میں سے ایک تھی اور زندگی کی چھوٹی چھوٹی بدقسمتیوں کے ساتھ اس طرح نمٹتی تھی جس طرح کہ لوگوں کی زیادہ عادی عورتیں کرسکتی تھیں مگر بلند انداز میں، جس میں کہ اس نے خاوند کی زندگی کے کام کو مضبوطی سے تھام لیا۔

اپنے سارے خطوط میں جو کہ ابھی تک موجود ہیں اُس کے اندر واقعتاً ایک نسوانیت کی خوشبو موجود ہے۔ اُس کی فطرت ایسی تھی جسے گوئٹے نے بیان کیا تھا، ہر موڑ میں مساوی طور پر سچائی بج رہی ہوتی خواہ یہ مسرور ایام کے مسرور کن باتونی پن میں ہوتا یا غربت و تنگدستی کے المناک ماتم کے اندر۔ اس کی خوبصورتی اس کے شوہر کا فخر ہوا کرتی تھی اور بیس برس تک ان کی تقدیریں باہم ساتھ رہنے کے بعد، ہم 1863ء میں ٹرائر سے اُسے لکھتا ہوا دیکھتے ہیں، جہاں وہ اپنی ماں کی تدفین میں شرکت کے لئے گیا ہوا تھا: ''میں روزانہ پرانے ویسٹ فالن ہاؤس کی زیارت کرتا ہوں اور یہ مجھے تمام رومن باقیات سے زیادہ اچھا لگتا ہے اس لئے کہ یہ عمارت مجھے اپنی جوانی کے مسرور ایام کی یاد دلاتی ہے، اور اس لئے کہ اس نے ایک وقت میری محبوبہ کو سایہ مہیا کیا تھا۔ روزانہ ہر طرف سے لوگ مجھ سے ''ٹرائر بھر کی سب سے خوبصورت لڑکی''، ''مجلس رقص کی ملکہ'' کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ ایک شخص کو یہ دیکھ کر کتنا اچھا لگتا ہے کہ پورے قصبے میں اس کی بیوی کو یاد رکھا جاتا ہے اور وہ ''ایک دلبر شہزادی'' کی حیثیت سے زندہ ہے''۔ اسی طرح مرتے وقت تمام جذبات سے آزاد مارکس نے جینی وان ویسٹ فالن کی ذات سے وابستہ اپنی زندگی کے سب سے حسین عرصے کا بہت غمناک اور متاثر کن لہجے میں ذکر کیا تھا۔

اِن دونو جوان لوگوں نے پہلے تو لڑکی کے والدین کی اجازت پوچھے بغیر منگنی کر لی، ایک ایسی صورتحال جس نے کارل مارکس کے ایماندار والد کو بہت وسوسے دیے، مگر زیادہ دیر نہ گزری کہ ان کی رضا مندی لی گئی۔ اپنے نام اور عہدے کے باوجود پریوی کونسلر لڈوگ وان ویسٹ فالن نہ یہودی جماعتِ امرا (Junkers) سے تعلق رکھتا تھا اور نہ ہی پرانی پروشیائی بیوروکریسی سے۔ اُس کا باپ فلپ ویسٹ فالن ملٹری تاریخ کی سب سے نمایاں شخصیتوں میں سے ایک تھا۔ وہ برونس وک کے ڈیوک فرڈینانڈ کا سول سیکرٹری تھا جس نے کہ لوئی پانزدہم کی فتح کی پیاس کے خلاف سات سالہ جنگ میں ایک خلط ملط آرمی کی سربراہی کرتے ہوئے کامیابی کے ساتھ مغربی جرمنی کا دفاع کیا تھا۔ اس کی خدمات اس طرح تسلیم کی گئیں کہ انگلینڈ کے بادشاہ نے اسے فوج کا ایڈ جوئنٹ جنرل بنانے کی تجویز دی۔ یہ ایک اعزاز تھا مگر فلپ ویسٹ فالن نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ البتہ اسے اپنی آزاد روح کو اس حد تک نرم کرنے پر مجبور کیا گیا کہ وہ ایک اعزاز ''قبول'' کرے۔ تب اس نے سکاٹش نوابی خاندان کی ایک لڑکی سے شادی کرنے کی خواہش کی جو کہ اپنی بہن سے ملنے ڈیوک فرڈینانڈ کے کیمپ آئی ہوئی تھی۔

اس جوڑے کا ایک بیٹا لڈوگ ویسٹ فالن تھا۔ اس نے اپنے باپ سے ایک تاریخی نام ورثے میں پایا تھا۔ اس کی ماں کے اجداد میں سے ایک، سکاٹ لینڈ میں اصلاحی جدوجہد کے دوران خطرے سے کود گیا تھا، اور دوسرے ارل ارچی بالڈ آف آرجل کو جیمز دوئم کے خلاف ایک باغی کے بطور ایڈنبرگ میں پھانسی دی گئی تھی۔ اس طرح کی خاندانی روایات کے ساتھ لڈوگ وان ویسٹ فالن مغرور یہودی جماعتِ امرا اور متکبر بیوروکریسی کی بدبودار اور فرسودہ تنگ نظری سے بہت بلند تھا۔

اس کی بیٹی جینی 12 فروری 1814ء میں سوئٹزرلینڈ میں پیدا ہوئی جہاں پہ وہ ایک کاؤنٹی کے شیرف کے برابر کا عہدہ رکھتا تھا، جسے لینڈ راٹ کہا جاتا تھا۔ اور دو سال بعد اس کا حکومت کے مشیر کی حیثیت سے ٹائر تبادلہ ہو گیا۔ پروشیائی وزیراعظم ہارڈنبرگ کے پاس یہ محسوس کرنے کے لئے کافی فراست تھی کہ حال ہی میں فتح کردہ رائن لینڈ جو کہ دل سے ابھی تک فرانس کی جانب جھکاؤ رکھتا تھا، میں سب سے باصلاحیت آدمی کو بھیجا جانا چاہیے جو کہ یہودی جماعتِ امرا کے عمومی خیالات سے کم از کم متاثر ہو۔

اپنی زندگی کے آخر میں کارل مارکس نے لڈوگ وان ویسٹ فالن کا عظیم ترین وابستگی اور احسان مندی سے تذکرہ کیا۔ وہ اسے اپنے ''عزیز پدرانہ'' دوست کی حیثیت سے مخاطب کرتا تھا اور اسے اپنے ''پسرانہ محبت'' جو کہ ایک داماد کی رسمی تعریف سے زیادہ تھی، کا یقین دلاتا تھا۔ ویسٹ فالن ہومر کی نظموں سے پورے کے پورے بند سنایا کرتا تھا اور اسے شیکسپیئر کے اکثر ڈرامے انگلش اور جرمن دونوں میں زبانی یاد تھے۔ پرانے ویسٹ فالن ہاؤس میں کارل مارکس نے زیادہ تحریک حاصل کی جسے عطا کرنے سے کہ اس کا اپنا گھر قاصر تھا اور اس کا سکول تو مزید کم۔ اپنے اولین برسوں سے وہ ویسٹ فالن خاندان کا پسندیدہ تھا اور یہ ناممکن نہیں کہ ویسٹ فالن نے منگنی پر اپنی رضا مندی خود اپنے والدین کی خوشحال شادی کو مدنظر رکھ کر دی۔ اس لئے کہ دنیا کی نظر میں ایک ارسٹوکریٹک نوابی خاندان کی بیٹی نے بھی ایک برا ساتھی پسند کیا تھا، جب اُس نے ایک عام انسان سے شادی کی تھی جو کہ غریب تھا اور ایک عام سول سرونٹ سے زیادہ نہ تھا۔

جینی کے والد کا اثر اپنے سب سے بڑے بیٹے پر نہ رہا جو ایک پیشہ ور بیوروکریٹ کی حیثیت سے ترقی کر گیا اور اس سے بھی ابتر، پچاس کی دہائی میں رجعت کے دور میں وہ پروشیائی وزیر داخلہ تھا۔ اس بیٹے فرڈیناںڈ وان ویسٹ فالن اور اس کی بہن کے مابین کوئی خاص قریبی تعلقات کبھی نہ تھے جو کہ اصل میں اس کی سوتیلی بہن تھی اس لئے کہ وہ جینی سے پندرہ برس بڑا تھا اور ایک دوسری شادی سے اپنے باپ کا بیٹا تھا۔

جینی کا اصل بھائی ایڈگر وان ویسٹ فالن تھا، جو کہ اپنے والد کے راستے سے بہت بائیں طرف چلا گیا جس طرح کہ اس کا سوتیلا بھائی دائیں طرف گیا۔ کبھی کبھار ایڈگر اپنے بہنوئی کارل مارکس کے ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' سے متفق ہوتا تھا، مگر وہ کبھی بھی اس کا ایک بااعتبار حامی نہ بنا۔ وہ سمندر پار گیا اور مختلف قسم کی قسمت آزمائیاں کیں۔ وہاں سے واپس ہوا اور یہاں وہاں رہا۔ وہ مکمل طور پر ایک خودسر شخص تھا۔ مگر وہ ہمیشہ اپنے دل میں جینی اور کارل مارکس کے لئے گرم جوش گوشہ رکھتا تھا۔ جینی اور مارکس نے اپنے پہلے بیٹے کا نام اُسی پر رکھا۔

باب دو:

ہیگل کا شاگرد

1۔ برلن میں پہلا سال

جینی وان ویسٹ فالن کے ساتھ مارکس کی منگنی سے بھی پہلے والد نے فیصلہ کرلیا تھا کہ بیٹے کی تعلیم برلن میں جاری رہنی چاہیے۔ اور یکم جولائی 1836ء کی ایک دستاویز ابھی تک موجود ہے جس میں ہنرخ مارکس نہ صرف اس بات کی اجازت دیتا ہے بلکہ اپنی خواہش کے بطور اس کا اعلان بھی کرتا ہے کہ اس کا بیٹا کارل، برلن یونیورسٹی میں داخل ہو کر اپنی جورس پروڈنس اور علم المعیشت کی تعلیم جاری رکھے جو کہ اس نے بون میں شروع کی تھی۔

منگنی نے اس فیصلے کو مزید مضبوط کردیا۔ اس لئے کہ ان کی کامیابی کے امکان کی کمی کے پیش نظر ہنرخ مارکس کے محتاط انداز نے اسے محسوس کروادیا کہ کم از کم وقتی طور پر محبت کرنے والوں کی جدائی اچھی بات ہے۔ ممکن ہے کہ اس کی پروشیائی حب الوطنی نے برلن کو منتخب کرنے میں کوئی کردار ادا کیا ہو، شاید اس حقیقت نے بھی کہ برلن یونیورسٹی ''شاندار کالج ایام'' والی روایت کی پذیرائی نہیں کرتی تھی، جس کی اُس کے دُور اندیش والد کے خیال میں کارل مارکس نے بون میں بہت زیادہ حمایت کی تھی۔ ''دوسری یونیورسٹیاں اس 'کارگاہ' کے مقابلے میں بلاشبہ بہت اوباش اور

بدمست ہیں''، لڈوگ فیورباخ نے برلن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

نوجوان طالب علم نے خود برلن کا انتخاب نہیں کیا تھا۔ کارل مارکس کو تو دھوپ بھرے رائن لینڈ سے عشق تھا، اور پروشیائی دارالحکومت اس کیلئے زندگی بھر قابلِ نفرت رہا تھا۔ ہیگل کا فلسفہ کوئی کشش نہ دکھا سکتا تھا، اس لئے کہ وہ اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا، حالانکہ یہ فلسفہ اپنے بانی کی موت کے وقت سے برلن یونیورسٹی پر ابھی تک حکمرانی کررہا تھا، اُس کی زندگی کے وقت سے بھی زیادہ۔ اور پھر اپنی محبوبہ سے جدائی اس کے علاوہ تھی۔ یہ درست ہے کہ اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنی محبوبہ کی اس رضامندی پر قناعت کرے گا کہ وہ مستقبل میں اس سے شادی کرے گی۔ اور یہ کہ وہ محبت کی موجودہ ساری علامتوں سے دستبردار ہوجائے گا، مگر محبت کرنیوالوں کی اس طرح کی قسمیں اور وعدے ہوائی باتیں ہوا کرتی ہیں۔ بعد کے برسوں میں مارکس نے اپنے بچوں کو بتایا کہ ان دنوں اُن کی ماں کی محبت میں وہ ایک شوریدہ سر عاشق بن چکا تھا۔ اور سچی بات یہ ہے کہ اس کا جوان و پرجوش دل تب تک چین نہ پا سکا جب تک کہ بالآخر اسے اس بات کی اجازت مل گئی کہ وہ جینی کو خط لکھ سکتا ہے۔

البتہ، اسے جینی کی طرف سے پہلا خط جا کر اس وقت ملا جب اسے برلن میں ایک برس ہو چلا تھا۔ دس نومبر 1837ء کو اپنے والدین کو لکھے گئے خط کی بدولت ہم اُس سال کے بارے میں، اُس کی زندگی کے کسی بھی پہلے یا بعد والے سال کی بہ نسبت زیادہ جانتے ہیں۔ ان کے اس خط کا عنوان تھا: ''یہاں پچھلے سال کے بارے میں تاثرات''۔ یہ دلچسپ دستاویز اس شخص کے بارے میں (حتیٰ کہ اس کی جوان میں بھی) تفصیل بتاتی ہے، وہ شخص جو کہ اخلاقی اور جسمانی تھکاوٹ کی حد تک سچ کی تلاش کر رہا ہے، اس میں علم کے لئے ایک نہ بجھنے والی پیاس ہے، کام کے لئے نہ تھکنے والی اہلیت، اس کی بے رحم خود تنقیدی، اور ایسی لڑاکی روح جو حتیٰ کہ دل کو بھی مسترد کردے............ مگر محض اُس وقت جب وہ غلطی پر جانے لگے۔

کارل مارکس نے 22 اکتوبر 1836ء میں میٹرک کرلیا۔ وہ نصابی لیکچروں کے بارے میں کوئی خاص پرواہ نہیں کرتا تھا، اور اس نے نصف سال پر مشتمل نو(9) ٹرمز میں محض بارہ لیکچر اٹینڈ

کئے۔ان میں جورس پروڈنس کے لازمی لیکچرز بھی شامل تھے۔اوران بارہ لیکچروں میں بھی اس نے چند لیکچر ہی غور سے سنے۔ایڈورڈ گانز وہ واحد لیکچرر تھا جس نے کہ مارکس کی ذہنی نشو ونما پر کچھ اثر ڈالا۔مارکس نے گانز کے فوجداری قوانین اور پروشیائی سول کوڈ کے لیکچر اٹینڈ کئے۔

مارکس کے اپنے بقول اس نے جورس پروڈنس کو تاریخ اور فلسفے کے ساتھ محض ایک ماتحت مضمون کے بطور پڑھا۔جہاں تک تاریخ اور فلسفہ کے مضامین کا تعلق ہے تو اس نے لیکچروں کی پرواہ بالکل نہ کی۔اور اس نے ہیگل کے آفیشل جانشین گیبلر، جو کہ ہیگل کے اوسط درجے کے پیروکاروں میں بھی اوسط درجے والا تھا، کی طرف سے منطق پر لازمی لیکچروں کے لئے اپنا نام لکھنے کے علاوہ کچھ نہ کیا۔کارل مارکس ایک مفکر تھا اور یونیورسٹی میں بھی وہ آزادنہ طور پر کام کرتا تھا۔جس سے اس نے ایک سال میں علم کا وہ خزانہ حاصل کیا جو کہ آہستگی سے چمچ سے کھلائے جانے والے نصابی لیکچروں سے دس سال میں بھی اسے حاصل نہ ہوتا۔

برلن پہنچنے پر ''محبت کا ایک نیا جہاں'' توجہ کے لئے صدائیں دے رہا تھا۔اُس کے ''اشتیاق سے بھرے اور امید سے خالی'' احساسات نے خود کو شاعری سے بھری تین کاپیوں میں انڈیل دیا تھا جن کا انتساب اس نے ''میری عزیز اور ازلی محبوبہ جینی وان ویسٹ فالن'' کے نام کیا تھا۔وہ کتابیں دسمبر 1836ء میں جینی کے ہاتھوں میں تھیں جن کا استقبال اس نے ''خوشی اور غم کے آنسوؤں'' کے ساتھ کیا تھا۔یہ بات مارکس کی بہن سوفی نے برلن والوں کو رپورٹ کی تھی۔ایک سال بعد شاعر نے والدین کے نام ایک طویل خط میں میوز کے ان بچوں پر ایک بہت ہی توہین آمیز فیصلہ سنایا: ''سب کے سب احساس میں بے لطف اور فارم سے عاری ہیں؛ ان میں کچھ بھی فطری نہیں ہے۔سب کچھ ہوائی ہے، کیا ہے اور کیا ہونا چاہیے میں تضاد ہی تضاد ہے، شاعرانہ خیالات کے بجائے لفاظی سے بھری''۔جرائم کی اس فہرست کے آخر میں نوجوان شاعر جرم کو ہلکا بنانے کے بطور اسے، ''شاید احساس کی ایک گرمجوشی اور شاعرانہ آگ کا نتیجہ'' کا فقرہ عطا کرنے پر تیار ہے، مگر یہ بھی صرف اسی طرح اور اسی قدر سچ تھا جیسے کہ یہ شلر کے Laura Ladies کا سچ ہو۔

عمومی طور پر نوجوانی کی یہ نظمیں ایک معمولی رومانیت والی روح کا سانس

لیتی ہیں اور ان میں کوئی حقیقی ساز، شاذ و نادر ہی بجتا ہے۔مزید برآں ان کے شعر کی تکنیک اس کے باوجود بہت مایوس کن اور بے ڈھنگی ہے کہ ہائینے اور پلیٹن دونوں نے جو کچھ کہا تھا، یہ نظمیں ان کے بعد کہی گئیں۔لہٰذا اس تخلیقی قوت نے جو مارکس کے پاس حد سے زیادہ تھی اور جس نے کہ بعد میں اس کی سائنسی تحریروں میں اپنا اظہار پایا تھا، مخصوص ضمنی راستوں کے ساتھ ساتھ نشو ونما پانی شروع کی۔ریت کی طرح خشک سٹائل کو عالمانہ حاصلات کی اولین شرط قرار دینے والی کمزور روحوں کے برعکس، مارکس نے اپنی تحریروں کی جمالیاتی ہم آہنگی پر بہت زور دیا۔زبان کی رنگینی کی بھرپور قوت کی بدولت مارکس جرمن ادب کے عظیم ترین اساتذہ کی سطح تک ابھرا۔مگر پھر بھی میوز کی طرف سے اس کے پنگھوڑے میں رکھی گئی صلاحیتوں میں، شاعری کا تحفہ موجود نہ تھا۔

جس وقت اس نے اپنے والدین کو خط لکھا تب شاعری اس کے لئے ایک اضافی دلچسپی سے زیادہ کچھ نہ تھی۔وہ مفصل طور پر جُورس پروڈنس پڑھتا اور سب سے بڑھ کر فلسفہ کے ساتھ کشتی لڑنے کی خواہش محسوس کرتا۔اس نے ہینی شیئس، تھائی باٹ اور ''اتھارٹیز'' پڑھے، پینڈکٹ کی پہلی دو کتابوں کا جرمن ترجمہ کیا، اور قانون کے فلسفے کی کوئی بنیاد رکھنے کی تگ و دو کی۔اس نے اعلان کیا کہ اس ''بدبخت موسیقی کے کام'' نے 4800 صفحات لے لیے۔مگر یہ سب کچھ بے کار نکلا۔آخر میں اس نے ''ساری چیز کا جھوٹ'' دیکھ لیا اور پھر خود کو فلسفہ کی بانہوں میں پھینک دیا تاکہ ایک نئے مابعد الطبیعاتی نظام کا مسودہ لکھے، ایک دفعہ پھر یہ احساس کرنے کیلئے کہ اس کی کوششیں پھر رائیگاں گئیں۔اپنے مطالعے کے دوران اُس نے یہ عادت بنا ڈالی کہ وہ جو کتاب بھی پڑھ لیتا اس کا خلاصہ بنا لیتا۔مثال کے طور پر لیسنگ کی کتاب لیکون، سولجر کی کتاب اِرون، ونکلمین کی کتاب ''آرٹ کی تاریخ''، لوڈن کی کتاب ''جرمن تاریخ'' وغیرہ۔وہ بہ یک وقت اُس کتاب سے متعلق خود اپنی رائے بھی لکھ دیتا۔اس نے ٹاسی ٹس کی ''جرمانیا'' اور اووڈ کے ''مرثیوں'' کا ترجمہ بھی کیا۔ اور وہ اپنے طور پر گرامر کے ذریعے انگلش اور اطالوی زبانیں سیکھنے لگا، گو کہ بہت کم پیش رفت کے ساتھ۔اس نے کلینز کی ''کریمنل لاء'' اور ''اینلز'' پڑھے اور نئی ادبی تحریریں بھی۔مگر یہ سب کام اس نے چلتے چلاتے اور فارغ اوقات میں کئے۔ٹرم کا آخر ایک بار پھر ''میوزوں کا رقص اور ساٹیرز کی

موسیقی'' کیلئے وقف کیا گیا جب اچانک اصلی شاعری اسے دُور دراز واقع پریوں کا محل لگی اور اسے اپنی ساری تخلیقات صفر کے برابر محسوس ہوئیں۔

لہٰذا پہلی ٹرم کا نتیجہ'' جاگتے رہنے والی کئی راتیں، لڑی جانے والی کئی لڑائیاں اور حاصل کردہ داخلی و بیرونی ہیجان تھے''، مگر حاصل کم۔ فطرت، آرٹ اور دنیا نظر انداز ہوئے، دوست چھوٹ گئے۔ اور شدید محنت کے ہاتھوں اس کی صحت متاثر ہوئی۔ ڈاکٹروں کے مشورے پر وہ سٹرالاؤ منتقل ہو گیا جو کہ اس وقت تک ماہی گیری کا ایک چھوٹا سا پرسکون گاؤں تھا۔ سٹرالاؤ میں وہ تیزی سے صحت یاب ہو گیا اور ایک بار پھر اپنی روحانی جدوجہد میں لگ گیا۔

دوسری ٹرم میں بھی اس نے بہت ہی مختلف النوع علوم کا ایک انبار سیکھ لیا، مگر اس پہ بتدریج واضح ہوتا گیا کہ چیزوں کے نہ ختم ہونے والے بہاؤ میں ہیگل کا فلسفہ ہی ایک مضبوط ستون تھا۔ اُس کے ساتھ مارکس کی پہلی شناسائی ایک حد تک ٹکڑوں ٹکڑوں والی تھی اور اُس کی'' گڈ مڈ اور کھردری دُھن'' اسے بالکل اچھی نہ لگی۔ مگر بیماری کے ایک اور حملے کے دوران اس نے شروع سے لے کر آخر تک اُس کا مطالعہ کیا۔ اور پھر وہ جلد ہی ینگ ہیگلینز کے ایک کلب میں داخل ہو گیا۔ جہاں، آراء کے تصادم میں وہ'' موجودہ زمانے کے فلسفہ سے زیادہ سے زیادہ قریب آتا گیا مگر اپنے اندر ہر بلند آواز والی چیز کو خاموش کئے بغیر نہیں'' ہر گز نہیں۔

کارل مارکس اپنے والدین سے اس سب کی وضاحتیں کرتا ہے، ان سے اگلے برس ایسٹر کے بجائے فوری طور پر گھر آ جانے کی اجازت مانگ کر اپنی بات ختم کرتا ہے۔ جس کا کہ والد نے پہلے ہی وعدہ کر رکھا تھا۔ وہ اعلان کرتا ہے کہ بہت سارے'' نشیب و فراز'' ایسے ہیں جن پر وہ اپنے والد سے بات کرنا چاہتا ہے۔ جن سے اس کا دماغ ساخت کے عمل کے دوران دوچار ہوا، اور صرف اپنے والدین کی'' پیاری موجودگی'' ہی'' بے چین بھوتوں'' کو رام کر سکے گی۔ یہ خط آج ہمارے لئے بہت اہم ہے اس لئے کہ یہ وہ آئینہ ہے جس میں ہم نوجوان مارکس کو واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ مگر والدین نے اس خط کو کچھ زیادہ اچھا نہ سمجھا۔ اس کا والد پہلے ہی بیمار تھا۔ اب اس کو پھر وہی'' بھوت'' دکھائی دیا جس کا اسے اکثر خوف رہتا تھا اور جس سے اب وہ دگنا خوف کھا رہا تھا اس لئے کہ بیٹے کو

''کسی'' سے محبت ہو گئی تھی جسے یہ بوڑھا شخص اپنی اولاد کی طرح پیار کرتا تھا۔ اور چونکہ ایک باوقار خاندان کو ایک ایسا رشتہ منظور کرنے کیلئے ترغیب دلائی گئی جو بظاہر اور دنیا کے عمومی طریق کے مطابق اس خاندان کی محبوب بچی کے لئے خطرات سے پُر، اور تشویشناک امکانات والا ہو سکتا تھا۔ مارکس کا والد بیٹے پر کسی خاص طرزِ زندگی کے بارے میں حکم چلانے کا زیادہ حامی نہ تھا بشرطیکہ کوئی متبادل طرز بیٹے کو اس کی'' متبرک ذمہ داریوں'' کی تکمیل کی اجازت دے۔ مگر بوڑھا شخص جو کچھ ابھی دیکھ رہا تھا وہ طغیانی سے بپھرا ہوا سمندر تھا جس میں کسی طرح کی محفوظ لنگر اندازی کے امکانات نہ تھے۔

چنانچہ اپنی'' کمزوری'' کے باوجود، جسے وہ کسی اور سے زیادہ بہتر انداز میں محسوس کر سکتا تھا، اس نے ایک ہی دفعہ سخت ہو جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اور خط کے جواب میں سختی دکھائی، اور بے حد مبالغہ کے ساتھ ساتھ غمناک ٹھنڈی آہیں شامل کر لیں۔ وہ اپنے بیٹے سے پوچھتا ہے کہ اس نے اپنے مسائل کیسے حل کیے ہیں اور پھر خود ہی اس کی طرف سے جواب دیتا ہے کہ:'' خدا ہی ہماری مدد کرے!! نظم و نسق کی کمی، سائنس کے سارے شعبوں کے گرد ایک سڑی ہوئی تگ و دو، ایک اداس آئل لیمپ کے نیچے دم گھٹا دینے والے خیالوں میں غرق۔ ایک فاضلانہ ڈریسنگ گاؤن اور بن کنگھی کئے بالوں کے ساتھ بیئر کا ایک گلاس ہاتھ میں لئے پھرنا۔ میل جول کو دور جھٹکتے ہوئے اور ہر عمدہ چیز حتیٰ کہ اپنے باپ کا خیال رکھنے کے فریضے کو بھی ثانوی حیثیت دینا۔ سماجی نعمتوں کو ایک گندے کمرے تک محدود کرنا جہاں کسی جینی کے عشقیہ خطوط کی المناک بدنظمی میں، اور ایک باپ کی شاید آنسوؤں سے لکھی ہوئی پُر معنی نصیحتوں کو جلانے کے لئے ایندھن کے بطور استعمال کیا جاتا ہے، جو کہ بر سبیلِ تذکرہ بہت بہتر بات ہے بہ نسبت اِس کے کہ وہ مزید غیر ذمہ دارانہ بدنظمی کے سبب کسی تیسرے شخص کے ہاتھ لگ جائیں''۔

اور پھر اس پہ اداسی چھا جاتی ہے اور بے رحم رہنے کی خاطر وہ خود کو اُن گولیوں سے قلعہ بند کرتا ہے جو کہ ڈاکٹر نے اس کے لئے تجویز کی تھیں۔ کارل کی کمزور مینیجمنٹ کی سختی سے گرفت ہوتی ہے؛'' میرا اعظیم فرزند تمام تر نصیحتوں کے باوجود اور ہر رواج کے برخلاف سالانہ 700 تھیلر خرچ کرتا ہے جیسے کہ ہم پیسے کے بنے ہوئے ہوں۔ حالانکہ امیر ترین شخص کو بھی 500 تھیلر سے

زیادہ کی ضرورت نہیں پڑتی''۔ وہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ کارل نہ تو فضول خرچ ہے اور نہ اسراف کرنے والا۔ اور ایک ایسے شخص سے ایسی معمولی باتوں پر سر کھپانے کی توقع بھی کیسے کی جا سکتی ہے جو ہر ہفتہ نئے نئے نظام ایجاد کرتا ہے اور اگلے ہی ہفتے انہیں کھرچ پھینکتا ہے؛ 'ہر شخص کا ہاتھ کارل کی جیب میں تھا اور ہر شخص نے اسے دھوکہ دے دے کر لوٹ لیا''۔

کچھ دیر تک تو خط اسی سٹائل میں چلتا ہے اور بالآخر باپ بیٹے کو گھر واپسی کی اجازت دینے سے سختی سے انکار کرتا ہے؛ ''اب گھر آنا حماقت ہوگی۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تم لیکچروں کی زیادہ پرواہ نہیں کرتے مگر میں کم از کم شائستگی کا خیال رکھنے پہ اصرار کروں گا۔ میں دوسرے لوگوں کی آراء کا غلام نہیں ہوں، مگر میں اپنی قیمت پر لوگوں کی کھسر پھسر بالکل پسند نہیں کرتا''۔

ان ساری شکایتوں کے اندر ہم یہ الزام دیکھ سکتے ہیں کہ بیٹے کے پاس گویا دل ہے ہی نہیں۔ کارل مارکس کے خلاف یہ الزام بعد میں بھی بار بار لگایا گیا۔

جیسے کہ خود اس نے ایک بار صاف گوئی سے کہا تھا کہ اس کی کھال اتنی موٹی نہ تھی کہ وہ ''انسانی مصائب کی طرف پیٹھ پھیر لے''۔ یا جیسے کہ ھٹن نے ایک بار اس خیال کو یوں پیش کیا؛ ''خدا نے اُس پر ایک ایسے دل کا بوجھ لاد دیا جو اُسے انسانیت کے عمومی مصائب پہ دوسروں سے زیادہ سرعت کے ساتھ دکھی کرواتا تھا۔ انسانیت کے دکھوں کی اصل وجوہات کو برباد کرنے کے لئے کارل مارکس سے زیادہ کام کسی اور نے نہیں کیا''۔ اس کی کشتی، زندگانی سمندر کے طوفانوں اور دشمنوں کے تابڑ توڑ حملوں کے بیچ اپنا راستہ گھسٹتی رہی۔ اس کا مستول ہمیشہ سر بلند تھا مگر عرشے پر زندگی آرام دہ بالکل نہ تھی، نہ کیپٹن کے لئے اور نہ ہی عملے کے لئے۔

مارکس اپنے قریبی لوگوں کے لئے احساسات سے محروم بالکل نہ تھا۔ اس کی لڑاکی روح جہاں ضروری ہوتا دل کے احساسات کو مسترد کر سکتی تھی، مگر اس نے مکمل طور پر ان کا گلا کبھی نہیں گھونٹا اور وہ شخص اپنی بزرگ سنی میں اکثر تلخ شکایت کرتا رہا کہ، اس کے قریب ترین لوگوں نے اس کی زندگی کے بے مہر مجموعہِ اشیا کے تحت خود اُس سے بھی زیادہ مصیبتیں جھیلیں۔ اس نوجوان طالب علم نے جلد ہی دکھا دیا کہ وہ اپنے والد کی پریشانی سے بے پرواہ نہیں تھا۔ اس نے فوراً گھر جانے کی اپنی خواہش

ترک کر دی حتیٰ کہ اپنا ایسٹر کا دورہ بھی منسوخ کر دیا۔ جس سے اس کی ماں کو تو دکھ ہوا مگر والد بہت مطمئن ہو گیا اور اس کی ناراضی تیزی سے کم ہونے لگی۔ اس نے اپنی شکایات تو جاری رکھیں مگر اپنی مبالغہ آرائی ختم کر دی؛ ''تجریدی دلیل بازی کے فن میں وہ اپنے بیٹے کا مقابلہ نہیں کر سکتا''، اس نے لکھا۔ اور اس کی بزرگ سنی اس بات کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ مقدس سے مقدس باتوں میں چھلانگ لگانے سے قبل ضروری اصطلاحات کا مطالعہ کر سکے، مگر ایک نقطے پر تجریدی دلیل بازی نے کوئی مدد نہ کی اور اُسی نقطے پر اس کے بیٹے نے بہت عقلمندی سے ایک باوقار خاموشی اختیار کی۔ یعنی پیسے کے حقیر جاننے کے معاملے پر، جس کی قدر ایک خاندان کے باپ کے نزدیک بیٹا اب تک سمجھنے میں بظاہر ناکام رہا تھا۔ البتہ اس نے اعلان کیا کہ تھکاوٹ اور بیزاری نے اسے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا۔

بدقسمتی سے اس آخری فقرے کا اس سے زیادہ سنجیدہ مطلب تھا جو کہ مزاح میں دکھایا گیا جو پھر خط میں نظر آنے لگا۔ اس خط پر دس فروری 1838ء کی تاریخ لکھی ہوئی ہے اور ہنرخ مارکس بستر علالت سے ابھی ابھی اٹھا تھا جس پر کہ وہ پانچ ہفتوں تک پڑا رہا تھا۔ صحت کی جس بہتری نے اسے بستر سے اٹھنے کی اجازت دی تھی، جاری نہ رہی اور تکلیف، جو بظاہر جگر کی ایک بیماری تھی لوٹ آئی اور مزید بگڑ گئی تا آنکہ تین ماہ بعد دس مئی 1838ء کو وہ فوت ہو گیا۔ موت اسے اُن مایوسیوں سے نجات دلانے ٹھیک وقت پر آئی، جو قطرہ قطرہ اس کا دل توڑتی جاتی تھیں۔

کارل مارکس ہمیشہ احسان مندی سے تسلیم کرتا تھا کہ اس کا والد اُس کے لئے کیا تھا۔ اور چونکہ وہ والد کو دل کی گہرائیوں سے متبرک سمجھتا تھا اس لئے بیٹے نے باپ کی ایک تصویر اُس دن تک دل کے قریب رکھی جب وہ خود اسے اپنے ساتھ قبر میں لے گیا۔

2-ینگ ، ہیگلینز

1838ء کے موسم بہار سے، جب وہ والد سے محروم ہوا، کارل مارکس نے تین مزید برس برلن میں گزارے۔ ینگ ہیگلینز کے حلقے کے اندر موجود دانشورانہ زندگی نے اس پر ہیگل کے فلسفے کے راز کھول دیے۔

اُس زمانے میں ہیگل کے فلسفے کو پروشیا کا ریاستی فلسفہ گردانا جاتا تھا۔ وزیر ثقافت الیٹن سٹین اوراس کے پرائیوی کونسلر، جو ہانز شلر نے اسے اپنی خصوصی سرپرستی میں رکھا تھا۔ ہیگل نے اخلاقی تصور کی حقیقت کے بطور ریاست کی توصیف کی، ریاست کو دلیلِ مطلق گردانا اوراسے بذاتِ خود مطلق مقصد قرار دیا۔ لہٰذا فرد کا سب سے بڑا فریضہ یہ تھا کہ وہ ریاست کا ممبر رہے۔ ریاست کا یہ درس بلاشبہ پروشیائی بیوروکریسی کے لئے تو بہت خوش آئند تھا اس لئے کہ یہ ریڈیکل لبرل لوگوں کی پکڑ دھکڑ (جسے Demogegue Hunt کا نام دیا گیا تھا) کے گناہوں کی صورت بھی بدل دیتا تھا۔(3)

ہیگل کا فلسفہ مکارانہ نہیں تھا اوراس کی سیاسی ترقی واضح کرتی ہے کہ وہ شہنشاہیت کو مثالی حکومت قرار دیتا تھا جس نے کہ ریاست کے سارے خدمتگاروں کی بہترین کاوشوں کو سمیٹ رکھا تھا۔ وہ اس بات کو ضروری سمجھتا تھا کہ نمایاں طبقات کو حکومت میں کچھ بالواسطہ حصہ ملنا چاہیے، مگر وہ حصہ بھی ایک کارپوریٹ انداز میں محدود ہو۔ وہ پروشیائی بادشاہ یا اس کے زبانی میٹرنچ (Oral Matternich) کی بہ نسبت جدید آئینی انداز میں عوام کی عمومی نمائندگی پر غور کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔

البتہ جو نظام ہیگل نے اپنے لئے وضع کیا تھا وہ اُس جدلیاتی انداز سے غیر مصالحانہ طور پر متصادم تھا جو کہ اس نے ایک فلاسفر کی حیثیت سے اپنایا تھا۔ وجود کے تصور کے ساتھ، عدم وجود کا تصور دیا جاتا ہے، اور دونوں کے تضاد کے نتیجے میں ''ہوجانے'' کا بلند تصور حاصل ہوتا ہے۔ ہر شئے ایک ہی وقت میں ہے بھی اور نہیں بھی ہے۔ اس لئے کہ ہر چیز پگھلی ہوئی حالت میں ہے، ایک دائمی تغیر کی حالت میں، ایک دائمی ترقی اور زوال کی حالت میں ہے۔ اسی طرح تاریخ ترقی کا ایک پراسیس ہے جو ارتقا کے بلا رکاوٹ عمل میں نیچے سے اوپر کو اٹھتی ہے۔ ہیگل تاریخی سائنس کی مختلف النوع شاخوں میں اپنے ہمہ گیر علم کے ساتھ یہ ثابت کرنے میں لگ گیا۔ گو کہ صرف اُس صورت میں جو کہ عینِ مطلق یعنی ''Absolute Idea'' اس کے اپنے عینیت پسندانہ تصور سے مطابقت رکھتی تھی۔ ہیگل نے مزید وضاحت دیے بغیر اعلان کیا کہ Absolute Idea سارے جہاں کی حیات بخش روح ہے۔

لہٰذا ہیگل کے فلسفے اور فریڈرک ولیم کی ریاست کے مابین اتحاد ایک طرح سے سہولت

کی شادی تھی۔ اوراس نے اس وقت تک چلنا تھا جب تک کہ ایک فریق دوسرے فریق کی سہولت کو پورا کرنے پر تیار رہتا۔ یہ اتحاد ''کارلس باڈ'' (Carlsbad) فیصلوں اور Demogogue Hunt کے دنوں میں بہت اچھا چلا۔ مگر 1830ء کے جولائی انقلاب نے یورپی ترقی کو ایک ایسا زوردار مہمیز لگایا کہ ہیگل کا طریقہ اس کے نظام کی بہ نسبت بہت با اعتبار سمجھا جانے لگا۔ جہاں تک جرمنی کا تعلق ہے تو جولائی انقلاب ہر لحاظ سے کمزور تھا، اس انقلاب کے اثرات دب چکے، اور جب مفکروں اور شاعروں کی سرزمین پر دوبارہ قبرستان والا امن بحال ہوگیا تو پروشیائی ''جنکر کرڈم'' نے جدید فلسفہ کے خلاف استعمال کرنے کے لئے تیزی سے ازمنہ وسطیٰ والے رومانٹس ازم کے پرانے اور برباد کباڑ خانے کو کھودنا شروع کر دیا۔ اسے اس حقیقت نے مزید آسان بنا دیا کہ ہیگل کی توصیف ''جنکر کرڈم'' کے کاز کی بہ نسبت، قابلِ برداشت روشن خیال بیوروکریسی کی جانب زیادہ تھی، اوراس حقیقت نے بھی اسے آسان بنا دیا کہ بیوروکریٹک ریاست کی اپنی ساری توصیف کے ساتھ ہیگل نے عوام کے اندر مذہب کو جاری رکھنے کے لئے کچھ بھی نہ کیا جو کہ ایک ایسی کوشش ہے جو کہ ساری فیوڈل روایات کا الف بے ہوتا ہے، بلکہ آخری پناہ کے لئے سارے استحصالی طبقات کا الف بے ہوتا ہے۔

چنانچہ پہلا تصادم مذہبی میدان پہ وقوع پذیر ہوا۔ ہیگل نے اعلان کیا کہ بائیبلی کہانیوں کو اسی طرح لینا چاہیے جس طرح کہ ملحدانہ کہانیوں کو لیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ عام اور اصل معاملات کے علم میں عقیدے کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اور پھر ڈیوڈ سٹراس نامی ایک نوجوان نے اس عالم وفاضل کو آڑے ہاتھوں لیا۔ اس نے مطالبہ کیا کہ بائیبلی تاریخ کو عام تاریخی تنقید کے حوالے کیا جائے۔ اس نے ''مسیح کی زندگی'' نامی کتاب میں اپنا یہ مطالبہ شائع کیا جو 1835ء میں نمودار ہوئی اور جس نے بے پناہ سنسنی پھیلا دی۔ اس کتاب میں سٹراس نے اٹھارویں صدی کی بورژوا روشن خیالی کی تحریک کے دھاگے اٹھائے جس کو ہیگل ہمیشہ ہتک آمیز انداز میں ''جعلی روشن خیالی'' کہتا رہا تھا۔ سٹراس کے جدلیاتی تفکر کی صلاحیت نے اسے اس مسئلے پر نہایت وضاحت کے ساتھ اُس مقام سے بہت آگے تک جانے دیا جس تک کہ بوڑھا ریمارس گیا تھا۔ سٹراس نے مسیحی مذہب کو فراڈ قرار نہیں

دیا نہ ہی مسیحی مبلغوں کو بدمعاشوں کا ایک ٹولہ کہا بلکہ اس نے اولین مسیحی معاشروں کی غیر شعوری تخلیقات سے انجیل کہانی کے توہماتی اجزا کو بیان کیا۔ وہ نیو ٹیسٹامنٹ کے ایک بہت بڑے حصے کو یسوع مسیح کی زندگی سے متعلق ایک تاریخی رپورٹ سمجھتا تھا۔ وہ یسوع کو ایک تاریخی شخصیت گردانتا تھا۔ وہ مانتا تھا کہ بائبل میں بیان کردہ اہم واقعات کی ایک تاریخی بنیاد موجود تھی۔

سیاسی طور پر دیکھیں تو سٹراس مکمل طور پر غیر ضرر رساں تھا۔ اور وہ اپنی ساری زندگی غیر ضرر رساں رہا۔ مگر ہیلیشے جہر بوچر میں ''سیاسی نوٹ'' کچھ زیادہ ہی نوکیلا اور واضح نظر آتا تھا، جسے 1838ء میں ارنالڈ روج اور تھیوڈر ایکٹر میئر نے ینگ ہیگلینز کے ترجمان کی حیثیت سے قائم کیا تھا۔ یہ اخبار ادب اور فلسفہ سے بھی متعلق تھا۔ اور پہلے پہل تو ارادہ تھا کہ یہ ''برلنر جہر بوچر'' کا جوابی بم ہونے سے زیادہ کچھ نہ ہوگا جو کہ ''اولڈ ہیگلینز'' کے کیچڑ میں لت پت چھڑی جیسا ترجمان تھا۔ روج، نے ''برشن سچافٹ''(4) تحریک میں حصہ لیا تھا اور جو کہ Demagogue hunt کے شکار کی حیثیت سے کوپن نک اور گولبرگ میں چھ برس قید کاٹ چکا تھا، اس نے فوراً ہی ایکٹر میئر کے ساتھ شراکت داری میں سبقت حاصل کی جو کہ جوانی میں فوت ہوگیا۔ روج کی شروعات والی تقدیر صدماتی نہ تھی، اور بعد میں ایک خوش قسمت شادی نے اسے ''ہالے یونیورسٹی'' میں لیکچراری دلا دی۔ اس نے ایک آرام دہ زندگی گزاری، اور اپنی اوائل زندگی کی بدنصیبیوں کے باوجود، اس آرام دہ زندگی نے اسے پروشیائی ریاستی نظام کو آزادانہ اور منصفانہ قرار دینے کی اجازت دے دی۔ وہ بلاشبہ قدیم پروشیائی اشرافیہ کی اس کمینگی بھری کہاوت کو اپنی ذات میں جواز بخشنا پسند کرتا تھا کہ وفاداری بدلے ہوئے ایک ''ریڈیکل'' سے زیادہ کوئی دوسرا اتنی تیزی سے اپنی زندگی کو خوشحال نہیں بنا سکتا۔ مگر یہی تو اصل پریشانی تھی۔

روج کوئی آزاد مفکر نہ تھا۔ اور اس میں انقلابی روح تو اور بھی کم تھی۔ مگر اس کے پاس، ایک علمی جریدے کا ایک اچھا ایڈیٹر بننے کے لئے سائنسی تعلیم موجود تھی، یکسوئی تھی، اور ایک لڑاکا روح تھی۔ اور ایک موقع پر اس نے خود کو دانشورانہ گوداموں کا ہول سیل تاجر کہا تھا۔ اور یہ دعویٰ جھوٹا بھی نہ تھا۔ اس کی قیادت میں ہیلیشے جہر بوچر ساری باغی روحوں کے ایک اڈے کے بطور ترقی کر گیا۔

ان لوگوں کے ایک اڈے میں جو کہ کسی بھی اور کے مقابلے میں پریس کے اندر زیادہ زندگی پیدا کرنے میں مفاد رکھتے تھے۔ مثال کے طور پر ایک مضمون نگار کی حیثیت سے ڈیوڈ سٹراس نے قارئین کی توجہ برقرار رکھنے کے لئے بائبل کے سچے ہونے کے لئے سرتوڑ لڑائی لڑی۔ یہ کام سارے آرتھوڈوکس دینیات والے مل کر بھی نہیں کر سکتے تھے۔ یہ درست ہے کہ روج نے حکام کو باور کرا دیا تھا کہ اس کی اشاعت ''ہیگلی مسیحیت اور ہیگلی پروشیا'' کو تقویت بخش رہی ہے مگر رومانوی رجعت کی طرف سے سخت دباؤ کے زیر اثر وزیرِ کلچر آلٹن سٹین اس کی یقین دہانیوں پہ اعتبار نہیں کرتا تھا۔ اس نے روج کی ان اپیلوں کا اثر لینے سے انکار کر دیا کہ اس کی خدمات کے اعتراف میں اسے کوئی ریاستی عہدہ دیا جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہیلیشے چہر بوچر کو احساس ہوتا گیا کہ ہتھکڑیوں اور جولانوں کو ڈرانے کے لئے کچھ کرنا چاہیے جنہوں نے پروشیائی آزادی اور انصاف کو قید کر رکھا ہے۔

برلن کے ینگ ہیگلی سب کے سب روج کے ہیلیشے چہر بوچر میں لکھتے تھے۔ مارکس نے اپنی زندگی کے تین برس ان کے بیچ گزار دیے۔ کلب کے ممبر زیادہ تر یونیورسٹیوں کے لیکچرر، ٹیچر اور ادیب ہوتے تھے۔ روٹن برگ، جس کا ذکر مارکس کے اپنے والد کے نام خطوط میں اپنے برلن کے دوستوں میں ''قریب ترین دوست'' کے بطور موجود ہے، برلن کے کیڈٹ کور میں جغرافیہ کا استاد رہ چکا تھا، مگر اسے معطل کیا گیا تھا۔ اس پہ الزام تھا کہ ایک صبح وہ شراب کے نشے میں بے ہوش نالی میں گرا پڑا ملا تھا۔ لیکن اصل میں اس پہ شک تھا کہ اس نے ہیمبرگ اور لیپزگ کے اخبارات میں ''مضر'' مضامین لکھے تھے۔ ایڈورڈ می ین مختصر عرصے تک چلنے والے ایک رسالے سے وابستہ تھا جس نے مارکس کی دو نظمیں چھاپ دی تھیں۔ مارکس کی انہی دو نظموں کو اشاعت نصیب ہو سکی۔ میکس سٹرنر، برلن کے ایک گرلز سکول میں پڑھاتا تھا۔ مگر یہ دریافت نہیں ہو سکا کہ آیا وہ مارکس کی ممبری کے زمانے میں کلب کا ممبر تھا یا نہیں۔ یہ شواہد نہیں ہیں کہ وہ دونوں کبھی ایک دوسرے کو شخصی طور پر جانتے تھے۔ بہرحال یہ بات اس قدر اہم نہیں ہے اس لئے کہ دونوں کے درمیان کوئی دانشورانہ تعلق موجود نہ تھا۔ دوسری طرف، کلب کے دو ممتاز ترین ممبر برونو بائیر جو کہ برلن یونیورسٹی میں لیکچرر تھا اور کارل فریڈرک کوپن جو کہ جدید مضامین کے سکول میں ٹیچر تھا، کا مارکس پہ زبردست اثر تھا۔

مارکس بمشکل بیس برس کا تھا جب اس نے ینگ ہیگلینز میں شمولیت کی۔ مگر جیسا کہ بعد میں اکثر ہوتا تھا کہ جب وہ کسی نئے حلقے میں داخل ہوجاتا تو جلد ہی اس کا روح رواں بن جاتا تھا۔ بائیر اور کوپن دونوں مارکس سے دس برس بڑے تھے۔ انہوں نے فوراً ہی مارکس کی اعلیٰ ذہانت پہچان لی اور اس نوجوان سے زیادہ بہتر کامریڈ نہ چاہا جو کہ ابھی تک ان سے بہت کچھ سیکھنے کی حالت میں تھا، اور اس نے سیکھا بھی بہت کچھ۔ پروشیا کے فریڈرک اعظم کی تخت نشینی کے صد سالہ جشن کے موقع پر کوپن نے 1840ء میں جو ''تندو تیز مناظرہ'' نامی کتاب چھاپی تو اس کے انتساب پہ لکھا:

''ٹائیر کے اپنے دوست کارل مارکس کے نام''۔

کوپن زبردست تاریخی صلاحیت رکھتا تھا اور ہیلیشے جہر بوچر میں اس کے مضامین اب بھی اس حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ کوپن ہی تھا جس نے پہلے پہل عظیم فرانسیسی انقلاب کے دوران دہشت کی حکمرانی کا تاریخی تجزیہ کیا۔ اس نے ہم عصر تاریخی تحریروں کے نمائندوں لی، ریئکے، رامر اور سکولوسر کو بہت ہی زندہ دل اور کاٹ ڈالنے والی تنقید کا نشانہ بنایا۔ اور خود تاریخی تحقیق کے مختلف شعبوں میں زبردست کام کیا، ناروی دیومالا کے ایک ادبی پیش لفظ (جو کہ لڈوگ اوہ لینڈ جیکب گرِم کی تحریروں کا ہم پلہ ہے) سے لے کر مہاتما بدھ پر ایک طویل مضمون تک، جس نے حتیٰ کہ شوپن ہائر تک سے توصیف پائی جو ویسے پرانے ہیگلینز کی طرف زیادہ مائل نہ تھا۔ یہ حقیقت کہ کوپن جیسا شخص ایسے لوگوں کو ''آگ اور تلوار سے ختم کرنے'' کی وکالت کرتا تھا جو ''امید کی سرزمین میں ہمارا داخلہ ممنوع قرار دیتے ہیں''۔ وہ پروشیائی تاریخ میں بدترین آمر کے ''روحانی احیائے نو'' کی خواہش کرتا تھا۔ تو ہمیں اس مخصوص ماحول کا کچھ اندازہ ہوجاتا ہے جس میں یہ برلنی ینگ ہیگلینز رہتے تھے۔

البتہ دو باتیں نہیں بھولنی چاہئیں: اول، روحانی رجعت اور اس سے جڑی ہوئی ساری چیزوں نے ''بوڑھے فرٹز'' کی یادداشت کو دھندلا دینے پہ پورا زور لگایا۔ خود کوپن نے ان اثرات کو ''دہشتناک'' قرار دیا: اولڈ اور نیو ٹیسٹامنٹ کے نقارے، اخلاقی یہودی کی بین و چنگ، روحانی اصلاح کرنے اور تاریخی ڈھول بتاشے اور دیگر خوفناک اوزار، اور ان سب کے بیچ آزادی کے

سارے ترانے قدیم جرمن قوم کی زبان نچلی دھیمی سُر میں دب گئے''، دوم یہ کہ ابھی تک کوئی ایسا تنقیدی اور سائنسی امتحان نہیں ہوا تھا جو کہ زندگانی کے ساتھ اور پروشیائی بادشاہ کے اعمال کے ساتھ انصاف کرنے کے قریب بھی آجاتا۔ اور نہ ہی ایسا امتحان ممکن تھا اس لئے کہ ایسے کام کیلئے ضروری سرچشمے ابھی کھلے ہی نہ تھے۔ فریڈرک دی گریٹ کو ''روشن خیال'' کے بطور شہرت حاصل تھی۔ اور کچھ لوگوں کے نفرت کرنے اور دوسروں کے محبت کرنے کے لئے یہی بات کافی تھی۔

کوپن کی کتاب کا مقصد اٹھارویں صدی کی بورژوا روشن خیالی کے دھاگے کے سروں کو اکھٹا کرنا تھا۔ اور روج نے ایک بار بائیر، کوپن اور مارکس کے بارے میں اعلان کیا کہ ان کی سب میں ایک مشترک خصوصیت یہ تھی کہ ان سب نے شروعات اسی تحریک سے کی تھی؛ وہ ایک فلسفیانہ جیکو بن پارٹی کی نمائندگی کرتے تھے............ کوپن نے اٹھارویں صدی کے فلسفہ کے خلاف ''سطحی جذباتی تقریروں'' کو باطل قرار دیا۔ ان کی ناگواریت کے باوجود ہم بورژوا روشن خیالی کے اولین جرمن رہنماؤں کے بہت مقروض ہیں۔ ان میں ایک کمی یہ رہ گئی کہ وہ کافی روشن فکر نہ تھے۔ یہاں کوپن زیادہ تر ہیگل کے بے عقل مقلدین پر وار کر رہے تھے، ''تصور کے اکلوتے شرمساروں'' پہ، ''دلیل کے پرانے برہمنوں'' پہ۔ جو کہ آلتی پالتی مارے ابد تک اور یکسانیت کے ساتھ بار بار ''تین مقدس ویدوں'' کو بڑبڑایا کرتے تھے۔ اور درمیان میں رقصاں Bayaderes کی دنیا میں شہوت بھری نگاہ ڈالنے کیلئے کہیں کہیں وقفہ کرتے تھے۔

شافٹ گھر چلا گیا، اس لئے کہ وارن ہیگن نے اولڈ ہیگلینز کے رسالے میں کتاب کو ''تے آور'' اور ''مکروہ'' قرار دے کر فوراً مسترد کیا۔ اس نے خود کو بالخصوص ''دل کی مینڈکوں'' کے بارے میں کوپن کی صاف گوئی سے زخمی پایا۔ کوپن نے لکھا تھا: حقیر کیڑا مذہب کے بغیر، ایک مادرِ وطن کے بغیر، یقینِ کامل کے بغیر، ضمیر کے بغیر، دل کے بغیر، گرم و سرد کے احساس کے بغیر، غم خوشی کے احساس کے بغیر، محبت و نفرت کا احساس کئے بغیر، خدا کے بغیر اور شیطان کے بغیر، مصیبت زدہ مخلوق جو کہ دوزخ کے دروازوں کے گرد دبکے بیٹھی تھی اور داخلہ عطا ہونے کے لئے بہت زیادہ حقیر تھی''۔

کوپن نے ''عظیم بادشاہ'' کو نہ صرف ایک ''عظیم فلاسفر'' والا اعزاز دیا بلکہ وہ اپنی

وکالت میں اس حد سے بھی آگے گیا جس کی کہ اُس وقت موجود فریڈرک کی علم کے معیارات کے مطابق اجازت تھی۔

جو کوئی آج کوپن کے دلائل کو دہرانے کی جرات کرے تو وہ یقیناً خود کو حتیٰ کہ پروشیائی تاریخی مکتب سے بھی اساسی ترین نابالغی والی ملامت کے حوالے کر دے گا؛ اور حتیٰ کہ 1840ء کے سال کے لئے بھی ایسا کرنا کانٹ جیسے ایک فلاسفر کی زندگی بھر کی روشن خیال تحریر کو اسی زمرے میں رکھنے کی زیادتی کرنے کے مترادف تھا۔

کوپن نے برلن کے مخصوص خالی پن اور مفلس زندگی کے تحت مصیبتیں جھیلیں جو کہ وہاں رہنے والے سارے ینگ ہیگلینز کے لئے مہلک تھی، اور گو کہ اس کو دوسروں کی بہ نسبت آسانی سے اس سے محفوظ رکھنے کے قابل ہونا چاہیے تھا، مگر اس نے اُن دوسروں کی بہ نسبت اسے بہت متاثر کیا۔ اس زندگی نے خود کو اس مناظرے میں بھی ظاہر کیا جسے بلاشبہ اس نے اپنے دل کی گہرائی سے لکھا تھا۔ برلن کے پاس اس مضبوط ریڑھ کی ہڈی کی کمی تھی جو کہ رائن لینڈ کی پہلے ہی سے ترقی یافتہ صنعت نے وہاں بورژوا شعور کو عطا کی تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جب دن نے ایک عملی صورت اختیار کی تو پروشیائی دارالحکومت، کولون سے پیچھے رہ گیا حتیٰ کہ وہ لیپزگ اور کونگسبرگ سے بھی پیچھے رہ گیا۔ اس وقت کے برلن والوں کے بارے میں مشرقی پروشیائی والزروڈ نے اعلان کیا کہ: ''وہ لوگ خود کو بہت زیادہ آزاد اور بہادر سمجھتے ہیں جب وہ اپنے کیفے میں محفوظ بیٹھے اور اپنے مخصوص گلی کے جھگڑالو سٹائل میں سیرف اور ہیگین کا، بادشاہ کا اور موجودہ حالات کا مذاق اڑا رہے ہوتے ہیں''۔ برلن دراصل ایک فوجی چھاؤنی اور رہائشی قصبے سے زیادہ کچھ نہ تھا۔ اور وہاں کی پیٹی بورژوا آبادی ہر دربار کے ساز و سامان کی بزدلانہ اطاعت کرتی تھی، حاسدانہ اور حقیر غیبتیں کرتی تھی۔ اس طرح کی اپوزیشن کے لئے ایک باقاعدہ اڈہ وہ سیلون تھا جس کی دیکھ بحال وارن ہیگن کیا کرتا تھا۔ یہ وہی شخص تھا جو حتیٰ کہ ''فریڈرک کی روشن خیالی'' کے تصور پر بھی، پارسا وحشت میں آگے گزر گیا۔ کوپن اسے بالکل اچھی طرح سمجھا تھا۔

اس بات پہ شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ نوجوان مارکس اسی کتاب میں درج خیالات سے متفق تھا جو پہلی بار اس کا نام عام پبلک میں لائے۔ وہ کوپن کے ساتھ قریبی طور پر

شناسا تھا اور اس نے کافی حد تک اس کے طرز کو اپنایا تھا۔ گو کہ جلد ہی اُن کی راہیں جدا ہو گئیں، مگر وہ دونوں ہمیشہ اچھے دوست رہے اور بیس برس بعد جب مارکس چکر کے لئے برلن لوٹا تو اس نے کوپن کو ''ہمیشہ والا کوپن'' پایا اور دونوں نے دوبارہ ملاقات کا جشن منایا اور ایک دوسرے کے ساتھ کئی مسرور گھنٹے گزارے۔ اس کے کافی عرصہ بعد 1863ء میں کوپن کا انتقال ہو گیا۔

3- خود آگاہی کا فلسفہ

گو کہ برلن میں ینگ ہیگلینز کا اصل لیڈر کوپن تھا، مگر برونو بائیر کو ہیگل کا کٹر شاگرد تسلیم کیا جاتا تھا۔ بالخصوص اس لئے کہ اس نے سٹراس کی تصنیف ''یسوع کی زندگی'' پہ اپنے حملے میں بہت بد دماغی دکھائی تھی۔ بائیر کو وزیر ثقافت الٹنسٹین کی پشت پناہی حاصل تھی جو اسے بہت ہی قابل اور باصلاحیت نوجوان سمجھتا تھا۔

البتہ برونو بائیر پیشہ ور شخص نہ تھا۔ اور سٹراس اس وقت ایک کمزور پیش گو نکلا جب اس نے یہ پیش گوئی کی کہ بائیر کٹر ہینگسٹنبرگ والی ''پتھر کی بنی اندھی تقلید'' تک جا پہنچے گا۔ اس کے برعکس 1839ء کے موسم گرما میں بائیر اُس وقت ہینگسٹنبرگ کے مدمقابل آیا جب اس نے اولڈ ٹیسٹامنٹ کے خدا.....غصہ اور انتقام کے خدا کو مسیحیت کا خدا بنا کر پیش کرنا چاہا۔ ادبی تبادلے ہوئے جو کہ علمی مناظرے کی حدود کے اندر رہے مگر ان میں تیزی اس قدر تھی کہ خستہ حال اور دہشت زدہ الٹنسٹین اپنے زیر سایہ شخص کو راسخ العقیدہ لوگوں کے غضب سے ہٹانے پر مجبور ہوا۔ وہ لوگ اس قدر انتقام پسند تھے جیسے کہ وہ پاک پادری ہوں۔ الٹنسٹین نے 1839ء کے موسم خزاں میں بائیر کو اس نیت سے بون یونیورسٹی میں لیکچرار بنایا کہ سال کے آخر سے پہلے اسے پروفیسر لگا دے گا۔

مگر برونو بائیر (جیسا کہ مارکس کے نام اس کے خطوط سے ظاہر ہوتا ہے) پہلے ہی ایک دانشورانہ ارتقا کے دور میں تھا جس نے کہ اسے سٹراس سے بہت آگے لے جانا تھا۔ اس نے بائبل پر ایک نقد لکھنی شروع کی جس نے بالآخر وہ آخری کھنڈر بھی مسمار کر دیے جو سٹراس نے ابھی تک ایستادہ چھوڑ رکھے تھے۔ اس نے دکھا دیا کہ بائبل کہانی میں رتی بھر تاریخی صداقت بھی موجود نہیں،

کہ اس میں ہر بات واہمہ کی پیداوار ہے، اور یہ کہ مسیحیت ایک عالمی دھرم کی حیثیت سے کلاسیک یونانی و رومن دنیا پر زبردستی نافذ نہیں کی گئی بلکہ یہ اس دنیا کی فطری پیداوار تھی۔ اس ترقی کے ساتھ اس نے وہ واحد راستہ اختیار کیا جس نے مسیحیت کی پیدائش کی سائنسی تحقیق کا ایک امکان عطا کرنا تھا۔ اور یہ بلا جواز نہ تھا کہ اس وقت حکمران طبقات کے مفاد میں بائبل کو دوبارہ چمکانے والا ہمارا اہم عصر فیشن ایبل دربار کا ماہرِ دینیات ہارنیک (5) برونو بائیر کے بنائے ہوئے راستے پر چلنے کی کسی بھی کوشش کو گالیاں دیتا ہے۔

جس وقت یہ تصورات برونو بائیر کے دماغ میں جواں ہو رہے تھے، کارل مارکس اس کا اٹوٹ ساتھی تھا۔ اور برونو بائیر خود سے نو برس کم عمر اس دوست کو اہل ترین مسلح بھائی کی حیثیت دیتا تھا۔ وہ ابھی تک بون میں پرسکون رہائش بھی حاصل نہیں کر چکا تھا جب اس نے مارکس کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی۔ اس نے اعلان کیا کہ بون میں پروفیسروں کا کلب، برلن میں ہیگلینز کلب کے مقابلے میں ''محض فلسفی ازم'' تھا۔ برلن کا ہیگلینز کلب کم از کم ہمیشہ دانشورانہ مفادات کا ایک مرکز رہا تھا۔ بون میں بھی کافی ہنسی مذاق تھا، گو کہ وہ بون میں کبھی اتنا نہ ہنسا تھا جتنا زیادہ کہ برلن میں مارکس کے ساتھ سڑک پار کرتے ہوئے ہنسا تھا۔ مارکس کو اپنے ''معمولی امتحان'' کو مزید بہتر بنانا تھا ....بہر حال ارسطو، سپنوزا، لیبینٹز کے علاوہ کسی اور کی ضرورت نہ تھی......اور اس طرح کی مزاحیہ بکواسیات کو سنجیدہ لینا بند کر دینا چاہیے تھا۔ مزید برآں، ایک ریڈیکل رسالے کی ضرورت تھی جسے وہ دونوں مشترکہ طور پر چلا سکتے اس لئے کہ برلن کے ہیلیشے جہر بوہر والی گپ شپ اب مزید ناقابلِ برداشت ہو گئی تھی۔ اسے روج کے ساتھ ہمدردی محسوس ہو رہی تھی مگر اس شخص نے بھلا اپنے اخبار سے کھٹمل اور پسو نکالے کیوں نہیں؟

بائیر کے خطوط کبھی کبھی اچھے خاصے انقلابی لگتے تھے مگر اس کے ذہن میں ہمیشہ ایک فلسفیانہ انقلاب ہوتا تھا اور وہ ریاست سے عناد کے بجائے اس کی مدد پر انحصار کرنے کی طرف بہت زیادہ جھکاؤ رکھتا تھا۔ بائیر نے وعدہ کیا کہ سائنس کلیسا کے جبری قبضہ کے خلاف ریاستی تصور کے اپنے دفاع میں پس و پیش نہیں کرے گی؛ ریاست غلطی کر سکتی ہے، وہ سائنس کی دست اندازی پر

شک کر سکتی ہے اور دہشت کا ہتھیار استعمال کر سکتی ہے مگر استدلال ریاست کے ساتھ اس قدر قریبی تعلق رکھتا ہے کہ یہ اسے دیر تک غلطی کرنے نہیں دیگا۔ نئے بادشاہ نے اس حلفِ وفاداری کا جواب الٹنسٹین کی جگہ کٹر رجعتی ایکہارن کی تعیناتی سے دیا۔ اور ایکہارن نے فوری طور پر سائنس کی آزادی کو ذبح کرنا شروع کر دیا۔

سیاسی طور پر بائیر، کوپن کی بہ نسبت بہت کم قابلِ اعتبار تھا۔ کوپن نے کسی ہوہنزولرن کے بارے میں غلطی کی ہو گی جو حیران کن طور پر عام خاندانی سطح سے اوپر اٹھا مگر وہ اس شاہی گھرانے کی ''خاندانی خصوصیت'' سے متعلق کوئی غلطی نہیں کر سکتا تھا۔ کوپن ہیگلی نظریہ کے ساتھ کسی صورت بھی بائیر کی طرح وسیع طور پر مطمئن نہ تھا، مگر اس بات کو صرفِ نظر نہیں کرنا چاہیے کہ آخر الذکر کی کوتاہ بینی محض اس کی فلسفیانہ فراست کا الٹا رخ تھی۔ اس نے بائبل میں اس عہد کے دانشورانہ ذخائر دریافت کئے جن میں بائبل کی پیدائش ہوئی تھی۔ وہ اس رائے کا تھا (اور خالصتاً نظریاتی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو وہ غیر منطقی نہ تھا) کہ اگر مسیحی دھرم مع اپنے یونانی رومی فلسفہ کے گدلے خمیر کے، کلاسیک دنیا کی ثقافت پر قابو پانے میں کامیاب ہو بھی جاتا، تو جدید جدلیات کی شفاف اور آزادانہ تنقید مسیحیت کی جرمانوی ثقافت کے اندر سونے والوں کو پریشان کرنے والی خبیث روح کو جھنجھوڑ ڈالنے میں مزید آسانی سے کامیاب ہو جاتی۔

یہ فلسفہ خود آگاہی ہی تھا جس نے اسے اس قدر اعتماد بخشا۔ یونانی فلسفہ کے مکاتب، جو کہ یونانی زندگی کے قومی انتشار سے پیدا ہوئے اور جنہوں نے مسیحی مذہب، sceptics (مذہب کی صداقت پر شک کرنے والے)، اپی کیوریائی اور stoics (خوشی اور رنج کے احساس سے بالاتر ہو کر نیک کام کرنے والے) کی بڑھوتری میں بہت کام کیا، وہ سب کے سب اس نام کے تحت متحد ہوئے۔ ان کا موازنہ نہ فرضی گہرائی میں افلاطون سے نہیں کیا جا سکتا، نہ ہی کائناتی علم میں ارسطو کے ساتھ، اور ان سے ہیگل نے ایک طرح سے توہین آمیز سلوک کیا۔ ان کا مشترکہ مقصد فرد کو، ذہنی سکون کے ساتھ اپنی اصل مسرت کی تلاش پر لگا دینا تھا، ایسا سکون جو اس کے باوجود ثابت رہے جب اس کے کانوں کے گرد ساری دنیا ڈھے رہی ہو۔

البتہ بائیر نے اعلان کیا کہ ایک تباہ شدہ دنیا کے کھنڈرات پر ناتواں انا، واحد قوت کے بطور اپنے آپ سے خوفزدہ ہوئی۔ اس نے اپنی عمومی قوت کو خود اپنے آپ سے باہر کی خارجی قوت کے بطور پیش کر کے خود اپنے شعور کو بیگانہ اور پرایا کر دیا۔ بائبل کی کہانی لارڈ اور آقا میں جس نے کہ اپنے منہ کی ایک ہی سانس میں فطرت کے قوانین پر قابو پایا، اپنے دشمنوں کو زیر کر لیا اور خود کو حتیٰ کہ روئے زمین پر دنیا کا آقا اور تمام اشیا کا جج قرار دیا، اس نے روم میں عالمی حکمرانی کیلئے ایک مخالف بھائی گھڑ لیا مگر تھا تو بھائی، جس کے پاس تمام حقوق پہ حکمرانی حاصل تھی اور حیات و موت کی قوت اس کے ہونٹوں پہ تھی۔ البتہ مسیحی دھرم کی غلامی میں انسانیت کی اس طرح تربیت ہوئی کہ وہ خود کو بھرپور آزادی کیلئے تیار کرے اور جب بالآخر یہ حاصل ہو جائے تو اسے مکمل طور پر رکھ سکے۔ ذات کا دائمی شعور، خود کو محسوس کرتے ہوئے، خود کو سمجھتے ہوئے اور اس کے اپنے جوہر کا ادراک کرتے ہوئے،، خود اپنی بیگانگی کے پیدا کردہ سارے مظاہر پر قابو پا سکے گا۔

اگر ہم آج کی مروج فلسفیانہ زبان کے خصوصی اندازِ بیاں کو پرے دھکیلیں تو ہم آسان اور قابلِ تفہیم انداز میں بتا سکیں گے کہ بائیر، کوپن اور مارکس کو خود آگاہی کے یونانی فلسفہ کی طرف کیا چیز کھینچ لائی ۔ یہاں بھی دراصل وہ دوبارہ بورژوا روشن فکر تحریک کے دھاگے چن رہے تھے۔ خود آگاہی کے قدیم مکاتب، ڈیموکرائی ٹس اور ہیرا کلائی ٹس جیسے قدیم فطری فلسفہ کے نابغوں کا ثانی پیدا نہ کر سکے، نہ ہی وہ بعد کے تجریدی فلسفہ کے نابغوں افلاطون اور ارسطو کا ثانی پیدا کر سکے مگر پھر بھی انہوں نے ایک عظیم تاریخی کردار ادا کیا۔ انہوں نے انسانی دانش کیلئے نئے اور وسیع افق کھول دیے اور انہوں نے ہیلینی بندشوں' قومی اور غلامی کے سماجی بندشوں دونوں کو توڑ دیا۔ یہ وہ بندشیں تھیں جن پر قابو پانے کا نہ تو افلاطون نے تصور کیا تھا اور نہ ارسطو نے۔ انہوں نے ابتدائی مسیحیت کو تقویت دی جو کہ محکوموں اور مظلوموں کا مذہب تھا، اور یہ مذہب اس وقت تک افلاطون و ارسطو کے پاس نہیں گیا جب تک یہ ظالم اور استحصالی حاکم کا مذہب نہ بنا۔ ہیگل نے فلسفہِ خود آگاہی کو بہت ہی سرسری انداز میں لیا، حتیٰ کہ اس نے رومن عالمی سلطنت کے حتمی قہر کے بیچ فرد کی داخلی آزادی کی عظیم اہمیت کی وضاحت کی جس نے کہ وحشیانہ قوت سے روحانی انفرادیت کے سارے

حسن اور شرافت کو ملیامیٹ کر دیا تھا۔ اٹھارویں صدی کے بعد روشن خیال تحریک نے خود آگاہی کے یونانی فلسفوں کو دوبارہ زندہ کیا :sceptics کے شکوک کو، مذہب کی طرف اپنی کیوریائیوں کی نفرت کو، اور stoics کے ریپبلکی جذبات کو۔

فریڈرک اعظم پہ اپنی تحریر میں، جسے وہ روشن خیالی کی تحریک کے ہیروؤں میں سے ایک سمجھتا تھا، کوپن نے یہی کچھ کہا جب اس نے اعلان کیا کہ: ''اپی کیورین ازم stocisim اور scepticism قدیم آثار والے جاندار کے اعصاب، عضلات اور آنتوں کے نظام کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان کے براہِ راست اور فطری اتحاد نے کلاسیکل قدیم آثاریت کے حسن اور اخلاقیات متعین کیئے، جو کہ اس وقت ڈھے گئی جب آخرالذکر مر گیا۔ فریڈرک اعظم نے تینوں کو اپنایا، اور انہیں حیران کن قوت کے ساتھ استعمال کیا۔ وہ اس کے عالمی نقطہ نظر، اس کے کیریکٹر اور اس کی پوری زندگی کے اہم ترین اجزا بنے''۔ مارکس نے کم از کم کوپن کی اس بات کو جو اس نے تینوں فلسفوں کے یونانی زندگی سے تعلق کے بارے میں کہی تھی ''گہری اہمیت'' دی تھی۔ جو مسئلہ اس کے پرانے دوستوں کا تھا وہی مسئلہ مارکس کا بھی تھا، مگر وہ اُس سے مختلف انداز میں نمٹا۔ اس نے ''انسانی خود آگاہی کو سپریم دیوتا'' کی حیثیت سے جانا جو اپنے علاوہ کسی اور دیوتا کو برداشت نہیں کرتی، نہ ہی دھرم کے بگڑے ہوئے آئینے میں اور نہ کسی مطلق العنان آمر کے فلسفیانہ فنون لطیفہ کی شوقینی میں۔ وہ دوبارہ اس فلسفہ کی تاریخی ابتدا کی طرف گیا جس کے نظاموں نے اس کے لئے بھی یونانی روح کی اصل تاریخ کی چابی کی نمائندگی کی۔

4۔ پی ایچ ڈی کا مقالہ

جب برونو بائیر نے مارکس سے اس کی ''معمولی آزمائش'' کی نوک پلک درست کرنے پہ اصرار کیا تو اس کی بےصبری کی وجوہ تھیں۔ یہ 1839ء کا موسمِ خزاں تھا اور مارکس پہلے ہی آٹھ ٹرمز پڑھ چکا تھا۔ بلاشبہ بائیر نے یہ فرض نہیں کیا تھا کہ مارکس کسی امتحانی بخار میں مبتلا تھا۔ ایسا بھی نہ تھا کہ وہ اسے بون میں فلسفہ کے پروفیسروں کو پچھاڑ دینے کے قابل نہیں سمجھتا تھا۔

یہ مارکس کی خصوصیت تھی (اور یہ خصوصیت زندگی کے آخر تک رہی) کہ علم کیلئے اس کی نہ ختم ہونے والی جستجو اسے مشکل مسائل پر جلد عبور حاصل کرنے تک لے جاتی تھی۔اوراس کی بے رحم خود تنقیدی اتنی ہی تیزی سے اُسے اس عبور پہ لمبی تان کے سونے سے روکتی تھی۔اپنی عمومی وسعت کے مطابق مارکس یونانی فلسفہ کی اتاہ گہرائیوں میں کودا ہوگا۔مگر خود آ گاہی کے فلسفہ کے تین نظاموں کی نمائندگی کوئی ایسا معاملہ نہ تھا جو چند ٹرمز میں حل کیا جا سکے۔ بائیر کواس کی زیادہ سمجھ نہ تھی ،اُس سے بھی بہت کم جو بعد میں فریڈرک اینگلز میں تھی۔حتیٰ کہ جب مارکس خود تنقیدی کیلئے کوئی حد،کوئی اختتام نہ دیکھ پاتا تو اینگلز بھی کبھی کبھی بے صبرے ہو جاتا۔

البتہ اس ''معمولی آزمائش'' نے دیگر مشکلات دکھائیں، اگر بائیر کونہیں تو مارکس کوتو دکھا ہی دیں۔جس وقت مارکس کا والد زندہ تھا تو مارکس نے کسی عملی پیشہ کے انتخاب کومکمل طور پر ترک نہ کرتے ہوئے ایک اکیڈمک پیشہ اختیار کرنے کا فیصلہ کرلیا۔مگرکسی پیشہ ورانہ پیشہ کی سب سے دلکش صورت ایلٹنسٹین کی موت کے ساتھ ہی غائب ہونا شروع ہوئی۔وہ صورت تھی فلسفہ کے کرسیِ علوم (Chairs) میں فلاسفروں کونسبتاً زیادہ آزادی عطا کرنا۔خود بائیر یہ بتاتے ہوئے کبھی نہیں تھکا کہ اکیڈمک گاؤن کسی اور کام کا نہ تھا۔

یہ بائیر ہی کی دریافت تھی کہ ''حتیٰ کہ کسی پروشیائی پروفیسر کی سائنسی تحقیقات بھی بغیر رکاوٹ کے جاری نہ رہ سکتی تھیں''۔مئی 1840ء میں ایلٹنسٹین کی موت کے بعد وزارتِ ثقافت چند ماہ کے لئے لیڈنبرگ نے سنبھالی۔اس نے اپنے سابقہ افسر کی یاد کی طرف کافی سعادت مندی دکھائی تا کہ بائیر کو بون میں پکی ملازمت دینے کے اس کے کئے ہوئے وعدے کو پورا کر سکے۔مگر فوری طور پر ایکہارن کو وزیر ثقافت بنا دیا گیا اور بون کی تھیالوجیکل فیکلٹی نے پروفیسر کی حیثیت سے بائیر کی تقرری یہ کہہ کر مسترد کر دی کہ ایسا کرنے سے گویا فیکلٹی کی ہم آہنگی خراب ہو جائے گی۔ایکہارن کے تحت فیکلٹی وہ جرات دکھانے میں کامیاب ہوئی جو جرمن پروفیسر اُس وقت کرتے تھے جب اپنے افسران بالا کی طرف سے خفیہ طور پر اس کی منظوری یقینی ہو جاتی۔

بائیر نے سرما کی تعطیلات برلن میں گزاریں۔وہ بون لوٹنے والا ہی تھا کہ اسے یہ خبر پہنچی۔

فوری طور پر اس کے دوستوں کے حلقے میں ایک مباحثہ منعقد ہوا کہ آیا تھیالوجیکل اور سائنسی مکتبہ ہائے فکر کے بیچ ایک نا قابلِ عبور خلیج پیدا ہوئی ؟اور آیا سائنسی مکتبہِ فکر کا کوئی حامی اپنے سائنسی ضمیر کے ساتھ تھیالوجیکل فیکلٹی کے ساتھ مصالحت کر سکتا ہے؟ بائیر نے خود کو ملنے والی اس نیم سرکاری تجویز کو مسترد کر دیا کہ وہ خود کو لٹریری کام میں مصروف رکھے اور اس وقت تک ریاستی فنڈ سے گرانٹ وصول کرتا رہے۔وہ لڑاکا ارادے کے ساتھ بون لوٹا۔اس امید میں کہ وہ مارکس کے ساتھ مل کر اس بحران کو انجام تک پہنچا دینے کے قابل ہو جائے گا۔

دونوں میں سے کسی نے بھی ایک ریڈیکل رسالہ نکالنے کے ارادے کو ترک نہ کیا۔مگر یونیورسٹی میں کسی اکیڈمک کیریئر کے امکانات اب بہت ہی کم نظر آنے لگے۔ بائیر کے دوست اور مددگار کی حیثیت سے مارکس کو بون میں پروفیسروں کے گروہ کے معاندانہ استقبال کا اندازہ تھا۔اُس کے خیالات ایکہارن یا لیڈنبرگ کی خوشنودی حاصل کرنے سے بہت دُور تھے، حالانکہ بائیر نے اسے اس امید پر ایسا کرنے کی تلقین کی تھی کہ بون میں سب کچھ ''ٹھیک ٹھاک'' ہو جائے گا۔ ایسے معاملات میں مارکس کے خیالات ہمیشہ بہت سخت ہوتے تھے۔لیکن اگر اسے اس طرح کی پھسلن والی راہ پر خود پہ بھروسا ہوتا بھی تو یہ پیش گوئی کرنا آسان تھا کہ جلد یا بدیر وہ اپنا توازن کھو بیٹھے گا،اس لئے کہ ایکہارن اپنا اصلی روپ دکھانے میں دیر نہیں لگا رہا تھا۔اس نے برلن یونیورسٹی میں بت بنے ہوئے ہیگلینز کے گروہ کو ہمیشہ کیلئے ختم کرنے کیلئے شیلنگ نامی ایک شخص کو پروفیسر لگا دیا جو کہ اپنے بڑھاپے میں الہام کا حامی بنا۔اور وہ ہالے یونیورسٹی کے طلباء کو ڈسپلن سکھانا چاہتا تھا جنہوں نے اپنے ریکٹر یعنی بادشاہ کو ایک باادب درخواست لکھی تھی جس میں التماس تھا کہ سٹراس کو ہالے میں پروفیسر لگا دیا جائے۔

ایسی صورتحال میں ایک نوجوان ہیگلی کی حیثیت سے مارکس نے فیصلہ کیا کہ وہ پروشیا میں امتحان دے گا ہی نہیں۔اسے ایکہارن کے پرجوش چمچوں کو خود کو تباہ کرنے کا موقع دینے کی کوئی خواہش نہ تھی۔ گو کہ جدوجہد سے فرار ہونے کا اس کا کوئی ادارہ نہ تھا۔اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی ڈاکٹریٹ کی ڈگری کسی چھوٹی یونیورسٹی سے لے گا اور اس کے بعد اپنا ڈاکٹریٹ والا مقالہ ایک للکارنے والے پیش لفظ

کے ساتھ چھاپ دے گا تا کہ اپنا علم اور اپنی صلاحیت ثابت کر سکے۔اس کے بعد وہ بون میں سکونت اختیار کر کے بائیر کے ساتھ رسالہ نکالے گا۔اس طرح بون یونیورسٹی اس کیلئے مکمل بند نہ ہو سکے گی اس لئے کہ ایک ''غیر ملکی یونیورسٹی'' کے پی ایچ ڈی کی حیثیت سے اسے ایک آزاد لیکچرر کے بطور یونیورسٹی میں پڑھانے کی اجازت کے لئے محض ایک دو فارملٹیز پوری کرنی تھیں۔

مارکس نے اسی منصوبے پر عمل کیا۔15 اپریل کو اسے ویانا یونیورسٹی سے اس کی غیر موجودگی میں ڈیموکریٹائی اور اپی کیورین نیچرل فلسفہ کے بیچ اختلافات سے متعلق ایک تحریری مقالے کی بنیاد پہ ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری ملی۔ یہ مقالہ ایک بڑی تصنیف کا ایک متوقع حصہ تھا جس میں مارکس نے اپی کیورین، Stoic اور Sceptic فلسفہ کے پورے دائرے کو سارے یونانی قیاسی فلسفے سے، تعلق کے بارے میں نمٹنے کا ارادہ کیا تھا۔ وقتی طور پر اس نے اس تعلق کو محض ایک مثال کی بنیاد پر واضح کیا۔

یونان کے قدیم تر نیچرل فلاسفروں میں سے ڈیموکرائی ٹس ہی تھا جو میٹریلزم سے قریبی طور پر جڑا رہا۔''عدم وجود سے کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ کچھ بھی نہیں جسے تباہ کیا جا سکے۔ساری تبدیلی اجزا کے ملنے جدا ہونے کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتی۔خود بخود کچھ بھی وقوع پذیر نہیں ہوتا اور جو کچھ بھی وقوع پذیر ہوتا ہے وہ سبب اور ضرورت سے وقوع پذیر ہوتا ہے۔ایٹموں اور خلا کے سوا کچھ بھی وجود نہیں رکھتا، باقی سب کچھ رائے ہوتی ہے۔ایٹم تعداد میں لامحدود ہیں اور صورت میں بے انتہا ورائٹی میں ہوتے ہیں۔ابد سے لامحدود خلا میں سے گرتے ہوئے نسبتاً بڑے ایٹم جو کہ زیادہ تیز رفتاری سے گرتے ہیں، چھوٹے ایٹموں سے ٹکراتے ہیں اور نتیجے میں مادی حرکتیں اور گردشیں دنیا کے بننے کی ابتدا بنتی ہیں۔بے شمار دنیائیں بنتی ہیں اور بقائے باہمی اور کامیابی سے گزرتی ہیں''۔

اپی کیورس نے فطرت کا یہ تصور ڈیموکرائی ٹس سے لیا۔مگر اس نے اس میں کچھ تبدیلیاں کیں۔ان میں سب سے مشہور تبدیلی نام نہاد ''ایٹموں کے جھکنے والی'' تھی۔اپی کیورس کی دلیل یہ تھی ایٹم گرتے ہوئے ''جھک'' گئے یعنی وہ عمودی طور پر نہیں گرے بلکہ سیدھی لائن سے ہٹ کر گرے۔سائیسیرو اور پلوٹارخ سے لے کر لیبنٹز اور کانٹ تک، سب نے طبعی طور پر اس ناممکنات والے تصور کو پیش کرنے پر اپی کیورس کا مذاق اڑایا اور اسے ڈیموکرائی ٹس کا ایسا مقلد قرار دیا جس

نے اپنے مالک سے لئے گئے ماڈل کو پیوند لگا کر بگاڑ دیا۔البتہ اس کی طبعی بکواسیات کو مسترد کرنے کے ساتھ ساتھ ایک اور رجحان ہے جو اپی کیوریائی فلسفہ کو کلاسیکل دنیا میں سب سے ترقی یافتہ میٹریلیسٹ نظام سمجھتا ہے، اس حقیقت کے طفیل کہ یہ لوکری ٹی اُس کی ہوش افزا نظموں میں زندہ جاوید ہو چکا ہے جبکہ ڈیموکرائی ٹس کے فلسفے کی محض غیر اہم باقیات نے صدیوں تک کے دباؤ اور طوفان کا مقابلہ کیا۔کانٹ نے ایٹموں کے جھکنے کو ایک ''گستاخانہ ایجاد'' کہہ کر مسترد کیا البتہ اس نے اپی کیورس کو نفس پرستی کے سب سے بڑے نوبل فلاسفر کی حیثیت سے تسلیم کیا۔

فطری طور پر، مارکس نے اپی کیورین فلسفہ کی طبعی غیر منطقیت سے انکار نہ کیا۔اور اس نے ''طبعی مظہر کی تشریح میں اپی کیورس کی تباہ کن غیر ذمہ داری'' کو مسترد کیا، مگر اس نے بتا دیا کہ اپی کیورس کیلئے سچ کا واحد امتحان اس کے حواس کی گواہی تھی: اپی کیورس سورج کا قطر دو فٹ گردانتا تھا اس لئے کہ اس کی آنکھ کو ایسا ہی لگتا تھا۔البتہ، مارکس نے ان عیاں کمزوریوں کو ایک دو جملوں میں مسترد کرنے پر اکتفا نہ کیا بلکہ اپنے آپ کو اس طبعی بے جوازی کے اندر فلسفیانہ جواز کا کھوج لگانے کیلئے تیار کیا۔اس نے اپنے مقالے کے اندر اپنے استاد ہیگل کی شان میں استعمال کردہ عمدہ الفاظ کی مطابقت میں عمل کیا۔اس نے یہاں بتا دیا کہ جب کسی فلاسفر نے سمجھوتہ بازی کا کوئی گناہ کیا ہو تو اس کے فلسفیانہ مکتب پر اس کا الزام نہیں لگانا چاہیے۔ بلکہ اُس اصول کے ناکافی پن سے سمجھوتے کی وضاحت تلاش کرنی چاہیے جس کے اندر اس کی جڑیں ہوں گی۔اس طرح علم میں ترقی ہو گی جیسے کہ شعور میں ترقی ظاہر ہونی چاہیے۔

ڈیموکرائی ٹس کے ہاں جو کچھ خود اپنے اندر انتہا تھی وہ اپی کیورس کے ہاں انتہا کے لئے ایک ذریعہ کے علاوہ کچھ نہ تھی۔اپی کیورس کا مقصد فطرت کی تفہیم نہ تھا بلکہ اس کا مقصد فطرت کا ایک نظارہ تھا جو اس کے فلسفیانہ نظام کی مدد کرتا۔خود آگاہی کا فلسفہ تین مکاتیب میں تقسیم ہوتا تھا۔ہیگل کے بقول اپی کیوریائی لوگ ذات کے تجریدی انفرادی شعور کی نمائندگی کرتے تھے، اور سٹائیک ذات کے تجریدی عمومی شعور کی۔دونوں یک طرفہ ڈوگمائیں تھیں جن کے یک طرفہ پن کی فوری مخالفت Sceptic کرتے تھے۔یا جیسے کہ بعد میں گریک فلسفے کے ایک مورخ نے اس رشتے کو

یوں بیان کیا :Stoicism اور اپی کیورین ازم میں موضوعی جذبہ کے انفرادی اور عمومی پہلو، فرد کی ایٹمی صورت میں علیحدگی اور اس کا کُل کے سامنے ہتھیار ڈالنا، وہ انہی دعوؤں کے ساتھ نا قابلِ مصالحت انداز میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے ہیں جبکہ اس مخالفت کو Scepticism میں زائل کر دیا گیا تھا۔ان کے مشترکہ مقاصد کے باوجود، اپی کیوریائی اور سٹائیکس اپنے نقطہ ہائے آغاز ہی سے ایک دوسرے سے بہت دور چلے گئے۔کُل کے سامنے ان کے ہتھیار ڈالنے نے سٹائیکس کو فلسفیانہ طور پر عقیدۂ جبریت والا بنا دیا جن کے لئے ہر واقعے کی لزومیت اصولی تھی ،اور سیاسی طور پر انہیں ریپبلکن بنا دیا، جبکہ مذہبی میدان میں وہ خود کو مابعدالطبیعاتی ،اور جبری زنجیروں میں جکڑے تصوف سے آزاد کرنے کے قابل نہ تھے۔وہ مدد کیلئے ہیرا کلائی ٹس کی طرف دیکھتے تھے جس کے ہاں کُل کے سامنے ہتھیار ڈالنے نے سب سے زیادہ عدم مصالحت والی خود آگہی کی صورت اختیار کی تھی۔دوسری طرف تنہا کردہ انفرادیت کے اصول نے اپی کیورینوں کو فلسفیانہ طور پر عقیدۂ جبریت نہ ماننے والا بنا دیا،انہیں ہر فرد کے آزاد ارادے کے دعویداروں میں بدل دیا ،اور سیاسی طور پر انہیں غیر متحرک مصیبت زدوں میں بدل دیا ...... بائبلی وعظوں والا :یعنی اُن قوتوں کے سامنے جھکو جو تم پر حاوی ہیں۔یہ ہے اپی کیورس کا ایک ورثہ۔اس رویے نے انہیں بہ یک وقت تمام مذہبی بندھنوں سے آزاد کر لیا۔

مارکس پھر، گہری ریسرچ کے ایک سلسلے میں بتاتا ہے کہ ’’ڈیموکرائی ٹائی اور اپی کیوریائی نیچرل فلسفہ کے بیچ فرق‘‘ کی وضاحت کس طرح کی جاسکتی ہے۔ڈیموکرائی ٹس مکمل طور پر ایٹم کے مادی وجود کے ساتھ وابستہ تھا جبکہ اپی کیورس خود کو ’’ایٹم بطور ایک تصور کے‘‘ سے وابستہ کرتا ہے، اس کی فارم کو بھی، اس کے مادے کو بھی، اس کے جوہر کو بھی اور اس کے وجود کو بھی۔اپی کیورس ایٹم کو نہ صرف عالمِ مظاہر کی مادی بنیاد سمجھتا ہے بلکہ تنہا کردہ فرد کی علامت بھی، اور تجریدی انفرادی خود آگاہی کا باضابطہ اصول بھی تصور کرتا تھا۔ایٹموں کی عمودی گراوٹ سے ڈیموکرائی ٹس نے سارے واقعات کی لزومیت اخذ کی ،جبکہ اپی کیورس نے اپنے ایٹموں کو، گرنے کی ان کی سیدھی لائن سے ہٹوایا، اس لئے کہ وگرنہ (اپی کیوریائی فلسفے کا سب سے بڑا مفسر لوکری ٹی اَس اپنی سبق آموز نظموں

میں پوچھتا ہے) آزاد ارادہ کہاں ہوتا..........زندہ انسانی وجود کا ارادہ کہاں ہوتا، تقدیر کے بے مہر بہاؤ سے گتھم گتھا؟‘‘ ’’ایٹم بحیثیت ایک مظہر اور ایٹم بحیثیت ایک تصور‘‘ کے بیچ یہ تضاد پورے اپی کیوریائی فلسفے میں عیاں ہے اور اسے اس طبعی مظہر کی حتمی آمرانہ وضاحت کو اپنانے پر مجبور کرتا ہے جو حتیٰ کہ کلاسیک دنیا میں بھی مذاق کا نشانہ بنی تھی۔اپی کیوریائی نیچرل فلسفہ کے تضادات صرف آسمانی اجسام کی حرکات میں توافق پاتے ہیں جن کا عمومی اور دائمی وجود، تجریدی انفرادی خود آگاہی کے اصول کو تباہ کرتا ہے۔چنانچہ اپی کیوریائی نیچرل فلسفہ ساری مادی مضحکہ خیزی کو ترک کرتا ہے اور اپی کیورس، مارکس کے بقول ’’عظیم ترین یونانی روشن خیال بنانے والے‘‘ کی حیثیت سے مذہب کے استبداد کے خلاف لڑتا ہے جو کہ آسمان کی بلندیوں سے ایک تباہ کن نظر سے انسان کو خبردار کرتا ہے۔

خواہ کسی کو اپی کیوریائی فلسفہ کی اس کی، کی ہوئی تشریح سے اختلاف ہی کیوں نہ ہو، مارکس اپنی اس پہلی تحریر میں خود کو ایک تعمیری مفکر کے بطور دکھاتا ہے۔دراصل اس کی آزادانہ سوچ اُس وقت مزید واضح ہو جاتی ہے اس لئے کہ محض ایک اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ مارکس نے اپی کیورین ازم کے بنیادی اصول کو مزید ترقی دی اور اس سے واضح نتائج اخذ کئے ....خود اپی کیورس سے بھی زیادہ۔ہیگل نے اعلان کیا کہ اپی کیوریائی فلسفہ، اصول پر بے فکری تھی۔اور یہ بالکل سچ ہے کہ اس کی شروعات کرنے والے نے عام لوگوں کی زبان کو بہت اہمیت دی ،اور اپنے خیالات کو ہیگلی فلسفہ کے قیاسی اسلوب میں ملبوس نہیں کیا جس کے ساتھ کہ مارکس نے اسے بیان کیا۔اس مقالے کے ساتھ ہیگل کا شاگرد خود اپنی بلوغت کا سرٹیفکیٹ تیار کرتا ہے۔وہ جدلیاتی طریقے کو ماہرانہ انداز میں استعمال کرتا ہے اور اس کا سٹائل، اظہار کی وہ شدت بتاتا ہے جو ہمیشہ اس کے استاد ہیگل کی زبان کی خصوصیت تھی۔

البتہ اپنی اِس تحریر میں مارکس ابھی تک مکمل طور پر ہیگلی فلسفہ کی عینیت پسند بنیاد پر کھڑا ہے اور آج کے قاری کیلئے اس میں سب سے حیران کن چیز ڈیموکرائی ٹس پہ صادر کیا گیا نامناسب فیصلہ ہے۔مارکس نے اعلان کیا کہ ڈیموکرائی ٹس نے محض یہ کیا کہ ایک مفروضہ نظریہ (HYPOTHESIS) پیش کیا جس نے نہ تو تجربے کا نتیجہ دکھایا نہ کہ اس کا قوت بخش اصول،

اور یہ کہ لہٰذا یہ مفروضہ نظریہ کبھی مکمل نہ ہوا اور اس نے فطری مظہر کی عملی تحقیق کو مادی طور پر کبھی بھی متاثر نہیں کیا۔ دوسری طرف وہ ایٹم ازم کی سائنس کے بانی کے بطور اپی کیورس کی تعریف کرتا ہے، باوجود اس کی طبعی مظہر کی تشریح میں اس کی آمریت کے، اور باوجود اس تجریدی انفرادی خود آگاہی کے جس کی کہ وہ تبلیغ کرتا تھا۔ مارکس تسلیم کرتا ہے کہ یہ آخری بات، ساری اصل اور مصدقہ سائنس کو بے اثر کرتی ہے اس لئے کہ چیزوں کی فطرت میں انفرادی یونٹ غالب نہیں ہوتا ہے۔

آج، یہ مسئلہ اب مزید بحث کیلئے کھلا نہیں ہے۔ جہاں تک ایٹم ازم کی سائنس ہے، اور جہاں تک مادہ کی چھوٹی سی اکائیوں کے نظریہ کا تعلق ہے اور جہاں تک یہ بات کہ ان کی حرکت کے نتیجے میں سارے مظاہر کی ترقی قدرتی مظاہر کے اندر جدید ریسرچ کی بنیاد بن گئی ہے، جس سے آواز، روشنی اور حرارت، اور مادی اجسام میں طبعی اور کیمیائی تبدیلیوں کے قوانین کی وضاحت کا تعلق ہے، تو اولین رہنما ڈیموکرائٹس تھا، نہ کہ اپی کیورس۔

جہاں تک مارکس کا تعلق تھا، اس کے تئیں زندہ رہنے کا مطلب ہی کام کرنا تھا، اور کام کرنے کا مطلب لڑنا تھا۔ لہٰذا جس بات نے اسے ڈیموکرائٹس کا مخالف کر دیا وہ ''قوت بخش اصول'' کی کمی تھی۔ یا جیسے کہ اس نے بعد میں خود ''سابقہ ساری میٹریلزم کی سب سے بڑی کمزوری'' بتایا: چیز، حقیقت، نفس پرستی کی قدر شناسی محض تصور یا مدعا کی صورت میں نہ کہ موضوعیت میں، نہ کہ عمل میں، نہ کہ انسانی حسی سرگرمی میں۔ اور دوسری طرف جس چیز نے اسے اپی کیورس کی طرف کھینچا وہ ''قوت بخش اصول'' تھا جس نے اس فلاسفر کو مذہب کے کچل ڈالنے والے وزن کے خلاف بغاوت کرنے کی اجازت دی۔

''نہ تو آسمانی بجلیوں سے خوفزدہ ہوا، نہ دیوتاؤں کی دھمکیوں سے، نہ سٹائیکس آسمانوں کی گھن گرج سے''۔

مارکس کا ارادہ مقالے کے ساتھ جس پیش لفظ کے چھاپنے کا تھا، اور جس کا انتساب اس نے اپنے سسر کے نام کیا، وہ پیش لفظ ایک نہ بجھنے والی اور شدید جنگجو روح کی عکاسی کرتا ہے: ''جب تک فلسفہ کے (دنیا کو فتح کرنے والے اور زنجیروں میں نہ جکڑے ہوئے) دل میں خون کا ایک قطرہ بھی

موجود ہوگا، فلسفہ اپی کیورس کے ان الفاظ میں اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرتا رہے گا: ''بے خدا وہ نہیں ہے جو کثرت کی وجہ سے دیوتاؤں سے نفرت کرتا ہے بلکہ بے خدا وہ ہے جو دیوتاؤں سے متعلق کثرت کی آرا کو تسلیم کرتا ہے''۔ فلسفہ، پرومیتھی اُس کے اس اعلان کو مسترد نہیں کرتا:

''سچی بات یہ ہے کہ میں سارے دیوتاؤں کے خلاف، نفرت رکھتا ہوں''

اور اُن لوگوں کو جو اپنی بظاہر بگڑتی ہوئی فلاح و بہبود کی شکایت کرتے ہیں، فلسفہ وہ جواب دیتا ہے جو کہ دیوتاؤں کے خادم ہرمیز کو پرومیتھی اُس نے جواب دیا تھا۔

''یقین رکھو میں تمہاری حقیر غلامی کیلئے اپنی ناخوش تقدیر کو کبھی نہ بدلوں گا''

فلسفیانہ فہرست میں پرومیتھی اُس سب سے زیادہ بلند مرتبت صوفی اور شہید ہے۔ یہ مارکس کے باغیانہ پیش لفظ کا آخری جملہ تھا جس نے حتیٰ کہ اس کے دوست بائیر کو بھی خبردار کیا تھا۔ مگر ثانی الذکر کو یہ بات ''غیر ضروری بے باکی'' لگی تھی، یہی بات درحقیقت ایک ایسے شخص کا محض اعترافی اعلان تھا جس کے مقدر میں ایک اور پرومیتھی اُس بننا لکھا تھا، جدوجہد میں بھی اور تکالیف میں بھی۔

5۔ ''اینکڈ وٹا'' اور ''رائنشچے زی تنگ''

جب رومانوی رجعت کی طرف سے مزید مکّے رسید ہونے کے نتیجے میں مارکس کے اپنے لئے بنائے ہوئے مستقبل کے سارے منصوبے منہدم ہوئے تو اس نے اپنی تازہ تازہ حاصل کی ہوئی ڈگری جیب میں رکھ دی۔

انجیل پہ برونو بائیر کی تنقید کے الزام میں 1841ء کے گرما میں ایکھارن نے اس کے خلاف ساری تھیالوجیکل فیکلٹیز کو ایک شرمناک مہم میں متحرک کر دیا۔ ہالے اور کونگسبرگ یونیورسٹیوں کے سوا باقی ساری یونیورسٹیوں نے پروٹسٹنٹ تعلیمی آزادی کے اصول سے غداری کی اور بائیر کو ہٹنا پڑا۔ اس کے ساتھ ہی بون یونیورسٹی میں پیر جمانے کی مارکس کی امید بھی غائب ہوگئی۔

وہیں ایک ریڈیکل فلسفیانہ رسالے کے اجرا کا منصوبہ بھی منہدم ہوگیا۔

نیا بادشاہ خود کو پریس کی آزادی کا حامی سمجھتا تھا اور اس کی پہل کاری پہ ایک معتدل بنایا

گیا سنسر شپ مرتب ہوا۔ 1841ء کے آخر میں اس کا یہ حکمنامہ جاری ہوا مگر اُس وقت یہ دیکھا گیا کہ پریس کی آزادی کو ایک رومانوی ترنگ میں محدود کرنا ہوگا۔ بادشاہ کی تفہیم والی پریس کی آزادی کا مظاہرہ بھی 1841ء کے گرما میں کیا گیا جب کونسل میں ایک حکمنامہ جاری ہوا جس میں روج سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنا میگزین پریس سینسرشپ کو پیش کرے جو کہ لپزگ میں وی گینڈ کی طرف سے شائع ہوتا تھا۔ بصورت دیگر وہ پروشیائی ریاستوں میں اس پر پابندی کے لئے تیار رہے۔ اس اقدام نے روج کو اس کے ''آزادانہ اور منصفانہ پروشیا'' سے متعلق کافی کچھ بتا دیا۔ وہ ڈریسڈن منتقل ہوگیا اور وہاں سے یکم جولائی 1841ء سے اس نے اپنا رسالہ ''ڈوئشچے جوہر بوچر'' کے نام سے جاری کیا۔ بہ یک وقت، اور خود اس کی پہل کاری پہ، اس نے وہی تیز لہجہ اختیار کیا جو مارکس اور بائیر دونوں نے اس کی سابقہ تحریروں میں سے غائب پایا تھا۔ اور یہ دیکھ کر انہوں نے خود اپنا رسالہ جاری کرنے کے بجائے اس کے رسالے میں لکھنے کا فیصلہ کیا۔

مارکس نے اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ شائع نہیں کیا۔ اس کی اشاعت اب اس قدر فوری ضرورت والا معاملہ نہ رہا تھا اور اس کے مصنف کے بعد کے ایک عندیے کے مطابق اسے مجموعی طور پر اپی کیوریائی سٹائیک اور سپٹک فلسفہ پر ایک وسیع تر تصنیف کے ایک حصے کے بطور اپنے احیائے نو کا انتظار کرنے کے لئے ایک طرف رکھ دیا گیا۔ جیسے کہ بعد میں ہوا، ''بالکل ایک اور طرح کے سیاسی فلسفیانہ معاملات'' نے مارکس کو اپنے ابتدائی ارادے کو عملی جامہ پہنانے نہ دیا۔

ان معاملات میں سے سب سے ضروری یہ ثابت کرنا تھا کہ نہ صرف اپنی کیورس بلکہ ہیگل بھی پکا دہریہ تھا۔ نومبر 1841ء میں وی گینڈ نے ''دہریہ اور یسوع دشمن ہیگل، کے خلاف آخری فیصلے کا نقارہ'' کے عنوان سے ایک ''الٹی میٹم'' شائع کیا۔ ایک آرتھوڈوکس خدا پرست کے لبادے میں، پمفلٹ لکھنے والے گمنام شخص نے بائبلی پیش گوئی کے لہجے میں ہیگل کے دہریہ پن پہ گریہ و زاری کی، اور اپنا موقف خود ہیگل کی اپنی کتابوں کی مدد سے بہت قائل کن طریقے سے ثابت کیا۔ اس پمفلٹ نے زبردست ہیجان پیدا کیا، بالخصوص شروع میں اس آرتھوڈوکس نقاب نے پبلک کو واقعتاً دھوکہ دیا اور حتیٰ کہ روج بھی اس سے متاثر ہوا۔ اصل میں ''آخری نقارہ'' کا مصنف برونو

بائیر تھا اور وہ مارکس کے ساتھ مل کر اس تحریر کو جاری رکھنا چاہتا تھا اور ہیگل کی جمالیات اور اس کے قانونِ فلسفہ وغیرہ کی بنیاد پر ثابت کرنا چاہتا تھا کہ اپنے استاد کی اصل روح ینگ ہیگلینز نے وراثت میں پائی تھی، نہ کہ اولڈ ہیگلینز نے۔

البتہ اس دوران ''آخری نقارہ'' پر پابندی لگ گئی اور اس کی مزید اشاعت کے لئے وی گینڈ پر مشکلات مسلط کی گئیں۔ اس کے علاوہ مارکس بیمار ہوگیا، جس طرح کہ اس کا سسر بھی جو کہ تین ماہ تک بستر سے لگا رہا اور تین مارچ 1842ء میں اس کا انتقال ہوگیا۔ ان حالات میں مارکس نے ''کوئی قابلِ قدر کام کرنے کو ناممکن پایا'' مگر اس نے دس فروری کو ایک ''معمولی مضمون'' ضرور بھیجا اور بہ یک وقت روج سے وعدہ کر لیا کہ وہ اس کے رسالے کے لئے اپنی ساری توانائیاں صرف کرے گا۔ سنسرشپ کے نرم اطلاق سے نپٹنے کے پیش نظر یہ مضمون مارکس کے سیاسی کیریئر کی ابتداء دکھاتا ہے۔ اس کی کاٹ ڈالنے والی تنقید نقطہ بہ نقطہ دھند بھری رومانویت کے چوغے میں لپٹی منطقی بے ہودگیوں کو ننگا کرتی جاتی تھی۔ اس کا رویہ ''جعلی لبرل'' فلسطیوں کی مسرت کے خلاف غیر مصالحانہ تضاد میں تھی اور حتیٰ کہ کچھ ینگ ہیگلینز کے بھی، جن کا خیال تھا کہ انہوں نے پہلے ہی ''شاہی منشا'' کی بدولت جو کہ ہدایات کو نفوذ کرتی تھی ''آسمان پر سر بلند سورج'' کو بیان کیا تھا۔

اپنے منسلک خط میں مارکس مضمون کے جلد سے جلد چھاپنے کی درخواست کرتا ہے؛ ''ایسا نہ ہو کہ اس وقت تک کہ سنسر میری نکتہ چینی کو سنسر کر دے''۔ اس کی پیش گوئی نے اسے دھوکہ نہ دیا اور 25 فروری کو روج نے ایک خط میں اسے اطلاع دی کہ دوئشچے جاہر بوچر کو سنسرشپ کی طرف سے سخت ترین دقت کا سامنا ہے اور یہ کہ ''آپ کا مضمون چھاپنا ناممکن ہوگیا ہے''۔ روج نے مارکس کو یہ اطلاع بھی دی کہ اس نے سنسرشپ کے مسترد کردہ مواد میں سے ''عمدہ اور خوبصورت چیزوں کا ایک انتخاب چنا ہے اور یہ کہ وہ انہیں "Anekdota" Philosophica کے بطور سوئٹزرلینڈ سے چھاپنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ 5 مارچ کو مارکس نے اپنے خط میں اس تجویز کو بے حد پسند کیا۔ سیکسونی میں سنسرشپ کے ''اچانک احیا'' کی وجہ سے کرسچین آرٹ پہ اس کے مضمون (جسے ''آخری نقارہ'' کے حصہ دوم کے بطور نمودار ہونا تھا) کی اشاعت ناممکن بنا دی گئی۔ تب مارکس نے اسے روج

کو''Anekdota'' میں چھاپنے کی پیشکش کی ۔اس نے اس کے ساتھ ہیگلی فطری قانون کی ایک تنقید بھی روانہ کی ۔ یہ تنقید آئینی بادشاہت پر اس کی اندرونی خود تضادی کی حیثیت سے حملہ کرنے کا ایک رجحان دکھاتی تھی ۔روج نے دونوں کو منظور کیا، مگر مارکس کی جانب سے سنسر شپ ہدایات پر مضمون سے زیادہ، اسے کچھ موصول نہ ہوا۔

20 مارچ کو مارکس نے اعلان کیا کہ وہ کرسچین آرٹ پر اپنے مضمون کو ''آخری نقارہ'' کے اسلوب، اور ہیگلی اسلوب کی اکتا دینے والی مجبوریوں سے نجات دینے اور اسے مزید آزاد اور بھر پور بنانے کا ارادہ رکھتا ہے۔اس نے اسے اپریل کے وسط تک مکمل کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ 27 اپریل کو یہ ''تقریباً مکمل ہوگئی'' اور روج سے ''چند دن مزید دینے کی'' درخواست کی گئی اور اطلاع دی گئی کہ وہ کرسچین آرٹ پر مضمون کا محض ایک خلاصہ وصول کر سکے گا اس لئے کہ کام کے دوران یہ ایک کتاب کے حجم جتنا بن گیا۔مگر 9 جولائی کو مارکس کسی بہانے کی تلاش کی ساری کوششیں ترک کرنے کے لئے تیار تھا، اسلئے کہ ''ناخوشگوار بیرونی معاملات'' کا بہانہ کافی تھا۔اس دوران اس نے اینکڈوٹا کے لئے مضامین مکمل کرنے تک کسی اور کام کو ہاتھ نہ لگانے کا وعدہ کیا ۔ 21 اکتوبر کو روج نے رپورٹ کیا کہ اینکڈوٹا تیار تھا اور یہ زیورچ میں ''لٹریریشے کونٹوژ'' کی جانب سے شائع ہوگا۔اس نے ابھی تک مارکس کے مضامین کے لئے جگہ خالی چھوڑ رکھی تھی مگر مارکس عمل کے بجائے وعدے کی سخاوتیں دکھا رہا تھا۔ پھر بھی، روج کو اچھی طرح معلوم تھا کہ مارکس اگر ایک دفعہ لکھنے بیٹھ جائے تو وہ کیا کچھ نہیں کر سکتا۔

روج مارکس سے سولہ برس بڑا تھا مگر برونو بائیر اور کوپن کی طرح وہ اپنے سے چھوٹے اس آدمی کی صلاحیتوں کا بہت معترف تھا گو کہ مارکس نے اس کے مدیرانہ صبر کو بری طرح تکلیف دی تھی۔مارکس اپنے ہم کاروں کے لئے اور پبلشروں کے لئے کبھی بھی ایک بامروت مصنف نہ رہا۔ مگر ان میں سے کسی نے کبھی بھی اسے سُستی یا نظر انداز کرنے والے لقب سے منسوب کرنے کا نہ سوچا۔یہ تاخیر خیالات کی امارت اور خود تنقیدی کی لبالبی کے سبب تھی جو کبھی بھی مطمئن نہ ہوتی تھی ۔ اس خصوصی معاملے میں ایک اور صورتحال بھی تھی جس پہ روج کی نظروں میں بھی جواز موجود تھا۔اس

لئے کہ فلسفہ سے بڑھ کر ایک بے نظیر قوی تر دلچسپی اس کی توجہ مبذول کرنے لگی۔سنسر شپ ہدایات پر اپنے مضمون کے ساتھ وہ سیاسی اکھاڑے میں داخل ہو گیا تھا اور اس نے اینکڈوٹا میں فلسفیانہ سوت کاتنے کے بجائے رائنشے زی تنگ کے کالموں میں اس سرگرمی کو جاری رکھا۔

رائنشے زی تنگ کی بنیاد یکم جنوری 1842ء کو کولون میں رکھی گئی۔شروع میں یہ اپوزیشن والا اخبار بالکل نہ تھا بلکہ یہ حکومت کا ذرا سا حامی ہی تھا۔تیس کی دہائی میں بشپوں سے جھگڑے کے وقت سے ''کولنشے زی تنگ'' اپنے آٹھ ہزار خریداروں کے ساتھ الٹرامونٹین پارٹی کا ترجمان بن چکا تھا، جس نے رائن لینڈ میں بے حد اثر پیدا کیا اور حکومت کی سخت پالیسی کو بہت تکلیف دی۔ ''کولنشے زی تنگ'' کا رویہ کیتھولک کاز کے لئے کسی برحق گرمجوشی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ یہ محض بزنس کے مقاصد کے تحت تھا۔اس لئے کہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کے قاری برلن حکومت کی نعمتوں سے مسحور ہونے سے بہت دور تھے۔کولنشے زی تنگ کی اجارہ داری اس قدر طاقتور تھی کہ اس کے مالکان مقابلے کے کسی بھی اخبار کو خرید لیتے۔خواہ ثانی الذکر کو برلن کی حمایت بھی حاصل ہوتی ۔ دسمبر 1839ء کو رائنشے الجی مینے زی تنگ کی اشاعت کے لئے رعایت اس امید میں دی گئی کہ یہ کولنشے زی تنگ کی اجارہ داری کو ختم کر سکے گا مگر جلد ہی اس نئے اخبار کو بھی پچھلے اخباروں کی تقدیر سے واسطہ پڑنے کا خطرہ ہوا۔البتہ آخری گھڑی پہ مالدار شہریوں کا ایک گروپ شراکتی سرمایہ کاری پہ اور اخبارات کو نئی بنیاد پر کھڑا کرنے کے لئے اکٹھا ہوا۔حکومت نے منصوبہ کی حمایت کی اور رائنشے زی تنگ کے نام سے تنظیم نو پر استوار اخبار کے لئے عبوری اجازت نامہ جاری کر دیا۔

کولون کی بورژوازی پروشیائی رجیم کے لئے مشکلات کھڑی کرنے کا کوئی ارادہ نہ رکھتی تھی، جس سے ابھی تک رائن لینڈ کے عوام کی اکثریت ایک غیروں کی حکمرانی کے بطور نفرت کرتی تھی۔ بزنس اطمینان بخش طور پر چل رہا تھا اور لہٰذا رائن لینڈ کی بورژوازی نے اپنی فرانس نواز ہمدردیاں ختم کر دیں اور ریاستوں کے معاہدہ محصول کے قیام کے بعد اس نے عملی طور پر پورے جرمنی میں پروشیائی بالادستی کا مطالبہ کیا۔رائن لینڈ کی بورژوازی کے سیاسی مطالبات حد سے زیادہ معتدل تھے اور معاشی مطالبات کا مقصد پہلے ہی سے ترقی یافتہ رائن لینڈ میں سرمایہ داری طریق پیداوار کو مزید

بڑھاوا دینا تھا۔ پیش کئے جانے والے مطالبات یہ تھے: ریاست کی معاشی ایڈمنسٹریشن، ریلوے لائن کی توسیع، کورٹ اور ڈاک فیس میں کمی، معاہدہ محصول کے لئے مشترکہ کونسلیں اور ایک مشترکہ پرچم، اور مختصراً، وہ ساری چیزیں جو ہر جگہ ایک بورژوا کی لسٹ میں ہوتی ہیں۔

مگر دونوں جوان جو کہ ایڈیٹوریل بورڈ کی تنظیم نو میں لگے ہوئے تھے، جارج جنگ اور ڈیگو برٹ اوپن ہیم گرمجوش ینگ ہیگلی نکلے اور ھیس کے بہت زیر اثر بھی، جو کہ ان کی طرح رائن کے ایک بزنس مین کا بیٹا تھا اور جس نے نہ صرف ہیگلی فلسفہ پڑھا تھا بلکہ خود کو فرانسیسی سوشلزم سے بھی آشنا کر دیا تھا۔ ان دونوں نے خود اپنے دانشورانہ حلقے میں سے نئے لکھنے والے بھرتی کر لئے اور اس سے بھی بڑھ کر برلن میں ینگ ہیگلینز میں سے، اور مارکس کی سفارش پر روٹن برگ نے جرمن آرٹیکل کی ایڈیٹری سنبھالی گو کہ بعد میں یہ سفارش مارکس کی مسرور ترین سفارشات میں سے ایک نہ نکلی۔ مارکس خود بھی شروع ہی سے اس کام کے ساتھ قریبی طور پر منسلک رہا ہوگا۔ اس کا ارادہ تھا کہ مارچ کے آخر میں ٹرائر سے کولون منتقل ہو جائے مگر اسے محسوس ہوا کہ کولون کی زندگی اس کے لئے زیادہ شور شرابے والی تھی۔ اس لئے اس نے اس کے برخلاف عارضی طور پر بون میں اپنے خیمے گاڑے جہاں سے اس دوران برونو بائیر غائب ہو چکا تھا۔ اس نے مشاہدہ کیا۔ ''یہ قابلِ ترس بات ہوگی کہ آرتھوڈوکس کو ناراض کرنے کے لئے کوئی رہے ہی نہ''۔ بون میں اس نے ری نشے میں وہ مضامین لکھنے شروع کر دیئے جنہوں نے اسے دوسرے تمام مضمون نگاروں سے بہت بلند لے جانا تھا۔

گو کہ جنگ اور اوپن ہائم کے شخصی تعلقات ہی اس اخبار کو ینگ ہیگلیوں کے اڈے میں بدلنے کا اولین وسیلہ بنے، مگر یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ اس کی خاصیت میں یہ تبدیلی اصلی مالکان کے علم اور رضامندی کے بغیر رونما ہو چکی ہوگی۔ مالکان یہ محسوس کرنے کے لئے ہر طرح سے کافی ذہین تھے۔ انہیں جرمنی میں کہیں بھی اس سے زیادہ اہلِ دانش نہیں مل سکتے تھے۔ ینگ ہیگلی پروشیا نواز تھے، بلکہ وافر انداز میں ایسے تھے۔ وہ اور جو کچھ کرتے تھے وہ کولون کی بورژوازی سمجھتی نہ تھی یا مشکوک طور پر دیکھتی تھی۔ اسے شاید وہ بے ضرر حماقتیں سمجھتی تھی۔ تشریح جو بھی رہی ہوگی مالکان نے مداخلت نہ کی۔ گو کہ اپنے وجود کے اولین ہفتوں ہی میں برلن سے اخبار کے ''تخریبی رجحانات''

کے بارے میں شکایات آنے لگیں اور حتیٰ کہ پہلی سہ ماہی کے آخر میں اسے بند کرنے کی ایک دھمکی تک آ گئی۔ جس چیز نے برلن انتظامیہ کو سب سے زیادہ صدمہ پہنچایا وہ روٹن برگ کی تقرری تھی، جسے وحشتناک انقلابی سمجھا جاتا تھا اور جسے سخت سیاسی نگرانی میں رکھا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ 1848ء کے یوم مارچ میں فریڈرک ولیم چہارم اس کے سامنے کانپا تھا............ اس کا خیال تھا کہ انقلاب کیلئے اصل اکسانے والا وہی تھا۔ برلن میں محسوس کی جانے والی عدم اطمینانی کے باوجود مہلک گولی نہ چلائی گئی اور اس کا بڑا سبب وزیر ثقافت ایکہارن تھا۔ گو کہ وہ مکمل طور پر رجعتی تھا، مگر اس نے ''کولنشے زی تنگ'' کے الٹرامونٹین رجحانات کے کسی توڑ کی ضرورت محسوس نہ کی۔ گو کہ رائنشے زی تنگ کا رجحان ''حتمی طور پر زیادہ خطرناک'' تھا پھر بھی یہ ایسے نظریات کے ساتھ کھیلتا تھا جو کہ سماج کے با اعتبار اور ٹھوس عناصر کیلئے کشش کے حامل نہ تھے۔

بلا شبہ یہ ان مضامین کا قصور نہ تھا جو کہ مارکس بھیجتا رہتا تھا، اور حقیقت میں وہ جس عملی انداز میں روز کے معاملات سے نمٹتا تھا، برونو بائیر اور سٹرنر کے مضامین کی بہ نسبت وہ شیر ہولڈروں کو ینگ ہیگلینز کے ساتھ زیادہ مصالحت کرواتا تھا۔ بصورت دیگر یہ سمجھنا مشکل ہوگا کہ اپنا پہلا مضمون بھیجنے کے چند ہی ماہ بعد اکتوبر 1842ء میں، اسے اس رسالے کا ایڈیٹر بنا دیا گیا۔

پہلی بار مارکس کو موقع ملا کہ چیزوں کو اس طرح اٹھانے پر اپنی بے نظیر قابلیت دکھائے جس طرح کہ وہ تھیں اور پتھر بنے ہوئے حالات سے ان کی اپنی دُھن بجوا کر رقص کروا سکے۔

6۔ رینش دائت

پچھلے برس رینش علاقے کا ڈائت، ڈوسلڈورف میں نو ہفتوں کے لئے اجلاس کر چکا تھا اور مارکس پانچ طویل مضامین میں اس کی سرگرمیوں کو تفصیل سے بیان کرنے میں لگ گیا۔ علاقائی ڈائتیں پروشیائی بادشاہت کی طرف سے مقرر کردہ نامرد اور جعلی نمائندہ ادارے تھے جو کہ بادشاہ کی طرف سے 1815ء میں ایک آئین دینے کے وعدے سے انحراف پر پردہ ڈالنے کے لئے بنائے گئے ۔ وہ اپنے اجلاس بند دروازوں کے پیچھے کرتے تھے اور انہیں حقیر سی کمیونٹی سطح کے معاملات میں معمولی سا

اختیار حاصل تھا۔حتیٰ کہ 1837ء میں کولون میں اور پوزن میں کیتھولک چرچ کے ساتھ اختلاف کے وقت سے ڈائٹوں کے اجلاس تک نہ بلائے گئے۔حکومت سے اختلاف اگر کبھی آنا بھی تھا،تو وہ صرف رینش اور پوزن ڈائٹوں سے ہی متوقع تھا،مگر وہ بھی محض ایک الٹرامونٹین مخالفت ہوتی۔

ان متبرک اداروں کو دبانے کے لئے اُس شق کے ذریعے بہت موثر انداز میں کام لیا گیا جس کے تحت کہ ان کی ممبرشپ کے لئے زمینی جائیداد کا مالک ہونا لازمی تھا۔آدھے ممبر دیہی اشرافیہ سے ہونے تھے جبکہ ایک تہائی، شہری زمین دار اور چھٹا حصہ چھوٹی زمین کے مالک کسان۔البتہ،اس روحانی اصلاح کرنے والے اصول کا ہر جگہ اطلاق نہیں کیا جاسکتا تھا،اور مثلاً، حال ہی میں جیت کر رائن لینڈ میں ماڈرن ازم کو ایک دو رعایتیں دینی پڑیں؛مگر دیہی اشرافیہ ہمیشہ ممبروں کی تہائی سے زیادہ تعداد مہیا کرتا تھا،اور چونکہ ڈائٹوں کے سارے فیصلے دو تہائی اکثریت سے ہونے تھے اس لئے اُن کی منظوری کے بغیر کچھ بھی پاس نہیں ہوسکتا تھا۔شہری زمینداروں پر مزید پابندی یہ بھی تھی کہ انہیں ڈایت کے لئے اہلیت کا حق اسی وقت ملتا جب ان کی زمین دس مسلسل برسوں تک ان کی ملکیت میں رہی ہو۔مزید احتیاطی تدبیر کے بطور حکومت نے کسی بھی شہری عہدے کے انتخاب کو ویٹو کرنے کا حق محفوظ رکھا۔گو کہ ڈائٹ عمومی ہتک کا شکار تھے،مگر تخت سنبھالنے کے بعد فریڈرک ولیم چہارم نے 1841ء میں پھر ان کا اجلاس بلالیا۔اس نے کسی حد تک ان کے اختیارات بڑھائے بھی،مگر صرف ریاست کے قرض خواہوں کو دھوکہ دینے کے لئے جن کے ساتھ 1820ء میں بادشاہ نے وعدہ کیا تھا کہ مستقبل کے ریخ کو اسمبلی کی منظوری اور ضمانت کے بغیر قرض جاری نہ ہوں گے۔جیکوبی نے ایک مشہور پمفلٹ جاری کیا جس میں ڈایتوں کے ساتھ شاہی قول کے پورے کرنے کا مطالبہ کیا گیا مگر وہ تو گویا بہرے کانوں پہ تبلیغ کر رہا تھا۔

حتیٰ کہ رائن کے ڈائٹ نے شرمناک انداز میں راستہ دیا۔اور ایسا اس نے اُن سیاسی معاملات پر کیا جن کا تعلق چرچ سے تھا اور جس کے بارے میں حکومت اس سے بہت خوفزدہ تھی۔ ڈائٹ نے دو تہائی اکثریت سے اُس مطالبے کو مسترد کیا جس میں کہا گیا تھا کہ غیر قانونی طور پر گرفتار کولون کے آرچ بشپ کو یا تو عدالت میں لایا جائے یا رہا کیا جائے۔اس نے ایک آئین کی

بات تک نہ کی۔اس نے کولون کے ہزاروں شہریوں کی جانب سے دستخط شدہ اُس پٹیشن کو بہت سرسری انداز میں نمٹایا جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ ڈائٹ کے اجلاسوں میں عام لوگوں کے داخلے کی اجازت ہو،اس کی کارروائی کی روزانہ اور بغیر کاٹ چھانٹ کے اشاعت ہو،ڈائٹ اور دیگر معاملات پر پریس میں بحث کی اجازت ہو،اور سنسرشپ کی جگہ ایک حتمی پریس لاء کا اجرا ہو۔ڈائٹ نے محض یہ کیا کہ بادشاہ سے کہا کہ وہ ڈائٹ میں خطاب کرنے والوں کے ناموں کو اپنے ریکارڈ میں درج کرنے کی اجازت دے۔اُس نے ایک پریس لاء کا مطالبہ کرنے کے بجائے ایک ایسے سنسر شپ لاء کا مطالبہ کیا جس کے تحت سنسرشپ لاگو کرنے کے عمل میں آمریت کو روکا جائے۔اس کی بزدلی کا نتیجہ یہ تھا کہ بادشاہ نے اس کی یہ معمولی درخواست بھی مسترد کردی۔

ڈائٹ نے صرف اُس وقت اپنے زندہ ہونے کے آثار دکھائے جب وہ زمینداروں کے مفادات کے دفاع میں لپک کے کھڑا ہوگیا۔پرانی فیوڈل عظمتوں کی بحالی تو ممکن نہ تھی،حتیٰ کہ مشرقی پروشیا سے رائن لینڈ بھیجے گئے افسروں نے بھی برلن کو یہی رپورٹ دی۔ایسا کرنے کی کوئی بھی کوشش رائن لینڈ کے باشندوں کو سخت ترین مزاحمت پر ابھار دیتی جو کہ اس طرح کی کسی بھی چیز کی بحالی کیلئے تیار نہ تھے۔بالخصوص وہ کسی بھی مداخلت کی مزاحمت کیلئے تیار تھے خواہ وہ دیہی اشرافیہ کے مفاد میں ہو یا کسانوں کے مفاد میں۔چنانچہ زمینی ملکیت کی تقسیم کو ایک حد تک رکھنے کیلئے حکومت کی ایک تجویز ''طاقتور کسان کے مفادات کی برقراری کیلئے'' کو ڈائٹ نے آٹھ کے مقابلے میں انچاس ووٹوں سے مسترد کر دیا اسلئے کہ اس نقطے پر یہ صوبے سے متفق تھا۔مگر اس کے بعد ڈائٹ اپنی مرضی کے مطابق قانون سازی میں کود پڑا اور اس نے لکڑیاں چننے کے خلاف اور نجی زمینوں اور جنگلات میں چوری کے خلاف حکومت کی طرف سے پیش کردہ کئی قوانین منظور کئے۔ڈائٹ میں موجود ''لینڈ لارڈ'' بڑی بے شرمی کے ساتھ اپنے ذاتی مفاد میں قانون سازی کے اپنے اختیارات کی عصمت فروشی کر رہے تھے۔

مارکس نے ڈائٹ سے بھڑ جانے کیلئے ایک جامع منصوبہ بنالیا تھا۔اس نے پہلے سلسلہِ مضامین میں (جو کہ چھ طویل مضامین تھے) پریس کی آزادی پر اور ڈائٹ کی کارروائیوں کی اشاعت

پر ڈائت کے اندر ہونے والی بحثوں کا تجزیہ کیا۔ اس کے علاوہ اس نے مقررین کے ناموں کی اشاعت پر ڈائت کی بحثوں کا تجزیہ کیا۔ نیز مقررین کے ناموں کی اشاعت کے بغیر کاروائی کی رپورٹ کی اشاعت پر ڈائت کی بحثوں کا تجزیہ کیا۔ مقررین کے ناموں کی اشاعت کی اجازت دینے والی اصلاح کر کے بادشاہ نے ڈائتوں کی حوصلہ افزائی کی کوشش کی تھی مگر اسے خود ڈائتوں کی جانب سے متشدد مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ رائن کا ڈائت اس حد تک نہ گیا جس حد تک کہ پومران اور برانڈن برگ والے ڈائت گئے تھے جنہوں نے اپنی کاروائیوں کی اشاعت سے صاف انکار کر دیا۔ ''ڈائت دن کی روشنی برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کے اپنے حلقے کی پرائیویسی اس کیلئے زیادہ مناسب ہے۔ یہ مطالبہ کرنا بہت دور جانے کے مترادف ہے کہ وہ اس تحسین و آفرین کو لوٹا دیں۔ اور اپنے آپ کو، اپنے طرزِ زندگی کو اور اپنے کیریکٹر کو صوبے کے فیصلے کے سامنے جھکا دیں جس نے کہ ابھی ابھی انہیں اس طرح کے اعتماد کا ووٹ دیا ہے''۔ مارکس مزید ارمزاح کے ساتھ اس مظہر کی پہلی نموداری کا تمسخر اڑاتا ہے جسے بعد میں اس نے ''پارلیمانی ضعفِ عقل'' کا نام دینا تھا جو کہ ایسی چیز تھی جس سے اس نے زندگی بھر نفرت کی۔

اور پریس کی آزادی کیلئے اس کی تلوار بازی کو عمدگی اور سختی میں ثانی کبھی نہ ملا۔ روج نے بغیر کسی حسد کے یہ تسلیم کیا کہ ''پریس کی آزادی کے حق میں اس سے زیادہ گہری اور جامع بات کہنی ناممکن تھی۔ ہم خود کو مبارکباد دے سکتے ہیں کہ خیالات کے فحش کنفیوژن پہ ایسی بلوغت، جینئس اور مکمل عبور نے ہمارے پریس میں اپنا تعارف کرایا''۔ ایک پیرگراف میں مارکس اپنے آبائی علاقے کی آزاد و پرمسرت فضا کا ذکر کرتا ہے۔ اور ان مضامین میں حتیٰ کہ آج بھی دریائے رائن کے ساتھ ساتھ انگور کے باغوں سے کھیلتے ہوئے موسم گرما کے سورج کی چمک اور اسکی گرمی محسوس ہوتی ہے۔ ہیگل نے ایک بار'' ایک برے پریس کی مصیبت زدہ موضوعیت جو ہر چیز کو ختم کرتی ہے'' کا فقرہ استعمال کیا تھا۔ مارکس واپس بورژوا روشن خیالی کی تحریک تک پہنچا اور رائنشے زی تنگ میں اس نے کانٹ کو فرانسیسی انقلاب کے جرمن نظریہ دان کے بطور پیش کیا۔ البتہ وہ واپس اُس سیاسی اور سماجی افق کی پوری طوالت کے ساتھ اُس پہ گیا جو کہ ہیگل کی تاریخی جدلیات نے اس کے لئے کھول

دیا تھا۔ یہ معلوم کرنے کیلئے کہ مارکس کے مضامین کتنے ترقی یافتہ تھے، رائنشے زی تنگ میں مارکس کے مضامین میں جیکو بی کے ''چار سوال'' کے ساتھ موازنہ کرنا ہی کافی ہوگا۔ جیکو بی نے پورے سوال کے الف بے کے بطور بار بار ایک آئین کے شاہی وعدے کی اپیل کی، جبکہ مارکس نے اسے معمولی سی اہمیت بھی نہ دی۔

اس نے ایک آزاد پریس کو عوام کی چوکیداری کرنے والی آنکھ کی حیثیت دی اور ایک سنسر شدہ پریس کو منافقت کی آواز کہہ کر اس کی مذمت کی۔ مگر مارکس نے اس آزادی کو درپیش خطرات سے صرفِ نظر نہیں کیا۔ شہری جائیدادداروں کے ایک نمائندے نے پریس کی آزادی کا ''تجارت کی آزادی کے اٹوٹ حصے'' کے بطور مطالبہ کیا جبکہ مارکس نے سوال کیا کہ: ''کیا ایک پریس جو خود کو ایک کاروبار کی سطح تک نیچے گرائے، آزاد ہے؟ ایک لکھاری کو لکھنے اور زندہ رہنے کیلئے پیسہ یقیناً کمانا چاہئے، مگر اسے پیسہ کمانے کیلئے زندہ رہنا اور لکھنا نہیں چاہئے..... پریس کی اولیں آزادی کے اندر تجارت سے اس کی آزادی حتماً شامل ہونی چاہئے۔ جو لکھاری پریس کو محض گزراوقات کا ذریعہ بنانے کی حد تک گر جائے وہ اس داخلی غلامی کی سزا کے بطور اُس بیرونی غلامی کا حق دار بن جاتا ہے جسے سنسر شپ کہتے ہیں''۔ مارکس زندگی بھر انہی اصولوں اور اسی معیار کے ساتھ جڑا رہا جن کا مطالبہ اس نے دوسروں سے کیا: ''کسی شخص کی تحریریں اس کے اپنے لئے یا دوسروں کیلئے محض ایک ذریعہ ہونے کے بجائے بذاتِ خود ایک مقصد ہونی چاہئیں، خواہ ان کیلئے اپنا وجود بھی قربان کرنا پڑے''۔

رینشے ڈائت کی کاروائی کا دوسرا مضمون ''آرچ بشپ کے معاملے'' سے متعلق تھا۔ اس مضمون کو سنسر نے روک دیا اور یہ کبھی بھی شائع نہ ہوا۔ گو کہ روج نے اسے اپنے انیکڈوٹا میں شامل کرنے کی پیش کش کی۔ مارکس نے 9 جولائی 1842ء کو روج کے نام لکھے گئے خط میں اعلان کیا: ''یہ مت سمجھئے کہ ہم یہاں رائن لینڈ میں ایک سیاسی ایلڈ وریڈو (یعنی ایک افسانوی شہر جہاں سونے کی افراط ہے) میں رہ رہے ہیں۔ رائنشے زی تنگ جیسے اخبار کو چلانے کیلئے مصمم تسلسل کی ضرورت ہوتی ہے۔ چرچ کے جھگڑوں سے متعلق ڈائت کے بارے میں میرا دوسرا مضمون سنسر والوں نے مسترد کر دیا ہے۔ میں نے اس میں واضح کیا تھا کہ ریاست کے مدافعت کاروں نے ایک مذہبی رویہ

اپنایا تھا جبکہ چرچ کے مدافعت کاروں نے ایک سیاسی رویہ۔ میرے مضمون کو مسترد کرنا اس لئے بھی نا قابلِ قبول ہے کہ کولون کے احمق، کیتھولک جال میں پھنس جاتے تھے اور آرچ بشپ کا دفاع نئے حامیوں کیلئے دلکش بن جاتا۔ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ کس کراہت کے ساتھ اور بیک وقت کس حماقت کے ساتھ آمر، بے مغز آرتھوڈوکس لوگوں سے نمٹے۔ پروشیا نے ساری دنیا کے سامنے پوپ کے پاؤں چومے، اور پھر ہمارے حکومتی بے عقل اشخاص بے شرمی کے ساتھ پبلک میں آتے ہیں۔ آخری پیراگراف اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ فریڈرک ولیم چہارم اپنے رومانوی میلان کی مطابقت میں پوپ کے عملے کے ساتھ مذاکرات میں قسمت آزما ہوا تھا جبکہ ثانی الذکر نے ویٹیکن کی عمدہ ترین روایات میں اسے دائیں بائیں گھما گھما کر اپنی احسان مندی دکھائی''۔

اپنے مضمون کے بارے میں مارکس نے اپنے خط میں جو کچھ روج کو لکھا، اس کا مطلب یہ نہ لیا جائے کہ مارکس نے آرچ بشپ کے دفاع کے مسئلے کو کولون کے غیر محتاط کیتھولکوں کو ایک جال میں پھنسانے کیلئے اٹھایا۔ اس کے برعکس وہ اپنے اصولوں کے ساتھ سچائی اور مکمل دلیل کے ساتھ جڑا رہا جب اس نے اعلان کیا کہ اپنے مذہبی امور کی انجام دہی پر آرچ بشپ کی غیر قانونی حراست کے ساتھ، اور کیتھولکوں کے اس مطالبے کے ساتھ کہ غیر قانونی طور پر گرفتار شدہ شخص کو عدالتی انصاف دیا جائے، ریاست کے مدافعت کاروں نے ایک مذہبی رویہ اپنایا اور چرچ کے مدافعت کاروں نے ایک سیاسی رویہ۔ یہ بلا شبہ رینشے زی تنگ کے لئے ایک اہم سوال تھا کہ وہ ایک درہم برہم دنیا میں ایک واضح موقف اپنا لے، بالکل انہی وجوہات پر جو بعد میں مارکس اسی خط میں روج کو لکھتا ہے۔ جو یہ ہیں: یہ کہ، الٹرا مونٹے پارٹی (جس کی کہ یہ اخبار بھرپور مخالفت کرتا تھا) رائن لینڈ میں سب سے زیادہ خطرناک قوت ہے، اور یہ کہ، حزب اختلاف اپنی جدوجہد کو مکمل طور پر چرچ کے اندر جاری رکھنے کا بہت زیادہ عادی ہو گئی ہے۔

تیسرا مضمون جو پانچ طویل قسطوں پر مشتمل تھا ڈائٹ کی اُس کارروائی سے متعلق تھا جو جنگلات کی لکڑیوں کے غبن کے خلاف ایک قانون کے بارے میں تھی۔ اس موقع پر مارکس ''زمین پر اتر آنے'' پر مجبور ہوا، (یا، جیسے کہ اس نے ایک اور حوالے سے یہی تصور واضح کیا) وہ مادی

مفادات کے بارے میں بات کرنے پر شرمسار ہوا جس کے بارے میں ہیگل نے اپنے نظریاتی نظام میں کوئی شق نہیں دی تھی۔ اصل میں وہ اس قانون کے پیش کردہ معاملے میں باریکی کے ساتھ ماہر نہ تھا جس میں اسے اگلے سالوں میں ماہر ہونا تھا۔ معاملے کا نکتہ ترقی پذیر سرمایہ دارانہ عہد اور زمین کی مشترکہ ملکیت کی آخری باقیات کے درمیان ایک لڑائی تھی۔ یا، عوام الناس کو بے دخل کرنے کی ناترس جدوجہد۔ 1836ء میں پروشیا میں شروع کردہ دو لاکھ ساٹھ ہزار چار سو اٹھتر عدالتی کارروائیوں میں سے ڈیڑھ لاکھ (تقریباً تین چوتھائی) کا تعلق جنگلات میں لکڑی کی چوری کے جرائم اور ناجائز قبضہ وغیرہ سے تھا۔

ڈائٹ میں بحث کے دوران زمین کے نجی مالکوں کے استحصالی مفادات نے بے شرمی کے ساتھ اپنے کلیم زبردستی پیش کر دیے، حتیٰ کہ سرکاری مسودے کی شقوں سے بھی آگے جا کر۔ اور مارکس ''سیاسی وسماجی حقوق سے محروم بے جائیداد عوام الناس'' کی جانب سے جلا ڈالنے والی تنقید کے ساتھ میدان میں کود پڑا۔ البتہ اس کا استدلال ابھی تک انصاف کے تقاضوں پر مبنی ہے اور ابھی تک معاشی نہیں بنا ہے۔ اس نے مطالبہ کیا کہ غریب لوگوں کے حقوق کی خلاف ورزی نہ کی جائے۔ اس نے ان حقوق کی بنیاد ایک طرح سے جائیداد کی دھندلی شکل میں دیکھی جس کی خاصیت نہ تو حتمی نجی ملکیت کی تھی اور نہ ہی حتمی مشترکہ ملکیت کی، بلکہ دونوں کا ملغوبہ تھی جس طرح کہ عہدِ وسطیٰ کے سارے اداروں میں موجود تھی۔ ملکیت کی یہ دوغلی اور غیر واضح شکلیں رومن قانون سے لئے گئے تجریدی سول قانون کی کیٹیگریوں کو استعمال کر کے ختم کر دی گئی تھیں۔ مگر غریب طبقات کے رواجی حقوق میں نسبتاً انصاف کا ایک جبلی احساس موجود تھا اور ان کی جڑیں مثبت اور جائز تھیں۔

حالانکہ اس آرٹیکل کا تاریخی ادراک ''ایک طرح کی متذبذب خصوصیت'' رکھتا ہے مگر یہ ہمیں بتاتا ہے کہ ''نسبتاً غریب طبقات'' کے عظیم محافظ کو آخری کوشش پر کس چیز نے ابھارا۔ زمینداروں کی طرف سے مسلط کردہ غنڈہ گردی اور جس طریقے سے انہوں نے دلیل، منطق، قانون، انصاف اور آخر میں ریاست کے مفادات کو پاؤں تلے روند ڈالا، تاکہ اپنے ذاتی مفادات کو غریبوں اور محرم کی قیمت پر پورا کریں۔ اس ناانصافی کے خلاف سخت ترین غصہ ظاہر ہوتا ہے جس

نے اسے ہلا کر رکھ دیا۔ ''چوری سے شکار کرنے والا اور چور کو برباد کرنے کے لئے ڈائٹ نے نہ صرف قانون کے بازوؤں کو توڑ دیا بلکہ اس نے اس کے دل تک کو بھی چیر کے رکھ دیا''۔ اس ایک مثال پہ مارکس نے دکھانا چاہا کہ ایک ذاتی مفادات والی طبقاتی اسمبلی سے کیا توقع کی جا سکتی ہے۔

وہ ابھی تک ریاست اور قانون کے ہیگلی فلسفہ سے جڑا ہوا تھا، گو کہ اس نے ہیگل کے آرتھوڈوکس شاگردوں کے فیشن کے مطابق ایسا نہ کیا جو کہ پروشیائی ریاست کو آئیڈیل کی حیثیت دیتے تھے۔ اس کے برعکس اس نے پروشیائی ریاست کا ہیگل کے فلسفیانہ مفروضہ نظریہ کی مطابقت میں ایک آئیڈیل ریاست کے ساتھ موازنہ کیا۔ مارکس ریاست کو وہ عظیم منظم جسم سمجھتا تھا جس کے اندر قانونی، اخلاقی اور سیاسی آزادیاں اپنی تکمیل دیکھتی ہوں، اور جبکہ ایک شہری، ریاست کے قوانین کی صرف اس کی اپنی منطق، انسانی فطری قوانین کی حیثیت سے تعمیل کرے۔ اس موقف کے ساتھ مارکس ڈائٹ کے اندر لکڑی کی چوری کے خلاف قانون پہ مباحثوں سے اطمینان بخش طور پر نمٹنے میں کامیاب ہوا۔ غالباً اسی موقف سے وہ غیر کے علاقے میں جا کر فائدہ حاصل کرنے، شکار کرنے اور دوسروں کی زمین پر قبضہ کرنے کے خلاف ایک قانون پہ چوتھے مضمون پہ بحث سے نمٹ سکا ہوگا۔

بورژوا رائن لینڈ کے ساتھ مارکس جائیداد کی زمین کو تقسیم کرنے کی مکمل آزادی کے حق میں تھا۔ اس کا رویہ یہ تھا کہ کسان کو یہ حق نہ دینا کہ وہ جس طرح چاہے اپنی جائیداد تقسیم کرے جسمانی طور پر اسے کنگال کرنے کے ساتھ ساتھ قانونی طور پر کنگال کر دینے کا اضافہ کرنا ہے۔ البتہ، یہ قانونی ہمدردی اتنی وسیع نہیں تھی کہ مسئلے کا حل مہیا کر سکے۔ فرانسیسی سوشلسٹ پہلے ہی یہ بتا چکے تھے کہ زمینی جائیداد کو تقسیم کرنے کی لامحدود آزادی نے ایک بے بس پرولتاریہ کو پیدا کر دیا اور اسے دستکار کی سطح تک نیچے گرا دیا۔ اس لئے اگر مارکس کو اس مسئلے سے نمٹنا تھا تو اسے پہلے سوشلزم پر عبور کرنا تھا۔

یہی یقینی ہے کہ مارکس نے اس ضرورت کو جان لیا۔ البتہ اس کے امتحان کا مرحلہ نہیں آیا۔ جس وقت تک رائنشے زی تنگ میں تیسرا مضمون چھپ گیا وہ پہلے ہی اس کا ایڈیٹر تھا اور اس سے قبل کہ وہ اسے حل کرتا اس نے خود کو سوشلسٹ چیلنج کے آمنے سامنے پایا۔

7۔ جدوجہد کے پانچ ماہ

گرمیوں میں رائنشے زی تنگ نے سماجی میدان میں دو تین چھوٹے سے حملے کیے۔ یہ حملے ہیس نے کیے تھے۔ ایک دفعہ اس نے برلن کے اندر رہائشی حالات پہ ایک مضمون دوبارہ چھاپا اور اسے عنوان دیا: ''ایک اہم معاصر معاملے میں ہمارا موقف''۔ ایک اور موقع پر اس نے سٹراسبرگ میں منعقدہ عالموں کی کانگریس کی رپورٹ چھاپی جس نے سوشلسٹ معاملے کو بھی چھیڑا تھا، اور اس بات پہ ایک غیر ضرر رساں تبصرہ شامل کر دیا کہ اگر ملکیت نہ رکھنے والے طبقات درمیانہ طبقات کی دولت پہ نظریں گاڑے ہوئے ہیں تو اس کا تقابل 1789ء میں فیوڈل اشرافیہ کے خلاف درمیانہ طبقات کی جدوجہد کے ساتھ کیا جائے، اس فرق کے ساتھ کہ اس بار یہ مسئلہ ایک پرامن حل سے ہمکنار ہو جائے۔

گو کہ یہ چھوٹا واقعہ تھا مگر یہ مضمون ''اگلی مینی زی تنگ'' نامی اخبار کی طرف سے رائنشے زی تنگ پر کمیونزم کے ساتھ فلرٹ کرنے کا الزام لگانے کیلئے کافی ثابت ہوا۔ درحقیقت اس بارے میں ''اگلی مینی زی تنگ'' کا ضمیر صاف نہیں تھا اس لئے کہ خود اس نے فرانسیسی سوشلزم اور کمیونزم پر ہنرخ ہائینے کے قلم سے اس سے بھی سخت تر مضامین چھاپے تھے۔ مگر یہ ایک بڑا اخبار تھا اور اسے ''رائنشے زی تنگ'' اپنے لئے خطرہ لگنے لگا۔ اگلی مینی زی تنگ کے اس زوردار حملے کا کوئی خاص اخلاقی محرک نہ تھا۔ یہ صرف اور صرف حسد تھا۔ کھاتے پیتے تاجروں کے بیٹوں کی مختلف رغبت آمیزیوں کے ساتھ، جو اپنی معصومانہ سادگی سے (ڈاکٹروں یا کولون کتھیڈرل میں کام کرنے والے آدمیوں کو اپنی جائیداد کا حصہ دار بنانے کا ذرا سا ارادہ کیے بغیر) سوشلسٹ نظریات سے کھیلتے تھے۔ اس اخبار نے جرمنی جیسے پسماندہ معاشی ملک میں درمیانہ طبقہ کو 1789ء میں فرانس میں فیوڈل اشرافیہ کے انجام سے ڈرانے کو بچگانہ قرار دیکر ترپ کا پتہ کھیلا۔

اس کاٹ ڈالنے والے حملے کو روک دینا مارکس کا اولین مدیرانہ فریضہ بنا اور اسے یہ کام بہت مشکل لگا۔ وہ ان باتوں کا دفاع کرنے پر راضی نہ تھا جنہیں وہ خود دوقت گزاری سمجھتا تھا۔ مگر وہ اس پوزیشن میں بھی نہ تھا کہ وہ، وہ کچھ کہہ سکے جو وہ کمیونزم کے بارے میں خیال کرتا تھا۔ لہٰذا اس نے

کمیونسٹ رجحانات کے دشمنوں پر الزام لگا کر یہ جنگ مصر میں لے جانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔مگر بہ یک وقت اس نے تسلیم کیا کہ رائنیشے زی تنگ کے پاس ایک ایسے مسئلے سے ایک آدھ فقرے کے ساتھ جان چھڑانے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔جس کے حل کیلئے دو بڑی قومیں کام کر رہی تھیں۔رائنیشے زی تنگ کمیونزم کے نظریات کو''طویل اور گہرے مطالعے کے بعد'' بھرپور تنقید پر پرکھے گا،اس لئے کہ''لیراکس'' کے طرز کی تحریروں،اور اس سے بھی بڑھ کر پرودھون کی زیرک تحریروں سے لحاتی، سطحی اور اتفاقیہ نظریات کے ذریعے نمٹا نہیں جاسکتا۔ البتہ اپنی موجودہ شکل میں،رائنیشے زی تنگ ان نظریات کو تھیوریٹکل حقیقت بھی دینے کیلئے تیار نہ تھا۔

بعد میں مارکس نے اعلان کیا کہ اس مناظرے نے رائنیشے زی تنگ میں کام کیلئے اس کی گرمجوشی کو برباد کر دیا اور یہ کہ اس لئے اس نے اس موقع کو اپنے مطالعے پر واپس جانے کیلئے ''گرمجوشی'' سے دبوچ لیا۔مگر فی الحال مارکس دل و جان سے رائنیشے زی تنگ کیلئے کام کر رہا تھا اور لگتا ہے اس کی خاطر وہ برلن میں اپنے پرانے ساتھیوں سے کٹ جانے کا خطرہ بھی مول لے سکتا تھا۔ان کے ساتھ بہت کم کام کیا جاسکتا تھا،اس لئے کہ نرم بنائے گئے سنسر شپ کی ہدایات کے اجرا نے ہیگلین کلب کو(جو کہ''کم از کم ہمیشہ دانشورانہ مفادات کا مرکز رہا تھا'') نام نہاد''آزادی'' والی ایک سوسائٹی میں بدل کر رکھ دیا تھا۔جس نے تقریباً تمام''قبل از ماہ مارچ'' والی ادبی چکا چوند کو پروشیائی دارالحکومت میں بغل گیر کر لیا۔ وہ لوگ اب بے اصول فلسطیوں کی طرح سیاسی اور سماجی انقلابی ہونے پر اتراتے ہوئے ملتے تھے۔حتیٰ کہ گرمیوں کے مہینوں میں بھی مارکس اس نئی صورتحال پر یہ اعلان کرتا ہے کہ اپنی نجات کا اعلان کرنا الگ بات ہے (ایک پرہیز گاری والی بات) اور ایڈوانس میں خود تعلیمی اور خود تشہیری میں پڑ جانا دوسری بات ہے۔البتہ،وہ مزید کہتا ہے کہ برونو بائیر برلن میں ہے اور وہ خیال رکھے گا کہ کم از کم کوئی''بے وقوفیاں'' سرزد نہ ہوں۔

مگر بدقسمتی سے مارکس کا یہ مفروضہ غلط تھا۔مصدقہ اطلاع کے مطابق کوپن نے تو''آزادی'' کے کھیل تماشے سے خود کو دور رکھا،مگر برونو بائیر نے بالکل ایسا نہ کیا۔اس نے تو گلیوں میں کھردرے جلوسوں میں، جھگڑوں، چکلوں اور شراب خانوں میں سکینڈل بھرے مناظر کے اندر اور سٹرنر کی

شادی پہ ایک بے یارو مددگار پادری کا شرمناک مذاق اڑا کر اُن کے مسخرہ پن میں علمبردار کا کردار ادا کیا۔بائیر نے اس نظریے پر مایوس کن مصالحت کی جس کی اسے نمائندگی کرنی تھی۔

فطری طور پر،ان کھیل تماشوں کا''آزادی'' کی دانشورانہ تخلیق پر تباہ کن اثر پڑتا تھا۔مارکس کو رائنیشے زی تنگ میں ان کے مضامین کے متعلق بہت مشکلات پیش آئیں۔وہ ان کے کئی مضامین کو سنسر کرتا تھا،مگر جیسے کہ مارکس نے روج کو لکھے گئے خط میں اعلان کیا''میں جس قدر ممکن ہوتا ان سے نرمی برتتا''می ین''اور اس کے حواری دنیا کو الٹا دینے والے بے تکے مضامین کے انبار بھیجتے جو خیالات سے خالی ہوتے تھے اور بھونڈے انداز میں لکھے ہوئے ہوتے تھے............وہ رائنیشے زی تنگ کو اپنا بامروت ذریعہ سمجھنے لگے؛''مگر میں اس طرح ہونے دینے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا''۔ یہ اولین سبب تھا جس کی وجہ سے مارکس کے بقول''برلن کا افق بہت ابر آلود ہو گیا''۔جہاں وہ فطری طور پر''آزاد لوگوں'' کے کھیل تماشے میں کسی قسم کی نیکی تلاش نہ کرسکا۔روج اپنے معاون برونو بائیر کے ساتھ اختلاف کرنے لگا،اس لئے کہ،جیسا کہ اس نے اشارہ کیا،بائیر چاہتا تھا کہ وہ''بیہودہ ترین باتوں'' پر راضی ہو جائے،مثلاً یہ کہ ریاست،ذاتی ملکیت اور خاندان کو عملی پہلو کی پرواہ کیے بغیر،تصور کے بطور تحلیل کیا جائے۔ ہروِغ نے''آزاد افراد'' کو مسترد کیا۔''آزاد افراد'' نے سختی کے ساتھ اس کی بےعزتی کرنے کے لئے اپنے جانے پہچانے طرز پر بادشاہ کے ساتھ اس کی باریابی اور ایک امیر لڑکی سے اس کی منگنی کے سلسلے میں اُس کی کردارکشی کر کے انتقام لے لیا۔

دونوں پارٹیوں نے رائنیشے زی تنگ سے اپیل کی۔روج سے اتفاق کرتے ہوئے ہروِغ نے یہ بیان چھاپنے کو کہا کہ''گو کہ''آزاد افراد'' بحیثیت افراد بہت عمدہ تھے،مگر ان کی سیاسی رومانویت، بڑائی کے ان کے خبط اور خودستائش کی ان کی خارش نے کاز اور آزادی سے انہیں دور کر دیا''۔ مارکس نے یہ بیان چھاپ دیا............اور پھر می ین کی طرف سے بدتمیز خطوط کی بمباری شروع ہوئی جس نے خود کو''آزاد آدمیوں'' کا ترجمان بنایا تھا۔

شروع شروع میں مارکس نے''آزاد افراد'' کے ساتھ مفید تعاون حاصل کرنے کی خاطر ان خطوط کا سرد مہری اور معروضی طور پر جواب دیا؛''میں اُن سے تقاضا کرتا تھا کہ وہ کم مبہم دلائل،کم خود

ستائش اور زیادہ ٹھوس پن، اصل حالات کا ذرا زیادہ تفصیلی بیان، اور زیرِ بحث موضوعات کے بارے میں زیادہ علمیت کا مظاہرہ کریں۔ میں نے انہیں بتادیا کہ میری رائے میں یہ محض درست نہ تھا بلکہ غیر اخلاقی بھی تھا کہ کمیونسٹ اور سوشلسٹ ڈوگماؤں کو سمگل کیا جائے، اور یہ کہ اگر کمیونزم پر بحث کرنا ہی پڑے تو ایک بالکل ہی مختلف طریقے سے کی جائے۔ میں نے ان سے کہا کہ سیاسی حالات پر تنقید کر کے عقیدے پر تنقید کی جائے نہ کہ اس سے برعکس کیا جائے۔ اس لئے کہ یہ ایک اخبار کی خصوصیت کے مطابق ہوگا اور ہمارے عوام کو ایجوکیٹ کرنے کی لزومیت ہوگی۔ اس لئے کہ عقیدہ بذات خود خالی ہوتا ہے، یہ زمین سے زندہ رہتا ہے نہ کہ آسمان سے۔ اور یہ اُس وقت خود ہی غائب ہوجائے گا جس وقت معکوس کردہ حقیقت جس کی تھیوری کی یہ نمائندگی کرتا ہے تحلیل ہوجائے۔ میں نے انہیں بتایا کہ اگر وہ فلسفہ سے نمٹنا چاہتے ہیں تو وہ دہریت کے نظریہ سے کم فلرٹ کریں اور لوگوں کو اس کے معانی سے آشنا کرنے کیلئے زیادہ کچھ کرلیں''۔

یہ جملے ان اصولوں کی نشاندہی کرتے ہیں جن کے تحت مارکس رائنشے زی تنگ کو ایڈٹ کرتا تھا۔

لیکن قبل اس کے کہ یہ نصیحت ان تک پہنچتی، مارکس کو ''می ین'' کی طرف سے ایک ''بے ادب خط'' ملا جس میں یہ الفاظ تک استعمال ہوئے کہ اخبار ''ابن الوقتی'' اور ''حد سے بڑھنا'' بند کردے۔ دوسرے الفاظ میں اخبار ''آزادافراد'' کی خاطر سرکاری پابندیوں کو دعوت دے۔ اس پر مارکس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور اس نے روج کو لکھا: ''یہ ہلکے پن کا سب سے خوفناک درجہ نظر آتا ہے۔ وہ لوگ یہ سمجھ نہیں پارہے ہیں کہ ایک سیاسی جریدے کو بچانے کیلئے ہمیں برلن کے اس چھچھورے گروہ کو ترک کرنے کیلئے تیار رہنا پڑے گا جو سوائے خود اپنے گروہ کی دلچسپیوں کے کسی اور چیز سے واسطہ نہیں رکھتا............روز بروز ہمیں سنسر شپ کی ہیر پھیر، وزارتی خطوط، صوبائی گورنر کی طرف سے شکایتوں، ڈائٹ کی طرف سے واویلوں، شیئر ہولڈروں کی طرف سے احتجاجوں وغیرہ وغیرہ کا سامنا کرنا ہوگا............اور چونکہ میں محض اس لئے اپنے عہدے سے چمٹا بیٹھا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو میں آمروں کے ارادوں کو ناکام بناؤں، تم تصور کرسکتے ہو کہ میں اس خط سے طیش میں آگیا اور میں نے می ین کو اچھا خاصا درشت جواب بھیجا ہے''۔

دراصل یہ مارکس اور ''آزاد لوگوں'' کے مابین قطع تعلق کی آخری نشانی تھی جو کہ کم و بیش المناک سیاسی خاتمے تک جا پہنچا۔ برونو بائیر سے لے کر می ین تک............می ین اپنی ضائع کردہ زندگی کو غمگین مذاق کے ساتھ مخصوص کرتا رہا جس کی اب اسے صرف پروٹسٹنٹ آرتھو''بیلوں'' کا مذاق اڑانے کی اجازت تھی، اس لئے کہ اس کے اخبار کے لبرل مالک نے اپنے کیتھولک قارئین کو مدنظر رکھتے ہوئے پوپ کے نصاب پر تنقید کرنے سے اس کو منع کیا تھا۔ اس حلقے کے دوسرے لوگوں نے نیم سرکاری اور حتیٰ کہ سرکاری پریس میں پناہ لی۔ مثال کے طور پر روٹن برگ کچھ دہائیوں بعد ''پروشیسچر سٹاٹسانزی جر'' کے ایڈیٹر کی حیثیت سے فوت ہوا۔

البتہ اُس وقت، یعنی 1842ء کے خزاں میں روٹن برگ ایک بہت خوفناک شخص تھا اور حکومت نے رائنشے زی تنگ سے اس کی برطرفی کا مطالبہ کیا۔ پورے موسمِ گرما میں سرکار نے اخبار کا جینا دوبھر کرنے پہ اپنا زور لگایا، لیکن اخبار کو اس امید میں معاف رکھا گیا کہ یہ اپنی موت آپ مرجائے گا۔ 8 اگست کو رائن لینڈ کے گورنر، وان شاپر نے برلن کو رپورٹ بھیجی کہ اخبار کے محض 885 خریدار ہیں، مگر 15 اکتوبر کو مارکس نے اس کی ایڈیٹری سنبھال لی اور دس نومبر کو وان شاپر رپورٹ بھیجنے پر مجبور ہوا کہ خریداروں کی تعداد مستقلاً بڑھتی جارہی ہے۔ یہ تعداد 885 سے بڑھ کر 1820 ہوگئی اور اخبار کا رجحان روز بروز گستاخانہ اور معاندانہ ہوتا جارہا ہے۔ معاملات کو خراب ترین سطح تک لے جانے میں رائنشے زی تنگ نے ایک انتہائی رجعتی قسم کی شادی کے بل کی کاپی حاصل کی اور اسے چھاپ دیا۔ حکام اس کے لئے تیار ہی نہ تھے۔ اس سے بادشاہ بہت ناراض ہوا اس لئے کہ بل کا مطلب طلاق کو مزید مشکل بنانا تھا اور یہ بات یقینی تھی کہ عوام الناس میں اس کی سخت مخالفت ہوگی۔ لہٰذا اس نے فوراً چاہا کہ اخبار کو فوری بندش کی دھمکی دی جائے جب تک کہ وہ اس شخص کا نام ظاہر نہ کرے جس نے کہ یہ مسودہ اسے دیا تھا۔ البتہ، بادشاہ کے وزراء رائنشے زی تنگ کے سر پر شہادت کا تاج رکھنے پہ رضامند نہ تھے۔ اس لئے کہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ایسی ہتک آمیز تجویز کو فوراً ہی مسترد کیا جانا تھا۔ لہٰذا انہوں نے محض روٹن برگ کی برطرفی اور پبلشر رینارڈ کی جگہ ایک ذمہ دار ایڈیٹر کی تعیناتی کا مطالبہ کرنے پر اکتفا کیا۔ اُسی وقت ڈولسچال کی جگہ ویتھاس نامی ایک شخص کو سنسر پر لگا دیا گیا جو بہت ہی احمق تھا۔

30 دسمبر کو مارکس نے روج کو لکھا: ''روٹن برگ، جسے پہلے ہی جرمن ڈیسک سے محروم کر دیا گیا تھا (اس پر اس کا کام زیادہ تر اس کی زیر زبر ٹھیک کرنا تھا) اور جسے محض میری مداخلت پر فرانسیسی ڈیسک دیا گیا تھا، اس کو خطرناک سمجھا جاتا ہے، گو کہ وہ کسی چیز کیلئے خطرناک نہیں ہے۔ پھر بھی واضح طور پر اس کی برخواستگی کا مطالبہ کیا گیا۔ پروشیائی انتظام، پروشیائی مطلق العنانی، اور مکاری نے رینارڈ کو ایک غیر خوشگوار تجربہ عطا کیا۔ اور نیا شہید، جو کہ پہلے ہی اپنے چہرے کے تاثرات، روش اور گفتگو میں اپنے نئے کردار کو قبول کر چکا ہے، موقع سے بھرپور فائدہ اٹھا رہا ہے۔ وہ برلن کے بشمول ہر جگہ لکھ رہا ہے، یہ اعلان کر رہا ہے کہ وہ رائنشے زی تنگ کے جلاوطن اصول کی ترجمانی کرتا ہے اور رائنشے زی تنگ اب سرکار کے بارے میں اپنے رویے پر نظر ثانی کرنے والا ہے''۔ مارکس واقعہ کا تذکرہ اس لئے کرتا ہے کہ اس واقعہ نے برلن کے ''آزاد آدمی'' سے اس کے جھگڑے کو بڑھاوا دیا، مگر ایسا لگتا تھا وہ بے چارے شیطان'' ''شہید'' یعنی روٹن برگ کا مذاق اڑانے میں ذرا زیادہ آگے گیا۔

مارکس کے اس مشاہدے کا کہ حکومت نے روٹن برگ کی برطرفی کا ''حتمی'' مطالبہ کر دیا اور یہ کہ لہٰذا ضامن رینارڈ کو ایک ناخوشگوار تجربے کا سامنا ہوا، کا مطلب محض یہ ہوسکتا ہے کہ رائنشے نے حکومت کی طرف سے ڈالے گئے دباؤ کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ اور روٹن برگ کو برقرار رکھنے کی کوئی کوشش نہ کی۔ بہرصورت، اس طرح کی کوئی کوشش بے فائدہ بھی رہتی اور اس طرح کی کوشش سے ہر حال میں پبلشر کو ''ایک ناخوشگوار تجربہ'' کا سامنا بھی ہوتا۔ یعنی پولیس کی تفتیش کا سامنا کرنا پڑتا اور ایک پروٹوکول وضع کرنا پڑتی جو ایک ایسی سخت مصیبت ہوتی جس سے گزرنے کے لئے یہ غیر سیاسی شخص موزوں نہ تھا۔ البتہ اس نے اخبار کو دبانے کی دھمکی کے خلاف ایک تحریری احتجاج پر دستخط کر دیے، مگر اس مسودے (جو کہ کولون کے آرکائیوز میں موجود ہے) کی ہینڈ رائٹنگ بتاتی ہے کہ اسے مارکس نے لکھا تھا۔

اس میں اعلان کیا گیا کہ ''حکومت کے سامنے جھکتے ہوئے'' رائنشے زی تنگ روٹن برگ کی عارضی برطرفی اور ایک ذمہ دار ایڈیٹر کی تقرری پر رضامند ہوتا ہے۔ وہ حکام کو یہ یقین دہانی بھی کراتا ہے کہ رائنشے زی تنگ ایک آزاد اخبار کی خصوصیت کے ساتھ ہر صلح پذیر چیز کا بخوشی خیر مقدم کرے گا

تاکہ خود کو کچل دیے جانے سے بچائے، اور یہ کہ وہ اپنے مضامین کے فارم کو، جہاں تک کہ موادِ مضمون اجازت دے، معتدل بنانے کے لئے تیار ہے۔ مگر اس کے ہر لفظ کو باریک بین وزن دینا مناسب نہ ہوگا اور یہ کہنا بھی نامناسب ہوگا کہ نوجوان مارکس نے اس زمانے کے اپنے عقائد کی کوئی خاص خلاف ورزی کی۔ آگس برگ میں الگی مینی زی تنگ کے پروشیا دشمن رجحانات کے خلاف اس کے مناظراتی مضامین سے قطع نظر، اور شمال مغربی جرمنی تک زول ورین کی وسعت کے حق میں اس کے ایجی ٹیشن سے قطع نظر، اس کی پروشیائی ہمدردیوں نے زیادہ تر خود کو فرانسیسی اور جنوبی جرمن تھیوریوں کی سطحیت کے خلاف شمالی جرمن علوم کی طرف بار بار حوالہ دینے سے ظاہر کیا۔ مارکس اس مسودے میں یہ اشارہ بھی کرتا ہے کہ رائنشے زی تنگ ''رائن اور جنوبی جرمن'' کا وہ پہلا اخبار ہے جس نے شمالی جرمنی کا رجحان جنوبی جرمنی میں متعارف کرایا اور اس طرح جرمن عوام کی علیحدہ علیحدہ شاخوں کے دانشورانہ اتحاد میں مدد دی۔

اس خطاب پر رائن لینڈ کے گورنر وان شاپر کا جواب کچھ نامہربان تھا: حتیٰ کہ اگر روٹن برگ کو فوری طور پر برطرف کیا جاتا اور مکمل طور پر ایک موزوں ایڈیٹر نامزد کیا جاتا پھر بھی یہ اخبار کے مستقبل کے رویے پر منحصر تھا کہ اسے رعایت دی جائے یا نہیں۔ البتہ اخبار کو بارہ دسمبر تک مہلت دی گئی کہ وہ ایک ذمہ دار ایڈیٹر مقرر کرے۔ گو کہ حالات اس وقت تک بہتر نہ ہوئے جب وسط دسمبر میں نااتفاقی کے نئے اسباب اٹھ کھڑے ہوئے۔ موسل کے کسانوں کی مفلس حالت سے متعلق برن کاسل میں متعین ایک نمائندہ کے دو مضامین نے وان شاپر کو دو وضاحتیں بھجوانے پر مجبور کر دیا جو کہ اپنے مافیہ میں بھی اتنے ہی خالی تھے جس طرح کہ اپنے اسلوب میں بدتہذیب تھے۔ وقتی طور پر رائنشے زی تنگ نے پھر ایک برے کام کو بہترین طور پر کیا اور وان شاپر کی وضاحتوں کے ''خاموش وقار'' کی تعریف کی اور یہ اعلان کیا کہ ان سے خفیہ پولیس کو شرمندگی ہوئی اور وہ وضاحتیں'' بداعتمادی کو ختم کرنے اور اعتماد بحال کرنے میں'' نپی تلی تھیں۔ مگر جب اس نے اچھا خاصا مواد جمع کر دیا تو وسط جنوری کے بعد پانچ مضامین چھاپ دیے جن میں تحریری ثبوت کے انبار موجود تھے جن میں یہ دکھایا گیا کہ حکومت نے موسل کے کسانوں کی شکایت کو وحشیانہ سختی کے ساتھ کچل دیا۔ چنانچہ رائن لینڈ میں

اعلیٰ ترین سرکاری افسر عمومی مذاق کا نشانہ بنا۔ مگر اس کے پاس تشفی والی یہ جانکاری موجود تھی کہ 21 جنوری 1843ء کو کابینہ نے بادشاہ کی موجودگی میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اخبار کو بند کیا جائے۔

گذشتہ برس کے اختتام پر کئی واقعات نے بادشاہ کو ناراض کر دیا تھا؛ ہروغ نے کونکسبرگ سے بادشاہ کے نام ایک جذباتی باغیانہ خط لکھا جو الگی مینی زی تنگ نے مصنف کے علم کے بغیر لیزگ میں چھاپ دیا، جو ہان جیکو بی کا سپریم کورٹ کی طرف سے بری ہونا جس پر غداری کے الزامات تھے، اور آخر میں دو بچے جاہر بوچر کا ''جمہوریت بمع اس کی تمام عملی مشکلات'' کے حق میں نئے سال کا اعلان نامہ چھاپنا۔ دو بچے جہر بوچر کو فوری طور پر بند کر دیا گیا اور الگی مینی زی تنگ کو بھی پروشیائی علاقے میں بند کر دیا گیا۔

رائنشے زی تنگ پر پابندی کی رسمی وجہ سرکاری رعایت کی مبینہ کمی تھی............ مارکس کے بقول ''سرکاری اجازت کے بغیر پروشیا میں کوئی اخبار ایک دن کے لئے بھی نہ کبھی نکلا اور نہ نکل سکتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک کتا بھی سرکاری لائسنس کے بغیر موجود نہیں رہ سکتا''...... اخبار کے شیئر ہولڈروں کا خیال رکھتے ہوئے اس کو سہ ماہی کے آخر تک شائع ہونے کی اجازت دی گئی۔ روج کے نام خط لکھتے ہوئے مارکس نے اعلان کیا: ''پھانسی کے پھندے کے باوجود ہم دوہرے سنسر شپ میں ہیں۔ ہمارا اصلی سنسر افسر جو کہ ایک نفیس شخص ہے وہ خود صوبائی صدر وان گرلاخ کی سنسر شپ میں ہے جو کہ ایک غیر فعال اور فرمانبردار احمق ہے۔ جب اخبار چھپنے کے لئے تیار ہوتا ہے تو اسے پولیس کی ناک کے نیچے دھکیلنا لازمی ہوتا ہے اور اگر وہ سوچیں کہ انہیں کسی مسیحیت مخالف یا غیر پروشیائی چیز کی بو آ رہی ہے تو اخبار شائع نہیں ہو سکتا''۔

افسر وائی تھاس نے سنسر کے عہدے کو چھوڑ کر بہت ہمت اور عمدگی کا مظاہرہ کیا اور اس کے اس اقدام پہ اسے کولون میوزیکل سوسائٹی کی جانب سے ایک گیت سے نوازا گیا۔ اس کی جگہ پر وزارتی سیکرٹری سینٹ پال کو برلن سے بھیجا گیا اور اس شخص نے مکمل طور پر گلا دبا دیا۔

اخبار پہ سختی کو رائن لینڈ کی پوری آبادی نے ذاتی توہین سمجھا اور اس کے خریداروں کی تعداد 3200 تک بڑھ گئی جبکہ آخری وار سے بچانے کے لئے ہزاروں دستخطوں پر مشتمل درخواستیں برلن

بھیجی گئیں۔ شیئر ہولڈروں کا ایک وفد بھی برلن چلا گیا تا کہ بادشاہ سے ملاقات ہو۔ مگر انہیں ملاقات کی اجازت نہیں دی گئی۔ عام آبادی کی درخواستیں سرکاری دفتروں کی ردی کی ٹوکریوں کی نذر ہوتی رہیں اور جن سرکاری اہلکاروں نے بھی ان پر دستخط کئے تھے، انہیں سخت سزائیں دی گئیں۔ البتہ، سب سے بری بات یہ تھی کہ شیئر ہولڈرز اس بات پہ مائل تھے کہ اخبار کی پالیسی نرم کر دی جائے کہ شاید یہ اقدام کارگر ہو سکے جہاں پر کہ ان کی اپیلیں ناکام ہو چکی تھیں۔ یہی سب سے بڑی صورتحال تھی جس نے مارکس کو 17 مارچ کو ایڈیٹری کے عہدے سے مستعفی ہونے پر اکسایا، گو کہ اس اقدام نے آخری وقت تک اسے سنسر شپ کو ہر ممکنہ حد تک تکلیف پہنچانے سے نہیں روکا۔

نیا سنسر افسر سینٹ پال ایک نوجوان بوہیمیائی تھا۔ برلن میں وہ ''آزاد آدمیوں'' کے ساتھ شراب نوشی میں شامل ہوا تھا اور کولون میں وہ جلد ہی چکلوں کے باہر رات کے چوکیداروں کے ساتھ دنگا فساد کے واقعات میں لگ گیا۔ البتہ، وہ ایک چالاک شخص تھا اور اس نے جلدی ہی رائنشے زی تنگ کے ''نظریاتی مرکز'' اور اس کی تھیوریوں کے ''اصلی سرچشمے'' کو دریافت کر لیا۔ برلن کو بھیجی گئی اپنی رپورٹوں میں وہ مارکس کے بارے میں غیر ارادی طور پر احترام سے بات کرتا ہے۔ جس کے کردار اور دانش نے اس پر ایک گہرا نقش چھوڑ دیا، حالانکہ اس کے خیال میں اس نے مارکس کے خیالات میں ''بڑی قیاسی غلطیاں'' دریافت کی تھیں۔ دو مارچ کو وہ برلن کو رپورٹ کرنے میں کامیاب ہوا کہ ''موجودہ حالات میں'' مارکس نے رائنشے زی تنگ کے ساتھ اپنے روابط کم کرنے اور پروشیا چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس رپورٹ نے برلن کے لال بجھکڑوں کو اپنے ریکارڈز میں یہ بات درج کرنے پر مجبور کیا کہ اگر مارکس جلاوطنی اختیار کرے تو یہ کوئی نقصان کی بات نہ ہو گی اس لئے کہ اس کی ''انتہائی جمہوری رائے پروشیائی ریاست کے اصولوں کی قطعی ضد ہے''۔ یہ ایک ایسا بیان تھا جس پر کسی کو اختلاف نہ تھا۔ 18 مارچ کو سینٹ پال نے برلن کو ایک فاتحانہ رپورٹ بھیج دی؛ ''سارے معاملے کا روحِ رواں ڈاکٹر مارکس حتمی طور پر کل ریٹائر ہو گیا اور اس کی جگہ اوپن ہیم نامی ایک معتدل، گو کہ معمولی شخص نے ادارت سنبھال لی .... میں اس پر بہت خوش ہوں .... اور آج مجھے سنسر شپ پر معمول کے وقت کی بہ نسبت محض چوتھائی وقت صرف کرنا پڑا''۔

اس کے بعد سنسر نے یہ تجویز دے کر مارکس کو مبالغہ آمیز داد وتحسین پیش کی کہ مارکس کی ریٹائرمنٹ کے پیش نظر اب رائنشے زی تنگ کو اپنی اشاعت جاری رکھنے کی اجازت دینی چاہیے۔لیکن اس کے آقاؤں نے اس سے کہیں زیادہ بزدلی دکھائی۔انہوں نے اسے ہدایت کی کہ وہ کولنشے زی تنگ کے ہرمزنامی ایڈیٹر کو رشوت دے، اور اس کے پبلشر کو اپنی کامیابی کی اطلاع کردے، جنہیں رائنشے زی تنگ نے باور کرادیا تھا کہ خطرناک مقابلہ ممکن تھا۔اور یہ خفیہ حربہ کامیاب ہوگیا۔

25 جنوری کو جس روز رائنشے زی تنگ کو بند کرنے کے فیصلے کی خبر کولون میں عام ہوگئی تھی، مارکس نے روج کو لکھا: ''مجھے حیرت نہیں ہوئی۔تمہیں معلوم ہے کہ میں شروع سے سنسر شپ ہدایات کے متعلق کیا سوچتا تھا۔جو کچھ اب ہوا ہے میرے خیال میں منطقی انجام کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔میں رائنشے زی تنگ کی بندش کو سیاسی شعور کی بڑھوتری کی نشانی سمجھتا ہوں اور میں اس لئے استعفیٰ دے رہا ہوں۔ بہرصورت، میرے لئے ماحول بہت کشیدہ ہوتا جارہا ہے۔غلامی میں کام کرنا برا ہوتا ہے اور آزادی کے لئے تلوار کے بجائے سوئی چبھونے والی لڑائی سب سے بری لڑائی ہوتی ہے۔ میں حکمرانوں کی منافقت، حماقت اور درندگی سے تنگ آگیا ہوں، میں اپنے لوگوں کے غلامانہ طرز، اطاعت پذیری، حیلہ بازی اور موشگافیوں سے بیزار آگیا ہوں۔اور اب حکومت نے مجھے میری آزادی واپس کردی ہے ....میں جرمنی میں رہ کر مزید کچھ نہیں کرسکتا۔یہاں رہنا خود کو بے آبرو کرنا ہے''۔

8-لُڈوِگ فیور باخ

اسی خط میں مارکس اس مجموعے کے موصول ہوجانے کا ذکر کرتا ہے جس میں اس نے اپنی اولین سیاسی تحریر لکھی تھی۔یہ مجموعہ دو جلدوں میں نمودار ہوا۔

اس مجموعے میں ینگ ہیگلینز کے اولڈ گارڈ نے ایک بار پھر میدان سنبھالا، مگر اس کی صفیں پہلے ہی لڑکھڑا رہی تھیں۔اس گاڑی میں جرات مند مفکر لڈوگ فیور باخ تھا جس نے پہلے ہی ہیگل کا سارا فلسفہ بیکار اشیا کے ڈھیر پہ پھینک دیا تھا' جس نے اعلان کیا کہ "Absolute Idea" (مطلقِ عین) دینیات کی مردہ روح سے زیادہ کچھ نہیں اور لہٰذا یہ خالص واہمہ و بے حقیقت عقیدہ

ہے، جس نے فلسفہ کے سارے رازوں کو انسانیت اور فطرت کے تصور میں تحلیل جانا۔'' فلسفہ کی اصلاح پہ تمہیدی تھیسس''، جو اس نے ''انکڈوٹا'' میں چھاپا، دوسرے لوگوں کے ساتھ ساتھ مارکس کے لئے ایک انکشاف تھا۔

بعد کے برسوں میں اینگلز نے اسے اُس عظیم اثر کا زمانہ شمار کیا جو فیور باخ نے مارکس کے دانشورانہ ارتقا میں 1844ء میں اپنی چھپنے والی سب سے مشہور کتاب ''مسیحیت کا جوہر'' سے ڈالا۔ اینگلز اعلان کرتا ہے کہ اس کتاب کی ''گرمجوشی عمومی تھی اور ہم فوری طور پر فیور باخ کے پیروکار بن چکے تھے''۔مارکس نے ایک آدھ تنقیدی تحفظات رکھ کر ان نئے نظریات کا بہت ''گرمجوشی سے خیر مقدم کیا''۔

''تمہیدی تھیسس'' کے تصورات پہلے ہی ''مسیحیت کا جوہر'' کے تخم میں موجود ہیں۔اور اس لئے اینگلز کی یادداشت کا معاملہ بہت کم اہمیت کا لگتا ہے' مگر حقیقت میں یہ اس قدر کم اہمیت والا نہیں ہے اس لئے کہ یہ فیور باخ اور مارکس کے بیچ دانشورانہ رشتوں کی غلط نمائندگی کرتا محسوس ہوتا ہے۔ فیور باخ صرف دیہی گوشہ نشینی میں اطمینان پاتا ہے مگر وہ کوئی کم لڑاکا نہ تھا۔گیلیلو کی طرح وہ شہر کو قیاسی اذہان کے لئے ایک جیل سمجھتا تھا جبکہ دیہی زندگی کی آزادی میں فطرت کی ''کتاب'' پڑھنے کے لئے کافی ذہن رکھنے والے کسی کی بھی آنکھوں کے لئے کھلی ہے۔یہ، بروک برگ میں گوشہ نشین زندگی گزارنے پہ اس کے خلاف تمام الزامات کے خلاف ہمیشہ سے فیور باخ کا دفاع تھا۔اسے دیہی گوشہ نشینی سے عشق تھا، اس پرانی کہاوت کی وجہ سے نہیں کہ ''خوش قسمت ہے وہ جو گم نامی میں رہتا ہے'' بلکہ اس وجہ سے کہ صلح جویانہ گوشہ نشینی میں اس کے پاس لڑائی جاری رکھنے کے لئے قوت میسر ہوجاتی تھی۔مفکر کے لئے ضروری تھا کہ وہ سکون میں، شہر کے شور شرابہ سے دور، اپنی فکروں کو مرتب کرے۔شہر جس نے شاید اسے نیچر سے دور رکھا تھا جسے وہ پوری زندگی اور اس کے سارے رازوں کا عظیم سرچشمہ تصور کرتا تھا۔

باوجود اس کے کہ وہ دیہی گوشہ نشینی میں رہتا تھا، فیور باخ اپنے زمانے کی عظیم جدوجہدوں میں پیش پیش رہا۔اس کی تحریر نے روج کی تحریر کو مخصوص حدت اور توانائی بخشی تھی۔اپنے ''مسیحیت کا

جوہر'' میں اس نے بتایا کہ انسان دھرم بنالیتا ہے نہ کہ دھرم انسان کو بناتا ہے، اور یہ کہ وہ بلند تر وجود جسے انسان کا تخیل تخلیق کرتا ہے وہ سوائے اُس کے اپنے وجود کے تصوراتی انعکاس کے کچھ بھی نہیں ہے۔ البتہ، عین اسی وقت جب یہ کتاب چھپ گئی مارکس نے اپنی توجہ سیاسی جدوجہد کی طرف مبذول کی تھی جو اسے سیدھا عوامی زندگی کی چہل پہل میں لے گئی۔ وہ ہتھیار جو فیور باخ نے اپنی تحریروں کی بھٹی میں تیار کئے تھے ایسے ماحول کے لئے موزوں نہ تھے۔ ہیگلی فلسفہ پہلے ہی خود کو ان مادی مسائل حل کرنے کے لئے نااہل ثابت کر چکا تھا جو کہ مارکس کے رائنشے زی تنگ میں کام کے دوران پیدا ہوئے تھے، جب ''فلسفہ کی اصلاح پہ تمہیدی تھیسس'' نمودار ہوا اور اس نے ہیگلی فلسفہ کو ''آخری پناہ اور دینیات کے آخری استدلالی سہارے'' کی حیثیت سے عزت بخشی تھی۔

تیرہ مارچ کو روج کو لکھتے ہوئے اس نے اعلان کیا: ''فیور باخ کی کہاوتوں کو میں صرف ایک وجہ سے پسند نہیں کرتا اور وہ یہ کہ وہ نیچر سے خود کو بہت زیادہ جوڑتی ہیں اور سیاست سے بہت کم۔ پھر بھی سیاست کے ساتھ الحاق وہ واحد راستہ ہے جس میں معاصر فلسفہ ایک حقیقت بن سکتا ہے۔ مگر میرا خیال ہے کہ یہ سولہویں صدی کی طرح ہوگا جب نیچر کے حامیوں کو ریاست کے حامیوں کا سامنا ہوا تھا''۔ مارکس کا اعتراض جائز تھا اس لئے کہ اپنے ''تمہیدی تھیسس'' میں فیور باخ نے سیاست کا صرف ایک بار ذکر کیا۔ اور وہاں بھی اس کا رویہ ایڈوانس ہونے کے بجائے ہیگل کی بہ نسبت ایک رجعت پسند تھا۔ انجام یہ کہ مارکس نے ہیگل کے فلسفۂ قانون و ریاست کو اُسی بھرپور انداز میں جانچنے کا فیصلہ کرلیا تھا جس بھرپور انداز میں فیور باخ نے اس کے فلسفۂ نیچر و مذہب کا تجزیہ کیا تھا۔

روج کو لکھے گئے خط کے ایک اور ٹکڑے سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ مارکس اُس وقت فیور باخ کے کس قدر زیر اثر تھا۔ جونہی وہ سمجھ گیا کہ وہ پروشیائی سنسر شپ میں نہیں لکھ سکتا اور یہ کہ پروشیا کی فضا حد سے زیادہ گھٹن والی تھی تو اس نے جرمنی چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا، مگر اپنی مستقبل کی بیوی کے بغیر نہیں۔ 25 جنوری کو اس نے روج کو لکھے اپنے خط میں معلوم کیا کہ آیا وہ ''دوئش چہر بوئے'' میں اس کے کرنے کا کچھ کام ڈھونڈ دے گا جس کا کہ زیورچ سے ہروغ چھاپنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ لیکن چونکہ ہروغ خود زیورچ سے نکال دیا گیا تھا اس لئے وہ اپنے منصوبے پر کام نہ کرسکا۔ روج نے

دوسری تجاویز دیں جن میں ''جہر بوچر'' کی مشترکہ ایڈیٹری کرنے کی تجویز بھی شامل تھی۔ اس نے تجویز دی کہ جب کولون میں اس کا ''ایڈیٹرانہ مقامِ کفارہ'' خاتمے پر تھا مارکس کو لپزک آ کر'' ہمارے حیات بعد الموت کے مقام'' پہ گفتگو کرنی چاہئے۔

تیرہ مارچ کے اپنے خط میں مارکس اصولی طور پر رضامند ہوا مگر اس منصوبے پر اپنی ''عبوری رائے'' کو اس طرح بیان کیا: ''پیرس کے سقوط کے بعد کچھ نے تجویز دی کہ نپولین کے بیٹے کو ریجنٹ بنادیا جائے جبکہ دوسروں نے برناڈوئے کو فرانس کا حکمران بنانے کی صلاح دی، جبکہ کچھ نے لوئی فلپ کے حق میں رائے دی۔ مگر ٹیلی رانڈ نے جواب دیا: یا لوئی ہژدہم یا نپولین۔ یہ اصول کی بات ہوگی یا سازش کی۔ اور میں سوائے سٹراس برگ (اور شاید سوئٹزرلینڈ) سب کو سازش کہتا ہوں، اصول نہیں۔ ضخیم کتابیں عوام کے لئے نہیں ہوتیں اور ہم سب سے اچھا کام یہ کرسکتے ہیں کہ ایک ماہوار رسالہ نکالیں۔ اگر دوئچے جہر بوچر کی دوبارہ اشاعت کی اجازت مل جائے تو ہم زیادہ سے زیادہ یہ کرسکتے ہیں کہ مرحوم نوحہ کی کمزور نقل کرسکیں اور یہ آج کافی نہیں ہے۔ دوسری طرف ایک'' دوئش فرانزوسیچے جہر بوچر'' اصول کی بات ہوگی، نتیجے کی حامل ہوگی اور گرمجوشی کو انسپائر کرنے کی مہم ہوگی''۔

اس خط میں فیور باخ کے ''تمہیدی تھیسس'' کی گونج سنائی دیتی ہے جس میں وہ اعلان کرتا ہے کہ انسان اور زندگانی سے ہم آہنگ ایک فلسفہ کو بنیادی طور پر گال اور جرمن ہونا چاہئے۔ اس کا دل فرانسیسی ہونا چاہئے اور سر جرمن۔ سر اصلاح اور دل انقلابی۔ جہاں کہیں بھی حرکت، جذبہ، ایمان، خون اور احساس ہوگا وہیں روح کا ہونا ممکن ہے۔ صرف لبنٹز کی روح مع اس کے مادی عینی اصول نے جرمنوں کو اپنے نمودِ علم اور عالمانہ انداز سے بچایا تھا۔

19 مارچ کو مارکس کے خط کا جواب دیتے ہوئے روج نے '' گال اور جرمنی کے اصول'' سے متفق ہونے کا اعلان کردیا، مگر انتظام کاری اور کاروباری پہلوؤں نے چند مزید ماہ لے لیے۔

9- شادی اور وطن بدری

اپنی اولیں عوامی جدوجہدوں والی زندگی سے بھرپور برسوں کے دوران مارکس کو بہت سی گھریلو

مشکلات کا بھی سامنا تھا۔ وہ اکثر ان کو نیم دلانہ انداز میں نمٹتا اور وہ بھی اس وقت جب ناخوشگوار لزومیت اسے مجبور کر دیتی۔ قابلِ ترس فلسطیوں کے برعکس جو کہ اپنے ذاتی مسائل میں دنیا کو بھول سکتے ہیں، مارکس کو یہ خاصیت ودیعت ہوئی تھی کہ وہ ''بنی نوع انسان کے بڑے معاملات'' میں اپنی ذاتی تلخ ترین مصیبتوں سے اوپر ابھرے۔ بدقسمتی سے اس کی زندگی نے اس قوت کو بہت تیزی تیزی سے استعمال کے مواقع مہیا کئے۔

ہم ایسے معاملات کی طرف اس کا رویہ اس کے ''حقیر نجی معاملات'' سے متعلق اولین اظہار میں دیکھتے ہیں جو کہ ہم تک پہنچے ہیں۔ 9 جولائی 1842ء کو روج کو لکھتے ہوئے، جس میں اس نے انکڈوٹا میں وعدہ کیا ہوا مضمون نہ بھیج سکنے کی معذرت کی تھی، وہ کئی مشکلات کا ذکر کرتا ہے اور پھر اعلان کرتا ہے: ''بقیہ وقت ناخوشگوار ترین خاندانی مناقشوں نے ضائع اور خراب کر دیا ہے۔ میرے اچھے خاصے کھاتے پیتے گھرانے نے میری راہ میں مشکلات کھڑی کر دیں جس نے مجھے عارضی طور پر بہت خفت آمیز صورتحال سے دوچار کر دیا ہے۔ میں تمہیں ان حقیر نجی معاملات کی تفصیل بتا کر پریشان نہیں کر سکتا اور یہ واقعی خوش قسمتی ہے کہ ہمارے عوامی معاملات کی حالت کسی با کردار شخص کے لئے یہ بات ناممکن بنا دیتی ہے کہ اُس کے ذاتی مسائل اُسے الجھائے رکھیں''۔ یہ اس غیر معمولی اخلاقی قوت کی کئی مثالوں سے محض ایک ہے جس نے فلسطیوں کو ان کے ''نجی معاملات میں چڑچڑا پن بمقابلہ ''بے درد'' مارکس ہمیشہ طیش دلائے رکھا۔

ان ناخواشگوار ترین خاندانی تنازعات کے بارے میں کوئی تفصیل معلوم نہ ہو سکی اور مارکس نے بعد میں صرف ایک بار ان کا تذکرہ کیا، اور وہ بھی محض عمومی طور پر، اس وقت جب '' دوئچے فرانز وسیچے جاہر بوچر'' کی اشاعت شروع ہونے والی تھی۔ روج کو لکھتے ہوئے اس نے اعلان کیا کہ جونہی ان کا منصوبہ ایک زیادہ متعین صورت پکڑے گا وہ کروزناخ جائے گا جہاں اس کے مستقبل کی بیوی کی ماں اپنے خاوند کی موت کے بعد رہنے گئی تھی۔ وہ وہاں شادی کرے گا، اور کچھ عرصہ اپنی ساس کے گھر گزارے گا؛ ''............ میں کسی رومانٹس ازم کے بغیر تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ محبت میں سرتا پا ڈوبا اور بہت سنجیدہ ہوں۔ ہماری منگنی کو سات برس ہو چکے ہیں اور میری مستقبل کی بیوی کو میری طرف داری

میں بہت سخت لڑائی لڑنی پڑی، جزواً اپنے پرہیزگار رسٹوکریٹک عزیزوں کے خلاف جو ''اپنے آسمان کے باپ'' اور برلن کی حکومت کو تعظیم و تکریم کا مساوی حقدار سمجھتے ہیں، اور جزواً میرے اپنے خاندان کے خلاف جس میں کئی ملاّ افراد اور میرے دیگر دشمنوں کا اثر و رسوخ تھا۔ اور ان جدوجہدوں سے اس کی صحت بہت گر چکی ہے۔ چنانچہ برسوں تک مجھے اور میری مستقبل کی بیوی کو غیر ضروری اور تھکا دینے والے جھگڑوں میں الجھنے پر مجبور کر دیا گیا، جھگڑے جو کہ حقیقت میں ہماری عمر کے بہت سے لوگوں کے جھگڑوں سے تین گناہ زیادہ ہیں جو کہ ہر وقت اپنی زندگی کے بارے میں بولتے رہتے ہیں''۔ ہم ان غیر واضح اشاروں کے علاوہ اس دور کی مشکلات کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔

مشکلات کے اندر، مگر نسبتاً جلد، مارکس کے لیزگ جائے بغیر، نئے رسالے کی اشاعت کے انتظامات کئے گئے۔ جب خوشحال روج نے اعلان کیا کہ وہ لٹرار سچے کونٹور میں 6000 تھالر کا شیئر ہولڈر بننے کے لئے تیار ہے، تو فوربل اشاعت کا اجرا کرنے پر تیار ہو گیا۔ مارکس کو بطور ایڈیٹر 500 تھالر تنخواہ دینے کا وعدہ ہوا اور ان امکانات میں اس نے 19 جون 1843ء کو اپنی میری سے شادی کر لی۔

ابھی یہ فیصلہ کرنا باقی تھا کہ دوئچے فرانزوسیچے جہر بوچر کہاں سے شائع ہو؟ برسلز سے، پیرس یا سٹراسبرگ سے۔ نوجوان جوڑا تو ایلسیشین دارالحکومت کو ترجیح دیتا تھا مگر جب روج اور فوربل نے پیرس اور برسلز کا دورہ کیا اور تفصیلات دیکھیں تو بالآخر پیرس کا فیصلہ ہو گیا۔ اور روج نے حوصلہ افزا انداز میں لکھا کہ 3000 فرانکس یا اس سے ذرا زیادہ کے ساتھ مارکس وہاں آرام دِہ طور پہ رہ سکے گا۔

اپنے منصوبے کے مطابق مارکس نے اپنی شادی شدہ زندگی کے اولین کچھ ماہ اپنی ساس کے گھر میں گزارے، اور نومبر میں اپنے نوخیز خاندان کو لے کر پیرس منتقل ہو گیا۔ جرمنی میں اس کی اوائل زندگی کا تحریری ثبوت وہ خط ہے جو 23 اکتوبر 1843ء کو فیورباخ کو لکھا گیا تھا۔ جس میں اس سے نئے رسالے کے اولیں شمارے کے لئے مضمون لکھنے کو کہا گیا جو ترجیحاً شیلنگ کی ایک تنقید پہ ہو؛ ''میں 'مسیحیت کا جوہر' کے دوسرے ایڈیشن کا تمہارا تعارف پڑھ کر یہ نتیجہ اخذ کرنے میں خود کو بالکل حق بجانب سمجھتا ہوں کہ اس باتونی کے لئے تمہارے پاس سٹور میں ضرور کچھ موجود ہو گا۔ یہ

ایک عمدہ ابتدا ہوگی، ہیں نا؟ کس ہوشیاری سے حضرت شیلنگ فرانسیسیوں کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہوا: پہلے کمزور اور وسیع المشرب کزن کو، اور بعد میں حتیٰ کہ ذہین لیروکس کو۔ پائرے لیروکس اور اس کے ساتھی ابھی تک شیلنگ کو ایسا شخص سمجھتے تھے جو ماورائے عقل آئیڈیلزم کی جگہ پر مناسب حقیقت پسندی، مجرد تصورات کی جگہ پر گوشت وخون کے خیالات، اور روایتی فلسفہ کی جگہ پر عالمی فلسفہ رکھتا ہو......آپ ہمارے رسالے کے لئے ایک عظیم خدمت سرانجام دیں گے اور سچ کے کاز کو مزید بڑھاوا دیں گے اگر آپ ہمارے پہلے شمارے کے لئے شیلنگ لکھ دیں۔ آپ ہی اس کام کے لئے موزوں شخص ہیں اس لئے کہ آپ شیلنگ کے بالکل برعکس ہیں۔ اس کے پاس اپنی جوانی کے ایماندارانہ تصورات کے حصول کے لئے (ہمیں اپنے سب سے اچھے مخالفین کا اعتبار کرنے کا حق ہے) کوئی اور ذرائع نہ تھے سوائے تصور کے، کوئی اور توانائی نہ تھی سوائے خودنمائی کے، کوئی اور قوتِ محرکہ نہ تھی سوائے افیون کے، کوئی اور آرگن نہ تھا سوائے ایک جھنجھلا دینے اور کمزور بنانے والی اثر پذیری کے۔ اس کے اندر یہ تصورات ہمیشہ ایک شاندار جوان خواب کی طرح رہے۔ مگر آپ میں یہ سچ بن گئے، حقیقت بن گئے اور مردانہ طور پر وزنی بن گئے ...... چنانچہ میں آپ کو فطرت اور تاریخ دونوں قوتوں کی طرف سے مقرر کردہ شیلنگ کا ضروری اور فطری الٹ سمجھتا ہوں''۔ اس خط کا لہجہ کس قدر دلآویز ہے اور بہ یک وقت اس کا مصنف ایک عظیم جدوجہد کی توقع پہ کس قدر مسرور ہے!۔

مگر فیورباخ جھجکا۔ اس نے بلاشبہ روج کے معرکہ آرا کام کی تعریف کی تھی مگر اب اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ اس کے ''گال وجرمانک اصول'' کی اپیل بھی اسے رام نہ کر سکی۔ مزید برآں یہ اس کی تحریریں تھیں جنہوں نے حکام کے غضب کو ابھارا تھا اور انہیں اس وجود کو بھاری ڈنڈے سے بار بار مارنے پہ مجبور کیا جو جرمنی میں فلسفیانہ آزادی کا مطالبہ کرنے کیلئے ابھی تک موجود تھی۔ لہٰذا فلسفیانہ اپوزیشن کو ملک چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا بصورتِ دیگر وہ دردناک انداز میں ہتھیار ڈالنے کو تیار ہوتا۔

فیورباخ خود ہتھیار ڈالنے والا شخص نہ تھا، مگر بہ یک وقت وہ چٹان سے ٹکرا کر بکھر جانے والی سمندری لہروں کے درمیان کود پڑنے کے لئے کافی جرات جمع کرنے کے قابل بھی نہ تھا جو کہ جرمنی

کی مردہ سرزمین کے گرد متلاطم ہو چکی تھیں۔ مارکس نے اسے قائل کرنے کے لئے جو آتشیں الفاظ استعمال کئے تھے فیورباخ نے ان کا جواب دوستانہ اور دلچسپ دیا تھا، مگر یہ بہرحال ایک انکار تھا۔ یہ اس کی زندگی کا ایک سیاہ دن تھا اور اس کے بعد سے اس کی سب لوگوں سے علیحدگی رفتہ رفتہ دانشورانہ تنہائی بھی بنتی گئی۔

توضیحات

1۔ The Corpus Juris Civils of Justinain۔ شاید انسٹی ٹیوشنز اینڈ ڈائجسٹ

2۔ ایک ''بوجن'' یا پرنٹرز شیٹ سولہ چھاپے ہوئے صفحات کو کہتے ہیں۔ (ترجمہ)

3۔ ''Demagogue'' ریڈیکلز اور لبرلز کو دیا گیا نام ہے، اور چونکہ 1819ء میں کارلسباد فیصلوں سے جمہوری ایجی ٹیشن کی ساری شکلوں پر پابندی تھی اس لئے Demogogue کو غیر قانونی قرار دیا گیا۔ ان کے خلاف پکڑ دھکڑ کے متشدد مہم کو Demagogne Hunt کا نام دیا گیا تھا۔

4۔ Burschenschaft نامی تحریک 1815ء میں ایک بورژوا ڈیموکریٹک سٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے بطور قائم ہوئی جو کہ روایتی ارسٹوکریٹک طلبا کی مخالف تھی۔ یہ ایک آزادی پسند اور لڑاکا روح سے بھری ہوئی تھی اور نتیجے میں اسے 1819ء میں کارلسباد کانگریس کے فیصلے کے تحت دبا دیا گیا۔ یہ تنظیم ابھی بھی وجود رکھتی ہے مگر اس کی ابتدائی اہمیت فطری طور پر بہت عرصہ ہوا ختم ہوگئی۔

5- ہارنیک 1930ء میں فوت ہوگیا۔

7۔ 1834ء میں قائم کردہ جرمن کسٹمز یونین۔

8۔ Referendar لاگریجویٹوں کا آفیشل ٹائٹل ہے جو اولین ریاستی امتحان کے بعد نوکری میں داخل ہوتے ہیں۔ دوسری ریاستی امتحان کے بعد وہ Assessor بن جاتے ہیں جس کے بعد وہ اپنا اصل کیریئر شروع کرتے ہیں۔

13۔ تھیلر؛ سکہ جو تین مارک کا ہوتا ہے۔

باب سہ:

فرانس میں جلاوطنی

1-دوئچے فرانزوسسچے جہر بوچر

یہ نیا اخبار ایک خوش قسمت ستارے کے تحت پیدا نہیں ہوا۔ یہ 1844ء کے فروری کے اواخر میں ایک دگنی ضخامت میں چھپا۔ یہی اس کی پہلی جلد تھی اور یہی آخری بھی۔

بقول روج ''فرانس و جرمنی کے بیچ دانشورانہ اتحاد'' کو تسلیم کرنا ناممکن ہوا۔ ''فرانس کے سیاسی اصول'' نے جرمنی کی شراکت، یعنی ہیگلی فلسفے کی ''استدلالی فراست'' کو تسلیم کرنے میں کوئی سرگرمی نہ دکھائی جس نے کہ مابعدالطبیعاتی میدان میں ایک قطب نما کا کام دینا تھا۔ جہاں روج نے فرانس کو ہوا اور لہر کے رحم وکرم میں بھٹکتے دیکھا۔

روج نے پہلے تو لیمرٹین، لیمنائیس، لوئی بلانک، لیروکس اور پرودھون تک رسائی کی کوشش کی مگر یہ فہرست ہر لحاظ سے خلط ملط تھی۔ صرف لیروکس اور پرودھون کو جرمن فلسفہ کی کچھ شدبد تھی۔ اور ان دونوں میں سے بھی ایک دیہات میں رہ رہا تھا جبکہ دوسرے نے عارضی طور پر لکھنا اس لئے بند کردیا تھا کہ وہ ٹائپ والی مشین کی ایجاد پر سر کھپائے۔ دوسرے (بشمول لوئی بلانک) کبھی ایک مذہبی اعتراض کرتے اور کبھی دوسرا مذہبی نقص نکالتے۔

البتہ دوسری طرف اس اخبار نے جرمن لکھاریوں کا ایک مرعوب کن لشکر جمع کردیا۔ ایڈیٹروں کے علاوہ ہائینے، ہروغ اور جیکوبی جیسے چوٹی کے نام بھی شامل تھے جبکہ دوسری صف میں موسس ہیس اور ایف سی برنیز نامی ایک نوجوان وکیل اہم لوگ تھے۔ اور سب سے کم عمر لکھاری فریڈرک اینگلز کا تو ذکر ہی نہیں جو تصنیف کے میدان میں مختلف مہمات کے بعد پہلی بار اس میدان میں مکمل مسلح طور پر نمودار ہوا۔ مگر یہ جرمن گروہ بھی خلط ملط قسم کا تھا۔ اس میں سے کچھ تو ہیگلی فلسفہ سمجھتے کم تھے اور بالخصوص اس کی ''استدلالی فراست'' تو بالکل نہیں سمجھتے تھے، اس پر طرہ یہ کہ جلد ہی دونوں ایڈیٹروں کے بیچ اختلافات پیدا ہوئے اور مزید تعاون ناممکن ہوگیا۔ دگنی ضخامت (جسے اس کا پہلا اور آخری شمارہ ہونا تھا) نے مارکس، روج، فیورباخ اور ایک نوجوان روسی باکونن کے بیچ خط وکتابت شروع کروادی۔ اس خط وکتابت میں آٹھ خطوط شامل ہیں اور ہر ایک پر اُس کے مصنف کے دستخط موجود ہیں جس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مارکس اور روج نے تین تین اور باکونن اور فیورباخ نے ایک ایک خط لکھا تھا۔ بعد کی ایک تاریخ میں روج نے اعلان کیا کہ ''خط وکتابت'' اس کی تحریر تھی گو کہ اس نے ''اصل خطوط کے اقتباسات کہیں کہیں استعمال'' کئے تھے۔ مگر آخری خط کی سنجیدہ قطع و برید کے ساتھ مارکس کے دستخط ہیں اور جس میں ساری خط وکتابت کے اندر کا اصل نکتہ شامل ہے۔ خط کے مندرجات اس بات پہ کوئی شک نہیں رہنے دیتے کہ یہ واقعی دستخطوں والے مصنفین کی تحریریں ہیں۔ مارکس اس کنسرٹ میں اولیں سارنگی بجاتے ہیں۔

خط وکتابت مارکس نے شروع کی اور ختم بھی اُسی نے کی۔ اس کا پیش لفظ ایک مختصر اور باروح شہنائی کی طرح ہے؛ رومانوی ردِعمل انقلاب کی طرف جارہا تھا۔ ریاست اس بات سے زیادہ سنجیدہ معاملہ تھا کہ اس کی مسخرہ پن کی سطح تک توہین کی جائے۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ ہوجانے سے قبل تک احمقوں سے بھرا بحری جہاز کافی عرصے تک ہوا کے سامنے ہچکولے کھاسکے مگر وہ بالآخر اپنے انجام تک ضرور پہنچے گا۔ جس کے بعد روج نے جرمن فلسطیوں کے ان تھک اور بھیڑ جیسے صبر پر ایک طویل نوحہ کے ساتھ جواب دیا۔ اس کی تحریر جس طرح کہ اس نے خود بعد میں اُسے ''ماتمی اور مایوس کن'' کہہ کر اعلان کیا یا جس طرح کہ مارکس نے فوراً اور نرمی کے ساتھ جواب دیا: ''آپ کا خط ایک اچھا مرثیہ

ہے، مگر یہ کسی طرح بھی سیاسی نہیں ہے۔ اگر دنیا فلسطیوں کی جائیداد ہوتی تب تو دنیا کے ان نوابوں کا مطالعہ اہم ہوتا۔ اگر فلسطی بادشاہت کی مادی بنیاد ہے تو شہنشاہ خود فلسطیوں کا بادشاہ ہونے سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ اپنے باپ سے زیادہ جاگے ہوئے اور زیادہ زندہ پروشیا کے نئے بادشاہ نے فلسطی ریاست کو اس کی اپنی بنیاد پر تحلیل کرنے کی کوشش کی، مگر جب تک فلسطی فلسطی رہتے بادشاہ نہ تو خود کو اور نہ ہی اپنی رعایا کو آزاد انسان بنا سکتا تھا۔ چنانچہ وہی پرانی گلی سڑی غلامانہ ریاست لوٹ آئی۔ اس ہیجانی صورتحال کے اندر کوئی نئی امید نہ تھی۔ تب مارکس نے آقاؤں کی نااہلی اور ان کی رعایا اور نوکروں کے جمود کی طرف اشارہ کیا، جو ہر بات کو خدا کی مرضی کہہ کر آنے اور جانے دیتے تھے۔ یہ دونوں صفات ایک تباہی لانے کیلئے کافی تھیں۔ مارکس نے فلسطی ازم کے دشمنوں کی طرف اشارہ کیا، جو کہ سب کے سب سوچنے والے اور مصیبتیں جھیلنے والے لوگ تھے، جو کہ ایک فیصلے تک پہنچ گئے۔ اس نے حتیٰ کہ پرانی فرمانبردار رعایا کی طرف سے دائم کا ہلانہ نظام کی طرف بھی اشارہ کیا جو روزانہ ایک نئی انسانیت کے کاز میں بھرتی کیلئے ریکروٹس کی منتیں کر رہا تھا۔ جبکہ منافع، تجارت جائیداد اور انسانیت کے استحصال کا نظام، سماج کے اندر تقسیم کو زیادہ تیز رفتاری سے لے جا رہا تھا، ایک ایسی تقسیم جس کی مرمت کرنے کے قابل پرانا سماج نہ تھا۔ وہ صرف موجود اور لطف اندوز تو ہو سکتا تھا اس لئے کہ وہ مندمل اور تخلیق نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے فریضہ یہ تھا کہ پرانی دنیا کو دن کی مکمل روشنی میں گھسیٹ لایا جائے، اور نئی دنیا کو مثبت خطوط پر پروان چڑھایا جائے۔

باکونن اور فیور باخ دونوں اپنے اپنے طرز پر روج کو حوصلہ افزائی کی باتیں لکھ رہے تھے۔ جس نے چنانچہ اعلان کیا کہ وہ ''نئی Anarcharsis (1) اور نئے فلاسفروں'' کے ذریعے اپنا مذہب تبدیل کر چکا ہے۔ فیور باخ نے دو بچے جہر بوچر کے اختتام کا پولینڈ کے اختتام سے موازنہ کرتے ہوئے اعلان کیا کہ کسی سڑے ہوئے معاشرے کے عمومی دلدل میں چند لوگوں کی کاوش کو غیر موثر ہونا ہی ہے، اور پھر روج نے مارکس کو لکھا: ''جس طرح کیتھولک عقیدہ اور ارسٹوکریٹک آزادیاں پولینڈ کو نہ بچا سکیں، اسی طرح تھیالوجیکل فلسفہ اور معزز سائنس ہمیں بچانے میں ناکام ہوئے۔ ہم اپنے ماضی سے، اُس سے ایک فیصلہ کن جدائی کر کے ہی جان چھڑا سکتے ہیں۔ جہر بوچر مر چکا ہے اور ہیگلی فلسفہ

ماضی سے تعلق رکھتا ہے۔ آیئے ہم پیرس میں ایک ترجمان اخبار کے لئے جدوجہد کریں جس میں ہم مکمل آزادی اور بے انتہا دیانت سے خود اپنے آپ پر اور بحیثیت مجموعی جرمنی پر تنقید کر سکیں''۔

پہلا لفظ بھی مارکس کا تھا اور آخری لفظ بھی: واضح طور پر سوچنے والے اور آزاد دماغوں کے لئے آن ملنے کا ایک نیا واضح نکتہ تخلیق کرنا پڑے گا۔ گو کہ ماضی کے بارے میں کوئی شبہ نہیں تھا مگر مستقبل کے بارے میں کافی کنفیوژن تھی؛ ''اصلاح پسندوں کے درمیان ایک عمومی انارکی پھیل چکی ، اور ان سب کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان کے پاس مستقبل کے بارے میں کوئی واضح تصور موجود نہیں ہے۔ البتہ یہ جامع انداز میں نئی تحریک کے فائدے میں ہے کہ ہم نئی دنیا کو عقیدے کے ڈوگما سے دیکھنے کی کوشش نہیں کریں، بلکہ پرانے عقیدے سے اسے دریافت کر کے ایسا کریں۔ اب تک فلاسفروں کے پاس معمہ کا حل ان کے لکھنے کی میز پر تیار موجود تھا، اور بیرونی احمق دنیا کو محض یہ کرنا تھا کہ اپنی آنکھیں بند کرنی تھیں اور اپنا منہ کھول دینا تھا تا کہ مطلق سائنس کی تیار روٹی ان کے منہ میں آئے۔ فلسفہ سیکولر بن چکا ہے اور اس کا سب سے اہم ثبوت یہ ہے کہ فلسفیانہ شعور خود قضیہ کے مرکز میں مکمل طور پر کھچ آیا۔ بلاشبہ ہمارا کام یہ نہیں کہ ہم پیشگی میں مستقبل تعمیر کریں اور سارے وقتوں کے سارے مسائل حل کریں۔ مگر یقیناً موجودہ دنیا پہ بے رحم تنقید کرنا ہمارا فریضہ ہے۔ بے رحم سے میرا مطلب ہے کہ ہمیں خود اپنے حاصل کردہ نتائج سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے اور اسی طرح موجودہ قوتوں کے ساتھ مدبھیڑ میں آنے سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیئے''۔

مارکس کو کسی ڈوگما والے معیار کے شروع کرنے کی کوئی خواہش نہ تھی۔ وہ اُس کمیونزم کو ڈوگما والا تجربہ گردانتا تھا جس کی وکالت کیبٹ، ڈزامی اور ویٹلنگ کرتے تھے۔ خواہ کوئی پسند کرتا یا نہیں، معاصر جرمنی کی سب سے بڑی دلچسپی مذہب میں تھی اور سیاست میں محض ثانوی۔ انہیں ایک ریڈی میڈ نظام پیش کرنے کا کوئی فائدہ نہ تھا جو کہ مثلاً ''اکاریا کا سفر'' (2) میں موجود تھا۔

مارکس نے ''احمق سوشلسٹوں'' کے رویے کی مذمت کی جو یہ سمجھتے تھے کہ سیاسی معاملات ان کی شان سے نیچے کے معاملات ہیں۔ سوشلسٹ سچائی تک ہر جگہ سیاسی حالت کے اندر موجود تضاد سے پہنچا جا سکتا ہے، اس کے آئیڈیل مشن اور اس کے مفروضہ نظریہ کے بیچ تضاد سے: ''لہٰذا ہمیں اپنی

تنقید سیاست کی تنقید سے شروع کرنے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ اس طرح ہمیں دنیا کے سامنے خود کو ایک عقیدہ والے انداز میں پیش کرنے سے بچنا چاہیے............ ہمیں دنیا کے لئے اس کے پرانے اصولوں میں سے نئے اصول وضع کرنے ہوں گے۔ ہمیں دنیا کو یہ نہیں کہنا چاہیے: ''اپنے جھگڑے روک دو۔ باقی سب احمق ہیں، بس ہمیں سنو۔ ہمارے پاس اصل سچائی ہے''۔ بلکہ اس کے بجائے ہمیں دنیا کو دکھا دینا چاہیے کہ وہ جدوجہد کیوں کرتی ہے۔ اور یہ شعور ایک ایسی چیز ہے جسے خواہ وہ پسند کرے یا نہ کرے، اسے حاصل کرنا چاہیے''۔ مارکس نئے اخبار کے پروگرام کو یوں بتاتا ہے: عہد کو اُس کی جدوجہدوں اور اس کی خواہشات کا احساس کرنے میں مدد دینا۔

مارکس تو اس نتیجے تک پہنچا مگر روج نہیں۔ حتیٰ کہ ''خط وکتابت'' بھی بتاتی ہے کہ مارکس ڈرائیور تھا اور روج گاڑی۔ ایک اضافی عنصر یہ تھا کہ پیرس پہنچنے کے بعد روج بیمار پڑ گیا اور وہ ایڈیٹوریل کام میں کم حصہ لے سکتا تھا۔ لہٰذا وہ اپنی صلاحیتوں کو بھرپور انداز میں استعمال کرنے کے قابل نہ تھا اور اس کی نظر میں مارکس اس مقصد کے لئے کچھ ''زیادہ ہی مفصل اور انقلابی'' تھا۔ مارکس اخبار کو وہ صورت اور رویہ دینے کے قابل نہ تھا جسے وہ موزوں ترین خیال کرتا تھا۔ البتہ وہ پہلے شمارے سے زیادہ ناخوش بھی نہ تھا اور اس نے ''اس میں کچھ بہت ہی ممتاز چیزیں دیکھیں جو جرمنی میں ایک تہلکہ مچا دیں گی''۔ گو کہ اس نے شکایت کی کہ جلدی میں'' کئی کھردری چیزیں'' بھی چھپیں اور وہ انہیں بہتر بنا سکتا تھا۔ اس اخبار کو جاری رہنا تھا مگر باہر کی کئی رکاوٹوں نے ایسا نہ ہونے دیا۔

سب سے پہلے ''لیٹریریشے کونٹور'' کے فنڈ جلد ہی ختم ہو گئے اور فوربیل نے اعلان کیا کہ مزید رقم کے بغیر وہ نہیں چل سکتا۔

دوئم، پروشیائی سرکار نے ڈوئچے فرانزوسیچے جہر بوچر کی اشاعت کے اولیں اعلان کے بعد فوری طور پر ایکشن لیا۔ البتہ اس کے ایکشن کو میٹرنخ کی طرف سے کم ہمدردی ملی اور گورنروں سے تو اور بھی کم۔ اور اسے وقتی طور پر ایکشن روکنا پڑا اور سارے پروشیائی صوبوں کے گورنروں کو اطلاع دینی پڑی کہ جہر بوچر غدار ہے۔ بہ یک وقت گورنروں کو روج، مارکس، ہائینے اور برنیز کو ممکنہ حد تک بغیر گڑبڑ کے گرفتار کرنے کی ہدایت کی۔ یہ ایکشن نسبتاً بے ضرر تھا، مگر پروشیا کے بادشاہ کا بے

چین ضمیر اس وقت زیادہ خطرناک ہو گیا جب اس نے اسے اپنے ماتحتوں کو سرحدوں پر نگرانی بڑھانے کی ہدایت دینے پر اکسایا۔ وہ ایک رائن سٹیمر پر ڈوئچے فرانزوسیچے جہر بوچر کی سو کاپیاں اور برگزابرن کے قریب سرحد پر دو سو کاپیاں ضبط کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ بہت چھوٹی سرکولیشن کے پیشِ نظر یہ پبلشروں کے لئے بہت بڑے دھچکے تھے۔

جب اندرونی اختلافات پہلے سے موجود ہوں تو وہ بیرونی مشکلات سے جلد ہی تلخ اور بلند آہنگ ہوتے ہیں۔ روج کے بقول ان حالات نے مارکس کے ساتھ اس کی علیحدگی کو تیز کیا، یا حتیٰ کہ اس کی وجہ بنے۔ اور اس بات میں وزن ہے اس لئے کہ مارکس پیسے کے معاملات میں ایک معزز لاتعلقی رکھتا تھا مگر روج بالکل اس کے الٹ تھا۔ وہ ایک پنساری جیسا متجسس اور لالچی تھا۔ وہ اس وقت نقد کی جگہ مال دینے والا نظام استعمال کرنے سے نہ جھجکتا تھا جب مارکس کو پہلے سے طے شدہ تنخواہ دیتا تھا۔ وہ اسے رقم کے بدلے میں جہر بوچر کی کاپیاں پیش کرتا۔ اور وہ اس مبینہ تجویز پر بالکل غضبناک ہو گیا کہ اشاعت جاری رکھنے کی خاطر وہ اپنا پیسہ لگا دے۔ ایک ایسی ہی صورتحال میں یقیناً مارکس نے اپنا پیسہ لگا دیا مگر ایسا نہ تھا کہ اس نے روج کو بھی یہی کرنے کی تجویز دی۔ شاید اس نے روج کو پہلی ناکامی پر پتے نہ پھینک دینے کا مشورہ دیا اور یہ ممکن ہے کہ روج، (جو کہ پہلے ہی اس تجویز سے ناراض تھا کہ اخبار کے لئے ویٹلنگ کی تحریریں حاصل کرنے کے لئے اسے کچھ اور رقم ڈالنی چاہیے) کو اس مشورے سے اپنی جیب پر ایک خطرناک حملے کا شک ہوا۔

مزید برآں، روج علیحدگی کی اصل وجہ خود بتا دیتا ہے جب وہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ فوری وجہ ہروغ کے بارے میں ایک جھگڑا تھا جسے وہ گو کہ ''شاید زیادہ زور دے کر'' ایک ''رنگیلا'' کہتا تھا۔ جبکہ مارکس کے خیال میں ہروغ ایک عظیم مستقبل رکھتا تھا۔ دراصل جہاں تک ہروغ کا معاملہ تھا، روج حق پر تھا؛ اس شخص کا کوئی ''عظیم مستقبل'' نہ تھا۔ اور وہ اس زمانے میں پیرس میں جس طرز زندگی سے زندگی گزار رہا تھا وہ قابلِ اعتراض تھا۔ حتیٰ کہ ہائینے نے بھی اس کی سخت مذمت کی۔ روج تسلیم کرتا ہے کہ مارکس خود بھی اس شخص سے خوش نہ تھا۔ بہرحال، اس فاش غلطی نے ''تلخ'' اور ''سخت'' مارکس کو زیادہ عزت بخشی بہ نسبت اُس کے جو روج کی پراسرار جبلت نے ''دیانتدار اور

بے داغ'' روج کو بخشی ۔اس لئے کہ مارکس کو انقلابی شاعر پہ تشویش تھی جبکہ روج پٹی بورژوا
اخلاقیات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

یہ اُس غیر اہم واقعہ کا وہ گہرا نتیجہ تھا جس نے ان دونوں کو ہمیشہ کے لئے علیحدہ کر دیا۔
ایک انقلابی کی حیثیت سے مارکس کافی عرصہ قبل روج سے ناراض ہوا ہوگا، ہروغ کے بارے میں
تنازعہ نے تو محض فیصلہ کن نتیجے تک پہنچایا۔

اگر کوئی شخص روج کو اچھی طرح جاننا چاہے تو اُسے اس کی یادداشتیں پڑھنی چاہئیں جو
اس نے بیس برس بعد لکھیں۔ یہ چار جلدیں اُس کی زندگی کی اُس وقت کی سوانح ہیں جب دوچئے جہر
بوچر چھپنا بند ہوا۔ یعنی اُس پورے عرصے تک جب روج ان سکول ماسٹروں اور شاگردوں کے
لٹریری ایڈوانس گارڈ والی بے داغ مثال تھا جو ایک ایسی بورژوازی کی جانب سے بولتے تھے جو
چھوٹی تجارت اور بڑے واہموں میں زندہ تھی۔ان کے پاس روج کے بچپن کے وقت سے دلکش
تصویروں والی دولت تھی جسے وہ روجن اور پومیرانیا کے نشیبی علاقوں پر خرچ کرتے تھے اور وہ بورچنچا
فٹن اور ''ڈیما گاگ ہنٹ'' کے ہلچل والے عہد کے جرمن لٹریچر میں ایک ممتاز نسخہ دیتے تھے۔روج
کی بدقسمتی یہ تھی کہ اس کی یادداشتیں ایک ایسے وقت چھپیں جب جرمن بورژوازی بڑے کاروبار کے
حق میں اپنی بڑی خوش فہمی کو ترک کرنے لگی تھی۔ اور اس طرح اس کی یادداشتوں پر کسی نے دھیان
نہ دیا جبکہ رائٹرز کی لکھی ''فیسٹنگ سٹڈ'' نامی (تاریخی اور ادبی لحاظ سے ادنیٰ) کتاب کا تالیوں کی گونج
میں استقبال کیا گیا۔روج ''بروچنچا فٹن'' کا واقعی ایک سرگرم ممبر رہا جبکہ رائٹر نہیں۔ بہرحال، جرمن
بورژوازی پہلے ہی پروشیائی سنگین بردار بندوق کے ساتھ فلرٹ کر رہی تھی اور وہ رائٹر کی ''سنہری
ظرافت'' اور خوش طبع طرز کو زیادہ ترجیح دیتی تھی جس میں کہ اس نے ''ڈیما گاگ ہنٹ'' کے دنوں
میں انصاف کے اندر سرزد ہوئی ہوئی بدنام حماقت کا ذکر کیا۔

مگر روج کے مفصل بیانیہ میں بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ قبل از مارچ لبرلزم، فلسطی ازم کے
نفیس الفاظ کے سوا کچھ نہ تھی، اور اس کے ترجمان لوگ فلسطی تھے اور انہوں نے آخر تک فلسطی ہی
رہنا تھا۔روج ان سب میں سے خوش مزاج تھا۔ اور اپنی نظریاتی حدود کے اندر وہ بہت بہادری سے

لڑا۔مگر اسی طبیعت نے اس کے انحراف کو اس وقت آسان بنا دیا جب پیرس میں وہ ماڈرن زندگی
کے عظیم تضادات کے آمنے سامنے آیا۔

اس نے سوشلزم سے فلسفیانہ انسانیت دوستوں کے مشغلے کے بطور مصالحت کی۔مگر پیرس
کے دستکاروں کے کمیونزم نے اسے ہڑبونگ بھری وحشت اور فلسطی والے خوف میں مبتلا کر دیا۔
''ڈوچئے فرانزوسیچے جہر بوچر'' میں اس نے ایک زیبائش کے ساتھ ہیگلی فلسفے کی سزائے موت پر
دستخط کر دیے، مگر سال گزرنے سے پہلے ہی اس نے اس کے بے ڈھنگے ترین وارث یعنی سٹرنر کے
فلسفے کا خیر مقدم کیا۔ جسے اس نے کمیونزم کے خلاف چیمپین قرار دیا۔اس کی نظر میں کمیونزم تمام
حماقتوں سے بڑھ کر ایک حماقت تھی جسے نئی مسیحیت سادہ ترین الفاظ میں یوں بیان کرتی تھی: ایک
ایسا نظام جہاں انسانی معاشرہ ایک کھیتی باڑی والے باڑ میں اپنی نسل کی خوبیاں کھو بیٹھا ہو۔

روج اور مارکس کے بیچ علیحدگی ناگزیر ہوگئی۔

2۔ایک فلسفیانہ منظر نامہ

چنانچہ ''ڈوچئے فرانزوسیچے جہر بوچر'' ایک ضائع شدہ حمل تھا۔ جب یہ بات صاف ہو
گئی کہ اس کے ایڈیٹر مستقل طور پر اکٹھے کام نہیں کر سکیں گے تو پھر یہ بات اہم نہ رہی کہ وہ کب اور
کس طرح علیحدہ ہو جائیں۔جلد علیحدگی، دیر علیحدگی سے بہتر تھی۔ یہی کافی تھا کہ مارکس چیزوں کو
واضح طور پر دیکھنے کے راستے پر ایک عظیم قدم اٹھا رہا تھا۔

اس نے ڈوچئے فرانزوسیچے جہر بوچر میں دو مضامین لکھے: ''قانون کے ہیگلی فلسفہ پر
ایک تنقید کا تعارف''، اور اُن دو کتابوں پر ایک تبصرہ جو یہودی مسئلہ پر برونو بائیر نے لکھی تھیں۔گو کہ
یہ دونوں مضامین مختلف معاملات سے متعلق ہیں، مگر وہ نظریاتی مواد کے اعتبار سے باہم ملے ہوئے
ہیں۔ بعد میں مارکس نے ''قانون کے ہیگلی فلسفہ'' پر اپنی تنقید کو اس اعلامیہ میں خلاصہ کے انداز
میں بیان کیا کہ تاریخی نشوونما کی تفہیم سماج کے اندر ڈھونڈنی ہوگی نہ کہ ریاست کے اندر۔ دوسرے
مضمون میں وہ اس موقف کی مزید وضاحت بیان کرتا ہے۔

ایک دوسرے زاویے سے یہ دونوں مضامین ایک ذریعہ اور نتیجہ کے بطور باہم متعلق ہیں۔
پہلا مضمون پرولتاری طبقاتی جدوجہد کے فلسفیانہ خدوخال بتاتا ہے جبکہ دوسرا سوشلسٹ معاشرے کا فلسفیانہ خاکہ بیان کرتا ہے۔ البتہ نہ یہ نہ وہ فی البدیہہ لکھے گئے ؛ بلکہ دونوں اپنے مصنف کی دانشورانہ نشوونما ایک منطقی انداز میں ظاہر کرتے ہیں۔ وہ پہلا مضمون براہِ راست فیور باخ سے شروع کرتا ہے جس نے مذہب پر تنقید مکمل کی تھی: انسان مذہب کو بناتا ہے، مذہب انسان کو نہیں بناتا۔

مارکس اس بات سے شروع کرتا ہے کہ انسان دنیا سے باہر وجود رکھنے والا کوئی تجریدی وجود نہیں ہے۔ انسان، انسانوں کی دنیا ہے۔ ریاست، سماج، ایک ایسی دنیا جس نے مذہب کو ایک عالمی شعور کی طرح بنایا۔ لہٰذا مذہب کے خلاف جدوجہد اس دنیا کے خلاف جدوجہد ہے جس کی روحانی مہک مذہب ہے۔ لہٰذا دنیا کی حقیقت واضح کرنا تاریخ کا فریضہ ہے، اس لئے کہ آسمان کی حقیقت غائب ہوچکی ہے۔ لہٰذا آسمان کی تنقید زمین کی تنقید بن جاتی ہے، مذہب کی تنقید قانون کی تنقید، اور دینیات کی تنقید اور سیاست کی تنقید بن جاتی ہے۔

البتہ جرمنی میں یہ تاریخی فریضہ صرف فلسفہ کے ذریعے ادا ہوسکتا ہے۔ اگر جدید سیاسی سماجی حقیقت کو تنقید کا موضوع بنا دیا جائے، تو تنقید خود کو جرمن حقیقت پائے گی یا یہ اپنے اصل معروض کو پہنچنے میں ناکام ہوگی۔ اس حقیقت کی ایک مثال اس وقت تک کی جرمن تاریخ کے پاس تھی، ایک اناڑی رنگروٹ کی طرح محض اُسی پرانی گلی سڑی ڈرل کو کرتے رہنے کا فریضہ جسے مارکس موجودہ عہد کے بڑے مسائل میں سے ایک کہتا ہے، صنعت یا عمومی طور پر دولت کی دنیا کا سیاسی دنیا سے تعلق۔

یہ مسئلہ جرمنوں کو غیر ملکی اشیاء پر ٹیکسوں، امتناعی ٹیکسوں، قومی معیشت کے نظام کی صورت میں لگا دیتا ہے، چنانچہ جرمن وہاں سے شروع کر رہے ہیں جہاں پہ برطانوی اور فرانچ ختم کر رہے ہیں۔ وہ قدیم اور فرسودہ حالات جن سے یہ ممالک نظریاتی طور پر بغاوت میں ہیں اور جنہیں یہ اس طرح برداشت کر رہے ہیں جس طرح کوئی ہتھکڑیوں جولانوں کو برداشت کرتا ہے، جرمنی میں ایک امید افزا مستقبل کے ابھرتے سورج کی طرح استقبال ہو رہا ہے۔ فرانس اور انگلینڈ میں مسئلہ ہے: سیاسی معیشت یا سماج کی دولت پر بالا دستی کا۔ جرمنی میں یہ ہے: قومی معیشت پر نجی ملکیت کی

بالا دستی کا۔ ایک طرف گرہ کھولنے کا معاملہ ہے اور دوسری طرف اُسے پہلے باندھنے کا۔

گو کہ جرمن دوسری قوموں کے تاریخی ہم عصر نہیں ہیں، مگر فلسفیانہ ہم عصر ہیں۔ قانون اور ریاست کے جرمن فلسفہ کی تنقید، جس نے ہیگل کے ہاتھوں منطقی صورت اختیار کر لی ہے، وقت کے ان اہم ترین سوالوں کے مرکز تک لے جاتی ہے۔ مارکس تب، ان دونوں رجحانات کی طرف اپنا رویہ واضح طور پر بیان کرتا ہے جو رائنیشے زی تنگ میں ساتھ ساتھ موجود تھے۔ فیور باخ نے فلسفہ کو کوڑے کے ڈھیر میں پھینک دیا تھا۔ مارکس ''کپاس کے نوابوں اور لوہے کے سوداگروں'' پر واضح کرتا ہے: آپ لوگ فلسفہ کے ختم کرنے کے مطالبے پر حق بجانب ہیں، مگر آپ پہلے اسے تسلیم کئے بنا اسے ختم نہیں کر سکتے۔ وہ اپنے پرانے دوست برونو بائیر اور اس کے حامیوں سے اس کے برعکس کہتا ہے: آپ فلسفہ کو تسلیم کرانے کے مطالبے پر حق بجانب ہیں مگر آپ اسے ختم کئے بنا تسلیم نہیں کر سکتے۔

فلسفہِ قانون پر تنقید خود کو ان اہداف کے گرد گھماتی ہے جن کے حل کے لئے صرف ایک ذریعہ موجود ہوتا ہے؛ عمل۔ جرمنی خود کو کیسے ایک عملی سطح پر اٹھا سکتا ہے، ایک انقلاب کی سطح تک جو اسے نہ صرف جدید انسانوں کی سطح تک بلند کرے بلکہ اُس انسانی سطح تک جو ان لوگوں کا فوری مستقبل ہوگا؟ کیسے وہ ایک واحد قلا بازی کھائے گا نہ صرف اپنی محدودیات پہ، بلکہ بہ یک وقت جدید انسانوں کی محدودیات پہ، محدودیات جنہیں وہ واقعی اپنی محدودیات سے نجات سمجھے، اور جنہیں وہ خود حاصل کرنے کا جتن کرے؟

تنقید کا ہتھیار یقیناً ہتھیاروں کی تنقید کا متبادل نہیں ہوسکتا۔ مادی قوت کا تختہ مادی قوت ہی الٹتی ہے، مگر تھیوری بذات خود اُس وقت ایک مادی قوت بن جاتی ہے جب یہ عوام الناس کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ اور یہ فوراً ایسا کرتی ہے جب یہ ریڈیکل بنتی ہے۔ البتہ ریڈیکل انقلاب کو منفعل عنصر کی ایک مادی بنیاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ تھیوری عوام میں صرف اُس عوام کی ضرورتوں کی حد تک ذہن نشین ہوجاتی ہے۔ یہ کافی نہیں ہے کہ آئیڈیا ذہن نشینی تک آگے بڑھتا جائے؛ حقیقت کو خود تصور کی طرف بڑھنا چاہیے۔ اس کی جرمنی میں کمی تھی جہاں سماج کے مختلف دائرے ڈرامائی نہیں بلکہ رزمیہ انداز میں مربوط ہیں، جہاں درمیانے طبقے کا اخلاقی اعتماد بھی مکمل طور پر اس شعور پر مبنی ہے کہ یہ دوسرے تمام

طبقات کا فلسطی ازم اوسط درجہ کی عمومی نمائندہ ہے؛ جہاں بورژوا سماج کا ہر دائرہ اپنی فتح کا جشن منانے سے پہلے اپنی شکست میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور اپنی وسیع النظری دکھانے کا موقع پانے سے قبل اپنی تنگ نظری بتاتا ہے؛ جہاں ہر طبقہ اپنے سے نچلے طبقے کے ساتھ جدوجہد میں شامل ہوتا ہے بجائے اس کے کہ یہ اپنے سے اوپر کے طبقے کے ساتھ جدوجہد میں مصروف ہو سکے۔

بہر حال، اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ریڈیکل انقلاب یعنی عمومی انسانی نجات جرمنی میں ناممکن ہے۔ یہ محض ایک سیاسی انقلاب کی ناممکنی ثابت کرتا ہے۔ ایک ایسے انقلاب کے لئے بنیادی شرائط جرمنی میں کم ہیں۔ وہ شرائط ہیں؛ ایک طرف ایک طبقہ جو خود اپنی مخصوص صورتحال سے سماج کی عمومی نجات کا بیڑہ اٹھائے، گو کہ محض اس مفروضے پر کہ سارا سماج اسی طبقے کی طرح کی صورتحال سے دو چار ہے۔ دوسری طرف ایک طبقہ جس میں سماج کی ساری خرابیاں مرکوز ہوں، ایک مخصوص سماجی دائرہ جسے سارے سماج کے بدنام زمانہ جرم کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے، تاکہ اس طبقے سے نجات سماج کی نجات کی طرح نظر آئے۔

ایک نیم انقلاب کی ناممکنی سے مارکس ایک ریڈیکل انقلاب کے امکان کا نتیجہ نکالتا ہے۔ وہ، امکان کہاں ہے؟ کا جواب یوں دیتا ہے: ''ریڈیکل رشتوں کے ساتھ ایک طبقے کی ساخت میں، ایک طبقہ جو کہ بورژوا سماج کا طبقہ نہیں ہے۔ اس طبقہ کو ضرور سارے طبقات کی تحلیل ظاہر کرنا ہے۔ اسے ضرور اپنے عالم گیر دکھ کے نتیجے میں عالمگیر خصوصیات کے سماج کا حلقہ ہونا ہے، اسے کسی خاص حق کا مطالبہ نہیں کرنا اس لئے کہ اس کے ساتھ بذاتِ خود برائی کے علاوہ کوئی مخصوص برائی نہیں کی گئی۔ اسے مزید ایک تاریخی اعزاز کے لئے بلکہ محض ایک انسانی اعزاز کیلئے اپیل کرنی ہے۔ اسے مزید نتائج کے محض یک طرفہ تضاد میں نہیں بلکہ جرمن ریاست کے مفروضہ تصور کے ہمہ جہت اور عمومی تضاد میں کھڑا ہونا ہے۔ اور آخر میں اسے ایسی حالت کا ہونا ہے کہ اسے سماج کے دوسرے تمام حلقوں سے نجات حاصل کئے بغیر نجات حاصل ہی نہ ہو سکے۔ لہٰذا بہ یک وقت انہیں نجات دلا کر، سماج کی یہ تحلیل پرولتاریہ ہے۔ اس نے جرمنی میں نشو و نما پانا شروع کیا جب صنعتی انقلاب ملک پر چھا گیا، اس لئے کہ اسے فطری نہیں بلکہ مصنوعی غربت نے بنایا، محض سماج کے وزن

سے کچل ڈالے گئے عوام الناس نے نہیں بلکہ ان عوام الناس نے بنایا جو سماج کے یک دم تحلیل ہونے، بالخصوص درمیانے طبقات کی تحلیل سے بنے ہیں۔ گو کہ بتدریج فطری طور پر غریب اور مسیحی جرمانوی رعیتی غلام ان عوام الناس کی صفوں میں داخل ہوتے رہے۔

جس طرح فلسفہ پرولتاریہ کے اندر اپنا مادی ہتھیار پاتا ہے، اسی طرح پرولتاریہ فلسفے کے اندر اپنا دانشورانہ ہتھیار دیکھتا ہے۔ اور جونہی فکر کی بجلی عوام الناس کے اندر گہری کوند جاتی ہے، جرمنوں کی نجات ہو جاتی ہے۔ جرمنوں کی نجات انسان کی نجات ہے۔ فلسفہ کو پرولتاریہ کے ختم کیے جانے کے بغیر ذہن نشین نہیں کیا جا سکتا، پرولتاریہ فلسفہ کو ذہن نشین کئے بغیر خود کو ختم نہیں کر سکتا۔ جس دن ساری اندرونی شرائط پوری ہوں گی اسی دن گال کے صبح کے مرغے کی بانگ کے ذریعے جرمن حشر کا اعلان کیا جائے گا۔

اپنے مافیہ اور ہیئت دونوں اعتبار سے یہ مضمون مارکس کی نوجوانی کی تمام تحریروں میں اول نمبر پر ہے۔ اس میں موجود بنیادی تصورات کا ایک مختصر خاکہ فکر کی اُس امیری کا محض ایک نمونہ ہے جہاں مارکس اس طرح کی ظرافت سے بھرے اور جامع صورت میں بیان کرنے کا ماہر ہے۔ اور وہ جرمن پروفیسر جنہوں نے اس مضمون کے طرز کو گڈمڈ پایا اور اس کے طرز کو خوفناک ذائقے میں پایا، انہوں نے خود اپنے خلاف شرمناک وصیت لکھی۔ بہر حال، روج تک نے اس مضمون کے ''مزاح کو حد سے زیادہ مصنوعی'' پایا۔ اس نے مضمون کی ''بے شکلی'' پر تنقید کی مگر اس کے اندر ''جدلیات کی طرف نشو و نما پاتی ہوئی ایک ناقدانہ صلاحیت'' دیکھی۔ یہ غیر مناسب تنقید نہیں ہے اس لئے کہ نوجوان مارکس کبھی کبھی اپنی تلوار ہوا میں لہرا کر محض اس کی سائیں سائیں کی آواز سے خوش ہوتا تھا، گو کہ عمل میں یہ تلوار خوب تیز اور بھاری ہے۔ غرور، تمام باصلاحیت نوجوانوں کو جہیز کے بطور ملتا ہے۔

بہر حال یہ مضمون مستقبل کا جو فلسفیانہ منظر نامہ کھولتا ہے وہ ابھی بہت دور ہے۔ کوئی شخص ماسوائے بعد کے مارکس کے زیادہ درست ثابت نہ ہوا کہ ایک واحد چھلانگ میں کوئی بھی قوم اپنی تاریخی ترقی کے ضروری مراحل کو نہیں پھلانگ سکتی۔ گو کہ اس مضمون میں خاکہ کشی کیے ہوئے منظر نامے دھندلے تھے، مگر وہ غلط نہ تھے۔ تفصیل میں کئی چیزیں دوسری طرح نکلیں مگر مجموعی طور پر وہ اسی

طرح ہی نکلیں جس طرح کہ اس نے پیش گوئی کی تھی ۔ جرمن بورژوازی اور جرمنی پرولتاری دونوں کی تاریخ اُس کی تائید کرتی ہے ۔

3- ''یہودی مسئلے پر''

وہ دوسرا مضمون جسے مارکس نے ڈوئچے فرانزوسیچے میں شائع کیا وہ اپنے فارم میں تو اتنا دلکش نہیں ہے، مگر تنقیدی تجزیے کی قوت میں اعلیٰ ترین ہے۔ اِس دوسرے مضمون میں وہ انسانی نجات اور سیاسی نجات کے بیچ فرق کو یہودی مسئلے پر برونو بائیر کے لکھے دو مقالوں پر، کی بنیاد پر پرکھتا ہے۔

بروقت یہ مسئلہ سامی مخالف اور سامی حامی چھوٹی بڑی ٹانگوں کی دلدل میں گہرا نہیں ڈوبا تھا۔ سماج کا ایک طبقہ (جو اپنی قوت مرکنٹائل اور قرضی سرمایہ کے سب سے ممتاز نمائندوں کی حیثیت سے بڑھا رہا تھا) اپنے مذہب کی وجہ سے سارے شہری حقوق سے محروم تھا، ماسوائے اُن خصوصی رعایتوں کے جو وہ اپنے سُودی کاروبار کے نتیجے میں لے رہا تھا۔

''روشن خیال مطلق العنانیت'' کے مشہور ترین نمائندہ، سانس ساوسی کے فلاسفر، فریڈرک دی گریٹ نے اُن امیر یہودیوں کو ''مسیحی بینکروں کی آزادی'' عطا کر کے دنیا کو ایک اخلاقی بات کا سبق دیا، جنھوں نے غیر ملکیوں اور دیگر مشکوک مالیاتی آپریشنوں کو ایجاد کرنے میں اُس کی مدد کی؛ جبکہ اس نے فلاسفر موسس مینڈلسن کی اپنے علاقے میں موجودگی کو محض اس لئے برداشت نہ کیا کہ وہ ایک فلاسفر تھا اور اپنی ''قوم'' کو جرمنی کی دانشورانہ زندگی میں راہنمائی کرنے کی جدوجہد کر رہا تھا، بلکہ اس لئے کہ وہ امیر اور معتبر یہودیوں میں سے ایک کے اکاؤنٹنٹ کے عہدے پر فائز تھا۔

ایک آدھ استثنا کے سوا، حتیٰ کہ بورژوا روشن خیال تحریک کے بانی رہنماؤں نے بھی محض اُن کے مذہب کے سبب، آبادی کے ایک پورے حصے کی جلاوطنی پر کوئی خاص اعتراض نہ کیا۔ بنی اسرائیلی مذہب ان کے لئے ناگوار تھا اس لئے کہ وہ مذہبی عدم برداشت کا نقشِ اول تھا جس سے کہ مسیحیت نے پہلے ''انسانی کاٹ چھانٹ'' سیکھا تھا۔ جبکہ دوسری طرف، یہودیوں نے بورژوا روشن فکر تحریک میں کوئی دلچسپی نہ دکھائی۔ یہودی اس وقت خوش ہوئے جب روشن فکر تنقید نے مسیحیت

کے مذہب کو آڑے ہاتھوں لیا، اس لئے کہ وہ بھی ہمیشہ اُس کو بددعائیں دیتے رہے، مگر جب یہی تنقید یہودی مذہب کی طرف متوجہ ہوئی تو وہ زور زور سے چیخنے، گویا کہ انسانیت سے غداری ہو رہی ہو۔ یہودیوں نے یہودیت کے لئے سیاسی نجات کا مطالبہ کیا، مگر سب کے لئے برابری والے حقوق کے انداز میں نہیں، نہ ہی اپنی خصوصی حیثیت کو ترک کرنے کے ارادے سے، بلکہ اُس خصوصی حیثیت کو مزید مضبوط بنانے کی خاطر۔ اور جب بھی کبھی وہ مخصوص یہودیت کے مفاد سے ٹکراؤ میں آ جاتے وہ اُسی لمحے لبرل اصولوں کو ترک کر دیتے۔

ینگ ہیگلینز کی طرف سے جاری کردہ مذہب کی تنقید بلاشبہ یہودی مذہب تک توسیع پا گئی جسے وہ مسیحیت کا ابتدائی مرحلہ سمجھتے تھے۔ فیورباخ نے یہودیت کو انا پرستی کا مذہب قرار دیا تھا: ''یہودیوں نے آج تک اپنی مخصوص خصوصیات کو برقرار رکھا ہوا ہے۔ ان کا اصول، ان کا دھرم آتما مذہب کی شکل میں عالمی انا پرستی کا اصول ہے۔ انا پرستی انسان کو خود اپنے گرد مرکوز و مرتکز رکھتا ہے، مگر بہ یک وقت یہ اس کے نظریاتی نکتہ نظر کو محدود کرتا ہے اس لئے کہ وہ ہر اس چیز سے لاتعلق ہے جو براہِ راست اس کی اپنی بہبود سے متعلق نہیں ہے''۔ برونو بائیر نے بھی یہی کچھ کہا۔ اس نے اعلان کیا کہ یہودی بورژوا سماج کے جال اور دراڑوں میں گھس گئے تا کہ اپی کیورس کے دیوتاؤں جیسے اپنے غیر یقینی عناصر کا استحصال کریں جو دنیا کی خالی جگہوں میں رہتے تھے، جہاں وہ مشقت سے آزاد کئے گئے تھے۔ یہودیوں کا دھرم چالاک اور چالباز تھا، اور اس سے وہ اپنی حیاتی ضرورتیں پوری کرتے تھے۔ انہوں نے ہمیشہ تاریخی ترقی کی مخالفت کی اور دوسری تمام قوموں سے اپنی نفرت میں انہوں نے دنیا سے قطع تعلق کر دیا اور غیر منطقی وہمی اور دائرہ بند ترین زندگی گزاری۔

فیورباخ نے یہودی دھرم کے کردار کو یہودی کے کردار سے واضح کیا، جبکہ بائیر نے جامعیت کے باوجود، یہودی مسئلے پر اپنے مقالوں میں جرات اور زورداری (جس کی تعریف مارکس نے کی) سے مسئلے کو صریحاً دینیاتی عینکوں سے دیکھا۔ اس نے اعلان کیا کہ مسیحیوں کی طرح یہودی بھی آزادی تک اُسی وقت پہنچ سکتے تھے جب وہ اپنے دھرم پر قابو پا لیتے۔ مسیحی ریاست اپنی مذہبی خصلت کی بدولت یہودیوں کی نجات کے قابل نہ تھی جبکہ بہ یک وقت یہودی خود اپنی مذہبی خصلت

کی بدولت نجات نہیں پا سکتے تھے۔ مسیحیوں اور یہودیوں کو اگر آزادی چاہئے تو انہیں مسیحی اور یہودی ہونا ترک کرنا پڑے گا۔ مگر چونکہ یہودیت کو بطور ایک مذہب مسیحیت نے ہٹا کر اس کی جگہ لی تھی، یہودی کو آزادی حاصل کرنے کے لئے مسیحی کی بہ نسبت ایک طویل تر اور مشکل تر راستہ طے کرنا پڑتا۔ بائیر کے خیال میں یہودی کو خود کو آزاد کرنے کی امید کرنے سے قبل مسیحیت اور ہیگلی فلسفے کے اندر ایک نصاب وراستہ لینا ضروری ہے۔

اس موقع پر مارکس نے مداخلت کی۔ اس نے اعلان کیا کہ یہ پوچھنا کافی نہیں ہے کہ کسے نجات دینی ہے اور کسے، نجات حاصل کرنی ہے۔ تنقید کو آگے جانا چاہئے۔ یہ پوچھنا چاہئے کہ کس طرح کی نجات کی بات ہو رہی ہے، سیاسی نجات کی یا انسانی نجات کی؟ کچھ ریاستوں میں مسیحی اور یہودی دونوں انسانی طور پر نجات پائے بغیر سیاسی طور پر مکمل طور پر نجات یافتہ تھے۔ اس لئے سیاسی نجات اور انسانی نجات میں کچھ فرق ہونا چاہیے۔

سیاسی نجات کا جوہر بہت ترقی یافتہ جدید ریاست تھی، جو کہ مکمل طور پر ترقی یافتہ مسیحی ریاست بھی تھی، اس لئے کہ مسیحی جرمانوی ریاست، مراعات یافتوں کی ریاست، جو نامکمل نمائندہ تھی، ابھی تک دینیاتی ریاست تھی جو ابھی تک اپنی ساری سیاسی ستھرائی تک نہیں پہنچی تھی۔ البتہ سیاسی ریاست نے اپنے ارتقا کی بلند ترین سطحوں پر یہودیوں کی طرف سے یہودیت ترک کرنے کا یا ساری انسانیت کی طرف سے مذہب ترک کرنے کا مطالبہ نہیں کیا۔ اس نے یہودیوں کو نجات دی تھی اور اس کی اپنی نصیت نے اسے ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا۔ حتیٰ کہ جہاں ریاستی آئین نے واضح طور پر سیاسی حقوق کے استحصال کو مذہبی عقائد سے وابستگی سے مکمل طور پر آزاد رکھا، پھر بھی اُس ریاست کے شہریوں نے یہ ماننے سے انکار کر دیا کہ کوئی شخص مذہب کے بغیر بھی نفیس اور اچھا شہری ہو سکتا ہے۔ لہٰذا دھرم کی موجودگی کسی بھی طرح ریاست کی مکمل ترقی میں حائل نہ تھی۔ یہودی کی، مسیحی کی، اور عمومی طور پر انسان کے دھرم کی سیاسی نجات ریاست کی، یہودیت، مسیحیت اور عمومی طور پر دھرم سے نجات تھی۔ ریاست ایک بندش کو جھٹک سکتی تھی گو کہ ریاست کے اندر انسان کو اس سے آزاد ہونے کی ضرورت نہ ہو، اور یہیں پر سیاسی نجات کی محدودیت واقع ہے۔

مارکس نے اس تصور کو مزید ترقی دی۔ ریاست نجی ملکیت کی نفی کرتی تھی۔ انسان نے نجی ملکیت کو ایک سیاسی انداز میں اُسی وقت فوراً ختم کر دیا جب اس نے سرگرم اور غیر متحرک حق رائے دہی کیلئے جائیداد کی شرط کو ختم کر دیا، جس طرح کہ بہت سی شمالی امریکی ریاستوں میں کیا گیا۔ ریاست نے اُس وقت پیدائش، سماجی حیثیت، تعلیم اور پیشہ کے فرق کو اپنے طور پر ختم کر دیا جب اُس نے پیدائش، سماجی حیثیت، تعلیم اور پیشہ کے فرق کو غیر سیاسی فرق قرار دیا اور جب اِن امتیازات کے قطع نظر اس نے اعلان کیا کہ سماج کا ہر ممبر عوام کی سیاست میں برابر کا حصہ دار ہے۔ پھر بھی، ریاست نے نجی ملکیت، تعلیم اور پیشہ کو ان کے اپنے طور پر چلنے کی اجازت دے دی اور انہیں اپنی مخصوص خصلت کو محسوس بنانے کی اجازت دے دی، یعنی بحیثیت نجی ملکیت، تعلیم اور پیشہ۔ ان حقیقی امتیازات کو ختم کرنے کے بجائے، ریاست کی موجودگی خود اُن کی موجودگی کی عکاس ہے۔ یہ برعکس اپنے اندر کی ترکیبی عناصر کے سمجھتی تھی۔ خود کو صرف اور صرف سیاسی ریاست اور اپنی عالمگیریت کو محسوس کرواتی تھی۔

مکمل طور پر ترقی یافتہ سیاسی ریاست لازماً انسانیت کی برعکس اسکی مادی زندگی کے سماجی زندگی تھی۔ اس خود پسندانہ زندگی کا سارا مفروضہ نظریہ بورژوا سماج کی ریاست کے دائرے کے باہر اور بورژوا سماج کی صفت کے بطور وجود رکھتا رہا۔ سیاسی ریاست کا خود اپنے ” مفروضہ نظریہ سے رشتہ (خواہ وہ مادی عناصر ہوں جیسے کہ نجی ملکیت، یا نظریاتی عناصر جیسے کہ مذہب) پبلک مفادات اور نجی مفادات کے بیچ معاندانہ رشتہ تھا۔ انسان نے ایک مخصوص مذہب کے ساتھ جڑ کر اپنی ریاستی شہریت کے ساتھ اور کمیونٹی کے ممبر کے بطور دوسرے انسانوں کے ساتھ خود کو جس ٹکراؤ میں دیکھا، اس نے خود کو سیاسی ریاست اور بورژوا سماج کے درمیان شگاف کی حد تک کم کیا۔

بورژوا سماج جدید ریاست کی بنیاد ہے جس طرح کہ غلام داری کلاسیکل ریاست کی بنیاد تھی۔ جدید ریاست نے اپنی ابتدا کو انسان کے عمومی حقوق کا اعلان کرنے کے ساتھ شناخت کر لیا۔ جن سے بہرہ مند ہونا یہودیوں کے لئے بھی اسی قدر کھلا ہے جتنا کہ سیاسی حقوق کا استعمال۔ انسان کے عمومی حقوق خود پسندانہ بورژوا فرد اور دانشور و مادی عناصر کی بلا روک ٹوک تحریک کو تسلیم کرتے ہیں

جو کہ اس زندگی کا مافیہ اور معاصر بورژوا زندگی کا مافیہ بناتے ہیں۔ وہ انسان کو مذہب سے آزاد نہیں کرتے بلکہ اسے مذہبی آزادی دیتے ہیں۔ وہ اسے نجات کی بے توقیری سے آزاد نہیں کرتے بلکہ اسے تجارت کی آزادی دیتے ہیں۔ سیاسی انقلاب نے بورژوا سماج کو فیوڈلزم کے پیوند کار نظام کو تباہ کر کے قائم کیا............ وہ ساری کارپوریشنیں، گلڈیں اور ایسوسی ایشنیں جو کہ عوام کو مشترک دولت سے علیحدہ کرنے کا اظہار تھیں۔ اس نے سیاسی ریاست سب کی دلچسپی کے بطور، بطور ایک حقیقی ریاست کے قائم کی۔

مارکس بات کو یوں سمیٹتا ہے: ''سیاسی نجات انسان کو ایک طرف بورژوا سماج کے ایک ممبر کی حد تک گھٹا دیتی ہے، خود پسندانہ آزاد فرد کی حد تک، اور دوسری طرف ریاست کے ایک شہری کی حد تک، ایک اخلاقی وجود کی حد تک۔ صرف اور صرف جب حقیقی فرد ریاست کی تجدیدی شہریت دوبارہ جذب کرتا ہے اور ایک سماجی وجود بن جاتا ہے...... حقیقی زندگی میں، خود اپنے کام میں اور خود اپنے حالات کے تحت، صرف اسی وقت جب انسان اپنی قوتوں کو سماجی قوتوں کے بطور شناخت اور منظم کرتا ہے، اور لہٰذا، سیاسی قوت کی صورت میں خود سے سماجی قوت کو مزید جدا نہیں رکھتا............ اسی وقت انسانیت کی نجات مکمل ہو جاتی ہے''۔

یہ بحث کہ نجات کے لئے مسیحی یہودی سے زیادہ اہل ہے، ایک ایسا مناقشہ ہے جسے بائیر نے یہودی مذہب سے ثابت کرنے کی کوشش کی، اسے ابھی تک جانچنا باقی ہے۔ مارکس نے فیورباخ سے استدلال شروع کیا جس نے یہودی دھرم کی یہودی سے تشریح کی تھی نہ کہ یہودی کی تشریح یہودی دھرم سے۔ مگر مارکس اُس خصوصی سماجی عنصر کو دریافت کر کے جو خود کو یہودی مذہب سے منعکس کرتا ہے، فیورباخ سے آگے نکل گیا۔ یہودیت کی سیکولر بنیاد کیا ہے؟ عملی ضرورت، ذاتی مفاد۔ یہودی خرید وفروخت کا سیکولر مسلک کیا تھا؟ اس کا سیکولر دھرم آتما کیا تھا؟ پیسہ۔ تو پھر: خرید وفروخت اور پیسہ سے نجات، یعنی اصلی اور عملی یہودیت سے نجات ہمارے دور کی خود نجاتی ہوگی۔ سماج کی ایک تنظیم جو خریدنے اور بیچنے کے لئے ضروری حالات ختم کرے، یعنی خریدنے اور بیچنے کا امکان ختم کر دے، یہودی کو ناممکن بنا دے گی۔ اس کا مذہبی شعور سماج کی صاف اور اہم فضا میں تحلیل ہو جائے گا۔ دوسری

طرف، جب یہودی اپنی اس عملی خصلت کو بے سود تسلیم کرلے گا اور اس کے خاتمے کے لئے کام کرے گا تو پھر تو وہ خود انسانیت کی نجات کے لئے اپنی سابقہ نشوونما کی بنیاد سے کام کر رہا ہے اور انسانی بیگانگیِ ذات کے بلند ترین عملی اظہار کے خلاف ہو جاتا ہے''۔ مارکس یہودیت کو ایک عمومی، معاصر، سماج دشمن عنصر قرار دیتا ہے جسے تاریخی نشوونما اور خود یہودیوں کے پر جوش تعاون نے موجودہ بلندیوں تک پہنچا دیا ہے، ایک ایسی بلندی جسے اُسے لازمی طور پر خود تحلیل کرنا ہوگا۔

مارکس نے اس مقالے سے دگنا فائدہ حاصل کیا۔ وہ سماج اور ریاست کے درمیان تعلق کی جڑوں تک گیا۔ ریاست ہیگل کے تصور کے برعکس بذات خود اخلاقی تصور، مطلق دلیل اور مطلق مقصد کی حقیقت نہ تھی، اور اسے خود کو بورژوا سماج کی انارکی پر صدارت کرنے کے زیادہ منکسر کام سے مطمئن کرنا تھا جس نے کہ چوکیدار کے بطور اس کا نام درج کیا تھا۔ انارکی انسان کے خلاف انسان کی عمومی جدوجہد تھی، فرد کا فرد کے خلاف، سارے افراد کی عالمگیر جنگ جنہیں ایک دوسرے سے ان کی انفرادیت نے علیحدہ کر دیا، فیوڈل زنجیروں سے آزاد ہوئی ساری بنیادی قوتوں کی عمومی اور بلا رکاوٹ تحریک۔ یہ اصل غلامی تھی، گو کہ فرد خود سے آزاد نظر آتا تھا، ملکیت، صنعت اور مذہب جیسے خود بیگانہ کردہ عناصر کی بلا روک تحریک کو اپنی آزادی سمجھنے کی غلطی کر کے، جبکہ حقیقت میں یہ اس کی مکمل غلامی اور انسانیت سے اس کی مکمل بیگانگی کی نمائندگی کرتا تھا۔

اور پھر مارکس نے دریافت کیا کہ وقت کا مذہبی معاملہ ایک سماجی اہمیت سے زیادہ کچھ نہ تھا۔ اس نے یہودیت کی نشوونما کو مذہبی تھیوری میں نہیں دکھایا بلکہ صنعتی اور کمرشل عمل میں دیکھا جس نے یہودی دھرم میں ایک زبردست عکس پایا۔ عملی یہودیت مکمل ترقی یافتہ مسیحی دنیا کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ چونکہ بورژوا سماج مکمل طور پر کمرشل یہودیت کی خصلت ہے تو لازمی طور پر یہودی اس میں سے ہے اور سیاسی آزادی کا دعویٰ اس طرح کر سکتا ہے جس طرح کہ وہ انسان کے عمومی حقوق کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ البتہ انسانیت کی نجات سماجی قوتوں کی ایک نئی تنظیم ہے، جو کہ انسان کو اُن وسائل کا مالک بنا دے گی جو اسے زندگی دیتے ہیں۔ لہٰذا، مدھم خدوخال میں، ہم سوشلسٹ سماج کی تشکیل کی شروعات کا خاکہ دیکھتے ہیں۔

ڈوئچے فرانزوسیچے جہر بوچر میں مارکس ابھی تک فلسفیانہ کھیت پہ ہل چلا رہا ہے، مگر اس کے تنقیدی ہل سے چیر دی گئی لکیروں میں تاریخ کا مادی حمل ٹھہرنے کی پہلی کونپلیں نکلنی شروع ہوئیں، اور فرنچ تہذیب کی گرم دھوپ تلے یہ کونپلیں پھول بن گئیں۔

4۔فرانسیسی تمدن

مارکس کے کام کرنے کا عمومی طریقہ دیکھتے ہوئے یہ بالکل ممکن ہے کہ اس نے ڈوئچے فرانزوسیچے جہر بوچر کے لئے دو مضامین یا کم ازکم ان کی بنیادیں پہلے ہی اُس وقت لکھ ڈالی تھیں جب وہ ابھی جرمنی میں تھا، بہت ممکن ہے کہ اپنی پرمسرت شادی کے اولین چند ماہ میں۔ چونکہ ان مضامین میں موجود تصورات عظیم فرانسیسی انقلاب کی طرف رخ کئے ہوئے ہیں، تو اس سے فطری بات اور کوئی نہیں ہوسکتی کہ جونہی پیرس میں موجودگی نے اسے فرانسیسی سوشلزم کو کھنگالنے کا موقع دیا تو وہ اس انقلاب کی تاریخ کے مطالعہ میں کود گیا ہوگا۔

پیرس اس زمانے میں صحیح طور پر دعویٰ کرسکتا تھا کہ وہ بورژوا تمدن کا ہراول تھا۔ واہموں اور تباہیوں کے ایک سلسلے کے بعد فرانسیسی بورژوازی نے بالآخر 1830ء کے جولائی انقلاب میں وہ سب کچھ حاصل کیا جو اس نے 1789ء کے عظیم انقلاب میں شروع کیا تھا۔ اس کی قوتیں اب آرام سے مکمل طور پر سستا رہی تھیں گو کہ قدیم طاقتوں کی مزاحمت ابھی مکمل ٹوٹی نہیں تھی، اور نئی قوتیں ابھی خود کو منوانا شروع کر چکی تھیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ دانش کی ایک نہ ختم ہونے والی جنگ شروع ہوئی...... کبھی یہاں، کبھی وہاں............ ایک ایسی جنگ جو یورپ اور بالخصوص جرمنی میں کہیں بھی دیکھی نہ جاسکتی تھی جو کہ دانشورانہ موت کی خاموشی میں بےحرکت پڑا تھا۔

مارکس اب اس نئے اور جوان سیلاب میں کود پڑا۔ 1844ء میں روج نے فیورباخ کے نام ایک خط میں اطلاع دی کہ مارکس بہت بڑی مقدار میں پڑھ رہا ہے۔ اور غیر معمولی شدت کے ساتھ لکھ رہا ہے۔ البتہ وہ کچھ بھی ختم نہیں کر رہا ہے، متواتر اپنا کام توڑ رہا ہے اور بار بار کتابوں کے ایک نہ ختم ہونے والے سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ وہ چڑچڑا اور متشدد ہوگیا ہے، بالخصوص جب اس

نے کام کر کے خود کو بیمار کر دیا اور مسلسل تین چار راتوں سے سویا نہیں ہے۔ اس نے ہیگلی فلسفہ پر اپنی تنقید کو طاق میں رکھ دیا تا کہ اپنے پیرس کے قیام کو ''کنونشن'' کی تاریخ لکھنے کے لئے استعمال کرے۔ اس نے پہلے ہی ضروری مواد اکٹھا کرلیا اور کئی مفید نقطہ ہائے نظر اپنا لئے۔ اس خط کی گواہی بہت ہی قیمتی ہے۔ اس لئے کہ یہ کسی تبصرے کے بطور نہیں لکھا گیا تھا۔ مارکس نے ''کنونشن'' کی تاریخ نہیں لکھی، مگر یہ حقیقت روج کی اطلاع کو غلط ثابت نہیں کرتی۔ اس کے برعکس اگر کوئی بھی چیز اسے قابل اعتبار بناتی ہے تو وہ یہی ہے۔ مارکس نے 1789ء کے انقلاب کی تاریخی اہمیت پر جتنا گہرا سوچا، اتنا ہی اس کے لئے آسان ہوا کہ ہیگلی فلسفہ پر تنقید کے ہتھیار کے ساتھ اس زمانے کی جدوجہدوں اور تقاضوں کی واضح صورت تک پہنچے۔ البتہ صرف ''کنونشن'' کی تاریخ اسے مطمئن نہیں کرسکتی تھی اس لئے کہ، یہ سیاسی توانائی، سیاسی قوت اور سیاسی تفہیم کے عروج کی نمائندگی کرتی تھی، اس نے سماجی انارکی کے سامنے خود کو نامرد ثابت کیا۔

بدقسمتی سے روج کے معمولی اشاروں کے علاوہ ہمارے پاس 1844ء کے موسمِ بہار اور موسمِ گرما میں مارکس کے مطالعے کے راستے کا تفصیلی تعاقب کرنے کی کوئی شہادت موجود نہیں ہے۔ البتہ، وہ عمومی طرز جس میں اس کی پڑھائی ارتقا پاتی رہی، دیکھی جا سکتی ہے۔ فرنچ ریوولیشن کا مطالعہ اسے ''تھرڈ اسٹیٹ'' کے تاریخی لٹریچر کی طرف لے گیا، ایک ایسا لٹریچر جو ''بوربن'' کی بحالی کے تحت پیدا ہوا اور اُن عظیم تاریخی قابلیت کی حامل شخصیات سے ترقی پا گیا جنہوں نے پیچھے گیارہویں صدی تک اپنے طبقے کے وجود کا پیچھا کیا اور فرانسیسی تاریخ کو طبقاتی جدوجہدوں کے ایک مسلسل سلسلے کے بطور پیش کیا۔ مارکس طبقات کی تاریخی فطرت اور ان کی جدوجہدوں سے متعلق اپنے علم کو ان تاریخ دانوں کا مرہونِ منت گردانتا ہے۔ وہ گوئی زوٹ اور تھیری کا خصوصاً ذکر کرتا ہے اور پھر وہ بورژوا معیشت دانوں بالخصوص ریکارڈو سے طبقات کی معاشی اناٹومی کے مطالعے کی طرف بڑھتا ہے۔ مارکس نے اس بات کی ہمیشہ تردید کی کہ اس نے طبقاتی جدوجہد کی تھیوری کا آغاز کیا۔ وہ اپنا حصہ ڈالنے کی جس بات کا دعویٰ کرتا ہے، وہ یہ ہے کہ پیداوار کی ترقی میں متعین تاریخی جدوجہد کے اندر طبقات کی موجودگی لازمی تھی، کہ طبقاتی جدوجہد لازمی طور پر پرولتاریہ کی

ڈکٹیٹرشپ کی طرف جاتی ہے، اور یہ کہ یہ ڈکٹیٹر شپ طبقات کے مکمل طور پر خاتمے اور ایک غیر طبقاتی سماج کے قیام کی طرف جاتے ہوئے محض ایک عبوری عرصہ ہوتا ہے۔ خیالات کا یہ سلسلہ پیرس میں اس کے قیام کے عرصے میں تشکیل پایا۔

اٹھارویں صدی میں حکمران طبقات کے خلاف اپنی جدوجہد میں ''تھرڈ اسٹیٹ'' نے جو شاندار اور سخت ترین ہتھیار استعمال کیا، وہ میٹریلزم کا فلسفہ تھا۔ پیرس میں اپنی جلاوطنی کے دوران مارکس نے اس فلسفے کا انہاک سے مطالعہ کیا، مگر اُس شاخ کا کم جس کی نمائندگی ڈیکارٹ کرتا تھا جو نیچرل سائنس میں ارتقا کر گیا، بہ نسبت اُس شاخ کے جو لوکی سے روانہ ہوا اور سماجی سائنس میں ارتقا کر گیا۔ دوسرے ستارے جو نوجوان مارکس کے پیرس مطالعوں میں چمکے وہ ہیلوی ٹی اس اور ہول باخ تھے جو میٹریلزم کو سماجی زندگی میں لے گئے اور جنہوں نے اپنے نظام میں انسانی دانشوں کی قدرتی برابری، دلیل کی ترقی اور صنعت کی ترقی کے درمیان لازمی اتحاد، انسانیت کی فطری اچھائی، اور تعلیم کی مطلق قوت کو اہم نکات کے طور پر پیش کیا۔ اس نے ان کی تعلیمات کو ''اصلی ہیومن ازم'' کہا، جس طرح کہ اس نے فیور باخ کے فلسفے کو کہا تھا۔ فرق یہ تھا کہ ہیلوی ٹی اس اور ہولباخ کا میٹریلزم'' کمیونزم کی سماجی بنیاد'' بن گیا تھا۔

پیرس اب اسے وہ تمام مواقع دے رہا تھا جو کمیونزم اور سوشلزم کے اس کے مطالعے کے لئے ضروری تھے جیسے کہ اس نے رائنشے زی تنگ میں وعدہ کیا تھا۔ پیرس میں وہ جس دانشورانہ دنیا میں داخل ہوا تھا، وہ چمک دمک رہی تھی، حتیٰ کہ وہ اپنے نظریات اور ہیئت کی امارت میں کنفیوز کرنے والی تھی۔ پیرس کی دانشورانہ فضا سوشلزم کے جراثیم سے حاملہ تھی۔ اور حتیٰ کہ حکمران مالیاتی طبقۂ امرا کا روایتی اخبار ''جرنل ڈی ڈیباٹس'' جو کہ حکومت کی طرف سے سالانہ اچھی خاصی امداد لیتا تھا، خود کو روح عصر سے مکمل طور بہرا نہیں رکھ پا رہا تھا، گو کہ وہ اپنے کالموں میں یوجینی سُو کی سوشلسٹ سنسنی خیزیوں سے زیادہ کچھ نہیں چھاپتا تھا۔ مخالف کیمپ میں لیراکس جیسے شاندار مفکر شامل تھے جنہیں اب پرولتاریہ پیدا کر رہا تھا۔ مخاصم کیمپوں کے درمیان سینٹ سائمن مکتبہ فکر کی باقیات اور کانسیڈرانٹ کی قیادت میں فعال فیوریرسٹ کے فلسفے کو ماننے والا موجود تھا جن کے ترجمان اخبار کا نام

''ڈیموکریٹی پیسفک'' تھا، کیتھولک پادری لیمنائس جیسے مسیحی سوشلسٹ اور سابقہ کا بنارو بوچیز تھے، سیسمونڈی بُورٹ، پیکیوئر اور وڈال جیسے پیٹی بورژوا سوشلسٹ تھے، جبکہ Bells Letttres کی بیرانجر کے گیت اور جارج ساں کے ناولوں جیسے عظیم الشان پروڈکشنز سوشلسٹ خیالات اور مسائل کی شاندار عکاسی کر رہے تھے۔

ان سارے سوشلسٹ نظاموں کی مشترک خصوصیت یہ تھی کہ وہ سب قابض طبقات کی معقولیت اور نیک نیتی پر بھروسہ کرتے تھے جنہیں وہ سماجی اصلاحات یا انقلاب کی ضرورت کے پرامن پروپیگنڈہ کے ذریعے قائل کرنے کی امید رکھتے تھے۔ وہ سب عظیم انقلاب کی مایوسیوں سے پیدا ہوئے تھے، اور وہ اس سیاسی راستے سے نفرت کرتے تھے جو اِن مایوسیوں پر منتج ہوا تھا۔ وہ مصیبت زدہ عوام الناس کی مدد کرنے کی خواہش کرتے تھے اس لئے کہ مصیبت زدہ عوام الناس اپنی مدد آپ کرنے کے قابل نہ تھے۔ تیس کی دہائی میں مزدوروں کی بغاوتیں ناکام ہو گئی تھیں، اور حتیٰ کہ باربیز اور بلانکی جیسے ان کے مصمم ترین لیڈر بھی ایک سماجی انقلاب کے حصول کے لئے کوئی سوشلسٹ تھیوری یا کوئی یقینی عملی ذرائع نہیں جانتے تھے۔

تاہم مزدور طبقے کی تحریک زیادہ تیزی سے ابھرتی رہی اور شاعر ہنرخ ہائینے کی پیغمبرانہ آنکھوں نے ان مسائل کی خاکہ کشی کی جو مندرجہ ذیل الفاظ میں ابھرے: ''کمیونسٹ، فرانس میں واحد قابلِ احترام پارٹی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ مجھے بھی شاید سینٹ سائمن والوں کی باقیات کے بارے میں اسی طرح محسوس کرنا چاہیے، جو ابھی تک سٹیج بینروں کے نیچے موجود ہیں، یا فیوریئر والوں کے بارے میں، جو ابھی تک زندہ اور فعال ہیں، مگر ان اچھے لوگوں کو صرف لفظ، حرکت دیتا ہے، روایتی تصورات کے سوال کے بطور سماجی مسئلہ حرکت دیتا ہے نہ کہ کوئی لزومیت۔ یہ سپریم عالمی روح کی طرف سے اُس کے بہت بڑے بڑے فیصلوں کی تکمیل کے لئے پہلے سے متعین کردہ نوکر چاکر نہیں ہیں۔ جلد یا بدیر سینٹ سائمن کی منتشر فوج اور فیوریر والوں کا ساری جنرل سٹاف، کمیونزم کی بڑھتی ہوئی فوج کی طرف جائیں گی۔ چرچ کے پادریوں کا کردار ادا کرنے''، وہاں تخلیقی لفظ بے رحم لزومیت قرض دیتے ہوئے۔ لہٰذا ہائینے 15 جون 1843ء کو، اور اسی سال کے اندر اندر وہ شخص بھی

پیرس پہنچا جس نے وہ کردار ادا کرنا تھا جو ہائینے نے سوچا تھا کہ سینٹ سائمن اور فیوئیر والے ادا کریں گے، اس نے بے رحم لزومیت کو تخلیقی لفظ قرض دیا۔

جبکہ وہ ابھی تک جرمنی میں تھا، اور جبکہ اس کا نقطہ نظر ابھی تک نمایاں انداز میں فلسفیانہ تھا، مارکس نے مستقبل کے لئے کٹائی کئے ہوئے اور خشک کئے ہوئے نظاموں کے مخالف ہونے کا اعلان کیا، اس نے سارے زمانے کے لئے سارے مسائل کو حل کرنے کی کسی بھی کوشش کا مخالف ہونے کا اعلان کیا، کسی ڈوگما والے معیار کے کھول دینے کے مخالف ہونے کا اعلان کیا اور ''احمق سوشلسٹوں'' کے تصور کے مخالف ہونے کا اعلان کر دیا جو کہتے تھے کہ سیاسی معاملات ان کی شان سے نیچے ہیں۔ 1839ء میں مزدوروں کی آخری بغاوت کے وقت سے مزدور طبقے کی تحریک اور سوشلزم نے ایک دوسرے کی طرف تین راستوں سے آنا شروع کر دیا تھا:

سب سے پہلے ڈیموکریٹک سوشلسٹ پارٹی تھی۔ اس کا سوشلزم کسی بہت بڑی اہمیت کا حامل نہ تھا اس لئے کہ یہ پارٹی لوئر مڈل کلاس اور پرولتاری عناصر پر مشتمل تھی اور اس لئے کہ اس نے اپنے بینروں پر یہ نعرہ لکھا تھا: مزدور کی تنظیم اور روزگار کا حق۔ جن کا سرمایہ دارانہ سماج میں پورا ہونا ناممکن تھا، یہ تو لوئر مڈل کلاس کا یوٹوپیا تھے۔ سرمایہ دارانہ سماج مزدور کو اس طرح منظّم کرتا ہے جس طرح کہ اسے منظّم کرنا ہے یعنی اجرتی مزدور کے بطور۔ اور یہ سرمایہ کے وجود کو پہلے سے فرض کر لیتا ہے۔ اس طرح کا حق صرف ذرائع پیداوار کی مشترک ملکیت میں ہی یعنی، بورژوا سماج کے ختم کرنے سے مل سکتا ہے۔ مگر اس پارٹی کے لیڈر لوئی بلانک، لیڈرو رولن اور فرڈیناند فلوکوں نے یہ اعلان کر کے کہ ''وہ نہ تو کمیونسٹ ہیں نہ ہی سوشلسٹ''، بورژوا سماج کی جڑوں پر کلہاڑی مارنے سے باوقار طور پر انکار کر دیا۔

بہر حال، گو کہ اس پارٹی کے اغراض و مقاصد مکمل طور پر یوٹوپیائی تھے، اس نے پھر بھی آگے کی طرف ایک عظیم قدم کی نمائندگی کی اس لئے کہ اس نے ان اغراض و مقاصد کو حقیقت بنانے کے لئے سیاسی راہ اپنائی تھی۔ اس نے اعلان کیا کہ سیاسی اصلاح کے بغیر کوئی سماجی اصلاح ممکن نہیں اور یہ کہ سیاسی اقتدار کا حصول وہ واحد ذریعہ ہے جس سے مصیبت زدہ عوام خود کو آزادی

دلا سکتے ہیں۔ اور لہٰذا اس نے عام حقِ رائے دہی کا مطالبہ کیا، ایک ایسا مطالبہ جس کی زندہ بازگشت پرولتاریہ کی صفوں میں سنائی دی، جو کہ سازشوں سے تنگ آ گئے تھے اور جو طبقاتی جدوجہد کے لئے زیادہ موثر ہتھیاروں کی تلاش میں تھے۔

مزدوروں کی اس سے بھی بڑی تعداد کیبٹ کی طرف سے کھولے گئے پرولتاری کمیونزم کے بینر کے گرد جمع تھی۔ وہ شروع میں ایک جیکوبی تھا اور بعد میں بالخصوص سر تھامس مور کے ''یوٹوپیا'' کو پڑھ کر کمیونزم میں آ چکا تھا۔ کیبٹ ڈیموکریٹک سوشلسٹ کی طرح کھلے عام کمیونزم کی پیش گوئی کرتا تھا۔ پارٹی نے اسے مسترد کر دیا، مگر پارٹی اس کے ساتھ اس بات پر متفق تھی کہ سیاسی جمہوریت ایک ضروری عبوری مرحلہ تھی۔ لہٰذا ''دی جرنی ٹو اکاریا'' جس میں کیبٹ نے مستقبل کے سماج کو بیان کرنے کی کوشش کی تھی، بہ نسبت فیوریئر کی شاندار خیالی باتوں کے ایک بہت ہی مقبول تصنیف بن گئی۔ گو کہ کیبٹ کی تصنیف کی تنگ محدودیتوں نے اسے اول الذکر کے جی نی یئس کے مقابلے بہت کمتر بنا دیا۔

اور آخر میں، خود پرولتاریہ کی اپنی صفوں میں آوازیں صاف اور بلند ہونے لگیں، جو بغیر کسی شک کے ظاہر کر رہی تھیں کہ وہ اپنی طفلانہ حالت سے ابھرنے لگا ہے۔ مارکس لیروکس اور پرودھون دونوں سے واقف تھا۔ وہ دونوں رائنیشے زی تنگ کے زمانے سے پرنٹرز تھے اور مزدور طبقے کے ممبر تھے۔ اس نے پہلے ہی ان کی تصانیف تفصیل سے پڑھ لی تھیں۔ ان کی تصانیف اسے اچھی لگیں اس لئے کہ دونوں آدمی جرمن فلسفے کے نتائج کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی جستجو میں تھے۔ گو کہ دونوں سنجیدہ غلط فہمیوں کا شکار ہو گئے۔ مارکس نے خود ہمیں اطلاع دی کہ اس نے کئی گھنٹے عموماً ساری ساری رات پرودھون کو ہیگلی فلسفہ سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ دونوں ایک مختصر وقت کے لئے قریب آئے مگر صرف جلد جدا ہونے کو۔ مگر پرودھون کی موت کے بعد لکھتے ہوئے مارکس نے فوری طور پر اس عظیم گرمجوشی کی گواہی دی جو پرودھون کی اولیں نموداری نے مزدور طبقے کی تحریک کو دی۔ دراصل یہ ایسی گرمجوشی تھی جس نے مارکس کو بھی متاثر کیا۔ مارکس نے پرودھون کی اولین تحریر کو (جس میں پرودھون نے ساری یوٹوپیائیت ترک کر دی اور نجی ملکیت کو ساری سماجی برائی کا سبب گردان کر اسے مفصل اور ناترس تنقید کا نشانہ بنایا تھا) جدید پرولتاریہ کا اولیں سائنسی منشور قرار دیا۔

ان تمام رجحانات نے مزدور طبقے کی تحریک اور سوشلزم کے ایک ہونے کا راستہ تیار کرنے میں مدد دی، مگر یہ سب ایک دوسرے سے تضاد میں تھے اور پہلے چند قدموں کے بعد، انہوں نے خود کو نئے تضادات میں مبتلا کر دیا۔ مارکس نے سوشلزم کا مطالعہ کیا تھا اور اب اس نے پرولتاریہ کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔

5۔ ''واروارٹس'' اور مارکس کی ملک بدری

پیرس میں جلاوطنی کے دوران مارکس کی شخصی زندگی کے بارے میں ہمارے پاس کوئی زیادہ تفصیلی معلومات موجود نہیں ہیں۔ یہیں اُس کی بیگم نے اسے اُس کا پہلا تحفہ دیا۔ وہ ایک بچی تھی جس کے بعد وہ رشتہ داروں کو فخر سے بچہ دکھانے جرمنی گئیں۔ مارکس کولون میں اپنے دوستوں کے ساتھ بہترین تعلقات میں رہا اور اُن کی طرف سے ایک ہزار تھیلر کے تحفے نے پیرس میں ان کی رہائش کے ایک دو سال کے عرصے کو اس قدر پُرثمر بنانے میں کافی مدد دی۔

وہ ہنرخ ہائینے کے ساتھ قریبی رابطے میں رہا تھا اور اس نے ''موسمِ سرما کی سبق آموز کہانیاں''، ''کپڑا بُننے والے جولاہوں کا نغمہ'' اور جرمن آمروں پر لافانی طنزوں کی تخلیق میں مدد کر کے شاعر کی زندگی میں 1844ء کو ایک یادگار سال بنانے میں بہت مدد کی۔ وہ دونوں زیادہ عرصے تک تو اکٹھے نہ رہے، البتہ مارکس ہائینے سے وفادار رہا حتیٰ کہ اس وقت بھی جب اُس کے خلاف فلسطیوں کے بھونکنے کی صدا بہت شدید ہوگئی۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں مارکس نے اپنی جوانی میں خود شاعرانہ ہار پہننے کے لئے بلاسود مگر بے حد اشتیاق بھری کوششیں کیں، اور اپنی پوری زندگی شاعروں کیلئے بھرپور ہمدردی رکھی۔ وہ ان کی چھوٹی چھوٹی کمزوریوں کو بھی بہت تحمل سے برداشت کرتا تھا۔ وہ محسوس کرتا تھا کہ شاعر خصوصی لوگ ہوتے ہیں جنہیں اپنے حال پر رہنے دیا جانا چاہئے اور انہیں عام یا حتیٰ کہ غیر معمولی فانی انسانوں کے معیار پر بھی نہیں پرکھنا چاہئے۔

مگر وہ ہائینے کو شاعر سے بھی بلند تر سمجھتا تھا۔ وہ تو اسے ایک لڑاکا کی حیثیت سے بھی عزت دیتا تھا۔ بورن اور ہائینے کے درمیان تنازعہ میں اس نے مستقل مزاجی کے ساتھ ہائینے کی

طرف داری کی۔ یہ کہہ کر کہ مسیحی، جرمانوی احمقوں نے بورن پر لکھی گئی ہائینے کی تحریر پہ جو احمقانہ رویہ اختیار کیا اس کی مثال جرمن لٹریچر کے کسی بھی عہد میں نہیں ملتی۔ مارکس کبھی بھی ہائینے کی مبینہ غداری کے بارے میں شور و غوغا سے گمراہ نہ ہوا جس نے حتیٰ کہ اینگلز اور لاسال تک کو بھی متاثر کیا تھا، گو کہ دونوں کو بہت کم عمری کی معافی دی جا سکتی تھی۔

مارکس ابھی طالب علم تھا کہ ہائینے نے 1834ء میں اعلان کیا: ''ہمارے کلاسیکل لٹریچر نے آزادی کی جس روح میں سانس لیا وہ ہمارے سکالروں، شاعروں اور ادبی شخصیات میں بہ نسبت ہمارے دستکاروں اور مزدوروں کے کم ہے''۔ اور دس برس بعد جب مارکس پیرس میں رہتا تھا، ہائینے نے اعلان کیا: ''موجودہ صورتحال کے خلاف اپنی جدوجہد میں پرولتاریہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ سب سے ترقی پسند ذہن اور عظیم ترین فلسفی اس کے لیڈر ہیں''۔ اس بصیرت بھرے اعلان کی سچائی اس وقت مزید واضح ہوگئی جب ہائینے نے جلاوطنوں کے چھوٹے خفیہ جلسوں کی محدود سیاست پر بھی حقارت انڈیلنی شروع کی جس میں کہ بورن بڑے قاتل کا کردار ادا کر رہا تھا۔ ہائینے کو بخوبی اندازہ ہو گیا کہ مارکس کے ایک ''معمولی تعداد'' میں دستکاروں کے ساتھ خود کو مصروف رکھنے اور بورن کے جلاوطنوں کے خفیہ جلسوں میں شرکت کرنے میں بہت فرق تھا۔

ہائینے اور مارکس جرمن فلسفہ اور فرانسیسی سوشلزم کی روح سے باہم مربوط تھے، اور مسیحی جرمانوی احمقوں کیلئے ایک مشترک گہری ناپسندیدگی کا مرکز بنے ہونے کے باعث بھی، باہم جڑے ہوئے تھے۔

بورن کو آرٹ اور فلسفہ میں کوئی دلچسپی نہ تھی جیسے کہ اس نے اعلان کیا تھا کہ گوئٹے ایک قافیہ باز ہے اور ہیگل ایک غیر قافیہ گو دغا باز ہے۔ اور جب اس نے جرمن تاریخ کی عظیم روایات سے رشتہ توڑ لیا تو اس نے مغربی یورپی کلچر کی نئی قوتوں کے ساتھ بھی کوئی دانشورانہ رشتے قائم نہیں کیے۔ دوسری طرف ہائینے خود کو ترک کیے بنا گوئٹے اور ہیگل کو ترک نہیں کر سکتا تھا۔ اور لہٰذا وہ دانشورانہ زندگی کے ایک نئے سرچشمے کے بطور فرانسیسی سوشلزم کے اندر بہت اشتیاق کے ساتھ کود پڑا۔ اس کی تحریریں پوتوں کے غصے پر زندہ رہتی ہیں اور اُن کا غصہ ابھارتی ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح کہ وہ ان کے داداؤں کا غصہ جگاتی ہیں۔ جبکہ بورن کی تحریریں بھلا دی گئی ہیں۔

ہائینے کے خلاف بورن کی غیبت اور افواہ بازی پر مارکس نے نفرت سے کہا کہ اُس نے تصور بھی نہ کیا تھا کہ وہ شخص اس قدر واہیات، سطحی اور نیچ ہوگا۔ البتہ، اس نے اس افواہ ساز کی شخصی دیانت داری پر کبھی انگلی نہ اٹھائی۔ پبلک لائف میں اُن تنگ نظر اور آرتھوڈاکس ریڈیکل سے زیادہ بدتر ریاکار شخص تلاش کرنا مشکل ہوتا ہے جو خود کو نیکی کے تار تار چوغے میں لپیٹ لیتے ہیں اور اُن عمدہ اور آزاد انسانوں کے خلاف اپنی در پردہ الزام تراشی سے باز نہیں آتے جنہیں تاریخ کے گہرے رشتوں کو شناخت کرنے کی نعمت ودیعت کی گئی۔ مارکس ہمیشہ ثانی الذکر کی طرف تھا۔

بعد کے برسوں میں مارکس نے ''روسی ارسٹوکریٹوں'' کی بات کی جنہوں نے اس کی پیرس جلاوطنی کے دوران اس سے عظیم تعلق پیدا کیا تھا۔ روسی ارسٹوکریٹ جرمن یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ تھے اور انہوں نے اپنی جوانیاں پیرس میں گزاری تھیں۔ انہوں نے مغرب کی طرف سے پیش کردہ ساری انتہائیں جھپٹ کر لے لیں، مگر جونہی وہ ریاست کی ملازمت میں داخل ہوئے تو یہ سب کچھ انہیں لچا لفنگا ہونے سے نہ روک سکا۔ لگتا ہے مارکس کسی نواب ٹالسٹوئے کی طرف اشارہ کر رہا ہے، جو روسی حکومت کا ایک جاسوس تھا، یا اسی طرح کے لوگوں کی طرف۔ وہ یقیناً اُس روسی ارسٹوکریٹ کی طرف اشارہ نہیں کر رہا تھا جس کے دانشورانہ ارتقا پر اس نے اُن دنوں بہت اثر ڈالا تھا، یعنی میخائل باکونن۔ حتیٰ کہ اس کے بعد بھی جب دونوں کے راستے بہت جدا ہوگئے، باکونن پہ یہ اثر باقی رہا، اور مارکس اور روج کے درمیان جھگڑے میں اس نے مارکس کی طرف داری کی حالانکہ روج اس وقت تک اس کا محافظ رہا تھا۔

یہ تنازعہ ایک بار پھر 1844ء کے موسمِ گرما میں اٹھا اور اس بار کھلے عام۔ 1844ء کے اولیں دن پیرس میں ''واروارٹس'' نامی ایک اخبار ہفتے میں دوبار شائع ہونا شروع ہوا۔ اس کی اصلیت کسی صورت بے داغ نہ تھی۔ ہنرخ بارنسٹین نامی ایک شخص نے اس کی بنیاد رکھی تھی جو کہ ایک تھیٹریکل اور عام پبلسٹی کا کاروبارہ کرتا تھا اور اس طرح وہ اپنے مفادات کو بڑھانا چاہتا تھا۔ اس کے لئے ضروری مالی مدد میر بیئر نے مہیا کی جو کہ پیرس میں رہتا تھا۔ ہم ہائینے کی زبانی جانتے ہیں کہ اس رائل پروشیائی منتظم کو پبلسٹی کی بے حد بھوک تھی اور شاید اسے اس کی ضرورت بھی تھی۔ ایک مکار بزنس مین

کے بطور برنسٹین نے اپنے اخبار کو حب الوطنی کا لبادہ پہنایا اور اڈلبرٹ وان بورنسٹیٹ کو اس کا ایڈیٹر لگایا جو کہ ایک سابقہ پروشیائی افسر تھا اور مکمل طور پر ایک ضمیر فروش شخص تھا جو کہ میٹرنخ کا "رازدان" تھا اور بہ یک وقت برلن حکومت کا تنخواہ دار بھی۔ جس وقت ڈوئچے فرانز وسیچے جہر بوچر منظر عام پر آیا تو ''واروارٹس'' کی طرف سے گالیوں کی ایک بوچھاڑ کے ساتھ اس کا استقبال کیا گیا۔ اور یہ کہنا مشکل تھا کہ یہ گالیاں اس کی حماقت کی وجہ سے تھیں یا اس کے اوچھے پن کی وجہ سے۔

البتہ اخبار کے معاملات بہت اچھے نہ ہوئے۔ بارنسٹین نے ترجمہ کی ایک باقاعدہ فیکٹری منظّم کی تا کہ پیرس میں دکھائے جانے والے تازہ ترین ڈراموں کو ممکنہ تیز رفتاری کے ساتھ جرمن ڈرامہ منیجروں کے ہاتھ بیچا جاسکے۔ اس نے دائیں اور بائیں بازو دونوں پہ ''معتدل ترقی'' کے بارے میں کچھ جملے استعمال کر کے اور ''انتہا پسندی'' کو مسترد کر کے نوجوان جرمن ڈرامہ نگاروں کو متوجہ کرنے اور جرمن فلسطیوں کے دل جیتنے چاہے۔ اس کا ایڈیٹر، بورنسٹیٹ بھی اسی کشتی میں سوار تھا اس لئے کہ اگر اسے ان کے ساتھ آزادانہ تعلق بنانا تھا تو اسے تارکینِ وطن کے تجسس کو مطمئن کرنا تھا۔ یہ ایک ایسی کارروائی تھی جو اس کے منافع کمانے کے لئے حتمی طور پر ضروری تھی۔ بہر حال پروشیائی سرکار تو خود اپنی بقا کے مفاد پہ بھی اندھی تھی، اور اس نے اپنے علاقے میں ''واروارٹس'' کی فروخت پر پابندی لگادی۔ یہ ایک ایسی مثال تھی جس کی دوسری جرمن حکومتوں نے بھی پیروی کرنی تھی۔

بورنسٹیٹ نے یہ سوچتے ہوئے کہ کھیل میں جیتنے کے امکان کم ہیں، مئی کے شروع میں اپنے ہاتھ کھینچ لئے، مگر بورنسٹین نے ایسا نہیں کیا۔ وہ تو کاروبار کرنا چاہتا تھا اور اُس ''طرز'' کی بالکل بھی پرواہ نہ کرتا تھا جس سے اس کا کام نکل سکے۔ ایک چالاک سٹے باز کے سے ناترس حساب کتاب کے ساتھ اس نے خود سے کہا کہ اگر کسی صورت ''واروارٹس'' پر پروشیا میں پابندی لگ جائے، تو اسے ایک پابندی لگے اخبار کے سارے فوائد مل سکیں گے، اور اس طرح جرمن فلسطی ایک ایسے خفیہ اخبار کا حصول اہم سمجھ سکیں گے۔ یہ اس کے بہی کھاتہ کے لئے بہت مناسب تھا۔ لہٰذا نوجوان آتش بیاں برنیز نے ''واروارٹس'' کے لئے ایک تند و تیز مضمون لکھ دیا، اور کچھ ابتدائی بحث و مباحثہ کے بعد برنیز کو بورنسٹیٹ کی جگہ پر ایڈیٹر بنادیا گیا۔ کسی دوسرے ذریعے کی کمی کی وجہ سے

پیرس میں جرمن جلا وطنوں نے اب ''وارورٹس'' میں لکھنا شروع کر دیا۔ ہر لکھاری نے اپنی ذمہ داری پر اڈیٹوریل بورڈ سے آزادانہ ایسا کیا۔

سب سے پہلے اس طرح کرنے والوں میں سے ایک روج تھا جو اپنے اصل نام کے ساتھ آگے آیا اور جس نے حتیٰ کہ ڈوچے فرانزوسیچے جہر بوچر میں مارکس کے مضامین کا دفاع کیا گویا کہ وہ ان سے متفق ہو۔

البتہ چند ماہ بعد اس نے ''وارورٹس'' میں دو گمنام مضامین لکھے۔ پروشیائی پالیسی سے متعلق چند مختصر مشاہدات اور ایک طویل مضمون جس میں کچھ بھی نہ تھا ماسوائے پروشیائی شاہی گھرانے کے بارے میں افواہوں کے، جس میں ''شرابی بادشاہ'' اور ''لنگڑی ملکہ'' اور ان کی ''خالص روحانی شادی'' وغیرہ کے بارے میں باتیں شامل تھیں۔ مضامین پر مصنف کی جگہ پر ''ایک پروشیائی'' لکھا تھا اور اس دور کی صورتحال میں لگتا تھا جیسے ان کا مصنف مارکس ہو۔

اب یہ دریافت کرنا مشکل ہے کہ اس طرح کے قلمی نام اپناتے وقت روج کے دل میں کیا تھا، مگر دوستوں اور عزیزوں کے نام لکھے گئے اس کے خطوط بتاتے ہیں کہ مارکس کے خلاف غصہ نے اس شخص کو کھا ڈالا تھا۔ جسے اس نے ''ایک مکمل خراب شخص'' اور ''ایک سرکش یہودی'' کہا اور یہ بات ناقابلِ تردید ہے کہ دو سال بعد پروشیا کے وزیر داخلہ کے نام معافی کی ایک درخواست میں اس نے پیرس میں اپنے جلا وطن ساتھیوں کے ساتھ دغا کی، اور ان جرائم کو اِن ''بے نام نوجوانوں'' کے کندھوں پر ڈال دیا جو کہ اس نے خود ''وارورٹس'' میں کیے تھے۔ اس نے اپنے مضامین پہ مصنف کی جگہ پر ''ایک پروشیائی'' کا نام لکھا۔ یہ بات قابلِ فہم ہے کہ مارکس نے اس مبینہ ''پروشیائی'' کے کرتب کا تیزی کے ساتھ توڑ کر لیا۔

مارکس کا جواب باوقار لہجے میں تھا۔ اس نے پروشیائی پالیسی کے معاملے میں روج پر محض ایک دو معروضی اعتراض کیے اور اس مختصر سے حاشیے میں پروشیائی سلطنت کے بارے میں ساری افواہوں کو مسترد کر دیا: ''خصوصی اسباب نے مجھے یہ کہنے پر مجبور کیا کہ مندرجہ بالا مضمون اولیں ہے جو میں نے وارورٹس کے لئے لکھا''۔ دراصل یہ آخری بھی تھا۔

زیرِ بحث معاملہ 1844ء میں جولاہوں کی بغاوت تھی، جسے روج نے غیر اہم سمجھا۔ اس نے اعلان کیا کہ اس بغاوت کا کوئی سیاسی مرکزہ نہ تھا اور اس طرح کے مرکزے کے بغیر کوئی سماجی انقلاب ممکن نہ تھا۔ مارکس کے جواب کا نچوڑ تھا کہ سیاسی قوت سماجی خرابیوں کو مندمل نہیں کر سکتی اس لئے کہ ریاست ان حالات کو ختم نہیں کر سکتی جن کی کہ یہ پیداوار ہے۔ وہ یوٹوپیائیت پر سخت تنقید کرتا ہے، اور اعلان کرتا ہے کہ سوشلزم ایک انقلاب کے بغیر ناممکن ہے۔ مگر وہ بلانکی اور اس کے پیروکاروں پر بھی شدید تنقید کرتا ہے۔ وہ انقلاب کی خصوصیت یوں بیان کرتا ہے: ہر انقلاب پرانے سماج کو تحلیل کر لیتا ہے اور اُس وقت یہ سماجی ہوتا ہے۔ ہر انقلاب پرانے اقتدار کا تختہ الٹتا ہے اور اُس وقت یہ سیاسی ہے۔ ایک سماجی انقلاب ایک سیاسی مرکزے کے ساتھ، جس طرح کہ روج مطالبہ کرتا ہے، بکواس ہے۔ مگر ایک سیاسی انقلاب ایک سماجی مرکزے کے ساتھ معقول ہے۔ انقلاب عمومی طور پر (موجود اقتدار کا خاتمہ اور پرانے رشتوں کی تحلیل) ایک سیاسی قدم ہوتا ہے۔ جب تک سوشلزم کو پہلے تباہی اور تحلیل چاہئے تھی، اسے ایسے سیاسی قدم کی ضرورت تھی، مگر جب اس کی تنظیمی سرگرمی شروع ہوئی، جب اس کا پیدائشی مقصد، اس کا مرکزہ نمودار ہوا، تو سوشلزم اپنے سیاسی چوغے سے باہر نکلا۔

یہ نظریات مارکس کے اپنے ''یہودی مسئلے پر'' نامی مضمون سے ابھرے اور جولاہوں نے فوراً ہی اس کی تصدیق کر لی۔ یہ مضمون اس نے جرمنی میں طبقاتی جدوجہد کی کمزوری کے بارے میں لکھا تھا۔ اس کے دوست جنگ نے کولون سے لکھا کہ سابقہ رینشے زی تنگ کی بہ نسبت اب کولنشے زی تنگ کے صفحات پر کمیونزم زیادہ ملتا ہے، اور یہ کہ کولنشے زی تنگ نے بغاوت کے دوران مار دیے گئے جولاہوں کے خاندانوں اور جیلوں میں بند جولاہوں کیلئے چندہ دینے والوں کی فہرست شائع کر دی۔ ریٹائر ہونے والے ضلعی گورنر کے لئے ایک الوداعی عشائیے میں کولون کے اعلیٰ افسروں اور امیر ترین تاجروں سے ایک سو تھیلر جمع کئے گئے، اور خطرناک باغیوں کے لئے ہر جگہ ہمدردی دکھائی جا رہی تھی۔ ''جو بات چند ماہ قبل ان کے لئے ایک جرات مندانہ اور مکمل طور پر نیا رویہ تھا، اب ایک معمول کا معاملہ رہ گیا''۔

مارکس نے جولاہوں کے ساتھ عمومی ہمدردی کو روج کے ان کی بغاوت کو گھٹا کر اندازہ کرنے کے خلاف استعمال کیا، مگر اس نے ایک لمحے کے لئے بھی ''بورژوازی کی طرف سے نئے سماجی رجحانات اور نظریات کے خلاف دکھائی جانے والی مزاحمت کی کمی'' سے دھوکہ نہیں کھایا۔ اس نے جان لیا کہ فوری طور پر مزدور طبقے کی تحریک کو کوئی اصل اقتدار ملا تو حکمران طبقات کے کیمپ کے اندر مخاصمت اور سیاسی مخالفت اس کے اثر کو کمزور کر دے گی اور حکمران طبقات کو مزدوروں کے خلاف اپنی ساری مخالفت کو مرکوز کروانے کا سبب بنے گی۔ اس نے یہ بتا کر بورژوا اور پرولتاری نجات کے درمیان گہرے فرق کو واضح کیا کہ ایک، سماجی بہتری سے ابھرا، اور دوسرا، سماجی دکھوں سے۔

بورژوا انقلاب سیاسی دولتِ مشترکہ اور ریاست سے الگ تھلگ رہنے سے، جبکہ پرولتاری انقلاب انسانیت اور انسانیت کی دولت مشترکہ سے تنہائی سے آیا۔ ثانی الذکر سے الگ تھلگ رہنا زیادہ مکمل، زیادہ ناقابلِ برداشت، اور بہ نسبت سیاسی دولت مشترکہ سے الگ تھلگ رہنے کے زیادہ خوفناک ہے۔ اور لہٰذا اس الگ تھلگ کے خاتمے کا مطلب حتیٰ کہ جولاہوں کی بغاوت سے نظر آنے والے جزوی مظہر کے بطور بھی، ناقابل بیان انداز میں زیادہ کچھ تھا، بالکل اس طرح جیسے انسان ایک شہری سے زیادہ کچھ تھا، اور انسانی زندگی سیاسی زندگی سے زیادہ ہے۔

لہٰذا جولاہوں کی بغاوت کے بارے میں مارکس کے خیالات روج کے خیالات سے بنیادی طور پر مختلف تھے: ''صرف جولاہوں کے گیتوں پر غور کیجئے۔ ان گیتوں کا طرز دل کو لگنے والا، سفاک اور زوردار ہے جس میں پرولتاریہ نجی ملکیت والے سماج کے خلاف اپنی مخالفت کا نعرۂ مستانہ بلند کرتا ہے۔ جولاہوں کی بغاوت شروع وہاں سے ہوئی جہاں فرانسیسی اور برطانوی بغاوتیں ختم ہوئی تھیں۔ اس میں پرولتاریہ کا (بحیثیت ایک طبقہ) شعور شامل تھا۔ سارا عمل اسی خصوصیت کا تھا۔ نہ صرف اس نے مزدور کی دشمن یعنی مشینری تباہ کر دی بلکہ تاجروں کا ریکارڈ، ان کی جائیداد کی اسناد بھی تباہ کر ڈالیں۔ دوسری ساری تحریکیں نظر آنے والے دشمن یعنی صنعت کاروں کے خلاف مرکوز کر دی گئی تھیں، مگر یہ تحریک نظر نہ آنے والے دشمن یعنی بینکار کی طرف بھی مبذول تھی۔ اور آخر میں، کوئی بھی برطانوی بغاوت اس قدر جرات، سوچ بچار اور مستقل مزاجی کے ساتھ نہیں لڑی گئی''۔

اس سلسلے میں مارکس وائٹلنگ کی شاندار تحریروں کا حوالہ بھی دیتا ہے جو ہمیشہ تھیوری میں پرودھون پر سبقت لے گیا، گو کہ عمل میں ہمیشہ اس سے پیچھے رہا: ''کیا بورژوازی (بشمول فلاسفروں اور کاتبوں کے) خود اپنی آزادی پر، سیاسی آزادی پر کوئی ایسی تصنیف دکھا سکے گی جو کہ وائٹلنگ کے ''ہارمنی اور آزادی کی ضمانتیں'' کے مقابلے کی ہو؟ جب کوئی شخص جرمن سیاسی لٹریچر کی سنجیدہ تحریر کا مقابلہ جرمن مزدور کی اس بے مثال شاندار ابتدا سے کرتا ہے، اور جب کوئی جرمن بورژوازی کی چھوٹی سائز اور چھوٹی ایڑیوں والی سیاسی جوتیوں کا مقابلہ جوانی سے بھرپور پرولتاریہ کے عظیم الجثہ بوٹوں سے کرتا ہے، تو وہ جرمنی کے اس نظر انداز کردہ بیٹے کے لئے ایک اتھلیٹ کی سند کی پیشن گوئی کرنے کا مستحق ہو جاتا ہے''۔

مارکس نے اعلان کیا کہ جرمن پرولتاریہ یورپی پرولتاریہ کا نظریہ دان تھا، جس طرح کہ برطانوی پرولتاریہ ان کا معیشت دان تھا اور فرانسیسی پرولتاریہ ان کا سیاست دان۔

ویٹلنگ کی تحریروں پر مارکس کے فیصلے کی آئندہ نسلوں کے فیصلے نے تصدیق کی۔ اُن کے زمانے میں وہ شاندار کامیابیاں تھیں۔ اور ان کی شان کو اس حقیقت نے بڑھاوا دیا کہ جرمن مسافر درزی نے لوئی بلانک، کیبٹ اور پرودھون سے پہلے سوشلزم اور مزدور طبقے کی تحریک کے درمیان یاری کے لئے راستہ بنایا۔ البتہ جولاہوں کی بغاوت پہ مارکس کا تاریخی تخمینہ آج ہمیں غیر معمولی نظر آتا ہے۔ اس نے اس میں وہ رجحانات دیکھ لیے جو کہ یقیناً موجود نہ تھے، اور لگتا ہے کہ روج نے اس بغاوت کا زیادہ درست انداز میں اندازہ لگایا، جب اس نے اسے بغیر کسی گہری اہمیت کے ایک بھوک کی بغاوت قرار دیا۔ البتہ، جینئس کے خلاف فلسطی ناکام ہوا، اور آخری نتیجے میں ایک عظیم دل ہمیشہ ایک تنگ نظر دماغ پر فتح پاتا ہے۔

یہ مٹھی بھر دستکار جنہیں روج نے حقارت کے ساتھ یہ نام دیا، مگر مارکس نے جن کا خوب مطالعہ کیا، ''انصاف لیگ'' میں منظّم تھے جو تیس کی دہائی میں فرانسیسی خفیہ سوسائٹیوں سے اور 1839ء میں ان کی آخری شکست سے ابھرے تھے۔ یہ شکست تنظیم کے لئے اس وجہ سے اچھی تھی کہ اس کے بکھرے ہوئے عناصر نہ صرف اپنے پرانے مرکز میں دوبارہ جمع ہوئے بلکہ انگلینڈ اور

سوئٹزرلینڈ میں بھی، جہاں اجتماع اور ایسوسی ایشن بنانے کی آزادی تھی جس میں انہیں نشو ونما کے زیادہ مواقع ملے تھے۔ پرانے تنے سے نکلی یہ کونپلیں ''ماں درخت'' کی بہ نسبت زیادہ قوت کے ساتھ نشو ونما پانے لگیں۔ پیرس تنظیم کی رہنمائی ڈینزگ کا ہر مین ایوربیک کر رہا تھا، جو کیبٹ کے اخلاقیاتی یوٹوپیائیت میں ڈوبا ہوا تھا اور جس نے کیبٹ کے یوٹوپیا کا جرمن زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ ویٹلنگ نے، جس نے سوئٹزرلینڈ میں ایجی ٹیشن کی رہنمائی کی تھی، خود کو ایوربیک سے دانش میں بلند تر ثابت کیا، جبکہ لیگ کے لندن لیڈروں چوکیدار جوزف مول، موچی ہنرخ بائیر اور جنگلات کے ایک سابق طالب علم کارل شیپر نے بھی خود کو کم از کم انقلابی پکّائی میں ایوربیک سے اعلیٰ ثابت کیا۔

مارکس نے شاید ان ''تینوں اصلی آدمیوں'' کا نام اینگلز سے سنا ہوگا، جب وہ 1844ء کے ستمبر میں پیرس سے گزرتے ہوئے مارکس سے ملا تھا۔ اس نے مارکس کو بتایا تھا کہ ان تینوں نے اس پہ ''گہرا اثر'' ڈالا۔ اینگلز دس دن تک پیرس میں رہا اور اس کا زیادہ تر وقت مارکس کے ساتھ گزرا۔ دونوں کو اپنے نظریات میں دوررس یکسانیت کی تصدیق کا موقع ملا جو کہ پہلے ہی ڈوئچے فرانزوسسچے جہر بوچر میں ان کے شائع ہونے والے مضامین سے ظاہر ہو چکا تھا۔ اسی دوران ان کا پرانا دوست برونو بائیر ان نظریات کے خلاف ہو گیا اور اپنے قائم کردہ ایک ادبی پرچے میں ایک تنقید چھاپ دی۔ ان دونوں کو اس حملے کا ایسے وقت پتہ چلا جب وہ اکٹھے تھے۔ انہوں نے فوراً ہی اس کا جواب دینے کا فیصلہ کیا۔ اینگلز تو فوراً ہی اپنا ماضی الضمیر کاغذ پر منتقل کرنے بیٹھ گیا۔ مگر مارکس اپنی خصلت کے مطابق، شروع والے فیصلے کے برخلاف اس مسئلہ پر بہت گہرائی میں گیا اور کئی مہینوں کی محنت کے بعد اس نے 300 صفحات سے زیادہ ضخیم کتاب لکھ ڈالی۔ جنوری 1845ء میں اس تصنیف کی تکمیل پر پیرس میں اس کا قیام بھی ختم ہوا۔

''واروارٹس'' کی ایڈیٹری سنبھالنے کے بعد برنیز نے برلن میں مسیحی جرمانوی سادہ لوگوں پر اپنے حملے توانائی سے جاری رکھے، جبکہ ہائن، برلن کے محل میں ''نئے سکندر'' کے خلاف ایک کے بعد دوسرا خاردار تیر چلاتا رہا۔ یہ تقریباً وہی زمانہ تھا جب جرمنی میں جائز بادشاہت نے ''واروارٹس'' کے خلاف پولیس ایکشن کرنے کیلئے فرانس میں جائز بورژوا بادشاہت سے رجوع کیا، مگر گیزوٹ کو

قائل کرنا مشکل ثابت ہوا۔ گیزوٹ اپنے رجعتی خیالات کے باوجود کسی قدر مہذب شخص تھا۔ علاوہ ازیں اسے پروشیائی آمریت کا سپاہی بننے کی کوئی خواہش نہ تھی۔ مگر وہ اُس وقت خود ایک درخواست گزار بنا جب ''واروارٹس'' نے فریڈریک ولیم چہارم پر میئر سیچ کی طرف سے قاتلانہ حملے کی کوششوں کے موقع پر ایک مذموم ''مضمون'' چھاپا۔(3) کابینہ میں بحث کے بعد گیزوٹ دو وجوہ پر ''واروارٹس'' کے خلاف ایکشن لینے پر تیار ہوا: ایڈیٹر کی طرف سے حکام کو زرِ ضمانت جمع نہ کرنے کے سبب، اور بادشاہ کو قتل کرنے والے ملزم کا بیان۔

برلن سرکار پہلی تجویز پہ رضامند ہوئی، مگر جب اس پر عمل درآمد کیا جانے لگا تو یہ غیر موثر ثابت ہوا۔ برنیز کو زرِ ضمانت جمع کرنے کے حکم کی بجا آوری میں ناکامی پر دو ماہ کی جیل ہوئی اور 200 فرانک کا جرمانہ ہوا۔ مگر ''واروارٹس'' نے فوراً ہی اعلان کیا کہ مستقبل میں وہ ایک ماہوار کے بطور شائع ہوا کرے گا۔ اور اس طرح وہ زرِ ضمانت والے قانون سے مکمل طور پر بری ہوا۔ برلن سرکار نے دوسری تجویز کی سماعت نہیں کی۔ زیادہ تر اس خوف کی بناء پر کہ پیرس کے جج پروشیا کے بادشاہ کی خاطر اپنے ضمیر کو داغدار بنانے پر کم تیار ہوں گے۔ مگر یہ سرکار لگاتار شکایات داخل کرتی رہی اور بلاآخر اس نے اخبار کے ایڈیٹروں اور مضمون نگاروں کو فرانس سے نکال دینے کا مطالبہ کیا۔ طویل مذاکرات کے بعد گیزوٹ اس مطالبے پر رضامند ہوا۔

اس وقت یہ تصور کیا گیا، اور اینگلز نے بھی فراؤ مارکس کی قبر پر اپنی تقریر میں اس الزام کو دہرایا کہ گیزوٹ ہمبولڈٹ کی بے شان مصالحت کی وجہ سے مان گیا جو کہ شادی کے رشتے میں پروشیا کے وزیر خارجہ کا رشتہ دار تھا۔ بعد میں ہمبولڈٹ کی یادداشت سے اس الزام کو دھونے کی یہ کہہ کر کوششیں کی گئیں کہ پروشیائی آرکائیوز میں اس طرح کی مصالحت کا کوئی حوالہ موجود نہیں ہے۔ یہ البتہ، اتنا تسلی بخش جواب نہیں ہے۔ اس لئے کہ سب سے پہلے تو یہ معلوم بات ہے کہ آرکائیوز نامکمل ہیں اور دوسری یہ کہ عموماً اس طرح کی باتیں تحریر میں لائی ہی نہیں جاتیں۔ آرکائیوز صرف ایک چیز ثابت کرتی ہیں اور وہ یہ ہے کہ اس معاملے میں جو بھی فیصلہ کن قدم تھا، وہ پردوں کے پیچھے اٹھایا گیا۔

برلن سرکار سب سے زیادہ ہائینے سے ناراض تھی جس نے ''واروارٹس'' میں پروشیا کی

صورتحال کے متعلق بالخصوص بادشاہ پر گیارہ تیز و مہلک طنز شائع کئے۔ مگر گیزوٹ کے نزدیک ہائینے اس پورے نا قابل قبول معاملے میں سب سے زیادہ حساس نقطے کی نمائندگی کرتا تھا۔ وہ یورپی قد کا شاعر تھا، اور فرانسیسی لوگ اسے قریب قریب اپنا قومی شاعر قرار دیتے تھے۔ فطری طور پر گیزوٹ برلن کی براہ راست یہ مشکلات بیان نہیں کر سکتا تھا اور لہذا کسی ذریعے سے پیرس میں پروشیائی سفیر سے اس معاملے کا کچھ تذکرہ کیا گیا۔ اس لئے کہ 14 اکتوبر کو اچانک اُس نے برلن کو رپورٹ دی کہ یہ بات یقینی نہیں ہے کہ ہائینے جس نے کہ ''وارورٹس'' میں اپنی صرف دو نظمیں چھپوائیں، اخبار کے ایڈیٹوریل بورڈ کا ممبر ہے۔ بالآخر برلن کے حکام بات سمجھ گئے۔

چنانچہ ہائینے کو تو کچھ نہیں کہا گیا، لیکن گیارہ جنوری 1845ء کو کئی دوسرے جرمن تارکین وطن کو، جنہوں نے ''وارورٹس'' میں لکھا، یا جن پر ایسا کرنے کا شک تھا، کو ملک بدری کے حکم نامے ملے۔ ان میں مارکس، روج، باکونن، بورنسٹین اور برنیز شامل تھے۔ ان میں سے کچھ نے تو خود کو بچا لیا۔ مثلاً بورنسٹین نے لکھ کر دیا کہ وہ ''وارورٹس'' شائع کرنا بند کر دے گا، اور روج نے مختلف اسمبلی ممبروں کی طرف دوڑیں لگائیں تا کہ سب کو یقین دلا سکے کہ وہ بہت وفادار شہری تھا۔ ظاہر ہے کہ مارکس ایسی کسی چیز کا عادی نہ تھا، لہذا وہ برسیلز جانے کیلئے تیار ہو گیا۔

پیرس میں اس کی جلاوطنی قریب قریب ایک برس سے زیادہ کی رہی۔ مگر یہ شاید اس کی ساری جلاوطنیوں کے سارے برسوں میں سب سے زیادہ اہم تھی۔ یہ تجربہ اور لگن کے لحاظ سے امیر سال تھا اور اسے مزید غنی بنایا ایک یارِ غار کے حصول نے، جس نے شاندار طریقے سے اس کی خدمت کی اور آخر تک مدد کی۔

حواشی

1۔ انارکارسنز ایک پروشیائی شخص کا قلمی نام ہے جس نے فرانسیسی شہریت اختیار کی۔ وہ پیرس میں انتہا پسند انقلابیت اور دہریت کی وکالت کرتا تھا۔ اسے 1794 میں پھانسی دی گئی۔ وہ خود کو ایتھنز کے فلاسفر انارکارسنز سے تشبیہ دیتا۔

2۔ ایٹینی کابٹ کا ''یوٹوپیا''۔

3- پروشیا میں سٹورکاؤ کا میئر، ڈیموکریٹک اور انسانی خیر خواہ ہنرخ لڈوگ سیچ، جس نے جولائی 1844 میں فریڈرک ویلیم چہارم پہ ایک ناکام قاتلانہ حملہ کیا تھا اور اسی سال پھانسی چڑھایا گیا۔

فریڈرک اینگلز

1-دفتر کی ملازمت اور فوجی بیرکیں

فریڈرک اینگلز 28 نومبر 1820ء کو برمن میں پیدا ہوا۔ مارکس کی طرح اس نے بھی اپنے والدین کے گھر میں انقلابی خیالات نہیں اپنائے اور نہ ہی تنگ دستی نے اسے انقلابی راہوں پہ دھکیلا۔ اسے تو اپنی بلند ذہانت نے اس طرف راغب کیا۔ اس کا والد قدامت پسند خیالات والا کھاتا پیتا کارخانہ دار تھا۔ اور مذہبی طور پر اینگلز کی معلومات مارکس سے زیادہ تھیں۔

اس نے البرفیلڈ میں ہائی سکول پڑھا، مگر فائنل امتحان سے ایک سال قبل کاروبار سنبھالنے کیلئے پڑھائی چھوڑ دی۔ وہ بہت اہل بزنس مین بنا گو کہ اس کا دل اس کے اپنے بقول ''اس نفرت انگیز کاروبار'' میں بالکل نہ تھا۔ ہم اس سے پہلی بار ان خطوط کے ذریعے واقف ہوتے ہیں جو اس نے 18 سال کی عمر میں جرمن کے اندر کونسل لیوپولڈ کے دفتر میں ایک نوآموز کے بطور، گرابر برادران کو لکھے۔ وہ دونوں بھائی اس کے سکول کے دوست تھے جو کہ دینیات پڑھ رہے تھے۔ ان خطوط میں کاروبار کے بارے میں کوئی خاص باتیں موجود نہیں ہیں۔ نوجوان اینگلز، بعد کے اینگلز کی طرح ایک خوش طبع مئے نوش تھا۔ اس نے ہاؤف کی طرح اپنی تعظیم و تکریم نہ ہونے دی، نہ ہی ہائینے کی

طرح گیت گائے۔ وہ ہمیں سمجھدار مزاج کے ساتھ مئے نوشی کے دور پینے کے بارے میں بتاتا ہے جس میں کہ وہ برمن Ratskeller کی قدیم و مقدس دیواروں کے اندر موجود تھا۔

مارکس کی طرح اس نے بھی پہلے پہل شاعری کرنے کی کوشش کی، مگر مارکس ہی کی طرح اسے بھی جلد اندازہ ہوا کہ شاعر والے ہار اس کے لئے نہ تھے۔ 17 ستمبر 1838ء میں (یعنی اپنی عمر کے 18 سال پورے ہونے سے قبل) ایک خط میں وہ اعلان کرتا ہے کہ ''نوجوان شاعروں کیلئے'' نامی مضمون میں گوئٹے نے جو نصیحت کی، اس نے شاعری کرنے کے لئے اس کے سارے عزائم سے نجات دلا دی۔ اس مضمون میں جرمن شاعری کے اس استاد نے اشارہ کیا تھا کہ کوئی بھی جرمن زبان ترقی کی اس بلندی تک نہیں پہنچی کہ کسی کے لئے قافیہ اور بحر میں اپنا پر لطف اور باموقع اظہار مشکل نہ ہو۔ گوئٹے نے اپنی نصیحت کو اس نظم پر ختم کیا:

نوجوان لکھاری لمحوں میں دھیان دو
جب دل اور روح دونوں باغ باغ ہوں
تب میوز تمہارے ساتھ اچھا چلے گی
مگر وہ تمہاری گائیڈ کبھی نہ بنے گی

نوجوان اینگلز نے خود کو گوئٹے کی نصیحت کے عین مطابق پایا۔ اس نے اندازہ کر لیا کہ اس کی قافیہ پیمائی شاعری کے کاز میں کوئی خاص قابلِ قدر چیز پیدا نہ کر سکے گی۔ پھر بھی وہ اسے گوئٹے کے بقول ''ایک قابلِ قبول اضافی کام'' کے بطور برقرار رکھے گا، اور کبھی کبھار چھپنے کیلئے ایک آدھ نظم دے گا، ''اس لئے کہ دوسرے لوگوں نے جو مجھ جتنے یا مجھ سے بھی بڑے احمق ہیں، ایسا ہی کیا۔ اور اس لئے بھی کہ، اس طرح کر کے میں جرمن ادب کی سطح کو نہ تو پست کر پاؤں گا اور نہ بلند'' اپنی جوانی میں اینگلز نے اپنے ہمیشہ والے مزاج میں اپنے کردار کے اندر کسی بے کار چیز کو چھپایا نہیں، اور ایک خط میں ہم اسے اپنے دوستوں کو کولون سے مقبول کلاسیک بھیجنے کی فرمائش لکھتے ہوئے ملتے ہیں؛ سیگفریڈ، اُولنسپیگل، ہیلینا، اوکٹاوی اَن، شیلبر گر، ہیمونسکیند ر اور ڈاکٹر فاؤسٹ۔ وہ دوستوں کو بتاتا ہے کہ وہ جیکب بوہم کو پڑھ رہا ہے: ''وہ ایک اداس مگر گہرا شخص ہے۔ جو کچھ وہ لکھتا ہے اگر اس

کے معمولی حصے کو بھی ذہن نشین کرنا ہو تب بھی اس کے لئے اسے مکمل طور پر پڑھنا ہوگا''۔

چنانچہ کچھ ہی عرصہ بعد اینگلز ''ینگ جرمنی'' (1) کے سطحی ادب کی طرف ساری کشش کھو دیتا ہے اور گہرائیوں میں کود جاتا ہے۔ دس جنوری 1839ء میں ایک خط میں ہم اسے اس ''عمدہ کمپنی'' پر حملہ کرتے دیکھتے ہیں زیادہ تر اس لئے کہ وہ لوگ ایسی تحریریں لکھ پھینکتے ہیں جو حقیقت میں وجود ہی نہیں رکھتیں: ''تھیوڈر منڈٹ نامی یہ شخص ڈومی سیلے ٹیگلیون کے بارے میں بہت ہی واہیات تحریریں لکھ رہا ہے، جو گوئٹے کی شاعری کو رقص کی توضیح دیتا ہے۔ وہ گوئٹے، ہائینے، راہیل اور سٹیگلٹز سے عمدہ پر قرض لے کر اپنے سر پہ تاج کو مزین کرتا ہے۔ اور بیٹینیا کے بارے میں بہت بکواس لکھتا ہے۔ مگر یہ سارا کچھ اس قدر جدید ہے، اس قدر جدید کہ کسی لغویات سے چٹخارے لینے والے کے لئے اور کسی بھی خود نما اور شہوت پرست نوجوان لیڈی کیلئے اس کا پڑھنا یقیناً محظوظ کُن ہوگا............ اور ہنرخ لاؤب! یہ شخص تو ایک کے بعد دوسرا غیر موجود کردار گھڑتا جاتا ہے، سفر کی کہانیاں جو سفری کہانیاں نہیں بلکہ بکواس سے بھی بلند ترین بکواس ہیں...........''۔

اینگلز نے دیکھا کہ ادب میں ''نئی روح'' جولائی انقلاب کے ہنگامہ خیز واقعہ کے بعد آئی ہے، جسے وہ ''جنگِ آزادی کے بعد عوام کی خواہشات کا عمدہ ترین اظہار'' قرار دیتا ہے۔ اس نئی روح کے نمایاں نمائندے بیک، گرون، لیناؤ، اِمر مین، پلیٹن، بورن، ہائینے اور گوٹز کو تھے۔ وہ آخر الذکر کو ''ینگ جرمنی'' کے دیگر ہلکے لوگوں سے بلند قرار دیتا ہے۔ یکم مئی کے ایک خط کے مطابق اینگلز نے ''ٹیلیگراف'' میں ایک مضمون لکھا جو ''یہ بڑا اور عمدہ شخص'' (کارل گوٹز) نکالتا ہے۔ مگر وہ ایڈیٹر سے اس کے سخت ترین اختیارات استعمال کرنے کی درخواست کرتا ہے بصورت دیگر اسے ڈر تھا کہ وہ کہیں کسی ''جہنمی امتحان'' میں نہ پڑ جائے۔

''ینگ جرمنی'' کی طرف سے آزادی کی لمبی چوڑی شکایت آمیز تقریریں اینگلز کو ینگ جرمنی کی ادبی پیداوار کی جمالیاتی گراوٹ سے متعلق دھوکہ نہیں دے سکیں، مگر وہ اس پر آرتھوڈوکس اور رجعتی حملوں کے بارے میں زیادہ صابر بننے کی طرف مائل نہیں تھا۔ اس نے مظلوم کی پارٹی کے ساتھ غیر مشروط طور پر شمولیت کی اور غالباً خود کو ''ینگ جرمن'' لکھا۔ اور ایک خط میں ہم اسے اپنے

دوست کو دھمکی دیتے دیکھتے ہیں: ''فرٹز! میں تمہیں ایک بات بتا دوں، تم بے شک کبھی ایک پادری بن جاؤ یا چاہو تو آرتھوڈوکس بن جاؤ، مگر اگر تم ایک متقی (Pietist) (2) بن جاؤ گے تو مجھے نمٹتے ہوئے پاؤ گے''۔ بورن کے لئے اس کی خصوصی ترجیح شاید اسی طرح کے غور و فکر کی وجہ سے تھی، اور نوجوان اینگلز کے خیال میں خبر رساں منزیل پر بورن کا حملہ سٹائل کے لحاظ سے جرمنی میں عمدہ ترین تخلیق تھی، جبکہ ہائینے کو کبھی کبھار والے ''فحش شخص'' جیسے حوالوں پہ گزارہ کرنا تھا۔ ان دنوں ہائینے کے خلاف عجیب احساسات پائے جاتے تھے اور حتیٰ کہ لاسال نے اپنی ڈائری میں لکھا: ''اور اس شخص نے تو آزادی کا کاز ترک کر دیا! اس شخص نے اپنے سر سے جیکو بن کی آزادی کی ٹوپی پھاڑ پھینکی اور اپنے اشرافی بالوں کی لٹوں پر ایک سنہرا گف بنا ہوا ہیٹ اڑسا دیا!''۔

البتہ، نہ بورن اور نہ ہائینے اور نہ ہی کسی اور شاعر نے اینگلز کی اُس راہ پہ راہنمائی کی جو کہ اس کی زندگی نے بالآخر اپنا لی اور صرف اس کی تقدیر نے اسے اُس آدمی میں ڈھال دیا جو کہ وہ بنا۔ وہ جرمنی میں pietism کے مضبوط گڑھوں میں سے ایک، برمن میں پیدا ہوا اور ایک دوسرے گڑھ بری من میں رہا۔ ان بندھنوں سے اس کی آزادی نے نجات دی اُس عظیم جدوجہد کو متعین کیا جس نے اس کی زندگی بھرپور کر دی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ابھی تک اپنے بچپن کے عقیدوں سے جدوجہد کرتے ہوئے وہ غیر معمولی نرمی سے کہتا ہے: ''میں سچ کے لئے ہر روز، بلکہ سارا دن دعا کرتا رہتا ہوں، اور جب سے میں نے شک کرنا شروع کر دیا میں ایسا کرتا آیا ہوں، مگر ابھی تک میں آپ کے عقیدے کی طرف واپس نہیں جا سکتا........... جب میں یہ سطور لکھ رہا ہوں تو میرے آنسو رواں ہیں۔ میں بہت گہرا متاثر ہوں مگر میں محسوس کرتا ہوں کہ میں گم نہیں ہوا، کہ میں خدا کی طرف اپنا راستہ ڈھونڈھ پاؤں گا، جس کے لئے، میں پورے دل سے مشتاق ہوں۔ اور وہ بھی روح القدس کا ایک مظہر ہے، میری زندگی اس پہ ہے، اور اگر بائبل اس کے برعکس کہتا ہے تو اس سے بھی دس ہزار بار زیادہ''۔

ان دماغی جدوجہدوں میں اینگلز نے اپنے تھیالوجی کے دوستوں سے اعتراف کیا کہ وہ پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ ایک راست باز نیشنلسٹ' آرتھوڈوکسی کے معجزوں اور اس کی سطحی اخلاقیات کو تو

ترک کرسکتا ہے مگر فلسفیانہ غور وفکر کو کبھی بھی ''صبح کی سورج کے نور سے مزین برفیلی چوٹیوں'' سے تنگ جیکٹ میں رینگ کر دوبارہ داخل ہونے کے لئے آرتھوڈاکسی کی ''دھندلی وادیوں'' میں نہیں اتر سکتا؛'' میں ایک ہیگلین بننے کے قریب ہوں۔ ابھی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ میں ایسا بنوں گا یا نہیں، مگر سٹراس نے میرے لئے ہیگل پر روشنی ڈالی ہے اور یہ سب کچھ معقول لگتا ہے۔ اس شخص کا فلسفۂ تاریخ میرے اپنے دل کے مکمل طور پر مطابق ہے''۔

چرچ سے اینگلز کی علیحدگی اسے سیاسی طور پر سیدھا مسیحی عقائد کے خلاف لے گئی۔ پروشیا کے بادشاہ کی تعریف میں ایک ملاّئی تقریر کے اس دلیر و جوشیلے نوجوان نے جو Demagogue hunt کے لئے ذمہ دار تھا، نے کہا: ''میں صرف اس شہزادے کے بارے میں کچھ اچھائی کی توقع کرتا ہوں جس کا سر اپنے عوام کے مکّوں گھونسوں سے سوجھا ہوا ہے اور جس کے محل کی کھڑکیاں انقلاب کے پتھروں سے ٹوٹی ہوئی ہیں''۔

اس طرح کے خیالات کے ساتھ اینگلز بلا شبہ ''گوٹزکو'' کے ٹیلیگراف سے بہت آگے اور ڈوئچے جہر بوچر اور رائنشے زی تنگ کے حلقے میں تھا۔ جب وہ اکتوبر 1841ء سے اکتوبر 1842ء تک آرٹلری گارڈز میں اپنی ایک سال کی فوجی سروس کے سلسلے میں برلن میں تھا تو وہ کوپ فرگرابن بیرکوں میں رہتا تھا جو اس مکان سے زیادہ دور نہ تھیں جہاں ہیگل رہتا تھا اور جہاں وہ فوت ہوا تھا۔ وہ کبھی کبھار ان دونوں اخبارات میں مضامین لکھتا تھا۔ شاید اپنے قدامت پسند اور آرتھوڈاکس خاندان کے احساسات کا لحاظ رکھتے ہوئے اس نے فریڈرخ اوسلوالڈ کا قلمی نام اپنایا اور جبکہ وہ ''بادشاہ کی یونیفارم'' پہنے ہوئے تھا، تو وہ اسے مزید کچھ معقول وجوہ کے سبب برقرار رکھنا چاہتا تھا۔ 6 دسمبر 1842ء کو ''گوٹزکو'' نے ایک ایسے مصنف کو دلجوئی کرنے والا ایک خط لکھا جسے اینگلز نے ڈوئچے جہر بوچر میں شدید تنقید کا نشانہ بنایا تھا۔

''فریڈرخ اوسوالڈ کو لٹریچر میں متعارف کرنے کی ضرر رسانی بدقسمتی سے میرے ہاتھوں ہوئی ہے۔ کئی سال قبل اینگلز نامی ایک نوجوان برنس مین مجھے ووپرٹال کے معاملات کے بارے میں بریمن سے خط بھیجتا تھا۔ میں اس کے مواد کی غلطیاں نکالتا تھا اور انہیں چھاپتا تھا۔ اس کے بعد اس

نے مجھے اور مواد بھیجا' مگر مجھے ہمیشہ وہ دوبارہ لکھنے پڑتے۔ تب اچانک اس نے مجھے اپنی تحریروں میں غلطیاں ٹھیک کرنے سے منع کر دیا۔ وہ ہیگل پڑھنے لگا اور دوسرے رسالوں میں چلا گیا۔ آپ پر تنقید کے شائع ہونے سے ذرا پہلے میں نے اسے 15 تھیلر برلن بھیجے۔ یہ نوجوان لوگ ہمیشہ ایسا کرتے ہیں: وہ سوچنے اور لکھنا سکھانے کے لئے ہمارا شکریہ ادا کرتے ہیں، اور پھر ان کا اولیں آزادانہ عمل ہوتا ہے دانشورانہ پدرکشی۔ اور یہ برائی اس قدر بڑھا وانہ پاتی اگر رائنشے زی تنگ اور روج کا اخبار اس کی پذیرائی نہ کرتے''۔ بلا شبہ یہ بھوک کے مینار پر بوڑھے مُور کا غرّانا نہیں ہے، بلکہ اس بوڑھی بطخ کا خوفناک کڑکڑانا ہے جب وہ اپنے چُوزے دیکھتی ہے جو اس نے جنے تھے مگر جو مسرت سے اس سے دُور تیرتے ہیں۔

اینگلز اپنے دفتر میں تجارت کا ایک قابل سرونٹ تھا اور بیرکوں میں ایک اہل سپاہی۔ اپنی سروس کے دنوں سے لے کر زندگی کے آخر تک ملٹری سائنس اس کے مطالعہ کا مرغوب مضمون رہا۔ اس کے فلسفیانہ شعور کے اندر تفکر کی گہرائی کی جو کمی تھی، روزمرہ عملی زندگی سے قریبی اور مسلسل تعلق نے اس کمی کو پورا کر لیا۔ برلن میں اپنی فوجی سروس کے سال میں اس نے ''فریڈم'' کے ساتھ بے قرار تمنا کے ساتھ بلانوشی کی اور ان کے تنازعات میں ایک یا دو مضامین لکھے۔ گو کہ یہ اس زمانے میں لکھے گئے جب ان کے کارنامے اب تک گل سڑ نہیں گئے تھے۔ اپریل 1842ء میں اینگلز کا لکھا ہوا 55 صفحاتی پمفلٹ لپزگ میں گمنام طور پر چھپا۔ اس کا عنوان تھا: ''شیلنگ اور انقلاب''۔ اس میں ''آزاد فلسفہ پر حالیہ رجعتی حملوں'' پر تنقید کی گئی تھی۔ یہ انقلاب کے اندر ہیگلی فلسفہ کو برلن یونیورسٹی کے میدان سے ہٹا کر اس کی جگہ پر خود اپنے عقیدے کو جگہ دینے کی شیلنگ کی کوشش تھی۔ روج کا خیال تھا کہ یہ باکونن کی تحریر ہوگی۔ چنانچہ اس نے اس تحریر کا ان جملوں کے ساتھ چاپلوسانہ خیر مقدم کیا: ''یہ ابھرتا ہوا نوجوان برلن کے اندر سارے بڑھے احمقوں کو عریاں کر رہا ہے''۔ یہ تحریر دراصل ینگ ہیگلیزم کے فلسفے کے انتہا پسندانہ نتائج کی نمائندگی کرتی تھی، مگر دوسرے ناقدوں نے جب یہ اعلان کیا کہ یہ شاعرانہ فلسفیانہ بہتات کی بہ نسبت کم کاٹ دار تنقید تھی تو وہ غلط نہیں کہہ رہے تھے۔

تقریباً اُسی زمانے میں، اور برونو بائیر کی معزولی کے تازہ تاثر کے تحت، اینگلز نے چار بندوں

پر مشتمل طویل نظم ''بڑے شیطان'' پر عقیدہ کی فتح'' پر طنز کرتے ہوئے ایک ''مسیحی رزمیہ'' نظم لکھی۔ یہ زیورچ کے قریب نیومن سٹر میں چھپتا تھا اور اس میں نکتہ چیں تنقید سے نفرت کرنے کیلئے اینگلز نے جوانی کے خصوصی استحقاق کا بھرپور استعمال کیا۔ جس نظم میں وہ خود کو اور مارکس کو بیان کرتا ہے، جس کے ساتھ وہ ابھی تک شخصی رابطے میں نہ آیا تھا، ہمیں اس کے اسلوب کے بارے میں کچھ اندازہ ہوسکتا ہے:

''مگر وہ جو رقص کرتا ہے لمبے قد والا اور دور دراز بائیں جانب
وہ اوسولڈ ہے، بھورا کوٹ پہنے ہوئے اور کالی مرچ کے رنگ کی پتلون کے ساتھ
کالی مرچ باہر کالی مرچ اندر، اوسولڈ مونٹین والا
سر سے پیر تک سارا ریڈیکل
وہ ایک ڈھول پیٹتا ہے، یہ گلوٹین ہے اور اس کے تاروں پر وہ ایک Cavatine بجاتا ہے،
جہنمی نغمہ ہوتا ہے یہ بار بار گائے جانے والے مصرعے کو چلّاتا ہے:

"Formez Vos bataillions! Aux armes!"

کون تباہ کن غصے سے اپنے سُروں کو توانا بناتا ہے؟
ٹائیر کا سیاہ ابرو والا شخص، ایک مکمل طوفان
جو نہ چلتا ہے نہ بڑھاپے کی لاٹھی ہے، بلکہ اپنی ایڑیوں پر اچھلتا ہے
اور اپنے بازو ہوا میں بلند کرتا ہے
جیسے اس کا قہر یک دم چھین لے
آسمان کا عظیم الشان گنبد اور اسے پھاڑ کر پھینکے زمین پر
بھینچے ہوئے خوفناک مُکّے کے ساتھ وہ بنا آرام کیے آگ بگولہ ہوتا ہے
لگتا ہے اس کے سینے پر دس ہزار شیطان رقص کر رہے ہوں''

جب ستمبر 1842ء میں اس کی فوجی سروس کا سال ختم ہوا تو اینگلز گھر لوٹا اور دو ماہ بعد ارمن اینڈ اینگلز نامی دھاگہ بنانے کی بڑی فرم کے دفتر میں ایک کلرک بننے انگلینڈ لوٹا جس میں کہ اس کا

والد حصہ دار تھا۔ انگلینڈ جاتے ہوئے وہ کولون میں سے گزرا اور رائنشے زی تنگ کے ایڈیٹوریل آفس میں مارکس سے شناسائی پیدا کی۔ البتہ یہ ملاقات سرد مہر تھی اس لئے کہ مارکس ''آزاد آدمیوں'' سے اپنے تعلقات توڑ دینے والا تھا، اور وہ اینگلز کو بھی اُن کے حامیوں میں سے ایک سمجھتا تھا۔ جبکہ اینگلز اس کے خلاف بائیر برادران کی طرف سے خطوط سے متعصب تھا۔

2۔ انگریزی تمدن

اب جو 21 ماہ اینگلز نے انگلینڈ میں گزارے وہ اس کے لئے اتنے ہی اہم تھے جتنا کہ مارکس کا پیرس میں گزارا ہوا سال۔ دونوں فلسفے کا جرمن مکتب پڑھ چکے تھے اور دونوں بیرونِ ملک تھے کہ ایک ہی نتیجے پر پہنچ گئے۔ مارکس انقلابِ فرانس کی بنیاد پر عصری تقاضوں اور جدوجہدوں کی تفہیم پر پہنچا، جبکہ اینگلز نے برطانوی صنعت کی بنیاد پر ایسا کیا۔

انگلینڈ بھی اپنے بورژوا انقلاب سے گزر چکا تھا، اور وہ بھی فرانس سے ایک صدی قبل۔ اسی وجہ سے تو انگریز بورژوا انقلاب مقابلتاً بہت ہی کم ترقی یافتہ حالات میں برپا ہوا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ بالآخر اس نے ارسٹوکریسی اور بورژوازی کے درمیان ایک مصالحت میں خود کو تحلیل کردیا جس سے کہ ایک مشترکہ بادشاہت قائم ہوگئی۔ انگریز ''درمیانہ طبقے'' کو بادشاہت اور ارسٹوکریسی کے ساتھ اس قدر طویل اور تلخ جدوجہد کرنے پر مجبور نہیں ہونا پڑا کہ وہ فرانس میں ''تھرڈ اسٹیٹ'' جیسی صورتحال میں آجاتا۔ فرانسیسی مورخوں نے ''تھرڈ اسٹیٹ'' کی جدوجہد کی طبقاتی نوعیت کو محض بعد کے غور و فکر کے بعد محسوس کیا، مگر انگلینڈ میں طبقاتی جدوجہد اُس وقت خود بخود ابھری جب 1832ء میں ''قانونِ اصلاح'' کے وقت حکمران طبقات کے خلاف پرولتاریہ نے جدوجہد سنبھالی۔

اس فرق کی توضیح اس حقیقت سے کی جاسکتی ہے کہ انگلینڈ میں بڑے پیمانے کی صنعت نے بہت گہرائی میں ملک کی چیڑ پھاڑ کردی بہ نسبت فرانس کے اس عمل کے۔ ترقی کے تقریباً نظر آنے والے پراسیس سے انگریز صنعت نے پچھلے طبقات تباہ کردیے تھے اور نئے طبقات پیدا کیے تھے۔ جدید بورژوا سماج کا اندرونی ڈھانچہ فرانس کی بہ نسبت انگلینڈ میں بہت واضح اور آشکارا تھا۔

برطانوی صنعت کی تاریخ اور خصوصیت کا مطالعہ کرتے ہوئے اینگلز کو معلوم ہوا کہ معاشی عوامل (گو کہ تاریخی تحقیق میں انکا کوئی رول نہ تھا، یا بہت معمولی تھا)، کم از کم جدید دنیا میں ایک فیصلہ کن قوت کی نمائندگی کرتے تھے۔ اور یہ کہ وہ موجودہ طبقاتی مخاصمت کی بڑھوتری کی بنیاد بناتے تھے۔ وسیع پیمانے کی صنعت کی ترقی کی برکت سے جہاں یہ طبقاتی مخاصمتیں بن گئیں، وہاں یہ طبقاتی تضادات سیاسی پارٹیوں اور سیاسی جدوجہدوں کی نشوونما کی بنیاد کی نمائندگی کرتے تھے، اور لہٰذا، ساری سیاسی تاریخ کی بنیاد کی نمائندگی کرتے تھے۔

یہ حقیقت ہے کہ اینگلز نے اپنی توجہ بنیادی طور پر معاشی میدان پہ اس لئے رکھی کہ یہ اس کے پیشے کا نتیجہ تھا۔ ڈوچے فرانزوسیچے جہر بوچر میں اس کا مضمون قومی معیشت پر ایک تنقید تھا جبکہ مارکس کا مضمون فلسفہِ قانون پر تنقید تھا۔ اینگلز کا مضمون جوانی کے اشتیاق سے بھرپور تھا، مگر اس میں فہم کی غیر معمولی بلوغت دکھائی دیتی ہے۔ اس مضمون کو ''ایک کنفیوز مضمون'' کہنا جرمن پیشہ ور فلسطیوں کو ہی اچھا لگتا تھا، جبکہ مارکس نے اسے ''ایک شاندار مسودہ'' قرار دیا۔ یہ دراصل ایک مسودے سے بڑھ کر تھا اس لئے کہ (گو کہ اینگلز نے ریکارڈو اور ایڈم سمتھ کے بارے میں جو کچھ کہا وہ کسی صورت بھرپور نہ تھا اور نہ ہی ہمیشہ درست ، اور جو اعتراضات وہ سامنے لایا وہ شاید پہلے ہی انگریز اور فرانسیسی سوشلسٹ لا چکے تھے البتہ) اس نے بورژوا معیشت کے سارے تضادات کو اُن کے اصل سرچشمے یعنی نجی ملکیت سے واضح کرنے کی جو کوشش کی، وہ شاندار تھی۔ اور اس نے اینگلز کو پرودھون سے بہت بلند کر دیا جو کہ نجی ملکیت سے اُس کے اپنے مورچے میں لڑنے سے آگے گیا ہی نہیں۔
سرمایہ دارانہ مقابلہ کی ہمیشہ بڑھتی ہوئی رفتار، مالتھس کا نظریہ آبادی، سرمایہ دارانہ پیداوار کی ہمیشہ بڑھتی ہوئی رفتار، کمرشل بحران، اجرتوں کا قانون، سائنس کی ترقی (جو اس نے اعلان کیا کہ نجی ملکیت کی حکمرانی میں انسانیت کی نجات کا ذریعہ بننے کے بجائے انسانیت کی غلامی کو مستحکم بنانے کا ایک ذریعہ بن کر گل سڑ گیا ہے) وغیرہ کے متعلق اینگلز کے علمی مشاہدوں کے اندر معاشی میدان پر سائنسی کمیونزم کے مفید بیج تھے۔ اور دراصل اینگلز ہی اس میدان کا اولین رہنما تھا۔
وہ اپنے کارناموں کے بارے میں بہت انکساری سے کام لیتا تھا۔ ایک موقع پر اس نے

اعلان کیا کہ اس کی معاشی تحریروں کو ''آخری شکل'' مارکس دیتا تھا۔ ایک دوسرے موقع پر اس نے کہا، ''مارکس ہم سب سے عظیم تر تھا، زیادہ دور دیکھتا تھا، زیادہ دیکھتا تھا اور زیادہ جلدی دیکھتا تھا''۔ اور ایک تیسرے موقع پر اس نے کہا کہ مارکس بہر حال وہ کچھ دریافت کر سکتا تھا جو وہ یعنی اینگلز دریافت کر چکا تھا۔ بہر حال، یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ شروع میں اینگلز نے دانش دی اور مارکس نے لی، اس میدان پر جس پر کہ، فیصلہ کن جدوجہد ہونی ہے اور ہو رہی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ فلسفیانہ طور پر دونوں میں مارکس عظیم تر تھا اور اس کا دماغ زیادہ بلند انداز میں سُدھا ہوا تھا۔ اگر کوئی سنجیدہ تاریخی تحقیق سے تعلق نہ رکھنے والے ''چونکہ، چنانچہ وا گر مگر'' کے طفلانہ کھیل میں تفریح تلاش کرے، تو وہ اس سوال پر اپنے تصورات خرچ کر سکے گا کہ آیا اینگلز تنہا وہ مسئلہ حل کر سکتا تھا جو دونوں آدمیوں نے مل کر حل کر دیا، آیا وہ اسے اس کی پیچیدہ فرانسیسی شکل میں اس طرح حل کر سکا تھا جس طرح کہ مارکس نے کیا۔ بہر حال، ایک حقیقت جسے غیر منصفانہ طور پر نظر انداز کیا گیا، یہ ہے کہ اینگلز نے مسئلے کو اس کے آسان انگریز شکل میں حل کر دیا۔

اینگلز کا فلسفیانہ نکتہِ آغاز ڈوچے فرانزوسیچے جہر بوچر میں اس کے دوسرے مضمون میں زیادہ واضح نظر آتا ہے۔ یہاں وہ کارلائل کی کتابوں میں سے ایک کی بنیاد پر انگلینڈ کی صورتحال بیان کرتا ہے۔ وہ اس کتاب کو ایک پورے سال کی لٹریری فصل میں سے، پڑھنے کے قابل واحد کتاب قرار دیتا ہے، ایک لٹریری افلاس جو کہ فرانس کی لٹریری دولتمندی کے برعکس ہے۔ وہ، سے انگریز ارسٹوور کریسی اور بورژوازی کی دانشورانہ تھکاوٹ کہتے ہیں، اس پر ایک نوٹ کا اضافہ کرتے ہیں۔ وہ اعلان کرتا ہے کہ، تعلیم یافتہ انگریز شخص، جسے براعظم میں انگلش قومی خصوصیت کا پیمانہ سمجھا جاتا تھا وہ اس دنیا میں ذلیل ترین غلام تھا اور تعصّبات بالخصوص مذہبی نوعیت کے تعصّبات سے اس کا دم گھٹا ہوا تھا: ''انگریز سماج کا واحد نفیس حصہ تو پورے براعظم میں ان پڑھ مزدور ہیں، انگلینڈ کے اچھوت ہیں، غریب ہیں (باوجود ان کے اکھڑپن کے اور بددلی کے)۔ انگلینڈ کی نجات کی امید انہی کے اندر ہے۔ وہ اَن پڑھ ہیں مگر ان میں کوئی تعصب نہیں ہے۔ وہ تعلیم کیلئے اچھے مواد کی نمائندگی کرتے ہیں ۔ وہ ابھی تک ایک عظیم قومی تحریک کے لئے کافی قوتِ حیات رکھتے ہیں۔ ان کا ابھی تک

مستقبل موجود ہے"۔ اینگلز نے مارکس کے اظہار کو استعمال کرتے ہوئے پھر بتایا کہ فلسفہ "لوگوں کے بھولے بھالے انبوہ" میں گہرا ڈوبنا شروع ہوا ہے۔ کسی معزز انگریز مترجم نے سٹراس کی کتاب "یسوع کی زندگی" کو انگریزی میں ترجمہ کرنے کی جرات نہ کی اور نہ کسی نامور پبلشر نے اسے چھاپنے کی جرات کی مگر ایک سوشلسٹ لیکچرر نے اس کا ترجمہ کیا تھا اور وہ ایک سستے پمفلٹ کے بطور لندن، برمنگھم اور مانچسٹر میں مزدوروں کے اندر فروخت کی جارہی ہے۔

اینگلز نے کارلائل کے "حسین ترین، عموماً حیرت انگیز طور پر حسین" ٹکڑوں کے ترجمے کیے جس میں کہ کارلائل نے سیاہ ترین رنگوں میں انگلینڈ کے اندر والی صورتحال بیان کی۔ البتہ، اس نے کارلائل کی علاجی تجاویز کے خلاف برونو بائیر اور فیور باخ کا حوالہ دیا: ایک نیا دھرم، ایک بت پرستانہ ہیرو پرستی۔ یہ دکھاتے ہوئے کہ دھرم کے سارے امکانات بشمول بت پرستی کے سوکھ چکے ہیں، جسے انیکڈ وٹا کے اندر فیور باخ کے تھیسز نے ہمیشہ کے لئے نمٹا دیا تھا۔ "اب تک یہ سوال اٹھایا جاتا رہا ہے کہ پرماتما کیا ہے؟ اور جرمن فلسفہ نے ہمیں اس کا یہ جواب دیا: پرماتما انسان ہے۔ مگر انسان کو خود کو پہچاننا ہے، خود اپنے خلاف زندگی کے سارے حالات کو ناپنا ہے، خود اپنی خصلت کے مطابق انہیں جانچنا ہے، دنیا کو مکمل طور پر انسانی طرز پر خود اس کی اپنی فطرت کے تقاضوں کے مطابق تخلیق کرنا ہے، اور اس نے ہمارے عہد کے معمہ کو حل کر دیا ہے"۔ مارکس نے فوراً ہی فیور باخ کے "انسان" کی تشریح .... بطور انسان کے، بطور ریاست کے، اور بطور سماج کی خصلت کے کی۔ جبکہ اینگلز نے انسان کی توضیح اس کی تاریخ کے بطور کی۔ "ہمارا ایک اور سب" جسے "ہم نے" دوسرے کسی بھی سابقہ فلسفیانہ مکتب کی بہ نسبت بلند کر رکھنا ہے ہیگل سے بھی بلند تر جس نے کہ آخری کوشش میں اسے خود اپنے منطقی نتائج کے ایک امتحان سے زیادہ نہ سمجھا۔

مارکس اور اینگلز نے ڈوئچے فرانزوسیچے جہر بوچر میں جو مضامین لکھے، ان کا تفصیلی مطالعہ انتہائی دلچسپ ہے کہ کس طرح ایک ہی جیسے تصورات فروغ پائے، ایک طرف تو انقلاب فرانس کے رنگ میں رنگے ہوئے اور دوسری طرف انگریز صنعت کے رنگ میں۔ یہ دونوں عظیم تاریخی تبدیلیاں تھیں جن میں سے جدید بورژوا سماج کی تاریخ شروع ہوتی ہے، مگر دونوں سے ایک ہی طرح کا جدید

بورژوا سماج شروع ہوتا ہے۔ مارکس "انسان کے حقوق" سے بورژوا سماج کی انارکی والی خصوصیت کی تفہیم تک پہنچا، جبکہ اینگلز نے اعلان کیا کہ مقابلہ "معیشت دان کی سب سے بڑی کیٹگری ہے، اس کی چہیتی بیٹی ہے": "ایک ایسے قانون کا سوچنے والے ہم کون ہوتے ہیں جو کہ صرف وقتاً فوقتاً کمرشل بحرانوں کے انقلابوں کے نتیجے میں عمل میں آ سکتا ہے؟ ۔ یہ تو حتمی طور پر ایک فطری قانون ہے جو کہ متعلقہ فریقین کی بے خبری پر مبنی ہے"۔ مارکس اس نتیجے پر پہنچا کہ انسانیت کی نجات صرف اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب انسان اپنی قوتوں کو ایک سماجی وجود کے بطور منظّم کر سکے۔ جبکہ اینگلز نے اعلان کیا: انسانوں کی طرح شعور کے ساتھ پیداوار کرو، نہ کہ نامعقول افراد کی طرح بغیر کسی سماجی شعور کے۔ اور تم سارے مصنوعی اور نامعقول تضادات پر قابو پاؤ گے۔

3۔ مقدس خاندان

مارکس اور اینگلز نے جو پہلا مشترکہ کام شروع کیا۔ وہ اپنے فلسفیانہ ضمیروں کی جانچ پڑتال کا کام تھا۔ اور اس کام نے الگمینی لٹریچر زیتنگ کے خلاف ایک مناظرے کی شکل اختیار کی جسے دسمبر 1843ء سے برونو بائیر اور اس کے برادران ایڈگر اور اگبرٹ شائع کرتے تھے۔

اس اخبار کے کالموں میں برلن کے "آزاد آدمیوں" نے اپنے عالمی نقطۂ نظر کو جائز ثابت کرنے کی کوشش کی۔ برونو بائیر کو فوربل نے ڈوئچے فرانزوسیچے جہر بوچر میں لکھنے کی دعوت دی تھی، مگر کچھ جھجک کے بعد اس نے انکار کر دیا تھا۔ اس کی شخصی خودنمائی روج اور مارکس کے ہاتھوں شدید زخمی ہو چکی تھی۔ اس کے تیزابی فقروں کی دراصل ایک بنیاد تھی۔ جونہی ڈوئچے جہر بوچر اور رائنشے زی تنگ فلسفہ سے سیاست کی جانب مڑے تھے تو انہیں جس وضاحت کے ساتھ رجعت نے کچل ڈالا تھا، اور اِس "دانشورانہ قتل عام پہ" جس طرح عوام الناس مکمل لاتعلق رہے تھے، اس سے وہ مکمل طور پر قائل ہو گیا تھا کہ ان خطوط پہ چل کر کوئی ترقی نہیں ہو سکتی۔ اس کے نزدیک نجات صرف اور صرف خالص فلسفہ، خالص تھیوری اور خالص تنقید کی طرف واپس جانے سے مل سکتی ہے۔ اور فطری طور پر ایک بار جب نظریاتی بادلوں سے چھٹکارا مل جائے تو اِن موادوں سے دنیا کا ایک قادرِ مطلق حکمران

تخلیق کرنا بالکل مشکل نہ تھا۔

الگیمینی لٹریچر زی تنگ کے پروگرام کالبِ لباب برونو بائیر نے یوں لکھا تھا: ''آج تک تاریخ کی ساری عظیم تحریکوں کو دھوکہ دیا گیا ہے اور شروع سے انہیں ناکامی سے دوچار کر دیا گیا' اس لئے کہ انہوں نے عوام الناس کے جذبہ اور جوش کو جگایا۔ یا وہ تحریکیں ایک تکلیف دہ انجام تک پہنچیں اس لئے کہ جس آئیڈیا کے گرد وہ جمع ہوگئیں اسے ایک سطحی تفہیم سے زیادہ کچھ نہیں چاہیے تھا، اور لہٰذا ''عوام الناس کی تالیوں کی گونج'' سے زیادہ اسے کسی چیز کی طلب نہ تھی۔ ''دانش'' اور ''عوام الناس'' کے مابین اس مخاصمت کا ذمہ دار الگیمینی لٹریچر زی تنگ تھا، جس نے اعلان کیا کہ دانش کو کم از کم یہ معلوم تھا کہ اسے اپنے خالص مخالف کو یعنی عوام الناس کی خود فریبی اور غیر مستقل مزاجی کو کہاں تلاش کرنا ہے۔

لہٰذا، بائیر کا اخبار ساری ''عوامی'' تحریکوں سے ہتک آمیز سلوک کرتا تھا خواہ وہ، مسیحیت اور یہودیت ہوں، سوشلزم ہو یا انقلابِ فرانس اور برطانوی صنعت ہو۔ اینگلز نے اس کے بارے میں بہت ہی زیادہ نرم اور شائستہ انداز میں لکھا : ''اس کا زوال یافتہ اور جھریوں والا ہیگلی فلسفہ ایک ایسی بوڑھی چڑیل کی طرح ہے جس کا جسم اپنے سابقہ وجود کی بہت ہی بگڑی ہوئی تصویر میں مرجھایا ہوا ہو، مگر جو ابھی تک خود کو سنگھارتی سنوارتی ہو اور شادی کا ایک امیدوار تلاش کرنے کی امید میں اِدھر اُدھر بری نظروں سے دیکھتی رہتی ہو'۔ اس لئے کہ الگیمینی لٹریچر زی تنگ کے اندر ہیگلی فلسفہ کو ایک خرافات کی حد تک پہنچا دیا گیا تھا۔ جب ہیگل نے اعلان کیا کہ عینِ مطلق بطور تخلیقی عالمی روح فلاسفر کے شعور میں بعد از اں ہی آیا، تو اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ ''عین مطلق نے تاریخ تصور میں بنائی''۔ ہیگل نے اس غلط فہمی کی واضح طور پر پیش بندی کی کہ فلسفیانہ فرد گویا بہ ذات خود عین مطلق تھا۔ البتہ، بائیرز اور ان کے مرید خود کو تنقید اور عین مطلق کا مجسم نمونہ سمجھتے تھے جو شعوری طور پر اُن کے اندر، بقیہ انسانیت کے خلاف عالمی روح کے بطور رہتے تھے۔ اس طرح کی خام خیالی کو حتیٰ کہ جرمنی کے فلسفیانہ ماحول میں بھی جلد ہی منتشر ہونا تھا، اور الگیمینی لٹریچر زی تنگ کو حتیٰ کہ ''آزاد آدمیوں'' کے اندر بھی بہت کم جوش والا خیر مقدم نصیب ہوا۔ نہ کوپن نے اور نہ ہی سٹرنر نے اس سے تعاون کیا بلکہ سٹرنر تو خفیہ طور پر اس پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ میئے اِن اور رُوٹن برگ نے بھی خود کو لاتعلق کر رکھا تھا۔ ماسوائے فاشچر کے، بائیرز کو

''آزاد آدمیوں'' میں تیسرے درجے والوں کے ساتھ قناعت کرنی پڑی جن میں ایک جنگ نٹز نامی تھا، ایک فرضی نام والا سلیگا تھا، اور زائی چلنسکی نامی ایک پروشیائی شخص تھا۔ ایک سال کے اندر اندر سارا غل غپاڑہ مکمل طور پر فرو ہو گیا اور جب تک مارکس اور اینگلز نے اس کے خلاف مورچہ سنبھالا، الگیمینی لٹریچر زی تنگ نہ صرف مرا ہوا تھا بلکہ فراموش بھی ہو چکا تھا۔

اولیں مشترکہ تحریر کے لئے مبارک بات نہ تھی جسے انہوں نے ''تنقیدی تنقید کی ایک تنقید'' کا نام دیا تھا، مگر پبلشر کی تجویز پر اسے ''مقدس خاندان'' کہا گیا۔ ان کے مخالفین نے فوراً ان پر مرے ہوئے سانپ کو پیٹنے کا کہہ کر ان کا مذاق اڑایا۔ اور جب اینگلز کو چھپی ہوئی کتاب کی پہلی کاپی ملی تو اس نے اعلان کیا کہ گو کہ یہ ایک عمدہ تحریر ہے، مگر اس نے جس توہین کے ساتھ تنقیدی تنقید سے برتاؤ کیا وہ اس کی ضخامت کے ساتھ افسوسناک تضاد میں تھا جو کہ 300 سے زائد صفحات کی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اس کا زیادہ حصہ عوام الناس میں گم ہو جائے گا، اور یہ عوامی دلچسپی پر پورا اتر نہ سکے گی۔ اس کا یہ خیال آج، اُس وقت سے زیادہ عملی لگتا ہے۔ مگر دوسری طرف آج اس میں ایک اضافی کشش بھی ہے جو اُس زمانے میں نہ تھی یا کم از کم اُس طرح نہ تھی۔ اس کی موشگافی اور نظریات کی اس کی جگت بازی کو مسترد کرنے کے بعد، بعد کے ایک ناقد نے اعلان کیا کہ اس میں اس کے مصنفین کی جی نیئس کے کچھ عمدہ ترین الہامات موجود ہیں، اور یہ کہ فارم کی مہارت اور زبان کے فولادی ٹھوس پن میں یہ مارکس کی عمدہ ترین تحریروں میں سے ایک ہے۔

جس ٹکڑے کا ناقد حوالہ دے رہا ہے اس میں مارکس خود کو اُس تعمیری تنقید کا ماہر دکھاتا ہے جو نظریاتی واہموں کو مثبت حقائق سے شکست دیتی ہے، جو تباہ کرتے ہوئے تخلیق کرتی ہے، اور جو گراتے ہوئے تعمیر کر رہی ہے۔ مارکس فرانسیسی مادیت اور انقلابِ فرانس پہ برونو بائیر کے تنقیدی مشاہدات کا جواب اِن تاریخی مظاہر کی خوبصورت خاکہ کشی کر کے دیتا ہے۔ وہ بائیر کی ''دانش'' اور ''عوام الناس'' کے درمیان تضاد' اور ''خیال'' اور ''مفاد'' کے درمیان تضاد والی بات کو مسترد کرتا ہے۔ جس بھی عوامی مفاد نے تاریخی اظہار پایا اور ایک خیال کے بطور عالمی اکھاڑے میں داخل ہوا، وہ مستقل طور پر اپنی اصل حدود سے بہت دور چلا گیا اور مجموعی طور پر اپنی شناخت انسانیت کے مفادات کے ساتھ کر دی۔

یہ وہ واہمہ تھا جسے فیوریر نے تاریخ کے ہر عہد کی آواز کہا۔ ''گمراہ ہوئے بغیر بورژوازی کے مفادات نے 1789 کے انقلاب میں ہر چیز حاصل کر لی اور وہ ''اصل کامیابی'' سے ہمکنار ہوئی گو کہ رقت انگیزی غائب ہوگئی۔ اور جن 'گرمجوش' ہاروں اور گلدستوں سے اس نے اپنے گہوارے کو مزین کیا تھا، مدہم پڑ گئے۔ اصل میں یہ مفادات اس قدر طاقتور تھے کہ انہوں نے کامیابی کے ساتھ مراٹ کے قلم کو، دہشتگردوں کے گلوٹین کو، نپولین کی تلوار کو، چرچ کی صلیب کو، اور بوربن کی اعلیٰ نسل کو فتح کرلیا''۔ بورژوازی نے اپنے 1789ء کی خواہشات کو 1830ء میں اس فرق کے ساتھ مکمل کیا کہ اُس وقت تک اس کی سیاسی روشن خیالی خاتمے پر تھی۔ مثالی ریاست کا حصول اور دنیا کی بہتری اور انسانیت کے عمومی مفادات کے لئے کام کرنا اب اس کا مقصد نہ رہا۔ وہ اپنی آئینی نمائندہ ریاست کو اپنے مکمل اقتدار کے آفیشل اظہار اور اپنے مخصوص مفادات کے سیاسی اظہار کے بطور جانتی تھی۔

باؤئیر کی اس بحث کا جواب دیتے ہوئے کہ ریاست بورژوا سماج کے ایٹموں کو مجتمع رکھتی ہے، مارکس نے اعلان کیا کہ انہیں اس حقیقت نے مجتمع رکھا ہے کہ وہ محض تصور میں ایٹم ہیں، اپنے خوابوں کی جنت میں، جبکہ حقیقت میں وہ ایٹموں سے بہت مختلف تھے۔ ''آج صرف احمق سیاسی جہالت ہی یہ تصور کرسکتی ہے کہ بورژوا زندگی کو ریاست مجتمع رکھتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بورژوا زندگی، ریاست کو مجتمع رکھتی ہے''۔

جس طرح مارکس نے تنقیدی تنقید کے خلاف انقلابِ فرانس کا دفاع کیا، بالکل اسی طرح اینگلز نے انگریزی تاریخ کا دفاع کیا۔ اس کا خصوصی مخالف نوجوان فاؤچر تھا جو الگیمینی لٹریچر زی تنگ کے کسی بھی لکھاری کی بہ نسبت زمینی حقائق پر زیادہ توجہ دیتا تھا۔ یہ مشاہدہ کرنا دلچسپ ہے کہ اینگلز اجرت کے سرمایہ دارانہ قانون کو کس قدر ٹھیک ٹھیک پیش کرتا ہے۔ اینگلز نے فاؤچر کو بہت ساری شوریدہ سر غلطیوں کا مجرم ثابت کیا .... یہ شخص 1844ء میں نہیں جانتا تھا کہ Anti-combination کا انگریزی قانون 1824ء میں منسوخ کر دیا گیا تھا...... مگر اینگلز کے اپنے دلائل اکثر خطرناک طور پر بہت طویل تھے اور ایک اہم نکتہ پر وہ غلطی کر گیا، گو کہ فاؤچر سے ایک مختلف طرز پہ۔ فاؤچر نے لارڈ ایشلے کے Ten Hours Bill کو ''ایک سطحی بے تکا اقدام''

کہہ کر حقیر جانا جو کہ کلہاڑی کو معاملے کی جڑ تک نہیں لے جاتا، جبکہ اینگلز نے اعلان کیا کہ گو کہ یہ ''انگلینڈ کی پوری جامعیت کے ساتھ'' ایک مکمل طور پر ریڈیکل اصول کا اظہار تھا۔ اس لئے کہ یہ کلہاڑی کو نہ صرف بیرونی تجارت، اور لہٰذا فیکٹری سسٹم کی جڑوں تک لگاتا تھا، بلکہ انہیں اچھا خاصا کاٹتا بھی تھا۔ اُس وقت اینگلز (اور مارکس بھی) لارڈ ایشلے والے بل کو بڑی صنعت پر رجعتی زنجیریں ڈالنے کی ایک کوشش سمجھتا تھا، گو کہ وہ محسوس کرتے تھے کہ سرمایہ دارانہ سماج کے حالات اس طرح کی زنجیروں کو بار بار توڑ دیں گے۔

اپنی کتاب ''مقدس خاندان'' میں نہ تو مارکس اور نہ ہی اینگلز فلسفیانہ ماضی پر مکمل طور پر قابو پا سکا۔ پیش لفظ کے بھی شروع میں وہ برونو باؤئیر کی قیاسی عینیت پسندی کے برخلاف فیورباخ کے ''اصلی ہیومن ازم'' کا حوالہ دیتے ہیں۔ وہ فیورباخ کی ذہین، ترقی یافتہ اور سارے مابعدالطبعیات کی تنقید کے لئے عظیم اور ماہرانہ بنیادیں مہیا کرنے کی اس کی عظیم خدمات پر بلامشروط دادِ تحسین بھی پیش کرتے ہیں۔ مگر وہ بار بار فیورباخ کے ہیومن ازم سے بہت آگے سوشلزم کی جانب پیش قدمی کرتے ہیں...... تجریدی سے تاریخی انسان کی طرف...... وہ سوشل ازم کے کنفیوز اور ہیجانی دنیا میں فراست کے ساتھ اپنی راہ تلاشتے ہیں۔ وہ اُس سوشلسٹ فنونِ لطیفہ پسندی کا راز افشاں کرتے ہیں جس پر کہ شکم سیر بورژوازی خود پر فخر کرتی ہے۔ انسانی دکھ، جو کہ حتمی توہین ہے اور جو زندہ رہنے کے لئے خیرات قبول کرتا ہے، اشرافیہ کے لئے دولت اور علم کو بطور تفریح پیش کرتا ہے، ایک ایسا ذریعہ جو اس کے چھچھوراپن کو مطمئن کرتا ہے، ایک ایسا ذریعہ جو اس کے تکبر کی دلجوئی کرتا ہے۔ اور جرمنی میں ساری بے شمار ویلفیئر تنظیمیں، فرانس میں سارے خیراتی ادارے اور انگلستان میں مختلف خیالی پلاؤ پکانے والے کام، خیراتی محافلِ موسیقی اور شوز، غریبوں کے لئے خیراتی کھانے کے لئے لوگوں سے چندے جمع کرنا بھی اس سے زیادہ گہری اہمیت نہیں رکھتے۔

فیوریئر اُن سارے عظیم یوٹوپیائیوں میں سے وہ واحد شخص تھا جس نے ''مقدس خاندان'' کے نظریاتی مندرجات میں سب سے زیادہ کردار ادا کیا' مگر اینگلز فیوریئر اور فیوریئر ازم میں فرق کرتا ہے۔ وہ اعلان کرتا ہے کہ پیرس کے اندر وکٹر کسڈرانٹ کی ایڈیٹری والا اخبار Democratic

Pacifique کی طرف سے تبلیغ کی جانے والی نحیف ونزار اور لاغر فیوریئرازم، انسانی ہمدردی والی بورژوازی کے ایک حصے کی سماجی تعلیمات سے زیادہ کچھ نہ تھا۔ مارکس کی طرح وہ بار بار مزدور طبقے کے تاریخی ارتقا اور آزاد تحریک کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ یہ ایسی چیزیں تھیں جنہیں حتیٰ کہ عظیم ترین یوٹوپیائی بھی سمجھ نہ سکے تھے۔ ایڈگر بائیر کو جواب دیتے ہوئے اینگلز اعلان کرتا ہے: ''تنقیدی تنقید کچھ بھی پیدا نہیں کرتی، جبکہ مزدور ہر چیز پیدا کرتا ہے، حتیٰ کہ حقیقت یہ ہے کہ اس کی دانشورانہ تخلیقات ساری تنقید کو شرم میں مبتلا کرتی ہیں۔ انگلینڈ اور فرانس کے مزدور اس کی گواہی دیں گے''۔

مارکس نے ''دانش'' اور ''عوام الناس'' کے درمیان مبینہ باہم مکمل تضاد کو یہ واضح کر کے فیصلہ کن انداز میں مسترد کر دیا کہ یوٹوپیائیوں کی طرف سے استعمال کردہ کمیونسٹ تنقید اصل میں عوام الناس کی تحریک سے مطابقت میں تھی۔ اس تحریک کی اشرافیہ کے بارے میں کچھ شدبد لینے کی خاطر آپ کو فرنچ اور انگریز مزدوروں کے علم اور اخلاقی توانائی کے لئے پیاس سے واقفیت پیدا کرنی ہو گی۔ اُس عظیم تندہی کو سمجھنا مشکل نہیں ہے جس کے ساتھ مارکس نے ایڈگر بائیر پر پرودھون کا بُرا ترجمہ کرنے اور الگیمنی لٹریچر زیٹنگ میں پرودھون پر اس کے لغو فقروں کی وجہ سے حملہ کیا۔ یہ اعتراض کرنا کہ مارکس نے ''مقدس خاندان'' میں پرودھون کی توصیف صرف اس لئے کی کہ اس پر چند برس بعد شدید حملہ کر دے، ایک نرم اکیڈمک چال ہے۔ ''مقدس خاندان'' میں مارکس ایڈگر بائیر کے خالی جملوں کے خلاف پرودھون کے اصلی حاصلات کا دفاع کر رہا ہے۔ مارکس نے پرودھون کی تحریروں کو معاشی میدان میں اسی طرح ایک اولیں حاصلات کے بطور تسلیم کیا جس طرح کہ برونو بائیر کی اپنی تحریریں تھیالوجی کے میدان میں ہیں۔ مگر جس طرح مارکس نے بائیر کی تھیالوجی والی محدودیات پر حملہ کیا، اسی طرح اس نے پرودھون کی معاشی محدودیات پر بھی حملہ کیا۔

وہ پرودھون کی جائیداد کے ساتھ اس طرح نمٹتا ہے گویا کہ وہ بورژوا معاشی نظام کا ایک اندرونی تضاد ہو، مگر مارکس اعلان کرتا ہے: ''نجی ملکیت، دولت کی طرح، اپنا وجود بھی برقرار رکھنے پر مجبور ہے اور بہ یک وقت اپنے مخالف یعنی پرولتاریہ کا وجود بھی۔ یہ تضاد کا مثبت پہلو ہے، جو کہ دکھاتا ہے کہ نجی ملکیت اپنے آپ میں کافی ہے۔ دوسری طرف پرولتاریہ، خود کو بھی ختم کرنے پہ مجبور ہے اور

بہ یک وقت اپنے تضاد مقابل کو بھی، وہ جو کہ اسے پرولتاریہ بناتا ہے۔ یہ تضاد کا منفی بکھر جانے والا پہلو ہے جو تحلیل شدہ اور تحلیل ہوتی ہوئی نجی ملکیت دکھاتا ہے۔ تضاد مقابل کے اندر، یعنی، ملکیت کا مالک قدامت پسند ہے اور پرولتاریہ تباہ کن فریق ہے۔ ایک سے تضاد کو جاری رکھنے والا عمل اور دوسرے سے اسے تباہ کرنے کا عمل چل پڑتا ہے۔ اپنی معاشی حرکت میں نجی ملکیت خود اپنی تحلیل کی جانب پیش قدمی کرتی ہے، ایک ایسی پیش رفت جو خود سے آزاد، غیر شعوری اور غیر ارادی ہے، جسے مسئلے کی نوعیت متعین کرتی ہے، یعنی اُس میں یہ پرولتاریہ بطور پرولتاریہ پیدا کرتی ہے، دانشورانہ اور جسمانی دکھ جو اپنے دکھ سے باخبر ہے، غیر انسانیت جو اپنی غیر انسانیت سے باشعور ہو اور لہٰذا خود کو ختم کرتی ہو۔ پرولتاریہ اُس فیصلے پر عملدرآمد کرتا ہے جو نجی ملکیت پرولتاریہ کو پیدا کر کے خود پر سناتی ہے، بالکل جیسے کہ یہ اُس فیصلے پر عملدرآمد کرتی ہے جو اجرتی مزدور دوسروں کے لئے دولت پیدا کرنے اور اپنے لئے دکھ پیدا کر کے خود پر سناتا ہے۔ جب پرولتاریہ فتح مند ہوتا ہے تو یہ خود کو اور اپنے تضاد مقابل کو تحلیل کرنے سے ہی فتح مند ہو سکتا ہے۔ اس سے نہ صرف پرولتاریہ، بلکہ اس کا مشروط تضاد مقابل، یعنی نجی ملکیت بھی، غائب ہو جائے گی۔

مارکس واضح طور پر بتاتا ہے کہ وہ پرولتاریہ کو دیوتا نہیں بنا رہا جب وہ اسے اس تاریخی رول سے مزین کرتا ہے: ''سچ اس کے برعکس ہے، اس لئے کہ ساری انسانیت کی قیاسی حالت، حتیٰ کہ انسانیت کا ظہور، مکمل طور پر بنے ہوئے پرولتاریہ میں عملاً مکمل ہے، اس لئے کہ پرولتاریہ کے حالاتِ زندگی معاصر سماج میں سارے غیر انسانی حالات کے مرکزی نکتہ کی نمائندگی کرتے ہیں، اس لئے کہ پرولتاریہ میں انسانی ضیاع ختم ہو جاتا ہے، مگر اس نے ضیاع کا ایک نظریاتی شعور حاصل کر لیا اور دامن نہ بچائے جانے والی اور حتماً لازمی ضرورت سے اس غیر انسانیت کے خلاف بغاوت پر مجبور ہوتا ہے ......یہی ساری وجوہات ہیں جن سے پرولتاریہ کو خود کو آزاد کرنا ہے۔ البتہ یہ ان حالات کو ختم کئے بغیر خود کو آزاد نہیں کر سکتا جن سے یہ پیدا ہوا، اور وہ سماجی زندگی کے ان سارے غیر انسانی حالات۔ اس تصور کو ختم کئے بنا ان حالات کو ختم نہیں کر سکتا جو کہ اس کی اپنی صورتحال کا لبِ لباب ہیں۔

''یہ بے فائدہ طور پر مشقت کے سخت نہیں بلکہ سخت بنانے والے سکول میں سے نہیں گزرتا۔ یہ

بات نہیں ہے کہ یہ یا وہ پرولتاریہ، یا حتیٰ کہ مجموعی پرولتاریہ وقتی طور پر مقصد کے طور پر کس بات کا تصور کرے۔ اصل بات یہ ہے کہ پرولتاریہ اصل میں ہے کیا اور اِس وجود کے نتیجے میں تاریخی طور پر اسے کیا کچھ کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ پرولتاریہ کا مقصد اور اس کا تاریخی عمل زندگی میں اس کی اپنی صورتحال کے اندر اور ہم عصر بورژوا سماج کی ساری تنظیم کے اندر متعین ہے۔

مارکس اس حقیقت پر بار بار زور دیتا ہے کہ فرنچ اور انگریز پرولتاریہ کے بڑے حصے پرولتاریہ کے تاریخی فریضے کے بارے میں پہلے سے ہی باخبر ہیں اور اس باخبری کو مکمل وضاحت تک ترقی دینے کے لئے انتھک کوشش کر رہے ہیں۔ ''مقدس خاندان'' میں ٹھنڈا کرنے والی ندیاں جو کھیتوں میں سے تازہ پانی لے جاتی ہیں، خوشکابہ زمینوں کے بڑے بڑے قطعوں میں سے گزرتی ہیں، اور دو باب بالخصوص جو معزز سلیگا کی بے مثال ذہانت سے متعلق ہیں، قاری کے صبر کا امتحان لیتی ہیں۔ اس تحریر کو برجستہ، برمحل گردانا جائے، جو کہ یہ بظاہر تھی۔ بالکل اُسی وقت جب مارکس اور اینگلز ایک دوسرے کو شخصی طور پر پہنچاننے لگے تھے، الگیمنی لٹریچر زی تنگ کا آٹھواں شمارہ پیرس پہنچا۔ اس میں برونو بائیر کی طرف سے ایک نقاب پوش مگر تیز ابی انداز میں ان دونوں کے اس نتیجے پر حملہ تھا جس پہ کہ وہ ڈوئچے فرانز وسیچے جہر بوچر میں پہنچے تھے۔ اور یہ ممکن ہے کہ انہیں یہ خیال آیا کہ اپنے پرانے دوست کا ایک مختصر پمفلٹ میں جتنی جلد ممکن ہو ایک زندہ دل اور منہ چڑانے والے انداز میں جواب دیں۔ بہر حال اینگلز فوراً بیٹھ گیا اور اپنا حصہ لکھ ڈالا، جو کہ سولہ سے زائد صفحات بنا۔ مگر وہ یہ سن کر بہت حیران ہوا کہ مارکس نے جواب کو 300 سے زائد صفحات تک بڑھا دیا۔ اس نے اسے ''عجیب'' اور ''یکتا'' بھی سمجھا کہ کتاب کی تکمیل میں اس کا حصہ معمولی سا تھا مگر اس کا نام سرورق پر مارکس کے ساتھ بلکہ اس سے بھی پہلے آ جائے۔

مارکس نے کام شاید اپنے معمول کے مطابق جامع انداز میں شروع کیا اور پھر اسے پرانی ضرب المثل کے مطابق معلوم ہوا کہ اس کے پاس اختصار کا وقت نہیں ہے، یا شاید اس نے معاملے کو کھینچا تا کہ اس قانون کا فائدہ اٹھائے جو 320 سے زائد صفحات والی کتاب کو سنسر کرنے سے مستثنیٰ کرتا تھا۔ مصنفین نے اعلان کیا کہ یہ تصانیف کی اشاعت کی محض تمہید ہے جس میں وہ سب سے نئے

فلسفوں اور سماجی عقیدوں کے بارے میں اپنا رویہ بیان کریں گے۔ یہ کہ وہ اپنے ارادوں میں بہت سنجیدہ تھے کہ جسے اس حقیقت میں دیکھا جا سکتا ہے کہ جب اینگلز نے ''مقدس خاندان'' کی پہلی چھپی ہوئی کاپی وصول کی تو اس نے پہلے ہی ان آزاد تصانیف کا پہلا مسودہ مکمل کر ڈالا تھا۔

4۔ ایک بنیادی سوشلسٹ تصنیف

''انگلینڈ میں مزدور طبقے کی حالت'' نامی جو کتاب اینگلز نے 1844ء میں مکمل کی تھی اسے لیزگ میں 1845ء کے موسمِ گرما میں ''وگ لینڈ'' نے شائع کر دیا جو کہ ڈوئچے جہر بوچر کا پبلشر رہ چکا تھا اور جس نے چند ماہ قبل سٹرنر کی کتاب ''Ego and His Own'' چھاپی تھی۔ ہیگلی فلسفے کے آخری کونپل کی حیثیت سے سٹرنر سرمایہ دارانہ مقابلے کی بے عقلی میں گر گیا، جبکہ اینگلز نے اپنی کتاب میں ان جرمن نظریہ دانوں کے لئے ایک بنیاد ڈال دی جو کہ ہیگلی قیاسی فلسفہ کی فیور باخی شکستِ معاہدہ کے نتیجے میں سوشلزم اور کمیونزم کی طرف ترقی کر گئے تھے، اور جو اکثریت کی نمائندگی کرتے تھے۔ اینگلز نے انگلینڈ کے مزدور طبقے کے حالات کو اُن کی ساری بھیانک اصلیت میں بیان کیا ہے، ایک ایسی حقیقت جو کہ بورژوازی کی حاکمیت سے مخصوص ہے۔

جب اینگلز نے تقریباً بیس برس بعد اپنی کتاب کو دوبارہ شائع کیا تو اس نے اسے جدید انٹرنیشنل سوشلزم کے مادرِ رحم میں نشو و نما کا ایک مرحلہ کہا۔ اسی طرح یہ کتاب ہر جگہ جدید سوشلزم کی ابتداء کی نشانیوں کو اس کے آباؤ واجداد میں سے ایک، یعنی جرمن کلاسیک فلسفہ سے متعلق ظاہر کرتی ہے۔ یہ سچ ہے، لیکن اس تبدیلی کے ساتھ کہ یہ نشانیاں بہت کمزور ہیں، بہ نسبت اُس وقت کے، جب یہ ''ڈوئچے فرانز وسیچے جہر بوچر'' میں اینگلز کے مضامین کے اندر تھیں۔ اس بار نہ برونو بائیر کا ذکر ہوا اور نہ ہی فیور باخ کا، اور ''دوست سٹرنر'' کا بھی صرف کہیں کہیں۔ اس کتاب پر جرمن فلسفہ کے اثر کو یقینی طور پر ترقی پسند قرار دینا چاہیے اور اب، مزید قدامت پسندانہ نہیں۔

کتاب کی اصل قدر ان تشریحات میں کم ہے جو کہ یہ سرمایہ داری طرز پیداوار کے نتیجے میں انگلینڈ کے اندر نشو و نما پانے والے پرولتاری مصیبت کی دیتی ہے، اس لئے کہ اس معاملے میں

اینگلز کے پاس بے شمار پیش رو تھے، بیورٹ، گاسکیل وغیرہ جن سے اس نے آزادانہ طور پر اقتباسات لئے۔ اور یہ ایک سماجی نظام کے خلاف ایک جلتا غصہ بھی نہیں تھا۔ جس نے محنت کش انسانوں کو اس قدر خوفناک دکھوں میں ڈال دیا، نہ ہی اُن دکھوں کا ہلا ڈالنے والا بیانیہ اور اُن کا شکار لوگوں کے ساتھ گہری ہمدردی تھی، جس نے کتاب کو مخصوص نوعیت دی۔ اس کتاب کی سب سے قابلِ تعریف بات وہ جامعیت ہے جس کے ساتھ 24 سالہ مصنف سرمایہ دارانہ طرزِ پیداوار کی روح کو سمجھتا ہے اور اِس سے بورژوازی کے نہ صرف ابھار کی تشریح کرنے بلکہ اس کے زوال کی وضاحت کرنے میں کامیاب ہوتا ہے، نہ صرف پرولتاریہ کی مصیبت کو بلکہ اس کی نجات کی وضاحت کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ کتاب کا مقصد یہ دکھانا تھا کہ بڑے پیمانے کی صنعت نے جدید مزدور طبقہ کو کس طرح غیر انسانی بنایا ہے، جسمانی طور پر تباہ نسل بنا دیا، دماغی طور پر پست بنایا اور اخلاقی طور پر جانوروں کی حد تک گرایا ہے، اور کس طرح تاریخی جدلیات کے پراسیس کی برکت سے (جس کے قوانین وہ وضاحت سے بتاتا ہے) یہ صنعت بڑھتی جاتی ہے اور ناگزیر طور پر نشو ونما پاتی جاتی ہے جہاں وہ اپنے خالق کا تختہ الٹتی ہے۔ کتاب نے بتایا کہ انگلینڈ میں پرولتاریہ کی حکمرانی مزدور طبقہ کی تحریک کو سوشلزم سے ملا دینے کے نتیجے میں آئے گی۔

اس کتاب جیسی کامیابی صرف ایک ایسے شخص کا کام ہو سکتا تھا جس نے ہیگلی جدلیات پر بہت خوب عبور حاصل کر رکھا ہو اور جس نے کہ اُس ہیگلی جدلیات کو الٹا کھڑا رہنے دینے کے بجائے اُس کے پیروں پر سیدھا کھڑا کر دیا ہو۔ چنانچہ یہ کتاب اپنے مصنف کے ارادے کے عین مطابق سوشلزم کے بنیادی ستونوں میں سے ایک بنی۔ البتہ چھپ جانے پر کتاب نے جو بے پناہ دلچسپی پیدا کی وہ اِس وجہ سے نہ تھی، بلکہ وہ مواد تھا جس سے یہ کتاب متعلق تھی۔ علمی چونٹے والوں میں سے ایک نے تمسخرانہ انداز میں تبصرہ کیا کہ اس کتاب نے سوشلزم کو ''یونیورسٹی کے لئے موزوں بنا دیا''، مگر یہ صرف اِس انداز میں سچ تھا کہ اِس یا اُس پروفیسر نے اُس کے خلاف زنگ آلود برچھی کو توڑا۔ سب سے زیادہ، عالم ناقدین اُس وقت فخر سے تن گئے جب اینگلز کے مشاہدے کے مطابق انگلینڈ میں قریب آیا ہوا انقلاب نہ آیا، مگر 50 برس بعد اس نے اعلان کیا ''جوانی کی گرمجوشی

میں قائم کردہ'' یہ یا وہ پیش گوئی پوری نہ ہونا حیران کن بات نہ تھی بلکہ یہ حیران کن بات ہے کہ اس قدر زیادہ گہرائی میں دیکھ سکا تھا۔

حالانکہ اُس وقت اُس نے اسے ''بہت قریبی مستقبل'' میں دیکھا تھا۔ آج ''جوانی کی گرمجوشی''، جس نے کئی چیزوں کو ''بہت قریبی مستقبل میں دیکھا تھا، اس اولیں رہبرانہ کتاب کی کم از کم کشش نہیں ہے۔ اس کے سایوں کے بغیر اس کی روشنی کے بارے میں تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔ جی نی اُس کی آنکھیں جو حال سے مستقبل کی شکل کو دریافت کرتی ہیں، آنے والی چیزوں کو بہت صاف دیکھتی ہیں۔ اور، لہٰذا کامن سینس کی آنکھ سے قریب تر دیکھتی ہیں۔ البتہ انگلینڈ میں اینگلز کے علاوہ بھی لوگ تھے جنہوں نے انقلاب کو قریب تر دیکھا، جن میں حتیٰ کہ انگریز بورژوازی کا ترجمان ''دی ٹائمز'' بھی شامل تھا، مگر اِس معاملے میں ایک بے آرام ضمیر نے انقلاب میں صرف تباہی اور کشت وخون دیکھا، جبکہ اینگلز کی سماجی آنکھ نے راکھ میں سے پھوٹتی نئی زندگی دیکھی۔

اینگلز کی ''نوجوانی کی گرم جوشی'' نے اس کتاب سے دُور اظہار پایا۔ 45-1844ء کی سردیوں کے دوران، جبکہ یہ ابھی تک سندان پہ تھی، اس نے دوسرے لوہے بھی آگ میں ڈال دیے۔ اس کتاب کو جاری رکھنے کے علاوہ، جسے انگلینڈ کی سماجی تاریخ پہ ضخیم تصنیف کا محض پہلا حصہ بننا تھا، اس نے ہیس کے ساتھ ایک سوشلسٹ ماہانہ رسالہ نکالنے کی تجویز دی، غیر ملکی سوشلسٹ مصنفوں کی ایک لائبریری لسٹ کی ایک تنقید اور دیگر چیزوں کی تجویز دی۔ اس کے منصوبے عموماً مارکس کے منصوبوں سے مطابقت رکھتے تھے، اور وہ مارکس پر بار بار زور دیتا تھا کہ: ''معیشت پر اپنی تحریر پوری کرو، خواہ تم اس سے مکمل طور پر مطمئن نہ بھی ہو۔ لوگوں کے ذہن ابھی تیار ہیں اور ہمیں لوہے پر ہتھوڑا مارنا چاہیے جبکہ یہ گرم ہے...... وقت گزر رہا ہے اور اس لیے یہ دیکھو کہ تم اپریل تک یہ کام مکمل کر لو۔ اُس طرح کرو جس طرح میں کرتا ہوں۔ ایک تاریخ مقرر کرو جس میں تم اسے یقینی طور پر مکمل کر لو اور پھر یہ دیکھو کہ یہ جتنی جلد ممکن ہو شائع ہو جائے۔ اگر تم اسے وہاں چھپوا نہ سکو تو پھر مین ہائم یا ڈارم سٹاٹ یا کوئی اور جگہ دیکھو، مگر اہم بات یہ ہے کہ اسے فوراً چھپنا چاہیے''۔ اینگلز نے حتیٰ کہ ''مقدس خاندان'' کی حیران کن طوالت پر خود کو اس خیال کے ساتھ شاباش دی کہ یہ بہر حال بری چیز نہیں ہے: ''اس

طرح کا بہت کچھ پہلے ہی چھپ گیا ہے جو بصورت دیگر نہ جانے کب تک تمہاری میز کی دراز میں پڑا رہتا''۔ اسے اگلے برسوں میں اسی طرح کے وعظ میں اپنی آواز بلند کرنی تھی۔

جب اس نے مارکس پر اس کا کام مکمل کرنے پر زور دیا تو وہ بے صبرا تھا، مگر وہ سب سے صابر مددگار تھا جب جی نی اُس مارکس اِس کام کے علاوہ عملی زندگی کی حقیر مصیبتوں میں گھرا ہوا تھا۔ جونہی برلن میں یہ خبر پہنچی کہ مارکس پیرس سے جلا وطن کیا گیا، تو اینگلز نے ایک چندہ کھولا،'' تا کہ تم پہ جو اضافی اخراجات کا بوجھ پڑا اسے ہم سب آپس میں بانٹ لیں''۔'' چندے میں اچھی خاصی پیش رفت'' کی رپورٹ دیتے ہوئے اس نے کہا،'' مجھے نہیں معلوم کہ اس رقم سے آپ خود کو برسیلز میں سیٹ کر پائیں گے یا نہیں مگر مجھے یہ بات بتانی چاہیے کہ میری اولیں انگلینڈ والی تصنیف سے، جس کا معاوضہ امید ہے کہ بہت جلد، (کم از کم قسط وار) ملے گا وہ میں عظیم ترین خوشی کے ساتھ آپ کے حوالے کرتا ہوں۔ مجھے فی الحال اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ معمر شریف آدمی (والد) مجھے جتنی ضرورت ہوگی، قرض دے گا۔ بازاری لوگ، اپنی بدنامی کے نتیجے میں، کم از کم آپ کو روپے پیسے سے متعلق شرمندگی پہنچا کر خوش نہ ہو سکیں گے''۔ اور اینگلز ایک نسل تک اس مسرت کے خزانے کو لُوٹنے کی اپنی کوششوں میں انتھک رہا۔

اینگلز تو اپنی جوانی کے خطوط سے ہی زندہ دل لگتا تھا، ہلکے پن سے بہت دُور تھا۔'' پہلی انگریز چیز'' جس کی طرف وہ اس قدر برجستہ طریقے سے اشارہ کرتا ہے، جس نے 90 سال سے زائد عرصے تک کے لئے اپنی بیش قیمتی ثابت کی ہے۔ یہ ایک عہد ساز تصنیف تھی، سائنسی سوشلزم کا اولیں عظیم مسودہ۔ جب اس نے اسے لکھا تو اُسی وقت اس کی عمر 24 برس تھی، اور یہ بذاتِ خود اکیڈمک شروعات کی طرف سے گرد و غبار ابھارنے کے لئے کافی تھا۔ مگر اس کی اہلیت قبل از وقت نہ تھی جو ایک گرم مکان کی نمی والی گرمی میں یک دم فروغ پا چکی ہو، کھلی ہوا میں تیزی سے بکھر کر ختم ہونے کو۔ اس کی'' نوجوانی کی گرمجوشی'' اس عظیم خیال کی نہ تھکنے والی آگ سے ابھری جس نے ڈھلتی عمر کو اسی طرح گرم رکھا جس طرح کہ اس کی جوانی کو گرما دیا تھا۔

اور اسی دوران اس نے اپنے والدین کے گھر میں'' مکمل دیوتائی اور احترام والی ایک پرسکون

اور پرامن زندگی'' گزاری، ایک ایسی زندگی جس نے یقیناً سب سے زیادہ باریک بین فلسطیوں کو مطمئن کیا ہوگا۔ مگر وہ جلد ہی اس سے تنگ آ گیا اور والدین کے'' ملول چہروں'' نے ہی اسے کامرس میں ایک اور غوطہ لگانے پر مجبور کیا۔ موسم بہار میں اس نے گھر چھوڑنے اور سب سے پہلے برسلز جانے کا منصوبہ بنایا۔ اس کے'' خاندانی مسائل'' کو البرفلیڈ۔ برمن میں اس کمیونسٹ پروپیگنڈہ نے مزید تیز کر دیا جس میں اس نے بہت سرگرم حصہ لیا۔ مارکس کے نام ایک خط میں وہ رپورٹ کرتا ہے کہ تین کمیونسٹ اجلاس منعقد ہوئے، پہلے میں 40 لوگ شریک ہوئے، دوسرے میں 130 اور تیسرے میں 200 افراد:'' اس چیز میں بڑی کشش ہے۔ لوگ کمیونزم کے علاوہ کچھ اور بولتے ہی نہیں اور ہم ہر روز نئے حمایتی پیدا کر رہے ہیں۔ بلاشبہ یہ پہلے ہی ایک طاقت بن چکا ہے، یہ طاقت بعد میں ایک سادہ پولیس آرڈر کے سامنے ہتھیار ڈال گئی اور صورتحال ہر طرح سے مخصوص بن گئی۔ اینگلز خود رپورٹ کرتا ہے کہ صرف پرولتاریہ اس کمیونسٹ تحریک سے دور رہا جبکہ احمق ترین، کاہل ترین اور فلسطی ترین لوگ جو عام طور پر اپنے نجی معاملات کے علاوہ کسی چیز سے دلچسپی نہیں رکھتے، اس کے بارے میں گرمجوش ہوتے جا رہے تھے''۔

یہ سب کچھ انگلینڈ کے پرولتاریہ کی اینگلز کی لکھی ہوئی باتوں کے متعلق فٹ آتا تھا، مگر وہ اس آدمی کا امتیاز تھا: سر سے پاؤں تک ایک شاندار شخص، ہر وقت الرٹ، تازہ اور مستعد آنکھوں والا، اَن تھک، مگر اُس دل کش نادانی کی ایک چاشنی کے بغیر نہیں جو ایک پُر جوش اور جراتمند نوجوان پر سوٹ کرتی ہے۔

توضیحات وحوالہ جات

1- ینگ جرمنی: 1830 میں فرانس کے اندر جولائی انقلاب کے بعد بورن اور ہائن کے زیر اثر نوجوان مصنفوں کا ایک گروپ جو اِس نام سے قائم ہوا۔

2- Pietist: سترھویں صدی میں جرمنی کے اندر مذہبی اصلاح پسندوں کا ایک فرقہ جو تقویٰ میں آئے ہوئے زوال کو دور کرنا چاہتے تھے۔ وہ ہر وقت گناہ وثواب کے چکر میں پڑے رہتے تھے۔

باب پنج:

برسیلز کو جلاوطنی

1- ''جرمن آئیڈیالوجی''

مارکس کو فرانس سے جلاوطن کیا گیا تو وہ برسیلز چلا گیا۔ اینگلز کو خدشہ تھا کہ حکام اُس کے لئے بلجیم میں بھی مسائل کھڑے کریں گے اور ایسا ہی ہوا۔

ہائینے کو لکھے گئے خط میں مارکس نے لکھا کہ اس کے برسیلز پہنچنے کے فوراً بعد سرکار نے مجھے بلایا تا کہ میں لکھ کر دے دوں کہ میں بلجیم کی موجودہ سیاست سے متعلق کچھ نہیں لکھوں گا۔ مارکس راضی ہوگیا، اس صاف ضمیر کے ساتھ کہ سیاست کرنے کا ویسے ہی نہ تو اُس کا ارادہ تھا اور نہ اس کے امکانات تھے، مگر چونکہ پروشیائی حکومت بلجیم کے افسروں پر زور دے رہی تھی کہ مارکس کو نکالا جائے، لہٰذا مارکس نے اُسی سال (یکم دسمبر 1845ء میں) پروشیائی شہریت ترک کر دی اور نہ اُس وقت اور نہ اُس کے بعد کبھی مارکس نے کسی اور ملک کی شہریت لینے کی کوشش کی۔ حالانکہ فرانسیسی ریپلک کی عبوری حکومت نے 1848ء کے موسمِ بہار میں اُسے اس طرح سے فرانسیسی شہریت کی پیشکش کی جس سے اسے اعزاز مل جاتا۔ مگر ہائینے کی طرح مارکس نے بھی یہ راستہ نہ اپنانے کا فیصلہ کر لیا۔

1845ء میں اینگلز برسیلز پہنچا اور وہاں سے دونوں دوست مطالعے کی نیت سے انگلینڈ چلے

گئے اور چھ ہفتے وہاں رہے۔ جس وقت مارکس پیرس میں تھا تو اس نے خود کو میک گلوخ اور ریکارڈو پہ مصروف رکھنا شروع کیا۔ اور انگلینڈ کے دورے کے دوران وہ اس بادشاہی جزیرے کے معاشی لٹریچر میں گہرا اترنے کے قابل ہو چکا تھا۔ گو کہ وقتی طور پر اس نے وہی کتابیں دیکھیں جو مانچسٹر سے بھی مل سکتی تھیں۔ اور وہ اقتباسات اور تحریریں اینگلز کے ہاں موجود تھیں۔ انگلینڈ میں اپنے پہلے قیام کے دوران اینگلز نے اوون کے اخبار ''دی نیو مورل ورلڈ'' اور چارٹسٹوں کے اخبار ''دی ناردرن سٹار'' میں لکھا۔ اب اس نے ان پرانی دوستیوں کا دوبارہ احیا کیا اور دونوں دوستوں نے مل کر چارٹسٹوں اور سوشلسٹوں کے ساتھ نئے روابط استوار کیے۔

جب وہ اس سفر سے لوٹے تو انہوں نے ایک مشترک کام شروع کیا۔ مارکس نے بعد میں بلیغ انداز میں مشاہدہ کیا؛ ''ہم نے فیصلہ کر لیا کہ ہم جرمن فلسفہ کے نظریے اور رایوں کے خلاف مل کر اپنا نقطۂ نظر بنائیں، دراصل ہم اپنے سابقہ فلسفیانہ شعور کے ساتھ حساب بے باک کرنا چاہتے تھے۔ ہم نے مابعد ہیگلی فلسفہ کی ایک تنقید کی صورت میں ایسا کیا۔ مسودہ (دو بڑی جلدوں میں) ویسٹ فالین پبلشر کے ہاتھوں میں تھا جب ہمیں اطلاع دی گئی کہ تبدیل شدہ حالات اس کی اشاعت کو ناممکن بنا رہے ہیں، جس کے بعد ہم نے اپنا مسودہ چوہوں کے مسلسل کترنے کی وجہ سے ترک کر دیا۔ ایسا ہم نے بہت کم افسوس کے ساتھ کیا، اس لئے کہ ہمارا اہم مقصد پورا ہو گیا.......... ہم اپنے آپ کے ساتھ مفاہمت پر پہنچ گئے تھے''۔ دراصل، چوہوں نے واقعی مسودہ حاصل کیا تھا، مگر اس کی کچھ باقیات ہم پر یہ واضح کرنے کے لئے کافی ہیں کہ اس کے مصنفین اس بدقسمتی پر بہت زیادہ مایوس کیوں نہ ہوئے۔

برونو بائیر کے ساتھ حساب کی اُن کی تفصیلی بے باکی والی تحریر اُن کے قارئین کے سمجھنے کے لئے بہت مشکل نکلی، اور دونوں بڑی جلدیں جن کے مجموعی طور پر 800 صفحے تھے، مزید مشکل نکلیں۔ کتاب کا نام تھا: ''جرمن آئیڈیالوجی، جرمن فلسفہ اور اس کے نمائندوں فیورباخ، برونو بائیر اور سٹرنر پر ایک تنقید، اور جرمن سوشلزم اور اس کے مختلف پیغمبروں پر تنقید''۔ یادداشت کی مدد سے بتاتے ہوئے اینگلز نے اعلان کیا کہ سٹرنر پر یہ تنقید سٹرنر کی اپنی تصنیف سے کسی طرح بھی کم ضخیم نہ تھی۔ اور

اب تک جو بھی مثالیں چھپی ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ اینگلز کی یادداشت مکمل طور پر قابلِ اعتماد تھی۔ ''مقدس خاندان'' کی بہ نسبت یہ کتاب زیادہ مدلل مناظرہ ہے، حتیٰ کہ اس کے خشک ترین باب بھی۔ اُس وقت جب جدلیاتی کاٹ داری خود کو ظاہر کرتی ہے، مگر یہ جلد ہی موشگافی اور حجت بازی میں گل سڑ جاتی ہے، اس کا کچھ حصہ تو بچگانہ خصوصیات کا حامل ہے۔

یہ درست ہے کہ آج ان معاملات میں ہمارا ذوق زیادہ نازک مزاج ہے، مگر صرف یہی کافی جواز نہیں ہے۔ بالخصوص جس طرح کہ مارکس اور اینگلز دونوں نے پہلے بتایا تھا اور اس کے بعد بھی بتاتے رہے، اور حتیٰ کہ اُسی وقت بھی بتایا کہ وہ ظرافت آمیز کاٹ دار تنقید پر قادر ہیں۔ اور یہ کہ ان کا اسلوب لفاظی سے کم متاثر ہوا ہے۔ فیصلہ کن عنصر یہ تھا کہ یہ دانشورانہ لڑائیاں ایک بہت چھوٹے سے حلقے میں وقوع پذیر ہوئیں اور ان میں شامل زیادہ تر لڑاکے بہت کم سن تھے۔ یہی وہ مظہر تھا جو ادبی تاریخ نے شیکسپیئر اور اس کے ڈرامائی ہم عصروں میں دیکھا تھا، ایک ایسا رجحان جس کے تحت اپنے مخالفین کے بیانات کو لغوی توضیح یا غلط توضیح دے کر جس قدر ممکن ہو احمق معانی دینا تھا، ایک ایسا رجحان جہاں اظہار کو بڑھا چڑھا نا اور تباہ کن بنانا تھا............ یہ سب کچھ عام لوگوں کے لئے نہ تھا بلکہ ساتھی ماہر کی دقیق اور مخفی تفہیم کے لئے تھا۔ بہت کچھ جو شیکسپیئر والے مزاح میں آج نا قابلِ ہضم یا بلکہ نا قابلِ تفہیم ہے، اس کی اس حقیقت سے توضیح کی جاسکتی ہے، کہ شعوری طور پر، یا غیر شعوری طور پر وہ اپنی تحریر میں اس خدشے سے متاثر تھا کہ اُس کے بارے میں گرین، مارلو، بن جانسن، بیومونٹ اور فلیچر کیا سوچیں گے۔

شاید اسی طرح کی کوئی بات اُس لہجہ کی وضاحت ہے جو مارکس اور اینگلز شعوری یا غیر شعوری طور پر بائیر اور سٹرنر (اور خالص دانشورانہ جمناسٹکوں کے فن میں ان کے دیگر ساتھیوں) کے ساتھ معاملات کرتے ہوئے اختیار کرتے تھے۔ وہ فیور باخ کے بارے میں جو کچھ لکھتے تھے وہ بہت ہی دلچسپ تھا اس لئے کہ وہ محض منفی تنقید سے زیادہ کچھ تھا۔ مگر بدقسمتی سے تصنیف کا یہ حصہ کبھی مکمل نہ ہوا۔ اُن کے رویے کی بہت ہی واضح نشانیاں فیور باخ کے بارے میں اُن ایک یا دو کہاوتوں میں دی گئی ہیں جو مارکس نے 1845ء میں جلدی جلدی لکھیں اور کچھ دہائیاں بعد اینگلز نے جنہیں

شائع کیا۔ مارکس نے سب سے بڑی شکایت یہ کی ہے کہ فیور باخ کی مادیت میں ایک ''قوت بخش اصول'' کی کمی تھی۔ بالکل اُسی طرح جیسے اس نے اپنی طالب علمی کے زمانے میں ڈیموکرائٹس کے بارے میں شکایت کی تھی۔ اس نے اعلان کیا کہ یہ ''پچھلی ساری مادیت کی سب سے بڑی خامی تھی'' کہ وہ چیز، حقیقت اور ہوس رانی کی جانچ پرکھ صرف موضوع یا تصور کی شکل میں کرتے ہیں اور معروضیت میں، عمل میں اور انسانی حسی سرگرمی میں نہیں کرتے۔ نتیجتاً سرگرم پہلو گویا مادیت کے خلاف آئیڈیلزم کی طرف سے ترقی کر گیا، مگر صرف تجریدی طور پر، اس لئے کہ فطری طور پر آئیڈیلزم کسی اصلی حسی سرگرمی کو نہیں جانتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں جب فیور باخ نے ہیگل کے کُل کو ترک کر دیا تو اس نے اُسے کچھ زیادہ ہی ترک کر دیا۔ یہ دراصل ضروری تھا کہ ہیگل کی انقلابی بنانے والی جدلیات کو فکر کی دنیا سے حقیقت کی دنیا میں منتقل کیا جاتا۔

اینگلز جب ابھی بارمن میں تھا تب اس نے فیور باخ کو دلیرانہ انداز میں لکھا تاکہ اسے کمیونزم کی طرف راغب کیا جائے۔ اُس خط کا ایک دوستانہ، مگر کم از کم وقتی طور پر انکار کی صورت میں جواب ملا۔ فیور باخ نے گرمیوں میں رائن لینڈ جانے کی توقع کی اور اینگلز سوچ رہا تھا کہ اسے برسلز جانے پہ اس کے ''کان میں ڈھول بجا بجا کر'' آمادہ کرے۔ اسی دوران اس نے فیور باخ کے ایک شاگرد ہرمن کریج کو ایک عمدہ ہلچل پیدا کرنے والا بیان کرتے ہوئے مارکس کے پاس بھیجا۔

البتہ فیور باخ رائن لینڈ نہیں گیا اور اس کے بعد کی تصانیف بتاتی ہیں کہ اُس کے لئے اپنے پرانے خول کو نکال پھینکنے میں بہت دیر ہوگئی۔ اس کا شاگرد کریج بھی توقعات پر پورا نہ اترا۔ وہ کمیونسٹ پروپیگنڈہ کو، اٹلانٹک (اوقیانوس) تک لے گیا مگر اس نے نیویارک میں نا قابلِ مرمت خرابی پیدا کی اور یہ اُس کمیونسٹ کالونی میں تباہ کن انداز میں پہنچا جو مارکس نے برسلز میں اپنے گرد جمع کرنا شروع کی تھی۔

2- ''سچا سوشلزم''

مارکس اور اینگلز نے تصنیف کے جس دوسرے حصے کا منصوبہ بنایا تھا وہ تھا جرمن سوشلزم اور

اس کے مختلف فلاسفروں سے نمٹنا اور تنقیدی انداز میں ''جرمن سوشلزم کے سارے بے حس اور تھکے ماندے لٹریچر'' کا تحلیل و تجزیہ کرنا۔

یہ حملہ ہیس، کارل گرون، اوٹو لُوننگ، اور مرمن پوٹمین جیسے لوگوں کے خلاف شروع کیا گیا، جنہوں نے بالخصوص رسالوں میں اچھا خاصا معزز لٹریچر تخلیق کیا تھا۔ اِن رسالوں میں 1845ء کے موسمِ گرما سے لے کر 1846ء کے موسمِ گرما تک چلنے والا ماہنامہ گیسلشافسپی گل تھا، رائنشیے جہر بوچر اور ڈوئچے بورجر بوچ تھے جو کہ دونوں 1845ء اور 1846ء میں نمودار ہوئے، ویسٹ فالسچز ڈیمپفبوٹ نامی ایک ماہنامہ تھا جو 1845ء میں پہلی بار نمودار ہوا اور جو جرمن انقلاب تک جاری رہا۔ اسی طرح ٹرائشیے زی تنگ جیسے ایک دو روزنامے تھے۔

غیر معمولی مظہر جسے ایک بار کارل گرون نے ''اصلی سوشلزم'' کہا تھا، ایک ایسا اظہار تھا جسے مارکس اور اینگلز نے طنزیہ انداز میں اپنایا تھا۔ اس کی ایک مختصر زندگی تھی۔ 1848ء تک عملاً اِس کا کچھ بھی نہ رہا اور جو کچھ بچا تھا وہ انقلاب کی پہلی گولی چلنے کے بعد فوراً ہی غائب ہو گیا۔ اس مکتبِ فکر نے مارکس کی دانشورانہ ترقی میں رتی بھر اثر بھی نہ ڈالا جو کہ شروع سے اس کا ناقد تھا۔ مگر اُس نے اس پر جو سخت فیصلہ ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' میں سنایا وہ بھی اس کے بارے میں اس کے پورے رویے کو ظاہر نہیں کرتا۔ وہ اسے مغلظات بھرا ایک ملغوبہ گردانتا تھا اور اینگلز تو اس رائے پر اور زیادہ پختہ تھا۔

اینگلز نے ''گیسلشافسپی گل'' کی اشاعت میں ہیسؔ سے تعاون کیا اور مارکس نے تو اس میں ایک مضمون بھی لکھا۔ مارکس اور اینگلز دونوں نے برسیلز کے زمانے میں بے شمار مواقع پر ہیسؔ کے ساتھ تعاون کیا، اور ایک وقت تو ایسا لگا جیسے ہیسؔ نے ان کے تصورات مکمل طور پر اپنا لیے ہوں۔ مارکس نے بار بار کوشش کی کہ ہیسؔ رائنشیے جہر بوچر میں لکھے۔ مارکس اور اینگلز دونوں ویسٹفالشیے ڈیمپفبوٹ میں لکھتے تھے اور اس اخبار نے ''جرمن آئیڈیالوجی'' کے دوسرے سیکشن کا واحد حصہ چھاپا۔ اور دنیا ''جرمن آئیڈیالوجی'' کا صرف وہی حصہ دیکھ اور پڑھ سکی۔ یہ فرانس اور بلجیم میں سماجی تحریک پر کارل گرون کی لکھی ہوئی ایک کتاب پر ایک جامع اور تیز تنقید تھی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ''سچا سوشلزم'' بھی ہیگلی فلسفہ کی تحلیل سے پروان چڑھا، اور شروع میں مارکس اور اینگلز اس سے

وابستہ تھے۔ اور اسی لئے انہوں نے بعد میں زیادہ تند و تیز تنقید کی۔ مگر یہ بات سچ نہ تھی۔ مارکس و اینگلز اور ''سچے سوشلزم'' کے حامی دونوں ہیگل اور فیورباخ سے سوشلزم تک پہنچے تھے، مگر دونوں میں فرق یہ تھا کہ مارکس و اینگلز نے سوشلزم کی خصوصیت کا مطالعہ انقلابِ فرانس اور برطانوی صنعت سے کیا تھا۔ جبکہ ''سچے سوشلزم'' کے حامیوں نے سوشلسٹ فارمولوں اور نعروں کے ''ہیگلی جرمن زبان'' میں بھدے ترجموں کے پڑھنے تک خود کو محدود رکھا۔ مارکس اور اینگلز نے ''سچے سوشلزم'' کو اس سطح سے بلند کرنے کی بہت کوشش کی اور بہ یک وقت وہ اِس سارے رجحان کو جرمن تاریخ کی پیداوار قرار دینے میں حق بجانب تھے۔

''سچے سوشلزم'' کو بہتر بنانے کی اپنی علمی کوششوں میں مارکس اور اینگلز نے نہ صبر چھوڑا اور نہ محنت ترک کی۔ ہیس کے ساتھ ''گیسلشافسپی گل'' میں تعاون کرتے ہوئے اینگلز نے اس کی کئی باتیں درگزر کیں مگر 1846ء میں ڈوئچے گربوچر میں اس نے ''سچے سوشلسٹوں'' کے لئے سر کا درد پیدا کیا۔

''ایک ذرا سی انسانیت، اس انسانیت کا ذرا سا احساس، کچھ جائیداد کے بارے میں ایک ذرا سی پرولتاری گریہ وزاری، مزدوروں کی تنظیم اور نچلے طبقات کو ابھارنے کے لئے معمولی سی ایسوسی ایشنوں کا قیام، نیز سماج کی اصل فطرت اور معیشت کی مکمل نظر اندازی۔ یہ ہے سارا معاملہ، اور ''فکر کی مکمل خاموشی'' اور تھیورٹیکل غیر جانبداری کی وجہ سے یہ خون کا آخری قطرہ اور توانائی اور قوتِ حیات کا آخری ذرہ کھو دیتا ہے۔ اور اس تھکے ہوئے مواد کے ساتھ وہ جرمنی کو انقلابی بنانا چاہتے ہیں، پرولتاریہ کو حرکت میں لانا چاہتے ہیں، عوام الناس کو سوچنے اور عمل کرنے پر لگانا چاہتے ہیں''۔ پرولتاریہ اور عوام الناس کے مفاد اور اُن کے نقطۂ نظر نے ''سچے سوشلزم'' کی طرف مارکس اور اینگلز کا رویہ متعین کرنا تھا۔ انہوں نے کارل گرون پر اُس کے کسی اور نمائندے کی بہ نسبت، زیادہ شدت سے صرف اس لئے حملہ نہیں کیا کہ اس نے انہیں اس کا سب سے زیادہ موقع فراہم کیا بلکہ، اس لئے کہ پیرس میں رہتے ہوئے وہ وہاں مزدوروں میں مایوس کن کنفیوژن پھیلا رہا تھا، اور اس نے پرودھون کی سوچ پر ایک تباہ کن اثر پیدا کیا تھا۔ اور جب انہوں نے ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' میں خود کو ''سچے سوشلزم'' سے اس قدر تندی سے علیحدہ کر لیا۔ تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بین الاقوامی

پرولتاریہ کی طرف سے عملی ایجی ٹیشن کا راستہ کھول رہے تھے۔

اسی طرح وہ شاید ''سچے سوشلزم'' کو''علم کی نمائش کرنے والے سادہ لوح'' کو معاف کرنے پر تیار تھے۔مگر وہ اس کی مبینہ طور پر سرکار کی حمایت پہ تیار ہونے کو معاف کرنے پہ تیار نہیں تھے۔ ماقبل مارچ کی نجات اور فیوڈلزم کے خلاف بورژوازی کی جدوجہد نے مبینہ طور پر اس ''سچے سوشلزم'' کے عقب میں لبرل اپوزیشن پر حملہ کرنے کا ''موقع'' دیا۔''اس نے بورژوازی کی پیش قدمی کے خوف کے خلاف ایک خیر مقدمی ڈرا دینے والی شکل کے آدمی کی حیثیت سے جرمن مطلق العنان حکومتوں کا (مع اس کے بیوروکریٹوں، گنوار جاگیرداروں، سکول ماسٹروں اور پادریوں جیسے دُم چھلوں کے) ساتھ دیا۔اس نے اُن تلخ تازیانوں اور گولیوں کی بوچھاڑ پر مٹھاس لپیٹی جن کے ساتھ یہی حکومتیں جرمن مزدوروں کی بغاوت کو بری طرح مارا کرتی تھیں''۔ یہ دراصل بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا اور جہاں تک اشخاص کا تعلق ہے، اس میں بہت ناانصافی ہے۔

دوبچۓ فرانزو زشچے جہر بوچر میں مارکس نے اشارہ کیا کہ جرمنی کے مخصوص حالات نے بورژوازی کے لئے یہ بات ناممکن بنا دی کہ وہ پرولتاریہ کی جانب سے اپنے عقب پر حملہ کے بغیر، حکومت کے خلاف اٹھ کھڑی ہو۔مارکس نے اعلان کیا کہ سوشلزم کا فریضہ ہے کہ لبرل ازم جہاں انقلابی ہو اُس کی حمایت کرے، اور جہاں یہ رجعتی ہو اُس کی مخالفت کرے۔لیکن وضاحت میں، اس فریضے کی ادائیگی اتنی آسان نہ تھی۔حتیٰ کہ مارکس اور اینگلز نے کبھی کبھار لبرل ازم کا ایسے وقت انقلابی کی حیثیت سے دفاع کیا تھا جہاں وہ درحقیقت رجعتی تھا، جبکہ ''سچے سوشلسٹوں'' نے دوسری سمت کا گناہ کیا اور لبرل ازم کی مکمل طور پر مجموعی انداز میں مذمت کی ۔ جو کہ ایک ایسا عمل تھا جو جرمن حکومتوں کو اچھا لگتا تھا۔اس سلسلے میں سب سے بڑا گناہ گار تو کارل گرون تھا، مگر موسس ہیسؔ بھی بے قصور نہ تھا۔صرف آٹو لونگ (جو کہ ویسٹ فالشچے ڈیمپفبوٹ کی ایڈیٹری کرتا تھا) شاید سب سے کم گناہ گار تھا۔ بہرحال، اس معاملے میں ان کی غلطیاں ان کی بے وقوفی اور ناسمجھی سے نہ کہ حکومتوں کی حمایت کرنے کی کسی خواہش کے سبب سرزد ہوئیں ۔ انقلاب میں؛ جس نے کہ اُن کے سارے واہموں کو سزائے موت سنائی، وہ سب بغیر کسی استثنا کے بورژوازی کے بائیں بازو کی جانب تھے۔

صرف ہیسؔ البتہ جرمن سوشل ڈیموکریسی کی صفوں میں تھا۔''سچے سوشلسٹوں'' میں سے ایک بھی شخص دشمن کی طرف نہ گیا، اس طرح اِس معاملے میں ''سچے سوشلسٹوں'' کا ریکارڈ بہترین ہے۔

مزید برآں، وہ مارکس اور اینگلز کی بہت عزت کرتے تھے اور رضا کارانہ طور پر اپنی اشاعتیں اِن دو دوستوں کے اختیار میں دیا کرتے تھے۔ بدقسمتی سے وہ دل سے، اُس پرانے فلسطی تصور سے متفق تھے کہ چیزوں کو ہمیشہ بغیر شور شرابے کے، ہمواری سے چلتے رہنا چاہئے۔انہوں نے محسوس کیا کہ ایک کم عمر پارٹی ایک ٹھوس موقف اپنانے کی متحمل نہیں ہو سکتی، اور یہ کہ جب بحث مباحثے ناگزیر ہو جائیں تو انہیں بھرپور رکھ رکھاؤ کے ساتھ اور شائستہ ترین انداز میں کرانا چاہئے۔انہوں نے خاص کر یہ محسوس کیا کہ بائیر، روج اور سٹرنر کے وقار کا احترام رکھا جائے۔فطری طور پر انہوں نے مارکس میں ایک تندمزاجی دیکھی اور ایک موقع پر اُس نے اعلان کیا: ''یہ اِن بوڑھی خواتین کی خصوصیت کی طرح ہے کہ یہ لوگ پارٹی کے سارے اصل جھگڑوں پر چونا پھیر کر چھپاتے ہیں''۔البتہ اس موضوع پر مارکس کے زوردار خیالات کو حتیٰ کہ ''سچے سوشلسٹوں'' کی صفوں میں بھی تفہیم سے لیا گیا۔مثال کے طور پر، جوزف وی ڈی میئر، جو کہ لُونِنگ کا رشتے دار تھا، اور جو کہ ویسٹ فالشچے ڈمپفبوٹ کی ایڈیٹری میں حصہ لیتا تھا، مارکس اور اینگلز کے سب سے وفادار حامیوں میں سے ایک تھا۔

وی ڈی میئر پروشیائی فوج میں ایک لیفٹینینٹ رہ چکا تھا۔مگر اس نے اپنے سیاسی نظریات کی بنا پر فوجی پیشہ چھوڑ دیا۔ وہ ٹرائرشچے زی تنگ کے سب ایڈیٹر کی حیثیت سے، جو کہ کارل گرون کے زیر اثر تھا، ''سچے سوشلسٹوں'' کی لہر کے زیرِ اثر آ گیا تھا۔ وہ 1846ء کے بہار میں برسیلز چلا گیا۔ہم یہ تو نہیں جانتے کہ اس نے ایسا مارکس اور اینگلز سے ملنے کے ارادے کے ساتھ کیا۔مگر بہرحال، اس نے جلد ہی ان سے دوستی کر لی اور وہ اُس احتجاج کی قوالی کا سخت مخالف بنا جو ''سچے سوشلسٹوں'' کی صفوں میں مارکس اور اینگلز کی ناترس تنقید سے پیدا ہوئی، حالانکہ خود اس کا بہنوئی لونِگ اس احتجاج میں شامل تھا۔ ویسٹ فالیا کے مقام پر پیدا ہونے والا وی ڈی میئر اپنے علاقے کے لوگوں کے ساتھ ایک سُست رفتار اور خاموش مگر وفادار اور مضبوط جرأت رکھتا تھا۔ وہ کبھی بھی ممتاز صلاحیتوں والا مصنف نہ بنا۔ جب وہ جرمنی لوٹا تو اسے کولون سے منڈن تک ریلوے لائن بچھانے

کے سلسلے میں ایک سروے کرنے والے کی نوکری ملی۔ اسے فارغ وقت میں ویسٹ فالشے ڈمپفبوٹ کی ایڈیٹری میں مدد کرنے کی جگہ ملی۔ اپنے عملی طرز پر وہ اب ایک ایسے مشکل کام میں مارکس اور اینگلز کی مدد کرنے کی راہ تلاش کرنے لگا جو زیادہ سے زیادہ سنگین ہوتی جا رہی تھی۔ یہ ایک پبلشر ڈھونڈنے کی مشکل تھی۔

روج کی مخالفت کے سبب، زیورچ سے شائع ہونے والا لٹریری شچے کونٹور اُن کے لئے بند ہوگیا۔ روج خوب جانتا تھا کہ مارکس جو کچھ بھی لکھے گا وہ کم معیار کا ہرگز نہ ہوگا، اس نے اپنے شریک فروبل کو عملاً مجبور کیا کہ وہ مارکس کے ساتھ کوئی تعلق نہ رکھے، اُدھر لیپزگ میں ینگ ہیگلینز کے چیف پبلشر وی گنڈ نے پہلے ہی بائیر، فیورباخ اور سٹرنر کی تنقید کو چھاپنے سے انکار کیا تھا۔ لہٰذا وی ڈی میئر نے ایک خوشگوار امکان پیدا کیا۔ اس نے ویسٹ فالیا کے دو امیر کمیونسٹوں جولیس میئر اور کیمپل کو اس بات پر رضامند کرلیا کہ وہ ایک اشاعتی ادارہ کھولنے کے لئے ضروری رقم مہیا کریں۔ یہ اشاعتی ادارہ تین چیزیں چھاپنے سے اپنی ابتدا کرے گا: جرمن آئیڈیالوجی، سوشلسٹ مصنفین کی ایک لائبریری، اور مارکس، اینگلز اور ہیس کی ایڈیٹری میں ایک سہ ماہی رسالہ۔

البتہ، عین وقت پر وعدہ کی ہوئی رقم نہ ملی، اس لئے کہ دونوں سرمایہ دار اپنی بات سے مُکر گئے۔ اُن کی کمیونسٹ قربانی کے جذبے کو سرد کرنے کے لئے عین وقت پر ''کاروباری مشکلات'' کھڑی ہوگئیں۔ نتیجتاً میں مارکس اور اینگلز تلخ انداز میں مایوس ہوئے۔ اس مایوسی میں اس بات سے مزید اضافہ ہوگیا کہ وی ڈی میئر جرمن آئیڈیالوجی کے مسودے کو کہیں اور رکھنے کی اپنی کوششوں میں ناکام ہوا۔ اسے اب ترک کردیا گیا اور اسے چوہوں کی تنقید کے لئے چھوڑ دیا گیا۔

3۔ ویٹلنگ اور پرودھون

اِن دونوں شاندار پرولتاری نظریہ دانوں (جنہوں نے مارکس کی اوائل عمری کی نشوونما میں زبردست اثر ڈالا تھا) اور مارکس کے مابین ہونے والی بحثیں ایک انسانی نقطۂ نظر سے زیادہ متاثر کرنے والی تھیں اور سیاسی طور پر مابعد فلاسفروں اور ''سچے سوشلسٹوں'' پر مارکس کی تنقید سے بہت اہم تھیں۔

ویٹلنگ اور پرودھون دونوں پرولتاریہ کی صفوں میں پیدا ہوئے۔ دونوں کو صحت منداور پرجوش کردار نصیب ہوا تھا، دونوں حد سے زیادہ باصلاحیت تھے، اور دونوں کی بیرونی حالات نے اس قدر طرفداری کی کہ وہ اُن شاذ و نادر والی چند مستثنیات میں سے ہوتے جو فلسطیوں کے اس عقیدے کی پیدائش میں مدد کرتے ہیں کہ مزدور طبقے کی صفوں میں سے جو شخص واقعی ٹیلنٹ والا ہو وہ دولتمند طبقات کی صفوں تک جاسکتا ہے۔ دونوں آدمیوں نے اس راہ کو حقارت سے مسترد کیا، اور اس کے برعکس وہ رضاکارانہ طور پر غربت میں رہے اور اپنے ہم طبقہ مصیبت زدوں کی خاطر لڑنے کے لئے خود کو وقف کرگئے۔

وہ دونوں صحت مند، مضبوط اور توانا آدمی تھے۔ اور وہ زندگی کی اچھی چیزوں سے لطف اندوز ہونے کے لئے بنائے گئے تھے۔ مگر اس کے برعکس وہ اپنے مقاصد کی تکمیل کی راہ میں خوشی خوشی سخت ترین تنگ دستیوں کا شکار رہے۔ ''ایک منکسر بستر، عموماً ایک کمرے میں تین تین آدمی ہوتے، لکھنے کی میز کے بطور بورڈ کا ایک ٹکڑا، اور کبھی کبھی کالی کافی کا ایک کپ۔'' یہ تھی وہ زندگی جو ویٹلنگ ایک ایسے وقت گزارتا رہا جب اُس کا نام دنیا کے بڑے بڑوں کے کانوں کے لئے خوف کی آواز ہوا کرتا تھا۔ پرودھون بھی پیرس کے ایک دومنزلہ مکان میں ایک ایسی ہی زندگی گزار رہا تھا۔ ''ایک پشمینہ بُنے ہوئے جیکٹ میں ملبوس اور اس کے پیر لکڑی کے کھٹ کھٹ کرتے کھڑاویں میں''، وہ بھی ایک ایسے وقت جب اسے یورپ کے پیمانے کی شہرت حاصل تھی۔

فرانسیسی اور جرمن کلچر نے دونوں آدمیوں کو بنانے کا کام کیا۔ ویٹلنگ ایک فرانسیسی افسر کا بیٹا تھا۔ اور جونہی وہ بڑا ہوگیا تو وہ فرانسی سوشلزم کا اُس کے سرچشمے کا مطالعہ کرنے پیرس بھاگا۔ پرودھون کا تعلق برگنڈی کے آزاد علاقے سے تھا جس پر لوئی چاردہم کے عہد میں فرانس نے قبضہ کیا تھا۔ اس کے ساتھی اکثر اعلان کرتے تھے کہ اُس کا سر جرمن تھا، اور کبھی کبھار، ایک موٹا جرمن سر۔ مگر ایک یا دوسرے لحاظ سے جب وہ دانشورانہ سرگرمی کرنے کے لئے بیدار ہوا تو پرودھون جرمن فلسفہ میں ڈوبتا چلا گیا جن کے نمائندوں کو ویٹلنگ سوائے دھندلے ''کنفیوز کرنے والوں'' کے اور کچھ نہیں سمجھتا تھا۔ دوسری طرف پرودھون عظیم یوٹوپیائیوں کو انتہائی سختی سے مسترد کرتا تھا جو ویٹلنگ کے لئے بہت زیادہ محترم تھے۔

ان دونوں اشخاص کو ایک جیسی شہرت ملی اور تقدیر بھی ایک جیسی نصیب ہوئی۔ وہ جدید پرولتاریہ کے اولین رکن تھے جنہوں نے پرولتاریہ کی قوت اور دانش کا تاریخی ثبوت فراہم کیا، یہ ثبوت کہ پرولتاریہ خود کو آزاد کر سکتی ہے۔ یہ وہ اولین لوگ تھے جنہوں نے اُس شیطانی دائرے کو توڑ دیا جس میں مزدور طبقے کی تحریک اور سوشلزم گھومتے تھے۔ لہٰذا اس حد تک انہوں نے ایک نیا عہد کھولا۔ ان کی تحریر اور ان کی سرگرمی مثالی تھی جنہوں نے سائنسی سوشلزم کی نشوونما کے لئے مفید اثر ڈالا۔ ویٹلنگ اور پرودھون کی شروعات کی فیاضانہ تعریف مارکس سے بڑھ کر کسی نے نہیں کی۔

البتہ، ان کی ساری فہم وفراست اور دوراندیشی کے باوجود ویٹلنگ نے جرمن کاریگر سے آگے کبھی ترقی نہ کی، نہ ہی پرودھون فرانسیسی پیٹی بورژوازی سے آگے بڑھ سکا۔ اس طرح وہ اُس شخص سے علیحدہ ہو گئے جس نے اس کام کو عظمت کے ساتھ مکمل کرنا تھا جسے اِن دونوں نے شاندار انداز میں شروع کیا تھا۔ یہ نہ تو شخصی خودنمائی تھی اور نہ ہی ہٹ دھرم ڈوگمائیت کا نتیجہ تھا، گو کہ جوں جوں ان دونوں نے محسوس کرنا شروع کیا کہ تاریخی نشوونما کا بہاؤ انہیں باندھ رہا ہے تو ان دونوں نے اس میں کچھ کردار ادا کیا۔ مارکس کے ساتھ اُن کی بحثوں سے پتہ چلتا ہے کہ مارکس جس چیز پر زور دے رہا تھا، وہ اسے سمجھ ہی نہیں پا رہے تھے۔ وہ ایک محدود طبقاتی شعور کا شکار تھے جو زیادہ موثر تھا اس لئے کہ اس نے ان دونوں کو بے شعوری میں متاثر کیا۔

ویٹلنگ 1846ء کے شروع میں برسلز پہنچا۔ جب سوئٹزرلینڈ میں اس کا ایجی ٹیشن جزوی طور پر اندرونی نفاق کی وجہ سے اور جزوی طور پر حکام کی جانب سے ننگی طاقت کے استعمال کی وجہ سے ختم ہو چکا، تو وہ لندن روانہ ہو گیا جہاں، البتہ وہ لیگ آف دی جسٹ کے ممبروں کے ساتھ چل نہیں سکتا تھا۔ پیغمبرانہ غرور کے اندر پناہ لے کر ایک ظالمانہ مقدر سے خود کو بچانے کی اس کی کوششوں نے معاملات کو بہتر بنانے کے بجائے مزید بگاڑ دیا۔ گو کہ اس وقت انگلینڈ میں چارٹسٹ ایجی ٹیشن کی لہریں بلند ہو رہی تھیں مگر اس نے انگلینڈ کی مزدور طبقے کی تحریک میں چھلانگ نہ لگائی۔ بلکہ فکر اور تقریر کا ایک ایسا نظام وضع کرنے پہ اپنی توجہ مبذول کی جہاں اس کا خیال تھا کہ ایک عالمی زبان بنائی جائے گی، اور اُس وقت کے بعد یہ اس کا محبوب خبط بنتا چلا گیا۔ وہ اُس کام میں اندھا دھند کود گیا جس کے لئے اس کا علم اور

اہلیت بالکل موزوں نہ تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ایک ایسی دانشورانہ تنہائی میں گر گیا، جو اُسے اپنی قوت کے اصل سرچشمے (یعنی اپنے طبقے کی زندگی)، سے زیادہ سے زیادہ علیحدہ کرتی گئی۔

برسلز جانا یقیناً وہ بہترین کام تھا جو وہ کر سکتا تھا، اس لئے کہ دانش کے میدان میں اگر دنیا کی کوئی چیز اسے بچا سکتی تھی تو وہ تھا مارکس۔ مارکس نے مہمان نوازی سے اس کا استقبال کیا، اور اس حقیقت کی نہ صرف اینگلز نے تصدیق کی بلکہ خود ویٹلنگ نے بھی۔ البتہ، ان کے درمیان کوئی بھی دانشورانہ سمجھوتہ نہ ہو سکا اور 30 مارچ 1846ء میں برسلز میں منعقدہ کمیونسٹوں کی ایک میٹنگ میں دونوں متشددانہ طور پر آمنے سامنے ہوئے۔ ویٹلنگ نے مارکس کو حد سے زیادہ خفا کر دیا، جو کہ اُس (ویٹلنگ) کے ہیس کو لکھے گئے ایک خط سے ظاہر ہے۔ ایک نئے پبلشنگ ہاؤس کے سلسلے میں مذاکرات چل رہے تھے اور ویٹلنگ نے دل میں بٹھا لیا کہ مارکس اور اس کے دوست اُس کو مالیاتی وسائل سے کاٹنے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ وہ بھاری معاوضے والے تراجم کا کام خود حاصل کر سکیں۔ اس کے بعد بھی مارکس سے جو کچھ ہوا وہ ویٹلنگ کے لئے کرتا رہا۔ ویٹلنگ کی طرف سے ایک رپورٹ کی بنیاد پر ہیس نے چھ مئی کو مارکس کو لکھے گئے ایک خط میں اعلان کیا: ''آپ سے تو یہ توقع تھی کہ آپ کی اُس سے عداوت اس حد تک نہیں جائے گی کہ آپ اپنا بٹوہ جب تک اُس میں کچھ موجود ہو سختی سے بند کر دیں''۔ حقیقت میں بٹوے کے اندر مایوس کن حد تک کم تھا۔

چند دن بعد ویٹلنگ نے معاملات کو ایک ناقابلِ درستگی کی حد تک پہنچا دیا۔ امریکہ میں کاریج کا کیا ہوا نشر و اشاعتی کام مارکس اور اینگلز دونوں کی امیدوں پہ پورا نہ اترا۔ کاریج نیو یارک سے ''وولکسٹری بون'' نامی ہفت روزہ اخبار نکالتا تھا۔ اس نے اس طرح کا زور دار اور جذباتی پروپیگنڈہ کیا جو بہت ہی بچگانہ اور خودستائشی کا حامل تھا۔ اس پروپیگنڈہ کا کمیونسٹ اصولوں سے کوئی تعلق نہ تھا اور یہ مکمل طور پر مزدوروں کو کم ہمت بنانے پر مائل کرتا تھا۔ اس سے بھی خراب تر بات یہ تھی کہ کریج نے امیر امریکیوں کو بے ڈھنگے خطوط لکھے جن میں اُن سے اخبار کی مالی مدد کی بھیک مانگی تھی۔ چونکہ اس نے امریکہ میں خود کو جرمن کمیونزم کا نمائندہ ظاہر کیا تھا اس لئے اُس کے اصل نمائندوں کو اس مصلحت پرست تعلق کے خلاف احتجاج کرنے کا پورا حق تھا۔

16 مئی کو مارکس، اینگلز اوران کے حامیوں نے کارتج کے اخبار میں چھاپنے اوراسے اپنے سارے ہمدردوں کو بھیجنے کے لئے ایک احتجاج بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ ویٹلنگ وہ واحد شخص تھا جس نے اس احتجاج میں شامل ہونے سے انکار کیا اوراس نے اپنے رویے کومختلف خالی خولی بہانوں سے جواز دینا شروع کردیا: مثلاً یہ کہ ہفت روزہ بہرحال ایک کمیونسٹ اخبار ہےاور یہ امریکی حالات کے لئے موزوں ہے، یا، یہ کہ یورپ میں کمیونزم کے دشمن بہت طاقتور ہیں جو امریکہ میں بھی مسائل کھڑے کرنا چاہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ وہ محض اپنے انکار سے مطمئن نہ ہوا، بلکہ اس نے کرتج کوایک خط بھی لکھ ڈالا جس میں اسے اُن لوگوں کی ''مکار سازشوں'' سے ہشیار رہنے کے لئے خبردار کیا جنہوں نے احتجاج پر دستخط کیے تھے۔''لیگ، جو پیسہ سے چھلک رہی ہے، اوراس میں ایک آدھ درجن سے زیادہ ممبرنہیں ہیں، ان کا میرے خلاف لڑنے کے سوا کوئی اور کام ہی نہیں ہے۔ وہ پہلے مجھے صاف کرنا چاہتے ہیں۔ پھر دوسروں کواور آخر میں اپنے دوستوں کو، اورسب سے آخر میں خود اپنے ہاتھوں سے اپنا گلہ کاٹیں گے............اوراس کام کیلئے بہت بڑی مقدار میں پیسہ آرہا ہے، جبکہ مجھے ایک پبلشر تک نہیں ملتا۔ میں اور ہیسؔ اِس جانب بالکل اکیلے ہیں، مگر ہیس نے بھی بائیکاٹ کرلیا''۔اس کے بعد ہیسؔ نے بھی اس فریبی شخص سے قطع تعلق کردیا۔

کرتج نے برسیلز کے کمیونسٹوں کے احتجاج کوشائع کردیااوروی ڈی میئر نے اُسے ویسٹفالشچے ڈیمپفبوٹ میں بھی چھاپ دیا۔ البتہ کرتج نے اس کے توڑ کے لئے' ویٹلنگ کے خط کو بھی چھاپ دیا، اورامریکہ میں ایک جرمن مزدور تنظیم''سوشل ریفارم ایسوسی ایشن'' (جس نے کرتج کے اخبار کو اپنا ترجمان قرار دیا تھا) پر زور دیا کہ ویٹلنگ کواس کا ایڈیٹر بنائیں اور اس کو سفر خرچ بھیجیں۔ ویٹلنگ نے یہ کام منظور کرلیااور یورپ سے غائب ہوگیا۔

مئی کے اسی ماہ میں مارکس اور پرودھون کے بیچ بھی قطع تعلق قریب آ گیا۔اپنا ترجمان اخبار نہ ہونے کی کمی کو دور کرنے کے لئے مارکس اوراس کے دوستوں نے چھپے ہوئے یا لیتھوگراف کیے ہوئے سرکلر نکالنے شروع کیے، جس طرح کہ انہوں نے کرتج کے معاملے میں کیا تھا۔ اسی طرح انہوں نے ایسے مختلف بڑے قصبوں کے درمیان مستقل خط وکتابت والے روابط کرنے کی جستجو کی

جہاں پر کمیونسٹ گروپ موجود تھے۔انہیں ''خط وکتابت والے بیورو'' کہا جاتا تھا۔ یہ بیورو برسیلز اور لندن میں موجود تھےاورایک، پیرس میں قائم ہونے والا تھا۔ چنانچہ مارکس نے پرودھون کواس سلسلے میں تعاون کرنے کے لئے لکھا۔ 17 مئی 1846ء کو پروھون نے لےاونز سے خط لکھ کر رضا مندی دکھائی مگر یہ واضح کردیا کہ وہ نہ تو اکثر اور نہ ہی زیادہ لکھے گا۔ بہ یک وقت اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے مارکس کوایک اخلاقی لیکچر بھی دے دیا جس سے مارکس کواندازہ ہوا کہ اُن دونوں کے درمیان کتنی بڑی خلیج آ چکی تھی۔

پرودھون مارکس کونصیحت کررہا تھا کہ،''ہمیں عالمِ انسانیت کوایک نئی کنفیوژن پیدا کرکے نیا کام نہیں دینا چاہیے۔ بلکہ ہمیں دنیا کو دانا اور دُوراندیش رواداری کی ایک مثال دینی چاہیے۔ہمیں ایک نئے مذہب کے خلیفے کا کردارادانہیں کرنا چاہیے،خواہ وہ مذہب دلیل اورمنطق والا ہی کیوں نہ ہو''۔ دوسرے لفظوں میں ''سچے سوشلسٹوں'' کی طرح پرودھون اُس خوشگوار کنفیوژن کو برقرار رکھنا چاہتا تھا جس کے خاتمے کے لئے مارکس ایک اصلی کمیونسٹ پروپیگنڈے کولازمی شرط قرار دیتا تھا۔

پرودھون نے اس انقلاب کوبھی ترک کردیا جس پہ اتنے عرصے سے اُس کا ایمان تھا: ''میں جائیداد کو جائیداد مالکوں کے سینٹ برتھولومیو کی کسی رات میں ایک نئی قوت دینے کے بجائے اُسے دھیمی آنچ میں جلانے کوترجیح دوں گا''۔اس نے اعلان کیا کہ اس نے ایک کتاب میں اس مسئلے کوحل کرنے کے طریقے کی پوری تفصیل دی ہے جو آدھی چھپ چکی ہےاور یہ وعدہ کیا کہ وہ بخوشی اسے ''مارکس کی تنقید کے کوڑوں کے حوالے کرے گا تاکہ وہ اپنا انتقام لے لے''۔ ''یہاں چلتے چلتے میں یہ کہوں گا کہ میرے خیال میں صورتحال یوں ہے: فرانس میں ہمارے پرولتاریہ کوعلم کی ایسی پیاس ہے کہ اگر ہم انہیں پینے کے لئے صرف خون کے علاوہ کچھ نہ دے سکیں تو ہمارے ساتھ برا سلوک ہو گا'' پرودھون نے پھر کارل گرون کا دفاع کیا، جس کی نا قابلِ فہم ہیگلیت کے خلاف مارکس نے اسے خبردار کیا تھا۔ چونکہ پرودھون جرمن زبان نہیں جانتا تھا اس لئے وہ ہیگل اور فیورباخ، اور مارکس اوراینگلز کے مطالعے کے لئے گرون اوراایوربیک کامحتاج تھا۔اس نے مارکس کومطلع کیا کہ گرون اُس کی یعنی پرودھون کی آخری تصنیف کا جرمن زبان میں ترجمہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

اس نے مارکس سے پوچھا کہ کیا وہ اس ترجمے والی کتاب کی تقسیم میں مدد دے گا اور یہ اضافہ بھی کیا کہ یہ کام ہر شخص کے لئے وقار کی بات ہوگی۔

پرودھون کے خط کا اختتامیہ تمسخر جیسا لگتا ہے، گو کہ یہ غالباً بلا ارادہ تھا۔ مگر بہرصورت، مارکس نے اس میں اس قدر اخلاقی اصلاح نہ دیکھی جسے پرودھون کے لفاظی بھرے شوروغوغا میں خون کا پیاسا کہا جائے۔ اور نتیجتاً گرون کی کارستانیوں نے مزید بڑے شکوک پیدا کیے۔ یہ بھی ایک سبب تھا کہ اگست 1846ء میں اینگلز نے کچھ عرصے کے لئے پیرس جانے اور وہاں رپورٹنگ سنبھالنے کا فیصلہ کیا، اس لئے کہ پیرس ابھی تک کمیونسٹ پروپیگنڈہ کا سب سے اہم مرکز تھا۔ پیرس کے کمیونسٹوں کو ویٹلنگ سے علیحدگی، ویسفالین اشاعتی جھگڑے اور اُن دیگر معاملات کے بارے میں آمنے سامنے مطلع کرنا ضروری تھا جنہوں نے کہ دھند وغبار پیدا کیا تھا، خصوصاً اس لئے کہ ایوربیک بالکل ناقابلِ اعتبار تھا اور برنیز تو اُس سے بھی زیادہ بے اعتبار تھا۔

شروع شروع میں تو پیرس سے برسیلز مراسلاتی بیورو اور مارکس کو شخصی طور پر بھیجی گئی اینگلز کی رپورٹیں بہت امید افزا تھیں، مگر رفتہ رفتہ وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ گرون نے ساری صورتحال کو مکمل طور پر ''غلیظ'' بنا دیا تھا۔ وہ کتاب جس کا ذکر پرودھون نے اپنے خط میں کیا تھا اُسی سال موسمِ خزاں میں شائع ہوگئی اور وہ کتاب واقعتاً اُس دلدل کی طرف لے گئی جس کا اشارہ اس کے خط نے کیا تھا۔ تب مارکس پرودھون کی دعوت کے مطابق مکمل تنقید کے تازیانے برسانے بیٹھ گیا۔ مگر جو بدلہ پرودھون نے لیا وہ صریحاً گالیاں تھیں۔

4- تاریخی مادیت

پرودھون نے اپنی کتاب کا نام ''معاشی تضادات کا نظام'' رکھا۔ اور نیچے چھوٹا نام دیا: ''افلاس کا فلسفہ''۔ اسی عنوان پر مارکس نے اپنے جواب کا عنوان ''فلسفے کا افلاس'' رکھا۔ اور اس نے اسے فرانسیسی زبان میں لکھا تاکہ اپنے مخالف کو ٹھیک ٹھیک نشانہ بنائے۔ لیکن درحقیقت مارکس اس میں کامیاب نہ ہوا۔ اس لئے کہ مزدور طبقے پر اور لاطینی ممالک کے پرولتاریہ پر، پرودھون کا اثر کم

ہونے کے بجائے مزید بڑھ گیا۔ اور مارکس کو کئی دہائیوں تک پرودھون ازم سے جدوجہد کرنی تھی۔

مگر، اس کے باعث نہ تو اِس جواب کی فوری اہمیت کم ہوئی اور نہ ہی اس کی تاریخی اہمیت۔ یہ اپنے مصنف میں، ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کتاب میں پہلی بار تاریخی مادیت کے فیصلہ کن عناصر کو سائنسی انداز میں بیان کیا گیا۔ اُس کی سابقہ تحریروں میں یہ خیالات تنہا تنہا تاروں کی مانند کوندتے تھے، اور بعد کی تحریروں میں اس نے انہیں پرلطف انداز میں یکجا کیا، مگر پرودھون کو جواب دیتے ہوئے اس نے اِن خیالات کو ترتیب کے ساتھ ایک فتح مند مناظرے والی قائل کن صفائی اور وضاحت کے ساتھ پیش کیا۔ مارکس کا سب سے عظیم سائنسی کارنامہ تاریخی مادیت کا نظریہ وضع کرنا ہے۔ اس کے تاریخی مادیت کے نظریے نے تاریخی سائنسوں کے لئے وہی کام کیا جو ڈارون کے نظریات نے نیچرل سائنسوں کے لئے کیا۔

بلاشبہ اس میں اینگلز کا حصہ تھا۔ اور یہ حصہ اس سے زیادہ تھا جو اُس (اینگلز) کی انکساری جتاتی رہی۔ مگر (جیسے کہ وہ انصاف کے ساتھ بتاتا ہے کہ) بنیادی خیال کی کلاسیک تشکیل مکمل طور پر اس کے دوست مارکس کی ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ 1845ء کے موسمِ بہار میں جب وہ برسلز گیا تو مارکس نے تاریخی مادیت کا بنیادی خیال مکمل اور حتمی شکل میں اس کے سامنے رکھ دیا؛ اور یہ کہ ''یہ جدوجہدیں اب ایک ایسے مرحلے پر پہنچیں جہاں لُٹ جانے والا محکوم طبقہ (یعنی پرولتاریہ) خود کو استحصالی اور جابر طبقہ (یعنی بورژوازی) سے اُس وقت تک آزاد نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ بہ یک وقت سارے سماج کو ہمیشہ کے لئے استحصال اور جبر سے آزاد نہ کر دے''۔

یہ وہ بنیادی خیال تھا جو پرودھون کے جواب میں تھا، یہ وہ مرکزی نکتہ تھا جس سے کئی رنگوں کی شعاعیں نکلیں۔ اِس جواب کا اسلوب بہت ہی واضح اور چبھتا ہوا ہے، جو کہ اُس پیچ داری اور تقریر والے انداز سے بہت مختلف ہے جو کبھی کبھی قاری کو برونو بائیر اور میکس سٹرنر کے خلاف مناظرہ پن سے تھکا دیتا ہے۔ اس دفعہ یہ کشتی دلدل میں سے دھکیلی اور کھینچی نہیں جا رہی ہے بلکہ یہ کھلے سمندر میں ایک تازہ ہوا کے ساتھ اپنے بادبانوں کے ساتھ تیزی سے چل رہی ہے۔

یہ کتاب دو حصوں پہ مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں لاسال کے بقول، مارکس خود کو سوشلسٹ بنے

ہوئے ریکارڈو کی طرح ظاہر کرتا ہے۔ اور دوسرے حصے میں ایک ماہرِ معیشت بنے ہوئے ہیگل کی طرح ظاہر کرتا ہے۔ ریکارڈو نے ثابت کیا تھا کہ سرمایہ دارانہ سماج میں اجناس کا تبادلہ اُن پر صَرف شدہ محنت کی مقدار کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ پرودھون نے مطالبہ کیا کہ ''اجناس کی اس قدر'' کو متعین کیا جائے تا کہ ایک پیدا کنندہ کی پیداوار کا دوسرے پروڈیوسر کے پراڈکٹ کے ساتھ تبادلہ کیا جائے جس میں محنت کی اُتنی ہی مقدار موجود ہو۔ سماج کے سارے ممبروں کو کارکن بنا کر محنت کی ایک جیسی مقدار کا تبادلہ کر کے سماج کی اصلاح کی جائے۔ انگلینڈ کے سوشلسٹوں نے پہلے ہی ریکارڈو کے نظریے کو عملی بنانے کی کوشش کی تھی مگر ان کے ''ایکسچینج بنک'' جلدی ہی بند ہو گئے۔

مارکس نے اب اشارہ کیا کہ وہ ''انقلابی نظریہ'' جسے پرودھون نے سوچا تھا کہ اُس نے پرولتاریہ کی نجات کے لئے دریافت کیا تھا، دراصل جدید مزدور طبقہ کی غلامی کے فارمولا کے سوا کچھ نہ تھا۔ ریکارڈو نے قدر کے اپنے قانون کی بنیاد پر منطقی انداز میں اجرتوں کا اپنا قانون وضع کیا: محنت کی قدر بحیثیت ایک جنس پراڈکٹ کے حصول کے لئے ضروری وقت کی مقدار سے متعین ہوتی ہے جس کی مزدور کو خود کو زندہ رکھنے اور اپنی طرح کے لوگوں کو زندہ رکھنے کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔ طبقاتی تضادات کے بغیر انفرادی تبادلہ کا تصور کرنا، اور بورژوا سماج میں ہم آہنگی اور لافانی انصاف (جو ایک شخص کو دوسروں کی قیمت پر دولت مند بننے کی اجازت نہ دے) کی حالت کے امکان کا تصور کرنا ایک بورژوا واہمہ تھا۔

مارکس چیزوں کی اصل نشوونما کو اِن الفاظ میں بیان کرتا ہے: ''تمدن کی ابتدا سے پیداوار بڑھنا شروع ہوتی ہے جو پیشے کے فرق، سماجی مقام، اور آخر میں مرتکز اور بلا واسطہ محنت کے فرق پر مبنی ہوتا ہے۔ فرق کے بغیر کوئی پراگریس نہیں ہوسکتی: تمدن نے اس قانون کو آج تک تسلیم کیے رکھا ہے۔ آج تک پیداواری قوتیں طبقاتی تضاد کے اِس غلبے کی بنیاد پر ترقی کرتی رہی ہیں''۔ ''متعین کردہ قدر'' کے اپنے نظریے کے ساتھ پرودھون نے مزدور کے لئے سماجی محنت کی ترقی سے پیدا شدہ ہر روز کی محنت کی ہمیشہ بڑھتی ہوئی پیداوار کو محفوظ کرنے کی جستجو کی؛ مگر مارکس نے واضح کیا کہ پیداواری قوتوں کی ترقی (جس نے انگلینڈ کے مزدوروں کو 1840ء میں 1770ء کی بہ

نسبت 27 گنا زیادہ پیداوار کی اجازت دی) اُن تاریخی حالات پر منحصر تھی، جو طبقاتی تضادات پر: نجی سرمایہ کے ارتکاز پر، جدید تقسیمِ محنت پر، انارکی والے مقابلہ اور اجرتوں کے نظام پر مبنی تھے۔ محنتِ زائد کی پیداوار کے لیے ایک ایسا طبقہ ضروری ہوتا ہے جو منافع حاصل کرے اور ایک ایسا طبقہ ضروری ہوتا ہے جو نقصان کرے۔

پرودھون نے اپنی ''متعین کردہ قدر'' کی پہلی مثال کے بطور سونا اور چاندی پیش کیے۔ اس نے اعلان کیا کہ سونا چاندی فرمانرواؤں کے ہاتھوں اپنی اعلیٰ تقدیس سے پیسہ بن چکے تھے۔ ''ایسی کوئی بات نہیں''، مارکس نے جواب دیا۔ پیسہ بذاتِ خود کچھ نہیں ہے ماسوائے ایک سماجی رشتے کے۔ اور انفرادی تبادلے کی مانند، یہ ایک معین طریقِ پیداوار کی عکاسی کرتا ہے۔ ''بلاشبہ یہ نہ جاننے کے لئے تاریخ کی ایک حتمی جہالت وناواقفی ضروری ہے کہ سارے زمانوں میں حکمرانوں کو معاشی حالات کے سامنے اطاعت گزاری کرنی پڑی، اور وہ کبھی بھی اُن پر قوانین مسلط کرنے کے لائق نہ ہوئے۔ سیاسی اور سول قانون سازی دونوں، معاشی حالات کی رائے پہچاننے اور ریکارڈ کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کرتے .... قانون کچھ نہیں ہوتا ماسوائے حقیقت کی پہچان کے''۔ پیسے پر بادشاہ کی مُہر اُسے اُس کا وزن دیتی رہی ہے نہ کہ اس کی قدر۔ سونا اور چاندی ''متعین کردہ قدر'' میں آرام سے فِٹ آتے تھے۔ قدر کی علامت کے بطور اپنے مقررہ کام کے عین مطابق وہ گردش میں کاغذ کے پیسے سے بدلے جاسکتے تھے۔ جس طرح کہ بہت عرصہ قبل ریکارڈو نے واضح کیا تھا۔

مارکس کے بقول ''سپلائی اور ڈیمانڈ میں توازن'' صرف اُن زمانوں میں ممکن رہا تھا جب ذرائع پیداوار محدود تھے، جب تبادلہ بہت تنگ سرحدوں کے اندر ہوتا تھا، جب ڈیمانڈ' سپلائی پر حکمرانی کرتی تھی اور استعمال، پیداوار پر حکومت کرتا تھا۔ اس نے اسے کمیونزم کا حتمی مقصد بتا دیا۔ وسیع پیمانے کی صنعت کی ترقی کے ساتھ یہ ناممکن ہو گیا تھا اس لئے کہ صنعت کو صرف اس کے اوزار ہی ڈیمانڈ کا انتظار کیے بغیر مستقلاً زیادہ پیداوار کے لئے مجبور کرتے تھے اور لہٰذا ناگزیر یلزومیت اور' خوشحالی اور مندی، بحران اور جمود، نئی خوشحالی وغیرہ کے باری باری آنے کے مرحلوں سے گزرنا لازمی تھا۔'' آج کے سماج میں، صنعت میں جو کہ انفرادی تبادلے، پیداواری انارکی پر مبنی ہے، جو کہ بہت ساری برائی کا سرچشمہ ہے، اور

بہ یک وقت ساری پراگریس کا سبب ہے۔ لہٰذا متبادل یہ ہیں: ''یا تو کوئی ہمارے آج کے زمانے کے ذرائع پیداوار کے ساتھ پچھلی صدیوں کے درست تناسبوں کو حاصل کرنے کی جدوجہد کرے اس طرح وہ رجعتی اور یوٹوپیائی دونوں ہے، یا پھر وہ بغیر انارکی کے پراگریس کی جدوجہد کرے جس میں پیداواری قوتوں کی برقراری کی خاطر انفرادی تبادلے کو ترک کردے''۔

پرودھون کو مارکس کے جواب کا دوسرا باب، پہلے والے باب سے زیادہ اہم ہے۔ پہلے باب میں وہ ریکارڈو کے ساتھ، اس کی جانب مکمل سائنسی معروضیت حاصل کئے بغیر نمٹتا ہے۔ مثلاً وہاں وہ ابھی تک ریکارڈو کی اجرتوں کے قانون کو بغیر کسی تحفظات کے تسلیم کرتا ہے۔ مگر دوسرے باب میں وہ ہیگل سے نمٹتا ہے اور یہیں وہ اپنی بھرپوریت میں ہوتا ہے۔ پرودھون ہیگل کے جدلیاتی طریقے کو غلط سمجھا تھا۔ وہ ان پہلوؤں سے چمٹا رہا جو پہلے ہی رجعتی ہو چکے تھے۔ مثال کے طور پر، حقیقت کی دنیا تصورات کی دنیا سے نکلی، جبکہ اس نے اس کے انقلابی پہلو کو مسترد کیا: تصور کی خودکار سرگرمی جو کہ تھیسز اور اینٹی تھیسز دونوں کی تشکیل کرتی ہے تاکہ ٹکراؤ میں وہ بلند تر اتحاد فروغ پائے جو اُن کی متضاد صورتوں کو حل کر کے دونوں پہلوؤں کے اصل جوہر کو برقرار رکھے۔ اس نے ہر معاشی کیٹیگری میں ایک اچھے اور ایک برے پہلو میں فرق تلاش کیا اور پھر ایک سینتھسز ڈھونڈ نکالا، ایک سینتھیز ز سائنسی فارمولے کو تلاش کیا جو کہ اچھے پہلو کو عملی شکل دے سکے اور برے پہلو کو برباد کر سکے۔ اس نے دیکھا کہ اچھے پہلو پر بورژوا معیشت دان زور دیتے تھے اور برے پہلو کی سوشلسٹ مذمت کرتے تھے۔ اپنے فارمولا اور سینتھسز ز کے ساتھ اس نے سوچا اور خود کو دونوں (بورژوا معیشت دانوں اور سوشلسٹوں) سے اوپر بلند کر دیا۔

مارکس نے اس دعوے کا اِن الفاظ کے ساتھ جواب دیا: ''موسیو پرودھون خود کو پُھلا دیتا ہے کہ اس نے معیشت دانوں اور کمیونزم دونوں پر تنقید کی ہے، مگر دراصل وہ ان دونوں سے بہت نیچے رہا: معیشت دانوں سے نیچے اس لئے کہ ایک جادوئی فارمولا جیب میں رکھے ہوئے ایک فلاسفر کے بطور وہ خود کو معاشی تفصیلات میں جانے کی ضرورت سے بالاتر سمجھتا ہے۔ اور سوشلسٹوں سے اس لئے کہ اس کے پاس نہ تو کافی بصیرت ہے اور نہ کافی جرات کہ وہ خود کو افواہوں میں ہی سہی، بورژوا

افق سے اوپر رکھے۔ وہ خود کو ''سینتھسز ز'' قرار دینے کی آرزو رکھتا ہے مگر وہ دراصل سوائے غلطیوں کے اجتماع کے کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ سائنس کے ایک آدمی کے بطور بورژوازی اور پرولتاریہ دونوں سے بلند تر ہونے کی خواہش کرتا ہے، مگر اصل میں وہ سرمایہ اور محنت کے بیچ، معیشت اور سوشلزم کے بیچ کبھی اِدھر کبھی اُدھر اچھالے جانے والے ایک پیٹی بورژوازی کے علاوہ کچھ نہیں ہے''۔ البتہ یہاں پیٹی بورژوازی اور فلسطی کو خلط ملط نہیں کرنا چاہیے، اس لئے کہ مارکس ہمیشہ پرودھون کو ایک قابل شخص سمجھتا تھا جو بدقسمتی سے پیٹی بورژوا سماج کے حدود سے آگے جانے کے قابل نہ تھا۔

مارکس کے لئے پرودھون کے اختیار کردہ طریقوں کی خامیوں کو ظاہر کرنا مشکل نہ تھا: اگر جدلیاتی طریقہ کو اچھے یا برے پہلو میں تقسیم کیا جائے اور ایک کیٹگری کو دوسری کے خلاف زہر کے تریاق کے بطور پیش کیا جائے، تو پھر تو ساری زندگی تصور سے بھاگ جائے؛ یہ مزید کام نہیں کر سکے گی، تھیسز اور اینٹی تھیسز کا حساب کتاب نہیں کیا جا سکے گا۔ ہیگل کے معتبر شاگرد کی حیثیت سے، مارکس خوب جانتا تھا کہ پرودھون جس برے پہلو کو ہر جگہ سے ختم کر دینے کے لئے بے چین تھا اصل میں وہی پہلو تھا جس نے جدوجہد پیدا کر کے تاریخ بنائی تھی۔ اگر کوئی شخص فیوڈلزم کا بہتر پہلو برقرار رکھنے کی کوشش کرتا (قصبوں میں پدرسری زندگی، دیہی گھریلو صنعت کی خوشحالی، اور شہری دستکاری کی ترقی) جبکہ بہ یک وقت ہر وہ چیز ختم کرنے کی کوشش کرتا جو تصویر پر سایہ ڈالتی ہو (سرف ڈم، مراعات وانارکی)، تو ہر اُس چیز کا صفایا ہو جاتا جو جدوجہد کو پیدا کرتی ہے، اور بورژوازی کا پیدائش کے وقت ہی گلہ گھونٹ دیا جاتا۔

مسئلے کی صحیح ساخت مارکس نے ان الفاظ میں پیش کی: ''اگر کوئی شخص فیوڈل پیداوار کا صحیح تخمینہ لگانا چاہتا ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ اس کو تضاد پر مبنی ایک طریق پیداوار کے بطور جانے۔ وہ ضرور یہ بتائے کہ اس تضاد میں دولت کس طرح پیدا ہوئی، کس طرح طبقات کی جدوجہد کے ساتھ بہ یک وقت پیداواری قوتیں ابھریں اور کس طرح ان طبقات میں سے ایک یعنی برا پہلو (سماجی برائی) مسلسل بڑھتی ہی رہی یہاں تک کہ اس کی نجات کے مادی حالات پیدا ہوئے''۔ اور پھر اس نے بورژوازی سے متعلق ترقی کا یہی تاریخی پراسیس دکھایا۔ جن پیداواری رشتوں میں یہ گھومتی ہے

وہ سادہ اور ایک جیسی خصوصیت کے نہیں ہیں: افلاس انہی حالات میں پیدا ہوتا ہے جن میں امارت پیدا ہوتی ہے؛ جوں جوں بورژوازی ترقی کرتی جاتی ہے پرولتاریہ بھی اسی رفتار سے ترقی کرتا جاتا ہے اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دونوں طبقات کے بیچ جدوجہد بڑھتی جاتی ہے۔معیشت دان بورژوازی کے نظریہ دان ہیں جبکہ کمیونسٹ پرولتاریہ کے نظریہ دان ہیں۔کمیونسٹ یوٹوپیائی ہیں جو کہ اُس وقت محکوم طبقات کی ضروریات پوری کرنے کے سائنسی مداواؤں کی تلاش کرتے ہیں اور نظام وضع کرتے ہیں جب کہ پرولتاریہ ابھی ایک طبقہ بن جانے کے لئے کافی ترقی نہیں کر چکا ہے اور جب کہ بورژوا سماج کی پیداواری قوتیں ابھی اتنی ترقی نہیں کر چکیں کہ پرولتاریہ کی نجات اور ایک نئے سماج کی تعمیر کے لئے ضروری مادی حالات دکھا سکیں۔

''مگر جس حد تک تاریخ آگے بڑھتی ہے، اور اس کے ساتھ پرولتاریہ کی جدوجہد آگے بڑھتی ہے، تو پھر ان کے لئے اپنے دماغوں میں سائنس تلاش کرنا ضروری نہیں رہتا۔انہیں صرف یہ کرنا ہوتا ہے کہ خود کو ان چیزوں کے کوائف دیدیں جو کچھ ان کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے اور خود کو اس کا ہتھیار بنالیں۔جبکہ وہ ابھی تک اپنے سروں میں سائنس تلاش کر رہے ہیں، اور نظام وضع کر رہے ہیں۔جبکہ وہ ابھی تک اپنی جدوجہد کے شروع میں ہیں، وہ صرف افلاس میں افلاس دیکھتے ہیں، اور افلاس کا انقلابی پہلو دیکھنے سے قاصر رہتے ہیں جو پرانے سماج کا تختہ الٹ دے گا۔اِس وقت سے سائنس تاریخی حرکت کی شعوری پیداوار بن جاتی ہے، یہ غیر عملی نظریہ پرست بننا ختم کر چکی ہے اور انقلابی ہو چکی ہے''۔مارکس معاشی کٹیگریوں کو تھیوری کے اظہار کے سماجی رشتوں کی تجرید کے علاوہ کچھ نہیں سمجھتا؛'' سماجی رشتے پیداواری قوتوں سے مضبوطی سے جڑے ہوئے ہیں۔نئی پیداواری قوتوں کے حاصل ہونے کے ساتھ، بنی نوعِ انسان اپنا طرزِ پیداوار تبدیل کرتا ہے، انسان جس طریقے سے اپنا گزر بسر حاصل کرتا ہے، وہ اپنے سارے سماجی رشتے بدل دیتا ہے......لیکن وہی لوگ جو اپنے مادی طرز پیداوار کی مطابقت میں اپنے سماجی رشتے بناتے ہیں، وہی اپنے اصول، خیالات اور اپنی کٹیگریاں بھی اپنے سماجی رشتوں کی مطابقت میں بنا لیتے ہیں''۔مارکس بورژوا معیشت دانوں (جو بورژوا سماج کے دائمی اور فطری اداروں کی بات کرتے ہیں) کا مقابلہ اُن

آرتھوڈاکس دینیات دانوں کے ساتھ کرتا ہے جو اپنے دھرم کو تو بھگوان کی طرف سے نازل کردہ سمجھتے ہیں مگر دوسرے سارے دھرموں کو انسان کے گھڑے ہوئے سمجھتے ہیں۔

مارکس نے پرودھون کے طریقوں کی خامی کئی معاشی کٹیگریوں کی بنیاد پر دکھادی جن کے ساتھ پرودھون نے تجربے کیے تھے: محنت کی تقسیم اور مشین، مقابلہ اور اجارہ، زمین کی ملکیت اور کرایہ، ہڑتالیں اور مزدوروں کی تنظیمیں۔محنتِ تقسیم، جس طرح کہ پرودھون نے فرض کیا تھا' ایک معاشی کیٹیگری نہ تھی بلکہ ایک تاریخی کیٹیگری تھی جس نے کہ تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف صورتیں اختیار کیں۔بورژوا معیشت کے مطابق، فیکٹری تقسیمِ محنت کے وجود کے لئے شرط ہے، مگر فیکٹری (جس طرح کہ پرودھون نے فرض کیا تھا) مزدوروں کے درمیان دوستانہ سمجھوتے کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوئی، حتیٰ کہ پرانے گلڈز کی گود میں بھی نہیں۔'' گلڈ مالک''نہیں بلکہ تاجر، جدید ورکشاپ کا سربراہ بنا۔

لہٰذا' مقابلہ اور اجارہ فطری نہیں بلکہ سماجی کیٹیگریاں ہیں۔مقابلہ صنعتی نہیں بلکہ کمرشل سرگرمی ہے۔اس کو پیداوار سے نہیں بلکہ منافع سے غرض ہے۔یہ انسانی روح کی لزومیت نہیں ہے (جس طرح کہ پردھون فرض کرتا ہے) بلکہ اٹھارویں صدی میں پیدا ہونے والی تاریخی لزومیت کا نتیجہ ہے، اور یہ تاریخی وجوہات کی خاطر انیسویں صدی میں غائب ہوسکتی تھی۔

پرودھون کا خیال کہ زمینی جائیداد کی کوئی تاریخی ابتداء نہیں ہے' یہ کہ یہ نفسیاتی اور اخلاقی اغراض پر مبنی ہے جن کا دولت کی پیداوار کے ساتھ محض دور کا تعلق ہے، یہ کہ کرایہ زمین کو انسان کو فطرت سے قریب لانا چاہیے، محض ایک غلطی تھی: ''ہر دور میں جدائیداد مختلف انداز میں اور بہت ہی مختلف سماجی رشتوں کے تحت پروان چڑھی۔لہٰذا بورژوا ملکیت کی تشریح کا مطلب بورژوا پیداوار کے سارے سماجی رشتوں کی وضاحت سے زیادہ اور کچھ نہیں۔جدائیداد کا ایک آزاد رشتہ کے بطور وضاحت کرنا ماسوائے مابعد الطبیعاتی یا علم قانون کے واہمے کے اور کچھ بھی نہیں''۔کرایہ زمین (یعنی سرمایہ پر سود اور سرمایہ پر مروج شرحِ منافع کے بشمول پیداواری لاگت سے اوپر زرعی پیداوار کی قیمتوں کا زائد) اُنہی معین سماجی رشتوں کے تحت ہی پیدا ہوسکتی تھی۔یہ بورژوا پیداوار کی شرائط کے تحت بورژوا صورت میں زمین کی ملکیت، اور فیوڈل جائیداد ہے۔

اور آخر میں مارکس ہڑتالوں، اور یونینوں کی تاریخی اہمیت واضح کرتا ہے، جن دونوں کو پرودھون نے مسترد کیا۔ گو کہ بورژوا معیشت دان اور سوشلسٹ دونوں (بالکل متضاد اسباب کی بناء پر) مزدوروں کو اس طرح کے ہتھیاروں کے استعمال کے خلاف متنبہ کرتے ہیں، ہڑتالیں اور یونینیں بڑے پیمانے کی صنعت کی ترقی کے ساتھ ساتھ مساوی طور پر بڑھوتری کریں گی۔ مقابلے کے ذریعے اپنے مفادات میں منقسم ہونے کے باوجود مزدوروں کے پاس اپنی اجرتوں کو برقرار رکھنے کا ایک مشترکہ مفاد موجود ہوتا ہے۔ مزاحمت کے تصور نے، جو اُن سب میں مشترک ہے، انہیں یونینوں میں متحد کر دیا جس میں ایک آنے والی جدوجہد کے سارے عناصر موجود ہوتے ہیں، بالکل اُسی طرح جیسے بورژوازی نے جاگیرداروں کے خلاف سیکشنوں کے ملا دینے کے ساتھ شروع کیا تھا، پھر خود کو ایک طبقہ کے بطور تشکیل دیا۔ جی ہاں ایک طبقہ کے بطور، اس نے فیوڈل سماج کو بورژوا سماج میں ڈھال دیا۔

پرولتاریہ اور بورژوازی کے بیچ مخاصمت ایک طبقے کی دوسرے طبقے کے خلاف جدوجہد ہے، ایک ایسی جدوجہد جس کا (اس کے بلند ترین اظہار میں) مطلب ایک مکمل انقلاب ہے۔ سماجی تحریک، سیاسی تحریک کو خارج نہیں کرتی، اس لئے کہ ایسی کوئی سیاسی تحریک نہیں جو بہ یک وقت ایک سماجی تحریک نہ ہو۔ صرف طبقات کے بغیر ایک سماج میں سماجی ارتقا، سیاسی انقلاب ہونا ترک کرے گا، مگر اُس وقت تک ہمیشہ تمام عمومی سماجی تبدیلیوں کے موقع پر سماجی سائنس کا آخری لفظ ہوگا: ''فتح یا موت! خونی جنگ یا کچھ بھی نہیں! یہ مسئلے کا ناترس ضابطہ ہے''۔ مارکس نے جارج ساں کے اِس اقتباس کو پرودھون کے جواب کے آخر میں استعمال کیا۔

اس کتاب میں مارکس نے تاریخی مادیت کو اُس کے سب سے اہم زاویوں میں سے کچھ سے تعمیر کیا اور بہ یک وقت اس نے جرمن فلسفہ سے بالآخر حساب بے باک کیا۔ وہ واپس ہیگل کی طرف جا کر فیور باخ سے آگے نکل گیا۔ آفیشل ہیگلی مکتبِ فکر بلا شبہ دیوالیہ ہو گیا تھا۔ یہ مکتبِ فکر اپنے مالک کے جدلیاتی طریق سے فرسودہ ہو کر محض ایک فارمولا رہ گیا جس کا ہمیشہ عظیم ترین اناڑی پن کے ساتھ ہر چیز اور ہر شخص پر اطلاق کیا گیا۔ ان ہیگلیوں کے بارے میں کہا جا سکتا ہے (اور اُن کے متعلق یہ کہا جاتا تھا) کہ وہ سمجھتے کچھ بھی نہیں ہیں مگر لکھتے ہر چیز کے بارے میں ہیں۔

جب فیور باخ نے قیاسی تصور کو چیلنج کیا تو اُن کا وقت ختم ہوا: سائنس کے مثبت مواد نے ایک بار پھر اپنے باقاعدہ پہلو کی اہمیت بڑھا دی۔ مگر فیور باخ کی مادیت میں ایک توانائی بخش اصل کی کمی تھی۔ ''یہ خالص نیچرل سائنس رہی اور اس نے تاریخی پراسیس کو باہر ہی رکھا۔ مارکس کیلئے یہ کافی نہ تھا، اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ کس قدر درست تھا جب اس مادیت کے پھیری والے مبلغین (بُوچنر اور ووگٹ) منظر پہ نمودار ہوئے۔ اس تنگ نظر فلسطی فکر کے طریقوں نے حتیٰ کہ فیور باخ کو بھی چیخ پڑنے پر مجبور کیا گو کہ وہ پیچھے سے اس طرح کی مادیت سے متفق ہو سکتا ہے پھر بھی سامنے سے نہیں۔ یا ایک بار اینگلز کے کہے ہوئے جملے کے مطابق: ''بورژوا کا من سنس کی گھوڑا گاڑی کا گھٹنوں سے معذور گھوڑا فطری طور پر اُس کھڈے سے جھجکے گا جو جوہر کو ظاہر سے علیحدہ کرتا ہے اور سبب کو نتیجے سے علیحدہ کرتا ہے۔ مگر اگر کوئی تجریدی فکر کے ٹوٹے ہوئے ملک پر شکار کرنا چاہتا ہو تو اسے ایک ٹانگہ کھینچنے والے گھوڑے پر سواری نہیں کرنی چاہیے''۔

مگر ہیگلی ہیگل نہ تھے۔ وہ اپنی جہالت کی نمائش کر سکتے تھے مگر ہیگل خود بہترین دماغوں میں سے ایک تھا۔ اس کا طرزِ فکر (دوسرے سارے فلسفیوں سے بہت زیادہ) ایک تاریخی اہمیت رکھتا تھا جس نے اسے ایک شاندار تصورِ تاریخ کی اجازت دی، گو کہ اس کا تصور خالصتاً نظریاتی تھا۔ جو (کہا جا سکتا ہے) چیزوں کو ایک Concave شیشے میں دیکھتا تھا اور عالمی تاریخ کو فکر کی بڑھوتری کی ایک عملی مثال سے زیادہ تصور نہیں کرتا تھا۔ فیور باخ ہیگلی فلسفہ کے اس اصلی مواد سے نمٹنے میں کامیاب نہ ہوا تھا۔

مارکس نے اسے نئے سرے سے اٹھایا، مگر اسے یوں الٹا کر دیا کہ وہ ''خالص فکر'' سے مزید آگے نہ بڑھا بلکہ حقیقت کی متضاد حقیقتوں سے آگے بڑھا۔ لہٰذا وہ میٹریلزم کو جدید جدلیاتی طریقہ اور ایک ''توانائی دینے والا اصول'' دے گیا جس نے سماج کی محض تشریح کرنے کی جستجو نہ کی بلکہ اسے تبدیل کرنے کی بھی جستجو کی۔

5-دو بچے برسلر زی تنگ

مارکس نے پرودھون کو اپنے جواب کی خاطر برسیلز اور لندن دونوں جگہوں

میں پبلشر ڈھونڈنے کی کوشش کی، مگر، گو کہ یہ بہت زیادہ ضخیم نہ تھی، مگر اس کی چھپائی کا خرچہ اُسے خود ادا کرنا پڑا۔ جب تک 1847ء کے موسمِ گرما کے وسط میں کتاب نمودار ہوئی اس کے پاس دو یچے برسلز زی تنگ کی شکل میں ایک ترجمان بھی دستیاب ہوا جس نے اسے اپنے خیالات عوام تک پہنچانے کا امکان دے دیا۔

اخبار سال کے شروع سے ایڈلبرٹ وان برنسٹڈ کی طرف سے ہفتے میں دو بار نکل رہا تھا جو کہ پہلے پیرس میں برنسٹین کے ''وارواڑس'' کی ایڈیٹری کرتا تھا، اور جو کہ آسٹریائی اور پروشیائی دونوں حکومتوں کا تنخواہ دار رہ چکا تھا، ایک ایسی حقیقت جو برلن اور ویانا آرکائیوز سے ملنے والی دستاویز سے نا قابلِ تردید طور پر ثابت ہو چکی تھی، اور وہ واحد بات جو بہت واضح نہیں ہے، یہ ہے کہ کیا برنسٹیڈ برسیلز میں بھی اپنی جاسوسی برقرار رکھے ہوئے تھا؟۔ اس کے خلاف کچھ شک موجود تھا مگر یہ شک اس حقیقت سے دور ہو گیا کہ برسیلز میں پروشیائی سفیر اس کے اخبار کے خلاف بلجیم حکام سے بڑی شدت سے مذمت کرتا رہتا۔ قدرتی طور پر، یہ مذمت انقلابی عناصر کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے کی جاتی ہوگی جو برسیلز میں جمع ہو چکے تھے، برنسٹیڈ کو اپنی صفوں میں تسلیم کرنے کے لئے، اس لئے کہ تخت اور الطار کے دفاع کنندگان اپنے مقاصد کو آگے بڑھانے کے لئے اپنے ذرائع کے انتخاب میں کبھی بھی غیر محتاط نہ ہوئے۔ مارکس نے کسی صورت اعتبار نہ کیا کہ برنسٹیڈ ایک غدار تھا۔ اس نے اعلان کیا کہ اپنی بے شمار کمزوریوں کے باوجود، دو یچے برسیلر زی تنگ اچھا کام کر رہا تھا، اور جن لوگوں کا خیال تھا کہ یہ اچھا نہیں ہے انہیں اسے بہتر بنانے کے لئے کام کرنا چاہئے اور خود کو اس بہانے کے پیچھے نہیں چھپانا چاہیے کہ برنسٹیڈ کے نام کے ساتھ شک جڑا ہوا ہے۔ 8 اگست کو ہم مارکس کو ہروغ کو تلخی سے لکھتے ہوئے پاتے ہیں: ''یا وہ شخص اچھا نہیں ہے، یا یہ اس کی بیوی ہو سکتی ہے، یا یہ رجحان ہے، یا سٹائل ہے، یا سائز ہے، یا اس کی تقسیم میں کچھ خطرہ شامل ہو............ ہمارے جرمنوں کے پاس یہ ثابت کرنے کے لئے آستینوں کے اندر دانائی کے ہزار لفظ موجود ہوتے ہیں کہ وہ عدم استعمال سے موقع کو جانے دے رہے ہیں۔ کچھ کرنے کا موقع ان کے لئے شرمندگی کے ایک سرچشمے کے سوا اور کچھ نہیں ہے''۔ وہ پھر ٹھنڈی آہ بھرتا ہے کہ اس کے

مسودات اسی تقدیر کا شکار ہو رہے ہیں جس سے دو یچے برسیلز زی تنگ شکار ہو رہا ہے اور وہ اُن احمقوں کو سخت برا بھلا کہنے کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہے جنہوں نے اسے ملامت کیا اس لئے کہ مارکس بالکل کچھ نہ لکھنے سے فرانسیسی میں لکھنے کو ترجیح دیتا تھا۔

اگر ہم اس سے یہ نتیجہ بھی نکالیں کہ مارکس نے ''نہ استعمال کی وجہ سے موقع ضائع کرنے'' نہ دینے کی خاطر برٹسٹیڈ کے خلاف شک کو کسی حد تک نرمی سے لیا، تو اس کی خاطر اسے ملامت کرنا مشکل سے ممکن ہوگا اس لئے کہ موقع واقعی موزوں تھا اور اُسے محض ایک شک کی بنا پر ضائع کر دینا حماقت ہوتی۔ 1847ء کے بہار میں پروشیا کے بادشاہ کو مالی ضرورت نے متحدہ ڈائٹ کا اجلاس بلانے پر مجبور کیا (سابقہ سارے علاقائی ڈائٹوں کا مشترکہ اجلاس)۔ یہ ایک فیوڈل ادارہ تھا بالکل ایسا ہی جیسے 1789ء کے بہار میں لوئی شانزدہم نے انہیں بیرونی مجبوری کے تحت بلایا تھا۔ گو کہ پروشیا میں معاملات اس قدر تیزی سے وقوع پذیر نہ ہوئے جس قدر کہ پہلے فرانس میں ہوئے تھے، لیکن پھر بھی، متحدہ ڈائٹ نے بٹوے کا منہ سختی سے بند رکھا اور حکومت کو اطلاع دی کہ وہ پیسہ دینے کے لئے کوئی ووٹ نہیں دیں گے جب تک کہ اس کے اختیارات بڑھا نہ دیے جائیں اور بالخصوص اس بات کی ضمانت نہیں دی جاتی کہ اُس کے اجلاس متواتر بلائے جائیں گے۔ اس کے ساتھ چیزیں رواں ہونا شروع ہو گئیں اس لئے کہ حکومت کا مالی دباؤ واقعی زیادہ ہو رہا تھا۔ جلد یا بدیر رقص کو نئے سرے سے شروع ہونا تھا اور جتنی جلد ساز بجنا شروع ہوتا اتنا ہی بہتر تھا۔

یہی وہ خیال تھا جس نے دو یچے برسیلز زی تنگ میں مارکس اور اینگلز کے مضامین لکھنے کا سلسلہ شروع کروایا۔ ایک مضمون جو بے نام کے چھپا، مگر جو کہ، اسلوب اور مواد دیکھ کر فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ اینگلز کے قلم سے آیا 'فری ٹریڈ اور تحفظاتی ٹیکسوں پر مشترکہ ڈائت کی بحثوں سے نمٹتا ہے۔ اس وقت اینگلز مکمل طور پر قائل تھا کہ جرمن بورژوازی کو خارجی صنعت کے ہاتھوں دیوار سے لگنے سے خود کو بچانے کی خاطر، اور خود کو فیوڈلزم اور مطلق آمریت پر قابو پانے کے لئے کافی قوت حاصل کرنے کا موقع دینے کی خاطر تحفظاتی ٹیرف لگانے کی ضرورت تھی۔ اس سبب کے لئے اور صرف اسی سبب اینگلز نے پرولتاریہ کو تحفظاتی ٹیکسوں کے لئے ایجی ٹیشن کی حمایت کرنے کا مشورہ

دیا۔اس کی رائے میں ملکی صنعت کے تحفظ کے حامیوں کی اتھارٹی کی لسٹ نے عمدہ جرمن بورژوا معاشی لٹریچر پیدا کیا تھا، گو کہ اس نے اعلان کیا کہ لسٹ کی بہترین تحریریں فیوریئر سے نقل کی گئی تھیں۔اس نے مزدوروں کو ''محنت کش طبقات کی بہبود'' جیسے جملوں سے دھوکہ کھانے سے خبردار کیا۔جو کہ ملکی صنعت کے تحفظ کے حامیوں اور فری ٹریڈرز دونوں کی طرف سے خود اپنے مفاد کے ایجی ٹیشن کے لئے ڈھال کے بطور استعمال کئے جا رہے تھے۔اس نے اعلان کیا کہ مزدوروں کی اجرتیں ملکی صنعتوں کے تحفظ اور فری ٹریڈ دونوں میں یہی رہیں گی۔اس نے خالصتاً ''ایک ترقی پسند بورژوا اقدام'' کے بطور ملکی صنعتوں کے تحفظ کا دفاع کیا اور مارکس کا موقف بھی یہی تھا۔

ایک طویل تر مضمون دو بچے برسلز زی تنگ میں نمودار ہوا جس میں مسیحی فیوڈل سوشلزم کے حملے کو پسپا کیا گیا تھا' مارکس اور اینگلز دونوں کی مشترکہ تحریر تھی۔یہ حملہ ''رینشچر بیوباختر'' میں چھپا تھا۔یہ اخبار ابھی حال ہی میں کولون سے سرکار نے شروع کیا تھا تا کہ رائن لینڈ کے مزدوروں کو بورژوازی کے خلاف لڑوا سکے۔اسی اخبار کے کالموں میں نوجوان ہرمن ویگنر نے اپنے مہمیز حاصل کیے تھے (بعد میں اس نے اپنی یادداشتوں میں ایسا لکھا تھا)۔مارکس اور اینگلز نے کولون کے ساتھ اپنا قریبی تعلق برقرار رکھا، اور ظاہر ہے کہ وہ ویگنر کی سرگرمیوں سے باخبر تھے، اس لئے کہ ''ستھرے کلیسائی کمشنرز'' یہ نقل والے حوالے اُن کے تبصروں کو ایک طرح روکتے تھے اور اس وقت ویگنر مڈ جیبرگ میں ایک کلیسائی کمشنر تھا۔

حکومت مزدوروں کو گمراہ کرنے کی ایک کوشش میں مشترکہ ڈائٹ سے جو کچھ حاصل کرنا چاہتی تھی اس میں ناکامی کو ''رینشچر بیوباختر'' نے استعمال کیا۔اس نے اعلان کیا کہ ضروری رقم کے حق میں ووٹ سے انکار کر کے بورژوازی نے دکھا دیا تھا کہ اسے اپنے مفادات کی خاطر ریاست کے اقتدار پر قبضہ کرنے کی پرواہ تھی۔اسے عوام کی بہبود سے کوئی سروکار نہ تھا۔وہ صرف حکومت کو ڈرانے کی خاطر عوام کو آگے دھکیلتے تھے۔

مارکس اور اینگلز نے ایک ایسے طریقے سے جواب دیا جو ہم پر آج آشکار ہے: پرولتاریہ کو بورژوازی سے کوئی زیادہ امید نہ تھی جس طرح کہ اسے حکومت سے کوئی زیادہ امید نہ تھی۔اور

بورژوازی کی حکمرانی یا حکومت کی حکمرانی میں سے اس کی واحد غرض وہی تھی جو اس کے مقصد کو بہتر انداز میں آگے لے جاتی ہو۔اس سوال کا جواب جرمن مزدوروں کی حالت کا انگریز یا فرانسیسی مزدور کی حالت سے ایک سادہ مقابلہ سے حاصل کیا جا سکتا تھا۔

''خوش لوگو!'' رینشچر بیوباختر نے اعلان کیا، ''تم نے بنیادی اصولوں کی جنگ جیت لی ہے، اور اگر تمہیں معلوم نہیں کہ وہ کیا ہے تو اپنے نمائندوں سے کہو کہ وہ تمہیں بتا دیں، اور اُن کی لمبی تقریروں کے دوران تم شاید اپنی بھوک بھول جاؤ''۔ان ڈیماگاگی جملوں کا جواب مارکس اور اینگلز نے چبھتے ہوئے طنز سے دیا: اس حقیقت سے کہ یہ اس طرح کی ترغیب بغیر سزا کے چلی گئی یہ دیکھنا آسان تھا کہ جرمنی میں پریس واقعی آزاد تھا۔انہوں نے اعلان کیا کہ دراصل جرمن پرولتاریہ خطرے میں پڑے ہوئے بنیادی اصولوں کو سمجھتا تھا، اس حد تک کہ انہوں نے انہیں جیتنے پر نہیں بلکہ ہار جانے پر مشترکہ ڈائٹ کو ملامت کیا۔اگر مشترکہ ڈائٹ محض خود کو اپنے اختیارات وسیع کرنے تک محدود نہ کرتا، بلکہ اس کے برعکس جیوری سے مقدمہ، قانون کے سامنے برابری' جبری محنت کے خاتمے، پریس کی آزادی، آزاد ایسوسی ایشن بنانے اور ایک واقعی نمائندہ ادارے کے اجلاس کا مطالبہ کرتا تو پھر اسے پرولتاریہ کی بھرپور مدد حاصل ہو جاتی۔

مسیحیت کے سماجی اصولوں کے بارے میں (جنہوں نے کہ کمیونزم کو غیر ضروری بنا دیا تھا) ''رینشچر بیوباختر'' کی پارسائی والے بڑبڑانے سے مفصل انداز میں نمٹا گیا: ''مسیحیت کے اصولوں کو فروغ دینے کیلئے اٹھارہ سو سال مل چکے ہیں اور اب انہیں پروشیائی کلیسائی کمشنروں کے ہاتھوں مزید ترقی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔مسیحیت کے سماجی اصولوں نے کلاسیکل دنیا میں غلامی کو جواز بخشا اور ازمنہ وسطیٰ کے سرف نظام کو شان و شوکت بخشی، اور اگر ضروری ہو تو وہ پرولتاریہ کی محکومیت کا دفاع کرنے پہ خوب تیار ہیں۔مسیحیت کے سماجی اصول ایک حکمران اور ایک محکوم طبقے کی لزومیت کی تبلیغ کرتے ہیں اور وہ محکوم طبقے کو پارسائی والی یہ دعا دیتے ہیں کہ حکمراں طبقہ مخیّر ہو جائے۔مسیحیت کے سماجی اصول ساری بدنامیوں کی اصلاح آسمان کی اقلیم کو ٹرانسفر کرتے ہیں اور اس طرح زمین پر اِن بدنامیوں کا دوام جائز بناتے ہیں۔مسیحیت کے سماجی اصول اعلان

کرتے ہیں کہ محکوموں پر حاکموں کی ساری بدمعاشیاں صرف یا تو گناہ کی سزا ہیں یا امتحان ہیں جو بھگوان اپنی بہت بڑی دانائی میں اصلاح کے لئے نازل کرتا ہے۔ مسیحیت کے سماجی اصول بزدلی، خود تحقیر، فرمانبرداری، اور توہین المختصر نیچ پن کی ساری خصوصیات کی تبلیغ کرتے ہیں، مگر پرولتاریہ خود سے ایک نیچ کے بطور سلوک کرنے کے لئے تیار نہیں ہے اور اسے اپنی جرات، اعتماد، فخر اور آزادی کی اپنی روزانہ کی روٹی سے بھی زیادہ ضرورت ہے۔ مسیحیت کے سماجی اصول بزدلانہ اور ریاکارانہ ہیں جبکہ پرولتاریہ انقلابی ہے''۔

یہی وہ انقلابی پرولتاریہ تھا جس کی مارکس اور اینگلز نے بادشاہی سماجی انقلاب کے ناز و ادا کے خلاف میدان میں رہنمائی کی۔ ایک عوام آنکھوں میں آنسو لیے، ایک لات کے ساتھ بادشاہ کے محض تصور میں موجود ایک ٹکہ کے لئے اپنے حکمرانوں کا شکریہ ادا کرنے کو تیار تھے۔ اصل عوام یعنی پرولتاریہ، بقول ہوبز کے، ایک خطرناک اور سنگین یوتھ تھا، اور بادشاہوں کے ساتھ نمٹنے کا اس کا طریقہ انگلینڈ کے شاہ چارلس اول اور فرانس کے لوئی شانزدھم کے مقدر میں دیکھا جا سکتا ہے۔

یہ جواب فیوڈل سوشلسٹ فصل پر ایک طوفان بادو باراں بن کر گرا، گو کہ کچھ پتھر نشانے سے دور گرے۔ مارکس اور اینگلز درست تھے جب انہوں نے مشترکہ ڈائٹ کی طرف سے ایک رجعتی اور بے پرواہ حکومت کو پیسہ دینے سے انکار کرنے کے اقدام کا دفاع کیا، مگر انہوں نے اس وقت ڈائٹ کو بہت زیادہ اعزاز بخشا جب انہوں نے حکومتی انکم ٹیکس تجویز کو رد کرنے کے اس کے اقدام پر بھی یہی رویہ اختیار کیا۔ تجویز دراصل بورژوازی کے خلاف حکومت کا ایک جال تھا۔ یہ مطالبہ کہ پسائی اور قصابہ کے ٹیکس (بڑے قصبات میں مزدوروں پر بہت بھاری تھا) ختم کیے جائیں اور نتیجے میں مالی خسارے کو جائیداد دار طبقات پر انکم ٹیکس لگا کر پورا کیا جائے پہلے رائنش بورژوازی نے اٹھایا تھا، جسے انہی بنیادوں پر اٹھایا گیا جنہوں نے انگریز بورژوا'' کارن لاز'' کو سرکاری طور پر منسوخ کرنے کے لئے اپنی جدوجہد کے لئے ابھارا تھا۔ خود حکومت نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی اس لئے کہ یہ امیر زمینداروں پر لگتا تھا جو کہ (اِن ٹیکسوں کے خاتمے کے نتیجے میں) مستحصل مزدوروں کی اجرتوں میں کسی طرح کی کمی کی توقع نہیں کر سکتے تھے، اس لئے کہ یہ ٹیکس صرف بڑے

شہروں میں لگائے گئے تھے۔ بہرحال، سرکار ضروری مسودۂ قانون کو لے آئی اس لئے کہ اس نے یہ یقینی محسوس کیا کہ مشترکہ ڈائٹ کی طرح کا ایک فیوڈل کارپوریٹو ادارہ ایک ایسی ٹیکس اصلاح سے کبھی متفق نہ ہوگا جو مالک طبقات کی قیمت پر عارضی طور پر ہی سہی مزدور طبقات کو فائدہ دیتا، اور اس لئے اسے امید تھی کہ وہ خود مقبول ہوگی اور ڈائٹ غیر مقبول۔ اپنے اس اندازے میں حکومت کس قدر درست تھی اس وقت دیکھی گئی جب بل ڈائٹ کے سامنے آیا اور تقریباً سارے شہزادوں نے، تقریباً سارے کے سارے جنکروں نے اور تقریباً سارے اہل کاروں نے اس کے خلاف ووٹ دیا۔ مزید برآں، حکومت کی قسمت اچھی تھی کہ خود بورژوازی کے ایک حصے نے تیزی سے پینترہ بدلا۔ انکم ٹیکس تجویز کے مسترد ہونے کو امداد پر چلنے والے پریس نے بورژوازی کی طرف سے منافقت اور ایک دھوکہ باز کھیل کھیلنے کا ایک بڑا ثبوت کہہ کر خوب اچھالا۔ بالخصوص رینشچر بیوباختر نے مسکین ٹٹو پر موت تک سواری کی۔ جس وقت مارکس اور اینگلز نے اپنے'' کلیسائی کمشنر'' کو یہ اطلاع دے کر جواب دیا کہ وہ'' معاشی معاملات میں سب سے بڑا اور سب سے بے شرم اناڑی'' تھا اس لئے کہ یہ زور دیا کہ ایک انکم ٹیکس لانے سے موجود سماجی افلاس کو بال برابر فرق پڑے گا، تو وہ بالکل درست تھے۔ مگر وہ اس وقت درست نہ تھے جب انہوں نے بورژوازی کے بل کو مسترد کیے جانے کو حکومت کے خلاف ایک جائز مُکّا کہہ کر دفاع کیا۔ بورژوازی کا اقدام حکومت کے خلاف ایک مُکّا ہرگز نہ تھا، اور بل کے مسترد ہو جانے سے حکومت کی مالی پوزیشن مزید بہتر ہو گئی اس لئے اس نے ایک وہ نئے ٹیکس کا تجربہ کرنے کے بجائے اپنا کارآمد پسائی اور قصابہ ٹیکس برقرار رکھا۔ کسی بھی نئے ٹیکس کا نفاذ بے شمار مشکلات پیدا کرتا جس طرح کہ ایسے سارے ٹیکسوں کی تاریخ نے بتایا تھا۔ لہٰذا اس سلسلے میں مارکس اور اینگلز بورژوازی کو ابھی تک انقلابی سمجھتے تھے جبکہ اصل میں وہ پہلے ہی رجعتی تھی۔

دوسری طرف'' سچے سوشلسٹوں'' نے متضاد غلطی کی۔ اور یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک ایسے وقت پر جب بورژوازی لڑائی کے لئے اپنے شیروں کو تیار کر رہی تھی، مارکس اور اینگلز نے اُن پر ایک دوسرا حملہ کر دیا۔ یہ حملہ کئی ادبیانہ مضامین کے ذریعے کیا گیا جو مارکس نے'' دوئچے بریسلز زی تنگ'' میں چھاپے،'' جرمن سوشلزم کے خلاف نظم ونثر'' اور ایک غیر مطبوعہ مضمون میں جو کہ اینگلز کے خط

میں لکھا ہوا ہے مگر شاید دونوں کی مشترکہ تصنیف تھی۔ ’’سچے سوشلزم‘‘ پر اس بار اُس کے جمالیاتی ادبی پہلو سے حملہ کیا گیا، جو کہ اس کا سب سے کمزور، یا، ذائقے کے مطابق، اُس کا سب سے مضبوط پہلو تھا۔ اِس لٹریری برگشتگی پر اپنے حملے میں مارکس اور اینگلز نے لٹریچر اور آرٹ کے حقوق کی کافی پاسداری نہیں کی۔ کارل بیک کے ’’غریب کے گیت‘‘ بھی مارکس کی جانب سے ’’پیٹی بورژوا واہمے‘‘ دو بچے ہونے برسیلز زی تنگ میں شدید حملے کا شکار ہوئے، مگر بہ یک وقت مارکس نے اُس نمائشی نیچرل ازم کے افسوسناک انجام کی پیش گوئی کی وجہ سے کی جو پچاس برس بعد میں آنا تھا۔ اُس نے لکھا تھا: ’’بیک اس بزدلانہ پیٹی بورژوا افلاس کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے۔ اس کا ہیرو اُس کے پارسایانہ، پیٹی اور بے ربط آرزوؤں کے ساتھ ’غریب آدمی‘ ہے بجائے فخریہ، دھمکانے اور انقلابی پرولتاریہ کے‘‘، پھر بدقسمت گرون ایک عرصے سے بھولی بسری کتاب کے سلسلے میں ایک مفصل سرزنش میں آیا جس میں اس نے اس گوئٹے سے بدسلوکی کی تھی۔

اس نے بقول اس کے ’’اصل شخص‘‘ کی ’’ایک انسانی نقطہ نظر سے‘‘ محنت سے ٹکڑے ملا ملا کر اس عظیم شاعر کے سارے پیٹی، اکتا دینے والے اور فلسطی رجحانات بقول اس کے ’’اصل شخص‘‘ کی ایک تصویر بنائی۔

اس جھڑپ سے زیادہ اہم ایک زیادہ طویل تحریر تھی جس میں مارکس بورژوازی کی اکثر ریڈیکل لفاظی سے اس شدت سے نمٹا جس شدت سے وہ حکومت کی نقلی سوشلسٹ لفاظی سے نمٹا تھا۔ اینگلز کے خلاف ایک مناظرے میں کارل ہینزن نے ’’ریاستی اقتدار‘‘ کے نتیجے میں جائیداد کی غیر منصفانہ تقسیم کو واضح کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے ہر اس شخص کو بزدل اور احمق قرار دیا تھا جس نے بورژوازی کو پیسہ جمع کرنے پر برا کہا مگر بادشاہ کو اقتدار جمع کرتے رہنے پر کچھ نہ کہا۔ ہینزن خود ایک بہت ہی درمیانے درجے کا لفاظ تھا اور ہرگز قابلِ غور نہ تھا، مگر اس کے دلائل ’’روشن خیال‘‘ فلسطی کے دل پہ چھا گئے تھے: بادشاہت اپنے وجود کے لئے اس حقیقت کی محتاج ہے کہ صدیوں تک انسانیت کامن سنس اور انسانی وقار کے بغیر رہی اور اب جبکہ انسان ایک بار پھر اِن قابل قدر اوصاف کے قبضے میں تھا، تو سارے سماجی مسائل ’’بادشاہت یا ریپلک‘‘ کے عظیم سوال کے سامنے

معدوم ہوتے گئے۔ یہ شاندار دلیل شہزادوں کی دلیل کی موزوں مددگار تھی کہ انقلابات خالصتاً ڈیما گاگوں کی عیاری سے آتے ہیں۔

مارکس نے، زیادہ جرمن تاریخ کی بنیاد پر، دکھایا کہ تاریخ نے شہزادے بنائے نہ کہ اس کے برعکس شہزادوں نے تاریخ بنائی۔ اس نے مطلق العنان باشاہت کی معاشی وجوہات کو واضح کیا۔ اس نے بتایا کہ مطلق العنان بادشاہت ایک عبوری دور میں ابھری جب پرانے فیوڈل طبقات زوال پذیر تھے اور جدید بورژوازی کا نیا طبقہ ابھی تک بننے کے پراسیس میں تھا۔ جرمنی میں مطلق العنان بادشاہت اس لئے دیر سے آئی اور دیر تک قائم رہی کہ جرمن بورژوازی کا مفلوج ارتقا ہوا۔ لہٰذا شہزادوں کی طرف سے متشددانہ رجعتی رول معاشی اسباب کی وجہ سے تھا۔ جہاں پہلے مطلق العنان بادشاہت نے ٹریڈ اور صنعت کی حوصلہ افزائی کی تھی اور بہ یک وقت بورژوازی کا ابھار قومی اقتدار اور اس کی اپنی عظمت کی ضروری شرط کے بطور ہوا، اب وہ اسے ہر جگہ روکنے کی کوشش کر رہی تھی کہ یہ پہلے ہی بہت طاقتور ہونے والی بورژازی کے ہاتھوں خطرناک ہتھیار بنتے جا رہے ہیں۔ مطلق العنان بادشاہت اب قصبہ سے (جو اس کے اپنے اقتدار تک پہنچنے کی ابتدا تھا) اپنی پھیکی اور بے چین نظریں دیہات کی طرف پھیر رہی تھی، جس کے کھیت اس کے پرانے اور بہادر فیوڈل مخالفین کی لاشوں کی کھاد سے زرخیز تھے۔

تصنیف میں بہت سارے کارآمد تصورات موجود ہیں، مگر فلسطی کی ’’قابلِ تعریف کامن سنس‘‘ اس کے خلاف ثبوت ہے۔ اسی نظریہ کو جس کو مارکس نے اینگلز کی طرف سے ہینزن کے خلاف اٹھایا تھا، کو ایک پوری نسل کے بعد دوبارہ اینگلز کو مارکس کی طرف سے ڈیورنگ کے خلاف اٹھانا پڑا۔

6- کمیونسٹ لیگ

1847ء میں برسیلز میں کمیونسٹ کالونی کافی وسیع ہوگئی، گو کہ گروپ میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو خود کو مارکس یا اینگلز جتنا سمجھتا ہو۔ کبھی کبھار لگتا تھا کہ ہیسؔ یا ویلہلم وولف جو کہ دونوں دو بچے برسیلرزی تنگ میں لکھتے تھے، اُن دونوں کی ہمسری کا کردار ادا کر رہے ہوں، مگر آخر میں ایسا نہ

ہوتا۔ ہیس تو کبھی بھی سابقہ فلسفیانہ مکڑی کے اپنے جال سے نجات پانے کے قابل نہ رہا۔ آخر کار جس پُر درد اور درشت انداز میں کمیونسٹ مینی فیسٹو اس کی تحریروں سے نمٹا تھا اس سے مارکس اور اینگلز اور اس کے درمیان مکمل طور پر جدائی آ گئی۔

مارکس اور اینگلز کی ویلہلم وولف کے ساتھ دوستی بعد کی ہے۔ وولف 1846ء کے موسم بہار میں برسیلز آیا، مگر یہ ایک پکی دوستی ثابت ہوئی اور صرف وولف کی موت پر ختم ہوئی جو بہت جلد واقع ہوئی۔ وہ ایک آزاد مفکر نہ تھا، مگر ایک مصنف کی حیثیت سے ایک ''مقبول طرز'' رکھتا تھا۔ وہ کھیت مزدوروں میں سے تھا، اور بے انتہا مشکلات میں محنت کر کے وہ یونیورسٹی تک اپنا راستہ بنا سکا تھا جہاں اس نے اپنے طبقے کے استحصالیوں کے خلاف (عظیم مفکروں اور کلاسیک شاعروں کی تصانیف پڑھ کر) بے انتہا نفرت پیدا کی تھی۔ اسے کئی سالوں تک ایک قلعے سے دوسرے تک گھسیٹا جاتا رہا، اور بعد میں اپنی روزی ایک پرائیویٹ ٹیچر کی حیثیت سے کماتا رہا۔ مگر بہ یک وقت اس نے بیوروکریسی اور سنسر شپ کے خلاف نہ ختم ہونے والی گوریلا جنگ جاری رکھی جب تک کہ اس کے خلاف نئے مقدمات درج ہونے پہ اس نے کسی پروشیائی جیل میں سڑنے کے بجائے باہر جانے کو ترجیح دی۔

برسیلز میں رہائش کی وجہ سے اس کی لاسال سے دوستی ہوگئی، جس نے کہ مارکس اور اینگلز کے ساتھ اس کی قبر پہ لازوال پھول رکھے۔ وولف (شاعر کے الفاظ میں) اُن عمدہ صفت لوگوں میں سے ایک تھا جو زندگی میں اپنے راستے کے دام چکاتے ہیں۔ اس کا مستقل مزاج کیریکٹر، اس کی کرپٹ نہ کی جا سکنے والی وفاداری، اس کا تندرست شعور، اس کی دائمی بے خودغرضی و بے لوثی اور کبھی ناکام نہ ہو سکنے والی اس کی انکساری نے اسے ایک مثالی انقلابی لڑاکا بنا دیا اور دوستوں دشمنوں میں اسے عزت دلوائی، اس کے قطع نظر کہ وہ اُس کی سیاسی رایوں کی حمایت کرتے تھے یا نفرت کرتے تھے۔

مارکس اور اینگلز کے گرد حلقے کا ایک اور رکن، (گو کہ اُن سے بہت قریب تو نہ تھا)، فرڈی نانڈ وولف تھا۔ ارنسٹ ڈونکے جس نے ماقبل مارچ کے برلن کے بارے میں ایک عمدہ کتاب لکھی تھی۔ اور مبینہ غداری کے جرم میں جسے ایک قلعے میں دو سال قید کی سزا سنائی گئی تھی، واسل قلعے سے فرار ہو کر اس حلقے میں پہنچا۔

حلقے کا ایک اور اندرونی ممبر جارج وِیرتھ تھا جو اینگلز سے مانچسٹر کے زمانے سے واقف تھا اور جو بریڈفورڈ میں ایک جرمن فرم کے ملازم کے بطور رہا تھا۔ وِیرتھ ایک اصلی شاعر تھا اور نتیجتاً وہ ادنیٰ شاعروں والی ساری بیماریوں سے آزاد تھا۔ وہ بھی، بدقسمتی سے جوانی میں ہی فوت ہوا اور ابھی تک کسی مقدس ہاتھ نے اس کی اُن نظموں کو اکٹھا نہ کیا جو اس نے لڑتے ہوئے پرولتاریہ کے مزاج میں کہے تھے اور جو بے احتیاطی سے بکھرے ہوئے ہیں۔ دانشوروں کا حلقہ کئی با صلاحیت فنکاروں سے مضبوط ہو گیا تھا، جن میں کارل والاؤ اور سٹیفن بورن جیسے آدمی شامل تھے جو دو بچے برسیلز زے تنگ کی ٹائپنگ کا کام کرتے تھے۔

برسیلز، جو اس ریاست کا دارالحکومت تھا جو بڑھک مارتی تھی کہ وہ ایک مثالی بورژوا بادشاہت ہے، اُس وقت تک بین الاقوامی روابط قائم رکھنے کے لئے بہترین جگہ تھی۔ مارکس اور اینگلز نے بلجیم کے انقلاب میں شامل لوگوں سے اچھے تعلقات قائم کیے تھے۔ جرمنی، بالخصوص کولون میں، ان کے پرانے اور نئے دوست تھے۔ سب سے بڑھ کر وہاں جارج جنگ اور فزیشن ڈی ایسٹر اور ڈینیلز تھے۔ پیرس میں اینگلز نے سوشلسٹ ڈیموکریٹک پارٹی اور بالخصوص اس کے ادبی نمائندوں لوئی بلانک اور فرڈیناند فلوکون کے ساتھ روابط قائم کیے جو پارٹی ترجمان ''ریفارم'' کی ایڈیٹری کرتے تھے۔ اس کے قریبی تعلقات چارٹسٹوں کے انقلابی بازو سے، ''دی نارتھرن سٹار'' کے ایڈیٹر جولیان ہنری سے اور ارنسٹ جونز سے بھی تھے۔ دی فریٹرنل ڈیموکریٹس، جو کہ ایک بین الاقوامی تنظیم تھی جس میں ''لیگ آف جَسٹ'' کی نمائندگی کارل شاپر، جوزف مول اور دوسرے کرتے تھے، وہ مضبوطی سے اِن چارٹسٹ لیڈروں کے دانشورانہ اثرات کے تحت تھے۔

جنوری 1847ء میں لیگ نے ایک اہم قدم اٹھایا۔ لندن میں ''کمیونسٹ رابطہ کمیٹی'' کے بطور اس نے برسیلز میں موجود ''رابطہ کمیٹی'' سے تعلقات جاری رکھے، مگر یہ تعلقات کسی حد تک سرد تھے۔ ایک طرف ''دانشوروں'' کا عدم بھروسہ تھا، جو شاید یہ نہیں جانتے تھے کہ مزدوروں کو اصل میں کس جگہ رکھنا تھا جبکہ دوسری طرف "Straubingers" کا عدم بھروسا تھا، اہلِ حرفہ والے پیشہ کی تنگ نظری تھی جو کہ اُس وقت جرمن مزدوروں میں ابھی تک مضبوطی سے موجود تھی۔ اینگلز

پیرس کے "Straubingers" کو پرودھون اور وِیلڈ نگ کے اثرات سے دور رکھنے کے کام میں جُتا ہوا تھا۔مگر اس نے محسوس کیا کہ لندن کے "Straubingers" کچھ بہتر تھے، گو کہ اس نے ایک خطاب کو ’’ بالکل بکواس‘‘ قرار دیا جو کہ لیگ آف جَسٹ نے 1846ء کے خزاں میں شبلز وِگ ہولسٹین کے بارے میں جاری کیا تھا۔ اس نے اعلان کیا کہ لندن کے "Straubingers" نے انگریزوں سے کچھ نہیں سیکھا‘ علاوہ اُن کے موجود ٹھوس حالات کو نظر انداز کرنے کی غلطی کے اور تاریخی نشو و نما کے پراسیس پہ عبور حاصل کرنے کی ناکامی سے۔

ایک پوری دہائی کے بعد مارکس نے ’’لیگ آف جَسٹ‘‘ کے بارے میں اپنے سابقہ رویے کا اِن الفاظ کے ساتھ حوالہ دیا: ’’ہم نے پمفلٹوں کا ایک سلسلہ جاری کیا، کچھ چھاپ کر، کچھ لیتھوگراف کر کے، جن میں ہم نے اینگلو فرنچ سوشلزم یا کمیونزم اور جرمن فلسفہ کے مکسچر پر بے رحمی سے تنقید کی جو کہ لیگ کی خفیہ تعلیمات کی نمائندگی کرتا تھا۔ ہم نے اس کی جگہ پر واحد معقول بنیاد کے بطور، بورژوا سماج کے معاشی ڈھانچے کے اندر ایک سائنسی بصیرت پیش کر دی، اور ایک مقبول طرز پہ وہ اصول پیش کیا کہ ہدف ایک یوٹوپیائی نظام وضع کرنے کا نہ تھا بلکہ اپنی آنکھوں کے سامنے وقوع پذیر ہونے والی سماجی تبدیلی کے تاریخی پراسیس میں شعوری طور پر شامل ہونے کا تھا۔ جنوری 1847ء میں لیگ نے اپنی مرکزی کمیٹی کے ایک ممبر، گھڑی ساز جوزف مول کو برسلز بھیجا تا کہ وہ مارکس اور اینگلز کو اس تنظیم میں شامل ہونے کی درخواست کریں۔ اس لئے کہ اس تنظیم کا ارادہ تھا کہ وہ اُن کے خیالات کو اپنائے گی...... اور مارکس نے اِس اقدام کو پمفلٹوں کی تاثیر قرار دیا۔

بدقسمتی سے مارکس نے جن پمفلٹوں کا ذکر کیا وہ محفوظ نہ رہ سکے، ماسوائے کریج کے خلاف سرکلر کے، جس میں دوسری باتوں کے علاوہ اسین (Essene) ایسوسی ایشن ’’لیگ آف جسٹس‘‘ کے ایک پیغمبر اور ایلچی کی حیثیت سے اس کا مذاق اڑایا گیا۔ اس میں اُس پر یہ الزام بھی تھا کہ اس نے پوری دنیا میں کمیونزم کے اصلی تاریخی ارتقا کو اُس کے ارتقا اور ترقی کو افسانوی اور رومانوی سازشوں سے منتھی کر کے پُر اسرار بنایا۔

اس حقیقت سے کہ، اس سرکلر نے ’’لیگ آف جسٹ‘‘ کے ممبروں پر بہت گہرا اثر ڈالا، یہ

بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ "Straubingers" سے تو کچھ بڑھ کر تھے اور یہ کہ انہوں نے انگریز تاریخ سے اینگلز کے لگائے ہوئے اندازے سے زیادہ سیکھا تھا۔ گو کہ اُن کی تنظیم کو ’’اسین ایسوسی ایشن‘‘ کہا جاتا تھا مگر انہوں نے اِسے ویٹلنگ کی بہ نسبت بہت اچھا سمجھا۔ دراصل لندن میں ’’لیگ آف جسٹ‘‘ لندن کی عالمی اور توانا فضا میں بہ نسبت زیورچ، حتیٰ کہ پیرس کے اپنے مدِ مقابل کے زیادہ تازہ اور زیادہ قوی رہی۔ اس نے سب سے پہلے جرمن مزدوروں میں پروپیگنڈہ کا ارادہ کر کے لندن میں ایک بین الاقوامی صورت اختیار کی۔ اس نے ہر طرح کے ممالک کے سیاسی مفروروں کے ساتھ قریبی تعلقات رکھے۔ اور اپنے سامنے چارٹسٹ تحریک کی مثال رکھتے ہوئے، جو کہ طاقت اور سرگرمی میں تیزی سے بڑھ رہی تھی، اِس کے لیڈروں نے اپنا دائرہِ نگاہ وسیع کیا اور اپنے پرانے دستکاری والے تصورات سے بہت آگے ترقی کی۔ شاپر، بائیر اور مول جیسے پرانے لیڈروں کے علاوہ نوجوان لوگوں مثلاً چھوٹی تصویروں کے پینٹر ہیلبرون والے کارل پفانڈر اور درزی تھور نجیا والے جارج ایکاری اُس نے اپنی نظریاتی قابلیت سے خود کو ممتاز کیا۔

مول نے جو اجازت نامہ مارکس کو برسلز میں اور بعد میں اینگلز کو پیرس میں پیش کیا تھا، اس پر 20 جولائی 1847ء کی تاریخ تھی اور جو شاپر کی لکھی ہوئی تھی۔ اسے کسی قدر احتیاط سے لکھا گیا تھا اور حاملِ خط کو اختیار دیا گیا تھا کہ انہیں لیگ کی صورتِ حال کی رپورٹ دے اور اہم نقاط کے بارے میں مفصل اطلاعات فراہم کرے۔ مگر گفتگو میں مولؔ بہت کم محتاط تھا۔ اس نے مارکس سے لیگ میں شمولیت کی درخواست کی اور اس کے ابتدائی اعتراضات کو اسے یہ اطلاع دے کر دور کر دیا کہ لندن میں لیگ کانگریس بلائی جائے گی تا کہ مارکس اور اینگلز کی طرف سے تنقیدی رایوں کو منظور کیا جائے۔ اور انہیں لیگ کے اصولوں کی حیثیت سے ایک عوامی منشور میں شامل کیا جائے۔ البتہ، اس نے اعلان کیا کہ لیگ کے پرانے خیالات اور ڈھل مل عناصر پہ قابو پانے میں مدد دینے کے لئے مارکس اور اینگلز کو ضرور اس میں شامل ہونا چاہیئے۔

مارکس اور اینگلز نے خود کو ترغیب دلانے کی اجازت دی اور وہ دونوں لیگ میں شامل ہوئے۔ البتہ، وقتی طور پر، 1847ء کے موسمِ گرما میں منعقد ہونے والی لیگ کانگریس کا نتیجہ اس

سے زیادہ نہ نکلا کہ یہ ایک پروپیگنڈہ والے ادارے کی ضروریات پوری کرنے کی خفیہ طور پر کام کرنے پہ مجبور ایک جمہوری تنظیم ہوگی۔ لیگ کو ایسے کمیونوں میں منظّم کیا گیا جس کے کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ دس ممبر ہوتے تھے۔ اس میں سرکل تھے، راہبر سرکل تھے، مرکزی اتھارٹی تھی اور کانگریس تھی۔ اس کے اعلان کردہ مقاصد تھے: بورژوازی کا تختہ الٹنا، پرولتاریہ کی حکمرانی قائم کرنا، طبقاتی تضاد پر قائم پرانے سماج کا خاتمہ کرنا اور ایک نیا سماج قائم کرنا جس میں طبقات نہ ہوں، نجی ملکیت نہ ہو۔

لیگ کے جمہوری کیریکٹر کی مطابقت میں، جو کہ ابھی خود کو کمیونسٹ لیگ کہتی تھی، نئے قوانین کو بحث کے لئے سب سے پہلے انفرادی کمیونوں کے سامنے پیش کیا گیا، اور آخری فیصلہ ایک دوسری کانگریس کے لئے چھوڑ دیا گیا جسے کہ سال کے آخر میں طلب کیا جانا تھا۔ اور جسے لیگ کے لئے ایک نیا پروگرام بھی وضع کرنا تھا۔ مارکس پہلی کانگریس میں موجود نہ تھا، لیکن اینگلز پیرس کے کمیونسٹوں کے نمائندے کے بطور اور ویلہلم وولف برسیلز شاخ کے نمائندے کے بطور موجود تھے۔

7۔ برسیلز میں پروپیگنڈہ

کمیونسٹ لیگ نے جرمن مزدوروں کی ایسوسی ایشنیں بنانے کو اپنا اولین فریضہ گردانا۔ اِن ایسوسی ایشنوں سے لیگ کو عوامی پروپیگنڈہ کے امکانات ملتے اور لیگ اُن ایسوسی ایشنوں سے خود اپنی وسعت کے لئے قابلِ اعتبار ممبر حاصل کرسکتی تھی۔

اِن ایسوسی ایشنوں کا طریقِ کار ہر جگہ پر ایک جیسا تھا؛ ہفتے میں ایک دن بحث کے لئے، ایک اور دن سماجی میل جول یعنی گانے، پڑھ کر سنانے وغیرہ کے لئے مخصوص تھا۔ ایسوسی ایشنوں کے سلسلے میں ہر جگہ لائبریریاں قائم کی گئیں اور وہاں کلاسیں قائم کی گئیں جن میں مزدوروں کو کمیونزم کے بنیادی اصولوں کی تربیت دی جاتی تھی۔

اسی منصوبے کے تحت اگست کے آخر میں برسیلز کے اندر جرمن ورکرز ایسوسی ایشن قائم کی گئی۔ اس ایسوسی ایشن کے دو چیئرمین تھے: موسیس ہیسؔ اور والاؤ۔ ویلہلم وولف کو اس کا سیکرٹری بنا دیا

گیا۔ جلد ہی اس کے ممبروں کی تعداد سو سے بڑھ گئی۔ یہ لوگ ہر بدھ اور اتوار کی شام کو ملتے تھے۔ بدھ کو پرولتاریہ سے متعلق اہم سوالات پر بحث ہوتی تھی۔ جبکہ اتوار کو وولف ہفتہ بھر کا سیاسی تبصرہ پیش کرتا تھا۔ اور اُس کے بعد یہ اجتماع ایک سماجی اجتماع بن جاتا۔

27 ستمبر کو اس ایسوسی ایشن نے ایک بین الاقوامی ضیافت منعقد کی تاکہ ایک ملک کے مزدور دوسرے ملک کے مزدوروں کے ساتھ اپنے برادرانہ جذبات کا اظہار کرسکیں۔ اُس زمانے میں رواج تھا کہ پولیس کی مداخلت سے بچنے کی خاطر سیاسی جلسے کرنے کے بجائے ضیافتیں منعقد کر کے سیاسی کام کیا جاتا تھا۔ لیکن اِس مخصوص ضیافت کے پیچھے ایک خاص مقصد کارفرما تھا۔ اس ضیافت کا انتظام بورن سٹیڈ اور جرمن نو آبادی میں دوسرے غیر مطمئن عناصر نے کیا تاکہ اینگلز (جو کہ برسلز میں تھا) کے بقول، جو انہوں نے مارکس کو ایک خط میں لکھا جو کہ وہاں موجود نہ تھا، کہ ''بلجیم ڈیموکریٹوں کے برخلاف ہمیں ثانوی رول کی طرف دھکیلا جائے اور ہمارے مزدوروں کی خستہ حال چھوٹی ایسوسی ایشن کی بہ نسبت شاندار اور عالمگیر تنظیم بنائی جائے''۔ اینگلز اس سازش کو وقت پر ناکام بنانے میں کامیاب ہو گیا، اور اس حقیقت پر اپنے تردد کے باوجود، کہ وہ ''خوفناک حد تک جوان نظر آتا تھا''، وہ اور اِمبرٹ نائب صدر چنے گئے، جبکہ جنرل ملّی نیٹ اعزازی صدر چنے گئے اور ایڈووکیٹ جوٹرانڈ قائم مقام صدر۔

ضیافت میں ایک سو بیس مہمان شامل تھے جن میں بلجیم والے، جرمن، سوئس، فرانسیسی، پول، اطالوی، اور ایک روسی شامل تھا۔ کئی تقریروں کے بعد فیصلہ ہوا کہ **فریٹرنل** ڈیموکریٹس کی طرز پر بلجیم میں اصلاحات کے حامیوں کی ایک ایسوسی ایشن قائم کی جائے۔ اینگلز تیاری کمیٹی کے لئے منتخب ہوا۔ مگر بعد میں چونکہ اسے جلد ہی برسیلز چھوڑنے پر مجبور کیا گیا، تو اس نے جوٹرانڈ کو لکھا کہ مارکس کو اس کی جگہ پر متعین کیا جائے۔ اس نے اشارہ کیا کہ اگر مارکس اُس ستمبر والی میٹنگ میں موجود ہوتا تو بلا شبہ وہی منتخب ہوتا: ''لہٰذا، بات یہ نہیں ہے کہ مارکس کمیٹی میں میری جگہ لے گا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ میں نے میٹنگ میں مارکس کی نمائندگی کی تھی''۔ جب بالآخر نومبر کی سات اور پندرہ تاریخوں میں سارے ممالک کو متحد کرنے کی ''ڈیموکریٹک ایسوسی ایشن'' قائم ہو گئی تو اِمبرٹ

اور مارکس نائب صدر منتخب ہوئے جبکہ ملی نیٹ بطور اعزازی صدر اور جوٹرانڈ قائم مقام صدر کی حیثیت سے منتخب کیے گئے ۔ ایسوسی ایشن کے منشور پر بلجیم والوں، جرمن، فرانسیسی اور پولینڈ کے ڈیموکریٹوں نے، کل ملا کر ساٹھ افراد نے دستخط کیئے ۔ دستخط کرنے والے جرمنوں میں مارکس، موسیس ہیس، جارج ویرتھ اور ووولف، یعنی سٹیفن بارن اور بورن سٹیڈ شامل تھے۔

اس نئی ایسوسی ایشن کی طرف سے منظّم کردہ بڑا جلسہ 29 نومبر کو پولینڈ انقلاب کی سالگرہ منانے کے لئے منعقد ہوا۔ سٹیفن بورن نے جرمنوں کی طرف سے تقریر کی اور اس کی باتوں کا پر جوش تالیوں سے خیر مقدم کیا گیا۔ مارکس خود موجود نہ تھا۔ وہ اِسی روز اسی مقصد کی خاطر لندن میں **فریٹرنل** ڈیموکریٹس کی جانب سے منعقد کردہ جلسے میں ''ڈیموکریٹک ایسوسی ایشن'' کے نمائندے کے بطور شریک تھا۔ جہاں اس کی تقریر مکمل طور پر پرولتاری اور انقلابی لہجے میں ملفوف تھی؛ ''پرانا پولینڈ ختم ہو چکا، اور ہم اس کے دوبارہ احیاء کی دعا کرنے والے آخری لوگ ہوں گے۔ البتہ، نہ صرف پرانا پولینڈ، بلکہ پرانا جرمنی، پرانا فرانس، اور پرانا انگلینڈ، اور دراصل سارا پرانا معاشرہ ختم ہو گیا۔ لیکن، پرانے سماج کا خاتمہ اُن لوگوں کے لئے نقصان نہیں جو اسے کھو کر کچھ بھی نہیں کھوتے، اور یہ بات تمام ممالک میں لوگوں کی عظیم اکثریت پہ صادق آتی ہے''۔ مارکس کی نظر میں بورژوازی پر پرولتاریہ کی فتح ساری محکوم قوموں کی آزادی ہوگی، جس طرح کہ انگلینڈ کے مزدوروں کی انگلینڈ کی بورژوازی پر فتح سارے مظلوموں کی سارے ظالموں پر فتح ہوگی ۔ پولینڈ پولینڈ میں آزاد نہ ہوگا بلکہ انگلینڈ میں آزاد ہوگا۔ اگر چارٹسٹ اپنے دشمنوں کو اپنے ملک میں شکست دے دیتے تو وہ سارے سماج کو شکست دے دیتے۔

مارکس نے ڈیموکریٹک ایسوسی ایشن کی جانب سے جو تقریر حوالے کی، اس کے جواب میں **فریٹرنل** ڈیموکریٹس نے یہی لہجہ اپنالیا: ''آپ کا نمائندہ، ہمارا دوست اور بھائی مارکس، آپ کو بتا دے گا کہ ہم نے آپ لوگوں کی تقریر پڑھتے ہوئے اُن کا کس جوش سے خیر مقدم کیا۔ ساری آنکھیں مسرت سے چمک رہی تھیں، ساری آوازیں خیر مقدمی نعرے لگا رہی تھیں اور سارے ہاتھ برادرانہ انداز میں آپ کے نمائندے کی طرف بڑھے............ آپ کی جانب سے ہمیں اتحاد کے

لئے کی گئی پیشکش کو ہم اطمینان کے پر جوش جذبات کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ ہماری تنظیم کو اب دو سال ہو گئے ہیں، اُس کا نعرہ ہے: ''سارے انسان بھائی ہیں''۔ ہم نے اس کی پچھلی سالگرہ پر ساری قوموں کی ایک جمہوری کانگریس کے قیام کی سفارش کی، اور ہم یہ سن کر خوش ہیں کہ آپ نے اسی تجویز کو عام کر دیا۔ بادشاہوں کی سازشوں کا جواب قوموں کی ایک سازش سے دیا جانا چاہیے ......ہم قائل ہیں کہ اگر ہمیں عمومی بھائی بندی حاصل کرنی ہے تو ہمیں اصل عوام سے بات کرنی چاہیے، پرولتاریہ سے، اُن لوگوں سے جو موجودہ سماجی نظام کے دباؤ کے تحت روزانہ خون پسینہ بہاتے ہیں......ہم جلد ہی دیکھیں گے، بلکہ ہم پہلے ہی دیکھ سکتے ہیں، کہ بھائی بندی بردار، انسانیت کے منتخب کردہ شہسوار جوجھونپڑی سے، دومنزلہ عمارت سے' کھیت سے' لوہار کے سندان سے اور فیکٹری سے اِسی مقام تک پہنچ رہے ہیں''۔ اس کے بعد **فریٹرنل** ڈیموکریٹوں نے تجویز پیش کی کہ ستمبر 1848ء میں برسیلز کے مقام پر ایک عمومی جمہوری کانگریس منعقد کی جائے۔ یہ کانگریس ستمبر 1847ء میں وہاں پر منعقد ہونے والی فری ٹریڈ کانگریس کا ایک دندان شکن جواب ہوگی۔

البتہ مارکس **فریٹرنل** ڈیموکریٹوں کے جلسے میں تقریر کرنے کے علاوہ دوسری وجوہات کی بناء پر بھی لندن گیا تھا۔ اس میٹنگ کے فوراً بعد پولش انقلاب کی سالگرہ منانے، اور انہی کمروں میں 1840ء میں شاپر، بائیر اور مول کی قائم کردہ کمیونسٹ ورکرز ایجوکیشنل ایسوسی ایشن کے ہیڈ کوارٹر میں کمیونسٹ لیگ کی دوسری کانگریس منعقد ہوئی تاکہ اس کا نیا آئین منظور کیا جائے اور اس کے نئے پروگرام پر بحث کی جائے۔ اینگلز بھی اس کانگریس میں موجود تھا۔ وہ 27 نومبر کو پیرس سے نکلا اور اوسٹنڈ ے میں مارکس سے ملا تاکہ اس کے ساتھ انگلینڈ جائے۔ دس دن تک چلنے والی بحث کے بعد مارکس اور اینگلز کو ایک عوامی منشور کی شکل میں کمیونزم کے بنیادی اصول مرتب کرنے کا فریضہ سونپا گیا۔

مارکس وسط دسمبر میں برسیلز لوٹا اور اینگلز براستہ برسیلز پیرس چلا گیا۔ سونپے گئے فریضہ کو پورا کرنے میں دونوں میں سے کوئی بھی جلدی میں نہ تھا، اور 24 جنوری 1848ء کو کمیونسٹ لیگ کی مرکزی کمیٹی نے برسیلز کی ضلعی کمیٹی کو ایک بھرپور وارننگ بھیجی جس میں کہا گیا کہ اگر سٹیزن مارکس

کے ہاتھوں لکھا ہوا کمیونسٹ پارٹی کا مینی فیسٹو یکم فروری تک مرکزی کمیٹی کے پاس نہیں پہنچا تو اُن کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ اب یہ دریافت کرنا ممکن نہیں ہے کہ اس میں دیر کیوں ہوگئی تھی۔ غالباً وجہ اُسی جامع طریقے کی ہے جس میں مارکس جو کام سنبھالنے، اور کرنے کا عادی تھا۔ شاید یہ اینگلز سے علیحدگی کی وجہ سے لیٹ ہوگیا، یا شاید لندن والے یہ سن کر بے صبرے ہوگئے تھے کہ مارکس برسیلز میں اپنا زوردار پروپیگنڈہ جاری رکھے ہوئے ہے۔

9 جنوری 1848ء کو مارکس نے ڈیموکریٹک ایسوسی ایشن میں ''فری ٹریڈ'' پر ایک تقریر کی۔ اس کا ارادہ تو یہ تھا کہ وہ یہ تقریر برسیلز میں فری ٹریڈ کانگریس میں کرے مگر اسے وہاں تقریر کی اجازت نہ ملی۔ اس نے وضاحت کے ساتھ فری ٹریڈرز کی ٹھگی کو بے نقاب کیا۔ جنہوں نے یہ تاثر دے رکھا تھا کہ ان کے ایجی ٹیشن کا سب سے بڑا مقصد ''مزدوروں کی بہبود'' تھا۔ مگر گو کہ آزاد تجارت مزدوروں کی قیمت پر سرمایہ داری کی طرفداری کرتی تھی، اس نے تسلیم کیا کہ یہ بورژوا سیاسی معیشت کے بنیادی اصولوں کے مطابق تھی۔ اس نے اعلان کیا کہ آزاد تجارت سرمایہ کی آزادی ہے، جو کہ اُن قومی مجبوریوں کو مسمار کرنے میں لگی ہوئی تھی جو ابھی تک اُس کی مکمل توانائیوں کو استعمال کرنے کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی تھیں۔ آزاد تجارت قوموں کو منتشر کرتی ہے اور بورژوازی اور پرولتاریہ کے درمیان تضادات کو مزید بڑھاتی ہے، لہٰذا یہ سماجی انقلاب کو تیز کرتی ہے اور اسی انقلابی احساس میں مارکس فری ٹریڈ سسٹم کے حق میں تھا۔

اینگلز کی طرح مارکس ساری آزاد تجارت بمقابلہ تحفظات والے معاملے کو خالصتاً ایک انقلابی موقف سے دیکھتا تھا۔ جرمن بورژوازی کو فیوڈل ازم اور مطلق آمریت کے خلاف ہتھیار کے طور پر تحفظاتی ٹیکسوں کی ضرورت تھی، ایک ایسے وسیلے کے بطور جس سے اس کی قوتیں مرکوز ہوجائیں، مقامی مارکیٹ پر آزاد تجارت قائم ہوجائے اور وسیع پیمانے کی صنعت قائم ہوجائے۔ جو جلد یا بدیر عالمی منڈی، یعنی آزاد تجارت پر منحصر ہوجائے۔ ڈیموکریٹک ایسوسی ایشن کے ارکان کی طرف سے اس کی تقریر کی پرجوش تالیوں سے پذیرائی کی گئی جس نے کہ اپنے خرچے پر اس تقریر کو فرانسیسی اور فلیمی زبانوں میں چھاپنے اور تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا۔

البتہ اس تقریر سے کئی گنا زیادہ اہم اس کے وہ لیکچرز تھے جو اس نے ''اجرتی محنت اور سرمایہ'' کے موضوع پر جرمن ورکرز ایسوسی ایشن میں دیے تھے۔ وہ اس مفروضے سے شروع ہوا کہ اجرتیں مزدور کا اس کے پیدا کردہ اجناس میں ایک حصہ نہ تھیں بلکہ پہلے سے موجود اجناس کا حصہ ہیں جس کے ساتھ سرمایہ دار نے پیداواری قوتِ محنت کی ایک خاص مقدار خرید لی۔ اس نے اعلان کیا کہ کسی بھی دوسری جنس کی قیمت کی طرح قوتِ محنت کی قیمت بھی اس کی پیداواری لاگت سے متعین ہے۔ سادہ قوتِ محنت کی پیداواری لاگتیں مزدور کو وہ وسائل مہیا کرنے کی لاگتیں تھیں جو اس کے وجود کو برقرار رکھیں اور اس کی نسل کو جاری رکھنے کے قابل بنائیں۔ ان لاگتوں کی قیمت اجرتوں کی نمائندگی کرتی تھی، اور، دوسری تمام اجناس کی قیمتوں کی طرح، یہ قیمت مقابلے کی کمی بیشی کی مطابقت میں پیداواری لاگتوں سے کبھی اوپر ہوتی تھی کبھی نیچے۔

پھر اس نے سرمایہ کا تجزیہ کیا۔ بورژوا معیشت دانوں کے اس دعویٰ پر کہ ''سرمایہ ارتکاز یافتہ محنت ہے'' کے جواب میں اس نے سوال کیا کہ: ''ایک نیگرو غلام کیا ہے؟ رنگدار نسل کا ایک انسان۔ ایک تشریح یہ ہے کہ وہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی اور انسان ہو۔ ایک نیگرو نیگرو ہوتا ہے، مگر کچھ مخصوص صورتحالوں میں وہ ایک غلام بن سکتا ہے۔ کپاس بیلنے کی مشین کپاس بیلنے کی مشین ہوتی ہے اور صرف کچھ مخصوص حالات میں یہ سرمایہ بن جاتی ہے۔ اِن مخصوص حالات کے بغیر یہ سرمایہ نہیں ہے جیسا کہ سونا پیسہ ہے، یا چینی، چینی کی قیمت ہے''۔ سرمایہ ایک سماجی پیداواری رشتہ ہے، بورژوا سماج کا ایک پیداواری رشتہ۔ اجناس کا کُل، تبادلہ کی قدروں کا کُل، اُس وقت سرمایہ بنتا ہے جب یہ ایک آزاد سماجی قوت کے بطور نمودار ہوتا ہے، یعنی سماج کے ایک حصے کی قوت کے بطور نمودار ہوتا ہے اور خود کو براہِ راست زندہ قوتِ محنت کے تبادلے سے بڑھاتا ہے۔ ''ایک ایسے طبقے کا وجود جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو سوائے محنت کی اہلیت کے، سرمایہ کے وجود کی لازمی شرط ہوتا ہے۔ یہ صرف زندہ قوتِ محنت پر مرتکز شدہ، قوتِ محنت ہے جو مرتکز شدہ محنت کو سرمایہ بناتی ہے۔ سرمایہ اس حقیقت پر مشتمل نہیں ہوتا کہ مرتکز محنت مزید پیداوار کے ایک ذریعے کے بطور زندہ قوتِ محنت کی خدمت کرتی ہے۔ یہ اس حقیقت پر مشتمل ہوتا ہے کہ زندہ قوتِ محنت کے اِس کی قدرِ تبادلہ کو برقرار رکھنے

اور بڑھانے کے ایک ذریعے کے بطور مرتکز محنت کی خدمت کرتا ہے''۔ سرمایہ اور قوتِ محنت باہم ایک دوسرے کو بناتے ہیں؛ وہ باہم ایک دوسرے کو پیدا کرتے ہیں۔

جب بورژوا معیشت دانوں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ سرمایہ داروں اور مزدوروں کے مفادات یکساں ہیں، تو یہ بات صرف اس حد تک صحیح ہے کہ مزدور فاقہ میں رہے گا جب تک کہ سرمایہ دار اسے نوکر نہیں رکھے گا' اور یہ کہ سرمایہ ختم ہو جائے گا جب تک کہ وہ مزدور کا استحصال نہیں کرے گا۔ جتنی تیزی سے پیداواری سرمایہ بڑھتا جائے گا، یعنی صنعت جتنا زیادہ ترقی کرے گی، سرمایہ دار کو اتنا زیادہ مزدور چاہیئے ہوں گے اور مزدور اپنی قوت محنت بیچ سکے گا۔ لہٰذا مزدور طبقے کی ایک قابلِ برداشت صورتحال کے لئے ناگزیر اور لازمی صورتحال پیداواری سرمایہ کی ممکنہ تیز ترین بڑھوتری ہے۔

مارکس اشارہ کرتا ہے کہ اس معاملے میں اجرتوں میں کوئی بھی قابلِ ذکر اضافہ پیداواری سرمایہ میں مزید تیز اضافہ دلاتا ہے۔ جب سرمایہ بڑھتا ہے تو اجرتیں بھی بڑھ سکتی ہیں، مگر سرمایہ کے منافع میں تو زیادہ تیزی سے اضافہ ہوتا ہے۔ چنانچہ مزدوروں کی مادی صورتحال تو بہتر ہوگئی، مگر اُن کی سماجی حالت کی قیمت پر؛ اس کے اور سرمایہ دار کے درمیان سماجی خلیج وسیع تر ہوگئی ہے۔ لہٰذا، جب کوئی یہ کہتا ہے کہ اجرتی محنت کے لئے سب سے موزوں شرط سرمایہ کی ممکنہ حد تک تیز ترین بڑھوتری ہے، تو اس کا مطلب محض یہ ہے کہ مزدور طبقہ جس قدر تیزی سے مخالف قوت کو مضبوط کرے گا، یعنی اجنبی دولت کو جو اس پہ بالادست ہے، اسی قدر وہ حالات موزوں تر ہو جائیں گے جن کے تحت سرمایہ کی طاقت بڑھانے کے لئے نئے سرے سے کام کرنے کی اجازت ہو، جو کہ اُن سنہری زنجیروں کے گھڑنے سے آتا ہے جو اُسے بورژوازی کی ایڑیوں کے ساتھ ساتھ گھسیٹتا ہے۔

مارکس مزید کہتا ہے کہ البتہ سرمائے کی بڑھوتری اور اجرتوں میں اضافہ کسی صورت بھی اس قدر مضبوطی سے جڑے ہوئے نہیں ہیں جس طرح کہ بورژوا معیشت دان ظاہر کرتے ہیں۔ یہ کہنا سچ نہیں ہے کہ جس قدر سرمایہ فربہ ہوتا جائے گا اسی قدر بہتر اُس کے غلام کو کھلایا جا سکے گا۔ پیداواری سرمایہ کی بڑھوتی سرمایہ کے ارتکاز کو بغل گیر کرتی ہے۔ اس کی مرکزیت محنت کی تقسیم کو مزید بڑھاتی

ہے اور مشینری کے مزید زیادہ استعمال کی طرف لے جاتی ہے۔ محنت کی زیادہ تقسیم مزدور کی خصوصی مہارت کو تباہ کر دیتی ہے، اور جس وقت یہ خصوصی مہارت محنت کی ایک ایسی قسم میں بدل جاتی ہے جو کوئی بھی کرسکتا ہو، تو مزدوروں کے درمیان مقابلہ بڑھ جاتا ہے۔ یہ مقابلہ اتنا ہی بڑھتا ہے جتنا کہ محنت کی تقسیم زیادہ ہوتی ہے اور یہ ایک مزدور کو اتنا کام کرنے کی اجازت دیتی ہے جتنا کہ پہلے تین مزدور کرتے تھے۔ مشینری اسی نتیجے کو مزید بڑی سطح تک لے جاتی ہے۔ پیداواری سرمایہ کی بڑھوتری صنعتی سرمایہ دار کو مجبور کرتی ہے کہ وہ مزید بڑھتے ہوئے وسائل سے کام کرے، لہٰذا چھوٹے سرمایہ دار تباہ ہو جاتے ہیں اور پرولتاریہ کی صفوں میں پھینک دیے جاتے ہیں۔ مزید برآں، چونکہ سرمایہ کے ارتکاز کی مطابقت میں شرح منافع گر جاتا ہے، چھوٹے سرمایہ دار اپنے منافع پر مزید زندہ نہیں رہ سکتے اور نوکری کے لئے صنعت کا رخ کرتے ہیں، اور یوں پرولتاریہ کی تعداد میں اضافہ کرتے ہیں۔

اور، آخر میں پیداواری سرمایہ جتنا بڑھے گا، اتنا ہی وہ ایک مارکیٹ کے لئے کام کرنے پر مجبور ہوگا جس کی ضرورتوں کا اسے پتہ نہیں ہے۔ پیداوار ضرورت سے آگے چلتی جاتی ہے، رسد طلب کو مجبور کرنے کی جدوجہد کرتی ہے............ نتیجہ بحران۔ ایسا بحران جس میں جلدی جلدی اور زیادہ زوردار آنے والے صنعتی زلزلے آتے ہیں جن میں کامرس کی دنیا خود کو محض جرائم پیشہ لوگوں کو اپنے کالے خداؤں کو اپنی دولت کا ایک حصہ، اپنی پراڈکٹس کا ایک حصہ، اور حتیٰ کہ اپنی پیداواری قوتوں تک کا ایک حصہ قربان کر کے اسی طرح برقرار رکھنے کا انتظام کرتی ہے۔ سرمایہ ایک بربریت والے سردار کی طرح اپنے غلاموں کی لاشوں کو اپنے ساتھ قبر میں گھسیٹتا ہے۔ مارکس پھر خلاصہ پیش کرتا ہے: اگر سرمایہ تیز رفتاری کے ساتھ بڑھتا ہے تو مزدوروں کے بیچ آپسی مقابلہ مزید تیزی سے بڑھتا ہے، یعنی مزدوروں کے ذرائع حیات اور ذرائع پیشہ نسبتاً کم ہو جاتے ہیں۔ اس کے باوجود سرمایہ کی تیز رفتار بڑھوتری اجرتی محنت کے لئے سب سے موزوں حالت ہوتی ہے۔

بدقسمتی سے برسیلز میں جرمن مزدوروں کو مارکس کے دیے ہوئے لیکچروں میں سے صرف یہی ٹکڑا سلامت رہا، مگر ہمیں دکھانے کے لئے یہی کافی ہے کہ کس سنجیدگی کے ساتھ اور کس جامعیت کے ساتھ اس نے یہ سبق جاری رکھا۔ باکونن کی رائے مختلف تھی۔ وہ تقریباً اسی وقت برسیلز پہنچا تھا

اس لئے کہ فرانس نے پولینڈ کے انقلاب کی سالگرہ پر اس کی کی گئی تقریر کی وجہ سے اسے ملک بدر کر دیا تھا۔ 28 دسمبر 1847ء کو وہ ایک روسی دوست کو خط لکھتا ہے: ''مارکس اسی طرح وہی بے کار سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہے، مزدوروں کو دلیل کی کلہاڑی بنا کر انہیں بگاڑ رہا ہے۔ یہ وہی پرانی پاگل نظریہ دانی ہے اور ناگوار خود اطمینانی ہے۔'' اور ہروغ کو لکھے گئے ایک خط میں وہ مارکس اور اینگلز کے بارے میں مزید وحشی ہوتا ہے: ''مختصر یہ کہ جھوٹ اور حماقت، حماقت اور جھوٹ۔ ان کی محفل میں رہ کر آزادانہ سانس لینا ناممکن ہے۔ میں ان سے دور رہتا ہوں اور میں نے انہیں حتمی طور پر بتا دیا ہے کہ میں ان کے کمیونسٹ دستکاروں کے گروہ میں شامل نہیں ہوں گا اور یہ کہ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے''۔

باکونن کے یہ جملے نوٹ کرنے کے قابل ہیں۔ اس وجہ سے نہیں کہ وہ شخصی ناگواری کو ظاہر کرتے ہیں، اس لئے بھی نہیں کہ باکونن نے مارکس کو سابقہ مواقع میں بہت مختلف انداز میں جانچا تھا اور دوبارہ ایسا کرنے والا تھا، بلکہ اس لئے کہ یہ جملے ایک ایسے تصادم کو ظاہر کرتے ہیں جس نے ان دونوں انقلابیوں کے درمیان پُرتشدد جدوجہد کی طرف جانا تھا۔

8- کمیونسٹ مینی فیسٹو

اسی دوران وہ مسودہ جسے بعد میں ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' کا نام دیا جانا تھا، لندن بھیج دیا گیا۔ پہلی کانگریس کے فوراً بعد تیاری کا بہت سارا کام ہو چکا، جس نے کہ پروگرام پر بحث مباحثہ دوسری کانگریس کے لئے چھوڑ دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ فریضہ تحریک کے نظریہ دانوں نے سنبھال رکھا تھا، اور مسودے مارکس، اینگلز اور موسس ہیس نے تیار کیے تھے۔

البتہ، اِن ابتدائی مسودوں میں سے جو مسودہ آج تک موجود ہے وہ وہی ہے جس کا اینگلز نے 24 نومبر 1847ء کو مارکس کو لکھے گئے خط میں حوالہ دیا ہے: ''میرا خیال ہے کہ سوال جواب والی صورت ترک کر دی جائے اور اس مسودے کو کمیونسٹ مینی فیسٹو کہا جائے۔ اس میں کچھ مقدار تاریخ کی شامل کرنی ہوگی۔ میرا خیال ہے کہ موجود صورت غیر موزوں ہے۔ یہاں رہ کر میں نے اس میں

جو کچھ لکھا ہے وہ ساتھ لا رہا ہوں۔ یہ سادہ بیانیہ صورت میں ہے، مگر میں نے بہت زیادہ کانٹ چھانٹ کی ہے اور وہ بھی بہت ہی جلد بازی میں''۔ اس کے بعد اینگلز کہتا ہے کہ اس نے ابھی تک یہ مسودہ پیرس شاخ میں جمع نہیں کرایا مگر، اس کے خیال میں ایک آدھ معمولی وضاحتوں کے علاوہ یہ منظور ہو جائے گا۔

یہ مسودہ مکمل طور پر سوال جواب کی صورت میں تھا؛ اور اس نے عمومی تفہیم بڑھا دی ہوتی اور یہ بعد کے آنے والے مینی فیسٹو سے زیادہ، فوری ایجی ٹیشن کے مقصد کو بہتر طور پر پورا کر سکتا تھا جس کے نظریاتی مواد کے ساتھ یہ مکمل ہم آہنگی میں تھا۔ اینگلز نے فوری طور پر اپنے 25 سوالات و جوابات کو مضمون کے تاریخی طریقے کے حق میں قربان کر دیا۔ اور اس طرح کرتے ہوئے اس نے اپنی ایمانداری کا ثبوت دیا، اس لئے کہ اسے احساس ہوا کہ جس مینی فیسٹو کے اندر کمیونزم نے خود کو دنیا کے سامنے پیش کرنا تھا، اُسے یونانی تاریخ دان کے الفاظ میں، دیرپا اہمیت والی تصنیف ہونا چاہئے نہ کہ عارضی قاری کے لئے ایک مناظرہ۔

یہ دراصل وہ کلاسیکی طرز تھا جس نے عالمی ادب میں ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' کے لئے ایک دیرپا مقام پیدا کیا۔ البتہ اس میں ایسی کوئی تحلیل موجود نہیں جس کے ساتھ مارکس اور اینگلز اپنی پچھلی تحریروں میں نہ نمٹے ہوں۔ لہٰذا یہ ایک انکشاف نہ تھا، بلکہ یہ اس کے مصنفوں کے عالمی نقطِ نظر کا ایک آئینے کی صورت میں تعارف تھا جس کا شیشہ مزید صاف نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہی اس کا فریم مزید چھوٹا ہو سکتا تھا۔ جہاں تک اسلوب کا تعلق ہے تو ایسا لگتا ہے کہ اس کو آخری شکل دینے میں مارکس کا ہاتھ زیادہ تھا، مگر جیسا کہ اُس کا اپنا مسودہ بتاتا ہے، اینگلز اِس معاملے کی تفہیم میں مارکس سے پیچھے نہ تھا اور وہ اس کے مصنف کی حیثیت سے مارکس کے شانہ بشانہ کھڑا ہے۔

مینی فیسٹو کی پہلی اشاعت کو ایک صدی کی تین چوتھائی ہو چکے ہیں (مصنف کے زمانے میں...... مترجم) اور سات دہائیاں اپنی تہیں جو کچھ کھول چکی ہیں وہ زبردست معاشی اور سیاسی تبدیلیوں سے بھری ہوئی تھیں جنہوں نے اِسے چھوئے بغیر نہ چھوڑا۔ کچھ پہلوؤں سے، تاریخی ارتقا مختلف طریقے سے ہوا، اور بالخصوص یہ تاریخی ارتقا اُس رفتار سے بہت کم بڑھا جس کی پیش گوئی مینی

فیسٹو کے مصنفین نے کی تھی۔ وہ مستقبل میں جس قدر دور نگاہ کرتے تھے وہ اُسی قدر نزدیک لگتا تھا۔
تو یہی کہا جاسکتا ہے: اس سایہ کے بغیر کوئی روشنی نہیں ہوسکتی تھی۔ یہ ایک نفسیاتی مظہر تھا جو لیسنگ
نے اُن انسانوں میں پہلے ہی محسوس کیا تھا جو مستقبل پر ٹھیک ٹھیک نگاہ ڈالتے ہیں۔'' وہ جس کے
لئے فطرت کو ہزاروں سال چاہیے ہوتے ہیں، وہ اپنے وجود کے لمحے میں لازماً پک جاتے ہیں''۔
مارکس اور اینگلز بلاشبہ ہزاروں سال دُور نہ تھے مگر وہ دہائیوں کی غلطی بہر حال کر چکے۔ جس وقت
انہوں نے ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' لکھا تو ان کا خیال تھا کہ سرمایہ داری ایک ایسی سطح تک پہنچ چکی ہے
جو کہ ابھی ہمارے زمانے تک بھی بہ مشکل پہنچی ہے۔ مینی فیسٹو کی آخری شکل کی بہ نسبت، اپنے
مسودے میں اینگلز نے تو زیادہ صفائی سے یہ بات کہی، جب اس نے اعلان کیا کہ تمام مہذب ملکوں
میں، پیداوار کی تقریباً تمام شاخیں فیکٹریوں میں ہوتی ہیں، اور یہ کہ پیداوار کی تقریباً ساری شاخوں
میں دستکاری کو وسیع پیمانے کی صنعت نے نچوڑ کر رکھ دیا۔

مینی فیسٹو میں درج مزدور طبقے کی پارٹیوں کا تذکرہ نسبتاً مختصر ہے۔ فرانس کی سوشلسٹ
ڈیموکریٹک پارٹی کو تو چھوڑیے، حتیٰ کہ اس زمانے کی مزدور طبقے کی سب سے اہم تحریک، چارٹزم،
پیٹی بورژوا عناصر کے مضبوط اثر میں تھی۔ سوئٹزرلینڈ میں ریڈیکلز، اور پولینڈ کے وہ انقلابی جو قومی
آزادی کے لئے کسانوں کی آزادی کو بنیادی شرط سمجھتے تھے، وہ دیوار پر سایہ سے زیادہ کچھ نہ تھے۔
بعد میں مینی فیسٹو کے مصنفین نے خود اشارہ کیا کہ اُس زمانے میں پرولتاری تحریک نے کس قدر تنگ
جگہ گھیری ہوئی تھی، اور خصوصاً انہوں نے روس اور امریکہ کی غیر حاضری پر زور دیا: ''یہ وہ زمانہ تھا
جب روس یورپی رجعت کے آخری عظیم قلعے کی نمائندگی کرتا تھا۔ اور امریکہ بھی جس نے کہ یورپی
پرولتاریہ کی قوتوں کی زائد کو جذب کیا تھا۔ دونوں ممالک یورپ کو خام مال مہیا کرتے تھے اور دونوں
نے بہ یک وقت یورپ کی صنعتی پیداوار کے لئے مارکیٹ مہیا کی۔ لہٰذا دونوں ممالک ایک یا دوسرے
لحاظ سے یورپی سماجی نظام کے پُشتے تھے''۔ ایک نسل بعد صورتحال کتنی بدل چکی تھی! اور یہ ہمارے
دور تک کتنی بدل گئی ہے!

دراصل یہ مینی فیسٹو کی ایک تردید ہے جب ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ''بہت انقلابی رول'' نے،

جسے اس نے سرمایہ دارانہ طریقِ پیداوار سے منسوب کیا تھا، خود کو محسوس کرانے میں زیادہ وقت لے
لیا بہ نسبت اُس وقت کے جو مینی فیسٹو کے مصنفین نے سوچا تھا؟۔ اس کے پہلے حصے میں موجود
بورژوازی اور پرولتاریہ کے درمیان طبقاتی جدوجہد کا شاندار اور طاقتور بیانیہ بنیادی طور پر آج تک
بغیر تبدیلی کے جاری ہے، گو کہ طبقاتی جدوجہد کے بہاؤ سے کسی حد تک تلخیص کے ساتھ نمٹا گیا ہے۔
آج کوئی بھی اس طرز میں عموماً نہیں سما سکے گا اور یہ اعلان نہیں کر سکے گا کہ جدید مزدور خود کو صنعت کی
ترقی کے ساتھ ساتھ اٹھانے کے بجائے گرتے گرتے خود اپنے طبقے کے حالات سے بھی نیچے جائے
گا۔ یہ سچ ہے کہ سرمایہ دارانہ طریق پیداوار یقیناً یہ عمومی رجحان رکھتا ہے، مگر پھر بھی مزدور طبقے کے
وسیع حلقے سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد پر اپنے لیے ایک ایسا گزارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکے
ہیں جو انہیں کچھ پیٹی بورژوا پرتوں کی زندگی سے بھی اوپر اٹھاتے ہیں۔

مینی فیسٹو پر بورژوا ناقدوں کی غلطی میں نہیں پڑنا چاہئے جو اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس
میں پیش کردہ ''بڑھتے ہوئے آلام کا نظریہ'' غلط تھا۔ یہ نظریہ، یہ مباحثہ کہ (سرمایہ دارانہ طریقِ
پیداوار جہاں بھی حاوی ہوتا ہے عوام الناس کو کنگال کرتا ہے) ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' کے چھپنے سے
بہت پہلے، حتیٰ کہ مارکس اور اینگلز کا قلم کاغذ اٹھانے سے بھی پہلے سامنے آچکا تھا۔ یہ سوشلسٹ
مفکروں اور ریڈیکل سیاست دانوں نے پیش کیا تھا............ دراصل، سب سے پہلے بورژوا
معیشت دانوں نے۔ مالتھس کی تحریر ''آبادی پر مضمون''، اِس ''بڑھتے ہوئے آلام کے نظریہ'' کو
سنوارنے اور اسے ایک دائمی فطری قانون بنانے کی ایک کوشش تھی۔ یہ ایک ایسی صورتحال کی
نمائندگی کرتا تھا جس پر حکمران طبقات کی آئین سازی مسلسل لڑکھڑاتی تھی۔ کمزور قوانین منظور
کر لیے گئے اور بھکاریوں کے لئے قید خانے کھڑے کیے گئے۔ بھکاریوں کو بھیک مانگنے کا قصوروار
قرار دیا گیا اور اس کی انہیں سزا دی جاتی تھی۔ اس ''بڑھتے ہوئے آلام کا نظریہ'' کو ایجاد کرنا تو دور کی
بات، مارکس اور اینگلز نے تو شروع ہی سے اس کی مخالفت کی۔ اس طرح نہیں کہ انہوں نے عوام
الناس کی مصیبتوں کے لاتنازعہ اور تسلیم شدہ حقیقت کو نہ ماننے کی کوشش کی، بلکہ اس لئے کہ انہوں
نے ثابت کیا کہ یہ قدرت کا ابدی قانون نہیں ہے بلکہ ایک تاریخی مظہر ہے جسے اُس کے پیدا کرنے

والے اس طریقِ پیداوار کے اثرات سے ختم کیا جا سکتا ہے اور ختم کیا جائے گا۔

اگر ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' پر اس زاویہ سے کوئی حملہ کیا جا سکتا ہے تو وہ صرف یہ ہو سکتا ہے کہ اس کے مصنفین اِس بورژوا ''بڑھتے ہوئی آلام کا نظریہ'' کے اثرات سے مکمل طور پر نہ بچے تھے۔ مینی فیسٹو نے اجرتوں کا وہ نظریہ قبول کر لیا جو ریکارڈو نے مالتھس کے آبادی کے نظریے کی بنیاد پر فروغ دیا تھا۔ نتیجہ یہ کہ اس نے اجرتوں کی جدوجہدوں اور مزدوروں کی ٹریڈ یونین تنظیموں کی اہمیت کو کم سمجھا۔ مارکس اور اینگلز برطانوی دس گھنٹے والے بل کو ''قانون کی فتح'' نہیں گردانتے تھے، بلکہ سرمایہ داری شرائط کے اندر، وسیع پیمانے کی صنعت پر ایک رجعتی ہتھکڑی گردانتے تھے۔

مینی فیسٹو نے سرمایہ دارانہ طریقِ پیداوار کے کنگال کر دینے کے رجحانات کی طرف پرولتاریہ کے ردِ عمل کو سیاسی انقلاب کی روشنی میں بہت یک طرفہ سمجھا۔ مینی فیسٹو برطانوی اور فرنچ انقلابات کے نتائج پہ مبنی تھا، اور خانہ جنگی اور قومی جنگوں کی کئی دہائیوں کی توقع کرتا تھا جن کی سرگرم فضا میں پرولتاریہ جلد ہی سیاسی بلوغت کو پک جائے گا۔ اس کے مصنفوں کی رائے مینی فیسٹو کے اُن پیراگرافوں میں صاف نظر آتی ہے جو جرمنی میں کمیونسٹ پارٹی کی ذمہ داریوں سے متعلق ہیں۔ یہ اس وقت پرولتاریہ اور بورژوازی کے بیچ تعاون کی حمایت کرتا ہے جب بورژوازی مطلق العنان بادشاہت کے خلاف، وسیع فیوڈل زمینداروں کے خلاف، اور پیٹی بورژوازی کے خلاف انقلابی طور پر عمل کرتا ہے، مگر یہ واضح طور پر دکھاتا ہے کہ کمیونسٹوں کو بورژوازی اور پرولتاریہ کے درمیان بنیادی مخالفت کے بارے میں جامع انداز میں مزدوروں کو سمجھانا چاہیئے۔ مینی فیسٹو اعلان کرتا ہے:

''کمیونسٹوں کی سب سے بڑی توجہ جرمنی کی طرف ہے اس لئے کہ جرمنی بورژوا انقلاب کے دہانے پر کھڑا ہے اور اس لئے کہ یہ اس انقلاب کو یورپی تہذیب سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ حالات اور کہیں زیادہ ترقی یافتہ پرولتاریہ کے تحت کر دے گا بہ نسبت سترہویں صدی کے انگلینڈ کے اور اٹھارویں صدی کے فرانس کے۔ اور اس لیے کہ ایک جرمن بورژوا انقلاب ایک پرولتاری انقلاب کا محض پیش خیمہ ہوگا''۔ مینی فیسٹو میں جس بورژوا انقلاب کی طرف اشارہ کیا گیا وہ جلد ہی برپا ہو گیا، مگر جن حالات کے تحت یہ انقلاب برپا ہو گیا اس کا بالکل الٹ اثر پڑا: اُن حالات نے بورژوا

انقلاب کو تذبذب میں ڈال دیا جس نے کہ اپنا ہدف آدھا حاصل کیا جب چند ماہ بعد پیرس جون لڑائی نے بورژوازی کو عموماً اور جرمن بورژوازی کو خصوصاً سارے انقلابی شوق سے تندرست کر دیا۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مینی فیسٹو کو بہت شاندار انداز میں تراش خراش کر کے پیش کیا گیا، البتہ وقت کے گزرنے نے اسے بغیر خراش کے نہ چھوڑا۔ 1872ء میں ایک نئے ایڈیشن کے دیباچے میں خود مصنفین نے بتا دیا کہ یہ کہیں کہیں سے پرانا ہو گیا ہے، مگر برابر کی سچائی کے ساتھ وہ اس بات کا اضافہ کرنے کے قابل تھے کہ اس میں پیش کردہ اصول مجموعی طور پر صحیح ثابت ہوئے۔ یہ ایک ایسا بیان ہے جو اس وقت تک بالکل رہے گا جب تک کہ بورژوازی اور پرولتاریہ کے درمیان عالمی جدوجہد انجام تک لڑی جا چکی ہوگی۔ مینی فیسٹو کا پہلا حصہ بے نظیر مہارت کے ساتھ اس جدوجہد کے بنیادی اصولوں کا خاکہ بناتا ہے، جبکہ دوسرا حصہ مساوی طور پر موثر انداز میں جدید سائنسی کمیونزم کے اہم تصورات کا احاطہ کرتا ہے۔ گو کہ تیسرا حصہ جو کہ سوشلسٹ اور کمیونسٹ لٹریچر کی نقد و تنقید پر مشتمل ہے محض 1847ء تک جاتا ہے، مگر یہ اپنا کام اس جامعیت کے ساتھ کرتا ہے کہ اُس وقت سے ایسا کوئی سوشلسٹ یا کمیونسٹ رجحان نہیں اُبھرا جس پر کہ ایڈوانس میں اس سیکشن کے اندر پہلے ہی تبصرہ نہ ہوا ہو۔ حتیٰ کہ مینی فیسٹو کے چوتھے اور آخری حصے میں جرمنی کے حالات پر جو پیش گوئی موجود تھی وہ بھی سچ ثابت ہوئی۔ گو کہ اس کے مصنفوں کے ارادے والے کے بجائے ایک اور اعتبار سے جرمن انقلاب شروع ہی میں ایک حیرت انگیز کام تھا۔ مگر یہ پرولتاری طبقاتی جدوجہد کی طاقتور ترقی کے پیش خیمہ سے زیادہ کچھ نہ بنا۔

اپنی بنیادی سچائیوں میں ناقابلِ تردید اور حتیٰ کہ اپنی غلطیوں میں سبق آموز، ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' عالمی اہمیت کا ایک تاریخی مسودہ بن چکا ہے اور وہ جنگی نعرہ بن چکا ہے جس کے ساتھ یہ پوری تاریخ میں ابھی تک گونجتا ہے: ''دنیا بھر کے مزدور ایک ہو جاؤ!''۔

باب ششم:

انقلاب اور ردِ انقلاب

1- فروری اور مارچ

24 فروری 1848ء کو فرانس کی بورژوا شہنشاہت کا تختہ ایک انقلاب نے الٹ دیا۔ اس تحریک کے اثرات سے برسیلز بھی نہ بچا، مگر بادشاہ لیوپولڈ، جو کہ ایک پرانا چالاک لومڑی تھا، پیرس میں اپنے سسر کی نسبت زیادہ چالاکی سے اس صورتحال سے نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس نے اپنے لبرل وزیروں، اسمبلی ممبروں اور شہری میئروں کے سامنے اعلان کیا کہ اگر قوم نے اُس سے مطالبہ کیا تو وہ یک دم دستبردار ہوجائے گا۔ اس کے فیاضانہ اعلان نے جذباتی بورژوا سیاست دانوں کے دلوں پر اس قدر اثر کردیا کہ انہوں نے اپنے سارے باغیانہ جذبات دبا دیے۔

مگر اس کے بعد بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کے ذریعے سارے عوامی جلسوں کو تتر بتر کرادیا اور اپنی پولیس کو غیر ملکی تارکین وطن کے پیچھے لگادیا۔ مارکس کے ساتھ خصوصاً وحشیانہ سلوک ہوا۔ نہ صرف یہ کہ پولیس نے اسے گرفتار کرلیا بلکہ انہوں نے اس کی بیوی کو بھی گرفتار کرلیا، جسے ایک رات عام طوائفوں کی کوٹھڑی میں بند کیا گیا۔ بدنامی کے اس ٹکڑے کے ذمہ دار پولیس اہلکار کو بعد میں اس کی پوسٹ سے ہٹا دیا گیا اور گرفتاری کے حکم کو فوراً واپس لیا گیا۔ مگر ملک بدری کے احکام کو واپس نہیں لیا

گیا۔ حالانکہ یہ بالکل غیر ضروری تھا، اس لئے کہ مارکس تو ویسے بھی برسیلز سے پیرس جانے والا تھا۔

انقلاب پھوٹ پڑنے کے فوراً بعد لندن میں کمیونسٹ لیگ کے مرکزی عہدیداروں نے اعلیٰ اختیارات برسیلز میں ضلعی نمائندوں کو منتقل کردیے، مگر برسیلز کی صورت حال کے پیشِ نظر، جو کہ عملی طور پر مارشل لاء میں تھا، ضلعی نمائندوں نے یہ اتھارٹی مارکس کو ان ہدایات کے ساتھ دے دی کہ وہ پیرس میں ایک نئی مرکزی قیادت بنادے۔

چھ مارچ کو اسے ایک بار پھر سیاسی صورتحال کے بارے میں اپنی ایک اعلیٰ تفہیم دکھانے کا موقع ملا جب پیرس میں رہائش پذیر جرمن تارکین وطن کی ایک بڑی میٹنگ میں اس نے بھرپور توانائی کے ساتھ ملک کو انقلابی بنانے کی خاطر مسلح فوج سے جرمنی پر حملہ کرنے کے ایک مہم جُو منصوبے کی مخالفت کی۔ یہ منصوبہ مشکوک شخص برنسٹیڈ نے تیار کیا تھا جو بدقسمتی سے ہروغ کو اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ باکونن بھی اس منصوبے کے حق میں تھا، گو کہ اس نے بعد میں اپنی حمایت پر افسوس کیا۔ عبوری حکومت بھی اس منصوبے کی حمایت کرنے پر تیار تھی، مگر کسی حقیقی انقلابی جذبے کی بہ نسبت اس نیت کے ساتھ کہ موجودہ بے روزگاری کے پیشِ نظر یہ بہت سے خارج نژاد مزدوروں سے جان چھڑانے کے لئے ایک عمدہ کام ہوگا۔ اس نے بیرکیں انقلابیوں کے حوالے کیں اور انہیں ہر شخص کو سرحد کی طرف مارچ کرنے کے لئے پچاس فرانسیسی سنٹائم کی منظوری دی۔ ہروغ کو اِس مہم کے لئے عبوری حکومت کی حمایت کرنے کی وجوہات کے بارے میں کوئی غلط فہمی نہ تھی اور اس نے خود اس ''انا پرستانہ وجہ'' کو ''ہزاروں خارج نژاد دستکاروں سے جان چھڑانے'' کی خواہش کہا جو ''فرانسیسی دستکاروں سے مقابلہ کررہے تھے''۔ مگر اُس کی سیاسی بصیرت کی کمی نے اسے قابلِ ترس انجام تک اِس مہم جوئی کی حمایت کرنے پر مجبور کیا۔

مارکس نے اس انقلابی حماقت کی بھرپور مخالفت کی۔ وہ جرمن انقلاب کو موثر انداز میں آگے بڑھانے کے لئے بنیاد فراہم کرنے میں لگ گیا۔ یہ ایک ایسا کام تھا جس پر کمیونسٹوں نے اپنی پوری توجہ مرکوز کی تھی۔ اس نے پیرس میں ایک نئی مرکزی قیادت بنائی جس میں وہ خود تھا، برسیلز سے وولف اور اینگلز تھے، اور لندن سے بائیر، مول اور شاپر تھے۔ اس نئی تنظیم نے ''جرمن پرولتاریہ، پیٹی

بورژوازی اور کسانوں کے مفاد میں' سترہ مطالبات پر مشتمل ایک اپیل جاری کر دی۔ ان میں سے ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ جرمنی کو ایک ریپبلک قرار دیا جائے۔ اس کے علاوہ عوام کو مسلح کرنے، شہزادگی اور دیگر فیوڈل جاگیروں، معدنیات اور ٹرانسپورٹ سسٹم کو قومی ملکیت میں لینے، قومی ورکشاپ قائم کرنے اور ریاستی خرچے پر لازمی تعلیم کا ایک عمومی نظام متعارف کرنے کے مطالبات تھے۔ ظاہر ہے کہ ان مطالبات کا مطلب صرف یہ تھا کہ کمیونسٹ پروپیگنڈہ کی عمومی خاکہ کشی کی جائے۔ اس لئے کہ مارکس سے بہتر کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ مطالبات ایک دو دن میں پورے نہیں ہوں گے بلکہ انقلابی عمل کے ایک لمبے عرصے کے بعد ایسا ہو سکے گا۔

کمیونسٹ لیگ اس قدر کمزور تھی کہ وہ تن تنہا انقلابی تحریک کو تیز کرنے کا کام نہیں کر سکتی تھی، اور جلد ہی معلوم ہو گیا کہ براعظم میں اس کی تنظیم ابھی محض شیر خوار بچہ تھی۔ البتہ یہ اب اہم نہیں رہی تھی اس لئے کہ مزدور طبقے نے اب کھلے طور پر اپنا پروپیگنڈہ کرنے کے امکانات اور ذرائع حاصل کر لیے تھے۔ اس لئے لیگ کے وجود کا سب سے بڑا سبب ختم ہو گیا۔ اس صورتِ حال میں مارکس اور اینگلز نے پیرس میں ایک جرمن کمیونسٹ کلب کی بنیاد رکھی اور اپنے ممبروں کو ہروغ کے گوریلا دستوں سے دور رہنے کی سختی سے نصیحت کی اور اس کے بجائے جرمنی میں انقلابی تحریک کو تقویت دینے کی خاطر وہاں جانے کی کوشش کرنے کی تلقین کی۔ وہ کئی سو مزدور واپس جرمنی بھیجنے میں کامیاب ہو گئے، اور فلوکون کی کوششوں کی بدولت انہیں وہی مدد ملی جو عبوری حکومت نے ہروغ اور اس کے رضا کاروں کو دی تھی۔

ان کوششوں کے نتیجے میں کمیونسٹ لیگ کے ممبروں کی اکثریت جرمنی واپس جانے میں کامیاب ہو گئی۔ اور وہاں ان کی سرگرمیوں نے دکھا دیا کہ لیگ انقلاب کے لئے ایک عمدہ تربیت گاہ رہی تھی۔ جرمنی میں جہاں کہیں بھی انقلابی تحریک کوئی بڑی پیش رفت دکھاتی، تو معلوم ہوتا تھا کہ لیگ کے ممبر اس کے پیچھے قوتِ متحرکہ تھے؛ نساؤ میں شاپر، برسلاو میں وولف، برلن میں سٹیفن بورن، اور دیگر جگہوں میں دوسرے ممبر۔ بورن نے ٹھیک ٹھیک کیفیت بیان کی تھی: ''لیگ تحلیل ہو گئی............ ہر جگہ اور کہیں بھی نہیں''۔ تنظیم کے لحاظ سے اس کا وجود ختم ہو گیا تھا مگر جہاں کہیں بھی

آزادی کے لئے پرولتاری جدوجہد کے حالات نظر آتے تھے وہاں اُس کا پروپیگنڈہ نظر آتا تھا۔

مارکس اور اس کے قریبی دوست رائن لینڈ چلے گئے جو کہ جرمنی کا سب سے پروگریسو علاقہ تھا۔ وہ وہاں اُن تیاریوں میں راہنمائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے جو کہ کولون کے اندر ڈیموکریٹ اور کسی حد تک کمیونسٹ عناصر ایک اخبار نکالنے کے لئے کر رہے تھے۔ لیکن چیزیں اس قدر ہموار بالکل نہ تھیں۔ اور بالخصوص اینگلز یہ معلوم کر کے ناخوش ہوا کہ ووپرٹال میں کمیونزم نظر بھی نہ آتا تھا۔ اور جب انقلاب کی اصل نشانیاں دکھائی دیں' ووپرٹال کمیونزم محض ماضی کے ایک مدھم سائے کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا۔ اس نے 25 اپریل کو برمن سے، کولون میں موجود مارکس کو خط لکھا۔ اس میں اس نے اعلان کیا کہ ''یہاں یہ طاعون جیسے سماجی مسائل پر بھی بحث سے کتراتے ہیں۔ یہاں اِس بوڑھے جنٹلمین سے کچھ بھی نہیں حاصل ہونا۔ وہ ہماری مدد کے لئے ایک ہزار روپیہ روانہ کرنے کے بجائے ہمیں جلد ختم کرنے کے لئے ہزار گولیاں بھیج دے گا''۔ البتہ اینگلز 14 حصص بیچنے میں کامیاب ہو گیا اور یکم جون 1848ء کو نیوے رائنشے زی تنگ کا پہلا شمارہ چھپ گیا۔ اس پر مارکس کا نام بطور چیف ایڈیٹر موجود تھا۔ جبکہ اینگلز، ڈرونکے، ویرتھ، اور دونوں وولف ایڈیٹوریل بورڈ کے ممبر تھے۔

2۔ جون کے واقعات

نیوے رائنشے زی تنگ خود کو ''جمہوریت کا ترجمان'' کہتا تھا مگر اس کا مطلب بائیں بازو کی پارلیمانی جمہوریت نہ تھا۔ اس نے اعلان کیا کہ اس کا مقصد کسی طرح سیاہ، سرخ اور سنہری ریاست نہ تھا، بلکہ دراصل اس کا مخالفانہ کام شروع ہی اُس وقت ہو گا جب ایک ریپبلک قائم ہو جائے گی۔

اس نے مکمل طور پر کمیونسٹ مینی فیسٹو کے طرز پہ موجود حالات کی بنیاد پر انقلابی تحریک کو آگے بڑھانا چاہا۔ اس کام کو اس حقیقت نے زیادہ فوری بنا دیا تھا کہ جو انقلابی بنیاد مارچ میں حاصل کی گئی تھی وہ جون تک آدھی ضائع ہو گئی۔ ویانا میں جہاں طبقاتی مخاصمتیں ابھی پیدا نہ ہوئی تھیں، وہاں ایک بے مہار انارکزم پھیلی ہوئی تھی۔ جبکہ برلن میں اقتدار بورژوازی کے ہاتھ میں تھا، مگر وہ

اس بات پہ بہت بے چین تھا کہ موقع پر اسے ماقبل مارچ فاتح قوتوں کے ہاتھ میں تھما دے۔ چھوٹی جرمن ریاستوں میں لبرل وزرا خود پہ اِترا رہے تھے، مگر وہ بادشاہوں کے تاج کے سامنے کسی بھی طرح کا مردانہ افتخار نہ دکھا کر خود کو اپنے فیوڈل پیشروؤں سے ممتاز نہیں کر رہے تھے۔ بلکہ وہ تو ان سے بھی زیادہ لچک دار کمر رکھتے تھے۔ اس پر طرہ یہ کہ 18 مئی کو فرینکفرٹ نیشنل اسمبلی نے اپنے اجلاس میں، خود کو ایک بے کار باتیں کرنے کی دکان سے زیادہ ثابت نہ کیا۔

اپنے اولین شمارے میں ہی نیوے رائنشے زی تنگ اِس بھرپور انداز میں اِس صورت حال سے نمٹا کہ اس کے حصہ داروں کے نصف نے فوراً پسپائی اختیار کی۔ ایسا نہ تھا کہ اخبار نے پارلیمانی ہیروؤں سے سیاسی بصیرت اور جرات کے بہت بڑے مطالبے کیے تھے۔ اس نے تو فرینکفرٹ پارلیمنٹ کے بائیں بازو کی وفاقی جمہوریت پسندی پر تنقید کی۔ اور اعلان کیا کہ: ریپبلکن حکومت کے تحت چلنے والی آئینی بادشاہتوں، چھوٹی ریاستوں اور رپبلکوں کی ایک فیڈریشن کو ایک متحدہ جرمنی کیلئے ایک حتمی آئین کے بطور تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ مگر فوراً ہی یہ اضافہ کر دیا:

''ہم فوری طور پر ایک جرمن رپبلک کے قیام کا کوئی یوٹوپیائی مطالبہ نہیں پیش کرتے، لیکن ہم یہ مطالبہ ضرور کرتے ہیں کہ نام نہاد ریڈیکل ڈیموکریٹک پارٹی جدوجہد اور انقلابی تحریک کے پہلے مرحلے کو حتمی منزل قرار نہ دے۔ جرمن اتحاد اور ایک جرمن آئین صرف ایک ایسی تحریک کے نتیجے میں حاصل کیے جا سکتے ہیں جسے' داخلی مڈبھیڑوں اور مشرق کے خلاف جنگ' دونوں کے نتیجے میں ایک فیصلہ تلاش کرنے پر مجبور کیا جا سکے گا۔ قطعی آئین فرمان کے ذریعے لاگو نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ ایک تحریک کے ذریعے آ سکتا ہے جو ابھی ہمیں دیکھنا ہے۔ اس لئے یہ فلاں یا فلاں سیاسی تصور پر عملدرآمد' فلاں یا فلاں رائے کو ماننے کی بات نہیں ہے، بلکہ یہ پیش رفت کے عمومی رجحان کو سمجھنے کا سوال ہے۔ قومی اسمبلی کو صرف فوری ممکنہ عملی اقدامات اٹھانے ہوں گے''۔

مگر قومی اسمبلی نے تو ایک ایسا کام کیا جو کسی دلیل اور منطق سے بالاتر تھا: اس نے آسٹریائی بادشاہ کے بیٹے جوہان کو اسمبلی کا سربراہ منتخب کیا۔ یوں اس نے تحریک کو شہزادوں کی جھولی میں ڈال دیا۔

برلن کے واقعات فرینکفرٹ کے واقعات سے زیادہ اہم تھے۔ پروشیائی ریاست جرمنی کے

اندر انقلاب کی سب سے خطرناک دشمن تھی۔ مارچ کی اٹھارہ تاریخ کو انقلاب نے پروشیائی حکومت کا تختہ الٹ دیا، مگر اُس وقت کی تاریخی صورتحال میں فتح کے پھل پہلے تو بورژوازی کی گود میں گرے، اور اس بورژوازی نے انقلاب سے فوراً غداری کی۔ ''لیگل تعلقات کے تسلسل'' کو یقینی بنانے کی خاطر یا دوسرے لفظوں میں خود اپنی انقلابی جڑوں سے انکار کی خاطر بورژوا ''کیمپ ہاسن'' اور ''ہنس مین'' کابینہ نے متحدہ اجلاس طلب کیا تا کہ اس فیوڈل ادارے کو ایک بورژوا آئین بنانے پر لگا دیا جائے۔ چھ اور آٹھ اپریل کو دو قوانین پاس کیے گئے: مختلف بورژوا حقوق کو نئے آئین کی بنیاد بنایا گیا اور ایک نئی اسمبلی منتخب کرنے کیلئے ایک عام، خفیہ اور بالواسطہ رائے دہی متعارف کرنا جس کا فریضہ تاج کی رضامندی سے آئین بنانے کا ہوگا۔

''تاج کے ساتھ مصالحت'' کے اس شاندار اصول کے قیام کے ساتھ پرولتاریہ نے جو فتح 18 مارچ کو پروشیائی فوج کے خلاف حاصل کی تھی، غیر موثر ہوگئی، اس لئے کہ اگر مجوزہ نئی اسمبلی کے فیصلوں کو تاج کی رضامندی کی ضرورت تھی تو ظاہر ہے تاج ایک بار پھر ایک مضبوط پوزیشن میں تھا۔ اس نے پھر اپنی مرضی مسلط کر دینی تھی جب تک کہ اسے ایک دوسرے انقلاب کے ذریعے گھٹنے ٹیک دینے پر مجبور نہ کیا جاتا۔ یہ انقلاب ایک ایسی ممکنات میں سے تھا جسے کیمپ ہاسن اور ہانس مین وزارت نے روکنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اس نے اسمبلی کا اجلاس طلب کیا جس کا اجلاس حقیر لفظی بحث میں بائیس مئی کو ہوا۔ وزارت نے خود کو بادشاہت کے سامنے ایک ''ڈھال'' بنا دیا اور ایک بے سربراہ ردِ انقلاب کو برطانیہ سے پروشیا کے شہزادے کو بلوا کر سربراہ بنا دیا، مکمل طور پر رجعتی ولی عہد کو تخت پر بٹھا دیا جو 18 مارچ کو عوام الناس کے غصے سے بھاگ گیا تھا۔

برلن اسمبلی یقیناً ایک بہت پر جوش انقلابی ادارہ نہ تھی، مگر اس نے کم از کم اپنا سر اسی قدر تسلسل کے ساتھ جھکائے نہیں رکھا جس طرح کہ اس کے فرینکفرٹ کے ساتھی نے کیے رکھا تھا۔ اس نے ''تاج کے ساتھ مصالحت'' کے سوال کو راستہ دے دیا، ایک ایسا اصول جس نے ہڈی سے گُودہ چوس لیا، مگر جب برلن کے عوام نے 14 جون کو ذیوغاس پر دھاوا بول کر دوبارہ ایک دھمکانے والا لفظ کہہ دیا تھا تو یہ دوبارہ منظّم ہوگئی اور تاج کے ساتھ کم و بیش ایک فیصلہ کن رویہ اختیار کیا۔ نتیجتاً کیمپ ہاسن مستعفی

ہوا، البتہ ہانسن مین وزارت کے ساتھ چمٹا رہا۔ دونوں میں فرق یہ تھا کہ کیمپ ہاسن ابھی تک ترقی پسند
بورژوا نظریہ کی باقیات سے متاثر ہوتا تھا، ہانس مین نے خود کو مکمل طور پر اور بغیر کسی شرم اور پس وپیش
کے بورژوازی کے بے حیا منافع والے مفادات کے ساتھ نتھی کر رکھا تھا اور بادشاہ اور جنکروں کے
آگے ہمیشہ سے زیادہ سرگرم سجدہ ریزی کے ذریعے، اسمبلی کو زیادہ کرپٹ بنا کر، اور ہمیشہ سے زیادہ
عوام الناس پر جبر وظلم کے ذریعے ان مفادات کو موثر انداز میں مزید بڑھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ وقتی
طور پر اور خود اپنی وجوہات کی بناء پر رد انقلاب نے اسے اپنا سر اپنے ہاتھ میں رہنے دیا۔

نیوے رائنیشے زی تنگ نے اس مہلک پیش رفت کا مقابلہ کرنے کے لئے حتیٰ الوسع کوشش
کی۔ اس نے واضح کیا کہ ’’کیمپ ہاسن‘‘ بورژوازی کے مفاد میں رجعت کے بیج بو رہا ہے، مگر اس کی
فصل فیوڈل پارٹی کے مفادات میں کاٹی جائے گی۔ اس نے برلن اسمبلی اور بالخصوص اس کے بائیں
بازو کی مزاحمت کو مضبوط کرنے کے لئے سرتوڑ کوشش کی، اور یہ اُس غضب وغصے کے خلاف لڑا جو
اس حقیقت سے ابھرا تھا کہ ذیوغاس پر دھاوا بولتے وقت بہت سے پرانے پرچم اور ہتھیار تباہ ہو گئے
تھے۔ اس نے اعلان کیا کہ عوام نے نہ صرف جابروں پر حملہ کر کے، بلکہ خود اپنے ماضی کے واہموں کو
تباہ کر کے درست جبلت دکھائی تھی۔ اور سب سے بڑھ کر اس نے بائیں بازو کو پارلیمان کی گمراہ کن
فتوحات کے نمودار ہونے کے ساتھ خود اپنے خلاف امیدوار کھڑا کرنے پر خبردار کیا۔ اس نے واضح
کیا کہ رجعت، قدیم قوتوں کے ہاتھ میں ابھی تک بچے ہوئے بڑے بڑے عہدے دے کر اُسے بخوشی
ایسے واہمے عطا کرتی رہے گی۔ اس نے ہانس مین وزارت کے تباہ کن انجام کی پیش گوئی کی جو کہ
پرانی فیوڈل پولیس ریاست سے مصالحت کر کے بورژوازی کی بالادستی کے لئے ایک بنیاد قائم
کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ’’وہ اس حریصانہ اور متضاد کام میں خود کو اور اپنے مفاد کو دیکھتا ہے۔ اور
یہ ہار جائے گا۔ بورژوازی پورے عوام الناس کو اپنا عارضی اتحادی بنائے بغیر، اور ایک کم و بیش
جمہوری رویہ اختیار کیے بغیر اپنی بالادستی قائم نہیں کر سکتی‘‘۔ کسانوں کی نجات (جو کہ بورژوا انقلاب
کا قانونی فریضہ ہے) کو شعبدہ بازی کا ٹکڑا بنانے کی بورژوازی کی کوششوں پر حقارت ونفرت کا
تیزاب انڈیل دیا گیا: ’’1848ء کی جرمن بورژوازی بغیر شرم کے کسانوں کے ساتھ بے وفائی

کر رہی ہے۔ گو کہ کسان اس کے فطری اتحادی ہیں، اس کے گوشت وخون کا حصہ ہیں، اور گو کہ یہ
کسانوں کی مدد کے بغیر ارسٹوکریسی کے سامنے بے بس ہے‘‘۔ اس نے اعلان کیا کہ 1848ء کا
جرمن انقلاب 1789ء کے انقلاب فرانس کی ایک مزاحیہ نقل کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

یہ ایک اور طرح سے بھی ایک مزاحیہ نقل تھا، اس لئے کہ جرمن انقلاب نے خود اپنی قوت کے
نتیجے میں فتح حاصل نہیں کی تھی بلکہ ایک فرانسیسی انقلاب کے نتیجے میں فتح حاصل کی تھی جس نے پہلے
ہی پرولتاریہ کو حکومت میں ایک حصہ دیا تھا۔ اس سے نہ تو جرمن بورژوازی کو انقلاب سے غداری کا
جواز ملتا ہے اور نہ بہانہ، مگر یہ کم از کم اُس کی تشریح کرتی ہے۔ جس وقت ہانس مین وزارت اپنی قبر
کھودنے کا کام شروع کر رہی تھی، جس بھوت سے بورژوازی خوفزدہ تھی اس پر تقریباً تقریباً پابندی
لگ چکی تھی۔ سارے بورژوا طبقات اور پارٹیوں کی مشترکہ طاقت کی وجہ سے چار دن تک جاری
رہنے والی ایک خوفناک گلیوں کی لڑائی میں پیرس کے پرولتاریہ کو شکست ہو چکی تھی۔

جرمنی میں ’’فتح مند مفتوح‘‘ کا پرچم نیوے رائنیشے زی تنگ نے خاک سے اٹھایا تھا۔ اور مارکس
نے ایک پُر اثر مضمون میں بتا دیا کہ بورژوازی اور پرولتاریہ کے درمیان طبقاتی جنگ میں جمہوریت کو
کس کی طرفداری کرنی چاہئے: ’’وہ ہم سے پوچھیں گے کہ عوام کے غصے کے آگے گر کر مر جانے
والے نیشنل گارڈ، موبائل گارڈ، ریپبلکن گارڈ اور لائن کی رجمنٹوں کے سپاہیوں کے غم میں کیا ہم کوئی
آنسو، کوئی آہ، اور غم کا کوئی لفظ نہیں رکھتے؟۔ ریاست اُن کی بیواؤں اور یتیموں کا خیال رکھے گی،
شان وشوکت والے فرمانوں کے ذریعے اُن کی شان بڑھائی جائے گی، اور سنجیدہ جنازوں میں ان کی
میتیں قبر تک جائیں گی۔ سرکاری پریس انہیں لافانی قرار دے گا اور مشرق سے مغرب تک پوری
رجعت ان کے لئے توصیفی گیت گائے گی۔ دوسری طرف یہ جمہوری پریس کا حق اور استحقاق ہے کہ وہ
اُن کے خمیدہ خمیر پر پھولوں کے گل دستے رکھے جو بھوک کی ٹیسوں سے اذیت زدہ ہیں، سرکاری پریس
سے حقیر شدہ، ڈاکٹروں کے ترک کردہ ہیں اور چوروں کی طرح بدسلوک شدہ ہیں، سارے معزز
شہریوں کی طرف سے غارت شدہ بحری جہازوں میں غلام کردہ ہیں، ان کی بیویاں اور بچے مزید بڑی
تکالیف میں دھنسے ہوئے ہیں، اور اُن میں سے زندہ بچ جانے والوں کو سمندر پار جلاوطن کیا گیا‘‘۔

یہ عظیم الشان مضمون جو حتیٰ کہ آج بھی انقلابی جذبے کی آگ اگلتا ہے، کی قیمت نیوے زی تنگ کے اُن حصہ داروں پر بھاری پڑی جو ابھی تک باقی تھے۔

3۔روس کے خلاف جنگ

خارجہ پالیسی میں روس کے خلاف جنگ کی بات کو نیوے رائنشے زی تنگ نے خوب اٹھایا۔ وہ روس کو انقلاب کا اصل دشمن قرار دیتا تھا کہ جونہی انقلابی تحریک ایک یورپی خاصیت اپنا لے گی، وہ ناگزیر طور پر اسے ناکام کرنے والوں میں شامل ہو جائے گا۔

وہ ٹھیک کہتا تھا اس لئے کہ جس وقت وہ روس کے خلاف ایک انقلابی جنگ شروع کرنے کے لئے بلا رہا تھا زار، پروشیا کے شہزادے کو پروشیا میں آمریت مسلط کرنے کے لئے روسی فوجیں استعمال کرنے کی پیشکش کر رہا تھا۔ اور ایک سال بعد روسی ریچھ نے اپنی بے ڈول آغوش میں ہنگری کے انقلاب کو کچل کر آسٹریائی آمریت کو بچالیا۔ نیوے رائنشے زی تنگ نے اعلان کیا کہ جرمن انقلاب پروشیائی اور آسٹریائی آمریت والی ریاستوں کو تباہ کئے بغیر فتح مند نہیں ہوسکتا، اور یہ اس وقت تک ناممکن ہوگا جب تک کہ زار کی قوت توڑ نہ دی جائے۔

نیوے رائنشے زی تنگ کو امید تھی کہ روس کے خلاف ایک ایسی جنگ کے نتیجے میں انقلابی قوتوں کا عظیم الشان اخراج ہوگا جس طرح کہ 1789ء میں فرانس کے اندر فیوڈل جرمنی کے خلاف جنگ کے نتیجے میں ہوا تھا۔ ویرتھ کے الفاظ میں جرمنی ستر سال تک امریکہ اور فرانس میں دوسری قوموں کی آزادی کے خلاف خدمت سرانجام دیتا رہا تھا، ''اب جبکہ جرمن خود اپنے جوئے کو اتار پھینکنے لگے ہیں تو انہیں دوسرے ممالک کی طرف اپنی پوری پالیسی تبدیل کرنی چاہیے، وگرنہ وہ دیکھیں گے کہ جو زنجیریں انہوں نے دوسروں کے لئے بنائی تھیں وہ خود اُن کی نازک اور کم عمر آزادی کو الجھائے رکھیں گی۔ جرمنی خود اپنی آزادی اُس حد تک حاصل کرے گا جس حد تک کہ وہ دوسرے ممالک کو آزادی میں رکھے گا''۔ اخبار نے میکاولی جیسی پالیسی کی مذمت کی جو، حالانکہ اُسے خود جرمنی کے اندر جڑوں سے ہلایا جارہا تھا، جان بوجھ کر ایک تنگ نظر نفرت پیدا کر رہی تھی تاکہ جمہوری

توانائیوں کو مفلوج کر دے، اپنی طرف سے توجہ ہٹا دے، انقلاب کے پگھلے ہوئے لاوے کا رخ اپنے بہاؤ سے پھیر دے، اور اندرونی جبر کا ایک ہتھیار تیار کرے۔

''تقریباً سارے جرمن پریس میں حب الوطنی کی چیخ و پکار اور ڈھول پیٹنے کے باوجود''، نیوے رائنشے زی تنگ شروع ہی سے پولینڈ میں پولینڈ والوں کی، اٹلی میں اطالویوں کی اور ہنگری میں ہنگری والوں کی طرف داری کے لئے سامنے آیا۔ اس نے ''اشتراک کی گہرائی'' اور ''تاریخی خود تضادی'' کا تمسخر اڑایا جو اس کوشش میں تھے کہ جرمنوں سے ایک ایسے وقت پولینڈ، ہنگری اور اٹلی کی آزادی کے خلاف جہاد کروائیں جب یہی جرمن انہی حکومتوں کے خلاف لڑ رہے تھے جنہوں نے اس سے راہنمائی کرنے کی تجویز لی۔ ''صرف روس کے خلاف جنگ جرمنی کے لئے ایک انقلابی جنگ ہوگی۔ اس طرح کی ایک جنگ میں وہ اپنے ماضی کے گناہ دھو سکے گا' خود اپنی مردانگی کی لاج رکھ سکے گا، خود اپنے مطلق العنان حاکموں کو شکست دے سکے گا، خود اپنے بیٹوں کو ایک ایسے طریقے سے قربان کر کے وہ تہذیب کے کاز کو آگے بڑھا سکے گا جو ایک ایسی قوم کے شایانِ شان ہو جو طویل تکلیف اور کاہلی کی غلامی کی زنجیروں کو اتار پھینک چکا ہو، اور وہ باہر آزادی کے لئے لڑ کر گھر میں آزادی حاصل کر سکے گا''۔

اس رویے کے نتیجے میں نیوے رائنشے زی تنگ نے کسی بھی دوسری محکوم قوم کی بہ نسبت زیادہ پرجوش انداز میں پولینڈ کی آزادی کے کاز کی مدد کی۔ 1848ء میں پولینڈ میں تحریک صرف پروشیائی صوبے پوسن تک محدود تھی اس لئے کہ روسی پولینڈ ابھی تک 1830ء کے انقلاب کی، اور آسٹریائی پولینڈ 1846ء کی بغاوت کی' تھکن میں تھا۔ وہ اپنے رویے میں منکسر المزاج تھا اور صرف وہی مطالبات کر رہا تھا جن کا اس سے 1815ء کے معاہدے میں وعدہ تو کیا گیا تھا، مگر پورا نہ کیا گیا تھا۔ یعنی قبضہ گیر فوجوں کو دیسی فوجوں سے بدل دینا اور سارے عہدے دیسی لوگوں کو دینا۔ 18 مارچ کے واقعات کے خوف کی پہلی لہر میں برلن حکومت نے ایک قومی تنظیمِ نو کا وعدہ کیا گو کہ فطری طور پر اس کا اُس پہ عمل کرنے کا ارادہ نہ تھا۔ پولینڈ والے اپنی نیک نیتی کے سبب اس پہ کافی اعتبار کرتے تھے مگر اُس نے جان بوجھ کر پوسن کے صوبے کی جرمن اور یہودی آبادی کو اکسایا اور

ایک منظّم خانہ جنگی ابھار دی جس کے مظالم مکمل طور پر پروشیائیوں کا گناہ تھے۔ پولینڈ والے بہادری سے لڑے اور ایک سے زیادہ بار تعداد اور ہتھیاروں کے لحاظ سے برتر فوجوں کو اکھیڑ کر رکھ دیا۔ مثال کے طور پر 30 اپریل کو میلوسلاو کے قریب۔ مگر لمبے عرصے میں پولینڈ کی درانتیوں کی پورشیائی تلواروں کے خلاف جنگ مایوس کن تھی۔

پولینڈ کے مسئلے پر جرمن بورژوازی نے غداری اور خوف کا ماضی والا کردار ادا کیا۔ مارچ انقلاب سے قبل اس نے واضح طور پر جان لیا تھا کہ پولینڈ کا کاز جرمنی کے کاز سے بہت قریبی طور پر جڑا ہوا ہے، اور 18 مارچ کے بعد تو اس کے ترجمان نے فرینکفرٹ کی نام نہاد ابتدائی پارلیمنٹ میں اعلان کیا کہ پولینڈ میں قومی اتحاد کا دوبارہ قیام جرمن قوم کا فریضہ ہے۔ مگر یہ بھی اسے پروشیائی جنکروں کا دُم چھلا بننے سے نہ روک سکا۔ اس نے قومی تنظیم نو کے وعدے پر پوسن کے صوبے سے ایک ٹکڑے کو دوسرے سے لڑا کر، اور وفاقی ڈائٹ کو جرمن لیگ میں شامل کروا کر ایک شرمناک انداز میں عمل درآمد کیا۔ یہ بدنامی اس جسم کی آخری ہچکی تھی جس نے اپنی زندگی جرمن عوام کی عمومی توہین کے درمیان تکلیف دہ انداز میں ختم کی۔ فرینکفرٹ میں قومی اسمبلی کو اب یہ سوال در پیش تھا کہ وہ اُن اسمبلی ممبروں کو اپنا ممبر تسلیم کرے یا نہ کرے جو کہ پوسن کے قبضہ کردہ علاقوں سے منتخب ہوئے تھے۔ تین دن کے بحث مباحثے کے بعد اس نے متوقع طور پر فیصلہ کرلیا اور انقلاب کی اس سڑی ہوئی اولاد نے ردِ انقلاب کی بدنامی کو اپنی حمایت دے دی۔

اس معاملے پر نیوے رائنشے زی تنگ کی دی گئی اہمیت اس حقیقت سے دیکھی جا سکتی ہے کہ وہ فرینکفرٹ کی بحث سے بہت تفصیل سے نمٹا اور اس موضوع پر آٹھ نو مضامین چھاپے، جن میں کچھ تو بہت ہی طویل تھے۔ حالانکہ وہ عموماً اس اسمبلی کی پارلیمانی لفاظی کو توہین آمیز جرات کے ساتھ مسترد کر دیتا تھا۔ مضامین کا یہ سلسلہ اُس طویل کام کی نمائندگی کرتا ہے جو اس اخبار میں کبھی بھی نہ چھپا تھا۔ اور مواد اور سٹائل دونوں بتاتے ہیں کہ مارکس اور اینگلز ان کے مشترک مصنفین تھے۔ بہرصورت اینگلز کا اِن تحریروں میں ایک بڑا حصہ تھا جس کی ٹھیک ٹھیک نشانیاں اسلوب اور طرز ہیں۔

ان مضامین میں جو پہلی چیز سامنے آتی ہے، (اور یہ ایک ایسا پہلو ہے جو اخبار کو وقار بخشتا ہے) وہ تازگی دینے والی بے تکلفی ہے جس کے ساتھ وہ توہین آمیز کھیل کو بے نقاب کرتے ہیں جو کہ پولینڈ میں کھیلا جا رہا تھا۔ بہرحال، اس اخلاقی غصے کا، جس کے مارکس اور اینگلز دونوں اہل تھے، اُس جذباتی ہمدردی کے ساتھ کچھ بھی مشترک نہ تھا جو مثلاً رابرٹ بلم' بدسلوکی کیے ہوئے پولینڈ والوں سے دکھاتا تھا۔ اس معاملے پر بائیں بازو کے معزز لیڈر کی کوششوں پر اُن کا فیصلہ یوں تھا: ''خالی خولی چیخ چیخ کر وعظ کرنا، مگر جیسا کہ ہم مسرت سے تسلیم کرنے کو تیار ہیں کہ یہ چیخ چیخ کر وعظ کرنا بڑے پیمانے پر اور ایک اچھے کاز کے لئے''۔ اور اُن کا فیصلہ مضبوط بنیادوں پر تھا، اس لئے کہ بلم یہ سمجھنے میں ناکام رہا کہ پولینڈ سے دغا بہ یک وقت جرمن انقلاب کے ساتھ دغا تھی، جس نے کہ اپنے مہلک دشمن، یعنی زار بادشاہ کے خلاف اپنا ناگزیر ہتھیار کھو دیا۔

مارکس اور اینگلز نے ''قوموں کے عمومی میل ملاپ'' کے مطالبے پر بھی یہی غیر معزز فیصلہ صادر کیا جو شامل قوموں کی تاریخی صورتحال اور سماجی ترقی دیکھے بغیر بھائی چارے کی ایک غیر واضح آرزو تھی۔ ان کے لئے ''انصاف''، ''انسانیت''، ''لبرٹی''، ''مساوات''، ''برادری'' اور ''آزادی'' جیسے الفاظ اخلاقی الفاظ سے زیادہ کچھ نہ تھے جو سننے میں تو اچھے لگتے تھے مگر تاریخی اور سیاسی معاملات میں کوئی کردار ادا نہ کرتے تھے۔ وہ اسے جدید دیو مالا کہتے تھے اور وہ ہمیشہ اُن کے لئے مکروہ تھا اور انقلاب کے سرگرم دنوں میں وہ صرف ایک معیار جانتے تھے: ''حق میں یا مخالفت میں؟''

نیوے رائنشے زی تنگ کے پولینڈ والے مضامین حقیقی انقلابی جذبے سے سرشار ہیں جو انہیں ڈیموکریٹوں کی پولینڈ نواز عام سی باتوں سے بلند کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ آج بھی وہ اپنے مصنفین کی گہری سیاسی بصیرت کے شاندار ثبوت ہیں۔ البتہ وہ پولینڈ کی تاریخ سے متعلق غلطیوں سے مکمل پاک نہیں ہیں۔ یہ اشارہ کرنا یقیناً بہت اہم تھا کہ پولینڈ کی آزادی کی جدوجہد صرف اس وقت کامیاب ہو سکتی ہے جب یہ بہ یک وقت پدرسری فیوڈل مطلق العنانی پر زرعی جمہوریت کی فتح بھی ہو۔ مگر وہ یہ فرض کرنے میں غلطی پر تھے اس لئے کہ 1791ء کے آئین سے پولینڈ نے خود یہ بات جانچ لی تھی۔ یہ کہنا بھی غلط تھا کہ اشرافیہ کی جمہوریت کا پرانا پولینڈ مر چکا اور دفن ہو چکا، مگر اس نے کسانوں کی جمہوریت کا پولینڈ نامی ایک چُست بیٹا چھوڑ دیا تھا۔ پولینڈ کے جنکروں کو' جو مغربی

یور پی مور چوں پر مشرقی طاقتوں کی اکڑی ہوئی بغلگیری سے اپنے عوام کو آزاد کرنے کے لئے بے نظیر بہادری سے لڑے تھے، مارکس اور اینگلز نے پولینڈ کی اشرافیہ کا نمائندہ قرار دیا، جبکہ اصل میں لیلی ولز اور میروسلاوسکی لوگ جدوجہد کے شعلوں میں پک کر اور پاک ہو کر کندن بن چکے تھے اور خود کو اپنے طبقے سے بالا تر کر چکے تھے، جس طرح کہ کبھی ''ہٹن'' اور ''سکن جن'' خود کو جرمن فیوڈل طبقے سے بالا تر کر چکے تھے۔

مارکس اور اینگلز نے جلد ہی اپنی غلطی ترک کر دی، مگر اینگلز قومی آزادی کے لئے جنوبی سلاو قوموں اور گروہوں کی جدوجہد پر ہمیشہ نیوے رائنشے زی تنگ کے دیے گئے متکبر فیصلے سے چمٹا رہا۔ 1882ء میں وہ ابھی تک اسی رویے پر قائم تھا جو اُس نے 1849ء میں باکونن کے ساتھ مناظرے میں اپنایا تھا۔ جولائی 1848ء میں باکونن روسی حکومت کے ایجنٹ ہونے کے شک کی زد میں آیا اور اس بارے میں ایک رپورٹ نیوے رائنشے زی تنگ میں اس کے پیرس کے نمائندے ایوربیک کی طرف سے شائع ہو چکی تھی۔ اور بہ یک وقت اسی طرح کی ایک رپورٹ ہاواس بیورو کی طرف سے شائع ہوئی۔ البتہ یہ شک فوری طور پر بے بنیاد ثابت ہوا اور رائنشے زی تنگ نے ایک صاف ستھری معافی چھاپ دی۔ اگست کے اختتام اور ستمبر کے اوائل میں مارکس برلن اور ویانا گیا اور برلن میں باکونن کے ساتھ اپنے پرانے دوستانہ تعلقات رکھے۔ جس وقت اکتوبر میں باکونن کو پروشیا سے وطن بدر کیا گیا، مارکس حکام پر ایک زوردار مذمت لئے سامنے آیا۔ جس وقت اینگلز نے باکونن کی طرف سے سلاو لوگوں کے نام جاری کی گئی ایک اپیل کے بارے میں باکونن کے خلاف اپنا مباحثہ شائع کیا تو اس کی ابتداء میں یقین دلایا کہ باکونن ہمارا دوست ہے اور یہ لکھنے کے بعد اس نے باکونن کے پان سلاو رجحانات پر حملہ کیا، اور یہ اینگلز نے اچھے خاصے درشت انداز میں کیا۔

سلاو مسئلے پر بھی مارکس اور اینگلز کا فیصلہ کن رویہ اختیار کرنے میں اہم ترین بات انقلاب کے مفادات کی تھی۔ آسٹریائی سلاووں نے، انقلابی جرمنوں اور ہنگری کے خلاف ویانا حکومت کی جدوجہد میں، رجعت کا ساتھ دیا تھا۔ انہوں نے انقلابی ویانا پر یلغار کر دی اور اسے ''شاہی'' حکام کے بے رحم انتقام کے حوالے کر دیا۔ اسی وقت جب اینگلز باکونن کے خلاف اپنا

مباحثہ جاری رکھے ہوئے تھا وہ ایک بار پھر باغی ہنگری کے خلاف ایکشن میں تھا جس کی انقلابی جنگ کو اینگلز نے نیوے رائنشے زیتنگ کے کالموں میں ماہرانہ علم کے ساتھ بیان کیا، مگر بہ یک وقت اس قدر بے جا طرفداری کے ساتھ بیان کیا کہ اُس نے میگیاروں کے تاریخی ارتقا کی سطح کو بہت زیادہ سمجھا جس طرح کہ پہلے اس نے پولینڈ والوں کو زیادہ سمجھا تھا۔ باکونن کے اس مطالبے کا جواب دیتے ہوئے کہ آسٹریائی سلاووں کو ان کی آزادی کی ضمانت دی جائے، اس نے اعلان کیا ''یورپ میں سب سے زیادہ انقلاب دشمن قوموں کی طرف سے اب ہمیں پیش کش کیے جانے والے بھائی چارے کے جذباتی فقروں کا ہمارا جواب یہ ہے: روس کے خلاف نفرت جرمنوں کا پہلا انقلابی ولولہ تھا اور ابھی بھی ایسا ہی ہے۔ انقلاب کے وقت سے روس کے خلاف یہ نفرت چیک اور کروٹ لوگوں کے خلاف نفرت کے ذریعے تیز کر دی گئی، اور پولینڈ والوں اور میگیار والوں کو ساتھ لے کر، ہم انقلاب کی فتح صرف اور صرف ان سلاو لوگوں کے خلاف مضبوط دہشت پسندی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ ہمیں پتہ ہے کہ انقلاب کے دشمن کہاں مرکوز ہیں: روس میں اور آسٹریائی سلاو ممالک میں۔ اور ان ممالک کے دھندلے جمہوری مستقبل کے لئے جملے اور اپیلیں ہمیں اپنے دشمنوں سے دشمن کے بطور سلوک کرنے سے نہیں روک سکتیں''، اور لہٰذا اینگلز ''انقلاب دشمن سلاویت'' کے خلاف موت تک ایک بے رحم جدوجہد کی وکالت کرتا ہے۔

یہ فقرے یورپی رجعت کے لئے آسٹریائی سلاووں کی طرف سے غلامانہ خدمات سرانجام دینے پہ محض غصے کے سبب سے نہ تھے۔ پولشوں، روسیوں اور شاید ترکی میں سلاووں کو چھوڑ کر اینگلز سلاو لوگوں کے لئے کسی بھی تاریخی مستقبل سے انکار کرتا ہے: ''صرف اس سادہ وجہ سے کہ سارے دوسرے سلاووں کے پاس آزادی اور قومی زندگی کے لئے اولین تاریخی، جغرافیائی، سیاسی اور صنعتی حالات نہیں ہیں''۔ قومی آزادی کے لئے ان کی جدوجہد نے انہیں زار بادشاہ کا آلۂ کار بنا دیا اور جمہوری پان سلاووں کے خود فریب معانی اس حقیقت کو ذرا بھی تبدیل نہیں کر سکے۔ عظیم مہذب قوموں کا اپنے انقلابی ارتقا کے لئے جدوجہد کرنے کا تاریخی حق، اِن چھوٹی، مفلوج اور بانجھ قوموں اور گروہوں کی جدوجہدِ آزادی سے زیادہ اہم تھا۔ عظیم تر جدوجہد کے نتیجے میں ان

چھوٹی اقوام اور گروہوں کو تاریخی ترقی کے ایک پراسیس میں حصہ لینے کی رعایت ملے گی جو اگر انہیں اپنے حال پر چھوڑا جائے تو مکمل طور پر ان کے لئے اجنبی رہے گی۔ 1882ء میں اس نے پھر یہی کچھ کہا: اگر بلقان سلاووں کی جدوجہدِ آزادی مغربی یورپ کے پرولتاریہ کے مفادات کے مخالف چلی تو پھر زار بادشاہی کے یہ دم چھلے میری طرف سے جہنم میں جائیں، سیاسی جدوجہد میں شاعرانہ ہمدردیوں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہوتی۔

اینگلز اُس وقت غلطی پر تھا جب اس نے چھوٹی سلاو قوموں کے لئے کسی تاریخی مستقبل کو رد کر دیا، مگر وہ بنیادی تصور جو اس کے رویے کو متعین کرتا تھا بلاشبہ درست تھا اور نیوے رائنشے زی تنگ نے اس تصور کو حتیٰ کہ ایک ایسے معاملے میں بھی مضبوطی سے تھامے رکھا جب یہ فلسطیوں کی ''شاعرانہ ہمدردیوں'' سے اتفاقیہ مطابقت رکھ رہا تھا۔

4۔ستمبر ایام

یہ 18 مارچ کے بعد شلسوگ وہولسٹین معاملے میں پروشیائی حکومت کی ڈنمارک کیس کے خلاف شروع کردہ جنگ تھی جو کہ جرمن لیگ کی ہدایات پر تھی۔

ہولسٹین ایک جرمن علاقہ تھا اور جرمن لیگ کا تھا۔ شلسوگ' لیگ کا ممبر نہیں تھا اور اس کا کم از کم شمالی حصہ ڈنمارکیوں کا تھا۔ دونوں ریاستیں ڈنمارک کے ساتھ ایک مشترکہ حکمران گھرانے سے منسلک تھیں گو کہ شلسوگ وہولسٹین میں خالصتاً نرینہ وراثت کا اصول چلتا تھا۔ جبکہ ڈنمارک میں جو کہ دونوں ریاستوں سے بڑا تھا اور ذرا زیادہ گنجان آباد تھا، نر اور مادہ دونوں کی وراثت موجود تھی۔ شلسوگ اور ہولسٹین کی ایک مشترکہ انتظامیہ تھی اور انہیں سانجھی ریاستی آزادی حاصل تھی۔

ڈنمارک کی، دونوں ریاستوں کے ساتھ بین الاقوامی معاہدوں کے مطابق تعلقات تھے، مگر حقیقت میں انیسویں صدی کی سرحد تک کوپن ہیگن میں جرمن روح نمایاں تھی اور جرمن زبان سلطنت کی سرکاری زبان تھی جبکہ شلسوگ وہولسٹین کا اشرافیہ ڈنمارک کے حکومتی حلقوں میں فیصلہ کن اثر رکھتا تھا۔ نپولینی جنگوں کے دوران قومی تضادات ابھرنے لگے۔ ویانا سمجھوتوں میں ڈنمارک کو عظیم انقلابِ

فرانس کے وارث سے اپنی وفاداری کی قیمت ناروے کے نقصان کی صورت میں ادا کرنی پڑی، اور بقا کی جدوجہد میں اسے شلسوگ وہولسٹین پر قبضہ کرنا پڑا، اس لئے کہ اس کے حکمران گھرانے کے نرینہ سلسلے کے رفتہ رفتہ خاتمے نے ڈنمارک سے دونوں ریاستوں کی مکمل علیحدگی کو ناگزیر بنا دیا اور اس طرح کے حالات میں وہ دونوں ریاستیں کسی اور کے قبضے میں چلی جاتیں۔ ڈنمارک نے جس حد تک ممکن تھا خود کو جرمن اثر سے آزاد کرنا شروع کیا، اور جیسے کہ یہ بات ایک حقیقی قومی روح پیدا کرنے میں بہت چھوٹی تھی اس لئے اس نے ایک طرح کی مصنوعی سکنڈ نیویائیت فروغ دینی شروع کردی، تاکہ خود کو ایک مشترک تہذیبی کمیونٹی میں ناروے اور سویڈن سے ملا دے۔

دونوں ریاستوں پر مکمل کنٹرول حاصل کرنے کی ڈنمارک حکومت کی کوششوں کو ثانی الذکر کے اندر مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اور یہ تنازعہ جلد ہی جرمنی کے لئے ایک قومی سوال بن گیا۔ بالخصوص جرمنی نے اپنے بڑھتے ہوئے تجارتی اور بحری تعلقات کے لئے شلسوگ وہولسٹین تنگنائے کی اہمیت کا احساس کرنا شروع کیا۔ لہٰذا اس نے شلسوگ وہولسٹین میں ڈنمارک کی پروپیگنڈا کی مزاحمت کو بڑھتی ہوئی پذیرائی کے ساتھ خوش آمدید کہا۔ 1844ء سے ''شلسوگ وہولسٹین میر مشلنجن'' نامی نغمہ ایک طرح کا قومی ترانہ بن گیا۔ بلاشبہ یہ تحریک ''ماقبل مارچ'' والی ایجی ٹیشن کے عمومی' خفتہ اور بور کرنے والے ابھار سے زیادہ آگے نہیں گئی مگر جرمن حکومتیں اس کے اثر سے خود کو مکمل طور پر آزاد کرنے کے قابل نہ ہوئیں۔ 1817ء میں ڈنمارک کے شاہ کرسٹیان ہشتم نے اس کھیل میں ایک شاہی مراسلہ جاری کر کے ایک فیصلہ کن چال چلی۔ اس مراسلہ میں اس نے شلسوگ کی ریاست کو، اور حتیٰ کہ ہولسٹین ریاست کے ایک حصے کو بھی سلطنتِ ڈنمارک کے اٹوٹ انگ ہونے کا اعلان کیا۔ اور اب جرمن وفاقی اسمبلی نے بھی خود کو اچھا خاصا اکٹھا کیا تاکہ ایک لنگڑا لولا احتجاج کر سکے، بجائے اس کے کہ اپنی نالائقی کا اعلان کردے جو کہ اس کی خصلت تھی کہ جب بھی شاہی تشدد کے خلاف جرمن عوام کے مفادات کا دفاع کرنے کی ضرورت پڑتی، وہ اُس لائق نہ ہوتی تھی۔

فطری طور پر نیوے رائنشے زی تنگ نے بورژوازی کے سمندر میں گھری اور پھڑکتی گرمجوشیوں سے کوئی ہمدردی محسوس نہ کی۔ اس کے خیال میں یہ سکینڈ ینیویائیت کا الٹا پہلو تھے، ''ایک ظالم، غلیظ

اور قزاقوں والی قدیم نوردک قومیت کے لئے گرمجوشی جو کہ اپنی گہری جڑیں رکھنے والی خواہشات کو الفاظ میں نہیں بلکہ یقینی طور پر عمل میں بیان کر سکتی ہے۔یعنی عورتوں پر ظلم، پرانی مئے نوشی، اور متبادل اَشکوں بھری جذباتیت اور تند و تیز طیش''۔ صورتحال غیر معمولی انداز میں بدل گئی اس لئے کہ ڈنمارک میں یہ بورژوا حزب اختلاف تھا جو سکنڈ ینیو یائیت کے جھنڈے تلے لڑا، جو چاہتا تھا کہ شلسوِگ ریاست ڈنمارک کی ہو جائے، ڈنمارک کی معاشی سرگرمیاں وسیع ہوں اور ایک جدید آئین دے کر ڈینش ریاست کو مضبوط کیا جائے۔اور دوسری طرف دونوں ریاستوں میں پرانے حقوق کیلئے لڑائی زیادہ سے زیادہ فیوڈل روایتوں اور بادشاہی حقوق کے لئے جدوجہد بنتی گئی۔

جنوری 1848ء میں فریڈرک ہفتم آخری نرینہ وارث کی حیثیت سے ڈنمارک کے تخت پر بیٹھا، اور اپنے والد کے بسترِ مرگ کی نصیحت کے مطابق اس نے فوری طور پر ڈنمارک اور دونوں ریاستوں کے لئے ایک لبرل آئین کی تیاری شروع کر دی۔ایک ماہ بعد کوپن ہیگن میں فروری انقلاب نے ایک زبردست عوامی تحریک ابھار دی جس نے ایڈر، ڈینز کو اقتدار دلا دیا جس نے فوری طور پر انتھک توانائی کے ساتھ اپنے پروگرام کو نافذ کرنا شروع کر دیا۔ اُس کا مقصد شلسوِگ ریاست پر دریائے ایلڈر تک قبضہ کرنا تھا۔تب دونوں ریاستوں نے ڈنمارک کی شاہی سلطنت سے آزاد ہونے کا اعلان کیا، کیل کے مقام پر ایک عبوری حکومت قائم کی اور 7000 افراد پر مشتمل فوج تشکیل دی۔ عبوری حکومت میں اشرافیہ نمایاں طور پر موجود تھی، اور بجائے اس کے کہ دونوں ریاستوں کے وسائل کو متحرک کیا جاتا جو اس پوزیشن میں تھیں کہ ڈنمارک کے خلاف ڈٹ جاتیں، حکومت نے مدد کے لئے جرمن فیڈرل اسمبلی اور پروشیائی حکومت کو پکارا۔ اس لئے کہ اسے کوئی خوف نہ تھا کہ اِن دونوں میں سے کوئی بھی اشرافیہ کے فیوڈل مراعات میں مداخلت کی کوشش کرے گی۔

اُس نے ان دونوں اداروں سے فوری مدد پائی جنہوں نے خوشی سے ''جرمن کاز کا دفاع'' کے موقع کو انقلاب کے بھاری حملوں سے صحت یاب ہونے کا موقع دیکھ کر ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اٹھارہ مارچ کو برلن بیریکیڈ لڑاکاؤں کے ہاتھوں اپنے گارڈز رجمنٹ کی شکست کی نشانی کے بعد، پروشیائی بادشاہ چاہتا تھا کہ فوجی فتح کے ذریعے اُن کے وقار کو دوبارہ بحال کرے اور ڈنمارک جو کہ

عسکری طور پر کمزور تھا، لگتا تھا کہ مطلوبہ موقع دینا چاہتا تھا۔بادشاہ ایڈر، ڈینز کو انقلاب کے نتائج میں سے ایک سمجھتے ہوئے نفرت کرتا تھا، مگر بہ یک وقت وہ شلسوگ و ہولسٹین کو ایک خدادادا تھارٹی کے خلاف باغی سمجھتا تھا۔اس لئے اس نے اپنے جرنیلوں کو حکم دیا کہ جس قدر ممکن ہو''انقلاب کے لئے اپنی دم چھلہ والی خدمت'' انجام دیں۔ بہ یک وقت اس نے میجر وان ولڈنبرگ نامی ایک خفیہ ایلچی کو، کوپن ہیگن روانہ کیا تا کہ ڈنمارک حکومت کو اطلاع دے کہ وہ چاہتا ہے کہ شلسوگ و ہولسٹین اپنے ڈیوک والے حکمرانوں کو برقرار رکھیں اور یہ کہ وہ صرف ریڈیکل اور ریپبلکن عناصر کو روکنے کیلئے مداخلت کر رہا ہے۔

البتہ ڈنمارک نے اس پیغام سے دھوکہ نہ کھایا۔اس لئے اس نے بڑی قوتوں سے مدد کی اپیل کر دی۔ برطانیہ اور روس دونوں مدد دینے کے لئے حاضر ہوئے۔اُن کی مدد نے ایک سکول کے لڑکے کی طرح چھوٹے ڈنمارک کی طرف سے بڑے جرمنی کو پے در پے گھونسے مارے۔ڈنمارک کے جنگی آدمیوں نے جرمنی کی سمندری تجارت پر تباہ کن مکّے برسائے، مگر جرمن وفاقی فوج نے پروشیائی جرنیل رَینگل کی قیادت میں دونوں ریاستوں پر حملہ کر دیا اور بے کار عسکری قیادت کے باوجود کمزور ڈنمارکی فوجوں کو پسپا کر دیا۔محض بڑی طاقتوں کی سفارتی مداخلت کی بنا پر اس کی فوجی کامیابیاں بیکار ثابت ہوئیں۔مئی کے آخر میں رَینگل کو برلن سے جُوٹلینڈ سے اپنی فوجیں واپس بلانے کا حکم ملا۔9 جون کو قومی اسمبلی نے اعلان کیا کہ دونوں ریاستوں کا کاز جرمن قوم کا کاز ہے اور لہٰذا وہ اسمبلی کے دائرے میں آتے ہیں جو کہ جرمنی کے وقار کا دفاع کرے گی۔

دراصل جنگ جرمن لیگ کے نام سے برپا ہو رہی تھی۔اور اس کی قیادت قومی اسمبلی کے ہاتھوں میں ہونی چاہئے تھی مگر پروشیائی حکومت نے ان حقائق کو نظر انداز کیا اور 28 اگست کو روسی اور برطانوی دباؤ کے تحت، اس نے مالموئی والی سات ماہ کی عارضی جنگ بندی کر لی۔ جنگ بندی کی شرائط جرمنی کے لئے شرمناک تھیں: شلسوِگ و ہولسٹین کی عبوری حکومتیں توڑ دی گئیں اور جنگ بندی کے زمانے کے لئے سپریم کنٹرول ڈنمارک کے حامی کے ہاتھوں میں دی گئی، عبوری حکومت کے فرامین منسوخ کیے گئے اور شلسوگ اور ہولسٹین کی فوجیں ایک دوسرے سے علیحدہ کی گئیں۔

جرمنی کو بھی ایک نمایاں فوجی نقصان پہنچا، اس لئے کہ جنگ بندی پورے موسم سرما پر محیط تھی جس دوران ڈنمارک کا جنگی بیڑہ بے بس ہوتا اور جرمن ساحلوں کی نا کہ بندی نہیں کرسکتا تھا جبکہ جرمن فوجیں برف کا فائدہ اٹھا کر ''فے اِن'' پر قبضہ کرسکتی تھیں۔ اوراس طرح ڈنمارک کو زی لینڈ کے جزیرے تک کم کرسکتی تھیں۔

جنگ بندی پر دستخط کی خبر ستمبر کے اوائل میں پہنچی اور فرینکفرٹ قومی اسمبلی پر بم کی طرح گری۔ جس کے ممبر ''از منہ وسطیٰ کی عالمانہ دھوبن والی باتونی پن کے ساتھ'' مستقبل کے رائج آئین کے ''بنیادی حقوق'' پر لا متناہی بحثیں کررہے تھے۔ اپنی پہلی سراسیمگی میں ممبروں نے پانچ دسمبر کو جنگ بندی کو ویٹو کرنے کا فیصلہ کیا تھا، اوراسی سبب سے رائج وزارت نے استعفیٰ دیا۔

نیوے رائنشچے زی تنگ کی طرف اس فیصلے کا جاندار اطمینان کے ساتھ مگر کسی واہمہ کے بغیر خیر مقدم کیا گیا: ''ڈنمارک والے ایک ایسی قوم ہیں جو تجارتی، صنعتی، سیاسی طور پر اور ادب میں، بغیر کسی شرط کے جرمنی پر انحصار کرتے ہیں۔ یہ ایک معروف حقیقت ہے کہ ڈنمارک کا دارالخلافہ ہیمبرگ ہے کوپن ہیگن نہیں، اور یہ کہ ڈنمارک جرمنی سے اپنی ادبی درامدات اسی طرح اخذ کرتا ہے جس طرح کہ وہ اپنی مادی درامدات کرتا ہے۔ ہولبرگ کے واحد استثنا کے ساتھ، ڈنمارک کا ادب جرمن ادب کی ایک کمزور نقل کے علاوہ کچھ نہیں ہے............ جرمنی کو شلسوگ کو اسی جواز کے ساتھ لینا چاہیے جس طرح کہ فرانس نے فلینڈرز، الساس اور لورین کو لیا تھا، اور جلد یا بدیر بلجیم کو لے گا۔ یہ حق ہے تہذیب کا وحشت پہ، پراگریس کا جمود پہ............ جو جنگ ہم شلسوگ و ہولسٹین میں کررہے ہیں واقعتاً ایک قومی جنگ ہے۔ کس نے شروع سے ڈنمارک کی طرف داری کی؟ یورپ میں سب سے زیادہ رجعتی طاقتوں نے: روس، انگلینڈ اور پروشیائی حکومت نے۔ جس قدر ممکن تھا پروشیائی حکومت نے جنگ صرف خارجی نمود میں شروع کی تھی۔ وان ولڈنبروخ کا نوٹ یاد رکھیں، وہ رضا مندی جس کے ساتھ پروشیا نے انگلینڈ اور روس کی درخواست پر جوٹلینڈ کو خالی کیا، اور اب اس جنگ بندی کو یاد رکھیں۔ پروشیا، انگلینڈ اور روس وہ تین طاقتیں ہیں جو جرمن انقلاب، اور اس کے پہلے پہل یعنی جرمن اتحاد سے سب سے زیادہ خوفزدہ ہیں۔ پروشیا اس لئے کہ اس کا تو وجود ختم

ہو جائے گا، انگلینڈ اس لئے کہ جرمن مارکیٹ اس کے استحصال سے چلی جائے گی، اور روس اس لئے کہ جمہوریت نہ صرف وسچولا تک پیش قدمی کرے گی بک ہ دوینا اور ڈنیپر تک۔ پروشیا، انگلینڈ اور روس نے مل کر شلسوگ و ہولسٹین کے خلاف، جرمنی کے خلاف، انقلاب کے خلاف سازش کی۔ فرینکفرٹ فیصلوں کے نتیجے میں جنگ ہوسکتی ہے، وہ جنگ جرمنی کی پروشیا، انگلینڈ اور روس کے خلاف ہوسکتی ہے۔ جرمن انقلابی تحریک کو ایک ایسی جنگ کی ضرورت اُسے کاہلی سے اٹھانے کیلئے ہے، انقلاب دشمنی کی اِن تین بڑی قوتوں کے خلاف جنگ، ایک ایسی جنگ جو بالآخر پروشیا کو جرمنی کا ایک حصہ بنا دے گی، جو پولینڈ کے ساتھ الائنس کو ایک فوری اور ناگزیر ضرورت بنائے گی، جو اٹلی کو اس کی آزادی فوراً بخش دے گی، اور جو سیدھا سیدھا 1792ء سے لے کر 1815ء تک جرمنی کے انقلاب دشمن پرانے اتحادیوں کے خلاف لڑی جائے گی۔ ایک ایسی جنگ جو ''آبائی سرزمین کو خطرہ میں ڈالے'' جو اسے محفوظ رکھے صرف اس لئے کہ ''جرمنی کی فتح جمہوریت کی فتح پر انحصار کرے گی''۔

نیوے رائنشچے زی تنگ سے یہ واضح اور تیز دھار اقتباس اس بات کا عکس تھا جو کہ انقلابی عوام الناس جبلی طور پر محسوس کررہے تھے۔ 50 میل کے دائرے سے ہزاروں لوگ فرینکفرٹ کی طرف لپکے جو کہ نئے انقلابی جدوجہد کے لئے تیار اور بے صبرے تھے لیکن جیسا کہ نیوے رائنشچے زی تنگ نے اشارہ کیا، اس طرح کی ایک جدوجہد خود قومی اسمبلی کو ختم کر ڈالتی۔ قومی اسمبلی نے بہادری سے خودکشی پر، بزدلی میں خودکشی، کو ترجیح دی۔ سولہ ستمبر کو اس نے مالموئی کی جنگ بندی کی منظوری دی، جبکہ ایک آدھ استثناؤں کے ساتھ، اس کے بائیں بازو کے نمائندوں نے ایک مطالبہ مسترد کیا کہ یہ خود کو ایک انقلابی کنونشن کے بطور تشکیل دے۔ جو واحد لڑائی ہوئی وہ فرینکفرٹ میں ایک معمولی بریگیڈ لڑائی تھی، اور حتیٰ کہ اسے بھی معزز رائج ریجنٹ کی طرف سے جان بوجھ کر بڑا ہو جانے دیا گیا تا کہ اسے پڑوس کے مائنس فیڈرل چھاؤنی سے ایک بڑی فوج لانے، اور اس کی سنگینوں سے آزاد و خودمختار پارلیمنٹ کے رعب ڈالنے کا بہانہ مل سکے۔ بہ یک وقت برلن کے اندر ہینس مین وزارت کو بدنصیبی نے آن لیا۔ جس کی پیش گوئی نیوے رائنشچے زے تنگ کر چکا تھا۔ اس نے ''انارکی کی طاقتوں'' کے خلاف ''ریاستی طاقت'' کو مضبوط کیا تھا، اس طرح پرانے پروشیائی ملٹری، پولیس اور بیوروکریٹک

ریاست کو، 18 مارچ کو لگنے والی ضربوں کے بعد دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے میں مدد دی، مگر وہ حتیٰ کہ بورژوازی کے ڈھیٹ منافع کے مفادات کو تقویت دینے میں بھی کامیاب نہ ہوسکا جس کے لئے اس نے انقلاب سے غداری کی تھی۔ اور سب سے بڑھ کر، جس طرح کہ برلن اسمبلی کے ایک ممبر نے غمزدگی سے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا، ''مارچ ایام میں شگاف کے باوجود، پرانا فوجی نظام اپنی بھرپوریت کے ساتھ ہمارے ساتھ ہے''۔ یہ بات سچ تھی اور پیرس جون ایام کے وقت سے اس نے اپنی جنگ کی زبانی دھمکی تقریباً خودکار طریقے سے دوبارہ شروع کی۔ یہ ایک کھلا راز تھا کہ ایک سبب کہ، پروشیائی حکومت ڈنمارک کے ساتھ ایک جنگ بندی پر یک دم راضی ہوگئی، ایک انقلاب دشمن کو دتا کی تیاری کے لئے رینگل اور اس کی فوجوں کو برلن کے مضافات میں بلانے کی اس کی خواہش تھی۔ لہٰذا سات ستمبر کو برلن اسمبلی نے وزیر جنگ سے مطالبہ کرنے کی کافی جرات اکٹھی کی کہ وہ سارے فوجی افسروں کو رجعتی سرگرمیوں کے خلاف متنبہ کرنے کا حکم جاری کرے اور اُن سارے افسروں سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کرے جن کے سیاسی عقائد موجودہ آئینی صورتحال سے متضاد ہوں۔

یہ مطالبہ کسی بڑی اہمیت کا حامل نہ تھا بالخصوص اس لئے کہ اسی طرح کی اپیلیں پہلے ہی کسی طرح کے نتائج پیدا کیے بغیر، بیوروکریسی کے ممبروں کو جاری کی گئی تھیں۔ ہینس مین وزارت گر گئی اور جنرل فوئیل کی قیادت میں ایک خالص بیوروکریٹک کابینہ قائم ہوئی جس نے کہ افسروں کی افواج کے معاملے میں خاموشی سے احکامات جاری کر کے دنیا پر ثابت کیا کہ ملٹری ازم اب مزید بورژوازی سے خوفزدہ نہیں ہے اور اب وہ اُس کا تمسخر اڑانے کی پوزیشن میں ہے۔

اس طرح ''بددماغ، مہا چالاک اور بانجھ'' اسمبلی نے نیوے رائنشے زی تنگ کی اس پیش گوئی کی تکمیل دیکھی کہ ایک صبح اس کا بایاں بازو جاگتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اُس کی پارلیمانی فتح اُس کی مادی شکست کے ساتھ ہم زمان تھی۔ انقلاب دشمن پریس کی طرف سے اٹھائے گئے شور وغل (یعنی یہ کہ بائیں بازو کی فتح برلن کے عوام الناس کے دباؤ کے تحت حاصل کی گئی) کا جواب دیتے ہوئے نیوے رائنشے زی تنگ نے لبرل اخبارات کی لنگڑی لولی تردیدوں کو ٹھکرا دیا اور بلا تکلف اعلان کر دیا کہ: ''آئینی اسمبلیوں کے اقدامات پر اپنی موجودگی کے ذریعے اخلاقی اثر ڈالنے کا جمہوری عوام

الناس کا حق ایک قدیم انقلابی حق ہے اور برطانوی اور فرانسیسی انقلابات کے وقت سے یہ کبھی بھی غیر موجود نہ رہا۔ تاریخ کو اِس حق کا شکرگزار ہونا ہوگا جس سے کہ اس طرح کی اسمبلیوں نے تقریباً سارے بھرپور اقدام کیے''۔ یہ اشارہ 1848ء کے اُن ستمبر ایام میں فرینکفرٹ اسمبلی کے ''پارلیمانی بوناپن کی طرف اُتنا ہی تھا جتنا کہ برلن اسمبلی کی طرف تھا۔

5- کولون ڈیموکریسی

برلن اور فرینکفرٹ میں ستمبر بحران نے کولون پر زبردست اثرات ڈالے۔ رائن لینڈ انقلاب دشمنی کی سب سے بڑی پریشانی کی نمائندگی کرتا تھا اور یہ مشرقی علاقوں سے بھرتی کی ہوئی فوجوں سے بھرا ہوا تھا۔ پروشیائی افواج کی تقریباً ایک تہائی رائن لینڈ اور ویسٹ فالیا میں موجود تھی۔ اور موجود صورتحال میں چھوٹی بغاوتیں بالکل بے کار تھیں۔ وقت کی ضرورت تھی کہ اُس روز کے لئے جمہوریت کی ایک جامع اور منظّم تنظیم بنائی جائے جب نیم دلانہ انقلاب کو مکمل بنانا ممکن ہوتا۔

جون میں اٹھاسی جمہوری تنظیموں کی ایک کانگریس فرینکفرٹ میں منعقد ہوئی اور اس میں ایک جمہوری تنظیم کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ البتہ یہ کولون ہی تھا جہاں اس تنظیم کی مضبوط اور ٹھوس شکل بنی جبکہ بقیہ جرمنی میں معاملہ بہت ہی ڈھیلا ڈھالا رہا۔ کولون ڈیموکریسی تین بڑی ایسوسی ایشنوں میں منظّم تھی، جن میں سے ہر ایک کی ممبرشپ ہزاروں میں تھی۔ یہ ایسوی ایشنیں اِس طرح تھیں: مارکس اور ویکل شنیدر کی قیادت والی ''ڈیموکریٹک ایسوسی ایشن''، مول اور شاپر کی زیرِ قیادت'' ورکرز ایسوسی ایشن'' اور نوجوان بیرسٹر ہرمن بیکر کی زیرِ قیادت'' آجروں اور ملازموں کی ایسوسی ایشن''۔ جب فرینکفرٹ کانگریس نے کولون کو رائن لینڈ اور ویسٹفالیا کے لئے مرکز قرار دیا تو اِن ایسوسی ایشنوں نے ایک مشترکہ مرکزی کمیٹی بنالی جس نے پھر رائن لینڈ میں ویسٹفالیا کے اندر ساری جمہوری ایسوسی ایشنوں کی ایک کانگریس منعقد کی، جسے اگست میں کولون میں منعقد ہونا تھا۔ کانگریس میں سترہ ایسوسی ایشنوں کے چالیس مندوبین آگئے اور انہوں نے تین جمہوری ایسوسی ایشنوں کی مشترکہ مرکزی کمیٹی کو رائن لینڈ اور ویسٹفالیا کے لئے ضلعی کمیٹی کے بطور مقرر کر دیا۔

مارکس اس تنظیم کا دانشور لیڈر تھا جس طرح کہ وہ نیوے رائنشے زی تنگ کا دانشور لیڈر تھا۔ اسے اعلیٰ قسم کی لیڈر شپ کی صلاحیت ودیعت تھی اور فرسودہ ڈیموکریٹ اسی بات پہ اُسے معاف کرنے پہ تیار نہ تھے۔ کارل شُرز جو اس وقت 19 سالہ طالب علم تھا، نے مارکس کو پہلی بار کولون کانگریس میں دیکھا اور بعد میں اپنی یادداشت سے اُسے یوں بیان کیا: ''مارکس اُس وقت تیس سال کا تھا اور پہلے ہی سوشلسٹ مکتبہِ فکر کا جانا پہچانا لیڈر تھا۔ قوی جسم کا شخص، چوڑی پیشانی اور کالی چمکتی آنکھیں۔ اس کے گہرے کالے بال اور مکمل داڑھی فوراً ہی عمومی توجہ مبذول کراتی تھیں۔ اسے اپنے میدان میں ایک بہت بڑا سکالر ہونے کی ساکھ حاصل تھی۔ اور درحقیقت وہ جس قدر وزن دار، مدلل اور واضح تھا، میں نے اپنی زندگی میں اس طرح کا دوسرا کوئی آدمی نہ دیکھا جس کا رویہ اس قدر گستاخ اور ناقابلِ برداشت حد تک مغرور ہو''۔ شُرز جو بعد میں بورژوازی کے ہیروؤں میں سے ایک بنا، اُس کاٹ ڈالنے والے توہین آمیز لہجے کو ہمیشہ یاد رکھتا تھا جس کے ساتھ مارکس لفظ ''بورژوازی'' ادا کیا کرتا تھا.........لگتا تھا وہ کسی ناقابلِ مصالحت چیز پر تھوک رہا ہو۔

یہ وہی راگ تھا جو ایک آدھ برس بعد لیفٹیننٹ تخاؤ کو بھی گانا تھا، جس نے مارکس کے ساتھ ایک گفتگو کے بارے میں لکھا: ''مارکس نے مجھے متاثر کیا۔ نہ صرف اپنی غیر معمولی برتری سے، بلکہ اپنی جاذب شخصیت سے بھی۔ اگر اس کا دل بھی اتنا ہی بڑا ہوتا جتنا کہ اس کا دماغ تھا، اور اس کی محبت بھی اتنی ہی عظیم ہوتی جتنی نفرت تو میں اس کی خاطر آگ میں کود جاتا، اس کے باوجود کہ اس نے کئی بار میرے بارے میں حقیر رائے دی اور آخر میں تو وہ کھلے عام ایسا کہتا تھا۔ وہ ہم میں سے واحد شخص ہے جس کو میں لیڈر شپ کے وصف سے منسوب کروں گا۔ معمولی باریکیوں میں خود کو گم کیے بغیر اُس میں بڑی سے بڑی صورتحال پہ عبور حاصل کرنے کی اہلیت ہے''۔ اور اس کے بعد وہی عمومی گھسے پٹے فقرے کہ مارکس کی خطرناک شخصی جاہ طلبی نے ہر دوسری چیز کھا ڈالی۔

1848ء کے موسمِ گرما میں فیوریئر کا امریکی خلیفہ البرٹ برِسبین ''نیویارک ٹریبون'' کے نمائندے کی حیثیت سے اُس کے پبلشر چارلس ڈانا کے ساتھ کولون میں تھا۔ مارکس کے بارے میں اُس کی رائے مختلف تھی: ''میں نے عوامی تحریک کے قائد کارل مارکس کو دیکھا۔ اُس زمانے میں اس

کا ستارہ بلندیوں پر تھا۔ وہ تیس کے پیٹے میں تھا۔ ایک مضبوط جسم، ایک عمدہ چہرہ اور گھنی سیاہ داڑھی۔ اس کا قد کاٹھ عظیم توانائی کا عکاس تھا اور اس کے اعتدال اور تکلف کے پیچھے ایک جرات مند روح کی پرجوش آگ دیکھی جاسکتی تھی''۔ یہ سچ تھا.........اُن دنوں مارکس ٹھنڈے دل مگر جرات مندی اور بہادری سے کولون ڈیموکریسی کی قیادت کر رہا تھا۔

گو کہ ستمبر بحرانوں نے اِس کی صفوں میں بہت گرمجوشی ابھار دی، مگر فرینکفرٹ اسمبلی ایک انقلاب منظّم کرنے کی جرات پیدا کرنے کے قابل نہ ہوئی، جبکہ دوسری طرف فوئیل وزارت ایک ردِانقلاب منظّم کرنے کے لئے تیار نہ تھی۔ ایک مقامی بغاوت کی کامیابی کے کسی صورت امکانات نہ تھے۔ اس لئے حکام ایک بغاوت ابھارنے کے لئے بے چین تھے تا کہ اسے آسانی کے ساتھ خون میں نہلایا جائے۔ ڈیموکریٹک ضلعی کمیٹی اور نیوے رائنشے زی تنگ کے ایڈیٹروں کے خلاف قانونی کاروائیاں اور پولیس اقدامات شروع ہو چکے تھے۔ جو بہانے بیان کیے گئے وہ اس قدر کمزور تھے کہ جلد ہی حکام نے خود ہی ترک کر دیے۔ مارکس نے حکام کی غدارانہ چالاکیوں کے خلاف تنبیہ بھری آواز اٹھائی:

''اِس وقت عوام کو بحیثیت مجموعی کوئی بڑا معاملہ تنگ نہیں کر رہا اور انہیں ایک جدوجہد کرنے پر نہیں ابھار رہا، اور لہٰذا ایک بغاوت کی کوئی بھی کوشش لازماً ناکام ہوگی۔ اِس وقت ایک بغاوت فضول سے بھی بدتر بات ہوگی اس لئے کہ مستقبل قریب میں ہوسکتا ہے بڑے واقعات رونما ہوں اور یہ ڈیموکریٹوں پر لازم آتی تھیں کہ لڑائی شروع ہونے کے دن سے قبل خود کو غیر مسلح نہ ہونے دیں۔ اگر بادشاہ ایک ردِانقلاب منظّم کرنے کی جرات کرے تو یہ عوام کی طرف سے ایک نئے انقلاب کی گھنٹی ہوگی''۔

البتہ 25 ستمبر کو بیکر، مول، شاپر اور ویلہلم وولف کی گرفتاری کے موقع پر چھوٹی گڑ بڑ ضرور ہوگئی۔ اس خبر نے کہ ایک جلسہِ عام کو تتر بتر کرنے کے لئے فوج آ رہی ہے، بریکیڈ تک کھڑے کروا دیے، لیکن دراصل فوج نے کوئی حرکت نہ کی اور جب پھر مکمل سکون بحال ہوا تو ملٹری کمانڈر نے کولون میں مارشل لا لگانے کی جرات کی۔ مارشل لاء کے تحت نیوے رائنشے زی تنگ بند کر دیا گیا اور 27 ستمبر کو یہ چھپنا بند ہوگیا۔ یہ شاید بے معنی فوجی کودتا کا واحد مقصد تھا اور کچھ دن بعد فوئیل وزارت

نے محاصرے کی حالت اٹھالی۔ نیوے رائنشے زی تنگ کو دراصل زور کا دھچکا لگ چکا تھا اور یہ کہیں جا کر بارہ اکتوبر کو دوبارہ چھپنے لگا۔

ایڈیٹوریل بورڈ ٹوٹ گیا، اس لئے کہ اس کے ممبروں کو گرفتاریوں سے بچنے کے لئے سرحد کی طرف جانا پڑا: ڈرونکے اور اینگلز بلجیم چلے گئے اور ولہلم وولف پلاٹی نیٹ چلا گیا۔ جنوری 1849ء کے شروع میں اینگلز ابھی تک برلن میں تھا جہاں وہ فرانس میں سے زیادہ تر پیدل گیا تھا۔ سب سے بری بات یہ تھی کہ اخبار کی مالی صورت حال بہت خراب تھی۔ شیئر ہولڈرز نے اس سے منہ موڑ لیا تھا۔ اس کے بعد اخبار کچھ عرصہ تو اپنی بڑھتی ہوئی سرکولیشن کی وجہ سے چلتا رہا۔ مگر اس آخری جھٹکے کے بعد اسے آخری حد تک غائب ہو جانے سے صرف اس بات نے بچایا کہ مارکس نے اسے ''ذاتی جائیداد'' کے طور لیا۔ اس نے اپنے والد سے جو تھوڑا بہت ترکے میں ملا تھا، اس پر قربان کر دیا، اس نے تو مستقبل میں ترکے میں ملنے والی رقم بھی ایڈوانس لے کر اس پہ تج دی۔ مارکس نے اس معاملے میں خود کبھی ایک لفظ بھی نہیں کہا مگر اس کی بیوی کے خطوط اور دوستوں کی باتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ اس نے ایجی ٹیشن کو جاری رکھنے اور اخبار کو زندہ رکھنے کی خاطر تقریباً 7000 تھیلر قربان کر دیے۔ گو کہ فطری طور پر ٹھیک ٹھیک رقم غیر اہم ہے، اصل بات تو یہ ہے کہ اس نے پرچم کو لہراتے رہنے کی خاطر جو کچھ پاس تھا، قربان کر ڈالا۔

مارکس کی حالت ایک اور حوالے سے بھی بہت غیر محفوظ تھی۔ انقلاب بھڑک اٹھنے کے بعد 30 مارچ کو فیڈرل کونسل نے فیصلہ کیا تھا کہ جرمن مفروروں کو جرمن قومی اسمبلی کے الیکشن میں حق رائے دہی دی جائے گی بشرطیکہ وہ جرمنی لوٹ آئیں اور لکھ کر دیں کہ انہیں اپنے سابقہ شہری حقوق کی تجدید کی خواہش ہے۔ یہ فیصلہ پروشیائی حکومت نے فوراً تسلیم کیا اور مارکس جو کہ قومی شہری حقوق کی ساری شرائط پہ پورا اترتا تھا، مطالبہ کرنے کا حق رکھتا تھا کہ اسے اس کے پروشیائی شہری حقوق دوبارہ دیے جائیں۔ جب اس نے اپریل 1848ء میں ایسا کیا تو کولون ٹاؤن کونسل نے فوراً منظوری دی اور جب اس نے کولون کے پولیس پریذیڈیٹ مولر کو بتایا کہ جب تک معاملہ غیر واضح ہو وہ اپنی فیملی کو ٹائیر سے کولون نہیں لاسکتا، تو مولر نے جواب دیا کہ ضلعی حکام، جو کہ ایک پرانے

پروشیائی قانون کے تحت ٹاؤن کونسل کے فیصلے پر عملدرآمد کرنے کے پابند تھے، یقیناً اس کے شہری حقوق لوٹانے کی اجازت دیں گے۔ مگر اسی دوران نیوے رائنشے زی تنگ شائع ہونا شروع ہوا تھا اور تین اگست کو مارکس کو ڈویژنل پولیس پریذیڈیٹ گیگر کی طرف سے سرکاری اطلاع موصول ہوئی کہ ان حالات میں شاہی حکومت نے فیصلہ کیا کہ ''وقتی طور پر'' اس کیس میں ایک غیر ملکی کو پروشیائی شہری حقوق نہیں دیے جاسکتے، اس لئے وہ خود کو غیر ہی سمجھتا رہے۔ 22 اگست کو اس نے غضب ناک ہو کر وزارتِ داخلہ کو اپیل کی مگر اس کی اپیل مسترد کی گئی۔

مارکس ایک مخلص شوہر اور باپ تھا۔ وہ حالات کی غیر یقینی کے باوجود اپنا خاندان کولون لا چکا تھا۔ اسی دوران خاندان کی تعداد بھی بڑھ چکی تھی۔ ماں کے نام کے اوپر جینی نامی پہلی بیٹی مئی 1844ء میں پیدا ہوئی تھی، اس کے بعد ستمبر 1845ء میں دوسری بیٹی لارا پیدا ہوئی۔ زیادہ عرصہ نہ گزارا تھا کہ بیٹا ایڈگر پیدا ہوا۔ ایڈگر مارکس کی وہ واحد اولاد ہے جس کی تاریخ پیدائش معلوم نہیں۔ پیرس کے وقتوں سے ہیلین ڈی موتھ نامی وفادار اور وابستہ نوکرانی اور دوست خاندان کے ساتھ رہی۔

مارکس ان آدمیوں میں سے نہ تھا جو ہر نئے واقف کار کو فوری طور پر دوست اور بھائی سمجھتے ہیں، مگر دوستوں کے ساتھ اس کی وفاداری کسی شک وشبہ سے بالاتر تھی۔ اس کی دوستی پکی ہوتی تھی۔ اُسی کانگرس میں جس پر الزام لگایا جاتا ہے کہ اس کے ناقابلِ برداشت غرور نے بہت سے لوگوں کو پرے دھکیل دیا جو خوشی سے اس کے پاس آسکتے تھے، اس نے ٹائیر کے وکیل شِلّی اور کریفیلڈ کے ٹیچر اِمانڈٹ کی تاحیات دوستی حاصل کی۔ اور گو کہ زندگی بھر اس کی رہبری کرنے والے مقصد کی سخت یکسوئی نے اسے شُرز اور تخاوَ جیسے نیم انقلابیوں کے لئے ممنوع بنا رکھا تھا، بہ یک وقت یہ فریلیگراتھ اور لاسال جیسے اصلی انقلابیوں کو اس کے دانشورانہ اور شخصی حلقے میں ناقابلِ مزاحمت انداز میں کھینچ لائی۔

6-فریلیگراتھ اور لاسال

فرڈیناڈ فریلیگراتھ مارکس سے آٹھ سال بڑا تھا اور اپنی جوانی میں وہ قدامت پسندی کا خالص

دودھ آزادانہ طور پر پیتا رہا۔ ایک موقع پر پروشیا سے ہروغ کے نکالے جانے کے بعد ہروغ کے ناکام دورے پر ایک طنزیہ نظم چھاپنے پر اس نے پرانے رائنشے زی تنگ کا کوڑا کھایا تھا۔ البتہ ماقبل مارچ ردِعمل کے ''سالؔ'' کو ''پالؔ'' میں بدلنے سے بہت پہلے اور برسیلز میں جلاوطنی کے زمانے میں اس نے مارکس سے شناسائی پیدا کی۔ ان کی واقفیت شروع میں معمولی مگر دوستانہ تھی۔ ''وہ ایک اچھا شخص، دلچسپ اور منکسر المزاج تھا''۔ اس نے مارکس کے بارے میں اعلان کیا، اور وہ براجح نہ تھا۔

1848ء کی گرمیوں اور خزاں میں دونوں کی واقفیت مضبوط دوستی میں پک گئی۔ اور جس چیز نے دونوں کو آپس میں جوڑا وہ عزت تھی جس سے دوسرا پہلو جرات اور ناقابلِ مصالحت انداز میں رائن کی تحریک میں مشترکہ انقلابی اصولوں کی نمائندگی کرتا تھا۔ فریلیگراتھ کا ذکر کرتے ہوئے مارکس نے ویڈی میئر کو لکھے گئے خط میں اعلان کیا: ''وہ ایک اصلی انقلابی ہے اور ایک مکمل طور پر دیانت دار شخص ہے۔ اور یہ وہ تعریف ہے جو میں بہت کم لوگوں کی کرتا ہوں''۔ بہ یک وقت مارکس نے ویڈی میئر کو شاعر کی ذرا سی حوصلہ افزائی کرنے کو کہا۔ اس نے یہ اعلان کیا کہ سارے شاعروں کو بہترین شاعری کرنے کے لئے ذرا سی مبالغہ آمیز حوصلہ افزائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس نے ایک بار فریلیگراتھ کو لکھا: ''میں بلاتکلف تمہیں بتاتا ہوں کہ میں غیر اہم غلط فہمی کی بنیاد پر اُن گنے چنے افراد میں ایک کو ضائع کرنے کے لئے تیار نہیں جنہیں میں اپنا دوست سمجھتا ہوں''۔ اپنی بدترین مشکلات کے زمانے میں اینگلز کے بعد مارکس کا فریلیگراتھ سے بہتر دوست کوئی نہ تھا۔

یہ دوستی اس قدر سادہ اور اس قدر اصلی تھی کہ فلسطی لوگ ہمیشہ اس سے ناراض رہتے۔ کبھی کبھی تو وہ یہ اعلان کرتے کہ شاعر کے جذبۂ شوق سے سرشار من موجی پن نے اسے بری صحبت میں ڈال کر اس سے ایک حقیر داؤ کھیلا ہے۔ اور کبھی کبھی وہ یہ اعلان کرتے کہ ایک آسیب زدہ ڈیماگاگ نے ایک غیر ضرر رساں شاعر پر زہریلی پھنکار ماری ہے اور اس کے نغمے کو مرجھا دیا ہے۔ اس بدتمیزی پر ایک لفظ بھی ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ مگر یہ ذکر کرنا چاہئے کہ اس کے خلاف ایک غلط تریاق تجویز کیا گیا تھا۔ ایک کوشش یہ کی گئی کہ فریلیگراتھ کو ایک ماڈرن سوشل ڈیموکریٹ میں بدل دیا جائے۔ فریلیگراتھ جذبۂ شوق سے سرشار جبلت اور شاعرانہ احساسات کے سبب ایک انقلابی تھا، نہ کہ سائنسی

غور و خوض کی وجہ سے۔ وہ مارکس کو انقلاب کا اولین رہنما قرار دیتا تھا، اور کمیونسٹ لیگ کو انقلابی ایڈوانس گارڈ قرار دیتا تھا۔ مگر ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' کی تاریخی دلیلیں اس کے لئے کم و بیش اجنبی ہی رہیں۔ اور اس سے بڑھ کر، اس کا منور من موجی پن اسے روزمرہ کی ایجی ٹیشن والے کام کی تکلیف دہ اور متین معمولی تفصیلات میں جانے نہ دیتا تھا۔

فرڈینانڈ لاسال، جو کہ تقریباً اسی زمانے میں مارکس کے حلقے میں شامل ہوا تھا، بالکل ہی مختلف طبیعت کا مالک تھا۔ وہ مارکس سے سات سال چھوٹا تھا، اور اس وقت تک اس کی ساکھ مکمل طور پر شہزادی ہیٹز فیلٹ کی طرف سے اس کی شاندار جدوجہد پر مبنی تھی جس کے ساتھ اُس کے خاوند نے برا سلوک کیا تھا اور برادری نے اس کے ساتھ دغا کیا تھا۔ فروری 1848ء میں لاسال دستاویزات کے ایک بکس کی چوری کے فساد کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا۔ مگر گیارہ اگست کو کولون عدالت نے ایک بہترین وکالت کے بعد اسے بری کر دیا، اور تب وہ خود کو انقلابی جدوجہد کے لئے وقف کرنے کے قابل ہوا۔

''ساری اصل قوت کے لئے اپنی ہمدردی'' کے ساتھ وہ فطری طور پر انقلابی جدوجہد کے لیڈر مارکس سے بہت متاثر ہونے سے نہ بچ سکا۔

لاسال نے ہیگل مکتبِ فکر کا بھی مطالعہ کیا اور اُن تعلیمات کی معصومیت پر کوئی شک کیے بغیر، اور ہیگل کے جانشینوں کی پستی سے متاثر ہوئے بغیر اس کے طریقوں سے خود کو خوب واقف کیا۔ ایک بار پیرس سفر کے دوران اس نے فرانسیسی سوشلزم سے واقفیت حاصل کی اور ہائینے کی پیغمبرانہ بصیرت سے ایک عظیم مستقبل کا اعزاز حاصل کیا۔ البتہ وہ عظیم توقعات جو اس نوجوان نے ابھاریں، اپنے ارتقا میں ایک حد تک کیریکٹر کے اُس ابہام کے ہاتھوں تھم سے گئیں جس پر وہ ایک محکوم نسل کے قریب الوقوع ورثہ کے خلاف جدوجہد میں مکمل طور پر قابو پانے سے قاصر رہا۔ پولش یہودیت کی فرسودہ فضا اس کے والدین کے گھر پر مکمل طور پر حاوی تھی۔ شہزادی ہیٹز فلیٹ کی اس کی چیمپئن شپ میں حتیٰ کہ غیر متعصب لوگ اس کے ارادوں کی سچائی کو نہ بھانپ سکے، حالانکہ وہ خود اپنے نقطۂ نظر سے صحیح تھا کہ اس انفرادی معاملے میں وہ اُس سارے عہد کے سماجی دکھ کے خلاف لڑ رہا تھا جو قبر کی

طرف حرکت کر رہا تھا۔ حتیٰ کہ فریلیگراتھ، جو کبھی بھی اس کی طرف التفات نہ رکھتا تھا، بھی اُس کے گرد اس کے تئیں عالمی تاریخ گھومتی تھی۔

سات سال بعد مارکس نے اظہار کیا: لاسال خود کو عالمی فاتح سمجھتا تھا اس لئے کہ وہ ایک پرائیویٹ سازش میں سفاک رہا، جس طرح کہ ایک حقیقی کیریکٹر کا شخص ایک ایسی حقیر شئے پر اپنی زندگی کے دس برس قربان کرنے کو تیار ہوتا۔ اور کئی دہائیوں بعد اینگلز نے اعلان کیا کہ مارکس شروع سے لاسال کے خلاف ایک قدرتی کراہت رکھتا تھا اور یہ کہ نیوے رائنشے زی تنگ جان بوجھ کر ہیٹز فیلٹ کیس کے بارے میں کم از کم چھاپتا تھا تا کہ کسی بھی ایسے تاثر سے بچے کہ اس معاملے میں اس کی لاسال کے ساتھ کوئی بات مشترک ہے۔ البتہ، اس معاملے میں اینگلز کی یادداشت اسے دھوکہ دے رہی تھی۔ اس لئے کہ حقیقت یہ ہے کہ 27 ستمبر کو نیوے رائنشے زی تنگ اپنے بند ہوجانے کے دن تک دستاویزات کے بکسے کی چوری کے مبینہ فساد کے سلسلے میں لاسال کے مقدمے کی بہت تفصیلی رپورٹیں شائع کرتا رہا۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس کی رپورٹیں اس حقیقت کو نہیں چھپاتی تھیں کہ یہ سارا معاملہ کم رضامند پہلو رکھتا تھا۔ اور پھر، مارکس نے خود، جیسے کہ اس نے فریلیگراتھ کو ایک خط میں مطلع کیا، شہزادی ہیٹز فلیٹ کی شدید ضرورت کے دنوں میں، اپنے تنگ دست ذرائع سے مالی مدد کی تھی، اور جب، اس کے کولون عرصے کے بعد وہ خود شدید مالی مشکلات سے دوچار ہوا تو اس نے ایک قصبے میں جس کے اندر اس کے بہت سے پرانے دوست تھے فریلیگراتھ کے علاوہ لاسال کو اپنا معتمد چنا۔

مگر اینگلز بالکل ٹھیک تھا جب اس نے کہا کہ مارکس لاسال کے بارے میں ایک قدرتی کراہت رکھتا تھا، اور وہ خود اور فریلیگراتھ بھی۔ یہ ایک ایسی کراہت تھی جس کا دلیل سے کوئی تعلق نہ تھا، اور یہ دکھانے کے لئے اچھے خاصے شواہد موجود ہیں کہ مارکس نے کراہت کو اجازت نہ دی کہ اسے ہیٹز فیلٹ معاملہ کی گہری اہمیت سے انکار کرادے، اُس زبردست وارفتگی کا ذکر ہی نہیں کرنا چاہئے جو لاسال انقلاب کے لئے رکھتا تھا، اس کی امتیازی صلاحیتیں اور پھر اس وفادار دوستی کا جو کہ نوجوان کامریڈ اُس کی طرف رکھتے تھے۔

یہ ضروری ہے کہ دونوں آدمیوں کے بیچ تعلقات کے ارتقا کو شروع سے احتیاط سے دیکھا

جائے، لاسال کی طرف سے نہیں (کہ اس کے تاریخی دعوے عرصہ ہوئے صحیح ثابت ہوئے) بلکہ خود مارکس کو غلط فہمیوں سے بچانے کی خاطر، اس لئے کہ لاسال کی طرف اس کا رویہ اس کی زندگی کے پیش کردہ سب سے مشکل نفسیاتی مسئلہ کی نمائندگی کرتا ہے۔

7۔ اکتوبر اور نومبر ایام

بارہ اکتوبر کو نیوے رائنشے زی تنگ دوبارہ شائع ہونے لگا اور اس نے اعلان کیا کہ فریلیگراتھ نے اس کے سٹاف میں شمولیت اختیار کر لی۔ ایک نئے انقلاب کو فوری طور پر خوش آمدید کہنے کے قابل ہونا بہت ہی خوش قسمت بات تھی، اس لئے کہ چھ اکتوبر کو ویانا کا پرولتاریہ اپنا مُکّہ تحسین و آفرین کی گونجوں میں نیچے لایا تھا اور اس نے ہیپسبرگ ردِ انقلاب کے غدارانہ منصوبوں کو بگاڑ دیا تھا جس نے کہ اٹلی میں ''رادزکی'' کی کامیابیوں کے بعد، سلاو لوگوں کی مدد سے پہلے باغی ہنگری والوں اور بعد میں باغی جرمنوں کو کچل ڈالنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

مارکس خود 28 اگست سے 7 ستمبر تک ویانا میں تھا تا کہ وہاں عوام الناس کو روشن خیال بنا سکے۔ مگر اخباری حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی خاص کامیاب نہ ہوا تھا۔ اور یہ حیرت کی بات نہیں ہے اس لئے کہ ویانا کے مزدور ابھی تک ارتقا کی نسبتاً نچلی سطح پر تھے۔ لہٰذا جس انقلابی جبلت سے انہوں نے ہنگری میں انقلاب کو دبانے کے لئے جانے والی فوجوں کی روانگی کی مخالفت کی تھی، وہ قابلِ تعریف ہے۔ اُن کے اقدام نے ردِ انقلاب کی پہلی آگ کو خود اُن کے اپنے قریب کر دیا، ایک ایسی مقدس قربانی جس کے قابل ہنگری اشرافیہ نہ ہوئی۔ وہ اُس کے تاریخی حقوق کی بنا پر ہنگری کی آزادی کے لئے اپنی جدوجہد کرنے کے لئے بے چین تھی، اور ہنگری کی فوج نے صرف ایک نیم دلانہ زور لگایا جس نے ویانا باغیوں کی مشکلات کم کرنے کی بجائے بڑھا دیں۔

جرمن ڈیموکریسی کا رویہ بھی اس سے بہتر نہ تھا۔ وہ بلاشبہ تسلیم کرتی تھی کہ ویانا بغاوت کی کامیابی پہ وہ کس قدر انحصار کرتی ہے، اس لئے کہ اگر ردِ انقلاب کو آسٹریائی دارالحکومت میں بالادستی حاصل ہوجاتی تو اس نے ناگزیر طور پر پروشیائی دارالحکومت میں بھی فیصلہ کن وار سے نمٹنا تھا جہاں وہ

بہت عرصے سے موقع کا انتظار کر رہی تھی۔ البتہ، جرمن ڈیموکریسی نے خود کو جذباتی بڑکوں، ہمدردی کی بیکار باتوں اور بانجھ پارلیمنٹ کی حکمرانی کے لئے مدد کی بے کار اپیلوں تک محدود رکھا۔ اکتوبر کے آخر میں جمہوری کانگریس دوسری بار برلن میں منعقد ہوئی اور اس نے محصور ویانا کی طرف سے روج کی لکھی ہوئی اپیل جاری کردی۔ نیو رائنشے زی تنگ نے درست انداز میں اشارہ کیا کہ اپیل ایک وعظ کرنے اور آنسوؤں سے بھری رقت انگیزی میں اپنی توانائی کی کمی کو چھپانے کی کوشش ہے، اور یہ کہ اس میں انقلابی گرمجوشی یا تصورات کا ایک ذرہ بھی موجود نہیں ہے۔ دوسری طرف مارکس کی زوردار نثر میں اور فریلیگراتھ کی شاندار شاعری میں گرمجوش اپیلیں اس بات پہ تھیں کہ محصور ویانا کی واحد موثر ممکنہ مدد گھر میں ردِ انقلاب کا تختہ الٹنے میں ہے۔ یہ اپیلیں صدا بہ صحرا ثابت ہوئیں۔

لہٰذا ویانا انقلاب کی تقدیر پر مہر لگ چکی تھی۔ بورژوازی اور کسانوں کی بے وفائی، اور صرف پیٹی بورژوازی کے ایک حصے اور طلبہ کی حمایت سے ویانا کے مزدور بہادری سے لڑے۔ مگر 31 اکتوبر کی شام کو محاصرہ کرنے والی فوج ایک جگہ سے شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگئی اور یکم نومبر کو ردِ انقلاب کا سیاہ وزرد پرچم سینٹ سٹیفن کیتھڈرل کے مینار پر لہرا رہا تھا۔

ویانا کی ہلا ڈالنے والی ٹریجڈی کے فوراً بعد برلن میں ایک بے ڈھنگا المیہ مزاحیہ ناٹک ہوا۔ فوئیل کا بینہ، برانڈنبرگ وزارت کو راستہ دینے کیلئے مستعفی ہوگئی جس نے فوراً ہی اسمبلی کو برانڈنبرگ کے صوبائی شہر میں کنارہ کش ہونے کا حکم دیا جس سے کہ جنرل رینگل' گارڈ رجمنٹوں کے ساتھ برلن میں داخل ہوا تا کہ اسلحہ کے زور سے اس حکم کی مدد کر سکے۔ برانڈنبرگ شیخی مارتے ہوئے خود کو ایک ہاتھی سے تشبیہ دیتا تھا جو کہ انقلاب کو اپنے پاؤں کے نیچے کچل دے گا، مگر نیوے رائنشے زی تنگ نے زیادہ سچ کے ساتھ اعلان کیا کہ برانڈنبرگ اور اس کا ساتھی رینگل ''بغیر سر کے، بغیر دلوں کے اور بغیر اصولوں کے دو اشخاص ہیں، جو کہ مرعوب کرنے والے مونچھ برداروں سے زیادہ کچھ نہیں''، مگر پست ہمت اسمبلی کے لئے تو یہی کچھ کافی تھا۔

رینگل کے مونچھ بردار فوجی' اسمبلی کو ڈرانے میں کافی ثابت ہوئے۔ یہ سچ ہے کہ اسمبلی نے آئینی صدر مقام، برلن خالی کرنے سے انکار کر دیا مگر جب ایک کے بعد دوسرا المیّہ اور تشدد کا قدم پڑا

(شہری گارڈ کا خاتمہ اور مارشل لاء کا اعلان وغیرہ) تو اسمبلی نے وزیروں کو غدار قرار دیا اور انہیں پبلک پروسیکیوٹر کے سامنے ملامت کیا۔ اس نے برلن مزدوروں کے اس مطالبے کو نظر انداز کر دیا کہ عوام کے حقوق کا مسلح قوت کے ساتھ دفاع کیا جائے۔ اس کی بجائے اس نے ''غیر متحرک مزاحمت'' کا اعلان کیا، یا دوسرے لفظوں میں دشمن کے مکّوں کا جواب دینے کی بجائے اس کے مکّے کھاتے رہنے کا شریفانہ فیصلہ کر لیا۔ اسے پھر رینگل کی فوجوں نے ایک کے بعد دوسرے ہال میں بھگانا شروع کر دیا۔ رینگل کی فوجوں کی طرف سے اچانک ابل پڑنے والی یہ سخت مزاجی ایک نئی بات تھی۔ اسمبلی نے متین انداز میں اعلان کیا کہ جب تک اسمبلی کو بغیر کسی رکاوٹ کے برلن میں اپنے اجلاس منعقد کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی اس وقت تک برانڈنبرگ کابینہ کو ریاستی پیسہ خرچ کرنے یا ٹیکس جمع کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ البتہ، اسمبلی کا اجلاس ختم ہی ہوا تھا کہ اس کے صدر وان اُنروہ نے اپنی قیمتی جان کے خوف سے اسمبلی کے بیورو کا اجلاس بلایا تا کہ کاروائی کے ریکارڈ میں درج کر دے کہ وزارت کے خلاف فیصلہ تکنیکی وجوہات کی بنا پر غلط ہے، حالانکہ اُس نے اُس فیصلے کا بغیر کسی رکاوٹ کے عام اعلان کرنے دیا تھا۔

حکومت کی سفاکانہ کودتا کی مناسب انداز میں مخالفت کا کام نیوے رائنشے زی تنگ پر چھوڑ دیا گیا۔ اُس نے اعلان کیا کہ موقع آ گیا ہے کہ ردِ انقلاب کی مخالفت ایک دوسرے انقلاب سے کی جائے۔ اس نے عوام الناس سے حکام کے تشدد کا جواب ہر ممکن جوابی تشدد سے دینے کا کہا۔ اس نے اعلان کیا کہ غیر متحرک مزاحمت کی بنیادوں میں فعال مزاحمت ہونی چاہیے، وگرنہ یہ بھیڑ کی قصائی کے خلاف غیر موثر جدوجہد کے علاوہ کچھ نہ ہوگی۔ بہ یک وقت اس نے تاج کے ساتھ مصالحت کے نظریے کے بارے میں قانونی سخن سازی اور باتیں بنانے کو ناترسی کے ساتھ مسترد کر دیا جس کے پیچھے بورژوازی کی بزدلی خود کو چھپانے کی کوشش کرتی تھی: ''پروشیائی بادشاہ جب اسمبلی کی طرف مطلق العنان طاقت کے بطور کام کرتا ہے تو وہ اپنا حق استعمال کرتا ہے، اور اسمبلی غلط ہے اس لئے کہ وہ بادشاہ کی طرف ایک آزاد اسمبلی کے بطور عمل نہیں کرتی............ پرانی بیوروکریسی بورژوازی کی ملازم بننے کے لئے تیار نہیں ہے جو ابھی تک اس کا مطلق العنان سکول ماسٹر رہی ہے۔

نہ ہی فیوڈل پارٹی بورژوازی کے الطار پر اپنی مراعات اور مفادات کی قربانی کے لئے رضامند ہے۔ اور آخر میں بادشاہ پرانے فیوڈل معاشرے کے عناصر میں اپنا اصلی اور دیسی سماجی بنیاد دیکھتا ہے، جس کا کہ وہ بلندترین اظہار ہے۔ جبکہ وہ بورژوازی کو ایک خارجی اور مصنوعی بنیاد سمجھتا ہے جو تاج کی صرف اس شرط پر مدد کرے گی کہ وہ ختم ہو جائے۔ زور زور سے '' خدا کے فضل سے'' کا چلاّنا بورژوازی کے لئے ایک متین قانونی اعزاز بن جاتا ہے، خون کا حق کاغذ کا حق بن جاتا ہے، اور شاہی سورج ایک بورژوا دھیلا کا قرض۔ لہٰذا تاج نے بورژوازی کے جملوں سے راغب ہونے سے انکار کر دیا، اور الٹا ثانی الذکر کے نیم انقلاب کا جواب ایک مکمل ردِانقلاب سے دیا۔ اس نے بورژوازی کو واپس انقلاب کے بازوؤں میں پھینک دیا، عوام کے بازوؤں میں، جب اس نے پکارا '' برانڈنبرگ اسمبلی کے اندر اور اسمبلی برانڈنبرگ کے اندر!''۔

نیوے رائنشے زی تنگ نے اس نعرے کو '' گارڈ روم اسمبلی کے اندر، اور اسمبلی گارڈ روم کے اندر!'' کے بطور درست انداز میں نقل کر کے ہنسی اڑا کر اس امید کا اظہار کیا کہ عوام اس نعرے کے تحت فتح مند ہو جائیں گے اور اسے ہاؤس آف برانڈنبرگ کی قبر پر کتبہ میں بدل دیں گے۔

حکومت کے ٹیکس جمع کرنے سے محروم کرنے کے برلن اسمبلی کے فیصلے کے بعد، کولون میں ڈیموکریٹک ڈسٹرکٹ کمیٹی نے مارکس، شاپر اور شنیدر کے دستخطوں کے ساتھ 18 نومبر کو ایک اپیل جاری کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ رائن لینڈ میں جمہوری ایسوسی ایشنیں فوری طور پر مندرجہ ذیل اقدامات اٹھائیں: حکام کی طرف سے طاقت کے ذریعے ٹیکس جمع کرنے کی کسی بھی کوشش کا ہر ممکن طریقے سے مزاحمت کرنا؛ دشمن کو مزاحمت دینے کے لئے فوری طور پر ہر جگہ شہری گارڈ منظم کرنا، میونسپل کے خرچے اور رضاکارانہ چندے پر غریبوں کو اسلحہ بارود مہیا کرنا، اگر سرکار اسمبلی کے فیصلوں کو ماننے سے انکار کر دے تو ہر جگہ پبلک سیفٹی کی کمیٹیاں منتخب کرنا، اور جو میونسپلٹیاں اسمبلی کی مزاحمت کریں تو انہیں مقبولِ عام ووٹوں کے ذریعے دوبارہ منتخب کرنا۔ الغرض ڈیموکریٹک ایسوسی ایشن نے وہی کیا جو برلن اسمبلی کو کرنا چاہیئے تھا۔ البتہ برلن اسمبلی کے ہیرو خود اپنی جرات پہ کانپ اٹھے اور اپنے ہی فیصلوں پر عملدرآمد کرنے سے بچاؤ کی خاطر اپنے اپنے حلقوں کی طرف دوڑ گئے،

اور اس کے بعد وہ اپنے اجلاسوں کو جاری رکھنے برانڈنبرگ دبک کر نکل پڑے۔ اس کے ساتھ وقار اور اثر کا آخری ذرہ تک چھوڑ دیا گیا حتیٰ کہ 5 دسمبر کو حکومت کے لئے اسمبلی ہی کو ڈسمس کرنا اور ایک نیا آئین اور نئے الیکشن مسلط کرنا آسان کام ہو گیا۔

برلن اسمبلی کی غداری نے رائن لینڈ میں ڈسٹرکٹ کمیٹی کو مفلوج کر دیا جس پر فوجوں نے یلغار کر دی۔ 22 نومبر کو لا سال، جس نے اپیل کا پر جوش خیر مقدم کیا تھا، کو ڈوسلڈورف میں گرفتار کیا گیا، جبکہ کولون میں پبلک پراسیکیوٹر نے اُن لوگوں کے خلاف ایکشن لیا جنہوں نے اس اپیل پر دستخط کیے تھے، گو کہ اس نے انہیں گرفتار کرنے کی جرات نہ کی۔

آٹھ فروری کو اپیل کے دستخط کنندگان '' بادشاہ کی فوج کے خلاف اور حکام کے خلاف ایک مسلح مزاحمت کے لئے لوگوں کو اکسانے'' کے الزام میں کولون میں ایک جیوری کے سامنے پیش ہوئے۔

پبلک پراسیکیوٹر کی طرف سے چھ اور آٹھ اپریل کے قوانین (وہی قوانین جو حکومت نے اپنی کو دتا کے ذریعے اسمبلی اور ملزمان کو کچلنے کے لئے جاری کیے تھے) کو استعمال کرنے کی کوشش کو مارکس نے ایک زوردار تقریر کے ذریعے تہس نہس کر دیا: جن لوگوں نے ایک کامیاب انقلاب کیا ہو وہ منطقی طور پر اپنے مخالفین کو پھانسی چڑھا سکتے ہیں مگر اُن پر کوئی فتویٰ نہیں دے سکتے، وہ اپنے شکست خوردہ دشمنوں سے نجات تو پا سکتے ہیں مگر ان پر مجرموں کی طرح مقدمہ نہیں چلا سکتے۔ ان قوانین کو اُن لوگوں کے خلاف استعمال کرنا ایک بزدلانہ منافقت ہے۔ جن کا ایک کامیاب انقلاب یا ردِانقلاب نے ابھی ابھی تختہ کر دیا تھا۔ یہ سوال کہ آیا اسمبلی سچ پر تھی یا تاج، ایک تاریخی سوال ہے اور اس کا فیصلہ بھی تاریخ ہی کر سکتی ہے نہ کہ ایک جیوری۔

مگر مارکس مزید آگے گیا، اُس نے تو سرے سے چھ اور آٹھ تاریخ کے قوانین کو تسلیم ہی نہیں کیا۔ جدید بورژوا سماج کی نمائندگی کرنے والی ایک اسمبلی کو ایک فیوڈل ادارے کے قوانین پر جج کیا ہی نہیں جاسکتا۔ یہ اصول کہ ایک سماج قانون پر مبنی ہوتا ہے' ایک لیگل افسانہ ہے۔ بلکہ اس کے برعکس اصل میں قانون سماج پر مبنی ہوتا ہے:

''میرے ہاتھ میں ''نپولین کوڈ'' (قانون) ہے۔ اس نے بورژوا سماج نہیں پیدا کیا۔ بلکہ الٹا،

اُسے بورژوا زسماج نے پیدا کیا، جو کہ اٹھارویں صدی میں ابھرا اور 19 ویں صدی میں اپنا ارتقا جاری رکھا۔ نپولین نے اِس کوڈ میں اپنی لیگل اظہار سے زیادہ کچھ نہ دیکھا۔ جس لمحے کوڈ وفاداری سے سماجی رشتے منعکس کرنے میں ناکام ہوجائے تو یہ ایک کاغذ کے ٹکڑے سے زیادہ کچھ نہیں رہتا۔ آپ پرانے قوانین کو نئے سماج کی بنیاد نہیں بنا سکتے ....''۔

برلن اسمبلی اُس تاریخی رول کو سمجھنے میں ناکام ہوئی جو مارچ انقلاب سے اس کے لئے مقرر ہوا۔ پبلک پراسیکیوٹر کا یہ الزام کہ اسمبلی نے ہر طرح کی مصالحت سے انکار کیا تھا، بے بنیاد تھا۔ اس لئے کہ اسمبلی کی بدقسمتی اور غلطی صرف اور صرف اس حقیقت میں تھی کہ اس نے خود کو ایک انقلابی کنونشن سے' متزلزل لوگوں کی ایک غیر واضح ایسوسی ایشن میں ڈھال کر اپنی تذلیل کی تھی: ''جس چیز کو ہم نے دیکھا وہ ایک سماج کی بنیاد پر دو دھڑوں کے بیچ ایک سیاسی تصادم نہ تھا، بلکہ وہ دو سماجوں کے مابین ایک جھگڑا تھا، ایک سماجی جھگڑا ایک سیاسی شکل میں۔ یہ جدید بورژوا سماج کے خلاف پرانے فیوڈل بیوروکریٹک سماج کی جدوجہد تھی، آزاد مقابلے کے سماج اور گلڈ و کارپوریشنوں والے سماج کے بیچ جدوجہد تھی، زمینداروں والے سماج اور صنعت والے سماج کے بیچ، آمرانہ عقیدہ والے سماج اور علم کے سماج کے بیچ''۔ ان دونوں سماجوں کے درمیان کوئی امن نہیں ہوسکتا۔ صرف جدوجہد ہی ہوسکتی ہے۔ جس میں دونوں میں سے ایک کو گر جانا تھا۔ ٹیکس دینے سے انکار نے سماج کی بنیادوں کو نہیں ہلایا، جیسے کہ دلچسپ طور پر پبلک پراسیکیوٹر نے پیش کیا تھا۔ یہ ایک حکومت کے خلاف سماج کی طرف سے اپنے دفاع میں اقدام تھا جس سے اس کی بنیادوں کو خطرہ تھا۔

ٹیکس ادا کرنے سے انکار کے معاملے میں اسمبلی کے اقدامات غیر قانونی نہ تھے، نہ ہی اس کے غیر متحرک مزاحمت والے اعلان پر اقدام غیر قانونی تھا: ''اگر ٹیکس جمع کرنے کو غیر قانونی قرار دیا جائے، تو ایک غیر قانونی اقدام اٹھانے کی کسی کوشش کی مخالفت میرا فرض ہے، خواہ یہ طاقت کے استعمال کے ذریعے ہو''۔ گو کہ جن لوگوں نے ٹیکس دینے سے انکار کی بات کی تھی انہوں نے اپنی جان کے ڈر سے انقلابی راستہ اختیار کرنے سے انکار کیا تھا، البتہ عوام الناس سے یہ راستہ اختیار کرنے پر مجبور تھے۔ اسمبلی کا رویہ عوام کے لئے فیصلہ کن نہ تھا: ''اسمبلی کا اپنا کوئی حق نہیں ہے؛

عوام نے اسمبلی کو اپنے حقوق کا دفاع کرنے کا صرف فریضہ منتقل کیا ہے۔ جب اسمبلی اپنا فریضہ ادا کرنے میں ناکام ہوتی ہے تو اُس کے حقوق ختم ہوجاتے ہیں اور عوام اپنے حقوق کے لئے خود میدان میں آجاتے ہیں۔'' جب تاج ایک ردِ انقلاب منظّم کرتا ہے تو عوام جائز طور پر ایک نئے انقلاب سے جواب دیتے ہیں''۔ مارکس نے اپنی تقریر اس بیان پر ختم کی کہ ڈرامے کا صرف پہلا ایکٹ ہی چلایا ہے۔ آخری سین یا تو ردِ انقلاب کی مکمل فتح ہوگا یا ایک نیا اور فتح مند انقلاب ہوگا، گو کہ وہ شاید ردِ انقلاب کی مکمل فتح کے بعد ہی ممکن تھی۔

اس قابلِ فخر انقلابی تقریر کے بعد جیوری نے سارے ملزم بری کردیے اور جیوری کے فورمین نے ہدایتی وضاحت پر مارکس کا شکریہ ادا کیا۔

8۔ شکستِ اعتماد کا ایک قدم

ویانا اور برلن میں ردِ انقلاب کی فتح کے ساتھ جرمنی میں فیصلہ کن لفظ کہہ دیا گیا تھا۔ انقلاب کی حاصلات کے لئے جو کچھ باقی بچا وہ فرینکفرٹ اسمبلی تھی جو عرصہ ہوا اپنی سیاسی ساکھ کھو چکی تھی اور جس نے اپنی توانائیاں ایک کاغذی آئین پر بحث کے نہ ختم ہونے والے سیلابوں میں صرف کردی تھیں۔ حقیقت میں ابھی تک واحد رہ جانے والا سوال یہ تھا کہ آیا یہ اسمبلی پروشیائی سنگینوں کی نوک پر برطرف کی جائے گی یا آسٹریائی سنگینوں کی نوک پر۔

دسمبر میں نیوے رائنشے زی تنگ نے مضامین کے ایک شاندار سلسلے میں پروشیائی انقلاب اور ردِ انقلاب کو بیان کیا، اور پھر فرانسیسی مزدور طبقے کے ابھار کی جانب پُر امید نظروں سے دیکھا، جس سے کہ اس اخبار کو ایک عالمی جنگ کی توقع تھی۔

''وہ ملک جس نے ساری قوموں کو پرولتاریوں میں بدل کر رکھ دیا جس نے پوری دنیا کو اپنے دیوہیکل جبڑوں میں پکڑے رکھا ہے، جس نے ایک بار پہلے بھی یورپی بحالی کے خرچے برداشت کیے، اور جس کی اپنی گود میں طبقاتی تضادات اپنے محبوب ترین اور سب سے بے شرم انداز میں ابھرے، یعنی انگلینڈ، وہ چٹان لگتا ہے جس پر انقلاب کی موجیں آ کر ٹوٹ جائیں گی۔ انگلینڈ نئے

سماج کو پیدا ہونے سے قبل ہی بھوکوں مار دے گا۔ انگلینڈ عالمی منڈی پر چھایا ہوا ہے، اور انگلینڈ کے بغیر یورپ کے ہر ملک میں' پورے براعظم میں، معاشی رشتوں کی ایک تبدیلی چائے کے کپ میں ایک طوفان کی مانند ہوگی۔ ہر ملک کے اندر صنعت اور کامرس کے رشتے دوسرے ملکوں کے ساتھ اُن کے رشتوں سے، عالمی مارکیٹ کے ساتھ اُن کے رشتوں سے متعین ہوتے ہیں۔ مگر انگلینڈ عالمی مارکیٹ پر چھایا ہوا ہے اور انگلینڈ پر بورژوازی چھائی ہوئی ہے''۔

چنانچہ فرانس میں کسی بھی سماجی ابھار کو انگریز بورژوازی کچل ڈالے گی، برطانیہ عظمٰی کی صنعتی اور تجارتی عالمی طاقت اُسے کچل ڈالے گی۔ فرانس یا یورپ میں کہیں بھی کوئی جزوی سماجی اصلاح ایک خالی اور مولویوں والی خواہش ہی رہے گی۔ اِس قدیم انگلینڈ کا تختہ صرف ایک عالمی جنگ الٹ سکے گی، صرف ایک عالمی جنگ ہی چارٹسٹوں کو (جو کہ انگریز پرولتاریہ کی منظّم پارٹی ہے) اپنے طاقتور حاکموں کے خلاف ایک کامیاب بغاوت کے لئے ضروری حالات بخش دے گی۔ سماجی انقلاب یوٹو پیا کی دنیا سے حقیقت کی دنیا کی طرف صرف اسی وقت ہی بڑھ سکے گا جب چارٹسٹ انگلینڈ کی حکومت کے سربراہ ہوں گے۔

مستقبل کی اس امید کے لئے موجود شرائط و حالات پیدا نہیں ہوئے۔ فرانسیسی مزدور طبقہ جس کے جسم سے جون ایام کے لگے ہزاروں زخموں سے ابھی تک خون رس رہا تھا، کسی بھی نئی بغاوت کے قابل نہ تھا۔ ردِ انقلاب جس نے جون ایام سے پیرس سے اپنے یورپ کے سفر کا آغاز کیا تھا، فرینکفرٹ گیا، ویانا گیا اور برلن گیا تا کہ دس دسمبر کو نقلی بونا پارٹ کو فرنچ ریپبلک کا صدر منتخب کرنے کے ساتھ وقتی طور پر سکونت اختیار کرے۔ انقلاب صرف ہنگری میں زندہ رہا، اور اس نے اینگلز کی صورت میں ایک شاندار اور ماہر وکیل تلاش کر لیا جو اِس دوران کولون واپس لوٹا تھا۔ بعد ازاں نیوے رائنشے زی تنگ کو بڑھتے ہوئے ردِ انقلاب کے خلاف ایک گوریلا جنگ تک اپنی سرگرمیاں محدود کرنی پڑیں۔ اور اس نے یہ جدوجہد اسی بہادری اور عزم کے ساتھ جاری رکھی جس کے ساتھ اس نے پچھلے سالوں میں بڑی جدوجہدوں کو جاری رکھا تھا۔ ریخ حکومت کی جانب سے اس پر پریس حکم ناموں کا ایک بنڈل لادا گیا اور اُسے برے پریس میں ایک بدترین اخبار کہا گیا۔ اخبار نے ان حکم ناموں کا

استقبال مذاق اڑانے والے اِن تبصروں کے ساتھ کیا کہ ریخ حکومت ساری مزاحیہ حکومتوں میں سب سے بڑی مزاحیہ حکومت ہے۔ اخبار نے مشرقی البیائی جنکروں کی طرف سے برلن کُو دتا کے وقت سے اختیار کیے ہوئے ''پروشین ازم'' کے نمائشی دکھاوے کا جواب زبردست طنز سے دیا: ''ہم رائن لینڈ والوں نے ویانا میں ایک عظیم تبادلے سے زیریں رائن لینڈ کے لئے ایک ''عظیم ڈیوک'' حاصل کرنے کی خوش قسمتی حاصل کی ہے، ایک ایسا شخص جس نے وہ شرائط پوری نہیں کیں جن کے تحت وہ ''عظیم ڈیوک'' بنا۔ ہمارے لئے پروشیا کا بادشاہ محض برلن اسمبلی کے واسطے سے موجود ہے؛ چونکہ ہمارے ''زیریں رائن لینڈ کے عظیم ڈیوک'' کے لئے کوئی اسمبلی موجود نہیں ہے لہٰذا ہمارے لیے پروشیا کا کوئی بادشاہ موجود نہیں ہے۔ عوام کی قسمت کے ساتھ جادوگری کرنے کے نتیجے میں ہم ''زیریں رائن لینڈ کے عظیم ڈیوک'' کے ہاتھوں میں گھر چکے ہیں، اور جس بھی وقت ہم اِس جادوگری کو مسترد کرنے کی حالت میں آئیں گے تو ہم اِس ''عظیم ڈیوک'' سے اُس کی اسناد مانگیں گے''۔ یہ سطور ردِ انقلاب کے وحشی ترین بدمستیوں کے دوران لکھی گئی تھیں۔

پہلی ہی نظر میں نیوے رائنشے زی تنگ کے کالموں میں ایک چیز غائب نظر آئے گی، ایک ایسی چیز جس کی سب سے پہلے نظر آنے کی توقع ہوتی ہے۔ اور وہ ہے: اُس وقت جرمن مزدوروں کی سرگرمیوں کی ایک بھرپور تفصیل۔ یہ تحریک کسی طور بھی غیر اہم نہ تھی، اور یہ تو مشرقی البیائی جنکروں کے علاقوں تک میں پھیل چکی تھی۔ اس کی کانگریسیں ہو رہی تھیں، اس کی تنظیمیں موجود تھیں، اس کے اخبار چلتے تھے اور سٹیفن بورن کی صورت میں اس کا ایک لائق لیڈر موجود تھا جو پیرس اور برسلز زمانے سے مارکس اور اینگلز کا دوست تھا اور جو ابھی تک برلن اور لیپزگ سے نیوے رائنشے زی تنگ کے لئے مضامین بھیجتا تھا۔ بورن ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' کو بہت اچھی طرح سمجھتا تھا۔ وہ جرمنی کے بڑے حصے کے پرولتاریہ کے طبقاتی شعور کو بڑھانے کیلئے مینی فیسٹو کے اصولوں کو لاگو کرنے میں کامیاب ہوا۔ بعد میں اینگلز نے بورن کی سرگرمیوں کی ناانصاف سختی کے ساتھ مذمت کی، مگر یہ عین ممکن ہے کہ بورن اپنی یادداشتوں میں یہ اعلان کرنے میں حق بجانب تھا کہ انقلاب کے برسوں میں نہ تو مارکس نے اور نہ ہی اینگلز نے اس کی سرگرمیوں کے بارے میں عدم اطمینان کا ایک

بھی لفظ کہا تھا، مگر فطری طور پر یہ امکان خارج نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کسی ایک یا دوسری تفصیل سے غیر مطمئن ہوں۔ بہرحال 1849ء کے موسمِ بہار میں مارکس اور اینگلز نے مزدور طبقے کی تحریک کی طرف پہلی پیش رفت کی، جو کہ اُس دوران اُن کے اثر سے آزاد وجود میں آ چکی تھی۔

اس تحریک کی طرف نیوے رائنشے زی تنگ کی شروعات والی کم توجہی کی توضیح جزوی طور پر اس حقیقت سے کی جا سکتی ہے کہ کولون ورکرز ایسوسی ایشن کا اپنا خصوصی ترجمان اخبار موجود تھا، جو کہ مول اور شاپر کی ایڈیٹری میں ہفتے میں دوبار شائع ہوتا تھا، اور اِس صورت میں کہ نیوے رائنشے زی تنگ، ''جمہوریت کا ترجمان'' تھا یعنی یہ مطلق العنانی اور فیوڈلزم کیخلاف پرولتاریہ اور بورژوازی کے مشترکہ مفادات کی نمائندگی کرتا تھا۔ اُس وقت یہ فریضہ سب سے اہم تھا اس لئے کہ یہ اُس بنیاد کو پیدا کرنے میں مدد کرتا تھا جس پر کہ پرولتاریہ بورژوازی کے ساتھ خود اپنی بحث شروع کر سکتا تھا۔ بہرحال، جمہوریت کا بورژوا حلقہ تیزی کے ساتھ مایوس ہو گیا اور کم و بیش ہر سنجیدہ آزمائش میں بری طرح ناکام ہو گیا۔ وہاں پانچ کی کمیٹی میں مئے اِن اور کریج جیسے آدمی تھے جنہیں جون 1948ء میں پہلی ڈیموکریٹک کانگریس نے منتخب کیا تھا۔ ایسی لیڈرشپ کے تحت تنظیم تیزی سے تنزل زیر ہوتی رہی۔ یہ بات اس وقت تباہ کن انداز میں واضح ہو گئی جب پروشیائی گوٹا کے موقع پر تنظیم نے دوسری بار میٹنگ منعقد کی۔ ایک نئی کمیٹی منتخب کی گئی اور مارکس کا ذاتی دوست اور سیاسی حامی ڈی ایسٹر، بھی اس کمیٹی کا ممبر بنا، مگر یہ کمیٹی بھی کوئی خاص کام نہ کر سکی۔ برلن اسمبلی کا پارلیمانی بایاں بازو نومبر بحران میں ناکام ہوا اور فرینکفرٹ اسمبلی کا بایاں بازو تباہ کن مصالحتوں کے گڑھ میں ڈوبتا ہی چلا گیا۔

اس صورتحال میں مارکس، ویلہلم وولف، شاپر اور ہرمن بیکر نے 15 اپریل کو ڈیموکریٹک ڈسٹرکٹ کمیٹی سے یہ کہہ کر استعفیٰ دے دیا: ''ہماری رائے میں ڈیموکریٹک ایسوسی ایشنوں کی موجودہ تنظیمی صورت بہت سارے مختلف النوع عناصر کو سموئے ہوئی ہے جس سے اس کے مقصد کو آگے بڑھانے کی کوئی بھی کارآمد سرگرمی ممکن نہیں رہتی۔ ہماری رائے میں مزدور تنظیموں کی ایک محدود ایسوسی ایشن زیادہ فائدہ مند ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ یہ تنظیمیں ایک جیسے عناصر پر مشتمل ہوتی ہیں''۔ اسی دوران کولون ورکرز ایسوسی ایشن نے رائن لینڈ کی ڈیموکریٹک آرگنائزیشن کی ایسوسی ایشن سے استعفیٰ

دیا اور سارے مزدور طبقے اور سوشل ڈیموکریسی کے اصولوں کو سربلند رکھنے والی دوسری ایسی تنظیموں کو چھ مئی کو منعقد ہونے والی ایک صوبائی کانگریس میں مندوبین بھیجنے کی دعوت دی۔ یہ کانگریس رائن لینڈ اور ویسٹ فالین ورکرز ایسوسی ایشنوں کی ایک تنظیم بنانے پر غور کرنے کے لئے بلائی گئی اور اس لئے بھی کہ آیا بون آرگنائزیشن یعنی ''لیزگ ورکرز بھائی چارہ'' کی طرف سے جون میں لیزگ کے اندر بلائی گئی آل ورکنگ کلاس آرگنائزیشنوں کی کانگریس میں مندوبین بھیجے جائیں یا نہیں؟

ان اقدامات سے قبل، بیس مارچ کو نیوے رائنشے زی تنگ نے سیلیسیائی ادب پر ویلہلم وولف کے مضامین چھاپنے شروع کر دیے تھے۔ ان مضامین نے دیہی پرولتاریہ کو خوب جگایا۔ پانچ اپریل کو اس نے مارکس کے اُن لیکچروں کو چھاپنا شروع کیا جو اُس نے برسلز میں ورکرز ایسوسی ایشنوں کو اجرتی محنت اور سرمایہ پر دیئے تھے۔ 1848ء کی شاندار عوامی جدوجہدوں کی بنیاد پر اس نے یہ بتایا کہ، جب تک مزدور طبقہ فتح مند نہیں ہوتا ہر انقلابی بغاوت کو ناکام ہونا تھا خواہ اس کے مقاصد کتنے ہی طبقاتی جدوجہد سے نکالے ہوئے لگیں۔ اخبار نے اپنی توجہ معاشی رشتوں کے مسئلے پر دی، جس پر بورژوازی کا وجود اور مزدوروں کی غلامی دونوں کا وجود مبنی تھا۔

بہرحال امید بھری اس پیش رفت میں جدوجہدوں نے مداخلت کی جواب کاغذی آئین کے گرد ہو رہی تھیں جسے بالآخر فرینکفرٹ اسمبلی نے بھدے طریقے سے سی کر جوڑا تھا۔ قیمتی آئین خود اس قابل نہ تھا کہ اس کیلئے خون کا ایک بھی قطرہ گرایا جاتا، اور اس نے پروشیا کے بادشاہ کے سر پر رکھنے کے لئے جو شاہی تاج ڈھونڈ نکالا وہ ساری دنیا کے لئے ایک بے وقوف کی ٹوپی جیسا تھا۔ پروشیا کے بادشاہ نے اسے قبول نہ کیا مگر مکمل طور پر رد بھی نہیں کیا۔ وہ ریخ آئین کے معاملے پر جرمن شہزادوں سے اس خفیہ امید پر مذاکرات کرنا چاہتا تھا کہ وہ چھوٹی ریاستوں میں انقلاب کی حاصلات کے بقیہ جات کو پروشیائی فوج کی طرف سے تباہ کرنے کے بدلے میں پروشیائی بالادستی قبول کرنے پر رضامند ہو جائیں گے۔

یہ چھینا جھپٹی کا ایک منہ پھٹ نمونہ تھا اور اس نے انقلاب کی چنگاری کو پھر شعلہ بننے میں ہوا دی، جس سے کئی بغاوتیں پھیلیں جنہوں نے گو کہ ''ریخ آئین'' سے اپنے مندرجات نہ لئے مگر اپنا

نام اسی سے لیا۔ آئین بہر حال عوام کے اقتدارِ اعلیٰ کا اظہار کرتا تھا، جس کو کہ ایک بار پھر شہزادے
کے اقتدار کی بحالی کی خاطر تباہ ہونا تھا۔ ریخ آئین کی حمایت میں سکسونی کی سلطنت، بیڈن کے
بڑے علاقے اور بویریائی علاقے میں مسلح بغاوتیں ہوئیں۔ ہر جگہ پروشیائی بادشاہ نے پھانسی گھاٹ
والے جلاّد کا کردار ادا کیا گو کہ بعد میں دوسرے حکمرانوں نے اسے جلاّدی والے عہدے سے بھی
دھوکہ دے کر محروم کر دیا۔ رائن لینڈ میں بھی اکا دکا بغاوتیں ہوئیں مگر انہیں حکومت کی طرف سے اس
خوفناک صوبے میں متعین مضبوط اور کثیر افواج کے زور سے فوراً ہی دبا دیا جاتا تھا۔

تب حکام نے نیوے رائنیشے زی تنگ پر ایک تباہ کن حملہ کرنے کے لئے کافی جرات اکٹھی کر
لی۔ چونکہ انہیں ہر جگہ ایک نئے انقلابی ابھار کے آثار محسوس ہوئے، اخبار کے کالموں میں انقلابی
جوش و خروش کے شعلے بلند سے بلند تر ہوتے گئے، اور دراصل اپریل اور مئی میں اس نے جو خصوصی
ایڈیشن نکالے وہ عوام سے قریب آنے والی بغاوت کیلئے خود کو تیار رکھنے کی اپیلوں کے سوا کچھ نہ تھے۔
حکومت کے ہاتھ اخبار کی گردن دبوچنے کو خارش کر رہے تھے مگر وہ یہ جرات کر نہیں پا رہی تھی۔ رائن
لینڈ کی عدلیہ کی بدولت مارکس کے خلاف دو قانونی کارروائیاں اُس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں بلکہ الٹا
اُسے نئے اعزازات بخش گئیں، اور ان کی وجہ سے برلن سے آئی ہوئی اس تجویز کو کہ کولون پر دوبارہ
مارشل لا لگایا جائے، ہڑبڑائے ہوئے گیریزن کمانڈر نے رفع دفع کر دیا۔ اس نے اس کے بجائے
پولیس کو درخواست دی کہ مارکس کو "ایک خطرناک شخص" ہونے کی حیثیت سے ملک بدر کیا جائے۔

اس درخواست نے پولیس کو شرمندہ کیا، جس نے معاملہ صوبائی گورنر کے حوالے کیا۔ اُس نے
پھر ناخوشگواری کا اپنا حصہ وزیر داخلہ منٹیوفِل کی طرف سرکا دیا۔ دس مارچ کو صوبائی حکومت نے برلن
کو رپورٹ بھیجی کہ مارکس ابھی تک کولون میں ہے گو کہ اس کے پاس وہاں رہنے کا کوئی پولیس
اجازت نامہ نہیں ہے اور یہ کہ جس اخبار کی ایڈیٹری وہ کرتا ہے وہ ابھی تک اپنے تخریبی مقاصد کو
جاری رکھے ہوئے ہے، مروج آئین کے خلاف اشتعال پھیلا رہا ہے اور ایک سماجی جمہوریت کے
اپنے مطالبات جاری رکھے ہوئے ہے۔ یہ اخبار بہ یک وقت اُن تمام چیزوں کا مذاق اڑا رہا ہے جو
انسانیت کو پیاری ہیں اور جن کی پوری دنیا عزت کرتی ہے۔ اخبار اس حقیقت کے پیشِ نظر روز بروز

خطرناک ہوتا جا رہا ہے کہ جس مزاج اور توہین کے ساتھ یہ لکھا جا رہا ہے اس سے اس کے قارئین کی
تعداد مسلسل بڑھ رہی ہے۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا کہ مارکس کو ملک بدر کرنے کے لئے گیریژن
کے کمانڈنٹ کی درخواست کے بارے میں پولیس کے پاس شکوک تھے اور عبوری حکومت پولیس کی
حمایت کرنے پر مجبور تھی اس لئے کہ "اس کی ایڈیٹری میں چلنے والے اخبار کے رجحان اور خطرناکی
کے علاوہ کسی خاص وجہ کے بغیر" کوئی وطن بدری ڈیموکریٹک پارٹی کی طرف سے ایک احتجاجی
جلوس کا باعث بن سکتی ہے۔

اس رپورٹ کے موصول ہونے کے بعد منٹیوفِل نے صوبہ رائن کے صدر آئیچ مین کی رائے
لینے کے لئے اس سے رابطہ کیا۔ 29 مارچ کو آئیچ مین نے اعلان کیا کہ مارکس کو جلاوطن کرنا جائز قرار
دیا جا سکے گا، مگر جب تک مارکس مزید الزامات کا مرتکب نہ ہو، اِس میں مشکلات آ سکتی ہیں۔ سات
اپریل کو منٹیوفِل نے صوبائی حکومت کو اطلاع دی کہ اسے جلاوطنی پر کوئی اعتراض نہیں، مگر وہ وقت
اور صورتحال صوبائی حکومت کیلئے چھوڑتا ہے، اور یہ کہ وہ محسوس کرتا ہے کہ جلاوطنی کے احکامات کسی
خاص جرم کے ساتھ منتھی ہوں۔ البتہ آخر میں، جلاوطنی کے احکامات کسی خاص جرم پر نہیں بلکہ اس
اخبار کے "خطرناک رجحان" پر جاری کئے گئے جس کی مارکس ایڈیٹری کرتا تھا۔ یہ احکامات گیارہ مئی
کو جاری کئے گئے جب بظاہر حکومت نے خود کو اس قدر مضبوط سمجھا کہ وہ اپنا وہ مکہ مار ہی دے جس کا
بزدلی سے مارنے کا ارادہ اس نے 29 مارچ یا پھر سات اپریل کو کر لیا تھا۔ ایک پروشیائی پروفیسر
نے حال ہی میں ریاستی آرکائیوز میں اس معاملے کا کاغذی ریکارڈ دریافت کر لیا ہے۔

9۔ اور ایک بزدلانہ دھوکہ

جس وقت جلاوطنی کا حکم پہنچا تو مارکس پیرس میں نہیں تھا۔ گو کہ نیوے رائنیشے زی تنگ کی
سرکولیشن متواتر بڑھ رہی تھی، اور اب اس کے چھ ہزار اخبار خریدار تھے، مگر اس کی مالی مشکلات کسی
صورت ختم نہیں ہو رہی تھیں۔ بڑھتی ہوئی فروخت کے ساتھ فوری اخراجات بھی بڑھ رہے تھے، جبکہ
آمدن تو بعد میں بڑھنی تھی۔ مالی مشکلات اس قدر بڑھیں کہ مارکس ریمپیل سے مذاکرات کے لئے

''ہم'' نامی علاقے پہنچا۔ ریمپیل اُن دو سرمایہ داروں میں سے ایک تھا جنہوں نے 1846ء میں ایک کمیونسٹ اشاعت گھر کے لئے پیسہ لگانے پر تیار ہونے کا اعلان کیا تھا۔ البتہ اس سخی آدمی نے پھر بھی اپنا بٹوہ سختی سے بند رکھا اور مارکس کو ہینز نامی ایک سابقہ شریک کی طرف بھیجا جس نے اخبار کیلئے تین سو تھیلر پیشگی دیے۔ یہ ایک قرض تھا جو مارکس نے ذاتی ذمہ داری پر لیا۔ گو کہ ہینز بعد میں ایک جاسوس نکلا، مگر اُس وقت تک وہ بھی پولیس کی نظروں میں تھا، اور وہ مارکس کے ساتھ واپس کولون آیا جہاں مارکس کو جلاوطنی کے احکامات اپنے انتظار میں ملے۔

اِن احکامات نے نیوے رائنیشے زی تنگ کی تقدیر پر مہر لگا دی۔ دوسرے ایڈیٹروں میں سے بھی بہت سوں کی حالت مارکس کی طرح تھی اور وہ بھی کسی لمحے ''غیر ملکی'' قرار دے کر ملک بدر کئے جا سکتے تھے۔ 19 مئی کو فریلیگراتھ کے مشہور الوداع کے ساتھ اخبار کا آخری سرخ ایڈیشن نکلا اور مارکس کی طرف سے ایک باغیانہ الوداعی مضمون نمودار ہوا جس میں اس نے حکومت پر سخت حملہ کیا: ''تمہاری احمقانہ دروغ گوئیوں اور روایتی جملوں کی کیوں پرواہ کی جائے۔ ہم بہت سخت جان ہیں اور تم سے کوئی ہمدردی نہیں چاہتے۔ جب ہماری باری آئے گی تو ہم اپنی دہشت گردی کے لئے کوئی معافیاں نہ مانگیں گے، مگر ''شاہی دہشت گرد، پرآتما کے فضل و کرم والے دہشت گرد اور قانون کا حق'' سب کے سب عمل میں وحشی ہیں، ہتک آمیز ہیں۔ یہ تھیوری میں پُر تجسس اور دو غلے ہیں۔ اور تھیوری اور عمل دونوں میں بے وقار ہیں''۔ رائنیشے زی تنگ نے کسی پُر تشدد بغاوت سے خبردار کیا، اس لئے کہ فوجی صورتحال کسی بھی ایسی کوشش کو ناکام کرتی۔ ایڈیٹروں نے اپنے قارئین کا اُن کی ہمدردی اور مدد پر شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ اُن کا آخری الفاظ، ہمیشہ اور جہاں کہیں بھی وہ ہوں، یہ یہی ہوں گے: ''مزدور طبقے کی نجات!''

بہ یک وقت مارکس وہ سارے فرائض ادا کر رہا تھا جو اُس پر ایک ڈوبتے جہاز کے کپتان کی حیثیت سے آ گئے تھے۔ اُس نے ہینز سے 300 تھیلر لیے تھے، 1500 تھیلر خریداروں نے جمع کیے تھے، پریس وغیرہ کا جو پیسہ بنتا تھا۔ اس نے سارے وسائل جمع کر کے اخبار پر ذمے اُس کے پرنٹرز، اس کے کاغذ کے تاجروں، اس کے کلرکوں، اس کے نمائندوں، اور اس کے ایڈیٹوریل سٹاف

کو ادائیگیاں کر دیں۔ مارکس نے صرف اپنی بیگم کی چاندی اپنے خاندان کے لئے رکھی جس چاندی نے فرینکفرٹ میں سود دینے والے کے پاس جانا تھا۔ اس چاندی سے جو روپے ملے اُس کے خاندان کی گزر بسر کے لئے صرف وہی پیسے تھے۔

فرینکفرٹ سے وہ اینگلز کے ساتھ بغاوت کے منظر نامے یعنی باڈن اور پالاٹی نیٹ چلا گیا۔ وہاں پہلے انہوں نے کارلسروہے اور پھر کیسر سلاٹرن کا دورہ کیا جہاں وہ ڈی ایسٹر سے ملے جو کہ عبوری حکومت کا روحِ رواں تھا۔ ڈی ایسٹر سے مارکس کو ڈیموکریٹک سنٹرل کمیٹی سے یہ اختیار مل گیا کہ وہ پیرس میں قومی اسمبلی کے مونٹین میں جرمن انقلابی پارٹی کی نمائندگی کرے' جو کہ اُس زمانے کی سوشل ڈیموکریسی تھی۔ اور ایک بڑے حملے کی تیاری کر رہی تھی۔ واپسی پر انہیں ہیسیائی فوجوں نے بغاوت میں حصہ لینے کے شک میں گرفتار کر لیا۔ فوجی انہیں ڈارمسٹڈٹ لے گئے وہاں سے انہیں فرینکفرٹ لے جایا گیا جہاں بالآخر انہیں رہا کر دیا گیا۔ مارکس پھر پیرس چلا گیا جبکہ اینگلز ولیج نامی ایک سابق پروشیائی لیفٹیننٹ کی کھڑی کی ہوئی فوج کا ایڈ جوٹنٹ بننے کیلئے کیسر لائرن واپس آیا۔

سات جون کو پیرس سے لکھتے ہوئے مارکس نے اعلان کیا کہ ایک شاہی رجعت نازل ہونے والی ہے، اور یہ کہ یہ گیزو سے بھی بری رجعت ہوگی، مگر یہ کہ بہر حال انقلابی آتش فشاں کا ایک بہت بڑا ابھار بھی بہت قریب ہے۔ مگر اُس کی توقعات پوری نہ ہوئیں، اس لئے کہ جس چوٹ کا مونٹین منصوبہ بنا رہا تھا ناکام ہوا، ایک ماہ بعد فتح مندوں کا انتقام مارکس پر بھی نازل ہوا۔ 19 جولائی کو پولیس پریفیکٹ نے وزیر داخلہ کا ایک حکم مارکس کو پہنچایا کہ وہ موربیہان علاقے سے اپنا ڈومیسائل لے لے۔ یہ ایک بزدلانہ حملہ تھا۔ فریلیگراتھ کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے مارکس کو ایک خط میں لکھا کہ یہ بدنامیوں کی بدنامی ہے۔ ڈینیل نے موربیہان کو فرانس کا سب سے بیمار ضلع قرار دیا، دلدل، بخار زدہ سیم زدہ۔ مارکس نے قتل کی کوشش والے اس حکم نامے پر پالتو انداز میں عمل نہ کیا، بلکہ وزیر داخلہ کو اپیل کر کے اس حکم نامے پر عملدر آمد کو روکنے میں کامیاب ہو گیا۔

مارکس اُس وقت بدترین مالی مشکل میں تھا اور اس نے مدد کیلئے فریلیگراتھ اور لاسال سے اپیل کر دی۔ دونوں نے بھرپور کوشش کی، مگر فریلیگراتھ نے ضروری پیسہ اکٹھا کرنے میں لاسال کی

بدطریقی کی شکایت کی۔ اُس نے اعلان کیا کہ اُس نے تو اس معاملے کو قہوہ خانوں کا موضوع بنا دیا۔ مارکس اس پہ بہت شرمندہ ہوا اور 30 جولائی کو جواب میں اُس نے اعلان کیا: ''عظیم ترین مالی مشکلات برسرِ عام بھیک مانگنے پر قابل ترجیح ہیں اور میں نے اُسے اسی طرح لکھا ہے۔ اس بات نے مجھے خوفناک حد تک ناراض کردیا ہے''۔ بہرحال لاسال نے مارکس کی ناراضی کو خیر سگالی سے لبریز ایک خط کے ذریعے دور کردیا، البتہ اس کی یہ یقین دہانی کہ وہ اس معاملے کو ''انتہائی نفاست سے لے گا'' مشکوک ہی رہی۔

23 اگست کو مارکس نے اینگلز کو خط لکھ کر بتایا کہ وہ فرانس چھوڑ رہا ہے۔ 5 ستمبر کو اُس نے فریلیگراتھ کو لکھا کہ اس کی بیوی بعد میں پندرہ تاریخ کو آئے گی، گو کہ اسے ابھی تک پتہ نہیں تھا وہ اپنی بیگم کے سفر کے لئے اور جب وہ آئے گی تو اس کے رہنے کے لئے ،ضروری پیسہ کہاں سے حاصل کرے گا۔

باب ہفت:

لندن میں جلاوطنی

1- نیوے رائنشچے ریویو

مارکس نے اینگلز کو پیرس سے جو آخری خط لکھا اس میں اسے اطلاع دی کہ لندن میں ایک جرمن اخبار نکالنے کے سارے امکانات موجود ہیں اور اس کے لئے درکار رقم کا کچھ حصہ بھی موجود ہے۔ اینگلز اس زمانے میں بیڈن اور پالاٹی نیٹ کی بغاوت کی ناکامی کے بعد ایک سیاسی مہاجر کے بطور سوئٹزرلینڈ میں رہ رہا تھا۔ مارکس نے اُس سے فوری طور پر لندن جانے کو کہا۔ اینگلز نے ایسا ہی کیا اور جینوآ سے ایک بحری جہاز کے ذریعے یہ سفر کرلیا۔

یہ دریافت کرنا اب ممکن نہ رہا کہ اس کے کاروبار کے لئے ضروری رقم اس نے کہاں سے حاصل کی۔ یہ پیسہ بہت زیادہ نہ رہا ہوگا۔ اور اخبار کو ایک لمبے عرصے تک چلانے کے لئے بہرحال کافی نہ ہوگا۔ اور مارکس کو امید تھی کہ اگلے تین یا چار ماہ میں ایک عالمی جنگ برپا ہوگی۔

''کارل مارکس ایڈیٹر، نیوے رائنشچے زی تنگ، پولٹیشچ۔ اکونومشچے ریویو'' کے کاغذات پر ''یکم جنوری 1850ء۔ لندن'' لکھا ہے اور ضامن کے بطور کنراڈ شرام کے دستخط ہیں۔ مسودہ اعلان کرتا ہے کہ پچھلے گرما میں پیرس اور جنوبی جرمنی کے اندر انقلابی تحریکوں میں حصہ لینے کے بعد نیوے رائنشچے زی تنگ کے ایڈیٹر دوبارہ لندن میں اکٹھے ہوئے اور اپنا اخبار جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔

شروع میں یہ 80 صفحوں پر مشتمل ایک ماہنامے کے بطور شائع ہوگا، یا شاید بڑے امریکی اور برطانوی ہفت روزوں کی طرح ہفتہ وار نکلے گا، اور جب بھی جرمنی واپسی کے حالات برابر ہوں گے تو یہ پھر روزانہ اخبار کی صورت نکلا کرے گا۔ اور آخر میں یہ مسودہ اپنے قارئین کو 50 فرانک کے شیئرز خریدنے کی دعوت دیتا ہے۔

لگتا نہیں کہ کوئی بہت زیادہ شیئرز بک گئے ہوں گے۔ یہ رسالہ ہیمبرگ میں شائع ہوا تھا جہاں ایک بُک سیلر نے کمیشن کی بنیاد پر اس کی اشاعت اپنے ذمے لے لی اور فی رسالہ کی قیمتِ فروخت کے 25 فیصد کا مطالبہ کیا۔ فرم نے اشاعت کے بارے میں زیادہ زحمت نہ اٹھائی، بالخصوص جب کہ ہیمبرگ میں قابض پروشیائی فوج اس کی سرگرمیوں میں رکاوٹ ڈالتی تھی، مگر خواہ اس معاملے میں اصلی جوش وخروش دکھایا بھی جاتا، تب بھی صورتحال کا بہتر ہونا مشکل تھا۔ لاسال، ڈُسل ڈارف میں بہ مشکل 50 خریدار بنانے میں کامیاب ہوا تھا، جبکہ ویڈیمیئر جس نے فرینکفرٹ میں بیچنے کے لئے سو کاپیوں کا آرڈر دیا تھا، چھ ماہ کی کوششوں کے بعد محض 51 گلڈرز وصول کر سکا تھا: ''میں لوگوں پر بہت دباؤ ڈالتا ہوں، مگر کسی کو بھی ادائیگی میں جلدی نہیں ہوتی''۔ فراؤ مارکس نے اُسے جائز طور پر تلخی سے لکھا کہ یہ کاروبار بے احتیاط مینجمنٹ کی وجہ سے بری طرح تباہ ہوا، اور یہ کہنا ناممکن تھا کہ اس کا سب سے زیادہ ذمہ دار کیا اور کون تھا: بُک سیلر، یا کولون میں مینجر اور احباب کی سُستی، یا جمہوریت کا رویہ۔

بہرحال پہلے شمارے کی ادارتی تیاریوں کی کمی کی کچھ ذمہ داری مارکس اور اینگلز پر عائد ہوتی تھی۔ جنوری کا شمارہ چھ فروری کو ہیمبرگ پہنچا۔ بہرحال ہمارے مطمئن ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ منصوبے پر عمل تو ہوا، اس لئے کہ اگر چند ہی ماہ مزید دیر کی جاتی تو انقلابی لہر کے تیز زوال کی وجہ سے یہ مکمل طور پر ناممکن ہو جاتا۔ ریویو کا چھٹا شمارہ ہمیں بتاتا ہے کہ مارکس نے کس طرح خود کو زندگی کے حقیر معاملات سے بلند کیا جنہوں نے اسے روزانہ بلکہ ہر گھنٹہ ''ایک گھناؤنی شکل'' میں جکڑ رکھا تھا، مگر مارکس کی بیگم کے الفاظ میں وہ ''اپنی ساری توانائی اور سارے ٹھہراؤ کے ساتھ، اپنے کیریکٹر کی شفاف اور مجموعی قوت کے ساتھ'' موجود تھا۔ اپنی جوانی میں مارکس اور اینگلز (اور اینگلز

مارکس سے زیادہ) نے آنے والی چیزوں کو اصل سے زیادہ نزدیک سے دیکھا، اور اکثر انہوں نے پکے ہوئے پھل اٹھانے کی امید اُس وقت کی جب کہ ابھی تک پہلا پھول تک نہ کھلا تھا۔ کئی بار انہیں اس بات پر غلط پیش گوئی کرنے والا کہہ کر اُن کی مذمت کی گئی۔ اور ایک غلط پیش گوئی کرنے والا سمجھا جانے والا شخص، سیاستدان کی توقیر نہیں بڑھاتا۔ البتہ غلط پیش گوئیوں میں فرق کرنا چاہئے، اُن میں جو واضح اور تیز فکر سے نکلتی ہوں، اور اُن میں جو مُلاّئی خواہشات میں شیخی بازی اور خود پسندی میں لپٹے غور و فکر کا نتیجہ ہوں۔ ثانی الذکر کے نتیجے میں بہت مایوسی ہوتی ہے اس لئے کہ ایک واہمہ حتمی طور پر غائب ہو جاتا ہے، جبکہ اول الذکر میں یہ قابلِ حل ہوتا ہے اس لئے کہ سوچنے والا شخص اپنی غلطی کے اسباب کھوجتا ہے اور اس طرح نیا علم حاصل کرتا ہے۔

خود تنقیدی میں مارکس اور اینگلز جتنا ناترس شخص شاید ہی کوئی گزرا ہو۔ دونوں اُس بدبخت ڈوگمائیت سے مکمل طور پر پاک تھے جو تلخ ترین مایوسیوں کے سامنے بھی خود کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے، اور یہ اعلان کرتا ہے کہ اُس کی پیشن گوئی ابھی تک درست نکلتی بس یہ یا وہ واقعہ ذرا سا مختلف ہوتا۔ وہ دونوں سستی، شکست خوردگی اور بے ثمر مایوسی سے بھی اسی قدر پاک تھے۔ وہ اپنی شکستوں سے سیکھتے اور آنے والی فتح کے لئے تیار ہونے کیلئے نئی توانائی حاصل کرتے۔

13 جون کو پیرس مزدوروں کی شکست، جرمنی میں ریخ آئین مہم کی ناکامی، اور زار کی طرف سے ہنگری انقلاب کے کچل دینے کے ساتھ' انقلابی جدوجہد کے اندر ایک اہم مرحلہ اپنے انجام کو پہنچا، اور اگر انقلاب کے دوبارہ جی اٹھنے کی کوئی توقع تھی تو ایسا صرف فرانس میں ہوسکتا تھا جہاں اس کے باوجود کہ جو کچھ ہوا، ابھی تک آخری بات نہیں کہی گئی تھی۔ مارکس انقلاب کے ایک ایسے دوبارہ جی اٹھنے کی سختی سے امید رکھتا تھا، مگر یہ اُسے انقلابِ فرانس کے سابقہ راستے پر ایک ناترس تنقید سے نہ روک سکا تھا۔

یہ تنقید ریویو کے پہلے تین شماروں میں شائع ہوئی اور اس میں مارکس چند ظرافت آمیز فقروں کے ساتھ وقت کے پیچیدہ ترین معاملات کی گانٹھ کھولنے میں اکثر کامیاب ہوا۔ ''روزگار کے حق'' پر بورژوازی کے سب سے نمایاں نمائندوں نے کتنے الفاظ خرچ کیے، مگر

مارکس نے چند ہی فقروں میں اس نعرے کے تاریخی ادراک اور بے ہودگی کا مکمل طور پر لب لباب اخذ کیا !۔ ’’جون ایام سے قبل لکھے گئے آئین کے پہلے مسودے میں روزگار کے حق کا مطالبہ پرولتاریہ کی انقلابی خواہشات کے اولین بے ڈھنگے ضابطے کے بطور موجود تھا، بعد میں اسے عوامی حمایت کے لئے حق میں ڈھال دیا گیا، اور کونسی جدید ریاست اپنے کنگالوں کی ایک یا دوسری شکل میں مدد نہیں کرتی ؟ بورژوا نقطۂ نگاہ سے ’’روزگار کا حق‘‘ واہیات بات ہے، ایک قابلِ ترس اور نیک خواہش، مگر ’’روزگار کے حق‘‘ کے پیچھے سرمایہ پر حاکمیت کھڑی ہے، اور سرمائے پر حاکمیت کے پیچھے ذرائع پیداوار پر قبضہ، اور ذرائع پیداوار کی منظّم مزدور طبقہ کی ماتحتی کھڑی ہے۔ یعنی اجرتی محنت اور سرمایہ کا خاتمہ اور اُن کے باہمی رشتوں کا خاتمہ‘‘۔ مارکس نے پہلے طبقاتی جدوجہد کو تاریخِ فرانس کی بنیاد پر تاریخی نشوونما کی قوت محرکہ تسلیم کیا جس میں طبقاتی جدوجہد نے خود کو از منہ وسطیٰ کے زمانے کی بہ نسبت شفاف اور کلاسیک صورت میں دکھایا۔ یہ مقالہ اور بعد میں بونا پارٹ کے کودتا پر، اور پھر بعد میں، پیرس کمیون پر اس کے مضامین اس کی تاریخی تصانیف کے تاج پر چمکدار ہیرے ہیں‘‘۔

ریویو کے پہلے تین شماروں میں اس سے ایک دلچسپ فرق بھی موجود تھا، مگر یہ ایک ایسا فرق تھا جو خود اپنے المناک انجام کے بغیر نہ تھا۔ یہ ایک پیٹی بورژوا انقلاب کا خاکہ تھا جو اینگلز نے جرمنی میں ریخ آئین مہم کے اپنے بیان میں کھینچا تھا۔ مہینے کے تبصرے (جو مارکس اور اینگلز نے مشترکہ طور پر کیے) زیادہ تر معاشی واقعات سے نمٹے۔ فروری کے شمارے میں انہوں نے کیلیفورنیائی سونے کی کانوں کی دریافت کا ’’فروری انقلاب سے بھی بڑی اہمیت‘‘ کی حقیقت کے بطور ذکر کیا۔ اور ایک ایسی حقیقت کے بطور جو امریکہ کی دریافت سے بھی بڑے اور دیرپا نتائج کی حامل تھی: ’’30 درجے عرض البلد تک پھیلی ہوئی ساحلی پٹی، دنیا کے سب سے خوبصورت اور زرخیز علاقوں میں سے ایک، اور خصوصاً حال تک بے آبادی والا علاقہ، اب ہماری آنکھوں کے سامنے ایک امیر اور مہذب علاقے میں بدل رہا ہے‘ جہاں یانکی سے لے کر چینیوں تک، نیگرو سے لیکر انڈینز اور ملایا والوں تک، کریڈ اور میٹی زُو سے لے کر یورپین تک ہر نسل کے لوگ گنجان طور پر آباد ہیں۔ کیلیفورنیائی سونا، بِد کے ہوئے بر بر لوگوں کو عالمی تجارت کے دائرے کے اندر تہذیب کے

علاقے میں بدلتا ہوا‘ امریکہ پر اور پیسفک (بحرالکاہل) کے ایشیائی ساحلوں پر ندیوں کی طرح برس رہا تھا۔ عالمی تجارت دوسری بار ایک نئی صف بندی حاصل کر رہی ہے............ کیلیفورنیا کے سونے کی برکت سے، اور یانکیوں کی ان تھک توانائی کی برکت سے پیسفک کے دونوں سواحل جلد ہی اس قدر گنجان آبادی والے ہوں گے، اس قدر زیادہ صنعتی ہوں گے، اور تجارت کے لئے اس قدر کھلے ہوں گے جتنا کہ آج بوسٹن سے لے کر نیو آرلینز تک کے علاقے ہیں۔ پھر پیسفک وہی کردار ادا کرے گا جو آج اٹلانٹک سمندر کر رہا ہے اور جو کردار میڈیٹیرنین / بحیرہ روم سمندر‘ قدیم زمانے اور از منہ وسطیٰ میں ادا کرتا تھا (عالمی رسل و رسائل کی عظیم آبی شاہراہ کا کردار)۔ اور اٹلانٹک سمندر ایک عظیم جھیل کی سطح تک کم ہو جائے گا‘ بالکل اسی طرح جس طرح آج بحیرہ روم ہے۔ یورپ کے مہذب ممالک کے لئے اٹلی، سپین اور پرتگال کی طرح کی صنعتی، تجارتی اور سیاسی محتاجی سے بچنے کے لئے ایک ہی راستہ ہے، اور وہ ہے ایک سماجی انقلاب۔ جبکہ اب بھی وقت ہے۔ ایک ایسے انقلاب کو جدید پیداواری قوتوں کی نوعیت سے اٹھنے والی پیداواری ضروریات کی مطابقت میں طرز پیداوار کو بدلنا چاہیے۔ اسے نئی پیداواری قوتوں کی بڑھوتری کو ممکن بنانا چاہیے جو کہ یورپی صنعت کی بالادستی برقرار رکھیں گی اور جغرافیائی صورتحال کے نقصانات کا مداوا کر سکیں گی‘‘۔ اس عظیم الشان منظر نامے میں صرف ایک اضافہ کیا جا سکتا تھا (جس طرح کہ اس کے مصنفین نے جلد ہی دریافت کر لیا) اور وہ تھا کیلیفورنیائی سونے کی کانوں کی دریافت پر مبنی کسی فوری انقلاب کے امکانات۔

مارکس اور اینگلز نے مشترکہ طور پر بھی کئی تصانیف پر تنقید کی۔ جن میں قبل از مارچ کے دانشور رہنماؤں نے انقلاب کے مسائل کی گتھی کو سلجھانے کی سر توڑ کوششیں کیں۔ ان تنقیدوں میں جرمن فلاسفر ڈامر کی کتابیں، فرانسیسی مورخ گیزو اور انگریز جینیئس کارلائل کی کتابیں شامل تھیں۔ ڈامر ہیگلی مکتبِ فکر سے ابھر آیا تھا، جبکہ گیزو نے مارکس پر اچھا خاصا اثر ڈالا، اور کارلائل نے اینگلز پر، مگر اب تینوں پر دیا گیا فیصلہ یوں تھا: انقلاب کے ترازو میں تول کر ان میں اُن کی کمزوریاں نظر آئیں۔ جس ناقابل اعتبار عامیانہ انداز کے ساتھ ڈامر نئے عالمی عہد کے مذہب کی تبلیغ کرتا تھا‘‘ اُس کا دل کو چھو لینے والی اِس تصویر کشی کے ساتھ لب لباب پیش کیا گیا: جرمن فلسفہ اپنے ہاتھوں سے

پسینہ نچوڑ رہا ہے اور اپنے معاشی ساتھی یعنی، جرمن فلسطی ازم کے بسترِ مرگ پر ماتم کر رہا ہے۔ گیزو پر
اُن کی تنقید بتا رہی تھی کہ قدیم رجیم کے سب سے اہل دماغ، حتیٰ کہ وہ بھی جن کے پاس قابل قدر
تاریخی ٹیلنٹ تھا، کو بھی مہلک فروری واقعات نے حتمی کنفیوژن میں ڈال دیا تھا، اس حد تک کہ وہ
سارے تاریخی فہم سے محروم ہوئے، حتیٰ کہ خود اپنے پچھلے اقدامات کے تاریخی فہم سے بھی۔ آخر میں
انہوں نے اعلان کیا کہ گیزو کی کتاب نے بورژوازی کے عظیم راہنماؤں کا دانشورانہ زوال دکھا ڈالا،
جبکہ کارلائل کے کچھ پمفلٹوں نے اُن تیز تاریخی جدوجہدوں کے سامنے ادبی جینیئس کا زوال دکھلایا
جس پر یہ اپنے غلط فہم' براہ راست اور پیغمبرانہ تخلیقی قوتوں کو استعمال کرنا چاہتا تھا۔

گو کہ اِن شاندار تنقیدوں میں مارکس اور اینگلز نے ماقبل مارچ زمانے کی بورژوا لٹریری
روشنیوں پر انقلابی جدوجہدوں کے تباہ کن اثرات بیان کیے، مگر وہ انقلاب کی کسی پر اسرار و صوفیانہ
طاقت پر یقین کرنے سے بہت دور تھے، جس کا کہ انہیں بہت مواقع پر الزام دیا جاتا رہا۔ انقلاب
نے وہ تصویر تخلیق نہیں کی تھی جس سے ڈامر، گیزو اور کارلائل کو صدمہ ہوا۔ اُس نے تو اُس پردے کو
پھاڑ ڈالنے سے زیادہ کچھ نہ کیا جس نے کہ اِسے چھپا رکھا تھا۔ انقلابات کے دوران تاریخی ارتقا
نے اپنا راستہ نہ بدلا، بلکہ محض اپنی رفتار بڑھا دی۔ اور اسی احساس کے ساتھ مارکس نے ایک بار
انقلابات کو ''تاریخ کا انجن'' کہا تھا۔ فطری طور پر مارکس اور اینگلز جیسے لوگ اِس فلسطی احمق عقیدہ
سے کبھی متفق نہ ہوئے تھے کہ ''پرامن اور قانونی اصلاح، انقلابی ابھاروں سے اعلیٰ ہے''۔ وہ تو
طاقت کو ایک معاشی قوت سمجھتے تھے، جو کہ سارے نئے سماجوں کی دائی ہوتی ہے۔

2۔ کِنکل معاملہ

نیوے رائنشے زی تنگ نے اپنے چوتھے شمارے کے ساتھ (جو اپریل 1850ء میں
نمودار ہوا) مسلسل شائع ہونا بند کر دیا۔ اور بلاشبہ اس کا ایک ذمہ دار عنصر وہ مختصر مضمون تھا جو اِس
شمارے میں چھپا۔ مضمون کے مصنفین نے پیش گوئی کی کہ یہ مضمون ''جذباتی ٹھگوں اور ڈیموکریٹک
ڈیماگاگوں'' میں ایک عمومی غیض وغضب'' پیدا کرے گا۔ یہ ایک مختصر مضمون تھا مگر یہ سات اگست

1849ء کو کِنکل کی طرف سے اپنے دفاع میں کی گئی تقریر پر تباہی پھیرنے والی تنقید تھی۔ یہ تقریر
اس نے ایک کورٹ مارشل کے سامنے ایک قیدی کے بطور کی تھی اور جسے اس نے اپریل 1850ء
کے اوائل میں برلن کے ایک اخبار میں شائع کرایا تھا۔

معروضی طور پر دیکھا جائے تو یہ تنقید بالکل جائز تھی، اس لئے کہ کِنکل نے نہ صرف
انقلاب سے بے وفائی کی تھی بلکہ اپنے ساتھیوں سے بھی۔ کورٹ مارشل سے قبل، جس نے پہلے ہی
اس کے 26 کامریڈوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا جہاں وہ بہادری سے مرے، کِنکل نے
''بادشاہ سلامت'' اور ''قیصر بادشاہت'' کی تعریف کی، لیکن اس سب کے لئے وہ جیل میں تھا جب
مارکس اور اینگلز نے اس پر حملہ کیا۔ عمومی طور پر یہ سمجھا گیا کہ اسے بادشاہی انتقام کے خصوصی شکار
کے بطور چنا گیا تھا اس لئے کہ ایک کورٹ مارشل کی طرف سے اس پر ایک قلعے میں جیل کی سزا کو
بعد میں حکام بالا کے ایک حکم نے ایک عام جیل خانے میں قید بامشقت میں بدل دیا تھا۔

اس طرح کی صورتحال میں کِنکل نے بہت سے لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا کیے جو
بلاشبہ نہ تو ''جذباتی ٹھگ'' تھے اور نہ ''جمہوری ڈیماگاگ'' تھے۔

اس وقت سے دستاویز خانے کھول دیے گئے اور کِنکل کیس کو ٹریجڈی کامیڈی والی غلط
فہمیوں کے ایک گورکھ دھندے کے بطور دیکھا جاتا ہے۔ شروع میں کِنکل ایک الٰہیات دان، اور
ایک راسخ العقیدہ رہا۔ اور اسے آزادی کے ایک ہیرو کا درجہ دے دیا گیا۔ یہ کسی اور بات سے زیادہ
ایک غلط فہمی تھی کہ کِنکل اسی پارٹی میں کھسک آیا تھا جس میں کہ مارکس اور اینگلز تھے۔ سیاسی طور پر وہ
جرمن ڈیموکریسی کے عمومی گھسے پٹے عام نعروں سے کبھی آگے نہ گیا۔ مگر بقول فریگیلراتھ ''مکروہ
خطابت''، جو کہ اس کے دینیات والے زمانے سے اس کے ساتھ رہی کبھی کبھی اس کے پاؤں کو پھسلا
دیتی اور اسے اُس حد تک بائیں طرف لے جاتی جس طرح کہ کورٹ مارشل سے پہلے دائیں طرف
لے جاتی تھی، جبکہ درمیانہ درجے کی شاعرانہ صلاحیت اسے مدد دیتی تھی کہ اُسے اپنی طرح کے
دوسرے ڈیموکریٹوں سے زیادہ بہتر جانا جائے۔

ریخ آئینی مہم کے دوران کِنکل وِلچ کے قائم کردہ رضاکار کور میں شامل ہوا۔ جس کے

اندرا اینگلز اور مول نے بھی خدمات انجام دیں۔ وہ بہادری سے لڑا اور مورگ کے مقام پر اِس کور کی آخری لڑائی کے دوران جہاں مول مارے گئے، وہ سر پر چوٹیں آنے سے زخمی ہوا اور قیدی بنا دیا گیا۔کورٹ مارشل نے اسے قلعے میں عمر قید کی سزا سنائی، مگر ''بادشاہ سلامت'' (یا کنکل کی طرف سے اپنے دفاع میں استعمال کردہ نرم تر اظہار ''اعلیٰ حضرت، ہمارے تخت کے وارث'') اس سزا سے مطمئن نہ تھا اور برلن میں ایڈووکیٹ جنرل نے بادشاہ سے درخواست کی کہ اس سزا کو منسوخ کیا جائے اور کنکل پر دوبارہ مقدمہ چلایا جائے اس لئے کہ اس پر تو سزائے موت بنتی تھی۔

لیکن ایڈووکیٹ جنرل کو وزارت کی طرف سے متحدہ مزاحمت ملی، جو گو کہ یہ تسلیم کرنے پر تو تیار تھی کہ غدار کو نرم سزا دی گئی، مگر اعلان کیا کہ سزا کو بادشاہ کی طرف سے ''رحم کے اقدام کے بطور'' اور رائے عامہ کو رعایت کے بطور لینا چاہیے۔ بہ یک وقت وزارت نے اعلان کیا کہ اس کے خیال میں کنکل کو یہ سزا ''ایک سول ادارے'' میں بھگتنی چاہیے اس لئے کہ اگر اس سے ایک قلعہ کے قیدی کے بطور برتاؤ کیا جائے تو اس سے ''بڑا ہیجان'' پیدا ہو سکتا ہے۔ بادشاہ نے اپنی وزارت کی تجاویز منظور کر لیں۔مگر یہ کر کے اس نے وہی ''بڑا ہیجان'' پیدا کر لیا جس سے وہ اس قدر بچنا چاہتا تھا، اس لئے کہ ''رائے عامہ'' اس عمل کو ایک بدگمان تضحیک سمجھنے لگی کہ ''رحم کے اقدام کے بطور'' بادشاہ ایک عام جیل خانے میں قید با مشقت کے لئے اُس شخص کو بھیجے جسے ایک کورٹ مارشل نے ایک قلعے میں یہ قید کاٹنے کی سزا سنائی تھی۔

البتہ، پروشیائی کریمنل کوڈ کے نکات کو سمجھنے سے قاصر رائے عامہ ایک غلط فہمی کا شکار تھی۔ کنکل کو قلعے میں قید کرنے کی سزا نہیں ہوئی تھی، بلکہ قلعے میں شکنجے والی قید کی سزا ہوئی تھی جو کہ ایک عام جیل خانے میں عام قید با مشقت سے بہت سخت تھی۔ قلعے میں شکنجے والی قید کی سزا کے تحت قیدی دس یا بارہ کی تعداد میں ایک ہی سیل میں ٹھونس دیے جاتے تھے جہاں سونے کے لئے ایک سخت بنچ ہوا کرتا تھا، جبکہ خوراک بہت کم اور بری تھی۔انہیں ہر طرح کی جسمانی مشقت کرنی پڑتی تھی مثلاً لیٹرینوں کی صفائی، اور گلیوں میں جھاڑو دینا وغیرہ۔اور معمولی سی غلطی پر انہیں کوڑے کی سزا چکھائی جاتی تھی۔''رائے عامہ'' کے خوف سے وزارت کنکل کو اس غیر انسانی سزا سے بچانے کے لئے بے

چین تھی، مگر جس وقت ''رائے عامہ'' صورتحال کو غلط سمجھی تو وزارت نے ''بادشاہ سلامت'' کے خوف سے اپنے ''انسانی ہمدردی والے ارادوں'' کو تسلیم کرانے کی جرات نہ کی۔ اور لہٰذا وزارت نے بادشاہ کو شک وشبہ میں رکھا جو کہ اس کے وقار کو یقینی نقصان پہنچاتا' اور جس نے واقعی ایسا کیا۔

اس بدقسمت ناکامی کے زیر اثر وزارت کنکل کے جیل کے تجربات کے نتیجے میں کسی اور ''سنسنی'' سے بچنے کے لئے بے تاب تھی، مگر اس کی جرات یہ حکم دے کر ختم ہوئی کہ کسی بھی صورت کنکل کو جسمانی سزا نہیں دینی ہے۔کابینہ تو یہ بھی چاہتی ہوگی کہ اسے قید با مشقت کی لزومیت سے آزاد کیا جائے۔اور اس نے ناؤ گراد کے جیل گورنر کو تجویز دی کہ وہ یہ اقدام خود اپنی پہل کاری سے اٹھائے۔البتہ، اس پرانے بیوروکریٹ نے اس تجویز پر کوئی کان نہ دھرے، اور کنکل کو چرخے کے پہیے پر لگا دیا۔اس سے ایک بار پھر شور مچ گیا اور ''کاتنے کے پہیے کا نغمہ'' نمودار ہوا اور سارے ملک میں عظیم ذوق وشوق کے ساتھ بلند آواز کے ساتھ گایا جانے لگا۔جبکہ پہیے پر کام کرتے ہوئے شاعر کی تصویریں ہر جگہ بکنے لگیں۔اپنی بیوی کو لکھتے ہوئے کنکل نے اعلان کیا کہ: گروہی لڑائیاں اور تقدیر کا کھیل پاگل پن کی حد تک پہنچ رہے ہیں جب جن ہاتھوں نے جرمن قوم کو اوٹو ڈرشٹز دیا تھا اب چرخے کے پہیے گھما رہے ہیں۔البتہ یہ پرانا تجربہ، کہ فلسطیوں کی ''اخلاقی برہمی'' عموماً بے ہودگی پر ختم ہوتی ہے، جلد ہی سچ ثابت ہوا۔عمومی غصے سے خبردار ہوتے ہوئے اور وزارت سے زیادہ جرات رکھتے ہوئے مقامی حکام نے حکم دیا کہ اب کے بعد کنکل صرف ادبی کام میں مصروف ہوگا، جبکہ کنکل نے احتجاج کیا اور اعلان کیا کہ وہ چرخے کے پہیے پر ہی کام کرنے کو ترجیح دے گا اس لئے کہ ہلکا جسمانی کام اسے اپنی سوچوں کو آزادی سے چلنے دے گا جبکہ سارا دن عشق کرنے سے اس کا سینہ متاثر ہو سکتا ہے اور اس کی صحت بگڑ سکتی ہے۔

لہٰذا یہ وسیع رائے کہ کن کل بادشاہ کے حکم سے قید میں اذیتیں جھیل رہا ہے، غلط تھی۔جیل کا گورنر سُونشیل ایک سخت بیوروکریٹ تھا، مگر وہ غیر انسانی شخص نہ تھا۔وہ کنکل کو ہمیشہ جس قدر ممکن ہوتا کھلی ہوا میں زیادہ وقت دیتا تھا، اور وہ کنکل کی بیوی فراؤ کنکل کی اپنے خاوند کیلئے رہائی کی انتھک کوششوں سے ہمدردانہ رویہ رکھتا تھا۔مئی 1850ء میں جب کنکل کو سپانڈاؤ جیل منتقل کیا گیا تو اسے

اپنے بال اور داڑھی منڈوانے پہ مجبور کیا گیا، اور جیل گورنر نے جو کہ جیز یرخ نامی ایک رجعتی زاہد تھا، اس کا مذہب تبدیل کرنے کی کوشش کی اور فوری طور پر بہت ہی باغیانہ جھگڑے شروع ہوئے۔ البتہ جب وزارت نے فراؤ کنکل کی درخواست پر اس سے رپورٹ مانگی کہ ''اس کے خاوند کو اس شرط پر رہا کیا جائے کہ وہ امریکہ ترک وطن کرے گا'' تو اس نے بھی کوئی بڑے مسائل پیدا نہ کئے اور یہ شرط پیش کی کہ کنکل قول دے کہ مزید کسی سیاسی سرگرمی میں حصہ نہیں لے گا، اور یورپ واپس نہیں آئے گا۔ جیز یرخ نے یہ تک اعلان کیا کہ کنکل کے بارے میں اس کی معلومات نے اسے قائل کر دیا ہے کہ کنکل کی روح کا بہترین علاج امریکہ میں تلاش کیا جائے۔ البتہ اسے ایک اور سال تک قید میں رکھا جانا چاہیے تا کہ انصاف کی تلوار بلا وجہ کُند نہ ہو، لیکن بہر حال یہ خیال ضرور رکھنا چاہیے کہ طویل قید سے اس کی صحت نہ بگڑے۔ ایک سال قید میں گزارنے کے بعد اسے ترک وطن کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

یہ رپورٹ بادشاہ کو پیش کی گئی، مگر، وہ تو جیل گورنر اور وزارت سے بھی زیادہ منتقم مزاج نکلا۔ ''اعلیٰ حضرت'' نے فیصلہ کیا کہ کنکل کو ایک سال بعد رہا نہیں کیا جانا چاہیے اس لئے کہ اس کی کافی بے عزتی نہیں ہوئی اور اُسے کافی سزا نہیں دی گئی۔

جب کوئی اُس شخص کی خود پرستش کے بارے میں فکر کرے جو کہ اُس وقت کنکل میں نمودار ہوئی تھی، تو یہ سمجھنا آسان ہے کہ اس نے مارکس اور اینگلز جیسے انسانوں میں کتنی کراہت پیدا کی ہوگی۔ اس لئے کہ اُس طرح کے فلسطی ڈرامے ہمیشہ اُن کے ہاں قابلِ نفرت رہے تھے۔ ریخ آئین مہم پر اپنے مضامین میں اینگلز نے پہلے ہی تلخ انداز میں اُس شور وغل پر لکھا جو ''مئی بغاوتوں'' کے ''تعلیم یافتہ'' سزا یافتہ لوگوں کے بارے میں کیا گیا، جبکہ کسی کو بھی ان سیکڑوں بلکہ ہزاروں سادہ مزدوروں کی پرواہ نہ تھی جنہوں نے لڑائی میں اپنی جانیں گنوا دی تھیں، جو کہ راسٹاٹ کے تہہ خانے کے عقوبت خانوں میں سڑ رہے تھے، یا جو غربت وافلاس میں جلا وطنی کی تلخ روٹی کے آخری خستہ حال کھرنڈ کھانے پر مجبور تھے۔ البتہ، اس کے علاوہ بھی ''تعلیم یافتہ سزا یافتہ لوگوں'' میں بہت سے لوگ تھے جو کہ کنکل کی بہ نسبت کئی گنا خراب حالات میں رکھے گئے تھے اور اُن کی تقدیر پر کوئی بھی غصہ نہیں کر رہا تھا۔ وہ پھر بھی مردانگی کے ساتھ یہ سزا برداشت کر رہے تھے۔ مثال کے طور پر آگسٹ روکیل تھا

جو دانش میں کنکل سے کم نہ تھا۔ اُس پر والڈھیم جیل میں درندگی سے تشدد کیا گیا، اور حتیٰ کہ جسمانی سزا دی گئی، مگر اِس طرح کی بارہ سالہ جاں نثاری کے بعد بھی اس پر تشدد کرنے والے اُسے ایک لمحے کے لئے بھی رحم کی بھیک مانگنے پر مجبور نہ کر سکے۔ چنانچہ اس طرح کے شجاعانہ افتخار کے سامنے، وہ بالآخر مجبور ہوئے کہ اسے جیل سے باہر نکال پھینکیں۔ روکیل اس قدر استقامت کے ساتھ مردانگی دکھانے والا واحد شخص نہ تھا۔ دراصل سارے قیدیوں میں کنکل وہ واحد قیدی تھا جس نے برسرِ عام توبہ کی جب چند ماہ قید (جو کسی صورت نا قابلِ برداشت قید نہ تھی) کے بعد اس نے اپنے دفاع میں اپنی تقریر چھپوا دی۔ لہٰذا مارکس اور اینگلز کی اس پر برسائی ہوئی تلخ وسفاک تنقید مکمل طور پر جائز تھی۔ کنکل کی ہیرو پرستی نے بورژوازی سے اُن کے بٹوے ڈھیلے کروائے، اس حد تک کہ سپانڈاؤ جیل کے ایک افسر کو رشوت دینا ممکن ہوا، اور نومبر 1850ء میں کارل شُرز نے کنکل کو فرار کرا لیا۔ یہ اعلیٰ حضرت کی منتقم مزاجی کو گویا جواب تھا۔ اگر وہ کنکل کو امریکہ ترک وطن کرنے کی اجازت دے دیتا اور آئندہ سیاست نہ کرنے کے اس کے قول کو قبول کر لیتا تو کنکل جلد ہی فراموش کر دیا جاتا، مگر جیل سے کامیاب فرار سے کنکل اب تین گناہ زیادہ شورشی ہو چکا تھا اور بادشاہ کو نہ صرف نقصان برداشت کرنا پڑا بلکہ نتیجے میں پیدا ہونے والی تضحیک بھی نگلنی پڑی۔

البتہ بادشاہ نے خود سے شاہانہ انداز میں انتقام لینے کا فیصلہ کر لیا۔ کنکل کے فرار نے ایک خیال پیدا کیا جو اس نے دیانتداری سے تسلیم کیا کہ ''مذموم'' خیال تھا، لیکن اس نے پھر بھی منٹیوفل کو ہدایت کی کہ وہ سٹیبر کی ''قابل قدر شخصیت'' کو ایک سازش دریافت کرنے اور اُس کے مصنفوں کو سزا دینے کے لئے استعمال کرے۔ سٹیبر کو کھلی آزادی دی گئی۔ نتیجہ ''کولون کمیونسٹ ٹرائل'' چوری اور دروغ حلفی کے اپنے پس منظر کے ساتھ نکلا۔

یہ سرکاری جرم کنکل معاملہ سے کئی گنا گھناؤنا اور کئی گنا زیادہ بدنام تھا۔ مگر یہ ریکارڈ پر نہیں ہے کہ جرمنی کی معزز پیٹی بورژوازی نے اس پر کسی طرح کی برہمی کا اظہار کیا ہو۔ شاید یہ خوشگوار قبیلہ یہ ثابت کرنے پر بے چین تھا کہ کس طرح شروع ہی سے مارکس اور اینگلز نے اس کی ریاکاری کو جامعیت سے دیکھا تھا۔

3- کمیونسٹ لیگ میں پھوٹ

مجموعی طور پر ِکنکل کے معاملے کی اہمیت اصل سے زیادہ علامتی تھی۔ اِس وقت ایک طرف مارکس واینگلز اور دوسری طرف لندن مفروروں کے درمیان تنازعے کا جو ہر صاف طور پر ِکنکل معاملے سے جڑا ہوا نظر آتا ہے، حالانکہ ِکنکل معاملہ اس کا سب سے اہم عنصر نہ تھا، اور یہ اس کی وجہ تو بالکل نہ تھی۔ نیوے رائنشے ریویو کے معاملے کے علاوہ، 1850ء میں مارکس اور اینگلز کی دو بہت بڑی سرگرمیاں ہمیں بتاتی ہیں کہ کس چیز نے ان دونوں دوستوں کو دوسرے تارکین وطن کی جانب کھینچا اور کیا چیز انہیں اُن سے جدا کرنے والی تھی:

ایک طرف تو مفرور ایڈ کمیٹی تھی جو انہوں نے اُن سیاسی مفروروں کی مدد کے لئے (بائیر، فانڈر، اور ولچ سے مل کر) قائم کی تھی۔ یہ مفرور اِس وجہ سے زیادہ تعداد میں لندن بھاگ کر آ رہے تھے کہ سوئزرلینڈ کے حکام نے اُن کے ساتھ تحقیر والے رویے سے پیش آنا شروع کر دیا تھا۔

دوسری طرف کمیونسٹ لیگ کا دوبارہ قیام ہو رہا تھا جو کہ ایسا فریضہ تھا جو زیادہ سے زیادہ ضروری ہوتا جا رہا تھا اس لئے کہ فتح مند ردِ انقلاب نے مزدور طبقہ کو ناترسی کے ساتھ پریس کی آزادی اور اجتماع کی آزادی (دراصل کھلے پروپیگنڈہ کے ہر ذریعے) سے محروم کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس صورتحال کا خلاصہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ مارکس اور اینگلز نے شخصی طور پر تو مفروروں کے ساتھ اپنی یک جہتی کا اعلان کر دیا، مگر سیاسی طور پر نہیں۔ انہوں نے اعلان کیا کہ وہ تارکینِ وطن کی مصیبتوں کے ساتھ ہیں، مگر اُن کے واہموں کے ساتھ نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ یہ کہ وہ تارکینِ وطن کی مدد کے لئے اپنا آخری آنہ ٹکہ تک قربان کر دیں گے مگر اپنے سیاسی اصولوں کا معمولی ٹکڑا بھی نہیں۔

جرمن، اور بلکہ بین الاقوامی امیگریشن بہت ہی مختلف عناصر کے الجھن بھرے مجموعے کی نمائندگی کر رہا تھا۔ مگر پھر بھی وہ سب انقلاب کی ایک حیاتِ نو کی امید لگائے ہوئے تھے جو کہ انہیں گھر واپسی کی اجازت دے گا۔ وہ سب اس مقصد کے لئے کام کر رہے تھے جیسے کہ مشترکہ عمل کے

لئے ایک بنیاد نظر آ گئی ہو؛ مگر عملاً ہر ٹھوس کوشش ناکام ہو گئی۔ جو سب سے بڑی چیز انہیں حاصل ہوئی وہ کاغذی قراردادیں تھیں۔ اور جس قدر اُن قراردادوں میں بڑکیں زیادہ ہوتی تھیں اسی قدر اُن کی اہمیت کم ہوتی جاتی تھی۔ فوراً ہی کوئی عملی قدم اٹھایا جاتا تو مکروہ ترین جھگڑے شروع ہو جاتے۔ یہ جھگڑے اِن میں شامل لوگوں کی وجہ سے شروع نہیں ہوتے تھے۔ اُن کی اصل بنیاد طبقاتی جدوجہد تھی جس نے کہ انقلاب کا راستہ متعین کر دیا تھا اور جو دم درود کے ذریعے بھوت پریت کو دفع کرنے کے لئے کی گئی بہت سی کوششوں کے باوجود تارکینِ وطن کے اندر جاری رہی۔ مارکس اور اینگلز نے شروع ہی سے اس طرح کی ساری کوششوں کی بے ثمری جانچ لی تھی اور انہوں نے اُن میں کوئی حصہ نہ لیا۔ یہ ایک ایسی صورتحال تھی جس نے سارے گروہوں کو کم از کم اِس ایک نکتے پر متحد کر دیا کہ مارکس اور اینگلز مسائل پیدا کرتے ہیں، یہ کہ یہ دونوں ناقابلِ اصلاح ہیں۔

جہاں تک مارکس واینگلز کا تعلق ہے انہوں نے پرولتاری طبقاتی جدوجہد کی پالیسی جاری رکھی۔ 1849ء کے خزاں سے کمیونسٹ لیگ کے تقریباً سب کے سب پرانے ممبر (ماسوائے مول، شاپر اور ویلہلم وولف کے) لندن میں جمع ہو گئے تھے۔ علاوہ ازیں نئے ممبر بھی بن چکے تھے۔ ان میں سابقہ پروشیائی افسر آگسٹ ولچ موجود تھا، جسے اُس کے ایڈجوٹنٹ اینگلز نے قائل کر دیا تھا۔ وہ بہت ہی مفید آدمی تھا۔ مگر نظریاتی طور پر مبہم تھا۔ اس کے علاوہ بہت سے نوجوان تھے جن میں تاجر کونراڈ شرام تھا، ٹیچر ویلہلم پائیپر تھا اور سب سے بڑھ کر ویلہلم لیبخت تھا۔ اگلے برسوں میں یہ سب لوگ مارکس سے قریبی تعلق میں رہے، شاید لیبخت سب سے زیادہ قریب۔

مارچ 1850ء میں کمیونسٹ لیگ کی مرکزی کمیٹی نے مارکس اور اینگلز کا تیار کردہ ایک سرکلر جاری کر دیا۔ ہنرخ بائیر اُسے لیگ کے نمائندے کی حیثیت سے جرمنی لے گیا۔ اس میں اس یقین کا اظہار کیا گیا تھا کہ ''شاید فرانسیسی پرولتاریہ کی ایک آزادانہ بغاوت کی وجہ سے'' یا ''مقدس اتحادی'' فوجوں کی جانب سے ''انقلابی بیبل پر ایک حملے کے نتیجے میں'' ایک نیا انقلاب قریب ہے۔ جس طرح کہ مارچ انقلاب نے بورژوازی کو فتح تک پہنچایا تھا، اسی طرح ابھی آنے والا انقلاب پیٹی بورژوا کو فتح تک پہنچائے گا' اور یہ پیٹی بورژوازی پرولتاریہ سے پھر غداری کرے گی۔

پیٹی بورژوا ڈیموکریٹوں کی طرف انقلابی ورکرز پارٹی کے رویے کو یوں بیان کیا گیا:

''انقلابی ورکرز پارٹی اُس گروہ کے خلاف پیٹی بورژوا ڈیموکریٹوں کی مدد کرے گی جس کا تختہ الٹنا دونوں کی خواہش ہے، مگر جہاں کہیں اُس کے اپنے مفادات ابھریں گے وہ اُن کی مخالفت کرے گی''۔ پیٹی بورژوازی سرمایہ دارانہ سماج کی اصلاح کرنے کے لئے ایک کامیاب انقلاب کو استعمال کرے گی تاکہ اُس کے اپنے لیے اور کسی حد تک مزدوروں کے لئے زندگی آسان تر اور آرام دہ ہو جائے۔ البتہ، پرولتاریہ اس پہ صبر وشکر نہیں کرے گا۔ ڈیموکریٹک پیٹی بورژوازی اپنے محدود مطالبات پورے ہونے کے بعد جتنی جلد ممکن ہوا انقلاب سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرے گی، جبکہ دوسری طرف مزدوروں کا فریضہ انقلاب کو مستقل بنانے کا ہوگا۔مزدور یہ کام اس وقت تک جاری رکھیں گے جب تک کہ کم وبیش سارے جائیداد والے طبقات کو اقتدار سے دھکیل نہیں دیا جاتا اور ریاستی اقتدار پر پرولتاریہ قابض نہیں ہو جاتا، اور مزدوروں کی ایسوسی ایشن صرف ایک ملک میں نہیں بلکہ دنیا بھر میں سارے اہم ترین ممالک میں اتنی ترقی کر چکی ہوگی کہ ان ممالک کے مزدوروں کے بیچ مقابلہ ختم ہو چکا ہوگا اور اہم ترین پیداواری آلات اُن کے ہاتھوں میں آ چکے ہوں گے''۔

چنانچہ اس سرکلر نے مزدوروں کو خبردار کیا کہ پیٹی بورژوازی کی مصالحتی تبلیغوں سے دھوکہ نہ کھائیں اور نہ ہی خود کو بورژوا جمہوریت کے دم چھلوں کا کردار ادا کرنے والی گراوٹ کا شکار ہونے دیں۔اس کے برعکس وہ خود کو ممکنہ حد تک مضبوط اور بھرپور انداز میں منظم کریں تاکہ انقلاب کی فتح کے بعد، جو کہ حسبِ معمول اُن کی قوت اور جرات سے جیتی جائے گی، پیٹی بورژوازی پر ایسی شرائط مسلط کی جاسکیں کہ بورژوا ڈیموکریٹوں کا اقتدار اپنے اندر اپنے زوال کے تخم بو سکے، لہٰذا اس کو پرولتاری حکمرانی میں بدلنے میں بہت آسانی ہو۔

''جدوجہد کے دوران اور بعد میں مزدوروں کو سب سے بڑھ کر اور جس حد تک ممکن ہو مصالحت کی ساری بورژوا کوششوں کی مخالفت کرنی چاہئے۔انہیں ڈیموکریٹوں کو مجبور کرنا چاہئے کہ وہ اپنے دہشت گرد فقروں کو عمل میں ڈھال دیں.......... نام نہاد زیادتیوں سے قطع نظر، قابلِ نفرت افراد پر عوام کا انتقام یا عمارتوں پر عوامی حملوں (جو کہ قابل نفرت یادیں جگاتے ہیں)، کو نہ صرف یہ

کہ ہمیں برداشت کرنا چاہیئے بلکہ اُن کی تو رہنمائی کرنی چاہئے''۔قومی اسمبلی کے الیکشنوں میں ساری جمہوری جملہ بازیوں کو نظر انداز کر کے مزدوروں کو ہر جگہ پر اپنے امیدوار کھڑے کرنے چاہئیں، خواہ اُن کے منتخب کرنے کی کوئی توقع موجود ہو یا نہ ہو۔تحریک کی شروعات میں مزدور فطری طور پر کوئی براہِ راست کمیونسٹ تجاویز پیش نہیں کر سکیں گے، مگر وہ ڈیموکریٹوں کو حتیٰ الوسع بڑے پیمانے پر سابقہ سماجی نظام کے ڈھانچے میں مداخلت کرنے پر مجبور کر سکیں گے، اور وہ ڈیموکریٹوں کو ممکنہ حد تک زیادہ پیداواری وسائل یعنی ٹرانسپورٹ، فیکٹریوں، ریلویز وغیرہ کو ریاست کے ہاتھوں میں دینے کے لئے زیادہ سے زیادہ مداخلت کرنے پر مجبور کر سکیں گے۔

سب سے بڑھ کر، جب انقلاب فیوڈلزم کو ختم کردے، تو مزدوروں کو بڑی فیوڈل جاگیروں کی تراش خراش اور نجی ملکیت کے بطور اس کے ٹکڑوں کی کسانوں میں تقسیم کو برداشت نہیں کرنا چاہئے، جس طرح کہ عظیم انقلابِ فرانس کے بعد برداشت کیا گیا تھا۔اس لئے کہ یہ دیہی پرولتاریہ کو دائمی بنائے گا اور'' کسان زمینداروں'' کا ایک پیٹی بورژوا طبقہ پیدا کرے گا جو کہ فقیر سازی اور مقروضی کے اسی دائرے کا سامنا کرے گا جس کا سامنا فرانسیسی کسانوں نے کیا تھا۔اس کے برعکس مزدوروں کو یہ مطالبہ کرنا چاہئے کہ ضبط کردہ فیوڈل جاگیریں ریاست ہی کی ملکیت میں رہیں تاکہ انہیں مزدوروں کی کالونیوں میں بدلا جاسکے اور وسیع پیمانے کے زرعی طریقوں کے مطابق منظم زرعی پرولتاریہ انہیں چلائے۔اس طریقے سے لڑکھڑاتے ہوئے بورژوا ملکیتی رشتوں کے عین مرکز میں مشترکہ ملکیت کے اصول کو مضبوط بنیاد فراہم کی جاسکے گی''۔

اس سرکلر سے لیس، بائیر کو جرمنی میں اپنے مشن میں عظیم کامیابی ملی۔اس نے ٹوٹے ہوئے رابطوں کو دوبارہ قائم کیا اور نئے رابطے بھی بنائے۔سب سے بڑھ کر اسے مزدوروں، کسانوں اور سپورٹس ایسوسی ایشنوں کی باقیات پر اچھا خاصا اثر پیدا کرنے میں کامیابی ہوئی جو کہ ردِ انقلاب کی دہشت گردی کے باوجود جاری رہی تھیں۔سٹیفن بورن کی قائم کردہ'' ورکرز بھائی چارہ'' کے موثر ترین ممبر اب کمیونسٹ لیگ میں شامل ہوئے۔اور کارل شُرز نے (جو کہ سوئٹزرلینڈ کی ایک مفرور ایسوسی ایشن کی جانب سے جرمنی کا دورہ کر رہا تھا) زیورچ کو رپورٹ کی کہ لیگ'' مفید

ترین عناصر‘‘ کے دل جیت رہی ہے۔ جون 1850ء میں جاری کردہ ایک مسودے میں مرکزی کمیٹی اس بات کی رپورٹ کرنے میں کامیاب ہوگئی کہ لیگ کئی جرمن قصبوں میں مضبوط طور پر پیر جمانے میں کامیاب ہوگئی اور یہ کہ شلسوگ ہولسٹین کے لئے ہیمبرگ میں، میکلین برگ کے لئے شورین میں، سلیسیا کے لئے برسلاؤ میں، سکسونی اور برلن کے لئے لیپزگ میں، بویریا کے لئے نورمبرگ میں، اور رائن لینڈ اور ویسٹ فالیا کے لئے کولون میں کمیٹیاں قائم ہوچکی ہیں۔

اسی مسودے نے یہ اعلان بھی کیا کہ لندن، لیگ کا سب سے مضبوط علاقہ ہے، یہ کہ تنہا یہی یونٹ لیگ کے لئے سارے فنڈ مہیا کرتا ہے، یہی یونٹ جرمن ورکرز ایجوکیشن ایسوسی ایشن اور اہم ترین تارکین وطن گروپوں کے کام کی نگرانی کرتا ہے اور یہ کہ، لیگ برطانوی، فرانسیسی اور ہنگری کی انقلابی پارٹیوں سے قریبی رشتے رکھی ہوئی ہے۔ البتہ، دوسرے زاویے سے دیکھیں تو لیگ کا لندن یونٹ ہی اس کا کمزور ترین نکتہ ہے اس لئے کہ اسی کے واسطے سے لیگ تارکین وطن کی شدید اور مایوس کن جدوجہدوں میں زیادہ سے زیادہ شامل ہوتی گئی۔

1850ء کے موسمِ گرما کے دوران یہ امید بظاہر غائب ہوگئی کہ انقلاب جلد ہی دوبارہ زندہ ہوجائے گا۔ فرانس میں مزدوروں کی طرف سے کسی بھی احتجاج کے بغیر عام رائے دہی کا حق تباہ کردیا گیا اور اب فیصلہ تخت کے دعوے دار لوئی بوناپارٹ اور شاہ پرست رجعتی قومی اسمبلی کے بیچ تھا۔ جرمنی میں ڈیموکریٹک پیٹی بورژوازی سیاسی میدان سے ریٹائر ہوگئی جبکہ لبرل بورژوازی اُن سرگرمیوں میں شامل ہوگئی جو پروشیا نے انقلاب کی قیمت پر فوری طور پر شروع کی تھیں۔ البتہ، پروشیا کو دوسری جرمن ریاستوں نے دھوکہ دیا، جو کہ سب کے سب آسٹریا کی دھن پر رقص کررہی تھیں، جبکہ زار سارے جرمنی پر دھمکی خیز انداز میں گھما گھما کر کوڑے مار رہا تھا۔ انقلابی لہر جس قدر ظاہر ہوتی گئی، تارکینِ وطن اسی قدر ایک مصنوعی انقلاب پیدا کرنے کی اپنی کوششیں تیز کرتے گئے۔ اس نے جان بوجھ کر ساری خبر دار کرنے والی علامتوں کو نظر انداز کیا۔ اور اپنی امیدیں معجزوں پر لگادیں، اور صرف اور صرف قوت ارادی اور مصمم ارادے سے برپا کرنے کی کوششیں کی۔ بہ یک وقت یہ خود اپنی صفوں کے اندر کسی بھی خود تنقیدی سے بدگمان ہوگئے، اور نتیجتاً مارکس اور اینگلز جو کہ صورتحال کو واضح

طور پر دیکھ رہے تھے، دوسرے تارکین وطن سے گہرے سے گہرے تر مناقشے میں آئے۔ دلیل و منطق کی آواز جذبہ و جوش کے طوفان پہ کس طرح قابو پانے کی امید کرسکتی ہے جو کہ زیادہ سے زیادہ ناامید ہوتے ہوئے لوگوں کے دلوں میں بڑھتا جارہا تھا۔ یہ ناامیدی تھی، اور حقیقت میں ایک عام سراسیمگی خود لیگ کی صفوں میں گھس چکی تھی اور اس کی مرکزی کمیٹی کو پست حوصلہ کررہی تھی۔

مرکزی کمیٹی کی میٹنگ میں جو کہ 15 ستمبر 1850ء میں منعقد ہوئی، ایک کھلی پھوٹ پڑ گئی۔ چھ ممبر ایک طرف تھے اور چار ممبر دوسری طرف۔ پرانے لوگوں کی صفوں میں سے مارکس، اینگلز، بائیر، ایکیریئس اور فانڈر، نوجوان نسل کے کونراڈ اور شرام کے ساتھ مل کر، ولیچ، شاپر اور لہمین کے خلاف کھڑے ہوگئے۔

اس فیصلہ کن میٹنگ میں ہونے والے جھگڑے کو مارکس نے یوں بیان کیا: ’’اقلیت راسخ الاعتقادی سے ایک میٹیریلسٹ رویے کو ایک آئیڈیلسٹ رویے سے بدلتی ہے۔ وہ اصل حقائق کے بجائے خود اپنی خواہشات کو انقلاب کی قوت متحرکہ سمجھتی ہے۔ جبکہ ہم نہ صرف موجودہ حالات کو بدلنے کے لئے، بلکہ خود کو سیاسی اقتدار سنبھالنے کے لئے فِٹ بنانے کی خاطر مزدوروں کو پندرہ، بیس، شاید پچاس سال کی لڑائی اور خانہ جنگی کا بتاتے ہیں۔ تم اس کے برعکس انہیں یہ بتاتے ہو کہ انہیں فوراً سیاسی اقتدار پر قبضہ کرنا چاہئے یا پھر ساری امیدیں ترک کردینی چاہئیں۔ ہم وضاحت کرتے ہیں کہ جرمن پرولتاریہ اب تک بہت غیر ترقی یافتہ ہے، مگر تم بہت ہی کھردرے انداز میں جرمن دستکار کے تعصّبات اور نیشنلزم کی مدح سرائی کرتے ہو، اور یہ فطری طور پر زیادہ مقبول ہے۔ جس طرح ڈیموکریٹوں نے لفظ عوام کو ایک مقدس چیز بنادیا ہے، تم یہی چیز لفظ پرولتاریہ سے کررہے ہو‘‘۔ متشدد بحثیں ہوئیں اور حتیٰ کہ شرام نے ولیچ کو لڑائی لڑنے کا چیلنج دے دیا (گو کہ مارکس نے اُس کے اِس عمل کو ناپسند کیا)۔ یہ لڑائی واقعتاً آنٹ ورپ کے قریب لڑی بھی گئی اور شرام معمولی زخمی ہوگیا۔ آخر میں دونوں پارٹیوں کے درمیان مصالحت ناممکن ثابت ہوئی۔

اکثریت نے لیگ کو بچانے کے لئے اس کی مرکزی لیڈر شپ کو کولون منتقل کرنے کی کوشش کی۔ کولون یونٹ ایک نئی مرکزی کمیٹی منتخب کرنے والی تھی اور لندن کے یونٹ کو دو علیحدہ علیحدہ

یونٹوں میں تقسیم ہونا تھا جنہیں صرف کولون میں موجود مرکزی کمیٹی سے منسلک ہونا تھا۔ مگر اقلیت نے اس فیصلے کو منظور نہیں کیا۔ اقلیت کو لندن یونٹ میں بالادستی حاصل تھی، اور بالخصوص جرمن ورکرز ایجوکیشن ایسوسی ایشن میں، جس سے کہ مارکس اور اس کے قریب ترین ساتھیوں نے استعفیٰ دیدیا۔ ویلیچ اور شاپر نے خود اپنی ایک تنظیم بنانے کی ٹھانی مگر یہ مہم نقلی انقلابیت کے اندر مکمل طور پر گل سڑ گئی۔

مارکس اور اینگلز نے اپنا نقطۂ نظر نیوے رائنیشے زی تنگ کے پانچویں اور چھٹے شمارے میں واضح کیا، جو کہ اکٹھے ایک ڈبل شمارے کے بطور نومبر 1850ء میں نمودار ہوا۔ اس نے اخبار کی زندگی ہی ختم کردی۔ یہاں ان کا نقطۂ نظر اُس اجلاس سے بھی زیادہ تفصیل سے دیا گیا جس میں پھوٹ واقع ہوگئی تھی۔ اس ڈبل شمارے میں 1525ء کی کسان جنگ پر تاریخی مادیت کے نقطۂ نظر سے اینگلز کا لکھا ہوا ایک طویل مضمون بھی شامل تھا۔ اور اس میں لندن کے اندر ٹیلرنگ کے پیشے پر ایکارئیس کا ایک مضمون بھی موجود تھا۔ اِس مضمون کا مارکس نے بھرپور جوش کے ساتھ یہ اعلان کر کے استقبال کیا کہ: ''قبل اس کے کہ پرولتاریہ مورچوں اور بیریکیڈوں میں اپنی جنگ لڑے، وہ دانشورانہ فتوحات کے ایک سلسلے کے ساتھ اپنی حکمرانی کی آمد کا اعلان کر رہا ہے''۔

ایکارئیس خود لندن کی ایک ٹیلرنگ ورکشاپ میں کام کر رہا تھا اور اس نے محسوس کیا کہ ایک وسیع پیمانے کی صنعت اگر دستکاری کی جگہ لے لے تو یہ آگے کی جانب ایک تاریخی قدم تھا۔ اس نے یہ مشاہدہ بھی کیا کہ وسیع پیمانے کی صنعت کے نتائج اور حاصلات پرولتاری انقلاب کے لئے سازگار حالات پیدا کر رہی تھیں اور روزانہ ان حالات کو تازہ بنا رہی تھیں۔ اس نے ایک واضح میٹریلسٹ نقطۂ نظر اپنایا اور عمومی جذباتیت سے مبرا ہو کر بورژوا سماج اور اس کی قوتوں کی مخالفت کی۔ اور اس وجہ سے مارکس نے اس کے مضمون کو یہ کہہ کر سراہا کہ یہ موجودہ حالات کی جذباتی، اخلاقی اور نفسیاتی تنقید سے بہت آگے کی جانب ایک عظیم قدم ہے۔ اس کے علاوہ یہ مضمون مارکس کی اپنی انتھک روشن خیال تصنیف کے ثمرات میں سے ایک کی نمائندگی کرتا تھا۔ یہ ایک بہت ہی اچھا ثمر تھا۔

البتہ اس آخری شمارے میں سب سے اہم مضمون مئی تا اکتوبر کے زمانے کا سیاسی معاشی

جائزہ تھا۔ مارکس اور اینگلز نے بہت ہی گہرے تجزیے میں سیاسی انقلاب اور ردِ انقلاب کی معاشی وجوہات پر بحث کی۔ انہوں نے یہ دکھایا کہ سیاسی انقلاب معاشی بحران سے ابھرا تھا جبکہ ردِ انقلاب کی جڑیں پیداوار کی ایک نئی پیش رفت میں تھیں۔ وہ اس نتیجے پر پہنچے: ''عمومی خوشحالی کے مدنظر، (جو کہ ابھی قائم ہے اور بورژوا سماج کی پیداواری قوتوں کو بورژوا سماج کی چوکھاٹ کے اندر رہتے ہوئے جتنی تیزی سے ممکن ہو تو ترقی کرنے کی اجازت دیتی ہے)، کسی حقیقی انقلاب کا کوئی امکان نہیں ہو سکتا۔ ایسا انقلاب صرف ایک ایسے زمانے میں ممکن ہے جب دو عناصر ٹکرا جائیں، جب جدید پیداواری قوتیں بورژوا طریقِ پیداوار سے ٹکرا جائیں۔

وہ مختلف زبانی شور شرابے جن میں اس وقت براعظمی نظام کے انفرادی گروہوں کے نمائندے خود کو مشغول رکھ رہے ہیں اور مفاہمت کر رہے ہیں، کسی نئے انقلاب کی طرف نہیں لے جائیں گے۔ اس کے برعکس، وہ صرف اس لئے ممکن ہیں کہ فی الحال موجودہ رشتوں کی بنیاد اس قدر محفوظ ہے۔ یہ ایک ایسا نکتہ ہے جس سے رجعت اسی قدر ناواقف ہے جس قدر کہ بورژوازی ناواقف ہے۔ بورژوا ترقی کو روکنے کی رجعت کی ساری کوششیں اُسی طرح مایوس کن انداز میں ٹوٹ جائیں گی جس طرح کہ ڈیموکریٹوں کے اخلاقی طیش وغضب اور پرجوش اعلانات۔ ایک نیا انقلاب صرف ایک نئے بحران کے نتیجے کے بطور ممکن بنایا جا سکے گا، مگر یہ اُسی قدر یقینی ہے جس قدر کہ خود بحران کا آنا یقینی ہے''۔

موجودہ صورتحال کے اس واضح اور قائل کن بیانیہ کا پھر یورپی مرکزی کمیٹی کے جاری کردہ اور مارزینی، لڈرورولن، داراز، اور روج کی دستخط کردہ ایک اپیل سے موازنہ کیا گیا۔ یہ اپیل ممکنہ حد تک مختصر انداز میں سیاسی تارکین وطن کے سارے واہموں کا واہمہ تھی جس میں انقلاب کی ناکامی کو انفرادی لیڈروں کے جاہ طلب تعصب، اور عوام کے مختلف نمائندوں کی متضاد تعلیمات کا نتیجہ قرار دیا گیا۔ اس اپیل کا اختتام لبرٹی، مساوات اور اخوت، خاندان، کمیونٹی، ریاست اور مادرِ وطن پر ایمان کے اعتراف کے ساتھ کیا ہے، یعنی ایک ایسے سماجی نظام میں ایمان کے ساتھ جہاں بھگوان اور اس کے ابدی قوانین چوٹی پر ہوں اور عوام بنیاد میں۔

اس سیاسی معاشی تجزیہ پر یکم نومبر 1850ء کی تاریخ لکھی ہوئی ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کے مصنفوں کا سیدھا اور فوری تعاون دو دہائیوں کے لئے ختم ہو گیا، اس لئے کہ اینگلز ایک بار پھر ''ایرمن اینڈ اینگلز'' میں کام کرنے مانچسٹر چلا گیا جبکہ مارکس سائنسی مطالعہ کے لئے اپنی ساری توانائیاں وقف کرنے کے لئے لندن ہی میں رہا۔

4- جلاوطنی کی زندگی

نومبر 1850ء کے ایام مارکس کی زندگی کے عین درمیان میں پڑتے ہیں۔ اور وہ ایام بیرونی طور پر نہیں، بلکہ مارکس کے اپنے کام کے ایک موڑ کی نمائندگی کرتے ہیں۔ مارکس خود اس سے خوب آگاہ تھا اور اینگلز شاید اُس سے بھی زیادہ۔

1851ء میں مارکس کو لکھتے ہوئے اینگلز نے اعلان کیا: ''جلاوطنی ایک ایسا ادارہ ہے جہاں ہر شخص لازمی طور پر احمق، گدھا، کمینہ اور مکار بن جاتا ہے، جب تک کہ وہ اس سے مکمل طور پر دست کش نہیں ہوتا اور خود کو ایک آزاد لکھاری میں محدود نہیں کرتا جو نام نہاد انقلابی پارٹی کے بارے میں کم سے کم مغز کھپاتا ہو'۔ اور مارکس نے جواب دیا، ''میں عوامی تنہائی بہت پسند کرتا ہوں جس کے اندر کہ اس وقت ہم دونوں ہیں۔ یہ مکمل طور پر ہمارے رویوں اور ہمارے اصولوں کے مطابق ہے۔ باہمی رعایتوں کا نظام، ظاہرداری کے لئے نیم دلانہ اقدامات برداشت کرنے کا نظام اور عام عوام کی نظروں میں ایک ذمہ داری نبھانے کے دوران ایک فرد کی حیثیت سے حصہ لینے کی لزومیت، اب اُن ساری احمقانہ باتوں کا اختتام آ چکا ہے''۔ اور پھر اینگلز کہتا ہے: ''ہمیں ایک بار پھر یہ دکھانے کا موقع ملا ہے کہ ہمیں کسی ملک میں کسی پارٹی کی طرف سے کسی مدد کسی مقبولیت کی ضرورت نہیں ہے، یہ کہ ہماری پوزیشن اس طرح کی ادنیٰ چیزوں سے مکمل طور پر آزاد ہے............ برسبیلِ تذکرہ ہم اس حقیقت کے بارے میں بہ مشکل شکایت کر سکتے ہیں کہ petit grands hommes (عالیشان) ہم سے کنی کتراتے ہیں۔ برسہا برس ہم نے ایسا جتایا کہ گدڑی والا اور لنڈورا ہماری پارٹی تھی، گو کہ ہماری کوئی پارٹی نہ تھی اور جن لوگوں کو کم از کم سرکاری طور پر ہم اپنی پارٹی

سے وابستہ سمجھتے تھے، وہ تو ہمارے کاز کے بنیادی اصول بھی نہیں سمجھتے تھے''۔

''احمق''، ''گدھا'' اور ''مکار'' والے الفاظ کو بہت سنجیدہ لینا غلطی ہوگی اور اِن خوش مزاج تبصروں سے کچھ مواد باہر نکالنا چاہیے، مگر پھر جو کچھ بچے، وہ ہمیں بتاتا ہے کہ مارکس و اینگلز جلاوطنوں کے بے کار روز روز کے جھگڑوں سے خود کو دور رکھنے کے اپنے فیصلے کو واقعی اپنی نجات قرار دیتے تھے۔ وہ اینگلز کے بقول'' کچھ کچھ تنہائی میں چلے گئے تاکہ اس وقت تک اپنا سائنسی مطالعہ جاری رکھ سکیں جب تک کہ لوگ اُن کے کاز کو بہتر انداز میں سمجھ سکیں''۔

البتہ، یہ قطع تعلق اس قدر جامع، تیز رفتار اور گہرا نہ بنایا گیا کہ زمانۂ ماضی کے مشاہدہ کرنے والے کو نظر آ جائے۔ اگلے سالوں میں دونوں کے درمیان ہونے والی خط و کتابت میں ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ جلاوطنوں کے بیچ داخلی جدوجہد کافی کردار ادا کرتی ہے، اور یہ اس نہ ختم ہونے والی ناچاقی کی وجہ سے تھا جو دو گروہوں کے درمیان ہوا جس میں کمیونسٹ لیگ تقسیم ہو گئی تھی۔ گو کہ مارکس اور اینگلز نے جلاوطنوں کے پُر شور روز روز کے جھگڑوں میں مزید حصہ نہ لینے کا فیصلہ کیا تھا، مگر اس کا مطلب روزمرہ سیاسی جدوجہدوں میں حصہ لینا ہی ترک کر دینا بالکل نہ تھا۔ وہ روز چارٹسٹ اخباروں میں لکھتے رہے اور انہوں نے نیوے رینیشے ریویو کے ختم ہو جانے کو حتمی نہ سمجھا۔

باصل میں شبیلٹز نامی ایک پبلشر نے ''ریویو'' کو جاری رکھنے کی پیشکش کی، مگر آخر میں کچھ نہ ہوا۔ مارکس نے پھر ہرمن بیکر سے مذاکرات شروع کیے، جو کچھ عرصے تک ویسٹ دوچے زی تنگ کے ایڈیٹر کی حیثیت سے کولون میں اپنی پوزیشن برقرار رکھنے میں کامیاب ہوا، اور جب اسے آخرکار بند کر دیا گیا، تو اس نے ایک چھوٹا سا پبلشنگ ہاؤس کھول لیا تھا۔ مارکس چاہتا تھا کہ اس کی تصانیف ایک مجموعہ کی شکل میں چھپ جائیں اور ایک سہ ماہی میگزین لیگ کے مقام سے نکلے۔ مگر یہ منصوبہ مئی 1851ء میں بیکر کی گرفتاری سے تباہ ہوا، گو کہ ''مجموعہ تصانیف'' کا ایک پمفلٹ بھی چھپ چکا تھا۔ دو جلدیں چھپنی تھیں، جن میں سے ہر ایک 400 صفحات کی ہوتی، اور جو شخص بھی پندرہ مئی سے قبل اس کاروبار میں پیسے ڈالتا تو اسے دس بروشرز پر مشتمل یہ جلدیں فی جلد آٹھ چاندی کے سکّوں پر ملتی، اور اُس کے بعد ہر جلد کی قیمت ایک تھیلر اور پندرہ چاندی کے سکّے ہوتی تھی۔ پہلا

بروشر جلد ہی فروخت ہو گیا۔

مارکس جب یہ منصوبے بنا رہا تھا تو وہ ''گزر بسر کا انتظام کرنے کی فوری ضرورت میں تھا''۔ وہ اور اس کا خاندان بہت ہی غربت میں جی رہے تھے۔ نومبر 1849ء میں چوتھا بچہ (گائیڈو نامی ایک بیٹا) پیدا ہوا، اور اس کی ماں نے لکھا: ''بے چارے ننھے معصوم نے پستان سے اس قدر اندیشے اور پریشانیاں پی لیں کہ وہ ہمیشہ بیمار رہتا ہے اور دن رات شدید دردوں میں رہتا ہے۔ جس وقت سے یہ دنیا میں آیا ہے، وہ ایک رات بھی اچھی طرح سے نہیں سویا، اور ایک وقت میں دو تین گھنٹے سے زیادہ نہیں سویا''۔ بچہ، پیدائش کے ایک سال بعد مر گیا۔

خاندان کو چلسیا میں اپنے پہلے گھر سے ظالمانہ اور بے رحمانہ انداز میں نکال دیا گیا، اس لئے کہ گو کہ ٹھیکیدار کو کرایہ تو ادا کیا گیا تھا مگر ٹھیکیدار نے یہ کرایہ مالک مکان کو نہیں پہنچایا تھا۔ بہت مشکلوں کے بعد انہیں ایک جرمن ہوٹل میں سر چھپانے کی عارضی جگہ مل گئی، اور اس کے جلد بعد وہ سوہو چوک میں 28 ڈین سٹریٹ میں منتقل ہو گئے۔ اگلے چھ برسوں تک ڈین سٹریٹ پر واقع ان دو کمروں نے خاندان کو مستقل رہائش دیے رکھی۔ مگر، اس سے ان کی مالی مشکلات آسان نہ ہوئیں جو کہ بڑھتی ہی چلی گئیں۔ اکتوبر 1850ء کے آخر میں مارکس نے فرینکفرٹ میں موجود وی دی میر کو لکھا کہ وہ خاندان کی رہن میں رکھی ہوئی چاندی نکال کر اچھی قیمت پر فروخت کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ صرف چمچوں کا ایک چھوٹا سا ڈبہ وغیرہ چھوڑ دے جو کہ ننھی جینی کا تھا۔ ''اس لمحے میری صورتحال ایسی ہے کہ کام کرتے رہنے کے لئے مجھے ہر حال میں رقم چاہیے''۔ تقریباً اُسی وقت اینگلز خود کو ''کمبخت بزنس'' پر وقف کرنے کے لئے، اور یقیناً اپنے دوست کی مدد کرنے کے قابل ہونے کے لئے، مانچسٹر روانہ ہوا۔

اینگلز کے سوا ضرورت کے دوست بہت کم ثابت ہوئے اور 1850ء میں فراؤ مارکس نے وی دی میر کو لکھا: ''جو چیز مجھے سب سے زیادہ تکلیف دیتی ہے اور میرے دل کو خون خون کر دیتی ہے، وہ یہ ہے کہ میرا خاوند بہت ساری معمولی مشکلات میں گھرا ہوا ہے۔ بہت کم سے اس کی مدد کی جاسکتی ہے، مگر وہ شخص جس نے ہمیشہ دوسروں کی مدد کی، اتنی جلد بے یار و مددگار چھوڑ دیا

گیا ہے۔ محترم وی دی میر! براہِ کرم یہ نہ سوچئے کہ ہم کسی سے کچھ مانگ رہے ہیں، مگر کم از کم میرا خاوند ان لوگوں کو جائز طور پر کہہ سکتا ہے جو بہت سارے خیالات اور مدد کے لئے اس کے پاس آئے، کہ وہ اس کے ''ریویو'' میں ذرا زیادہ سرمایہ ڈال دیں۔ وہ اُس کے اس قدر کم کے قرضدار تو ہیں ہی، اور مجھے ایسا کہتے ہوئے کوئی جھجک نہیں ہو رہی۔ اس معاملے میں بہر حال کسی کو فریب نہیں دیا گیا تھا۔ اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے، مگر میرا خاوند مختلف طرح سوچتا ہے۔ اس نے کبھی بھی مستقبل کی امید ترک نہ کی، بدترین لمحات میں بھی نہیں۔ اور اس نے کبھی بھی اپنی خوش طبیعتی ترک نہ کی اور وہ مجھے مزاح کے موڈ میں دیکھ کر اور ہمارے عزیز بچوں کو مجھے تنگ کرتے دیکھ کر ہمیشہ خوش ہوتا ہے''۔ اور جب دوست خاموش تھے اور وہ اس کی دیکھ بھال کر رہی تھی تو اسی طرح مارکس نے اُس کی دیکھ بھال اُس وقت کی جب دشمن اپنے حملوں میں بہت زیادہ ہنگامہ خیز تھے۔

اگست 1851ء کو مارکس نے دوبارہ وی دی میر کو لکھا: ''آپ تصور کر سکتے ہیں کہ میری حالت افسردہ ہے۔ اگر یہ صورتحال زیادہ دیر چلی تو میری بیوی برباد ہو جائے گی۔ مسلسل مشکلات اور گزر بسر کرنے کے لئے روزمرہ کی معمولی معمولی جدوجہد یں اُسے اندر ہی اندر سے کھا رہی ہیں۔ اور ان سب سے زیادہ میرے مخالفین کی مجھ کو بدنام کرنے کی کوششیں ہیں، جو کہ مجھ پر معروضی حملہ تک نہیں کرتے بلکہ اپنے بانجھ پن کا مجھ پر شک کر کے، اور میرے بارے میں ناقابل بیاں بہتان پھیلا کر انتقام لیتے ہیں۔...... جہاں تک میرا تعلق ہے تو مجھے اس پورے معاملے پر قہقہے لگانے چاہئیں اور میں اُسے کم از کم اپنے کام میں مداخلت کرنے نہیں دے رہا ہوں، مگر آپ تصور کر سکتے ہیں جب درمیان والے احمق اُسے جمہوری گندی نالی والوں کی طرف سے تازہ ترین تہمتیں پہنچاتے ہیں تو یہ سب کچھ میری بیوی کے لئے دکھوں میں کمی نہیں ہے، جو کہ بیمار ہے، جس کا اعصابی نظام تباہ ہو گیا ہے، اور جو صبح سے شام تک تکلیف دِہ غربت میں جدوجہد کرنے پر مجبور ہے۔ اس معاملے میں کچھ لوگوں کی موقع محل ناشناسی تو اکثر تباہ کن ہوتی ہے''۔ کچھ ماہ قبل (مارچ میں) فراؤ مارکس نے ایک بچی فرانزسکا کو جنم دیا تھا، اور باوجود ایک آسان زچگی کے وہ بہت بیمار رہی۔

مارکس کے لئے اس کے سائنسی مطالعے کبھی ناکام نہ ہونے والے اور امید بڑھاتے

رہنے کا سرچشمہ رہے۔ وہ صبح نو بجے سے لے کر شام سات بجے تک برٹش میوزیم میں بیٹھتا۔ اور ِکنکل اور وِلچ کی خالی خولی بمباری کا حوالہ دیتے ہوئے اس نے ایک بار اعلان کیا: ''قدرتی طور پر، جمہوری سادہ لوگوں کو جن کا وجدان ''اوپر سے'' آتا ہے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بھلا وہ معصوم لوگ کیوں اپنا مغز معیشت اور تاریخ پر کھپائیں؟ جس طرح کہ محترم وِلچ مجھ سے کہا کرتا تھا'' ہر چیز بہت آسان ہے۔ ہر چیز بہت آسان ہے!''......اُس وقت مارکس کو امید تھی کہ اس کی کتاب ''سیاسی معیشت کی تنقید'' چند ہفتوں میں مکمل ہو جائے گی، اور اس نے ایک پبلشر کی تلاش شروع کر دی۔ یہ ایک ایسی تلاش تھی جو اسے یکے بعد دیگرے مایوس کرتی جا رہی تھی۔

مئی 1851ء میں، ایک وفادار دوست فریلیگراتھ جس پر مارکس اعتبار کر سکتا تھا، لندن آیا اور اگلے چند برسوں تک دونوں قریبی رابطے میں رہے، مگر جلد ہی اُس کے متعلق بری خبریں آئیں۔ دس مئی کو درزی ''ناتھ جنگ'' لیزگ میں گرفتار ہوا۔ وہ کمیونسٹ لیگ کے ایک نمائندے کے طور پر ایجی ٹیشن کے ایک دورے پر تھا۔ اس سے جو کاغذات برآمد ہوئے اُن میں پولیس کو لیگ کی موجودگی کا پتہ چلا، اور جلد ہی کولون میں سنٹرل کمیٹی کے ممبر گرفتار کیے گئے۔ خود فریلیگراتھ بال بال بچا۔ جب وہ لندن پہنچا تو جرمن جلا وطنوں کے اندر مختلف گروہ مشہور شاعر کی قربت کے اعزاز کے لئے باہم دست و گریباں ہو گئے۔ مگر اُس نے انہیں یہ اطلاع دیکر لڑائی رکوا دی کہ وہ مارکس اور اس کے حلقے کے ساتھ ہے، اور اس نے اس میٹنگ میں شرکت سے انکار کر دیا جو 14 جولائی 1851ء کو اس غرض سے منعقد ہوئی تا کہ جلا وطنوں کے بیچ موجود اختلافات کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ کوشش سابقہ کوششوں کی طرح نہ صرف ناکام ہو گئی بلکہ اس سے تو نئے اختلافات پیدا ہو گئے۔ 20 جولائی کو روج کی دانشورانہ قیادت میں ''ایجی ٹیشن کلب'' قائم کیا گیا، اور 27 جولائی کو ِکنکل کی دانشورانہ قیادت میں ''امیگریشن کلب'' قائم کیا گیا۔ اور یہ دونوں ایسوسی ایشنیں جلد ہی ایک دوسرے کے خلاف، بالخصوص جرمن امریکن پریس کے کالموں میں سخت لڑائی کرنے والی تھیں۔

قدرتی طور پر مارکس ''مینڈکوں اور چوہوں کی اس لڑائی'' کے لئے توہین آمیز جذبات

رکھتا تھا' اور ان کے لیڈروں کے دانشورانہ موقف اُس کے لئے کم و بیش قابلِ نفرت تھے۔ 1848ء میں روج کی ''واقعات کا سب ایڈیٹ کرنے'' کی کوششوں سے پہلے ہی ہلکے پھلکے انداز میں نیوے رائنیشے زی تنگ میں نمٹا گیا، مگر ''Pomeranian کے مفکر'' آرنالڈ ونکل ریڈ روج'' کے خلاف بھاری توپخانہ منگایا گیا جس کی تحریریں گندا نالہ تھیں جن میں ''جرمن جمہوریت کی ساری فضول لفاظی اور تضادات بہتے تھے''۔ البتہ، اپنی ساری کنفیوژن کے لئے، روج ِکنکل سے مختلف ذہانت رکھتا تھا۔ جو کہ سپانڈاؤ میں جیل سے فرار کے وقت سے لندن میں دلچسپ سماجی شیر کا کردار ادا کرنے کی نہ ختم ہونے والی کوشش میں لگا رہا تھا، بقول فریلیگراتھ ''ابھی دیکھو تو پب میں اور ابھی دیکھو تو کلب میں''۔ مزید برآں مارکس اس زمانے میں ِکنکل میں زیادہ دلچسپی لے رہا تھا اس لئے کہ وِلچ ایک بڑا دھوکہ منظّم کرنے کے لئے، اور ایک محدود ذمہ داری پہ ایک طرح کا انقلاب منظّم کرنے کے لئے ِکنکل کا اتحادی بن چکا تھا۔ 14 ستمبر 1851ء کو ِکنکل اس مشن پر نیویارک اترا کہ ''جلد ہی آنے والے ریپبلکن انقلاب کو بڑھاوا دینے کے لئے دوملین ڈالر کی رقم کے سلسلے میں معزز پناہ گزینوں کو'' ایک جرمن قومی قرض کے لئے ضامن بننے پر راضی کرے اور ابتدائی فنڈ کے بطور بیس ہزار تھیلر جمع کرے۔ کوسُوتھ نے پہلے یہ شاندار تصور پایا کہ چندے کا ایک بڑا بکسہ لے کر اس بڑے تالاب پر تیرا جائے، مگر چھوٹے پیمانے پر ِکنکل نے اس کام کو بہت انہماک سے آگے بڑھایا، اور اپنی سرگرمی کے دوران استاد و شاگرد دونوں شمالی ریاستوں میں غلامی کے خلاف اور جنوبی ریاستوں میں اس کے حق میں تبلیغ کرتے رہے۔

جس وقت یہ مزاحیہ معاملہ چل رہا تھا مارکس نے ''نیو ورلڈ'' کے ساتھ سنجیدہ تعلقات قائم کیے۔ اپنی بڑھتی ہوئی مالی شرمندگی میں............''اِس طرح چلنا تقریباً ناممکن ہے'' اس نے 31 جولائی کو اینگلز کو لکھا............اس نے امریکی اخباروں کے لئے ایک مراسلت جاری کرنے کی تجویز دی، اور کچھ دن بعد اسے ''نیو یارک ٹریبون'' سے جو کہ شمالی ریاستوں میں سب سے زیادہ پڑھا جانے والا اخبار تھا، ایک باقاعدہ لکھاری بننے کی ایک پیشکش موصول ہوئی۔ یہ پیشکش اخبار کے پبلشرز ''ڈانا'' نے کی جسے مارکس اپنی کولون میں رہائش کے وقت سے جانتا تھا۔ اس وقت تک

مارکس انگلش زبان میں ضروری روانی نہیں رکھتا تھا اس لئے اینگلز اس کی خاطر مقرر ہوا، اور جرمنی
میں انقلاب اور ردِ انقلاب پر مضامین کا ایک سلسلہ لکھا۔ اور پھر اس کے بعد جلد ہی مارکس امریکہ
میں اپنی ایک کتاب جرمن میں چھپوانے کے قابل ہو گیا۔

5۔ ''اٹھارواں برومیئر''

سارے انقلابی برسوں میں برسیلز میں مارکس کے پرانے دوست جوزف وی دی میر
ایک جمہوری اخبار کے ایڈیٹر کی حیثیت میں بڑی جرات سے لڑتا رہا۔ جس وقت ردِ انقلاب بہت
بے لگام ہوا تو اس اخبار کو بھی بند کیا گیا، اور کمیونسٹ لیگ کے انکشاف کے بعد، جس کا کہ وی دی
میر ایک سرگرم ممبر تھا، پولیس جاسوس اُس کے پیروں کے نشانوں کے پیچھے بھی پڑ گئے۔

پہلے تو اس نے ''سیشن ہاسن کی ایک چھوٹی سی سرائے'' میں پناہ لی، یہ سوچ کر کہ طوفان
گزر جائے گا اور اس دوران وہ خود کو سیاسی معیشت پر ایک مقبول کتاب میں مصروف رکھے گا۔ مگر
اس کے بجائے فضا زیادہ سے زیادہ جابرانہ ہو گئی اور اس حد تک کہ بالآخر وی دی میر ''اِس نہ ختم
ہونے والی روپوشی کو شیطان'' کہنے کو چھٹ پڑا۔ وہ ایک خاوند تھا، اور دو چھوٹے بچوں کا باپ، اور
جب اس نے دیکھا کہ وہ سوئٹزرلینڈ یا لندن میں کوئی روزگار تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہو گا، تو اس
نے امریکہ جلاوطن ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

مارکس اور اینگلز دونوں اس طرح کا ایک وفادار دوست کھو دینے کے لئے بالکل تیار نہ
تھے، اور مارکس نے اس کے لئے ایک انجینئر، ریلوے سروئیر یا اسی طرح کی کسی ملازمت تلاش
کرنے کے لئے ٹکریں ماریں مگر ناکام رہا۔ ''اگر تم وہاں پہنچو بھی تو کیا ضمانت ہے کہ تم خود کو کسی ''
فارویسٹ'' میں کھو نہ دو گے؟ ہمارے پاس واقعتاً اچھے آدمیوں کی بہت کمی ہے اور ہمیں اپنی قوتوں
کے ساتھ بہت کنجوسی سے گزارہ کرنا چاہیے''۔ لیکن جب وی دی میر کی روانگی ناگزیر ثابت ہوئی تو
انہیں معلوم ہوا کہ '' نئی دنیا'' میں کمیونسٹ کاز کا ایک قابل نمائندہ موجود ہونا بری بات نہیں ہے۔''
ہمیں نیویارک میں وی دی میر جیسے ایک قابلِ اعتماد ساتھی کی ضرورت ہے'' اینگلز نے اعلان کیا'' نیو

یارک دنیا سے باہر تو واقع نہیں ہے، اور ہم جانتے ہیں کہ اگر ہمیں اس کی ضرورت پڑے تو وی دی میر
پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے''۔ لہٰذا، آخر میں دونوں نے اپنی رضامندی دی اور وہ 29 ستمبر کو ہاورے سے
سمندری سفر پر روانہ ہوا اور تقریباً 40 روز کے طوفانی سفر کے بعد وہ خیریت سے نیویارک پہنچا۔

31 اکتوبر کو مارکس نے اسے ایک خط بھیجا اور اسے نصیحت کی کہ وہ نیویارک میں ایک
کتب فروش اور پبلشر کے بطور خود کو فروغ دے اور نیوے رائنشے زی تنگ اور نیوے رائنشے ریویو
سے بہترین چیزیں نکالے اور انہیں علیحدہ علیحدہ جاری کرے۔ وہ اس وقت بہت خوش ہوا جب وی
دی میر نے اسے اطلاع دی کہ وہ جنوری کے شروع میں ''دی ریوولیوشن'' کے نام سے ایک ہفت
روزہ نکالنے کے قابل ہو جائے گا۔ اس نے جتنی جلد ممکن ہو اس کے لئے مضامین بھیجنے کا کہا۔
مارکس نے فوری طور پر پر جوش انداز میں سارے کمیونسٹ قلم متحرک کر دیے اور سب سے بڑھ کر
اینگلز کا قلم۔ اس نے فریلیگراتھ کو بھی قابو کر لیا جس سے وی دی میر ایک نظم چاہتا تھا۔

ایکاریئس وریتھ اور دونوں وولفوں کو قابو کر لیا۔ وی دی میر کو جواب لکھتے ہوئے اس نے
شکایت کی کہ وی دی میر نے ہفت روزہ کے لکھاریوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ویلہلم وولف کا نام
شامل نہیں کیا۔ اس نے اعلان کیا: ''اُس کی مقبول طرزِ تحریر ہم میں سے کسی کے پاس نہیں
ہے..........''۔ خود اپنے حصے کے بارے میں مارکس نے اعلان کیا کہ پرودھون کے ساتھ ایک نئی
تصنیف کی طویل بحث کے علاوہ، وہ ''لوئی بونا پارٹ کی اٹھارویں برومیئر'' یا دو دسمبر کو بونا پارٹی کودتا
کے بارے میں لکھنے کا ارادہ رکھتا ہے، جو کہ آج کی یورپی سیاست میں اہم ترین واقعہ ہے اور
اخباروں میں اس پر زبردست بحثیں چلیں۔

اس موضوع پر لکھی گئی دو تصانیف مشہور ہوئیں اور ان کے مصنفین کی خوب پذیرائی
ہوئی۔ بعد میں مارکس نے ان دو تحریروں اور خود اپنی تحریر کے درمیان فرق کو یوں بیان کیا: ''وکٹر ہیوگو
کی Napolen le Petit خود کو'' کودتا'' کے ذمہ دار مصنف کے خلاف تلخ و موٹی گالیوں کی
بوچھاڑ تک محدود کرتا ہے۔ خود کودتا اُسے ناگہاں آئی ہوئی بجلی کی کوند کی طرح لگتا ہے اور سوائے
ایک فرد کے تشدد کے نتیجے سے زیادہ کچھ نہیں لگتا، مگر وہ یہ مشاہدہ کرنے میں ناکام رہتا ہے کہ اس

طرح وہ اُس فرد کو پہل کاری کی ایک شخصی قوت (جس کی کہ دنیا کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی)، کا اعزاز دے کر اسے چھوٹا سمجھنے کے بجائے عظیم بناتا ہے۔ دوسری طرف، پرودھون کی تصنیف ''کودتا'' اس کودتا کو پچھلے تاریخی ارتقا کے تسلسل کے نتیجے کے بطور پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے، مگر اس کے ہاتھوں کودتا کی تاریخی تعمیر کودتا کے ہیرو کے لئے ایک تاریخی معذرت نامہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ وہ ہمارے نام نہاد معروضی مورخوں کی غلطی میں گر جاتا ہے۔ البتہ موضوع سے میرا برتاؤ یہ ہے کہ کس طرح فرانس میں طبقاتی جدوجہد نے وہ حالات بنائے جنھوں نے ایک معمولی قابلیت اور بے تکے فرد کو ایک ہیرو کا کردار ادا کرنے کو ممکن بنایا''۔ مارکس کی کتاب اپنی زیادہ خوش قسمت بہنوں کے ساتھ ساتھ ایک ادبی شاہکار کی طرح نمودار ہوئی، اور جبکہ باقی تحریریں عرصہ ہوا گرد اور راکھ بن گئیں، مارکس کی کتاب آج بھی لافانی چمک دمک کے ساتھ چمک رہی ہے۔

تاریخ کی مادیت والے تصور کی برکت سے نکتہ سنجی اور مزاح سے دمکتی تصنیف کی صورت میں مارکس ایک ہم عصر تاریخی واقعہ کی تہہ تک تجزیہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس تصنیف کا قالب بھی اتنا ہی شاندار ہے جتنا کہ اس کا مواد۔ اس کے پہلے باب میں موجود عظیم الشان موازنہ سے: ''بورژوا انقلاب (جس طرح کہ 18 ویں صدی والے انقلابات تھے) کامیابی پہ کامیابی حاصل کرتے ہوئے تیزی سے آگے کی طرف مچلتے جاتے ہیں، ان کے ڈرامائی اثرات ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے ہیں، انسان اور اشیاء سرگرم شانداری میں واقع ہونے لگتے ہیں، انتہائی مسرت ہر روز کی مروج فضا ہے؛ مگر وہ مختصر اور عارضی ہوتے ہیں، وہ جلد ہی اپنا نقطۂ عروج حاصل کرتے ہیں، اور اس سے قبل کہ سماج سنجیدہ انداز میں اپنے طوفانوں اور تشنج کے عرصے کے نتائج کو ہضم کرے، سماج پر ڈپریشن و پژمردگی کا ایک طویل دور چھا جاتا ہے۔ دوسری طرف پرولتاری انقلاب (جیسے کہ انیسویں صدی کے انقلابات) خود پہ نہ ختم ہونے والی تنقیدیں کرتے ہیں اور خود اپنی ہی گزرگاہ میں مسلسل مداخلتیں کرتے رہتے ہیں۔ وہ جو کچھ پہلے ہی حاصل کیا جا چکا ہے اس پر دوبارہ لوٹ آتے ہیں تاکہ اسے دوبارہ شروع کریں، اور نا ترس جامعیت سے اپنی پہلی کوششوں کی کمزوری اور نالائقی کا مذاق اڑاتے ہیں۔ وہ اپنے دشمن کو بار بار زمین پر پٹخ دیتے نظر آتے ہیں تاکہ

وہ زمین سے تازہ توانائی حاصل کرے اور اُن کے سامنے مزید طاقتور ہو کر کھڑا ہو جائے۔ وہ خود اپنے مقاصد کی غیر یقینی اور مہیب فطرت سے اس وقت تک بار بار اچھل کر پیچھے ہٹتے ہیں جب تک کہ ایک ایسی صورتحال پیدا ہوتی ہے جو پسپائی کو ناممکن بناتی ہے اور خود حالات پکار اٹھتے ہیں؛!!" Hic Rhodus,hic Salta ....'' اس عمدہ شروعات سے پیغمبرانہ اختتامیہ کے مطمئن الفاظ تک: ''اگر شاہی انگیٹھی کے اوپر کی کارنس بالآخر لوئی بوناپارٹ کے کندھوں پر گر جائے، نپولین کا کانسی کا مجسمہ وینڈومینار سے گڑگڑاہٹ کے ساتھ گر جائے گا''۔

اور یہ شاندار تصنیف کن حالات کے تحت لکھی گئی تھی! یہ حقیقت سب سے کم اہم ہے کہ پہلے شمارے کے بعد وی دی میر پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے اپنا ہفت روزہ بند کرنے پر مجبور ہوا تھا: ''یہاں موسمِ خزاں کے اوائل سے موجود بے مثال بے روزگاری کسی نئے روزگار کو شروع کرنے نہیں دیتی۔ اور پھر مزدوروں کا حالیہ زمانے میں کئی طریقوں سے استحصال کیا گیا، پہلے کِنکل نے اور پھر کوسُوتھ نے۔ بدقسمتی سے، ان کی اکثریت اپنی مخالفت میں پروپیگنڈہ کے لئے بہ نسبت اپنے مفادات کے دفاع میں ایک سینٹ دینے کے ایک ڈالر دے دیتی۔ امریکی حالات غیر معمولی کرپشن کے اثرات رکھتے ہیں، اور بہ یک وقت وہ یہ مغرور تصور ذہن نشین کرتے ہیں کہ ''امریکی اپنے دنیائے قدیم کے کامریڈوں سے بہتر ہیں''۔ البتہ، وی دی میر نے اپنے اخبار کو دوبارہ زندہ کرنے کی امید کبھی ترک نہ کی، اس بار ایک ماہنامے کی صورت میں، اور وہ محض دو سو ڈالروں سے زیادہ نہ چاہتا تھا۔

اِن مشکلات سے کافی زیادہ اہم یہ حقیقت تھی کہ جنوری میں مارکس بیمار پڑ گیا اور بہت مشکل سے کام کرنے کے قابل تھا: ''برسوں سے مجھے کسی چیز نے اس قدر بیمار نہ کیا جتنا کہ اس مصیبت بواسیر نے کیا، حتیٰ کہ بدترین فرانسیسی ناکامی نے بھی نہیں''۔ اور اس سے بڑھ کر وہ "غلیظ آمدنی" یا بلکہ اس کی کمی سے مسلسل عذاب میں تھا، جس نے اسے بے آرام کر رکھا تھا۔ 27 فروری کو اس نے لکھا: ''میرے معاملات اب اس رضامندی کے نکتے تک پہنچ گئے جہاں میں گھر سے باہر نہیں جاسکتا اس لئے کہ میرے کپڑے رہن (گروی) میں ہیں، میں اب گوشت نہیں کھا سکتا اس لئے کہ

میرے پیسے ختم ہو چکے ہیں''۔ مگر آخرکار، 25 مارچ کو وہ وی دی میر کو مسودے کا آخری بنڈل اور ایک اور ننھے انقلابی کی پیدائش کی مبارکباد بھیجنے میں کامیاب ہوا جس کی اطلاع وی دی میر نے اُسے دی تھی: ''دنیا میں آنے کے لئے اِس موقع سے اچھا وقت منتخب کرنا ناممکن ہوگا۔ جب تک کہ سات دنوں میں لندن سے کلکتہ جانا ممکن ہو ہم دونوں کے سر قلم کر دیے جائیں گے یا وہ عمر کے ہاتھوں ملنے لگیں گے۔ آسٹریلیا، کیلیفورنیا اور بحرالکاہل! ۔نئی دنیا کے شہری یہ سمجھنے میں ناکام ہوں گے کہ ہماری دنیا کس قدر چھوٹی تھی''۔ مارکس نے اپنی بدترین شخصی مصیبتوں میں بھی انسانی ترقی کے عظیم امکانات کے بارے میں اپنی پرامیدی ترک نہ کی۔ اور مغموم ایام فوری طور پر اس کے سامنے تھے۔

30 مارچ کے ایک خط میں، وی دی میر نے اس کی ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا ہوگا کہ اس کی تصنیف چھپ نہ سکے گی۔ خود یہ خط سلامت نہ رہا، مگر اس نے جو بازگشت پیدا کی وہ 16 اپریل کو ویلہلم وولف کی طرف سے ایک سخت خط کی شکل میں موجود ہے (یہ وہ دن ہے جب مارکس کے بچوں میں سے ایک کی تدفین ہوئی تھی)۔ وولف نے اعلان کیا: ''ہمارے تقریباً سارے دوست عمومی بدقسمتی کے نرغے اور دباؤ میں ہیں''۔

یہ مارکس اور اس کے خاندان کے لئے خوفناک ایسٹر تھا۔ بچوں میں سے جس کی موت ہوئی تھی وہ سب سے چھوٹی بیٹی تھی، جو ایک ہی سال قبل پیدا ہوئی تھی۔ مندرجہ ذیل ہلا ڈالنے والا بیان فراؤ مارکس کی ڈائری سے لیا گیا ہے: ''1852ء کے ایسٹر پر، ہماری ننھی سی فرانزسکا سخت کھانسی سے بیمار ہوئی۔ تین دن تک معصوم بچی موت سے لڑتی رہی اور مزید بدحال ہوئی۔ اس کا چھوٹا سا بے جان جسم ہمارے پچھلے چھوٹے کمرے میں رکھا ہوا تھا۔ جبکہ ہم سب سامنے والے کمرے میں گئے اور جب رات آئی تو ہم نے فرش کو بستر بنایا۔ تینوں زندہ بچے ہمارے ساتھ لیٹے اور ہم بے چاری ننھی ملائکہ کے لئے روتے رہے جو ساتھ والے کمرے میں ٹھنڈی اور بے زندگی لیٹی تھی۔ معصوم بچی کی موت تلخ ترین غربت کے زمانے میں ہوئی۔ میں اُس فرانسیسی تارکِ وطن کے پاس گئی جو ہمارے پڑوس میں رہتا ہے اور جس نے ذرا پہلے ہمارا حال پوچھا تھا۔ وہ دوستانہ انداز اور ہمدردی سے ملا اور مجھے دو پونڈ دے دیے۔ اس رقم سے وہ تابوت خریدا گیا جس میں میری

بچی کو استراحت کرنی تھی۔ جب وہ پیدا ہوئی تھی تو اس کے پاس کوئی پنگھوڑا نہ تھا اور حتیٰ کہ آخری تابوت بھی کافی دیر تک اسے میسر نہ آیا۔ یہ ہمارے لیے خوفناک وقت تھا جب چھوٹے سے تابوت وہ اپنی آخری آرام گاہ کی طرف لے جائی گئی''۔ اس سیاہ دن کو وی دی میئر کا خط اپنی بری خبر کے ساتھ پہنچا اور مارکس اپنی بیوی کی حالت پہ شدید تکلیف زدہ تھا جس نے پچھلے دو سال سے ہر اُس چیز کو ناکام ہوتے ہوئے دیکھا تھا جس پر مارکس نے اپنا ہاتھ لگایا تھا۔

البتہ، اُن ناخوش ساعتوں میں ایک نیا خط پانی کے راستے پہلے ہی رواں دواں تھا۔ اس پہ 9 اپریل کی تاریخ لکھی تھی اور اس میں لکھا تھا: ''غیر متوقع مدد نے بالآخر وہ مشکلات صاف کیں جو پمفلٹ کی اشاعت کو روک رہی تھیں۔ جس وقت میں نے اپنا آخری خط بھیجا تھا تو مجھے فرینکفرٹ سے ہمارے کچھ کارکن ملے، ایک درزی جو گرمیوں میں یہاں آیا، اور اس نے فوری طور پر اپنے بچت کیے ہوئے 40 ڈالر میرے حوالے کیے''۔ وی دی میئر اس کے نام تک کا ذکر نہیں کرتا۔ مگر یہ بات اہم بھی نہیں کہ اُس شخص کا نام کیا تھا؟ وہ قوت جس نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا وہ تو پرولتاریہ کا طبقاتی شعور تھا، جو اس کی نجات کے لئے شریف و نجیب قربانیاں دینے سے کبھی نہیں تھکتا۔

''اٹھارویں برومیئر'' نے ماہنامہ ''ریوولیوشن'' کا پہلا شمارہ بنایا جو کہ وی دی میر نے اب شروع کیا تھا۔ دوسرے اور آخری شمارے میں فریلیگراتھ کی طرف سے وی دی میر کے نام خط کی شکل میں دو شاعرانہ مضامین موجود ہیں۔ یہ دو شمارے ہی اس ماہنامہ کا انجام ہوئے۔ اینگلز کی طرف سے بھیجے گئے بہت سے مضامین راستے میں گم ہو گئے۔

وی دی میر نے ''اٹھارویں برومیئر'' کی ایک ہزار کاپیاں چھاپیں اور اس تعداد کی ایک تہائی یورپ چلی گئی، مگر کتب فروشوں کے ہاتھ میں نہیں۔ وہ دوستوں اور ہمدردوں کے ہاتھوں انگلینڈ اور رائن لینڈ میں تقسیم کی گئیں، اس لئے کہ حتیٰ کہ ''ریڈیکل'' کتب فروشوں کو بھی اسے رکھنے پر راضی نہ کیا جا سکا۔

ایک پبلشر تلاش کرنے میں مارکس کی مشکلات میں اضافہ اُن حالات نے کیا کہ فرانس میں بوناپارٹ کو دتا کے بعد جرمنی میں کولون کمیونسٹ مقدمہ شروع ہو گیا۔

6- کولون میں کمیونسٹ مقدمہ

گرفتاریوں کے وقت سے جو کہ مئی 1851ء میں ہوئیں، مارکس ابتدائی تفتیش کا قریبی جائزہ لیتا رہا تھا، مگر چونکہ خود سرکاری وکیل تک بھی تسلیم کرنے پر مجبور تھا کہ تفتیش ہر ''ایک الزام کے لئے معروضی بنیادوں'' کی کمی کی وجہ سے بار بار رک جاتی تھی، تو وہاں کچھ زیادہ کام نہیں کیا جا سکتا تھا۔ گرفتار لوگوں کے خلاف زیادہ سے زیادہ یہ ثابت کیا جا سکتا تھا کہ وہ ایک خفیہ پروپیگنڈہ تنظیم کے ممبر تھے، اور اس کے لئے کوئی سزا مقرر نہ تھی۔

البتہ بادشاہ نے اصرار کیا کہ اس کے نامزد کردہ، سٹیبر، کو اپنی کوششیں کرنے کا موقع دیا جائے اور پروشیائی عوام کو ایک دریافت شدہ سازش کا ایک بہت خواہش والا لطف مہیا کیا جائے اور سازشیوں کو سزا دی جائے، اور سٹیبر خود اتنا اچھا محبّ وطن تھا کہ وہ اپنے موروثی حکمران اور بادشاہ کی خواہش کو بھلا کیسے بجا نہ لاتا۔ اس نے اپنا فریضہ ڈاکے کے ایک عمل پر اکسانے کے طریقے سے کیا۔ اس کے آلہِ کار لوگوں میں سے ایک کھل گیا اور اُسوالڈ ڈائٹز نامی ایک شخص کے لکھنے کی میز کی تلاشی لے کر کاغذات لوٹ لے گیا، جو کہ وِلیچ کی تنظیم کا سیکرٹری رہ چکا تھا۔ ایک چالاک ایجنٹ پرووکیٹیر کی حیثیت سے سٹیبر جانتا تھا کہ اس تنظیم کی ناپختہ کاری اس کے اپنے مشن کی کامیابی کے لئے امکانات کھولتی تھی، اس طرح کا کہ ''مارکس پارٹی'' کبھی نہ کھولتی۔

چوری کردہ مسودوں کی مدد سے، اور بونا پارٹی کو دتا کے موقع پر فرانسیسی حکام سے ملنے والی کمک سے، سٹیبر نے پیرس میں نام نہاد ''فرانسیسی جرمن سازش'' گھڑ لی، اور فروری 1852ء میں اُس سے فرانسیسی عدالتوں کی طرف سے کئی بدقسمت جرمن مزدوروں کو سزا ہوئی۔ ان عدالتوں نے انہیں مختلف معیاد کی قید کی سزائیں سنائیں۔ البتہ سٹیبر جس بات کو ثابت کرنے میں کامیاب نہ ہوا وہ تھا پیرس سازش اور کولون کے ملزموں کے بیچ تعلق۔ اپنی ساری چالاکی کے باوجود ''فرانسیسی وجرمن سازش'' نے اسے ثبوت کا شائبہ تک نہ دیا جس کو کہ کولون میں استعمال کیا جا سکتا۔

اسی دوران ''مارکس پارٹی'' اور '' وِلیچ وشاپر پارٹی'' کے درمیان اختلافات مزید تیز

ہو گئے۔ وِلیچ ابھی تک کِنکل کے ساتھ مشترک مقصد بنا رہا تھا اور کنکل کی امریکہ سے واپسی نے جلا وطنوں کے بیچ سارے جھگڑے دوبارہ بھڑکا دیے۔ اس حد تک کہ 1852ء کے موسمِ گرما میں دونوں تنظیموں کے بیچ کشیدگی شدید ہوگئی۔ کِنکل وہ بیس ہزار تھیلر نہ پا سکا جس نے قومی انقلابی قرض کی ریڑھ کی ہڈی بننا تھا، مگر اس نے اس کا نصف حاصل کر لیا تھا، اور اب مسئلہ یہ تھا کہ اس رقم کا کیا کیا جاتا۔ یہ سوال ایسا تھا جس پر جمہوری تارکینِ وطن نے نہ صرف اپنے دماغ کھپا ڈالے بلکہ ایک دوسرے کے سر بھی توڑنے شروع کر دیے۔ بالآخر پہلی عبوری حکومت کے لئے ایک ہزار پاؤنڈ سٹرلنگ زرِضمانت کے بطور ویسٹ منسٹر بنک میں جمع کیے گئے۔ اور بقیہ جمع شدہ رقم سفر اور انتظامی اخراجات کے لئے مختص کی گئی۔ بنک میں جمع کردہ رقم کبھی بھی اپنے مقصد پر خرچ نہ ہو سکی، مگر پندرہ سال بعد یہ حماقت اُس وقت ایک اطمینان بخش انجام تک پہنچی جب اس پیسہ نے جرمن سوشل ڈیموکریسی کے پریس کی اس کے اوائل والی مشکلات میں مدد کی۔

جس وقت اِس خزانے کے گرد شور شرابہ اور چیخ و پکار ٹھٹھیں مار رہی تھی، مارکس اور اینگلز جنگ کے ہیروؤں کے خاکے بنا رہے تھے، مگر بدقسمتی سے یہ مسودات سلامت نہ رہ سکے۔ ان دونوں کو ایسا کرنے میں بنیا نامی ایک ہنگری کے کرنل نے راغب کیا جس نے اُن کے سامنے خود کو ''کوسوتھ'' کی طرف سے ایک نقلی مختار نامہ کے ساتھ پیش کیا جس نے اسے ہنگری کے جلا وطنوں کا پولیس پریذیڈنٹ مقرر کیا تھا، گو کہ حقیقت میں یہ شخص ایک عام جاسوس تھا اور ہر وقت زیادہ پیسے دینے والے کی خدمت کرتا تھا۔ اسے مارکس اور اینگلز نے بے نقاب کیا اس لئے کہ مسودہ برلن پبلشروں کے حوالے کرنے کے بجائے (جن کے لئے کہ یہ بھیجا گیا تھا) بنیا نے اسے پروشیائی پولیس کے حوالے کر دیا۔ مارکس نے فوراً ہی ایک اعلان نامے پر دستخط کر کے اس غنڈے کی جعل سازی کو افشا کر دیا جو کہ نیو یارک کے ''کریمنل زے تنگ'' میں چھپا۔ مگر وہ مسودہ واپس حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوا جو، اب تک نہیں ملا۔ اگر پروشیائی حکومت اسے کولون مقدمے میں مواد کے بطور استعمال کرنے کی امید میں تھی تو وہ یقیناً مایوس ہوئی ہوگی۔

حکومت ملزموں کے خلاف ثبوت کی کمی سے مایوس ہو کر پبلک مقدمے کو ایک عدالت

سے دوسری میں ملتوی کرتی رہی۔ یوں وہ دلچسپی رکھنے والی پبلک کے اندر شکوک بڑھاتی رہی۔ تاوقتیکہ اسے اکتوبر 1852ء تک میں پردہ اٹھانا پڑا اور ادا کاری شروع کرنے کی اجازت دینی پڑی۔ پولیس ایجنٹوں کے سارے مصمم جھوٹے حلفیہ بیان ملزموں اور ''فرانسیسی و جرمن سازش'' کے درمیان تعلق ثابت کرنے میں کافی نہ تھے۔ایک ایسی سازش جسے پولیس نے گھڑ لیا تھا جبکہ ملزم جیل میں تھے اور ایک ایسی تنظیم میں تھے جس کے وہ نہ صرف ممبر نہ تھے بلکہ اُس کے مخالف بھی تھے۔آخر میں، سٹیبر نے مایوسی میں ''مارکس پارٹی کا اصلی کاروائی رجسٹر'' پیش کیا جس میں اُن میٹنگوں کی تاریخ وار کاروائی درج تھی جس میں مارکس اور اس کے کامریڈوں پر عالمی انقلاب کے لئے خطرناک منصوبوں پر بحث مباحثے کا الزام لگایا۔اس '' کاروائی رجسٹر'' کو گریف نامی پولیس آفیسر کے حکم کے تحت ایجنٹ پر وو کیٹیر ز چارلس فلیوری اور ولہلم ہرشچ نے مل کر کاٹ چھانٹ کر کے ایک بدنام جعل سازی کی تھی۔ پہلی نظر میں یہ قیمتی مسودہ ہیرا پھیری کے سارے نشانات بتاتا تھا اور اس کے مندرجات سراسر احمقانہ تھے، مگر سٹیبر اپنے محتاط چھان پھٹک کرنے والے بورژوا ججوں کی حماقت پر تکیہ کیے بیٹھا تھا اور اُس ڈاک پر کڑی نگرانی کرتا تھا تاکہ لندن سے آنے والی وضاحتوں کو روکا جاسکے۔

البتہ، سٹیبر کا واہیات منصوبہ اس توانائی اور چوکنے پن کی وجہ سے ناکام ہوا جس سے کہ مارکس نے اس کی مخالفت کی، گو کہ ایک طویل اور گوریلا جیسی جدوجہد کے لئے اس کی تیاری کم تھی۔8 ستمبر کو اس نے اینگلز کو لکھا: ''میری بیوی بیمار ہے۔ چھوٹی جینی بیمار ہے۔ لنچن کو ایک طرح کا اعصابی بخار ہے، اور میں ڈاکٹر بلا نہیں سکتا اس لئے کہ اسے دینے کے لئے میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔آٹھ دس دن سے ہم روٹی اور آلو پر گزارہ کر رہے ہیں، اور اب یہ یقینی نہیں ہے کہ ہمیں وہ بھی حاصل رہے...... میں نے ڈانا کے لئے کچھ نہ لکھا اس لئے کہ میرے پاس اخبارات خریدنے کے پیسے نہیں ہیں۔اب جو بہترین بات ہوسکتی ہے وہ یہ ہے کہ مکان مالکن ہمیں باہر پھینک دے۔اس لئے کہ اُس صورت میں میرے ذہن پہ 22 پاؤنڈ واجب الادا کرائے کا بوجھ نہ رہے گا، مگر مجھے شک ہے کہ وہ اس قدر بامروت نہ ہوگی۔اور پھر ہم بیکری والے، دودھ والے، بنیا، اور قصائی کے مقروض ہیں۔میں اس شیطانی ملغوبے سے کیسے نکل پاؤں گا؟ پچھلے ہفتے میں نے مزدوروں سے

کچھ شلنگ حتیٰ کہ کچھ پنس بھی قرض لیے۔ یہ بہت خوفناک تھا، مگر یہ بہت ضروری تھا وگرنہ ہم فاقے کرتے''۔ یہ وہ مایوس کن صورتحال تھی جس میں مارکس طاقتور دشمنوں کے خلاف جدوجہد پر مجبور تھا مگر اس میں وہ اور اس کی بیگم دونوں اپنی گھریلو مشکلات بھول جاتے۔

فتح ابھی تک ترازو میں تھی جب فراؤ مارکس نے اپنی ایک امریکی دوست کو لکھا: ''جعلی سازی کے سارے ثبوت یہاں سے مہیا کرنے پڑے تھے اور میرے شوہر کو سارا دن اور حتیٰ کہ رات گئے تک کام کرنا پڑا۔اور پھر ہمیں ہر چیز چھ یا سات بار نقل کرنی پڑی اور فرینکفرٹ، پیرس وغیرہ جیسے مختلف راستوں سے جرمنی بھیجنا پڑا۔اس لئے کہ میرے شوہر کے نام آنے والے سارے خطوط اور جرمنی کو جانے والے اُس کے سارے خطوط کو کھولا جاتا ہے اور ضبط کیا جاتا ہے۔سارا معاملہ اب ایک طرف پولیس اور دوسری طرف میرے شوہر کے بیچ جدوجہد تک سکڑ گیا ہے۔اور میرے شوہر کو ہر چیز کا ذمہ دار بنایا جارہا ہے۔آپ میری کنفیوژن معاف کریں، مگر میں نے بھی اس میں کچھ حصہ ڈالا ہے، اور میں نقل تیار کرتی رہی کرتی رہی حتیٰ کہ میری انگلیاں درد کرنے لگیں۔مسودات وغیرہ کی بحفاظت روانگی کیلئے بہروپ کے بطور سارے کاروباری پتوں اور نقلی کاروباری پتوں کی فہرستیں ابھی ابھی ریتھ اور اینگلز کی طرف سے پہنچی ہیں۔ ہمارا گھر ایک باقاعدہ دفتر کی شکل اختیار کر چکا ہے۔دو تین لوگ لکھ رہے ہیں، پیغامات کی ترسیل کر رہے ہیں اور باقی پیسہ پیسہ باہم ملانے میں لگے ہوئے ہیں تاکہ ہم سب اپنا وجود کچھ دیر اور برقرار رکھ سکیں اور شرمناک ترین سکینڈل کا ثبوت مہیا کریں...... اور سارا وقت میرے تینوں زندہ دل بچے گا رہے ہیں اور سیٹیاں بجا رہے ہیں، کبھی کبھار اپنے باپ کی طرف سے ایک سخت ڈانٹ وصول کر رہے ہیں۔کیا خوبصورت زندگی ہے یہ!''۔

مارکس کی جیت ہوئی۔اور سٹیبر کی جعل سازی مقدمہ کے سامنے بھی بے نقاب ہوگئی۔ یہاں تک کہ پبلک پراسیکیوٹر کو ''غمگین کتاب'' چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا۔لیکن پبلک فتح نے ملزموں کی تقدیر پر مہر لگا دی۔پانچ ہفتوں کی کاروائی نے پروشیائی ریاست میں بلند ترین حاکموں کی طرف سے سرزد بدنامیوں کا ایک ایسا ڈھیر بے نقاب کیا کہ ملزموں کی رہائی کا مطلب ریاست کی ساری دنیا کی آنکھوں میں لعنت ملامت ہوتی۔ریاست کو اس رسوائی سے بچانے کی خاطر جج لوگ اپنے وقار کو بے

آپ کرنے اور اپنے ضمیر کی خلاف ورزی کرنے پر تیار تھے۔ لہٰذا انہوں نے گیارہ میں سے سات کو غداری کی کوشش کرنے کا مجرم قرار دیا۔ سگار بنانے والے روزر، مصنف برگرز، اور مسافر درزی لوتھ جنگ کو قلعہ میں چھ چھ برس کی قید سنائی گئی۔ مزدور ریف، کیمسٹ آٹو اور سابقہ بیرسٹر بیکر کو پانچ پانچ برس قید ہوئی، جبکہ مسافر درزی لیسنر کو تین سال۔ کلرک اہر ہارٹ اور تین فزیشن ڈینیل، جیکوبی اور کلین رہا کردیے گئے۔ البتہ، ڈینیل کو مقدمہ کے انتظار میں اٹھارہ ماہ تک جیل میں پڑے رہنے سے ٹی بی کا مرض لگ گیا اور وہ کچھ برس بعد فوت ہوگیا۔ ایک ہلا ڈالنے والے خط میں اس کی بیوی نے اس کے آخری سلام دعا مارکس کو بھیجے، جس نے کہ اس کی موت کا بہت ماتم کیا۔

اس شرمناک مقدمہ کے باقی شکار کئی سال تک زندہ رہے اور ان میں سے کچھ لوگ تو بورژوا دنیا میں کام بھی کرنے لگے۔ مثلاً برگرز جو کہ ایک پروگریسو کی حیثیت سے ریخسٹاگ کا ممبر منتخب ہوا، اور بیکر جو بعد میں کولون کا لارڈ میئر اور پروشیائی ایوان بالا کا ممبر بنا اور اس کے ہر وقت کے محبِّ وطن رویے نے اسے حکومت اور عدلیہ کی آنکھوں میں معزز بنا دیا۔ سزا یافتہ لوگوں سے جو لوگ پرولتاری پرچم سے وفادار رہے وہ ناتھ جنگ اور روزر تھے۔ ان دونوں نے از سرِ نو شروع کردہ مزدور طبقے کی تحریک کے اوائل میں سرگرم کردار ادا کیا۔ اور لیسنر جلاوطنی میں مارکس اور اینگلز کا سب سے وفادار کامریڈ رہا۔

کولون مقدمے کے بعد کمیونسٹ لیگ تحلیل ہوگئی اور اس کی مثال جلد ہی ولیچ کی تنظیم نے لی۔ خود ولیچ امریکہ ترک وطن کر گیا اور خانہ جنگی کے دوران اس نے شمالی فوج میں ایک جرنیل کی حیثیت سے شہرت حاصل کی جبکہ شاپر شرمندگی کے ساتھ اپنے پرانے کامریڈوں کی طرف لوٹ آیا۔ البتہ مارکس پروشیائی حکومت کو کولون مقدمے میں حاصل کردہ منحوس فتح کے مزے لینے کی اجازت دینے پہ رضامند نہ تھا۔ اور وہ دنیا کی آنکھوں میں اسے رسوا کرنے میں مصمم تھا۔ چنانچہ اس نے مقدمہ کے حقائق تیار کئے۔ امریکہ میں دوستوں کو لکھتے ہوئے سوئٹزرلینڈ میں (اور اگر ممکن ہو تو امریکہ میں بھی) چھاپنے کی خاطر سات دسمبر کو اس نے اعلان کیا: ''میرا خیال ہے کہ آپ پمفلٹ میں مزاح سے مزید محظوظ ہوں گے جب میں آپ کو بتاؤں کہ اس کا مصنف عملی طور پر نظر بند ہے کہ

اس کے پاس اپنے پیروں اور پشت ڈھانپنے کو کافی سامان حاصل نہیں ہے، اور مزید برآں یہ کہ اس کے خاندان کو واقعی خوفناک مصیبت کا سامنا تھا اور اب بھی ہے۔ یہ بھی جزوی طور پر مقدمے کے ہفتوں کا نتیجہ ہے جہاں مجھے اپنی ساری توانائیاں روزی کمانے کے بجائے، حکومت کی فتنہ پردازیوں کے خلاف پارٹی کے دفاع پر لگانی پڑیں۔ نہ صرف یہ، بلکہ مقدمے نے جرمن کتب فروشوں کو مکمل طور پر میرا مخالف کر دیا اور مجھے امید تھی کہ پولیٹیکل اکانومی پر میری کتاب کی چھپائی کے لئے میں اُن سے کسی طرح کا معاہدہ کروں گا''۔

البتہ گیارہ دسمبر کو شابلٹر جونیئر نے، جس نے کتاب چھاپنے کی ذمہ داری لی تھی، باصل سے مارکس کو لکھا کہ وہ کتاب کی چھپائی میں لگا ہوا ہے۔ ''مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب زبردست جوش پیدا کرے گی اس لئے کہ یہ ایک ماسٹر پیس ہے''۔ شابلٹر نے 2000 کاپیاں چھاپنے اور فی کتاب کی قیمت دس چاندی کے سکے رکھنے کی تجویز دی اس لئے کہ اس نے اندازہ لگایا تھا کہ ایڈیشن کا کم از کم کچھ حصہ تو ضرور ضبط کیا جائے گا۔ بدقسمتی سے سارا ایڈیشن اس وقت ضبط کیا گیا جب اسے باڈن کے چھوٹے سے سرحدی گاؤں سے اندرون بھیجا جانے والا تھا، جہاں وہ تقریباً چھ ہفتوں تک رکھی گئی تھی۔

دس مارچ کو یہ بری خبر اِن تلخ الفاظ کے ساتھ اینگلز کو رپورٹ کی گئی: ''اس طرح کی بدقسمتیاں کسی کو لکھنے کی ساری حوصلہ افزائی لوٹنے کی دھمکی دیتی ہیں......'' یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ کس طرح راز افشاں ہوگیا تھا۔ مارکس کا یہ شک کہ پبلشر نے ایسا کیا ہوگا، بے بنیاد ثابت ہو......اس معاملے کا مارکس پر تلخ اثر ہوا جب تین ماہ بعد شابلٹر نہیں بلکہ اس کے شریک ایمبر گر نے چھپائی کے خرچے کے 424 فرانک طلب کیے۔

خوش قسمتی سے سوئٹزرلینڈ میں ناکامی کی کسی حد تک تلافی امریکہ میں کامیابی سے ہوگئی، گوکہ فطری طور پر امریکہ میں کولون مقدمے سے متعلق انکشافات کے اثرات پروشیائی حکومت کے لئے اس قدر پریشان کن نہ تھے جتنے کہ یورپ میں ہونے تھے۔ گوکہ بوسٹن میں شائع ہونے والے اخبار ''نیو انگلینڈز ی تنگ'' نے انکشافات چھاپ دیے اور اینگلز نے اپنے خرچے پر 440 کاپیاں

چھپوائیں ۔ اس نے لا سال کی مدد سے انہیں رائن کے علاقے میں بانٹ دینے کی تجویز دی۔ فراؤ مارکس نے اس معاملے پر لا سال سے خط و کتابت کی جس نے کافی پرجوش ہونے کا اظہار کیا، مگر بدقسمتی سے خط و کتابت یہ نہیں بتاتی کہ منصوبے پر کامیابی سے عمل ہوا یا نہیں۔

انکشافات نے جرمن، امریکن پریس میں اچھی خاصی جگہ پائی اور ویلچ بالخصوص تصنیف کی مخالفت میں سامنے آیا۔ یہ مارکس کو اُس کے مختصر جواب لکھنے کا سبب بنا جس کا عنوان تھا: ''بلند روح والے ضمیر کا نواب''۔ لیکن آج فراموشی کے پردے کو اٹھانا کسی اہمیت کا حامل نہیں ہے جو کہ بہت زمانے سے اس پر بچھ گیا ہے۔ جیسے کہ اس طرح کے تنازعات میں ہوتا ہے، دونوں اطراف سے گناہ سرزد ہوئے اور فاتح کی حیثیت سے مارکس نے خوشی سے خود کو فتح مند ظاہر کرنے سے روکا۔ ترکِ وطن کے اولین برسوں کے بارے میں بات کرتے ہوئے اس نے 1860ء میں اعلان کیا کہ اس کی سب سے شاندار فتح اس کی تاریخ اور بورژوا حکومتوں اور بورژوا سماج کی متوازی تاریخ کا ایک موازنہ تھا۔ بہت کم استثناؤں کے ساتھ تارکینِ وطن پر اس سے برے الزام نہیں لگائے جا سکتے کہ انہوں نے ایسے واہمے پالے جو اس زمانے کے حالات میں بلا جواز تھے، اور ایسی غلطیاں کیں جو لازمی طور پر اُن غیر معمولی حالات سے پیدا ہوئیں جن میں تارکین وطن نے خود کو غیر متوقع طور پر گھرا ہوا پایا۔

جب اس نے 1857ء میں انکشافات کی دوسرا ایڈیشن تیار کیا، تو وہ پہلے تو جھجکا کہ آیا اسے ویلچ و شاپر گروہ کے حصے کو کاٹ دینا چاہئے یا نہیں۔ مگر آخر میں اس نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ مواد کی کسی بھی کاٹ چھانٹ سے ایک تاریخی مسودے میں ملاوٹ ہو جائے گی، اسے اسی طرح رہنے دینے کا فیصلہ کیا۔ مگر یہ اضافہ کیا: ''ایک انقلاب کے پرتشدد واقعات اُن لوگوں کے دماغوں میں ایک تکلیف دہ ورثہ چھوڑیں گے جو اپنے گھروں سے دور جلاوطنی میں رہنے پہ مجبور ہیں۔ یہ ذہنی تکلیف اہل لوگوں تک کو ایک مختصر یا طویل عرصے تک متاثر کرتی ہے، اور انہیں ایک لحاظ سے غیر ذمہ دار بناتی ہے۔ وہ واقعات کا مطلب سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں اور یہ دیکھنے سے انکار کرتے ہیں کہ تحریک کی چوکھٹ تبدیل ہو چکی ہے۔ نتیجہ یہ کہ وہ سازشوں اور رومانوی انقلابیت کا شکار ہو جاتے

ہیں جو انہیں بھی اور اُن کے دل میں موجود کاز کو بھی مصلحت کا شکار کرتے ہیں۔ یہ شاپر اور ویلچ کی غلطیوں کی وضاحت ہے۔ امریکی خانہ جنگی میں ویلچ نے دکھایا کہ وہ خود نما پروجیکٹوں کے بُننے والے سے زیادہ کچھ ہے، جبکہ شاپر، جو کہ مزدور طبقے کی تحریک کا ایک تاحیات پہلا راہنما تھا، نے کولون میں کمیونسٹ مقدمہ کے فوراً بعد اپنی وقتی غلطیوں کو جان لیا اور تسلیم کیا۔ بہت سال بعد، مرنے سے ایک روز قبل شاپر نے جلاوطنی کے شروع کے دنوں کی حماقت کو جلا ڈالنے والی ستم ظریفی سے حوالہ دیا ۔ دوسری طرف، وہ حالات جن میں ابتدائی طور پر انکشافات جاری ہوئے تھے اُن تلخیوں کی وضاحت کرتے ہیں جن کے ساتھ غیر ارادی مددگاروں کے مشترکہ دشمن پر حملہ کیا گیا تھا۔ بحران کے وقت اوسان خطا ہو جانا پارٹی کے خلاف ایک جرم ہوتا ہے اور یہ عوامی توبہ اور کفارہ کا تقاضا کرتا ہے''۔ یہ ایک ایسے وقت میں دانائی کے الفاظ تھے جب ابھی تک اصولی معاملات پر وضاحت پیدا کرنے کی بہ نسبت ''ایک اچھے لہجے'' کو برقرار رکھنا زیادہ اہم سمجھا جاتا تھا۔

ایک بار جب جنگ لڑی گئی اور فتح حاصل ہوئی تو مارکس آخری شخص تھا۔ 1850ء میں لیگ میں جگہ پانے والے ''مشکوک اور تنزل والے عناصر'' کے بارے میں فریلیگراتھ کے کچھ تیز حملوں کا جواب دیتے ہوئے اس نے اعلان کیا ''طوفان ہمیشہ کچھ میل کچیل اور گرد و غبار اٹھاتے ہیں، اور ایک انقلابی عرصہ گلاب کے عطر کی خوشبو نہیں دیتا۔ یہ واضح رہے کہ کبھی کبھار ہر قسم کا کیچڑ اور گند ہوتا ہے۔ ایسے لمحے میں بہت زیادہ نفاست پسند ہونا ناممکن ہوتا ہے''۔ مگر اس کا یہ اضافہ جائز تھا، ''البتہ اگر ہمارے خلاف سرکاری دنیا کی سرتوڑ کوششوں پر غور کیا جائے، ہمارے خلاف ''کوڈ پینل'' کی چھان پھٹک پہ غور کیا جائے، 'حماقت کی ڈیموکریسی' کی غلیظ باتوں پر غور کیا جائے جس نے اپنے مقابلے میں ہماری زیادہ ذہانت اور کردار کی زیادہ پختگی کے اظہار پر ہمیں کبھی معاف نہ کیا ، اور دوسری پارٹیوں کی تاریخ پر غور کیا جائے، تو اس نتیجے پر پہنچا جا سکتا ہے کہ اِس انیسویں صدی میں ہماری پارٹی سب سے زیادہ اپنی پاکیزگی کی وجہ سے ممتاز ہے''۔

جب کمیونسٹ لیگ کا وجود ختم ہو گیا تو مارکس کو جرمنی میں عوامی زندگی کے ساتھ منسلک رکھنے والا آخری دھاگہ بھی ٹوٹ گیا اور اب کے بعد جلاوطنی اس کا گھر بھی بن گیا۔

باب ہشت:

مارکس اور اینگلز

1۔ جی نیئس اور سماج

مارکس نے انگلینڈ میں ایک دوسرا گھر تلاش کیا، مگر لفظ کے مطلب کو اتنا دُور نہیں کھینچنا چاہیے۔ دراصل اس نے اپنے انقلابی ایجی ٹیشن کی بنا پر انگلینڈ سے کبھی بھی غرض نہیں رکھی، گو کہ آخری شکل میں یہ انقلابی ایجی ٹیشن فطری طور پر انگریز ریاست کے خلاف بھی تھی۔ ''لالچی اور حاسد دکانداروں'' کی حکومت اُن براعظمی حکومتوں کے مقابلے میں زیادہ خود توقیری اور وقار کا مظاہرہ کرتی تھی جن کے بے آرام ضمیر انہیں اپنے دشمنوں کو پولیس تشدد کے ہر طریقے کا شکار کرواتے تھے، حتیٰ کہ جب وہ ایک عام بحث مباحثہ اور پروپیگنڈہ سے زیادہ قصوروار نہ ہوتے۔

ایک اور لحاظ سے مارکس کی آنکھوں نے جب سے بورژوا سماج کے دھوکوں کو گہرائی سے دیکھا تو پھر اسے کبھی بھی ایک گھر نہ ملا۔ بورژوا سماج میں جی نیئس کی تقدیر بیان کرنے پر ایک ضخیم باب کی ضرورت ہوگی۔ اس عنوان پر بہت سارے خیالات کا فلسطیوں کے مضحکہ خیز اعتماد سے لے کر (جو ہر جی نیئس آدمی کی آخری فتح کی پیش گوئی کرتے ہیں) فاؤسٹ کے اُداس الفاظ تک اظہار کیا گیا ہے:

''وہ چند جنہوں نے دیکھا اور سمجھا'' اور پھر
''حماقت سے اپنے دل کھول دیے
''اور ہجوم کو اپنے احساسات دکھائے
''مر گئے کھونٹی پر، یا صلیب پر''۔

فلسطی صرف اس وجہ سے کہ وہ ایک فلسطی ہے، ہر جی نیئس آدمی کے لیے آخری فتح کی پیش گوئی کرتا ہے۔ اور اگر ایک بار جی نیئس صلیب کی موت سے بچ جائے، کھونٹی کی موت سے بچ جائے، تو آخری شکل میں یہ اس لئے ہے کہ اس نے فلسطی ہونے سے استعفیٰ دیا۔ پاؤڈر لگے سر کے لمبے بالوں کے بغیر (جو اُن کی پشت سے لٹکتے تھے) نہ تو گوئٹے اور نہ ہیگل کو بورژوا سماج میں جی نیئس کے بطور قبول کیا جاتا۔

بورژوا سماج اس معاملے میں دوسرے سارے طبقاتی سماجوں کی سب سے زیادہ واضح صورت ہے۔ اس سماج کو آپ جتنا چاہیں بہترین بیان کریں مگر یہ جی نیئس کے لئے کبھی بھی ایک مہمان نواز میزبان نہ رہا۔ دراصل، ایسا ہو بھی نہیں سکتا۔ اس لئے کہ جی نیئس کا تو جوہر یہ ہوتا ہے کہ وہ، ساری روایتی رکاوٹوں کے آمنے سامنے انسانی فطرت کی تخلیقی فوجیں خلق کرتا رہتا ہے۔ اور وہ اُن رکاوٹوں کو ہلا کر رکھ دیتا ہے جن کے بغیر طبقاتی سماج زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسلوب کے جزیرے پر ایک یکہ و تنہا قبرستان میں داخلے پر (جو کہ سمندر کی طرف سے دھوئے گئے نامعلوم مردے کی آخری آرامگاہ ہے) پرہیزگاری کی یہ عبارت لکھی ہے: ''یہ 'گلوگوتھا' کی صلیب لگی ہوئی عمارت ہے، بے گھروں کا گھر ہے''۔ غیر شعوری مگر پھر بھی موزوں طور پر یہ عمارت طبقاتی معاشرے میں جی نیئس کی تقدیر کا احاطہ کرتی ہے۔ طبقاتی معاشرے میں جی نیئس صرف گلوگوتھا کی صلیب لگی ہوئی عمارت میں آرامگاہ پا سکتا ہے۔

البتہ، سوائے اُس وقت کے، جب جی نیئس طبقاتی سماج کو برداشت کرنے پر تیار ہو جائے، جس وقت جی نیئس نے فیوڈل معاشرے کا تختہ الٹنے کی خاطر خود کو بورژوا سماج کی خدمت میں پیش کر دیا، تو اس نے بظاہر زبردست قوت حاصل کی، مگر جونہی اس نے خود اپنی مرضی سے چلنے

کی کوشش شروع کی، وہ قوت یکدم بخارات بن کر اُڑ گئی اور جی نیئس کو سینٹ ھیلینا کی چٹانوں پر اپنی زندگی ختم کرنے کی اجازت دی گئی۔ یا پھر دوسری طرف جب جی نیئس فلسطی کے متن پر رضا مند ہوا، تو اس صورت میں اسے، ڈیوک آف ویمار میں وزیر مملکت یا پھر برلن میں رائل پروشیائی پروفیسر بننے تک اونچا اڑنے کی اجازت دی گئی۔ لیکن اُس کھرے جی نیئس پر مصیبت نازل ہوئی جو بورژوا سماج کی آزادی میں خود کو مغرور قرار دے، جو بورژوا سماج کے اپنے اندرونی نظامِ کار کی طرف سے مہیا کردہ اعداد و شمار سے بوژوا سماج کے خاتمے کی پیش گوئی کرے۔ ایسے جی نیئس کے لئے بورژوا سماج کے پاس سوائے مصیبتوں اور ٹارچروں کے اور کچھ نہیں ہے، جو عہدِ قدیم کی سزاؤں سے زیادہ ظالمانہ ہیں، خواہ بظاہر وہ کم ظالمانہ نظر آئیں۔

اس تقدیر کے تحت انیسویں صدی کے جی نیئسوں میں سب سے بڑے جی نیئس، کارل مارکس سے زیادہ کسی اور نے تکلیفیں نہ سہیں۔ اسے تو اپنی پبلک سرگرمیوں کی پہلی دہائی میں ہی غربت سے کُشتی لڑنے پر مجبور کیا گیا، اور جب اس نے لندن ترکِ وطن کیا تو اسے جلاوطنی کی ساری مصیبتوں سے لاد دیا گیا۔ لیکن، بہر حال مصیبتوں نے اُس جیسوں کو پرومیتھی اَس جیسا بنایا۔ انسانیت کے کاز کو آگے بڑھانے کے لئے اپنی مشقت بھری کوششوں میں، اُسے بہ یک وقت روز مرہ زندگی کی چھوٹی اور تکلیف دِہ پریشانیوں کے ساتھ جدوجہد کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اسے بورژوا سماج کی چوکھاٹ کے اندر اپنے اور اپنے خاندان کے لئے محض گزارے کے ذرائع حاصل کرنے کے لئے شدید جدوجہد کرنے پر مجبور کیا گیا۔

مزید برآں، جو زندگی اس نے گزاری، وہ اس زندگی سے کوئی مشابہت نہیں رکھتی تھی جسے عام فلسطی اپنی عمومی جہالت میں ایک جی نیئس کی زندگی گردانتا ہے۔ مارکس کی زبردست محنت اس کی زبردست صلاحیتوں کے ساتھ ہم پلہ تھی۔ اس کے بے انتہا کام والے دنوں اور راتوں نے ایک سرشت کو کمزور کرنا شروع کیا جو بنیادی طور پر فولادی تھی۔ وہ اس وقت مکمل طور پر سنجیدہ تھا جب اس نے اعلان کیا کہ کام کرنے سے قاصر ہونا کسی بھی انسان کیلئے سزائے موت کا اعلان ہوتا ہے۔ ایک موقع پر جب وہ کئی ہفتوں تک بیمار رہا تو اس نے اینگلز کو لکھا: ''گو کہ کام کرنے کے قابل

نہیں ہوں، میں نے کارپنٹر کی کتاب ''فزیالوجی'' پڑھی، کولے کر کی "Gewebelehre"، سپرژیم کی'' نروس سسٹم کی اناٹومی'' اور شوان و شلیڈن کی ueber die "zellenschmiere"'' پڑھ لی۔ سائنسی مطالعہ کے لئے اپنی نہ ختم ہونے والی خواہش میں وہ ایک بار جوانی میں استعمال کئے ہوئے اُن الفاظ کو کبھی نہ بھولا: ایک رائٹر کو زندہ رہنے اور لکھتے رہنے کے لئے پیسہ کمانا چاہئے، مگر اسے پیسہ کمانے کے لئے زندہ رہنا اور لکھنا نہیں چاہئے۔ اس نے ''زندہ رہنے کے لئے کمانے کی قطعی لزومیت کو'' ہمیشہ پہچانا۔

البتہ شک اور نفرت یا بہترین صورت میں، ایک معاندانہ دنیا کے خوف کے سامنے اس کی اپنی کاوشیں مستقل طور پر ناکام ہوئیں۔ حتیٰ کہ وہ جرمن پبلشرز بھی جو کہ خود پہ فخر کرنے کے عادی تھے، وہ بھی بدنام زمانہ ڈیماگاگ کے نام پر پسپا ہوتے تھے۔ جرمنی کی ساری پارٹیاں مساوی طور پر اُس کی غیبت کرتی تھیں، اور جہاں اس کی دیو جیسی صورت کے واضح خاکے، اس کے گرد مصنوع بادل میں سے ممتاز کیے جا سکتے تھے، منظّم خاموشی کی حاسدانہ مکاری اپنا بدنام کام کرتی تھی۔ کسی بھی قوم نے اپنے عظیم ترین مفکر کو اس قدر شدید اور اپنی قومی زندگی سے اس قدر طویل عرصے تک قطعیت کے ساتھ نظر انداز نہیں کیا جتنا کہ جرمنی نے مارکس کو نظر انداز کیا۔

ایک ہی بار وہ خود کو جزوی طور پر محفوظ بنیاد مہیا کرنے میں کامیاب ہوا۔ اور وہ تھا ''نیو یارک ٹریبون'' کے لئے کام کرنے والا زمانہ، جو 1851ء کے اوائل سے ایک پوری دَہائی تک جاری رہا۔ اُس زمانے میں ''نیو یارک ٹریبون'' کے دو لاکھ قاری تھے اور وہ امریکہ میں سب سے طاقتور اور مقبول اخبار تھا، اور فیوریئر ازم کے اس کے امریکی برانڈ کی ایجی ٹیشن سے اس نے خود کو کم از کم ایک خالص سرمایہ دارانہ ڈھٹائی کے ساتھ پیسہ بٹورنے سے بلند کر رکھا تھا۔ جن حالات میں مارکس نے اس اخبار کے لئے کام کیا وہ غیر موزوں نہ تھے۔ اسے ہفتے میں دو مضمون لکھنے تھے اور ہر مضمون کے لئے اسے دو پاؤنڈ سٹرلنگ ملنے تھے۔ اس کا مطلب تھا سالانہ 200 پونڈ۔ اور یہ رقم اسے اپنا سر پانی سے اوپر رکھنے کے قابل بناتی تھی۔

فطری طور پر، امریکی اخبار کی جانب سے مارکس کو دی ہوئی رقم اس کے مضامین کی ادبی

اور سیاسی قدر و قیمت جتنی نہیں ہوتی تھی، اس لئے کہ ایک سرمایہ دارانہ اخبار مارکیٹ قیمتوں سے حساب کتاب لگاتا ہے۔ مارکس نے اس سے زیادہ بہتر سلوک کا کبھی مطالبہ نہیں کیا، مگر بورژوا سماج ہی میں وہ صرف یہ مطالبہ کرنے کا حقدار تھا کہ اس سمجھوتے کا احترام کیا جائے اور اس کی تحریر اس کے اپنے مرتبے پر پرکھی جائے۔ لیکن ''نیویارک ٹریبون'' کے پبلشروں نے نہ یہ کیا نہ وہ کیا۔ تھیوری میں تو ڈانا ایک فیوریئر اسٹ تھا، مگر عمل میں وہ ایک اصلی یانکی بزنس مین تھا۔ ایک بار غصے میں اینگلز نے اعلان کیا کہ ڈانا کا سوشلزم بدترین پیٹی بورژوا دھوکے بازی کے گرد گھومتا ہے۔ اصل میں، ڈانا کو مضمون نگار کی حیثیت سے مارکس کی قدر و قیمت کا بخوبی ادراک تھا اور وہ اپنے قارئین میں اس کی قدر و قیمت کو مشتہر بھی کرتا تھا، مگر وہ مارکس کو ہر طرح کی سفاکی دکھاتا تھا جو ہر سرمایہ دار استحصال کنندہ خود کو اُس استحصال شدہ مزدور پر دکھانے کا حق دار سمجھتا ہے جو گزر اوقات کے لئے اُس پر انحصار کرتا ہے۔ اُس کا بدترین جرم یہ تھا کہ وہ اکثر مارکس کے بھیجے ہوئے مضامین چوری کرتا تھا اور انہیں تبدیل کر کے ادارتی مضامین کی صورت شائع کرتا تھا۔ یہ ایک ایسی حرکت تھی جو اصل مصنف کو غصہ دلاتی تھی۔

مزید برآں بکری میں مندی کی پہلی علامت پر ڈانا نے فوری طور پر مارکس کا معاوضہ آدھا کر دیا۔ اس نے مارکس کو صرف اُن مضامین کا معاوضہ دیا جو کہ اس نے مارکس کے نام سے چھاپے تھے۔ وہ اُن سارے مضامین کو باہر پھینکنے پر شرمندہ نہ تھا جن کی عمومی لائن اُس کی سوچ سے موزوں نہ ہوتی۔ کبھی کبھی تو یہ ہوتا تھا کہ تین ہفتوں تک، اور بعد میں تو چھ ہفتوں تک مارکس کے بھیجے ہوئے، سارے مضامین ردی کی ٹوکری میں پھینک دیے جاتے۔ جبکہ اُن جرمن اخبارات جن میں وہ مضامین بھیج سکنے کے قابل تھا، (مثلاً ویانا میں ''ڈی پریسے'') نے بھی خود کو زیادہ شائستہ نہ دکھایا۔ یہ مکمل طور پر سچ تھا جب اس نے تلخی کے ساتھ اعلان کیا کہ وہ اخبار کے کام میں فی سطر ایک پینی (ٹکہ) سے زیادہ آسودہ نہ تھا۔

1853ء میں وہ ہمیں اپنے سائنسی مطالعہ کو جاری رکھنے کی خاطر کچھ مہینوں کی رخصت تلاش کرتے نظر آتا ہے: ''بہ ظاہر یہ مجھے نہیں ملے گا۔ اخبارات کے لئے مواد کا مستقل طور پر

بلوتے رہنا مجھے بور کرتا ہے۔ تم جتنا چاہو آزاد رہ سکتے ہو، مگر آخری نتیجے میں تم اخبار اور اُس کے قارئین کے ساتھ بندھے ہوئے ہو، بالخصوص جب تمہیں نقد کی صورت میں ادائیگی ہوتی ہو جس طرح کہ مجھے ہوتی ہے۔ خالص سائنسی کام تو بالکل جدا بات ہے''۔ ڈانا کی آمرانہ حکمرانی کے تحت چند برس کام کرنے کے بعد، اس کا لہجہ مزید تلخ ہو گیا۔ ''............اس طرح کے اخبار کے لئے سیاسی کام ایسا ہے جیسے اصلاحی ادارے میں بھکاریوں کا ہڈیوں کو پیس کر سُوپ بنانا۔ اور مجھے یہ کام مکمل طور پر کرنا پڑتا ہے''۔ مارکس جدید پرولتاریہ کی تقدیر میں، نہ صرف گزارہ کے اپنے ذرائع کی کمی میں، بلکہ اس کی مکمل غیر محفوظی میں بھی شریک تھا۔

اینگلز کے نام اس کے خطوط، خوفناک اور ہلا ڈالنے والی وضاحتوں کے ساتھ اُس کی صورتِ حال کے بارے میں عمومی طور پر جانی پہچانی معلومات کی تائید کرتے ہیں۔ ایک موقع پر اُسے گھر میں رہنے پر اس لئے مجبور ہونا پڑا کہ اس کے پاس باہر جانے کے لئے نہ تو کوٹ تھا اور نہ جوتے تھے۔ ایک اور موقعے پر اس کے پاس اخبار یا کاغذ خریدنے کیلئے پیسے نہ تھے، اور ایک اور موقع پر وہ ہمیں واقف کاروں سے قرض مانگتے نظر آتا ہے تاکہ اپنا مسودہ پبلشر کو بھیجنے کے لئے ڈاک خرچ کا انتظام کر سکے............ اور پھر بنیوں اور دوسرے چھوٹے دکانداروں کے ساتھ مسلسل بحث و تکرار تھی اس لئے کہ وہ لازمی ضروریاتِ زندگی کی چیزوں کی ادائیگی بھی فوراً نہیں کر سکتا تھا۔ مکان مالک سے مستقل مشکل کا تو ذکر ہی کیا جو ہمہ وقت اسے گھر سے نکالنے کی دھمکی دیتا رہتا تھا، اور سود خور گروی رکھنے والے کے دائمی چکر جس کا سود حتیٰ کہ اُس معمولی رقم کو بھی نگل لیتا تھا جو دروازے سے فاقے کے سائے کو بمشکل دور کر سکتی تھی۔

اور اکثر تو یہ سایہ دروازہ پار کر کے اُس کے لکھنے کی میز تک آ جاتا۔ بچپن ہی سے ایک بے پرواہ زندگی کی عادی، اس کی بلند سیرت بیوی کبھی کبھی اس واقعی غضبناک مقدر کے تیروں کے تحت لڑکھڑا جاتی، اور وہ اپنے اور اپنے بچوں کی موت کی خواہش کرتی۔ مارکس کے کچھ خطوط میں اِن گھریلو مناظر کے آثار ملتے ہیں، اور ایک موقع پر ہم اُسے یہ رائے دیتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے انسانیت کے عمومی مقاصد کو مقصدِ حیات بنایا ہو، وہ شادی کر کے بڑی غلطی کرتے ہیں۔

اس لئے کہ اس طرح کر کے وہ نجی زندگی کی مشقتوں اور حقیر پریشانیوں میں خود کو زیر بار کرتے ہیں۔ گو کہ اس کی بیوی کی شکایتیں کبھی کبھی بے صبر ہو جاتی تھی، مگر وہ اسے جائز اور برحق سمجھتا تھا۔ وہ یہ اعلان کرتا تھا کہ اس خاتون کو ان نا قابلِ بیاں بے عزتیوں اور پریشانیوں سے بے مثال مصیبت اٹھانی پڑتی تھی جن سے کہ لوگوں کو اپنی حیثیتوں میں گزرنا پڑتا ہے۔ بالخصوص اس لئے کہ اس خاتون کو سائنس کے ہالوں میں اُس پناہ سے انکار ملا جو مارکس کو بار بار بچاتے تھے۔ اپنے بچوں کے لئے بچپنے کی معصوم مسرتوں کے دورانیے اس قدر مختصر ہوتے دیکھ کر دونوں والدین کے دلوں پر بھاری بوجھ پڑتا تھا۔

مارکس کا جی نیس کافی مغموم تھا، مگر اسے دردناک بلندیوں تک اس حقیقت نے اٹھایا کہ اس نے دہائیوں تک اس طرح کے سیلابوں اور مصیبتوں کو رضا کارانہ طور پر کندھا دیا تھا۔ اور وہ مستقل مزاجی کے ساتھ کسی بورژوا پیشے کی پرامن محنت میں خود کو محفوظ رکھنے کی ہر ترغیب کو مسترد کرتا رہا تھا۔ حالانکہ وہ اس طرح بغیر کسی بے عزتی کے کرسکتا تھا۔ وہ اپنے رویے کی بغیر کسی لفاظی کے، اور سادہ لفظوں میں وضاحت کرتا ہے: ''مجھے ہر دکھ سکھ میں اپنی منزل کی طرف بڑھتے رہنا ہے، اور میں خود کو بورژوا سماج کی طرف سے پیسہ بنانے کی ایک مشین میں بدلنے کی اجازت نہیں دوں گا''۔ اس بار ہیفیسٹس کی زنجیریں نہ تھیں جنہوں نے پرومیتھی اَس کو جکڑ رکھا تھا، بلکہ اس کی اپنی غیر متزلزل رضا تھی جس نے اس کے سفر کو ثابت قدمی کے ساتھ ایک مقناطیسی قطب نما کی قطعیت کے ساتھ انسانیت کی عظیم ترین بہتری کی طرف رواں رکھا۔ اس کا کردار فولاد کی طرح تھا۔ ایک خط کے اندر یہ مشاہدہ کرنا غیر معمولی بات ہے کہ کس طرح وہ حقیر مصیبتوں کے وزن سے بظاہر کچل دیا گیا ہے اور پھر اچانک اسے تبدیل ہوتے ہوئے، اور ایک سکالر جیسی خاموش دانشمندی کے ساتھ اُن پیچیدہ ترین مسائل پر بحث کرتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے جس کی پیشانی وقت کی مادی پریشانیوں سے کبھی شکن آلود نہ تھی۔

البتہ، مارکس نے اُن کچوکوں کو ضرور محسوس کیا جو بورژوا سماج اُسے لگائے جا رہا تھا، اور وہ انہیں گہرائی میں محسوس کرتا تھا۔ یہ بات کہ رائٹر کی خود پسند جاہ طلبی، ہر روز اپنا نام اخبارات میں

دیکھنے کے لئے بے قرار رہتی ہے، احمقانہ ہے۔ مگر اُن ساری تخلیقی قوتوں کو اپنی ترقی کے لئے کشادہ جگہ تو بہرحال چاہیے ہوتی ہے۔ وہ ایک ایسا شخص تھا جو لیسنگ کی طرح، زندگی اور دنیا سے لطف اندوز ہونا پسند کرتا تھا؛ اور وہ اُس موڈ سے ناواقف نہ تھا جس میں مرتے وقت لیسنگ نے اپنے سب سے پرانے دوستوں میں سے ایک کو لکھا: ''مجھے یقین ہے تم مجھے تعریف کے لئے حریص شخص نہیں سمجھتے ہو، مگر وہ سرد مہری جس کو دنیا کچھ لوگوں کو دکھانے کی عادی ہے، اگر مہلک نہیں ہے تو کم از کم مفلوج کرنے والی ضرور ہے''۔ اسی موڈ میں مارکس نے اپنی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر لکھا تھا: ''نصف صدی میری پشت پر ہے اور میں ابھی تک ایک گداگر ہوں''۔ ایک موقع پر اس نے اپنے لیے بے کار رہنے کی بہ نسبت سمندر میں دوسو گز گہرائی میں ڈوبنے کی خواہش کی تھی، اور ایک دوسرے موقعے پر وہ پھٹ پڑا کہ وہ اپنے بدترین دشمن کے لئے بھی اس سب سے گزرنے کی خواہش نہیں کرے گا جس میں سے وہ گذشتہ آٹھ ہفتوں سے گزر رہا ہے، اور اس کا دل غصے سے پھول چکا ہے اس لئے کہ اس کی ذہانت اور کام کرنے کی اہلیتوں کو حقیر و معمولی چیزیں توڑ رہی تھیں۔

مگر اُن سب کے باوجود مارکس کبھی بھی ایک ''مطعون'' اور قابلِ ترس شخص نہ بنا، یہ لفظ ایک بار اس نے اپنے آپ کو بیان کرتے ہوئے مذاقاً استعمال کیا تھا، اور اس سلسلے میں اینگلز ٹھیک تھا جب اس نے اعلان کیا کہ اس کا دوست کبھی مایوس نہیں ہوا۔ مارکس کو ہمیشہ ایک پختہ کردار کی نعمت حاصل رہی۔ اس نے بدقسمتی کے سندان پر ضربوں کی جو بارش سہی تھی اس نے اُسے سخت سے سخت تر بنایا۔ اس کی اوائل جوانی میں اس پر پھیلا نیلا آسمان بتدریج بھاری طوفانی بادلوں سے ڈھک گیا جنہیں اس کے نظریات نے بجلی کی چمک کی طرح چیر کر رکھ دیا تھا۔ اپنے دشمنوں پر اس کی تنقیدوں، (اور اکثر تو اپنے دوستوں پر بھی) نے ایک جلا ڈالنے والی حدت پیدا کی حتیٰ کہ ان لوگوں کو بھی زخمی کرتی تھی جو حد سے زیادہ حساس نہ تھے۔ جو لوگ اِس وجہ سے اُسے ایک برف کی طرح ٹھنڈا جذباتی تقریر کرنے والا راہنما ہونے کی گالی دیتے ہیں، وہ اُن عسکری روحوں سے کچھ کم غلط نہیں ہیں جو ایک عظیم لڑاکے اور عظیم انسان کو پریڈ گراؤنڈ پر ''اصلی دکھانے کے لئے کھال میں بھوسہ بھری ہوئی ایک کٹھ پتلی'' سے زیادہ نہیں سمجھتے۔

2-ایک بے نظیر اتحاد

مارکس کو اپنی زندگی میں فتح کے لئے خود اپنی زبردست قوتوں سے بھی زیادہ، شکریہ ادا کرنا پڑا۔ اسے (ایک یا دوسری طرح سے) جدوجہد میں سے گزرنا تو تھا ہی مگر اینگلز جیسے اس کے دوست کا شکریہ، جس کی قربانی والی وفاداری ہم اُس وقت اچھی طرح سمجھنے لگے ہیں جب اُن دونوں دوستوں کے بیچ خط وکتابت چھپ چکی ہے۔

اُن کی دوستی تاریخ میں کوئی ثانی نہیں رکھتی۔ تاریخ جو کہ مشہور دوستیوں کی بہت سی مثالیں بتا سکتی ہے، ایسے انسانوں کی دوستیاں جن کی زندگی کا کام اس قدر قریبی اور مربوط تھا کہ اُسے اب تیرے اور میرے میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ اور جرمن تاریخ ہمیں ایسی مثالیں دے سکتی ہے۔ مگر اُن دوستیوں میں کہیں نہ کہیں خودنمائی کے کچھ نشانات موجود رہے ہیں یا دوسرے شخص کی اہمیت کو بہت ہی راز داری سے کم کرنے کی کوششیں ہوتی رہی ہیں۔ آخری نتیجے میں لوتھر، میلنکوتھن کو ایک ڈرپوک سکالر سمجھتا تھا، جبکہ میلنکوتھن، لوتھر کو ایک خام کسان قرار دیتا تھا۔ اور اگر کسی شخص کو گوئٹے اور شیلر کے بیچ خط وکتابت میں ''عظیم وزیرِ مملکت'' اور ''چھوٹے کونسلر'' میں بے آہنگی کی خفیہ علامات نظر نہیں آتیں تو وہ گویا اپنی رضا مندی سے کند ذہنی کا شکار ہو رہا ہے۔ مارکس اور اینگلز کے بیچ دوستی اس طرح کے انسانی کمینہ پن کی آخری باقیات تک سے بھی ناواقف تھی۔ اُن کی سوچ اور ان کا ارتقا جتنا زیادہ ایک بنتے گئے، اسی قدر زیادہ ان میں سے ہر شخص ایک الگ وجود اور ایک الگ آدمی رہا۔

باہر کی شکل وصورت میں وہ بہت مختلف تھے۔ اینگلز سنہرے بالوں والا جرمن اور قد میں لمبا تھا اور، جیسے کہ ایک مشاہدہ کرنے والے نے ہمیں بتایا، انگریز طور اطوار کے ساتھ (اور بیرکوں اور دفتر میں ڈسپلن کے نتیجے میں) ہمیشہ احتیاط سے لباس پہنتا اور عمودی حالت میں سیدھا رہتا۔ اُس نے اعلان کیا تھا کہ وہ 60 پریوی کونسلرز کے بجائے چھ کلرکوں کے ساتھ ایک زیادہ سادہ اور زیادہ فعال ایڈمنسٹریشن منظّم کرسکتا ہے، ساٹھ پریوی کونسلرز جو کہ ڈھنگ سے لکھ بھی نہیں سکتے اور کتابوں کو اس قدر گندا کرتے ہیں کہ بعد میں کوئی شخص ان میں سر یا پیر بتانے کے قابل نہ ہوسکے گا۔ وہ مانچسٹر

سٹاک ایکسچینج کا ایک بہت ہی معزز ممبر تھا اور بزنس اور انگریز بورژوازی کی لطف اندوزیوں (یعنی لومڑیوں کے شکار اور کرسمس پارٹیوں) دونوں میں ممتاز تھا۔ مگر شہر کے دوسرے سرے پر بہت دور ایک چھوٹے سے گھر میں دانش کے اس رہنما اور لڑاکا کا ایک خزانہ تھا۔ آئر لینڈ کی ایک بیٹی کی بانہوں میں اس نے اُس وقت اپنے روحانی جواہر دریافت کیے جب وہ بورژوازی کے غول سے بہت تھک گیا تھا جن کے درمیان کہ وہ زندہ رہنے پر مجبور تھا۔

دوسری طرف مارکس گٹھے ہوئے مضبوط بدن کا مالک تھا۔ کالی چمکتی آنکھیں اور شیر کی طرح گردن سیاہ بالوں سے بھرپور تھی، جو اس کے سامی النسل ہونے کی گواہی دیتی تھی۔ اس کا برتاؤ غیر محتاط تھا۔ وہ ایک خاندان کا مسائل زدہ باپ تھا۔ وہ بڑے شہر کی تجارتی زندگی سے بالکل الگ تھلگ تھا۔ اس نے خود کو دانشورانہ مشقت میں تھکا دیا جس نے اسے کھانا کھانے تک کا وقت بھی بمشکل دیا، اور یہ مشقت رات دیر تک جاری رہتی اور اس کی صحت کو برباد کرتی جاتی۔ وہ ایک ان تھک مفکر تھا جس کے لئے ''سوچنا'' سب سے بڑی مسرت تھی۔ وہ کانٹ، فشٹے اور بالخصوص ہیگل کا قیمتی وارث تھا جن کے الفاظ وہ اکثر مسرت سے دہراتا: ''حتیٰ کہ ایک غنڈے بدمعاش کی ایک مجرمانہ سوچ بھی آسمان کے سارے عجائبات سے زیادہ شاندار اور عظیم تر ہے''............ گو کہ مارکس کی سوچ عمل میں تکمیل کے لئے لامختتم انداز میں آگے کی طرف کوشش کرتی۔ وہ چھوٹے معاملات میں غیر عملی تھا، مگر بڑے معاملات میں عملی سے زیادہ تھا۔ ایک چھوٹے سے گھر کو سنبھالنے میں بہت ہی ناموزوں تھا مگر زمین کا چہرہ بدلنے کے لئے ایک فوج کی تشکیل کرنے اور اسے آگے کی طرف رہنمائی کے لئے اس کی ذہانت وصلاحیت بے مثال تھی۔

کہتے ہیں کہ سٹائل آدمی کو ظاہر کرتا ہے اور وہ دونوں لکھاری کے بطور بھی مختلف تھے۔ ہر ایک خود اپنے طرز پر زبان کا ماہر تھا اور ہر ایک ماہر لسانیات تھا جو بہت سی زبانوں بلکہ لہجوں پہ عبور رکھتا تھا۔ اس معاملے میں اینگلز مارکس کے مقابلے میں زیادہ زبانیں جانتا تھا، مگر جب وہ اپنی مادری زبان استعمال کرتا تھا (کتابوں کو تو چھوڑیئے حتیٰ کہ اپنے خطوط میں بھی) تو وہ لگام پہ ہاتھ مضبوط رکھتا تھا اور خارجی کھڈوں میں دائیں بائیں ذرا سا بھی جھول نہ ہونے دیتا تھا۔ وہ زبان کی

صحت کا خاص خیال رکھتا تھا۔ اس کی نثر اس قدر شفاف اور واضح ہے کہ ہمہ وقت اس کے الفاظ کی بہتی ندی میں سے تہہ تک کو دیکھا جاسکتا تھا۔

دوسری طرف مارکس، کم احتیاط اور زیادہ مشکل سے لکھتا تھا۔ ہائینے کے خطوط کی طرح، اپنے شروع کے خطوط میں مہارت کے لئے اس کی جدوجہد کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اور بعد کے برسوں کے اس کے خطوط میں، بالخصوص انگلینڈ جانے کے بعد کے خطوط میں، وہ جرمن، انگلش اور فرنچ اظہاروں کا ایک خوفناک خلط ملط استعمال کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ اُس کی رسمی تحریروں میں انتہائی ضرورت سے زیادہ خارجی الفاظ موجود ہیں، اور انگلش محاوروں اور قدیم فرانسیسی کی کثرت ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی، وہ جرمن زبان کا ایسا ماہر تھا کہ اُس کی تصانیف کا ترجمہ بغیر شدید نقصان کے نہیں ہوسکتا۔ مارکس کی تصانیف میں سے ایک کے فرانسیسی ترجمہ میں سے ایک باب پڑھنے کے بعد اینگلز نے اعلان کیا کہ، ''اس کے باوجود کہ مارکس نے خود بہت احتیاط کے ساتھ اس ترجمے کی نوک پلک سنواری، مگر اصل تحریر کی قوت، رس اور زندگی شیطان کے حوالے ہو کر رہ گئی۔ گوئٹے نے ایک بار فراؤ وان سٹین کو لکھا: میں تشبیہات میں سانچو پانزا کی ضرب الامثال سے ایک دوڑ کا مقابلہ کر رہا ہوں''۔ اور اپنی زبان کی زور دار امیجری میں مارکس، زبان کے عظیم ترین ماہروں یعنی لیسنگ، گوئٹے اور ہیگل کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کرسکتا تھا۔ اس نے لیسنگ کے اصول پر مہارت پائی تھی کہ فارم اور مواد کو اس طرح ہنسی خوشی سے رہنا چاہیے جس طرح کہ ایک خوشحال و کامیاب شادی میں خاوند اور بیوی ہنسی خوشی رہتے ہیں۔ اور اس کے لئے اس پر یونیورسٹی علاّموں، (معمر ویلہلم روسچر سے لے کر کمسن ترین یونیورسٹی لیکچراروں تک) کی طرف سے کھرے کھرے حملے ہوتے تھے۔ وہ اس پر کیچل ڈالنے والا یہ الزام لگاتے تھے کہ وہ ''تشبیہات کی پیوند کاری سے'' لوگوں کی طرف سے خود کو محض مبہم طور پر سمجھ پانے میں کامیاب ہو گیا۔ مارکس معاملات سے ہمیشہ ایک ایسے طریقے سے نمٹتا تھا جو اپنے قارئین کے لئے ثمر آور فکر کے لئے مواد چھوڑتا اور اس کی زبان سمندر کی ارغوانی گہرائیوں پر کھیلتی موجوں جیسی ہوتی۔

اینگلز نے ہمیشہ مارکس کے اندر برتر جی نئیس کو تسلیم کیا اور اس نے کبھی بھی اُس سے سبقت پانے اور خود کو دوسرے نمبر پہ رہنے سے زیادہ کی خواہش نہ کی۔ لیکن، اینگلز محض مارکس کا

ترجمان یا اسسٹنٹ کبھی نہ رہا بلکہ وہ ایک آزاد اتحادی، اور مارکس سے مختلف ایک دانشوارانہ قوت رہا، مگر اس کا قیمتی پارٹنر رہا۔ اُن کی دوستی کی ابتدا میں، اینگلز نے دانشورانہ سرگرمیوں میں لیا کم دیا زیادہ، اور بیس برس بعد مارکس نے اسے لکھا: ''آپ جانتے ہیں کہ ایک تو میں چیزوں پر آہستہ سے پہنچتا ہوں، اور دوسرا یہ کہ میں ہمیشہ آپ کے نقش قدم پر چلتا ہوں''۔ اینگلز نسبتاً ہلکا زرہ بکتر پہنتا تھا اور زیادہ تیزی سے چل سکتا تھا۔ اس کی آنکھیں کسی مسئلے یا کسی صورتحال کو فوراً ہی فیصلہ کن نکتہ تک دیکھنے میں کافی مستعد تھیں، مگر وہ چیزوں میں اس قدر گہرائی میں نہیں گھستا تھا کہ معاملے کے سارے سیاق و سباق کو یک دم دیکھ سکتا۔ عمل کے آدمی کے لئے ایسی صلاحیت ایک عظیم فائدہ ہوتا ہے اور مارکس نے اینگلز سے مشورہ کیے بغیر کبھی کوئی سیاسی فیصلہ نہیں کیا جو ہمیشہ ''کیل کے سر پر ہتھوڑا مارتا تھا''۔

لہٰذا، ان دو اشخاص کے بیچ اس تعلق کی مطابقت میں تھیوری کے معاملات میں مارکس جو صلاح اینگلز سے لیتا وہ اس قدر مفید نہ ہوتی جتنی کہ وہ سیاسی معاملات پر مفید ہوتی۔ اس لئے کہ تھیوری کے معاملات میں مارکس اپنے دوست سے آگے تھا۔ ایک تجویز خصوصاً ایسی تھی جس پر مارکس نے کبھی کان نہیں دھرے۔ وہ یہ تھی کہ جب اینگلز اسے اپنا سائنسی کام جلد ختم کرنے پر اکساتا: ''اپنے کام کے ساتھ اس قدر حساس نہ بنو۔ یہ ہر حال میں عام عوام کے لئے بہت اچھا ہوگا۔ بڑی بات یہ ہے کہ اب آپ اسے ختم کردو اور شائع کردو۔ جو کمزور نکات آپ دیکھ سکنے کے قابل ہوں گے کسی صورت احمقوں کو نظر نہ آئیں گے''۔ یہ نصیحت اینگلز کی خصوصیت تھی اور یہی انکار مارکس کی خصوصیت تھی۔

اس سب سے ہم واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں کہ اینگلز روزمرہ صحافیانہ کام سے نمٹنے میں مارکس کی بہ نسبت زیادہ قابل تھا، جس نے ایک بار اپنے دوست اینگلز کو یہ کہہ کر بیان کیا: ''ایک ثبت انسائیکلوپیڈیا، رات یا دن کے کسی بھی لمحے کام پر تیار، لکھنے میں تیز رفتار، اور شیطان کی طرح فعال''۔ لگتا ہے کہ جب 1850ء کے موسمِ خزاں میں ''نیوے رائنشے ریویو'' چھپنا بند ہو گیا تو دونوں دوستوں کو لندن میں ایک نیا مشترکہ پراجیکٹ نظر آیا۔ مارکس نے دسمبر 1853ء میں اینگلز کو لکھا: ''اگر ہم وقت پر لندن میں انگلش مراسلت کا کام شروع کر چکے ہوتے تو آپ اب بزنس پریشانیوں

میں الجھے مانچسٹر میں نہ ہوتے ،اور میں قرضوں میں الجھا ہوا نہ ہوتا''۔ اصل میں اینگلز کا ایک ''مراسلت والے بزنس'' پر بھروسہ کرنے کی نسبت اپنے والد کی فرم میں ایک جاب لینے کو ترجیح دینے کی وجہ شاید مارکس کی افسردہ صورتحال تھی۔ اس کو اُمید تھی کہ چیزیں بہتر ہو جائیں گی۔ اس کا خود کو ''بد بخت کامرس'' پہ مستقل طور پر وقف کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ 1854ء کے موسمِ بہار میں اینگلز نے ایک بار پھر، مگر آخری بار، بزنس ختم کر کے لندن جا کر لکھنے پر غور کیا۔ اور تقریباً اِسی وقت اس نے اپنے دوست کی مدد کرنے اور بہ یک وقت پارٹی کی عظیم ترین دانشورانہ قوت کو بچا کر رکھنے کے لئے اس قابلِ نفرت غلامی کے جوئے کو مستقل طور پر اٹھانے کا فیصلہ کیا ہوگا۔ صرف ایسی صورتحال میں اینگلز ایسی قربانی کا فیصلہ کر سکتا تھا اور مارکس اسے تسلیم کر سکتا تھا۔ پیشکش کرنا اور پیشکش کو قبول کرنا دونوں اعلیٰ ترین بے غرضی کی یکساں سطح بتاتے ہیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ اینگلز فرم میں حصہ دار بن گیا، مگر جب تک وہ اس عہدے تک جا پہنچتا، فرم کے ایک سادہ سے ملازم کے بطور اس کی اپنی مالی حالت بہت اچھی نہ رہی۔ اس کے باوجود، مانچسٹر میں اس کے قیام کے پہلے دن سے اس نے اپنی پوری اہلیت کے ساتھ مارکس کی مدد کی اور وہ اس مدد سے کبھی نہیں تھکا۔ پانچ پاؤنڈ کے نوٹ، دس پاؤنڈ کے نوٹ، اور بعد میں، حتیٰ کہ سو پاؤنڈ کے نوٹ مستقل طور پر مانچسٹر سے لندن جاتے رہے۔ وہ کبھی بھی بے صبر نہیں ہوا حتیٰ کہ کبھی کبھار مارکس اور اس کی بیوی کی انتہائی ضرورت اس صبر پر بہت زیادہ بوجھ ڈالتی بھی، جنہیں گھر بار چلانے میں کوئی زیادہ عاجزی نہ آتی تھی۔ حتیٰ کہ ایک بار مارکس اپنے اوپر سارا قرضہ بھول گیا تھا اور وہ اس وقت حد سے زیادہ اور ناخوشگوار انداز میں حیران ہوا تھا، جب یہ قرض بڑھ کر سامنے آیا۔ اینگلز اپنے دوست کی غیر عملی فطرت پر بالکل پریشان نہ ہوا۔ ایک اور موقع پر اس نے ایک بار پھر خاندانی مالیات کو نئے سرے سے کھڑا کیا۔ یہ وہ موقع تھا جب فراؤ مارکس نے اس امید میں قرضوں کا ایک پورا بجٹ چھپا دیا کہ وہ بچت کر کر کے خود اس قرض کو ادا کر دے گی، جبکہ حقیقت میں اس کے نتیجے میں پرانی تنگدستیاں اور مشکلات پھر سے لوٹ آئیں۔

اینگلز نے صرف اپنے دفتر اور سٹاک ایکسچینج کے دنوں میں ہی اپنے دوست کے لئے

مشقت و محنت نہ کی، بلکہ اس نے شام کو رات گئے تک کام کر کے اپنے آرام کے گھنٹوں کا بڑا حصہ بھی قربان کر دیا۔ شروع میں اس نے ''نیویارک ٹریبون'' کے لئے لکھ کر یا ترجمہ کر کے ایسا کیا، اس لئے کہ مارکس اس مقصد کے لئے انگریزی زبان پہ اتنا عبور نہیں رکھتا تھا، مگر جب یہ سبب بعد میں نہ رہا تب بھی اس نے اپنا خاموش تعاون جاری رکھا۔

مگر یہ سب کچھ غیر اہم ہو جاتا ہے جب ہم اس کا مقابلہ سب سے اہم قربانی سے کرتے ہیں۔ سائنسی حاصلات کی وہ سطح حاصل کرنے کی اُس کی ساری امید سے رضا کارانہ دستبرداری، جو کہ اس کی عظیم الشان اہلیت اور اس کی زبردست قابلیتوں کے انعام کے بطور اُس کی ہو جاتی۔ اس معاملے میں بھی، یہ دونوں آدمیوں کے مابین خط و کتابت تھی جس نے ہمیں اصل صورتحال بتائی۔ گو کہ وہ ''نصیحت آمیزی سے ہمیشہ ''...... یہ بکواس ہے'' کہہ کر نفرت کرتا تھا اور گو کہ سائنسی کام کا اس کا طریقہ جامع تھا، وہ (مارکس سے زیادہ) محض آرام کرسی والا سکالر نہ تھا، اور اُس کے لئے علم کا ہر نیا ٹکڑا دگنا قیمتی تھا اگر وہ پرولتاریہ کی زنجیریں توڑنے کی جدوجہد میں فوری طور پر استعمال ہو سکتا ہو۔

اسی سبب سے اس نے سلاو زبانوں کا مطالعہ شروع کیا۔ اس نے یہ اعلان کیا کہ جب دوبارہ سیاسی عمل کا وقت آئے تو ''کم از کم ہم میں سے ایک'' تو اُن قوموں کی زبان، تاریخ، ادب اور سماجی اداروں کے بارے میں کچھ تو جانے جن کے ساتھ واسطہ پڑے۔ اسی طرح مشرق بعید میں الجھاؤ نے اسے مشرقی زبانوں کے مطالعے پر اکسایا۔ عربی نے اپنی چار ہزار جڑوں کے ساتھ اسے خوفزدہ کر دیا، مگر فارسی تو اُسے ''بس بچوں کا کھیل'' لگی اور اس نے امید رکھی کہ وہ تین ہفتوں کے اندر اس پر عبور پائے گا۔ پھر اس نے جرمانوی زبانوں پر توجہ مرکوز کی: ''میں نے اب اپنی آنکھیں اُلفیلا پر لگا رکھی ہیں۔ مجھے اس بد بخت گوتھ قوم کی زبان کو بہت عرصہ قبل ختم کرنا چاہیئے تھا، مگر میں اپنے مطالعہ میں بہت بے ترتیب ہوں۔ میں حیرت سے دریافت کر چکا ہوں کہ میں اس سے بہت زیادہ جانتا ہوں جتنا کہ میں سوچتا تھا۔ ایک اچھی لغت کے ساتھ میں پندرہ دن کے اندر اندر پورا کر چکوں گا، اور پھر قدیم ناروی اور قدیم سیکسن زبان پہ جاؤں گا، جن کے ساتھ پہلے ہی میری سلام دعا موجود ہے۔ اب تک میں ایک ڈکشنری کے بغیر، محض عبارت اور بناوٹ کے ذریعے کام کرتا رہا

ہوں۔ یہ پرانا یار واقعی شاندار ہے۔ جب ساٹھ کی دہائی میں شلزوگ اور ہولسٹین کا معاملہ شدید ہوگیا تو وہ ایک معمولی سی فریشیائی، انگریزی، جوٹش، سکنڈ نیویائی لسانیات اور آرکیالوجی میں چلا گیا''۔ اور جب آئرلینڈ کا معاملہ دوبارہ اٹھا تو اس نے اپنی توجہ ''ذراسی کیلٹ قوم کی زبان'' کی طرف موڑ دی، وغیرہ۔ بعد کے برسوں میں کئی زبانوں پر اس کی عظیم الشان کمان نے اسے ''انٹرنیشنل'' کی ''جنرل کونسل'' پہ اچھی جگہ پر کھڑا کیا۔ ایک بار کسی نے تبصرہ کیا کہ ''اینگلز بیس زبانوں میں تتلاتا ہے'' اس لئے کہ جب وہ جذباتی ہوجاتا تو وہ تھوڑا سا تتلا جاتا۔

ملٹری سائنس میں زیادہ انہماک اور مفصل مطالعہ کی برکت سے اسے ''جنرل'' کے نام سے پکارا جانے لگا۔ اس معاملے میں بھی انقلابی سیاست کی ضروریات نے ایک ''پرانے رجحان'' کی حوصلہ افزائی کی۔ وہ افسر جو انقلاب کے برسوں میں عوام کی طرف گئے وہ بالکل بھی اطمینان بخش نہیں نکلے تھے۔ ''ملٹری والوں کا یہ ہجوم ایک نفرت انگیز فوجی دستہ والی ذہنیت رکھتا ہے''۔ اس نے ایک موقع پر اعلان کیا، ''وہ ایک دوسرے سے زہر کی طرح نفرت کرتے ہیں اور سکول کے بچوں کی طرح حقیر ترین چیزوں پر ایک دوسرے سے حسد کرتے ہیں، مگر وہ سویلینز کے خلاف جلد متحد ہوجاتے ہیں''۔ اس کا مقصد ملٹری سائنسز پر اس لئے عبور حاصل کرنا تھا تا کہ وہ خود کو بیوقوف بنائے بغیر تھیورٹیکل ملٹری معاملات میں ایک دو لفظ کہہ سکے۔

وہ بمشکل مانچسٹر میں آباد ہوگیا تھا جب اس نے ''militaria کورٹنا'' شروع کیا۔ اُس نے اُس کتاب کے سب سے عام بے کیف معاملات سے شروع کیا، مثلاً وہ جو کیڈٹ اور ماتحتوں کے امتحانات میں آتے ہیں۔ اس نے ملٹری تنظیم کا اُس کی ساری وضاحتوں کے ساتھ مطالعہ کیا: بنیادی داؤ پیچ سے لے کر خود کفیل قلعوں کی جدید ترین قلعہ بندی نظام تک، پلوں کی تعمیر اور خندقیں کھودنے کے بارے میں، اسلحے کے استعمال کے بارے میں، توپ برداری اور کیمپ لگانے کی مختلف قسموں کے بارے میں، سپلائی سسٹم، ہاسپٹل سسٹم اور دیگر بے شمار تفصیلات کے بارے میں............ اور آخر میں اس نے اپنی توجہ عمومی ملٹری تاریخ پر مرکوز کی اور انگریز نیپیئر، فرانسیسی ٹومینی اور جرمن کلازوٹنز کو انہماک سے پڑھا۔

اینگلز نے اپنے قارئین کا وقت، جنگ کی اخلاقی نامعقولیت کی عام مثالوں پہ مبنی روشن خیالی سے کبھی ضائع نہیں کیا۔ اس کے بجائے وہ جنگ کی تاریخی وجوہات ڈھونڈنے میں لگا رہا، اور اس کی یہ کاوشیں ایک سے زائد بار اُس پر ڈیموکریٹک ڈیماگاگوں کے سخت غصے کا باعث بنیں۔ بائرن نے ایک بار اُن دونوں فوجوں کے سربراہوں پر جلتی ہوئی حقارت نازل کر دی جنہوں نے فیوڈل یورپ کے علمبرداروں کے بطور واٹرلو کی جنگ لڑی تھی، اور انقلابِ فرانس کے وارث پر مہلک ضرب لگائی۔ اور ایک خوشگوار چانس نے اینگلز کو مارکس کے نام ایک خط میں ولنگٹن اور بلوچر دونوں کا ایک تاریخی خاکہ دینے کا موقع بخشا۔ گو کہ فریم محدود ہے، مگر خاکہ اس قدر واضح اور جامع ہے کہ ملٹری سائنس میں بڑی سے بڑی مہارت بھی آج تک اس میں ایک سطر تک تبدیل نہیں کر سکتی۔

اینگلز ایک تیسرے میدان میں بھی مسرت اور گرمجوشی سے کام کرتا تھا، وہ ہے نیچرل سائنس کا میدان۔ مگر یہاں بھی وہ اُن طویل دہائیوں کے دوران اپنی تحقیقات کو آخری شکل نہیں دے سکا جن میں وہ ایک مزید عظیم انسان کی دانشورانہ محنت کا راستہ صاف کرنے کے فریضے والا کام سرانجام دیتا رہا۔

یہ ایک غمناک مقدر تھا، مگر اینگلز نے کبھی شکایت نہ کی۔ اس لئے کہ جذباتیت اس کے لئے اتنی ہی اجنبی تھی جتنی کہ اس کے دوست کے لئے۔ وہ اس بات کو ہمیشہ اپنی زندگی کی عظیم خوش قسمتی سمجھتا تھا کہ چالیس برس تک وہ مارکس کے شانہ بشانہ کھڑا رہنے کے قابل ہوا حتیٰ کہ اُس بڑے انسان سے آب و تاب میں ماند پڑ جانے کی قیمت پر۔ اور جب اپنے دوست کی موت کے بعد ایک دہائی سے زیادہ اس نے بین الاقوامی محنت کش طبقے کی تحریک میں راہنمایانہ رول ادا کیا اور اس کی اتھارٹی غیر متنازعہ تھی تو یہ بات اُس کے لئے ایک ''دیر میں پہنچنے والے اطمینان'' کی بات نہ تھی۔ بلکہ اس کے بعد برعکس وہ ہمیشہ اعلان کرتا تھا کہ اسے اپنے حق سے زیادہ عزت دی جا رہی تھی۔

بغیر کسی ناخوشگوار شکایت کیے یا شیخی بگھارے دونوں آدمیوں نے خود کو مکمل طور پر مشترکہ مقصد کے حوالے کیا۔ اور دونوں نے ایک جیسی نہیں، بلکہ مساوی طور پر عظیم قربانی دی اور ان وجوہات کی بنا پر ان کی دوستی ایک بے نظیر اتحاد تھی جس کی تاریخ کوئی دوسری مثال پیش نہ کر سکے گی۔

باب نہم:

کریمیائی جنگ اور بحران

1۔ یورپی سیاست

1853ء کے اواخر میں جب مارکس نے ولیچ کے ساتھ مناظرے میں '' جمہوری مہاجرت کے واہموں اور شوقیہ انقلابیت '' کے خلاف اپنی لڑائی ابھی ابھی مکمل کی تھی کہ کریمیائی جنگ نے یورپی سیاست میں ایک نیا عہد کھول دیا۔ اور اگلے چند سالوں نے مارکس کی توجہ زیادہ تر اسی پر مرکوز کر دی۔

اس موضوع پر خود اُس کے خیالات زیادہ تر ''نیویارک ٹربیون'' نامی اخبار میں دیے گئے تھے۔ گو کہ اخبار کے ایڈیٹروں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ مارکس کو ایک عام اخباری نمائندے کی سطح تک پست رکھیں مگر مارکس سچائی کے ساتھ کہتا تھا کہ وہ لوگ ''محض استثنائی مواقع پر'' ایسا کرنے میں کامیاب ہوتے تھے۔ مارکس اپنے اصولوں سے وفادار رہا اور حتیٰ کہ وہ کام بھی' جسے وہ زندہ رہنے کے لئے کرنے پر مجبور تھا، اس کے ہاتھوں میں معزز و سرفراز تھا اور بہت محنت کے مطالعے پر مبنی ایک مستقل اہمیت رکھتا تھا۔

اس کے قلم سے نکلے یہ خزینے ابھی تک دفن ہیں اور انہیں دوبارہ منظر عام پر لانے کے

لئے اچھی خاصی محنت لگے گی۔ ''نیویارک ٹربیون'' نے اس کے مضامین کو کم و بیش خام مال کے بطور برتا تھا، انہیں ردی کی ٹوکری میں پھینکا تھا، انہیں خود اپنے ناموں سے چھاپا تھا، اور جس طرح کہ مارکس تلخی کے ساتھ شکایت کرتا ہے کہ اس کے نام کے نیچے'' بکواسیات'' چھاپی۔ تو اس حقیقت کے پیش نظر یہ کبھی بھی ممکن نہ ہوگا کہ اخبار کے لئے اس کا سارا کام دوبارہ دستیاب ہو۔ بہت ہی محنت سے اِس سب کی چھان پھٹک کرنی پڑے گی۔

اِس معاملے میں ناگزیر مدد ابھی حال ہی میں مارکس و اینگلز کے خطوط چھپنے کے ساتھ ملی ہے۔ مثال کے طور پر یہ خطوط ہمیں بتاتے ہیں کہ جرمنی میں انقلاب اور ردِ انقلاب پر مضامین کا سلسلہ (جس کی مصنفی کئی سال تک مارکس کو دی جاتی رہی) اصل میں اینگلز نے لکھا تھا۔ اینگلز نے صرف ملٹری معاملات پر ہی نہیں لکھا بلکہ اس نے اخبار کے لیے مارکس کی تحریر کے دوسرے پہلوؤں میں بھی وسیع طور پر تعاون کیا۔ جرمنی میں انقلاب اور ردِ انقلاب پر مضامین کے سلسلے کے علاوہ، مشرقی سوال پر مضامین (جو کہ ''نیویارک ٹربیون'' میں شائع ہوئے) بھی اکٹھے کئے گئے ہیں۔

مگر ''نیویارک ٹربیون'' کے لئے مارکس کی تحریروں کا یہ تنقیدی جائزہ بھی ضروری محنت کے محض ایک چھوٹے سے حصے کی نمائندگی کرتا ہے، اس لئے کہ مارکس بھی (گو کہ وہ یقیناً صحافت کی سطح کو زبردست انداز میں بلند کرنے میں کامیاب ہوا) اسے مکمل طور پر اُس ماحول سے بلند نہ کر سکا جس میں کہ یہ لکھا جانا تھا۔ دنیا کا بڑے سے بڑا دماغ بھی ٹھیک وقت پر منگل اور جمعہ کو باقاعدگی سے مسافروں سے بھری دخانی کشتی کو پکڑ کر نئی دریافتیں نہیں کر سکتا، یا ہفتے میں دو بار نئے خیالات کو جنم نہیں دے سکتا۔ جس طرح کہ اینگلز نے بتایا کہ ایسے حالات میں ''بہت زیادہ غور کئے بغیر' اور صرف یادداشت پر بھروسہ کر کے خالص برجستگی'' سے مکمل طور پر اجتناب کرنا ناممکن ہے۔ مزید برآں، روزانہ کام تو روزانہ کی خبروں اور روزانہ کے موڈ پر منحصر ہوتا ہے، اور یہ کام خشک اور بیزار کر دینے کے خطرے سے دوچار ہوئے بغیر اُن سے خود کو آزاد نہیں کر سکتا۔ مثال کے طور پر، مارکس و اینگلز کی خط و کتابت کی چار ضخیم جلدوں کی کیا قدر و قیمت ہوگی اگر بے شمار تضادات نہ ہوتے جن تضادات میں سے کہ ان کے نظریات اور جدوجہد کی عظیم عمومی لائن متشکل ہوئی؟

مواد کے اُس ذخیرے کے علاوہ بھی، جو کہ ''نیو یارک ٹریبون'' کے کالموں میں ازسرنو جی اٹھنے کا منتظر ہے، جو یورپی پالیسی مارکس اور اینگلز نے کریمیائی جنگ کے ساتھ اپنانی شروع کی، اُس کے اہم خدوخال آج بہت واضح ہیں۔ اس پالیسی کے اپنانے نے کسی حد تک کہا جا سکتا ہے کہ ان کی سرگرمیوں میں ایک فیصلہ کن موڑ کا کام کیا۔ ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' کے مصنفین اور نیوے رائنشچے زی تنگ کے ایڈیٹروں نے اپنی اہم توجہ جرمنی پر مرکوز کر دی۔ نیوے رائنشچے زی تنگ نے قومی آزادی کے لیے پولینڈ، اٹلی اور ہنگری والوں کی جدوجہد کی گرمجوش حمایت کی، اور بالآخر اِس نے یورپی ردِانقلاب کے سب سے مضبوط پشتے کے بطور روس کے خلاف جنگ کا مطالبہ کیا۔ مگر بعد میں یہ مطالبہ انگلینڈ کے خلاف ایک عالمی جنگ کا مطالبہ بنتا گیا اس لئے کہ انگلینڈ کی عالمی قوت کو توڑنے کے بعد ہی ممکن ہوگا کہ دنیا میں سماجی انقلاب، یوٹوپیا کی دنیا سے حقیقت کی دنیا میں آئے۔

یہ ''اینگلو روسی غلامی'' وہ بنیاد تھی جس پر مارکس نے کریمیائی جنگ کے زمانے میں اپنی یورپی پالیسی تشکیل دی۔ اس نے جنگ کا خیر مقدم کیا اس لئے کہ یہ یورپی بالادستی توڑنے کا امکان پیدا کرتی تھی جو کہ زارشاہی نے یورپ میں ردِانقلاب کی فتح کے نتیجے میں حاصل کی تھی۔ مگر وہ اس طرز کے ساتھ یقیناً متفق نہ تھا جس میں مغربی یورپی قوتوں نے جنگ شروع کی تھی۔ اینگلز نے بھی یہی رویہ اختیار کیا اور اعلان کیا کہ ساری کریمیائی جنگ غلطیوں کی ایک دیوپیکر کامیڈی تھی جس نے اس بات کو تقریباً ناممکن بنا دیا کہ کون دھوکہ باز تھا اور کسے دھوکا دیا گیا۔ اس کے باوجود کہ جنگ لاکھوں زندگیوں اور لاکھوں پاؤنڈ کی قیمت پہ پڑی مارکس اور اینگلز دونوں نے (جہاں تک فرانس اور بالخصوص انگلینڈ کا تعلق تھا) اسے جعلی جنگ قرار دیا۔

وہ بالکل ٹھیک تھے اس لئے کہ نہ تو نقلی بونا پارٹ اور نہ ہی انگریز سیکرٹری خارجہ لارڈ پالمرٹسن کسی اہم جگہ پر روسی ریچھ کو زخمی کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ جونہی وہ قائل ہو گئے کہ آسٹریا مغربی سرحدوں پر روسی فوج کو روک سکتا ہے تو انہوں نے عداوت کا منظر نامہ کریمیا کی طرف موڑ دیا، جہاں انہوں نے سباسٹوپول کے قلعے سے اپنے سر ٹکرائے اور ایک طویل لڑائی کے بعد صرف نصف حصہ قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ آخر میں انہوں نے فتح کا ایک خستہ حال پھولوں کا ہار

پہن کر خود کو مطمئن کر دیا اور ''شکست خوردہ'' روس سے بھیک مانگی کہ وہ اُن کی فوجوں کو مزید مداخلت کے بغیر نکلنے کی اجازت دے۔

یہ دیکھنا بہت آسان تھا کہ نقلی بونا پارٹ، زار کو زندگی اور موت کی کشمکش کا چیلنج دینے پہ کیوں رضامند نہ تھا۔ لیکن پالمرسٹن کے ارادے کم واضح تھے۔ براعظمی حکومتیں اُسے انقلابی ''جوشیلا'' سمجھ کر اُس سے ڈرتی تھیں جبکہ براعظمی لبرل اسے آئینی لبرل وزیر کا ایک مجموعۂ کمالات سمجھ کر اس کی تعریف کرتے تھے۔ مارکس نے اس مسئلے کو (صدی کے پہلے نصف کے لئے ھینسارڈ رپورٹس اور سرکاری رجسٹروں کا بہت محنت سے چھان پھٹک کر، نیز برٹش میوزیم میں ڈالی گئی بے شمار سفارتی رپورٹیں کھنگال کر) حل کر دیا۔ اس نے اپنی تحقیق سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ پیٹر اعظم کے زمانے سے لے کر یمیائی جنگ چھڑ جانے تک، لندن اور سینٹ پیٹرسبرگ کی کابیناؤں کے بیچ خفیہ تعاون جاری تھا، اور یہ کہ خاص کر پالمرسٹن، زارشاہی پالیسی کا ایک زرخرید آلۂ کار تھا۔ مارکس کے یہ نتائج بغیر تضاد کے نہ گزرے اور یہ آج تک متنازعہ چلے آ رہے ہیں، بالخصوص پالمرسٹن کے رول کے بارے میں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے پالمرسٹن کی بے اصول بزنس پالیسی کو اُس کے نیم اقدامات اور تضادات کے ساتھ یورپی حکومتوں یا یورپی لبرلوں کی بہ نسبت بہت زیادہ وضاحت کے ساتھ پرکھا تھا، مگر اِس سے لازمی طور پر یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ پالمرسٹن کو روس نے خرید رکھا تھا۔ البتہ، اس سوال سے (کہ آیا مارکس اپنے بیانات میں بہت زیادہ آگے تجاوز کر گیا تھا یا نہیں)، یہ حقیقت زیادہ اہم ہے کہ اُس وقت کے بعد اُس نے بین الاقوامی ڈپلومیسی کے پُراسرار رازوں کے کھوج لگانے کو مزدور طبقے کے لئے اہم ترین فرائض میں سے ایک جانا تا کہ حکومتوں کی سفارتی سازشوں کو ناکام بنایا جائے یا جہاں ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو انہیں بے نقاب کیا جائے۔

سب سے بڑھ کر وہ اُس بربریت بھری طاقت کے خلاف ایک ناقابلِ مصالحت جدوجہد شروع کرنے میں دلچسپی رکھتا تھا جس کا مرکز سینٹ پیٹرسبرگ میں تھا اور جس کا ہاتھ ہر یورپی کابینہ میں تھا۔ وہ زارشاہی کو محض یورپی رجعت کے مضبوط ترین پُشتے کے بطور ہی نہیں دیکھتا تھا بلکہ اسے سب سے بڑا دشمن گردانتا تھا جس کی مغربی یورپ میں مسلسل مداخلت ترقی کی عام روانی

میں رکاوٹ ڈالتی تھی اور جس کا مقصد جغرافیائی طور پر قدم جمانے کی جگہیں حاصل کرنی تھیں جو کہ اسے یورپ پر برتری عطا کریں۔ یوں وہ یورپی پرولتاریہ کی نجات کو ناممکن بناتا تھا۔ اس موقف پر اُس نے جس زبردست انداز میں زور دیا تھا، اس نے کریمیائی جنگ سے آگے کی اُس کی پالیسی کو زبردست انداز میں متاثر کیا۔

اس کے ساتھ وہ محض ایک خیال کو ترتیب دے رہا تھا جو اس نے سب سے پہلے نیوے رائنشے زی تنگ میں ظاہر کیا تھا، مگر اب کے بعد اُس کے لئے اور اینگلز کے لئے اُن قوموں کی قومی جدوجہدیں بہت حد تک پس منظر میں سرکنا شروع ہوئیں جن کے کاز کا اُن کا یہ اخبار پر جوش چیمپیئن چلا آ رہا تھا۔ یہ بات نہیں ہے کہ دونوں میں سے کسی نے پولینڈ، ہنگری اور اٹلی کی آزادی کا مطالبہ ان ملکوں کے حق کے بطور (اور جرمنی اور عمومی طور پر پورے یورپ کے مفاد میں) کبھی ترک کیا، مگر 1851ء میں اینگلز نے اپنے پرانے من پسند فوجی طرز کے احکامات دیے: ''اٹلی، پولینڈ اور انگلینڈ والوں کو واضح طور پر بتا دینا چاہیے کہ جب جدید سوالات زیر بحث ہوں تو وہ اپنی زبان بند رکھیں''۔ اور کچھ ماہ بعد اس نے پولینڈ والوں کو اطلاع دی کہ وہ ایک قوم کے بطور اختتام کو پہنچے ہیں اور وہ محض ایک انجام تک پہنچنے کے آلے کے بطور فائدہ مند ہیں جب تک کہ خود روس کو کھینچ کر انقلاب کی چرخی میں نہیں لایا جاتا۔ پولینڈ والوں نے تاریخ میں بہادرانہ اور جھگڑالو حماقت سے عمل کرنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں کیا۔ حتیٰ کہ روس کے خلاف بھی انہوں نے کوئی تاریخی اہمیت کا کام نہیں کیا جب کہ روس کم از کم یہ تو تھا کہ وہ مشرقی ممالک کی طرف ترقی پسند تھا۔ اپنی ساری کمینگی اور سلاوگندگی کے باوجود روسی بالادستی ''بحیرہ اسود'' اور ''بحیرہ کیسپین'' کے آس پاس والے ممالک کے لئے، وسطی ایشیا، باشکر اور تارتاری کے لئے مہذب بنانے والی ایک ایجنسی تھی، اور روس نے پولینڈ کی بہ نسبت بہت زیادہ ثقافتی اور صنعتی عناصر کو جذب کر لیا تھا۔ یہ مشاہدات یقیناً جوش و جذبے سے رنگے ہوئے ہیں جس کے ساتھ جلاوطنوں کے بیچ جدوجہدیں ہو رہی تھیں، اور بعد کے سالوں میں پولینڈ پر اینگلز کا فیصلہ بہت نرم تھا، جبکہ اپنی زندگی کے آخری برسوں کے دوران اس نے اعلان کیا کہ پولینڈ نے یورپی تہذیب کو کم از کم: 93-1792ء کے ابھار سے اور 31-1830ء کے انقلاب سے دوبار بچا لیا تھا۔

اطالوی انقلاب کے قابلِ تعریف ہیرو کا حوالہ دیتے ہوئے مارکس نے اعلان کیا: ''مازینی صرف شہروں کو اُن کی لبرل اشرافیہ اور روشن فکر شہریوں سے جانتا ہے۔ اطالوی زرعی آبادی (جسے اُسی طرح استحصال اور منظّم طور پر کمزور بنا دیا گیا اور حماقت میں رکھا گیا جس طرح کہ آئرلینڈ والوں کو) کی مادی ضرورتیں اُس کے کاسموپولیٹن، نیوکیتھولک نظریاتی منشوروں کی لفاظی بھری جنت کے لئے قدرتی طور پر بہت کم ہیں۔ البتہ ارسٹوکریسی اور بورژوازی کو یہ اطلاع دینا جرات مانگتا ہے کہ اٹلی کی آزادی کی طرف پہلا قدم کسانوں کی مکمل نجات میں ہے اور ان کے نیم مزارع نظام کی آزاد بورژوا ملکیت میں ڈھلنے میں ہے''۔ اپنے دوست، اور، چارٹسٹ لیڈر، ارنسٹ جونز کے نام ایک کھلے خط میں مارکس نے کوسوتھ کو مطلع کیا کہ یورپی انقلابات سرمایہ کے خلاف محنت کی مقدس جنگیں ہیں، اور یہ کہ انہیں میگیاروں کی طرح کے ایک روشنی سے عاری اور نیم وحشی لوگوں کی دانش اور سماجی سطح تک پست نہیں کیا جا سکتا، جو کہ ابھی تک سولہویں صدی کی نیم تمدنی میں تھے مگر تصور کرتے تھے کہ وہ جرمنی اور فرانس کی روشن خیالی کو کمان کر سکتے ہیں اور سادہ لوح انگلینڈ کو چاپلوسی کر کے راضی کر سکتے ہیں۔

البتہ مارکس نیوے رائنشے زی تنگ کی راویات سے یوں بہت بلند ہوا کہ اب اس نے اپنی بڑی توجہ صرف جرمنی پر مرکوز نہ رکھی بلکہ اُس نے اُسے اپنی سیاسی دلچسپیوں کے دائرے سے تقریباً مکمل طور پر باہر کر دیا۔ یہ سچ ہے کہ اُس وقت جرمنی نے یورپی سیاست میں ایک افسوسناک کردار ادا کیا اور اُسے ایک روسی صوبے جتنا تصور کیا جا سکتا تھا، لیکن گو کہ یہ کم و بیش مارکس کے رویے کی وضاحت کرتا ہے، مگر پھر بھی اُسے اور اینگلز دونوں کو بعد میں اس حقیقت پر بھاری قیمت دینی پڑی کہ کئی سالوں تک وہ جرمنی کے حالات سے مکمل طور پر بے رابطہ رہے تھے۔ بدقسمتی سے وہ توہین جو وہ دونوں رائن لینڈرز اور پروشیائی ریاست کے ایک مقبوضہ صوبے کے شہریوں کے بطور محسوس کرتے رہے تھے، منٹیوفل اور ویسٹ فالن کے دنوں میں اس حد تک شدید ہو گئی کہ وہ ایک سیاسی صورتحال کے ان کے عمومی تیز ادراک کے ساتھ میل نہ کھاتی تھی۔

اُن دنوں کا ایک استثنا، جب مارکس نے واقعی پروشیا کے حالات پر توجہ دی، اس کا ثبوت دیتی ہے۔ یہ 1856ء کا آخر تھا جب پروشیا (نیوفشاتل معاملے پر) سوئٹزرلینڈ کے ساتھ صف آراء

ہوا۔اس واقعہ نے مارکس کو دو دسمبر 1856ء کو اینگلز کو لکھے گئے خط میں، اپنے ''پروشیائی تاریخ کے متعلق بہت ہی ناکافی علم'' کی تلافی کروائی، اور اس نے اپنے مطالعوں کے نتیجے کا یہ اعلان کر کے خلاصہ کیا کہ عالمی تاریخ نے کبھی بھی اس سے زیادہ مکروہ چیز پیدا نہ کی۔ اِسی معاملے سے مزید تفصیل کے ساتھ نمٹتے ہوئے جو جملے اُس کے بعد آتے ہیں اور کچھ روز بعد ایک چارٹسٹ اخبار ''عوامی اخبار'' میں جو مضمون نمودار ہوا، اُسے تاریخی معاملات میں اُس کی عمومی بلند سطح سے بہت دُور دکھاتے ہیں۔ بلاشبہ وہ خطرناک طور پر پٹی بورژوا جمہوریت کی نیچ سطح کے قریب ڈوبتا ہے، گو کہ یہ اس کی اپنی خصوصی خدمات میں سے ایک ہے کہ اُس نے تاریخی تحریر کو اس سطح سے بہت بلند کر دیا۔

پروشیائی ریاست بلاشبہ ایک ناقابلِ قبول نوالے کی طرح تھی جو کسی بھی انسان سے نگلی نہیں جا سکتی تھی، مگر اُن سب کے لئے اسے مندرجہ ذیل باتوں سے نگلنے کے قابل بنانا ممکن نہ تھا: ''ہوہنز ولرنز کے آفاقی ''حقوق'' کی طعن آمیز تضحیک سے، (پادری، ڈرل سارجنٹ اور مسخرہ والے بار بار نمودار ہونے والے) تین ''کردار نقابوں'' سے، پروشیائی تاریخ بطور ''ایک نامرغوب خاندانی سرگزشت'' بمقابلہ آسٹریائی تاریخ کے ''شیطانی رزمیہ'' سے اور اس جیسے تبصروں سے جو زیادہ سے زیادہ کس لئے کو واضح کرتے ہیں مگر کس لئے کے کیوں کو مکمل اندھیرے میں رکھتے ہیں۔

2-ڈیوڈ اُرکوہارٹ، جی ٹی ہارنی اور ارنسٹ جونز

جس وقت مارکس ''نیویارک ٹریبون'' میں لکھ رہا تھا، وہ اُرکوہارٹی اور چارٹسٹ اخبارات میں بھی اسی طرح کام کر رہا تھا۔

ڈیوڈ اُرکوہارٹ ایک انگریز سفارتکار تھا جس نے عالمی بالادستی کے لئے روسی منصوبوں کے بارے میں اپنے مفصل علم اور ان کے خلاف اپنی نامختتم جدوجہدوں کے ذریعے قابل قدر خدمات سرانجام دی تھیں۔ البتہ اس نے روس کے خلاف ایک مجنونانہ نفرت اور مساوی طور پر ترکی سے متعلق ہر شئے سے مجنونانہ محبت سے اپنی ان خدمات کی قدر کو کم کر دیا۔ مارکس کو ہمیشہ ایک اُرکوہارٹی گردانا جاتا تھا، مگر بغیر کسی جواز کے۔ اور اصل میں یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ اینگلز کی طرح وہ

اِس شخص کی اپنی خدمات کو احمقانہ مبالغے سے بیان کرتے رہنے سے چڑ جاتا تھا۔ مارکس اینگلز خط و کتابت میں اُرکوہارٹ کا پہلا تذکرہ مارچ 1853ء میں اینگلز کی طرف سے ایک خط میں کیا گیا ہے: ''میں اِس وقت اُرکوہارٹ کی کتاب پڑھ رہا ہوں۔ اُس کا کہنا ہے کہ پالمرسٹن روس کا تنخواہ دار ہے۔ وضاحت بہت سادہ ہے، یہ شخص سیکسن سکاٹش تربیت کے ساتھ ایک سکاٹ کلٹی زبان بولنے والا ہے، رجحان کے لحاظ سے رومانٹسزم کا پیروکار اور تعلیم کے لحاظ سے ایک ''فری ٹریڈر'' ہے۔ وہ یونانی زبان کے ماہر کے بطور یونان گیا' اور تین سال تک ترکوں کے ساتھ چھوٹی موٹی جھڑپوں میں حصے لینے کے بعد، وہ ترکی چلا گیا۔ وہاں وہ فوراً ترکوں کے ساتھ گرمجوشی میں گرفتار ہوا۔ وہ پرجوش اسلامی ہے اور اعلان کرتا ہے کہ اگر وہ ''جون کال وِن'' کا پیروکار نہ ہوتا تو ضرور مسلمان ہو جاتا''۔ مجموعی طور پر اینگلز نے اُرکوہارٹ کی کتاب کو محض بڑی تفریح کا باعث گردانا۔

مارکس اور اُرکوہارٹ کے بیچ رابطے کا سبب پالمرسٹن کے خلاف اُن کی مشترکہ جدوجہد تھی۔ پالمرسٹن کے خلاف مارکس کے ''نیویارک ٹریبون'' میں چھپے ایک مضمون کو گلاسگو کے ایک اخبار نے دوبارہ چھاپا جہاں اُس پر اُرکوہارٹ کی توجہ مبذول ہوئی۔ فروری 1854ء میں دونوں کی ملاقات ہوئی اور اُرکوہارٹ نے مارکس کا اِس تعریفی جملے سے استقبال کیا کہ صرف ایک ترک ہی ایسا مضمون لکھ سکتا تھا۔ البتہ، اُرکوہارٹ اس وقت بہت مایوس ہوا جب مارکس نے اسے بتایا کہ وہ ایک ''انقلابی'' ہے، اس لئے کہ ارکوہارٹ کا ایک نرالا خیال یہ تھا کہ سارے یورپی انقلابی شعوری یا لاشعوری طور پر زار بادشاہت کے آلہِ کار تھے جنہیں زار یورپی حکومتوں کو شرمندہ کرنے کے لئے استعمال کرتا تھا۔ مارکس نے اس ملاقات کے بعد اینگلز کو لکھا کہ: ''یہ شخص مکمل طور پر ایک یک رُخہ شخص ہے''۔ اس نے مزید لکھا کہ وہ اس سے سوائے پالمرسٹن معاملے کے کسی بھی دوسری بات پر متفق نہ ہوا۔

قدرتی طور پر اینگلز کو لکھے گئے اِن خفیہ تاثرات کو سنجیدہ نہیں لینا چاہیے۔ اپنے سارے تنقیدی تحفظات کے باوجود مارکس نے کھلے عام اور بار بار اُرکوہارٹ کی خدمات کو تسلیم کیا، اور اس نے اس حقیقت کو کبھی نہیں چھپایا کہ گو کہ وہ ارکوہارٹ سے قائل نہ ہوا مگر پھر بھی وہ اُس سے زیادہ جوش و جذبہ پا گیا۔ اسی سبب سے وہ اُرکوہارٹ کے اخبارات اور بالخصوص لندن میں ''دی فری

پریس'' میں کبھی کبھار مضامین لکھنے سے ہچکچاتا نہ تھا۔ اوراس نے اُرکوہارٹ کو یہ اجازت بھی دے رکھی تھی کہ وہ ''نیو یارک ٹربیون'' میں چھپنے والے اُس کے مضامین کو پمفلٹ کی صورت میں دوبارہ چھاپ کر تقسیم کرسکتا ہے۔ یہ پالمرسٹن پمفلٹ بہت بڑی تعداد میں تقسیم ہوئے، بہ یک وقت پندرہ سے تیس ہزار کی تعداد میں۔ اورانہوں نے بڑی سنسنی پیدا کی۔ مگر باقی معاملات میں، مارکس ''یانکی'' ''ڈانا کی بہ نسبت ''سکاٹ'' اُرکوہارٹ سے کوئی زیادہ مستفید نہ ہوا۔

اوراس حقیقت نے اُن دونوں کے درمیان کسی بھی قریبی تعلق کو بالکل ناممکن بنا دیا کہ مارکس چارٹزم کی حمایت کرتا تھا۔ یہ ایک ایسی تحریک تھی جس سے ارکوہارٹ دگنی نفرت کرتا تھا: ایک فری ٹریڈر کے بطور بھی اور روس کے ایک دشمن کے بطور بھی۔ اس لئے کہ اس کا خیال تھا کہ وہ ہر انقلابی تحریک میں گیند کی طرح گھومتے روبلوں کو جانچ سکتا تھا۔ چارٹزم دس اپریل 1848ء کی بھاری شکست کے بعد پھر کبھی نہ سنبھلا مگر جب تک اس کی باقیات اپنے وجود کے لئے جدوجہد کرتی رہیں، مارکس اوراینگلز وفاداری اور بہادری سے اس کی حمایت کرتے رہے، سب سے زیادہ پچاس کی دھائی میں جارج جولیئن ہارنی اورارنسٹ جونز کے جاری کردہ اخبارات میں بلا معاوضہ مضامین لکھ لکھ کر۔ ہارنی نے یکے بعد دیگرے ''ریڈ رپبلکن''، ''دی فرینڈز آف پیپل'' اور ''دی ڈیموکریٹک ریویو'' چھاپے۔ جبکہ جونز نے ''نوٹس آف دی پیپل'' اور ''دی پیپلز پیپر'' شائع کئے۔ ''دی پیپلز پیپر'' کوسب سے طویل عمر نصیب ہوئی اور وہ 1858ء تک تسلسل سے چھپتا رہا۔

ہارنی اور جونز، چارٹسٹ تحریک کے انقلابی بازو سے تعلق رکھتے تھے اوراس گروپ کے سارے ممبروں میں شاید وہ سب سے کم الگ تھلگ تھے۔ وہ دونوں ''فریٹرنل ڈیموکریٹس'' کی بین الاقوامی ایسوسی ایشن کے روحِ رواں سمجھے جاتے تھے۔ ہارنی ایک جہازی کا بیٹا تھا اور پرولتاری ماحول میں پلا بڑھا تھا۔ اس نے فرانس کے انقلابی لٹریچر کو پڑھ پڑھ کر اپنی انقلابی خود تعلیمی حاصل کی تھی، اور مارات اُس کا ماڈل تھا۔ وہ مارکس سے ایک سال بڑا تھا۔ اور جس وقت مارکس رائنشے زی تنگ کوایڈیٹ کر رہا تھا، ہارنی چارٹسٹوں کے سب سے بڑے ترجمان اخبار ''ناردرن سٹار'' کے ایڈیٹوریل بورڈ میں شامل تھا۔ اینگلز 1843ء میں اس سے ملنے گیا تھا اور ہارنی نے اُس کا یوں

تذکرہ کیا: '' ایک سبک نوجوان ، اس قدر جوان کہ وہ بالکل لڑکا لگتا تھا، مگر اس کے باوجود وہ غیر معمولی طور پر صحیح انگریزی بولتا تھا''۔ 1847ء میں ہارنی نے مارکس سے واقفیت پیدا کی اور گرمجوشی سے اس کے حلقے میں شامل ہوا۔

اس نے کمیونسٹ مینی فیسٹو کا ایک انگریزی ترجمہ اپنے ''ریڈر پبلکن'' میں چھاپا جس کے ساتھ اس نے ایک ادارتی فُٹ نوٹ لکھا کہ' یہ آج تک لکھا جانے والا سب سے انقلابی مسودہ ہے'۔ اس کے علاوہ اس نے اپنے ''ڈیموکریٹک ریویو' میں اُن مضامین کے انگریزی ترجمے شائع کئے جو فرانسیسی انقلاب پہ نیوے رائنشے زی تنگ میں شائع ہوئے۔ اس نے اعلان کیا کہ یہ مضامین فرانسیسی معاملات کی ''اصلی تنقید'' کی نمائندگی کرتے تھے۔ امیگریشن کی جدوجہدوں میں وہ اپنے پرانے عشق کی طرف لوٹا اور ارنسٹ جونز کے ساتھ متشدد جھڑپوں میں آ گیا اور مارکس واینگلز کے ساتھ بھی۔ اس کے بہت جلد بعد وہ جرسی آئی لینڈ میں رہنے گیا اور وہاں ایک مختصر قیام کے بعد وہ امریکہ چلا گیا جہاں اینگلز 1888ء میں اس سے ملنے گیا۔ اس ملاقات کے جلد بعد ہارنی انگلینڈ لوٹا جہاں وہ بڑھاپے میں فوت ہو گیا اور شاید ایک عظیم تاریخی عہد کے آخری زندہ گواہ کے بطور۔

ارنسٹ جونز ایک نورمن نژاد تھا، مگر وہ جرمنی میں پیدا ہوا اور تعلیم پائی جہاں اس کا والد ڈیوک آف کمبرلینڈ کا فوجی مشیر تھا، وہی شخص جو بعد میں ہینوور کا' شاہ ارنسٹ آگسٹ بنا۔ یہ سخت رجعتی لفنگا (جس پر سوائے خودکشی کے، انگریزی پریس نے دنیا کے ہر جرم کا الزام لگایا) ارنسٹ جونز کے بپتسمہ دینے کے لئے استعمال کیے جانے والے پتھر پر گاڈ فادر (دینی باپ) بنا، مگر اِس سرپرستی اور اس کے والدین کی دربار سے اس وابستگی نے بچے پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔ حتیٰ کہ ایک لڑکے کے بطور اس نے آزادی کے کاز کے لئے زبردست طرفداری دکھائی اور ایک مرد کے بطور اس نے مستقل مزاجی سے اُن تمام ترغیبات کی مزاحمت کی جو اُس کے راستے پر رکھی گئیں اور ان تمام کوششوں کی مزاحمت کی جو سونے کی زنجیروں سے اس کی آزاد روح کو جکڑنے کے لئے بنائی گئی تھیں۔ جب اس کا خاندان انگلینڈ لوٹا تو وہ تقریباً بیس برس کا تھا اوراس نے بار کا مطالعہ شروع کیا جس میں وہ بعد میں داخل کر دیا گیا۔ اس نے سارے شاندار امکانات کو قربان کر دیا جو اس کی اپنی اعلیٰ صلاحیتیں اور

خاندان کے ارسٹوکریٹک رابطے اس کے لئے کھولے ہوئے تھے تاکہ خود کو چارٹسٹ کاز کے لئے وقف کردے جس کی وہ اس قدر شدید جوش و جذبے کے ساتھ وکالت کرتا تھا کہ 1848ء میں اسے دوسال قید کی سزا ہوئی۔ اپنے طبقے کے ساتھ اس کی غداری سے اس کی بے وقاری میں ایک اور اضافہ ہوا اور جیل میں اس کے ساتھ ایک عام مجرم کا سا سلوک کیا گیا، مگر وہ 1850ء میں ایک ناقابلِ اصلاح انقلابی کے بطور جیل سے باہر آ گیا اور 1850ء کی گرمیوں کے بعد سے اس نے مارکس اور اینگلز سے قریباً 20 برس تک قریبی تعلقات رکھے۔

یہ دوستی بلا شبہ بغیر بادلوں کے نہ رہی، اور فریلیگراتھ کے ساتھ اٹھنے والے مسائل کی طرح (جس کے ساتھ جونز کی شاعرانہ صلاحیتیں مشترک تھیں) اور لاسال کے ساتھ اٹھنے والے جھگڑوں کی طرح (جس کے ساتھ مارکس کا فیصلہ ایسا ہی تھا مگر بہت ہی شدید تھا) کے مسائل پیدا ہوئے۔ 1855ء کو لکھے گئے ایک خط میں مارکس اس کا حوالہ ان الفاظ میں دیتا ہے: ''ساری توانائی، استقلال اور سرگرمی پر اُسے کریڈٹ دینا چاہیے۔ وہ اپنے ایجی ٹیشن کے بہانے کے پیچھے اپنی بے تدبیر چھینا جھپٹی اور مسلسل بے صبری اور وقت سے آگے دوڑنے کی خواہش سے ہر چیز کو تباہ کر دیتا ہے''۔ بعد میں اُن کے بیچ اس سے بھی سنگین اختلافات آئے، بالخصوص جب چارٹسٹ ایجی ٹیشن تخم ریزی میں مزید آگے بڑھتی رہی اور ارنسٹ جونز نے بورژوا ریڈیکل ازم سے فلرٹ کرنا شروع کیا۔

البتہ، بنیادی طور پر اُن کی دوستی مضبوط اور وفادار رہی۔ اپنی زندگی کے آخری سالوں میں ارنسٹ جونز مانچسٹر میں رہا، جہاں وہ غیر متوقع طور پر 1869ء میں فوت ہوا جب ابھی زندگی کا جوبن تھا۔ اینگلز نے جلد ہی یہ بری خبر لندن کو لکھی: ''ایک اور اولڈ گارڈ گھر چلا گیا!'' اور مارکس نے جواب دیا: ''اس خبر نے فطری طور پر ہم سب کو صدمہ پہنچایا، اس لئے کہ وہ ہمارے چند ہی پرانے دوستوں میں سے ایک تھا''۔ کچھ دن بعد اینگلز نے رپورٹ کی کہ ایک بہت بڑا جلوس تابوت کے ساتھ قبرستان تک گیا جہاں اولڈ گارڈ کا ایک اور ممبر ویلہلم وولف دفن ہے۔ اینگلز نے اعلان کیا کہ یہ ایک حقیقی نقصان ہے۔ بہرحال، اس کی بورژوا لفاظی سوائے منافقت کے اور کچھ نہ تھی، اور وہ سیاستدانوں میں، واحد تعلیم یافتہ انگریز تھا جو واقعی اُن کی طرف تھا''۔

3۔خاندان اور دوست

اِن برسوں کے دوران مارکس سارے سیاسی حلقوں سے پرے رہا اور عملاً بغیر سوشل لائف کے رہا۔ وہ مکمل طور پر اپنے مطالعہ کی طرف واپس لوٹا اور صرف اپنے خاندان تک محدود ہو کر رہ گیا جو کہ 1855ء میں ایک بیٹی ایلینار کی پیدائش سے بڑھ چکا تھا۔

مارکس، اینگلز کی طرح بچوں سے بہت محبت کرتا تھا اور جب وہ ایک یا دو گھنٹوں کے لئے مطالعہ گاہ سے باہر نکل آتا تو پھر وہ بچوں کے ساتھ کھیلنے کے لئے وقف ہو جاتا جو اسے بہت چاہتے تھے، شاید اس لئے کہ وہ کبھی بھی پدرانہ حکمرانی کی کوشش نہیں کرتا تھا۔ بچے اُسے کھیل کا ایک ساتھی گردانتے تھے اور اسے ''مُور'' کہتے تھے۔ یہ ایک لاڈ پیار کا نام تھا جو اسے بہت سیاہ بالوں اور سانولے روپ کی وجہ سے دیا گیا تھا۔ وہ کہا کرتا ''بچوں کو چاہیے کہ وہ اپنے والدین کو ایجوکیٹ کریں''۔ اور اس کے بچے واقعتاً اس کی انگلی پکڑتے تھے، اس لئے کہ وہ اسے اتواروں کو کسی طرح کا کام کرنے سے سختی سے منع کرتے تھے۔ اُس روز وہ مکمل طور پر اُن کا ہوتا تھا، اور دیہات کی طرف سنڈے آؤٹنگ ہوتی تھی جس کے دوران خاندان سڑک کے ساتھ بنے ہوٹلوں میں ادرک کا بیئر پینے اور روٹی اور پنیر کھانے ٹھہر جاتا تھا، جہاں گہرے بادلوں کو چیرتی ہوئی سورج کی شعاعیں ہوتیں۔

اُن کے باہر جانے کی پسندیدہ جگہ ہیمپ سٹیڈ ہیتھ تھی، اور لیبنخت نے ہمیں اُن کی بہت ہی دلکش تفاصیل دی ہیں۔ ہیمپ سٹیڈ ہیتھ آج بالکل اُسی طرح نہیں ہے جس طرح کہ وہ اُس وقت تھا، مگر جیک سٹرا محل سے، جس کی میزوں پر مارکس اکثر بیٹھتا تھا، ابھی تک ہیتھ پر ایک عظیم الشان نظارہ ہے جس کی پہاڑیاں اور وادیاں حسین ماحول بناتی ہیں، اور اتواروں کو مسرور لوگوں کے ہجوم اُس کے حسن میں اضافہ کرتے ہیں۔ جنوب میں یہ بڑا شہر اپنے بے شمار گھروں اور اپنے جانے پہچانے منظر نامے کے ساتھ ہے، یعنی سینٹ پال کا گنبد اور ویسٹ منسٹر کے مینار۔ اور اُس کے پار دور دھند میں سورے کے خوشگوار بلند مرغزار ہیں۔ شمال میں دیہی علاقہ اب گھروں سے بھر گیا ہے اور مغرب میں ہائی گیٹ پہاڑی ہے جہاں مارکس نے اپنی آخری آرامگاہ پائی۔

اور پھر، ایک بجلی کی چمک کی طرح ٹریجڈی اچانک اس عاجز گھریلو مسرت پر ٹوٹ پڑی۔ 1855ء کے گڈ فرائیڈے پر مارکس کا واحد بیٹا نو سالہ ایڈگر، (جسے پیار سے ''مُش'' پکارا جاتا تھا) مرگیا۔ یہ باصلاحیت لڑکا خاندان بھر کی آنکھوں کا تارا تھا۔ فریلیگراتھ نے جرمنی کو ایک خط لکھتے ہوئے لکھا: ''اس طرح کا غمناک وخوفناک نقصان کہ میں بیان نہیں کرسکتا کہ اس نے کس گہرے انداز میں مجھے متاثر کیا''۔

جن خطوط میں مارکس نے اینگلز کو اپنے بچے کی بیماری اور موت کا حال بیان کیا وہ دل ہلا دینے والے ہیں۔ 30 مارچ کو اس نے لکھا: ''میری بیوی ایک ہفتے سے مکمل ذہنی بے سکونی سے بیمار رہی، وہ ایسی بری حالت میں ہے جس میں پہلے کبھی بھی نہ رہی تھی۔ میں بھی خوفناک حد تک ذہنی طور پر ابتر حالت میں ہوں۔ میرا دل بھاری ہے اور سر میں چکر آتے ہیں۔ مگر بلا شبہ، مجھے تو ایک بہادر چہرہ دکھانا ہے۔ لڑکا حتیٰ کہ اپنی بیماری میں بھی وہی اچھی خصلت اور آزاد خصوصیت میں ہے''۔ پھر چھ اپریل کو لکھتا ہے: ''معصوم ننھی مخلوق چلی گئی۔ وہ آج 6 اور 7 بجے کے درمیان میرے بازوؤں میں سوگیا۔ میں یہ بات کبھی فراموش نہیں کرسکوں گا کہ آپ کی محبت نے ہمیں مصیبتوں کی اِن ساعتوں میں کتنا سہارا دیا۔ میرے بیٹے کی موت پہ میرے دکھ کا اندازہ صرف آپ کرسکتے ہیں''۔ اور بارہ اپریل کو اس نے لکھا: ''جب سے لڑکا فوت ہوگیا، گھر خالی اور ویران لگتا ہے۔ وہ اس گھر کی زندگی اور روح تھا۔ یہ بیان کرنا ناممکن ہے کہ ہر لحہ ہم اسے یاد کرتے ہیں۔ میں نے ہر طرح کی بدقسمتی بھگتی ہے لیکن اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ اصل دکھ کیا ہوتا ہے.........اس خوفناک پریشانی اور دکھ کے اندر مجھے جو چیز زندہ رکھے ہوئے ہے، وہ آپ اور آپ کی دوستی کا خیال ہے، اور یہ امید ہے کہ ہمیں مل کر دنیا میں کوئی قابلِ قدر کام کرنا ہے''۔ بہت عرصے بعد زخم نے بھرنا شروع کیا۔ 28 جولائی کو لاسال کے ہمدردی کے خط کے جواب میں مارکس نے لکھا: ''بیکو کہتا ہے کہ حقیقی طور پر بڑے انسانوں کی کئی ساری دلچسپیاں فطرت اور دنیا کے ساتھ ہوتی ہیں اور اتنی ساری چیزیں اُن کی توجہ کھینچتی ہیں کہ کوئی ذاتی نقصان اُن کے لئے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ میرا خیال ہے کہ میں اُن عظیم انسانوں میں سے نہیں ہوں۔ میرے بیٹے کی موت نے مجھے بری طرح ہلا ڈالا ہے اور مجھے

ابھی تک ایسا لگتا ہے جیسے وہ سانحہ کل ہی رونما ہوا ہو۔ میری بے چاری بیگم تو اس غم سے مکمل طور پر ٹوٹ چکی ہے''۔ چھ اکتوبر کو ہم فریلیگراتھ کو مارکس کے نام لکھتے دیکھتے ہیں: ''مجھے سخت افسوس ہے کہ آپ کا عظیم نقصان ابھی تک آپ کو اِس قدر شدید غم پہنچا رہا ہے۔ بدقسمتی سے ایک دوست نہ کچھ کرسکتا ہے نہ کوئی مشورہ دے سکتا ہے۔ میں آپ کے غم کو سمجھتا ہوں اور اس کا احترام کرتا ہوں' مگر آپ کو اس پر قابو پانے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ یہ آپ پر قابو نہ پالے۔ یہ، آپ کے پیارے بچے کی یاد سے کوئی بے وفائی نہ ہوگی''۔

مارکس کے بیٹے ایڈگر کی موت بیماریوں کے ایک سلسلے کا نقطۂ عروج تھی جو چند سالوں سے خاندان پر گر پڑا تھا۔ پچھلی بہار میں مارکس خود بیمار پڑ گیا تھا اور اصل میں وہ پھر کبھی تندرست ہوا ہی نہیں۔ اس کی سب سے بڑی شکایت جگر کی تکلیف تھی جو اس کے خیال میں اسے والد سے ورثے میں ملی تھی، مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تکلیف دہ رہائشی حالات اور غیر صحت مند ماحول کی وجہ سے ابتر ہوگئی جس میں کہ خاندان رہتا تھا۔ 1854ء کے موسم گرما میں علاقے میں ہیضہ کی وبا شدید تھی، اس لئے کہ کہا جاتا ہے کہ نئی کھدی ہوئی نالیاں 1665ء کے ''عظیم طاعون'' کے شکار اجتماعی قبروں میں سے گزاری گئی تھیں۔ مارکس کے ڈاکٹروں نے اس پر زور دیا تھا کہ وہ ''سوہو چوک'' کے علاقے سے دُور چلا جائے، جس کی فضا وہ برسوں سے بغیر وقفے کے اپنے پھیپھڑوں میں بھر چکا تھا۔ خاندان میں ایک نئی موت نے اب اس کے لئے ایسا کرنے کو ممکن بنا دیا۔ 1856ء کے موسمِ گرما میں فراؤ مارکس اپنی تینوں بیٹیوں کے ساتھ اپنی ماں سے ملنے ٹرائر گئی جو شدید بیمار تھی۔ وہ اپنی ماں کی محض گیارہ روز تک جاری رہنے والی بیماری کے بعد اس کی تھکی ماندی آنکھیں بند کرانے، وقت پر پہنچ گئی۔

اِس معمر خاتون نے کچھ زیادہ دولت نہ چھوڑی اور فراؤ مارکس کے حصے میں چند سو تھیلر ہی آئے اور لگتا ہے کہ اُسی زمانے میں اس کے سکاٹش رشتہ داروں سے بھی اسے کچھ ترکہ ملا تھا۔ بہرحال یہ پیسہ 1856ء کے موسمِ خزاں میں خاندان کو مارکس کے من پسند ہیمپ سٹڈ ہیتھ کے قریب (ہاورسٹاک ہل، میٹ لینڈ پارک، 9۔ گرافٹن ٹیریس میں) ایک چھوٹے سے گھر میں منتقل ہونے کی اجازت دینے کے لئے کافی تھا۔ اس گھر کا کرایہ 36 پاؤنڈ سالانہ تھا'' جن بلوں میں ہم

اب تک رہتے آئے ہیں، اُن کی بہ نسبت یہ واقعتاً ایک شہزادوں کا سا گھر ہے'' فراؤ مارکس نے ایک دوست کو لکھا'' اور گو کہ ہماری ملکیت میں موجود ساری چیزوں کی مالیت 40 پاؤنڈ سے ذرا سی زیادہ ہے (اس کا زیادہ تر حصہ سیکنڈ ہینڈ کوڑا کرکٹ تھا) میں نے شروع میں اس نئے محل میں بہت عظمت محسوس کی۔ ساری چادریں اور سابقہ عظمت کی دوسری باقیات کو ''انکل'' کے ہاتھوں سے بچا لیا گیا اور ایک بار پھر میں مسرت سے اپنے پرانے سکاٹش گلابی رنگ کے نیپکنوں کو گن سکنے کے قابل تھی۔ البتہ، یہ دیہی گیت بہت دیر تک نہ چل سکا اس لئے کہ جلد ہی ایک کے بعد دوسرا سامان دوبارہ ''Pop Shop'' (بچے تین متجسس پیتل کے گولوں کے نشان پر گھر کو اسی نام سے پکارتے تھے) منتقل ہوتا رہا۔ پھر بھی، ہم اپنے ایک دفعہ کے خوشگوار بورژوا سکھ پر بہت خوش تھے''۔ بدقسمتی سے یہ سانس لینے کا ایک بہت ہی مختصر سا وقفہ ثابت ہوا۔

موت نے خاندان کے دوستوں میں سے بھی اپنی فصل کاٹی۔ 1855ء کے خزاں میں ڈینیلز فوت ہو گیا، ریتھ جنوری 1856ء کو ہیٹی میں، اور کونراڈ شرام جرسی آئی لینڈ میں 1858ء کے شروع میں فوت ہوا۔ مارکس اور اینگلز دونوں نے جان لڑا دی کہ پریس میں اُن کی موت پر اُن کی مختصر سوانحی خبر ہی چھپ جائے مگر وہ اس میں ناکام ہوئے۔ وہ اکثر شکایت کرتے تھے کہ ''اولڈ گارڈ'' کی صفیں تیز رفتاری سے پتلی کی جا رہی ہیں اور یہ کہ کوئی نیا خون سامنے نہیں آ رہا ہے۔ گو کہ شروع میں اپنی ''پبلک تنہائی'' انہیں خوش کرتی تھی، اور گو کہ آخری فتح کے لئے اُن کا ایمان متزلزل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اور یہی ایمان انہیں سیاسی جدوجہد پہ قائم رکھے ہوئے تھا، ایک ایسی جدوجہد جو انہوں نے اس قدر اعتماد سے چلائی گو یا وہ ایک یورپی قوت کی نمائندگی کر رہے ہوں۔ وہ دونوں اس قدر زیادہ پرجوش طریقے سے سیاسی تھے کہ ایک پارٹی کی کمی کو محسوس نہیں کرتے تھے۔ اس لئے کہ اُن کے حامی، جیسا کہ خود مارکس تعلیم دیتا ہے، ایک پارٹی کی نمائندگی نہیں کرتے تھے، اور اُن کے بیچ کوئی ایسا نہ تھا جس کے نظریات حتیٰ کہ تقریباً خود اُن کے برابر تک بلند ہوتے ہوں، سوائے ایک آدمی کے جس کے لئے وہ اپنی بے اعتباری پر کبھی بھی مکمل طور پر قابو نہ پا سکے۔

لیبخت، لندن میں مارکس گھرانے کا روزانہ چکر لگانے والا شخص تھا، کم از کم اُس وقت تک

جب تک کہ وہ گھرانہ ڈین سٹریٹ پہ واقع تھا، مگر خود اپنے چھوٹے سے کمرے میں وہ زندگی کے مادی مسائل سے شدید جدوجہد کر رہا تھا۔ اور یہی بات کمیونسٹ لیگ کے دنوں کے سارے پرانے ساتھیوں کے بارے میں سچ تھی، **لیسنر لوچنر**، ایکاریئس اور ''تائب گناہ گار'' شاپر کے بارے میں۔ دوسرے دوست بکھرے ہوئے تھے: ڈرونکے لیورپول میں بزنس کرتا تھا اور بعد میں گلاسگو میں تھا، اِمانٹ ڈُنڈی میں پروفیسر تھا، شِلی پیرس میں ایک وکیل تھا، جہاں کہ رین ہارٹ (ہائینے کی زندگی کے آخری دنوں کا سیکرٹری) اندرونی حلقے کا ممبر تھا۔

البتہ، وفاداروں تک میں بھی سیاسی سرگرمی ڈھلنے لگی۔ ویلہلم وولف جو کہ مانچسٹر میں رہتا تھا، ٹیچری کر کے اچھی خاصی کامیابی سے اپنی روٹی روزی کرتا تھا، اور وہ جیسا کہ فراؤ مارکس نے لکھا: ''وہی کا وہی تھا، بالکل وہی جواں مرد، باصلاحیت، عام انسانوں والی فطرت کا''۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں پرانا غیر شادی شدہ موجی پن پیدا ہونا شروع ہوا اور اس کی ''سب سے بڑی جدوجہدیں'' اپنی مکان مالکن سے چائے، چینی اور کوئلہ جیسی باتوں پہ ہوئیں، اور اب وہ دانشورانہ طور پر جلاوطنی والے اپنے پرانے دوستوں کے لئے کچھ معنی نہ رکھتا تھا۔ فریلیگراتھ بھی ایک وفادار دوست رہا، اور جب سے اسے 1856ء کے موسمِ گرما میں ایک سوِس بنک کی لندن شاخ کا منیجر بنا دیا گیا، تو وہ پہلے کی نسبت مارکس کی مدد کے زیادہ قابل ہو گیا۔ بالخصوص وہ ''نیویارک ٹریبون'' کی طرف سے بھیجے گئے ڈرافٹوں کو کیش کرنے میں کسی بھی تاخیر کو روکنے کے قابل تھا۔ فریلیگراتھ اپنے انقلابی ایقان سے بھی سچا رہا، مگر وہ پارٹی جدوجہد سے دور ہی ہوتا چلا گیا۔ گو کہ اس نے ایمان کے ساتھ اعلان کیا کہ دنیا میں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں ایک انقلابی، جلاوطنی سے زیادہ عزت سے دفنایا جا سکے، مگر یہ شاعر خود جلاوطنی میں خوش نہ تھا۔ اس کی بیوی (جسے وہ حد سے زیادہ پیار کرتا تھا) وطن کی یاد میں تڑپتی تھی۔ اور اپنے بچوں کو دیارِ غیر میں بار بار کرسمس کی موم بتیاں جلاتے دیکھ کر، اُس کی شاعری کی ندی خشک ہو گئی۔ وہ اِس سے شدید طور پر متاثر ہوا اور یہ اُس کے لئے عظیم اطمینان کی بات تھی جب اس کا ملک بتدریج اپنے مشہور شاعر کو دوبارہ یاد کرنے لگا۔

اور پھر ''زندہ مردوں'' کی ایک لمبی لسٹ تھی۔ کبھی کبھار ایسا ہوتا تھا کہ مارکس کی ملاقات

اپنے اوائلِ فلسفیانہ زمانے کے کئی دوستوں سے ہوتی تھی۔ ایڈوارڈ مے ین جو وہی پرانا زہریلا مینڈک رہا، فاوچز جو کوبڈن کا سیکرٹری بن گیا اور خود کو ''فری ٹریڈ'' تحریک میں ''تاریخ ساز'' سمجھتا تھا، اور ایڈگر بائیر جو کمیونسٹ ایجی ٹیشن پھیلانے کا کردار ادا کرتا تھا مگر جس کو مارکس ہمیشہ ''مسخرہ'' کہہ کر حوالہ دیتا تھا۔ مارکس اپنے پرانے دوست برونو بائیر سے بھی کئی بار ملا جب وہ اپنے بھائی سے ملنے لندن آیا تھا۔ برونو بائیر روس کی ''قدیمی وغیر مہذب قوت'' کے لئے گرمجوشی سے بھرا ہوا تھا، اور وہ پرولتاریہ کو ''ایک ہجوم'' سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتا تھا جسے جزوی طور پر تشدد سے، جزوی طور پر چالاکی سے اور جزوی طور پر جب ضروری ہو چند ٹکے دے کر، قابو میں رکھا جا سکتا ہے۔ ظاہر ہے اُن دونوں کے درمیان متفق ہونے کی کوئی بنیاد موجود نہ تھی۔ مارکس نے دیکھا کہ وہ اچھا خاصا بوڑھا ہو گیا تھا، اس کے ابرو زیادہ بڑے ہو گئے تھے اور یہ کہ اس نے اپنے علم کو فخریہ طور پر دکھانے والے ایک پروفیسر کے طور اطوار اپنائے ہوئے تھے۔ مگر ''پرمسرت بوڑھے جنٹلمین'' کے ساتھ اس کی گفتگوئیں اینگلز کو وضاحت کے ساتھ دستیاب ہوئی ہیں۔

البتہ، اگر زیادہ ماضی قریب کی بات بھی کی جائے تو ''زندہ مردوں'' کی لسٹ لمبی تھی اور یہ ہر سال مزید لمبی ہوتی جاتی تھی۔ مثال کے طور پر رائن لینڈ میں پرانے دوست تھے: جارج ٹنگ، ہنرخ برجرز، ہرمن بیکر اور دیگر۔ اُن میں سے کچھ مثلاً بیکر اور بعد میں عزت مآب میکوئیل نے اپنے رویے کو یہ اعلان کر کے ''سائنسی انداز'' میں جواز بخشا کہ اس سے قبل کہ پرولتاریہ فتح کا سوچ بھی سکے بورژوازی کو فیوڈل جکڑوں پہ مکمل طور پر فتح مند ہونا ہوگا۔ بیکر نے اعلان کیا: ''(Canaille) رذیل و کمینوں کے مادی مفادات جکڑیت کے زوال پذیر ڈھانچے میں سے اپنا راستہ آر پار چھید کر کے بنا لیں گے اور اسے ڈھول بنا لیں گے، تاکہ عالمی روح کی پہلی سانس پہ تاریخ سارے ڈھانچے کو بہالے جائے اور ایجنڈے پر موجود اگلے آئیٹم کی طرف سرد مہری سے بڑھ جائے''۔ یہ بہت ہی خوبصورت تھیوری تھی اور یہ بلاشبہ اب بھی بہت سے دھوکے باز عیاروں کی اچھی خدمت بجا لا رہی ہے۔ مگر جب بیکر، کولون کا لارڈ میئر بنا اور میکوئیل پروشیائی وزیر خزانہ تو انہوں نے خود کو (Canaille) ''رذیل و کمینوں کے مادی مفادات'' سے اس قدر مربوط پایا کہ وہ

عالمی روح کی طرف سے کسی گستاخی کے خلاف اور ''ایجنڈا پر اگلے آئیٹم کی طرف سرد مہری سے بڑھ جانے'' کی ساری کوششوں کے خلاف تن من سے لڑے۔

البتہ یہ بیکر اور میکوئیل جیسے لوگوں کے لئے ایک مشکوک متبادل تھا جب 1856ء کے موسمِ بہار میں گستاو لیوی نامی ایک بزنس مین، ڈُسل ڈارف سے لندن آیا اور مارکس کو آئسر لون، سولنگن اور ایک دو اور جگہوں میں فیکٹری مزدوروں کی ایک بغاوت کی پیشکش کی۔ مارکس نے ایڈونچر کی اِس بے کار اور خطرناک حماقت کو مسترد کیا اور لیوی کو کہا کہ وہ جن مزدوروں کی نمائندگی کرتا ہے، یا نمائندگی کرنے کا دکھاوا کرتا ہے، انہیں مطلع کر دے کہ وہ مارکس کے ساتھ بعد میں رابطے میں رہیں، اور اس کی رضامندی حاصل کیے بغیر کوئی کام نہ کریں۔ بدقسمتی سے مارکس نے ایک دوسرے مشن میں یہی رویہ اختیار نہیں کیا جس کے ساتھ لیوی نے اعلان کیا کہ وہ ڈسلِ ڈارف کے مزدوروں کے طرف سے اس لئے آیا ہے تاکہ لاسال کے خلاف مارکس کو خبردار کرے۔ لیوی نے اعلان کیا کہ لاسال ایک ناقابلِ اعتبار شخص ہے جو ہیٹز فیلٹ مقدمے کے کامیاب اختتام کے بعد نواب زادی کے شرمناک جوئے تلے اُس کے رکھیل مرد کے بطور رہا اور اس کے ساتھ جرمنی جانے کا ارادہ کیا تاکہ دانشوروں کی ایک بیٹھک قائم کرے۔ اس نے پرانے دستانوں کی طرح مزدوروں کو ایک سال استعمال کیا تاکہ بورژوازی کی طرف جائے۔ یہ بات مشکوک ہے کہ رائن لینڈ کے مزدوروں نے ایسا کوئی پیغام مارکس کو بھیجا ہوگا۔ اس لئے کہ چند سال بعد انہی مزدوروں نے لاسال کو متبرک خطاب کے اعزاز سے نوازا جس میں انہوں نے گرمجوشی سے اعلان کیا کہ پچاس کی دھائی میں ''سفید وحشت'' کے دور میں اُس کا گھر ''پارٹی کی بے خوف اور زبردست مدد کا ایک ثابت قدم قلعہ'' رہا تھا۔ لگتا ہے کہ لیوی نے یہ پیغام خود گھڑ لیا تھا تاکہ لاسال کے خلاف اپنی تلخی کو مطمئن کرے اس لئے کہ ثانی الذکر نے اسے 2000 تھیلر قرض دینے سے انکار کیا تھا۔

اگر مارکس کو یہ معلوم ہوتا تو وہ لیوی کے ساتھ بہت احتیاط سے پیش آتا۔ مارکس لاسال کے ساتھ خط و کتابت کرتا تھا گو کہ اُن کے خطوط جلد جلد والے نہ تھے۔ مارکس نے ہمیشہ اُسے ایک قابلِ اعتماد دوست پایا، سیاسی طور پر بھی اور ذاتی طور پر بھی؛ اور اسے ایک وفادار پارٹی کامریڈ

پایا''۔ مارکس نے تو اُس بداعتمادی کی بھی مخالفت کی تھی جو لا سال کے خلاف پرانے کمیونسٹ لیگ کے زمانے میں رائن لینڈ کے مزدوروں کے بیچ ہیٹزر فیلٹ معاملے میں اوراس کے رول کے بارے میں پیدا ہوئی تھی اور ابھی ایک سال پہلے جب لا سال نے اسے پیرس سے ایک خط لکھا تھا تو اس نے ایک بہت ہی دوستانہ انداز میں جواب دیا تھا: ''میں یہ سن کر فطری طور پر حیران ہوا ہوں کہ آپ لندن سے اس قدر قریب ہیں پھر بھی چند دن کے لئے یہاں آنے کا نہیں سوچ رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس پر پھر غور کریں گے اور دیکھیں گے کہ پیرس سے لندن کا سفر کس قدر سستا اور مختصر ہے۔ بد قسمتی سے فرانس مجھ پر بند ہے ورنہ یقیناً میں آ جاتا اور آپ کو پیرس میں سرپرائز دے دیتا''۔

لہٰذا یہ سمجھنا مشکل ہے کہ مارکس نے کیوں لیوی کی بکواسیات کو بغیر تحقیق کے سچ مانا اور 5 مارچ 1856ء کے ایک خط میں اینگلز کو مطلع کیا، یہ اضافہ کرتے ہوئے کہ: ''یہ آپ کو معاملے کی محض سرسری تفصیلات دے گا۔ ساری بات نے مجھ اور فریلیگراتھ پر ایک یقینی تاثر ڈالا، میں لا سال کے حق میں تھا اور مزدوروں کی سرگوشی کو ناپسند کرتا تھا''۔ اُس نے لیوی کو بتا دیا تھا کہ صرف ایک فریق کی رپورٹ کی بنیاد پر کسی معین نتیجے پر پہنچنا ناممکن تھا۔ لیکن بہرحال شک تو پیدا ہو چکا تھا۔ لا سال کی نگرانی کی جائے مگر وقتی طور پر کسی پبلک سکینڈل سے اجتناب کیا جائے۔ اینگلز اِس بات سے متفق ہوا اور بہت سارے مشاہدات کا اضافہ کیا جو اُس کی طرف سے آنے پر حیرت ہوتی ہے اس لئے کہ وہ لا سال کو اتنا قریب سے نہیں جانتا تھا جتنا کہ مارکس جانتا تھا۔ اینگلز نے اعلان کیا کہ یہ افسوسناک بات ہے، اس لئے کہ اُس شخص کے پاس بلاشبہ بہت صلاحیت تھی۔ اُسے ہر وقت شیطان کی طرح نگرانی کی ضرورت تھی، مگر اب وہ ذرا زیادہ تیزی سے قدم بڑھا رہا تھا۔ سلاو سرحد سے ایک اصلی یہودی کے بطور وہ ہر وقت پارٹی کے نام پہ اپنے ذاتی مقاصد کے لئے کسی کے بھی استحصال کا موقع ڈھونڈتا رہا ہے۔

پھر مارکس نے اُس شخص سے اپنی خط وکتابت ختم کر دی جس نے چند سال بعد اُسے سچائی کے ساتھ لکھا: ''جرمنی میں، میں آپ کا واحد دوست ہوں''۔

1857-4ء کا بحران

جب مارکس اور اینگلز نے خود کو 1850ء کے موسمِ خزاں میں جلا وطنوں کے پبلک جھگڑوں سے دور رکھا تو انہوں نے اعلان کیا: ''ایک نیا انقلاب صرف ایک نئے بحران کے نتیجے میں ممکن بنایا جا سکتا ہے مگر یہ ہے اُتنا ہی یقینی جس طرح کہ خود بحران کا آنا یقینی ہے''۔ اُس وقت سے وہ کسی نئے بحران کی نشانیاں احتیاط سے ڈھونڈتے رہے اور جوں جوں سال گزرتے گئے وہ بے چین ہوتے گئے۔ اپنی یادداشتوں میں لبخنت بتاتا ہے کہ ایک دو مواقع پر مارکس نے بحران کی آمد کی غلط پیش گوئی کی اور نتیجے میں اپنے دوستوں میں مذاق کا نشانہ بنا، اور جب 1857ء میں بالآخر بحران آ گیا تو مارکس نے اینگلز کے ذریعے ولہلم وولف کو بتایا کہ وہ ثابت کرے گا کہ چیزوں کی عام رَو میں اِس بحران کو دو سال قبل آنا تھا۔

بحران امریکہ میں شروع ہوا اور اس نے ذاتی طور پر خود مارکس پر ''نیو یارک ٹریبون'' کو ذریعہ بنا کر اپنی آمد کا اعلان کیا۔ اخبار نے اس کا معاوضہ آدھا کر دیا۔ یہ ایک بھاری ضرب تھی۔ اس لئے کہ نئے گھر میں پرانی تنگدستی دوبارہ نمودار ہونے لگی۔ گرافٹن ٹیریس میں مارکس ''ڈین سٹریٹ ہی کی طرح مشکل سے بھی گزارہ کرنے'' کے قابل نہ تھا۔ اسے کوئی امکانات نظر نہیں آ رہے تھے، اور اس کے خاندان کے اخراجات بڑھتے جا رہے تھے۔ 20 جنوری 1857ء کو اس نے اینگلز کو لکھا: ''مجھے بالکل معلوم نہیں کہ آگے کیا کیا جائے، اصل میں میری صورتحال پانچ برس قبل والی صورتحال سے زیادہ مایوس کن ہے''۔ یہ خط اینگلز کے لئے ''ایک فوری حیرت وصدمے کی طرح'' آیا، جس نے فوراً اپنے دوست کی مدد کی، مگر شکایت کی کہ اس نے پہلے اُسے کیوں نہیں بتایا۔ اینگلز نے اپنے لئے حال ہی میں ایک گھوڑا خریدا تھا جس کے لئے پیسہ اس کے والد نے کرسمس کے تحفے کے بطور دیا تھا: ''مجھے برا لگتا ہے کہ میں ایک گھوڑا رکھوں جبکہ آپ اور آپ کا خاندان لندن میں ایسے مشکل حالات میں ہے''۔ چند ماہ بعد اینگلز بہت خوش ہوا جب ڈانا ایک تجویز لے کر مارکس کے پاس آیا کہ وہ ایک انسائیکلوپیڈیا کی تیاری میں مدد کرے۔ ڈانا خصوصاً فوجی موضوعات پر لکھوانا چاہتا تھا اور اینگلز ''حد سے زیادہ خوش'' تھا اس لئے کہ ''یہی وہ چیز'' تھی جو مارکس کو پیسے کی دائمی مشکلات

سے نجات دلا سکتی تھی۔ مارکس کو وہ جتنے مضامین دے دیتے اُسے قبول کرنا چاہیے اور پھر بتدریج ایک دفتر منظّم کرنا چاہیے۔

اس تجویز کا، کہ ایک دفتر منظّم کیا جائے کچھ نہ بنا، زیادہ تر اس لئے کہ موزوں شریک کار حاصل کرنا ناممکن ثابت ہوئے، اور اس کے علاوہ امکانات اُس سے کم شاندار نکلے جن کی کہ اینگلز نے امید کی تھی اس لئے کہ ادائیگی کی شرح تو فی سطر ایک پینی بھی نہ تھی۔ اِن مضامین میں سے کچھ مارکس نے لکھے اور کچھ اینگلز نے۔ اس کام سے متعلق اُن کی خط و کتابت سے معلوم ہوتا ہے کہ مضامین کے متعلق بعد میں اینگلز نے جو حقارت آمیز رائے دی، وہ کسی صورت بھی جائز نہ تھی: ''محض ادنیٰ تصنیف اور کچھ بھی نہیں۔ اگر انہیں دوبارہ نہ بھی پڑھا جائے تو بھی کوئی بات نہیں''۔ رفتہ رفتہ یہ کام بھی ختم ہو گیا اور اصل میں لگتا ہے کہ انسائیکلو پیڈیا کی تیاری میں دونوں دوستوں کا باقاعدہ تعاون حرف C سے کبھی آگے نہ بڑھا۔

شروع ہی سے اُن کے کام میں اس حقیقت نے بہت رکاوٹ ڈالی کہ 1857ء کے موسم گرما میں اینگلز کو غدود کی تکلیف ہو گئی اور اُسے ایک لمبے عرصے تک سمندر کے کنارے قیام کرنا پڑا۔ مارکس کی اپنی صورتحال کافی مایوس کن تھی۔ اس کے جگر کا عارضہ دوبارہ اس شدت سے حملہ آور ہوا کہ وہ ضرورت سے بھی بہت کم کام کرنے کے قابل تھا، اور وہ بھی انتہائی مشکل سے کر پاتا تھا۔ جولائی میں اس کی بیگم نے ایسی صورتحال میں ایک مردہ بچے کو جنم دیا جس نے مارکس پر خوفناک اثر ڈالا اور اس بدقسمتی کی یاد کو بہت دردناک بنا دیا۔ ''جب آپ اِس طرح لکھ رہے ہیں تو یقیناً سخت چوٹ کھائے ہوئے ہیں'' گھبرائے ہوئے اینگلز نے جواب میں لکھا' مگر مارکس نے اعلان کیا کہ جب تک ملاقات نہیں ہوتی اس پر بات کرنے کو ملتوی کرنا بہتر تھا، اس لئے کہ وہ اس طرح کی باتیں کاغذ پر لکھنے کے قابل نہیں ہے۔

لیکن' جب موسمِ خزاں میں انگلینڈ کے اندر بحران آیا اور پھر تیزی سے براعظم میں پھیل گیا تو سارے شخصی مسائل بھلا دیے گئے۔ 13 نومبر کو اینگلز کو لکھتے ہوئے مارکس نے اعلان کیا: ''کہ میں خود سخت مالی مشکلات میں مبتلا ہوں، میں 1849ء سے اب تک اتنا خوش نہیں ہوا جتنا

اب اِس آتش فشاں کے پھٹنے سے ہوں''۔ اگلے دن جواب میں اینگلز نے صرف یہ خدشہ ظاہر کیا کہ ہو سکتا ہے کہ چیزیں بہت زیادہ تیز رفتاری سے وقوع پذیر ہوں: ''میرا خیال ہے کہ بہتر یہ ہوگا کہ بحران ایک دیرینہ بیماری کی شکل اختیار کرنے سے پہلے ''بہتر'' ہو جائے، قبل اس کے کہ ایک دوسری اور فیصلہ کن چوٹ لگ جائے۔ لوگوں کا لہو گرم رکھنے کے لئے دیرینہ دباؤ کچھ عرصہ کے لئے ضروری ہے۔ اس سے پرولتاریہ بہتر لڑ سکے گا اور صورتحال کے بہتر علم کے ساتھ اور زیادہ اتحاد کے ساتھ لڑے گا۔ بالکل اُسی طرح جس طرح ایک گھڑ سوار فوج کا حملہ بہتر جوش و ولولہ رکھ سکے گا اگر گھوڑوں کو دشمن پر دھاوا بولنے کی حد کے اندر آنے سے پہلے 500 قدم تک دلکی دوڑایا جائے۔ قبل اس کے کہ پورا یورپ مکمل طور پر شامل نہ ہو جائے، مجھے بہت جلد کسی چیز کے وقوع پذیر ہونے کو پسند نہیں کرنا چاہیے، اس لئے کہ پھر اس کے بعد جدوجہد اور زیادہ شدید، زیادہ بھاری اور زیادہ اتار چڑھاؤ والی ہو سکے گی۔ مئی اور جون تو بہت ہی سویرے ہے۔ عوام الناس خوشحالی کے لمبے عرصے کے بعد اچھے خاصے کاہل ہو چکے ہوں گے............ برسبیلِ تذکرہ میں بھی آپ ہی کی طرح محسوس کرتا ہوں۔ جب ایک بار نیویارک میں جھوٹ موٹ کا بحران آ گیا ہو، تو مجھے جرسی کے مقام پر کوئی سکون نہ تھا اور اب اس عمومی بحران میں، میں شاندار محسوس کر رہا ہوں۔ پچھلے چند سالوں کا بورژوا کیچڑ مجھ پر بہر حال کسی حد تک چپکا، مگر اب یہ دھل جائے گا اور میں خود کو ایک نیا آدمی محسوس کروں گا۔ بحران میری صحت اتنا ہی بہتر کر دے گا جتنا کہ ساحلِ سمندر پہ چھٹیاں، اور میں پہلے ہی ایسا محسوس کر رہا ہوں۔ 1848ء میں ہم نے سوچا تھا کہ ہمارا وقت آ رہا ہے اور ایک لحاظ سے آیا بھی' مگر اس بار یہ واقعی آ رہا ہے اور ہر چیز خطرے میں ہے''۔

بلا شبہ اینگلز غلط تھا، اس لئے کہ کسی صورت میں ہر چیز خطرے میں نہ تھی۔ بحران اپنے حوالے سے انقلابی اثرات تو رکھتا تھا مگر یہ اثرات ایسے نہ تھے جن کی توقع یہ دونوں دوست کر رہے تھے۔ بلا شبہ انہوں نے اپنا وقت یوٹوپیائی اور رجائیت پسندانہ امیدیں بُننے میں صرف نہ کیا تھا' بلکہ وہ محتاط انداز میں بحران کی رفتار کو روز بہ روز غور سے دیکھتے رہے۔ اور 18 دسمبر کو مارکس نے لکھا: ''میں بہت زیادہ کام کر رہا ہوں، زیادہ تر صبح چار بجے تک۔ میرا کام ایک دُھری نوعیت کا ہے: 1۔ سیاسی

معیشت کے بنیادی اصولوں کی نقشہ کشی (یہ عام پبلک کے لئے اشد ضروری ہے کہ تہہ تک معاملے کی چھان پھٹک کریں اور میرے لئے خوفناک خواب کو اپنے سینے سے نکالنا انتہائی ضروری ہے)۔2: موجودہ بحران، 'ٹربیون' کے لئے اپنے مضامین کے علاوہ میں ایک ریکارڈ رکھنے سے زیادہ کچھ نہیں کر رہا، مگر وہی میرے وقت کا اچھا خاصا حصہ لے جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ کہیں اگلی بہار تک مجھے اور آپ کو مل کر اس معاملے پر جرمن عوام کی یاد دہانی کے لئے ایک پمفلٹ لکھنا چاہیے کہ ہم ابھی تک زندہ ہیں اور ابھی تک وہی ہیں''۔ اس تجویز پر عمل نہ ہوا اس لئے کہ بحران نے دراصل عوام کو نہیں ہلایا، البتہ اس نے کم از کم مارکس کو اپنے منصوبے کے تھیوریٹکل حصے کو جاری رکھنے کے لئے کافی مہلت دے دی۔

دس دن قبل فراؤ مارکس جرسی میں مرتے ہوئے کونزاڈ شرام کو لکھ چکی تھی: ''ہم امریکی بحران کو خود اپنی جیبوں میں محسوس کر رہے ہیں اس لئے کہ کارل، ٹربیون کے لئے دو دو کے بجائے ہفتے میں ایک مضمون لکھتا ہے، جس نے ماسوائے بایارڈ ٹیلر اور کارل کے باقی سارے یورپی نمائندوں سے جان چھڑالی ہے۔ مگر آپ تصور کر سکتے ہیں کہ مور کتنا خوش ہے۔ کام کرنے کی اس کی صلاحیت اور سہولت ایک تازگی اور خوش دلی کے ساتھ لوٹ آئی ہے۔ جن سے وہ برسوں تک نا آشنا رہا، جب سے ہم نے اپنا ننھا بیٹا کھو دیا، ایک ایسا نقصان جو ہمیشہ میرے دل کو مغموم رکھے گا۔ کارل دن کو ہماری روز کی روٹی کے لئے کام کرتا ہے اور رات کو وہ سیاسی معیشت پر اپنی کتاب مکمل کرنے کے لئے کام کرتا ہے۔ اب جبکہ ایک ایسی کتاب ایک ضرورت بن چکی ہے ہم یقیناً اس کے لئے ایک خستہ حال پبلشر ڈھونڈ لیں گے''۔ لاسال کی کوششوں کے طفیل واقعی ایک پبلشر مل گیا۔

اپریل 1857ء میں لاسال نے پھر اپنے پرانے دوستانہ انداز میں لکھا تھا، مگر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہ اس نے طویل عرصے سے مارکس کی طرف سے کوئی خیر خبر نہ سنی، گو کہ فطری طور پر، اسے وجہ معلوم نہ تھی۔ گو کہ اینگلز نے خط کا جواب دینے کو کہا مگر مارکس نے اس خط کا جواب نہ دیا۔ اُسی سال دسمبر میں لاسال نے پھر لکھا، اس بار ایک معین معاملے کے سلسلے میں۔ اُس کے کزن میکس فریڈ لینڈر نے اس سے مارکس سے رابطہ کر کے اسے ویانا میں ''ڈی پریسے'' نامی اخبار

کے لئے لکھنے پر راضی کرنے کو کہا، جس کا کہ فریڈ لینڈر ایڈیٹر تھا۔ اس بار مارکس نے فریڈ لینڈر کی پیشکش قبول نہ کر کے جواب دیا، اور یہ اعلان کیا کہ گو کہ وہ ''فرانس مخالف'' تھا مگر وہ کم ''انگریز مخالف'' بھی نہ تھا اور یہ کہ وہ پالمرسن کے لئے لکھنے پہ راضی نہیں ہے۔ لاسال نے شکایت کی کہ گو کہ جذباتیت اس کی کمزوری نہ تھی، اُسے مارکس کی طرف سے اپریل کے خط کا جواب نہ دینے پر دکھ ہوا تھا۔ مارکس نے ''مختصراً اور سرد مہری'' سے جواب دیا کہ اس نے چند وجوہات کی بنا پر ایسا کچھ کیا تھا جنہیں کاغذ پر لکھنا مشکل تھا۔ گو کہ خط مختصر تھا مگر اس نے لاسال کو اطلاع دی کہ وہ سیاسی معیشت پر ایک کتاب چھاپنا چاہتا ہے۔

1858ء میں لاسال کی کتاب ''ہِراکلائی ٹس'' لندن پہنچی۔ اُس کے ساتھ برلن کے تعلیم یافتہ حلقوں میں کتاب کی پر جوش پذیرائی پہ کچھ تبصرے بھی تھے۔ اپنے دسمبر کے خط میں لاسال نے کتاب بھیجنے کے ارادے کا اعلان کیا تھا۔ صرف ڈاک کے خرچے کے دوشلنگ نے ''کتاب کی ایک بری پذیرائی یقینی بنا دی'' مگر مواد پر مارکس کا تبصرہ بھی اچھا نہ تھا۔ علمیت کی ''بے پناہ نمائش'' نے اسے متاثر نہ کیا، اور اس نے تبصرہ کیا کہ اگر کسی کے پاس پیسہ اور وقت بہت ہو تو اقتباسات پر اقتباسات کا ڈھیر لگانا بہت آسان ہے اور بون یونیورسٹی لائبریری سے ضروری کتابیں گھر میں دستیاب ہو سکتی ہیں۔ لاسال نے اس ساری فلسفیانہ بے بنیاد نمائش میں خود کو دکھاوے کے لئے یوں پیش کیا جیسے کہ ایک شخص پہلی بار ایک شاندار لباس پہنے۔ مارکس کا تبصرہ لاسال کی واقعی علمیت کے لئے نامناسب تھا، مگر اُس کے رویے کی اس حقیقت سے تشریح کی جاسکتی ہے کہ اُس نے کتاب کو اسی سبب سے ناپسند کیا جس سبب سے پروفیسرانہ شان وشوکت والوں نے اسے پسند کیا، یعنی ایک ایسے نوجوان شخص میں اِس قدر پرانے طرز کی دانائی کی نمائش جس کی ایک عظیم انقلابی ہونے کی شہرت تھی۔ بہر حال، کتاب کا بڑا حصہ اس کے چھپنے سے دس برس پہلے لکھا گیا تھا۔

لاسال کو ابھی تک احساس نہ ہوا تھا کہ اس کے شکایتی خط کے جواب میں مارکس کا ''مختصر اور سرد مہر'' جواب ایک شدید مسئلے کا غماض تھا اور وہ اس اشارے کو غلط سمجھا (ظاہر ہے کہ دیانتداری سے، گو کہ مارکس کو شک ہوا کہ یہ دانستہ تھا) کہ اُن کے بیچ آمنے سامنے کی ایک ملاقات

ضروری تھی اور یہ فرض کرلیا جب موقع ملے تو مارکس کے پاس اسے بتانے کے لئے ایک دو غیر فوری
اہمیت کی باتیں تھیں۔ اس نے پھر فروری 1858ء میں معمولی سی بھی شرمندگی کے بغیر اور خوفناک
انداز میں بیان کرتے ہوئے پروشیا کے ولی عہد کی ایک انگلش شہزادی کی شادی پر برلن میں
بورژوازی کے شان دار جوش کے بارے میں لکھا۔ یہ یک وقت، اس نے مارکس کی سیاسی معیشت
پر لکھی ہوئی کتاب کے لئے ایک پبلشر ڈھونڈنے کے لئے اپنی خدمات کی پیشکش کیں۔ مارکس نے
اس کی مدد کی پیشکش قبول کی اور مارچ کے آخر میں لاسال نے خود اپنے پبلشر فرانز ڈنکر سے معاہدہ
طے کرلیا اور مارکس کی بتائی ہوئی شرائط سے بھی بہتر شرائط حاصل کیں۔ مارکس چاہتا تھا کہ کتاب
حصوں میں آجائے اور وہ پہلے حصوں کے پیسہ نہ لینے پہ تیار تھا، مگر لاسال نے فی پرنٹر شیٹ کے تین
فریڈک سوڈور کی ادائیگی کا معاہدہ حاصل کیا، گو کہ عام پیشہ ورانہ معاوضہ صرف دو فریڈرک سوڈور فی
پرنٹر شیٹ تھا۔ البتہ پبلشر نے یہ حق محفوظ کرلیا کہ اگر پہلے حصے اطمینان بخش طور پر فروخت نہ ہوئے تو
وہ اگلی اشاعت نہیں کرے گا۔

مسودے کے پہلے بنڈل کو مارکس نے طویل نو ماہ میں ختم کردیا، اس لئے کہ جگر کے مرض
کے بار بار حملوں اور گھریلو پریشانیوں نے کام میں رکاوٹ ڈالی تھی۔ 1858ء کے کرسمس پر مارکس
کے گھرانے میں ''چیزیں ہمیشہ سے زیادہ تاریک اور نا امید'' دکھائی دیں۔ 21 جنوری 1859ء
کو ''بدقسمت مسودہ'' مکمل ہوا مگر ڈاک سے بھیجنے اور رجسٹریشن فیس کی ادائیگی کے لئے گھر میں
''ایک ٹکہ'' تک نہ تھا۔ ''مجھے نہیں لگتا کہ کبھی بھی کسی نے 'پیسہ' پر لکھا ہو اور خود اِس کی کمی سے اِس قدر
دوچار ہوا ہو۔ جن مصنفوں نے اس موضوع پر لکھا اُن کی اکثریت نے اپنی تحقیقات کے معروض
کے ساتھ بہترین تعلقات رکھے ہیں' مارکس نے اینگلز کو لکھا اور ڈاک کا خرچہ بھیجنے کے لئے پیسہ
بھیجنے کی درخواست کی۔

5- ''سیاسی معیشت کی تنقید''

سیاسی معیشت پر ایک بہت ہی مفصل کتاب لکھنے کا مارکس کا منصوبہ، اس پر

عملدرآمد شروع کرنے سے پندرہ برس قبل کا تھا۔ ایک ایسی کتاب جو سرمایہ دارانہ طرزِ پیداوار کے
بنیادی اصولوں کو کھوج کر نکالے۔ مارکس نے اس خیال کا مارچ انقلاب سے بھی پہلے ارادہ کیا تھا
اور پرودھون کو اُس کا جواب ایک طرح کی ادائیگی تھی۔ جب انقلابی برسوں کی جدوجہدیں حصہِ
ماضی بن گئیں تو اس نے اس خیال کو پھر اٹھایا اور 2 اپریل 1851ء کو اینگلز کو لکھا: ''میں اب ایک
ایسے نکتے پر ہوں جہاں میں نے معاشیات کے سارے سخت یکسانیت بھرے روزمرہ کے کام کو مکمل
کر دیا ہے۔ اُس کے بعد میں گھر میں اپنی کتاب پر کام کروں گا اور میوزیم میں کسی اور سائنس پر لگ
جاؤں گا۔ یہ مجھے بور کرنے لگا ہے۔ سیاسی معیشت کی سائنس نے ایڈم سمتھ اور ڈیوڈ ریکارڈو کے
زمانے کے بعد سے کوئی بنیادی ترقی نہیں کی ہے گو کہ اُس وقت سے انفرادی تحقیق کے حوالے سے
بہت کچھ کیا گیا اور اُن میں سے کچھ تو بہت ہی عمدہ تھیں''۔ اینگلز خوش ہوا اور اس نے جواب دیا:
''میں خوش ہوں کہ بالآخر آپ اپنی سیاسی معیشت ختم کرچکے۔ یہ چیز واقعی بہت طویل ہوگئی تھی''۔
مگر ایک تجربہ کار آدمی کے بطور اُس نے اضافہ کیا: ''جب تک آپ کے سامنے ایک بھی کتاب
موجود ہوگی جسے آپ اہم سمجھتے ہوں اور جو آپ نے نہیں پڑھی، تو آپ قلم نہیں اٹھائیں گے''۔
اینگلز ہمیشہ یہ یقین کرنے پر مائل تھا کہ دوسری تمام مشکلات ایک طرف، ''سب سے بڑی التوا''
اُس کے دوست کی ''اپنی پس و پیش کرنے'' میں ملتی تھی۔

یہ "تامل" بلاشبہ کبھی بھی سطحی نہ تھے اور اینگلز نے کبھی بھی نہیں سوچا کہ وہ سطحی تھے۔
1851ء میں اپنی کتاب مکمل کرنے کے بجائے مارکس نے سب کچھ دوبارہ شروع کیا' اور پہلے حصے
کے تعارف میں اس نے اِس کی وضاحت کی: ''برٹش میوزیم میں موجود سیاسی معیشت کی تاریخ کے
لئے بے انتہا مواد، موزوں برتری جو کہ لندن بالخصوص بورژوا سماج کے جائزے کے لئے پیش کرتا
ہے، اور آخر میں ترقی کا وہ نیا مرحلہ جو آسٹریلیائی اور کیلیفورنیائی سونے کی کانوں کی دریافت سے
بورژوا سماج کے لئے کھلتا ہوا نظر آتا ہے''۔ اِس طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ ''نیویارک ٹریبون'' میں
اس کے کام کرنے کے آٹھ سالوں نے اُس کے مطالعے میں مسلسل مداخلتیں کیں اور وہ یہ اضافہ
بھی کرسکتا تھا کہ اس کام نے کسی حد تک اسے سیاسی جدوجہد میں دوبارہ ملوث کردیا، جو کہ اس کے

لئے ہمیشہ اولین اہمیت کی بات تھی۔ اور آخر میں یہ، کہ یہ انقلابی مزدور طبقے کی تحریک میں از سر نو جان پڑنے کا امکان تھا جس نے اُسے لکھنے کی میز پر چپکے رہنے اور ان چیزوں کو تحریر میں لکھنے پر لگا دیا جنہوں نے کئی برسوں سے اس کے دماغ کو مسلسل گھیرے رکھا تھا۔

اینگلز کے ساتھ اس کی خط وکتابت اس کا ایک جامع ثبوت مہیا کرتی ہے، اس لئے کہ معاشی مسائل پر بحث کبھی ختم نہیں ہوتی اور کبھی کبھار تو یہ باقاعدہ معاہدوں میں ڈھل جاتی ہے جنہیں ''اعلیٰ نفیس ترین'' بھی کہا جاسکتا ہے۔ کچھ شاذو نادر جملے ہمیں بتاتے ہیں کہ دونوں دوستوں کے درمیان کس طرح تبادلۂ خیالات ہوتے تھے۔ ایک موقع پر اینگلز اپنی ''جانی پہچانی کاہلی'' کے بارے میں لکھتا ہے، ایک ایسی کاہلی جس کے خلاف اُس کا وہ خود احتجاج کرتے ہوئے عزّ اتا ہے، مگر اس قدر زور سے بھی نہیں کہ جس سے وہ چیزوں کی تہہ تک جائے۔ ایک اور موقع پر مارکس ٹھنڈی آہ بھرتا ہے: ''اگر لوگ جان جائیں کہ میں اس معاملے میں کتنا کم جانتا ہوں!''۔

اگر مزاح بھرا مبالغہ نکال دیا جائے تو جو کچھ باقی رہ جاتا ہے وہ بتاتا ہے کہ اینگلز، مارکس کی بہ نسبت سرمایہ دارانہ سماج کے اندرونی مکینزم سے زیادہ آشنا تھا، جبکہ مارکس دلیل کی اپنی مستعد قوتوں سے اس کی ترقی کے قوانین کا پیچھا کرنے میں بہتر تھا۔ جب مارکس نے اپنی تصنیف کے پہلے حصے کے منصوبے کا خاکہ اینگلز کو بتایا تو اینگلز نے جواب دیا: ''آپ کا خاکہ واقعی بہت ہی تجریدی ہے جو کہ میرا خیال ہے اپنی بلاغت کے پیش نظر ناگزیر تھا۔ مجھے جدلیاتی تغیرات تلاش کرنے میں مشکل پیش آئی تھی، اس لئے کہ اب سارا تجریدی فکر میرے لئے اجنبی ہوگیا ہے''۔
دوسری طرف، مارکس کو اینگلز کے دیے ہوئے اپنے سوالات کے جوابات کو سمجھنے میں مشکل پیش آتی تھی جو کہ اُس طریقے سے متعلق تھے جس میں کہ مینوفیکچرر اور تاجر اپنی آمدنی کے وہ حصے شمار کرتے تھے جو وہ اپنے لیے استعمال کرتے تھے، یا مشینری کی ٹوٹ پھوٹ سے متعلق سرمایہ کے لئے شمار کرنے کے طریقے۔ مارکس یہ شکایت بھی کرتا تھا کہ سیاسی معیشت کی سائنس میں، عملی دلچسپی کے معاملات اور تھیوریٹیکل ضرورت کے معاملے کوسوں دُور تھے۔

مارکس نے اصل میں 58-1857ء کے برسوں تک اپنے کام کو آخری شکل دینا شروع

نہیں کی تھی اور یہ بات اِس حقیقت سے دیکھی جاسکتی ہے کہ یہ منصوبہ اس کے ہاتھوں تقریباً غیر محسوس طریقے سے تبدیل ہوگیا۔ اپریل 1858ء تک بھی وہ پہلے حصے میں ''عمومی طور پر سرمایہ'' سے نمٹنے کا ارادہ رکھتا تھا، مگر گو کہ یہ حصہ اس کے ابتدائی منصوبے کی بہ نسبت دو تین گنا طویل ہوگیا تھا، اس میں سرمایہ کے متعلق کچھ بھی نہ تھا ماسوائے اجناس پر اور پیسہ پر دو ابواب کے۔ اس کا فائدہ یہ ہونا تھا کہ مارکس نے سوچا کہ تنقید خود کو محض کسی مقصد کے تابع غلط استعمال تک محدود نہ رکھ سکے گی، مگر اس نے اس حقیقت پر دھیان نہ دیا کیا کہ اس نے اس طرح اسے یکسر خاموش رہنے کے موثر ہتھیار کے بطور پیش کیا۔

پیش لفظ میں وہ اپنے سائنسی ارتقا کی گزرگاہ کی خاکہ کشی کرتا ہے، اور وہ مشہور اقتباس جس میں وہ تاریخی مادیت کی تھیوری کی تلخیص کرتا ہے، یہاں نقل کرنے کے قابل ہے: ''(قانون کے ھیگلی فلسفہ کے) میرے معائنے نے مجھے اس نتیجے پر پہنچایا کہ نہ تو قانونی رشتے اور نہ ہی ریاست کی صورتیں خود اُن کے اندر یا نام نہاد انسانی دانش کی عمومی نشوونما سے سمجھی جاسکتی ہیں۔ اُن کی جڑیں زندگی کے مادی حالات کے اندر پیوست ہوتی ہیں جن کی مجموعیت کو ھیگل نے (اٹھارویں صدی کے فرانسیسی اور انگریز سکالروں کی مثال کی پیروی کرتے ہوئے) ''بورژوا سماج'' کی اصطلاح میں تلخیص کی، اور بورژوا سماج کی اناٹومی کو سیاسی معیشت میں تلاش کرنا چاہئے .... جو عمومی نتیجہ میں نے اخذ کیا، اور جو، ایک دفعہ حاصل ہوا تو میرے آئندہ کے مطالعوں کا راہنما بنا، اس کا یوں خلاصہ کیا جاسکتا ہے: سماجی پیداوار میں انسان اپنی خواہشوں سے مکمل آزاد ایک دوسرے کے ساتھ معین اور لازمی رشتوں میں داخل ہوجاتے ہیں، پیداواری رشتوں میں جو مادی پیداواری قوتوں کی ترقی کے معین مرحلے سے ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ اِن پیداواری رشتوں کی کُلیت سماج کا معاشی ڈھانچہ بناتا ہے، وہ مادی بنیاد جس پہ قانونی اور سیاسی بالائی ڈھانچہ قائم ہوتا ہے، اور جس کے ساتھ سماجی شعور کی معین صورتیں مطابقت رکھتی ہیں۔
''مادی زندگی کا طرزِ پیداوار عمومی طور پر زندگی کے سماجی، سیاسی اور دانشورانہ پراسیس کو متعین کرتا ہے۔ یہ انسان کا شعور نہیں ہے جو اُن کے وجود کو متعین کرتا ہے، بلکہ اس کے برعکس، یہ

اُن کا سماجی وجود ہے جو اُس کے شعور کو متعین کرتا ہے۔ اپنی ترقی کے ایک خاص مرحلے پر سماج کی مادی پیداواری قوتیں موجودہ پیداواری رشتوں یا موجود ملکیت کے رشتوں سے تضاد میں آجاتی ہیں۔ یہ رشتے پھر پیداواری قوتوں کی ترقی کی صورتوں سے اِن پیداواری قوتوں کے پیروں کی زنجیروں میں بدل جاتے ہیں، اور سماجی انقلاب کا ایک عہد شروع ہو جاتا ہے۔ سماج کی معاشی بنیاد میں اس تبدیلی کے ساتھ پورا دیوہیکل بالائی ڈھانچہ بھی کم و بیش تیزی کے ساتھ تبدیل ہو جاتا ہے۔ جب اس طرح کی تبدیلیوں کا مشاہدہ کیا جا رہا ہو تو پیداوار کے معاشی حالات میں مادی تبدیلیوں اور قانونی، سیاسی، مذہبی، فنی اور فلسفیانہ صورتوں، المختصر، نظریاتی صورتوں میں جن میں انسان اس مناقشے سے باخبر ہو جاتے ہیں اور فیصلہ کن نتیجے کے حصول تک اس سے لڑتے ہیں۔ ہمیشہ فرق کرنا چاہئے کہ جس طرح خود اپنے آپ کو سوچ کر فرد کے بارے میں رائے بھی قائم نہیں کی جا سکتی، اِسی طرح خود کو اپنے شعور سے تبدیلی کے ایسے عہد کے بارے میں رائے بھی قائم نہیں کی جا سکتی، بلکہ اِس شعور کی تشریح مادی زندگی کے تضادات سے کرنی چاہئے، سماجی پیداواری قوتوں اور حالاتِ پیداوار کے بیچ موجود مناقشے سے کرنی چاہیے۔ سماج کی کوئی شکل اُس وقت تک زوال پذیر نہیں ہوتی جب تک کہ اس نے ساری پیداواری قوتوں کو خود اپنے ارتقا کے مرحلے سے مطابقت میں ترقی نہ دی ہو۔ اور نئے اور بلندتر پیداواری رشتے اس وقت تک پرانے کی جگہ کبھی نہیں لیتے جب تک کہ اُن کے وجود کے لئے مادی حالات خود پرانے سماج کے خول کے اندر ترویج نہ پا چکے ہوں۔ چنانچہ انسانیت خود اپنے لئے فریضے متعین نہیں کرتی بلکہ وہی فریضے جنہیں وہ کرنے کی حالت میں ہوتی ہے، اس لئے کہ اگر کوئی شخص معاملے کو مزید قریب سے دیکھے تو وہ ہمیشہ دیکھ لے گا کہ ایک فریضہ خود کو کروانے کے لئے کبھی پیش نہیں کرے گا جب تک کہ ایسی ادائیگی کے لئے مادی حالات پہلے سے ہی نہ بن چکے ہوں، یا کم از کم بننے کے پراسیس میں ہوں۔ عمومی طور پر بولتے ہوئے، ایشیائی، کلاسیک، فیوڈل اور بورژوا طرز ہائے پیداوار کو معاشی و سماجی صورتوں کے پراگریسو ادوار کہا جا سکتا ہے۔ بورژوا پیداواری رشتے سماجی پیداوار کی آخری مخاصمتی صورت کے پراسیس کی نمائندگی کرتے ہیں، انفرادی مخاصمت کے مفہوم میں مخاصمتی نہیں بلکہ ایک مخاصمت جو کہ افراد کی زندگی کے

سماجی حالات سے فروغ پاتی ہے۔ البتہ، بورژوا سماج کی چوکھاٹ کے اندر فروغ پانے والی پیداواری قوتیں بہ یک وقت اِس مخاصمت کے خاتمے کے لئے مادی حالات پیدا کرتی ہیں۔ لہٰذا، سماج کی اس صورت کے ساتھ انسانی سماج کی ابتدائی تاریخ ختم ہو جاتی ہے''۔

اس تصنیف کو اس نے ''سیاسی معیشت کی ایک تنقید'' کا نام دیا۔ یہ وہ تصنیف تھی جس میں کہ مارکس نے بورژوا سیاسی معیشت کی حدود سے آگے ایک فیصلہ کن قدم اٹھایا جیسے کہ یہ بالخصوص ایڈم سمتھ اور ڈیوڈ ریکارڈو سے فروغ پاتی تھی۔ بورژوا سیاسی معیشت ایک کماڈٹی قدر کی تعریف (Definition) میں ''وقتِ محنت کی وہ مقدار ہے جو اس کے پیدا کرنے کے لئے ضروری ہوتی ہے''، معراج پر پہنچ جاتی تھی، لیکن جیسا کہ یہ بورژوا طریقِ پیداوار کو سماجی پیداوار کی ابدی اور فطری صورت سمجھتا تھا، اس نے قدر کی تخلیق کو انسانی قوتِ محنت کی ایک فطری خصوصیت سمجھ لیا، جس کی نمائندگی انفرادی اور فرد کی ٹھوس قوتِ محنت کرتی ہے، اور اس مفروضے پر اس نے خود کو تضادات کے ایک سلسلے میں شامل کر لیا جسے یہ حل کرنے کے قابل نہ تھا۔ دوسری طرف مارکس نے بورژوا طریقِ پیداوار کو سماجی پیداوار کی دائمی اور فطری صورت نہیں سمجھا بلکہ اُسے محض پچھلی صورتوں کے ایک پورے سلسلے کی جانشین سماجی پیداوار کی ایک معین تاریخی شکل قرار دیا تھا۔ اس نقطۂ نظر سے اس نے قوتِ محنت کی قدر پیدا کرنے والی خصوصیت کو ایک جامع امتحان میں سے گزارا۔ اس نے مشاہدہ کیا کہ قوتِ محنت کی کونسی قسم قدر پیدا کرتی ہے اور کیوں اور کیسے، اور کیوں قدر اس طرح کی مجسم قوتِ محنت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اس طرح وہ اُس ''نہایت ہی اہم نقطے'' تک پہنچا جس پر سیاسی معیشت کی تفہیم انحصار کرتی ہے: بورژوا سماج میں قوتِ محنت کا دوہرا کردار۔ انفرادی ٹھوس قوتِ محنت قدرِ استعمال پیدا کرتی ہے، جبکہ تقسیم کار نہ کی ہوئی سماجی قوتِ محنت قدرِ تبادلہ پیدا کرتی ہے۔ جب تک قوتِ محنت قدرِ استعمال پیدا کرتی ہے۔ اس وقت تک یہ ساری سماجی صورتوں میں مشترک ہوتی ہے۔ ایک یا دوسری صورت میں قدرتی وسائل کے تصرف کے لئے ایک فائدہ مند سرگرمی کے بطور، قوتِ محنت کا استعمال انسانی وجود کی ایک قدرتی شرط ہے، ساری سماجی صورتوں سے بالکل آزاد انسان اور فطرت

کے بیچ موجود میٹابولزم کی ایک شرط۔قوتِ محنت کو مواد کی ضرورت ہے جس پر یہ کام کے لئے ابتدائی شرط کے بطور کام کر سکے، اور لہٰذا یہ صرف اُس کا واحد منبع نہیں جو یہ پیدا کرتا ہے یعنی مادی دولت۔ پیدا شدہ مختلف قدر ہائے استعمال میں قوتِ محنت اور اس کے خام مواد کے بیچ جو بھی رشتہ ہو، قدرِ استعمال ہمیشہ ایک قدرتی زیریں تہہ رکھتا ہے۔

قدرِ تبادلہ مختلف ہے۔اس میں کوئی قدرتی عنصر نہیں ہے، اور قوتِ محنت اس کا واحد منبع ہے، اور لہٰذا ساری دولت کا واحد منبع جو قدرِ تبادلہ رکھتا ہے۔ایک قدرِ تبادلہ کے بطور سمجھ کر، ایک قدرِ استعمال بالکل اسی کی مستحق ہے جو کوئی اور، بشرطیکہ یہ درست تناسب میں ہے۔''ایک محل کی قدرِ تبادلہ کو سیاہ رنگ کے ٹِنوں کی ایک معین تعداد سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ دوسری طرف، سیاہ رنگ کے لندن صنعت کاروں نے سیاہ رنگ کے بڑھائے ہوئے ٹِنوں کا قدرِ تبادلہ محلات میں ظاہر کیا ہے۔ چونکہ اجناس ایک دوسرے کے ساتھ تبادلہ ہوتی ہیں قطع نظر اُن کے وجود کے قدرتی حالات کے اور قطع نظر اُن ضرورتوں کے جو وہ پوری کرتی ہیں، وہ اپنے فرق شکل و شباہت کے باوجود اُسی اکائی کی نمائندگی کرتی ہیں۔ وہ یکساں تقسیم کار نہ کی ہوئی قوتِ محنت کا نتیجہ ہیں۔''اور یہ اِس قوتِ محنت کے لئے بھی اسی طرح ایک لاتعلقی کا معاملہ ہے خواہ یہ سونے کی شکل میں نظر آئے یا لوہے، گندم یا ریشم کی شکل میں جس طرح آکسیجن کے لئے ہے خواہ یہ لوہے کے زنگ میں موجود ہے، فضا میں، انگور کے جوس میں یا انسان کے خون میں موجود ہے''۔قدر ہائے استعمال کی ورائٹی خود کو پیدا کرنے والی قوتِ محنت کی ورائٹی سے منتج ہوتی ہے، مگر قدر ہائے تبادلہ پیدا کرنے والی قوتِ محنت سے لاتعلق ہوتی ہے۔ پیدا شدہ قدرِ استعمال کے خصوصی مواد سے خود قوت محنت کی خاص صورت سے لاتعلق ہوتی ہے۔ یہ یکساں ہے، تقسیم کار نہ ہوئی ہوتی ہے، تجریدی عام محنت، اور یہ قسم میں مزید مختلف نہیں ہوتی ہے، بلکہ محض مقدار میں، محض مختلف مقداروں میں جو یہ متنوع حجم کی قدر ہائے تبادلہ میں یکجا کرتا ہے۔ تجریدی عام محنت کی مختلف مقداریں اپنا پیمانہ صرف وقت میں پاتی ہیں، جو خود گھنٹوں، دنوں اور ہفتوں وغیرہ کے عام، روایتی دورانیوں سے ناپا جاتا ہے۔ وقتِ محنت، قطع نظر اس کی صورتوں کے، اس کے مواد کے' یا اس کی انفرادیت کے محنت کا زندہ وجود ہے۔ بطور قدر ہائے

تبادلہ کے، ساری اجناس ماسوائے یکجا کردہ وقتِ محنت کی معین مقداروں کے کچھ بھی نہیں ہیں۔ لہٰذا قدر ہائے استعمال میں یکجا کردہ وقتِ محنت وہ مغز ہے جو انہیں قدر ہائے تبادلہ اور اجناس میں تبدیل کرتا ہے، اور بہ یک وقت اُن میں شامل قدر کے خاص حجم کا پیمانہ ہے۔

دوہری خصوصیت محنت کی ایک سماجی صورت ہے جو کماڈٹی کی پیداوار سے مختص ہے۔ ابتدائی کمیونزم میں، ایک سماجی صورت جو ساری جدید اقوام کی تاریخ کی دہلیز میں دیکھی جا سکتی ہے، انفرادی محنت سماجی وجود کی ساخت میں براہِ راست مجسم تھی۔ کھیتوں میں کام اور جنس میں ادائیگی میں جو کہ ازمنہ وسطیٰ میں مروج تھی، محنت کی خصوصیت نہ کہ اس کی عمومیت سماجی رشتے بناتی تھی۔ دیہی پدرسری خاندان میں جس میں عورتیں صرف اور صرف خاندان کے استعمال کے لئے کاتتی تھیں اور دھاگے سے کپڑا بنتی تھیں، سوت اور سوتی کپڑا سماجی پیداوار تھے، اور کاتنا اور دھاگے سے کپڑا بُننا خاندان کی حدود کے اندر سماجی محنت ہوا کرتی تھی۔ خاندانی رشتوں نے محنت کی اپنی فطری تقسیم کے ساتھ قوتِ محنت کے پراڈکٹ کو اُس کی مخصوص خصوصیت دی۔ سوت اور سوتی کپڑا اُسی عمومی وقتِ محنت کے یکساں باجواز اظہاروں کے بطور تبادلہ نہ کیا صرف کماڈٹی کی پیدوار کے تحت انفرادی محنت سماجی محنت بن جاتی ہے جس میں وہ اپنے فوری انٹی تھیسز کی صورت کو رواج دیتی ہے، یعنی تجریدی عمومیت کی صورت۔

اب ایک کماڈٹی قدرِ استعمال اور قدرِ تبادلہ کا بلا واسطہ ملاپ ہے، اور بہ یک وقت یہ دوسری کماڈٹیوں کے تعلق میں محض ایک کماڈٹی ہے۔ کماڈٹیوں کا ایک دوسرے سے اصل تعلق تبادلہ کے پراسیس میں ہے۔ اس پراسیس میں' جس میں کہ ہر ایک دوسرے سے آزادانہ طور پر داخل ہوتا ہے، کماڈٹی بہ یک وقت قدرِ استعمال اور قدرِ تبادلہ کی نمائندگی کرتی ہے، وہ خصوصی محنت جو خصوصی ضروریات پوری کرتی ہے اور عمومی محنت عمومی محنت کے کسی دوسرے مساوی حجم کے خلاف تبادلہ کے قابل ہوتی ہے۔ کماڈٹی تبادلہ کے پراسیس کے اس تضاد کو لزومیت کو بے نقاب کرنا اور تحلیل کرنا ہوگا جو اِس حقیقت سے پیدا ہوتی ہے کہ ایک مخصوص کماڈٹی میں مجسم انفرادی قوتِ محنت کے پاس بلا واسطہ عمومی خصوصیت ضرور ہو۔

قدرِ تبادلہ کے بطور، ہر کماڈٹی دوسری تمام کماڈٹیوں کے لئے قدر کا پیمانہ بن جاتی ہے۔ دوسری طرف، ہر انفرادی کماڈٹی، جس میں دوسری تمام کماڈٹیاں اپنی قدر ناپتی ہیں، قدرِ تبادلہ کا کافی وجود بن جاتی ہے، اور لہٰذا قدرِ تبادلہ ایک مخصوص اور بلا شرکت غیرے کماڈٹی بن جاتی ہے جو کہ دوسری تمام کماڈٹیوں کے اس میں ڈھل جانے سے پیسہ کے عمومی وقتِ محنت کو بلاواسطہ مجسم کرتا ہے۔ چنانچہ، ایک کماڈٹی میں وہ تضاد حل ہو جاتا ہے جو ایک کماڈٹی بذاتِ خود رکھتی ہے: گو کہ ایک خاص قدرِ استعمال، جو ابھی تک ایک عام ہم پایہ ہے، اور لہٰذا سب کے لئے قدرِ استعمال ہونے کو ....یعنی عام قدرِ استعمال۔ یہ ایک کماڈٹی ہے.......... پیسہ ہے۔

کماڈٹیوں کا قدرِ تبادلہ خود کو پیسہ میں ایک مخصوص کماڈٹی کے بطور ڈھال دیتا ہے۔ پیسے کا اس میں ڈھل جانا تبادلہ کے پراسیس کا ایک ضروری پراڈکٹ ہے، جس میں قوتِ محنت کی تفاوت والی پیداواریں ایک دوسرے کے ساتھ اصل میں ہم آہنگ ہوتی ہیں اور لہٰذا واقعتاً کماڈٹیوں میں ڈھل جاتی ہیں۔ ایسا جبلی طور پر اور تاریخی خطوط کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ سادہ تبادلہ، تبادلہ کے پراسیس کی ابتدائی شکل کماڈٹیوں کا پیسہ میں فروغ کے بجائے استعمال کی قدروں کے کماڈٹیوں میں فروغ پانے کی ابتدا میں نمائندگی پاتی ہوئی جس قدر زیادہ قدرِ تبادلہ فروغ پاتی ہے، اس قدر زیادہ استعمال کی قدریں کماڈٹیوں میں فروغ پاتی ہیں، یعنی قدرِ تبادلہ ایک آزاد شکل اختیار کر لیتی ہے اور یہ خصوصی قدرِ استعمال سے مزید وابستہ نہیں رہتی، اُتنا ہی پیسہ کے فروغ کی ضرورت زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ پہلے ایک خاص کماڈٹی پیسے کا کردار ادا کرتی ہے یا شاید عمومی قدرِ استعمال کی کماڈٹیوں مثلاً مویشی، اناج اور غلام۔ وقتاً فوقتاً مختلف کم و بیش ناموزوں کماڈٹیوں نے پیسے کے کام سرانجام دیے۔ آخر میں یہ فرائض قیمتی دھاتوں کو گئے اس لئے کہ ان کے پاس اس مخصوص کماڈٹی کی ضرورت لازمی مادی خصوصیات موجود تھیں جس میں ساری کماڈٹیوں کا پیسہ فطری طور پر شفاف ہو سکتا ہے، جہاں تک ایسی خصوصیات براہِ راست خود قدرِ تبادلہ کی فطرت سے پھوٹتی ہیں، یعنی اس کی قدر استعمال کی پائیداریت، اس کی لامحدود تقسیمیت، اس کے اجزا کی یکساں فطرت اور اِس طرح کی ایک کماڈٹی کے سارے نمونوں کی یکسانیت۔

قیمتی دھاتوں میں سے یہ سونا ہی تھا جو زیادہ سے زیادہ بلا شرکت غیرے ''پیسہ کماڈٹی'' بن گیا۔ یہ ساری دوسری کماڈٹیوں کے لئے قدروں کا پیمانہ اور قیمتوں کا پیمانہ اور سرکولیشن کے ذریعے کے بطور کام کرتا ہے۔ کماڈٹی کی سونے میں اِس قلابازی کی برکت سے، اس کے اندر موجود مخصوص قوتِ محنت عمومی تجرید کے بطور سماجی محنت کے بطور قائم رہتی ہے۔ اگر کماڈٹی اِس تبدیلیِ مادہ کو سرانجام دینے میں ناکام ہو جائے تو وہ نہ صرف کماڈٹی کے بطور اپنے وجود کے مقصد کے حصول میں بلکہ پراڈکٹ کی حیثیت سے بھی ناکام ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ یہ صرف ایک کماڈٹی اس لئے ہے کہ اس کے پاس اس کے مالک کے لئے کوئی قدرِ استعمال نہیں ہے۔

چنانچہ مارکس نے، اُس کے داخلی قدر کیریکٹر کے جوہر سے دکھایا کہ کیسے اور کیوں کماڈٹی اور کماڈٹی تبادلہ کو ضرور بالضرور پیسہ بمقابلہ کماڈٹی کا اینٹی تھیسز پیدا کرتا ہے۔ پیسہ میں (جو خود کو مخصوص خصوصیات کے ساتھ ایک فطری چیز کے بطور پیش کرتا ہے) مارکس نے ایک سماجی پیداواری تعلق کی شناخت کی اور اس نے یہ کہہ کر جدید بورژوا معیشت دانوں کی طرف سے پیسہ کی گڈمڈ وضاحت کی۔ اُس نے یہ بتایا کہ بورژوا معیشت دانوں نے سوچا کہ جسے انہوں نے ایک چیز کے بطور جامعیت کے ساتھ بیان کیا تھا اچانک ان کے سامنے ایک سماجی رشتے کے بطور نمودار ہوا، اور جسے انہوں نے بہ مشکل ایک سماجی رشتے کے بطور واضح انداز میں بیان کیا تھا وہ اچانک ایک چیز کے بطور اُن کا منہ چڑانے لگا۔

شروع شروع میں، اس تنقیدی جائزے سے پیدا شدہ روشنی کے طوفان نے مصنف کے اپنے دوستوں تک کو منور کرنے سے زیادہ خیرہ کر دیا۔ لیبخت نے اعلان کیا کہ وہ اس سے پہلے کسی کتاب سے اس قدر مایوس نہ ہوا، اور میکوئیل نے اس میں ''بہت کم نیا پن'' دیکھا۔ لاسال نے اُس صورت کی توصیف کی جس میں یہ کتاب ڈھالی گئی تھی اور اسے بغیر کسی بغض و عداوت کے خود اپنی ''ہیرا کلائٹس'' سے اونچا مقام دیا، مگر جب مارکس نے دیکھا کہ لاسال کے ''جملوں'' نے یہ شک پیدا کیا کہ لاسال معاشی معاملات پر بہت کم سمجھا، تو وہ ایک بار اصلی ٹریک پر تھا، اس لیے کہ زیادہ عرصہ نہ گزارا تھا کہ لاسال نے ظاہر کیا تھا کہ وہ کتاب کا نہایت اہم نقطہ، یعنی قدر استعمال پیدا

کرنے والی قوتِ محنت اور قدرِ تبادلہ پیدا کرنے والی قوتِ محنت کے درمیان فرق کو نہیں سمجھا تھا۔

اگر مارکس کی کتاب کا اُن لوگوں کی طرف سے خیر مقدم ایسا تھا جن سے اس کو سمجھنے کی توقع تھی تو دوسروں سے کیا توقع کی جا سکتی تھی؟ 1885ء میں اینگلز نے اعلان کیا کہ مارکس، پیسہ کی پہلی مربوط تھیوری سامنے لایا تھا اور یہ کہ اس کی تھیوری کو خاموشی سے قبول کیا گیا، مگر سات سال بعد، بورژوا سیاسی معیشت پر معیاری کتاب ''انسائیکلو پیڈیا آف پولیٹیکل اکانومی'' نے پیسے پر ایک 50 کالمی مقالہ چھاپا۔ جس میں ساری بے نقاب تھیوریوں کو دوبارہ زندہ کیا، مارکس کا ذکر تک نہ کیا اور خاتمے میں پیسہ کے معمہ کو نا قابلِ حل ہونے کا اعلان کیا۔

بلاشبہ، جس دنیا نے پیسہ کو اپنے خدا کے بطور تخت نشیں کر رکھا تھا، اِسے سمجھنے کی وہ جرات کیسے کرے گی؟!

دہم باب:

سلطنتی تبدیلیاں

1-اطالوی جنگ

مارکس اور اینگلز کی توقع کے برعکس 1857ء کا بحران ایک پرولتاری انقلاب میں نہیں ڈھلا۔ مگر بلاشبہ یہ انقلابی اثرات کے بغیر بھی نہ تھا۔ گو کہ ان تبدیلیوں نے صرف شاہی خاندان سے متعلق تبدیلیوں کی صورت اپنائی۔ اٹلی کی متحدہ سلطنت ابھری اور کچھ دیر بعد متحدہ جرمن ایمپائر۔ جبکہ قدیم فرانسیسی ایمپائر غائب ہو گئی۔

یہ حالات اِس دوہری حقیقت پر منتج ہوئے کہ بورژوازی کبھی بھی خود اپنی انقلابی لڑائیاں نہیں لڑتی، اور یہ کہ 1848ء کے انقلاب کے وقت سے، یہ نارضامندی کے ساتھ آگے بڑھی کہ اِس کے لئے یہ لڑائیاں پرولتاریہ لڑے۔ مسئلہ یہ تھا کہ اس انقلاب میں، اور بالخصوص پیرس میں جون جدوجہدوں میں، پرولتاریہ نے خود کو بورژوازی کی خاطر محض توپوں کے ایندھن کے بطور استعمال ہونے والے اپنے پرانے رواج کو ترک کر دیا اور وہ اُن فتوحات کے ثمرات میں حصہ مانگنے لگا جو خود اس کے خون اور ہیروازم سے حاصل کی گئی تھیں۔

نتیجتاً حتیٰ کہ انقلابی سالوں میں بھی بورژوازی کو بڑھتے ہوئے بے اعتبار اور بے بھروسہ

ہوتے ہوئے پرولتاریہ کو اختیارات کو مائل کرنے کا مکارانہ خیال آیا۔ ایسا خصوصاً جرمنی اور اٹلی میں ہوا، یعنی ان ممالک میں جہاں تاریخی بڑھوتری کی طرف سے فی الحال پیش کیا ہوا فریضہ ایک ایسی قومی ریاست کی تخلیق تھی جو کہ سرمایہ دارانہ پیداواری قوتوں کو اپنی بھرپور ترقی کے لئے چاہیے ہوتی ہے۔ مسئلے کا ظاہری حل سارے ملک میں ایک نوعمر شہزادے کی حکمرانی کی صورت میں پیش کرنا تھا، اس ایک وعدے کے بدلے کہ وہ بوژوازی کو سرمایہ دارانہ استحصال کی بھرپور ترقی کے لئے ضروری گنجائش دے گا۔ البتہ اس منصوبے نے بورژوازی کو خود اپنے سیاسی نظریات ترک کرنے، اور اسے اپنے بے پردہ منافع کے مفادات کے حصول پر صبر کرنے پر مجبور کیا، اس لئے کہ شہزادوں کی مدد مانگ کر اس نے خود کو شہزادگی کی حاکمیت میں دینے کو تسلیم کرلیا۔

لہٰذا، انقلابی سالوں کے دوران بھی بورژوازی نے شہزادگی والی ریاستوں کے ساتھ فلرٹ کرنا شروع کیا، اور وہ بھی سب سے زیادہ رجعتیوں کے ساتھ۔ اٹلی میں یہ سارڈینیا کی سلطنت تھی، وہ ''ملٹری یسوعی'' ریاست جس میں جرمن شاعر کے تلخ الفاظ میں ''پادری اور کرائے کے قاتل دونوں عوام کا خون چوستے تھے''۔ اور جرمنی میں یہ پروشیا کی سلطنت تھی جو مشرقی البیائی دشمنِ اصلاح وترقی جن کریت کے تحت تھی۔ پہلے بوژوازی اٹلی اور جرمنی دونوں جگہوں پہ ناکام ہوئی۔ یہ صحیح ہے کہ سارڈینیا کا بادشاہ البرٹ خود کو ''اٹلی کی شمشیر'' بنانے پر رضامند ہوا تھا۔ مگر میدانِ جنگ میں اسے آسٹریائی فوج نے شکست دی اور وہ خارجی سرزمین پر ایک مہاجر کے بطور مر گیا۔ اور پروشیا میں فریڈرک ویلہیلم چہارم نے جرمن بورژوازی کی طرف سے پیش کردہ جرمن قیصر تاج کو مسترد کردیا، اس لئے کہ اس نے اسے مکمل طور پر ایک واہیاتی اعزاز گردانا، ایک تاج جو گارے اور گِل سے پکا کر بنا ہو، اس کی بجائے اس نے انقلاب کے قیمت پر ایک چھوٹے سے لاش اٹھانے والے کو ترجیح دی، گو کہ وہ اس میں بری طرح ناکام ہوا۔

بہرحال وہ صنعتی خوشحالی جس نے 1848ء میں انقلاب کی قوت پر نقب لگائی تھی وہ اٹلی اور جرمنی میں بوژوازی کے مفادات کو بڑھاوا دینے کے لئے ایک طاقتور لیور بنی، اور ان دونوں ممالک میں اس نے قومی اتحاد کو ہمیشہ کی نسبت زیادہ فوری اور اہم بنا دیا۔ 1857ء میں بحران

شروع ہوا اور بوژوازی کو ساری سرمایہ دارانہ عظمت کی زوال پذیری کی یاد دلا دی، مگر آخر میں چیزیں چلنی شروع ہوگئیں .... پہلے اٹلی میں۔ یہ نہیں ہے کہ اس بات کو ایک علامت کے بطور لینا چاہیئے کہ سرمایہ دارانہ ترقی اٹلی میں جرمنی سے زیادہ آگے بڑھی۔ اس کے برعکس اٹلی میں وسیع پیمانے کی صنعت وجود بھی نہ رکھتی تھی، اور لہٰذا بورژوازی اور پرولتاریہ کے بیچ تضاد باہمی بے اعتمادی کو جگانے کی حد تک نہ بڑھا تھا۔ یہ حقیقت بھی کم اہم نہ تھی کہ اٹلی کی بے اتفاقی بیرونی بالادستی کا نتیجہ تھی، اور یہ کہ اس بالادستی کا خاتمہ کرنا سماج کے سارے طبقات کا مشترکہ مقصد تھا۔ آسٹریا لومبارڈی اور وینس کے علاقے پر براہِ راست' اور وسطی اٹلی پر بالواسطہ حکمران تھا، جس کی چھوٹی عدالتیں اپنے احکامات ویانا ہوفبرگ سے لیتی تھیں۔ اٹلی میں بیرونی غلامی کے خلاف بائیس برس سے ایک جدوجہد بغیر کسی وقفے کے چل رہی تھی، اور یہ یک طرف استبداد کے ظالمانہ اقدامات تک لے گئی اور دوسری طرف بے باکانہ بغاوت کی طرف۔ اطالوی چھرا آسٹریائی چابک کا ناگزیر جواب تھا۔

البتہ، ہیبسرگ کی بالادست قوت کے خلاف ساری دہشت گردی، ساری بغاوتیں اور سازشیں بے سود ثابت ہوئیں، اور حتیٰ کہ انقلابی سالوں میں بھی ساری اطالوی بغاوتیں ناکام ہوئیں۔ یہ وعدہ کہ اٹلی کو خود اپنی آزادی جیتنی چاہیے ایک واہمہ ثابت ہوا۔ اٹلی کو آسٹریائی غلامی سے نجات پانے کے لئے بیرونی مدد کی ضرورت تھی، اور لہٰذا وہ اپنی برادر قوم فرانس کی طرف پلٹا۔ اٹلی اور جرمنی میں قومی نااتفاقی فرانسیسی خارجہ پالیسی کا ایک روایتی اصول تھا، مگر فرانس کے تخت پر بیٹھا مہم جو معاملے پر لین دین پر تیار تھا۔ سیکنڈ ایمپائر کو اُس وقت تک ایک تماشاہی رہنا تھا جب تک کہ یہ پہلی ایمپائر کا تختہ الٹ جانے کے بعد یورپی قوتوں کی جانب سے فرانس کے لئے کھینچی ہوئی سرحدوں کے اندر محدود رہا۔

فرانس کو علاقائی فتوحات کی ضرورت تھی، مگر نقلی بونا پارٹ کو اپنے نام نہاد انکل سے نام نہاد ''قومیتی اصول'' قرض لینے پر صبر کرنا پڑا اور خود کو محکوم قوموں کے مسیحا کا کردار ادا کرنے کا دکھاوا کرنا پڑا، فطری طور پر ہمیشہ اس شرط پر کہ اس کی دوستانہ خدمات کا (آبادی اور زمین کی شکل میں) سخاوت سے انعام دیا جائے۔

بہ یک وقت اس کی ساری صورتحال ایسی تھی کہ وہ بہت سارے خطرات نہیں مول لے سکتا تھا۔ وہ ایک انقلابی تو کیا، ایک یورپی جنگ بھی چھیڑنے کی پوزیشن میں نہ تھا۔ وہ زیادہ سے زیادہ یہ کرسکتا تھا کہ دوسری قوتوں کی اجازت سے یورپ کے قربانی کے بکرے کو چابک مار سکتا تھا۔ پچاس کی دہائی کے اوائل میں یہ قربانی کا بکرا روس تھا، مگر اُس دہائی کے اواخر میں یہ آسٹریا تھا۔ اٹلی میں آسٹریائی مداخلت کاروں کی طرف سے برقرار رکھی ہوئی شرمناک حکومت ایک یورپی سکینڈل میں ڈھل چکی تھی، جبکہ بہ یک وقت ہاؤس آف ھیسبرگ ''مقدس اتحاد'' کے اپنے پرانے حصہ داروں سے لڑ چکا تھا، پروشیا کے ساتھ اومُٹز پہ اور روس کے ساتھ کریمیائی جنگ پہ۔ دراصل، بونا پارٹ کو آسٹریا پر حملہ کرنے کی صورت میں روسی مدد کا یقین تھا۔

فرانس کی داخلی صورتحال بونا پارٹی وقار کو سہارا دینے کے لئے فوری طور پر کسی خارجی سیاسی ایکشن کا تقاضا کرتی تھی۔ 1857ء کے تجارتی بحران نے فرانسیسی صنعت کو مفلوج کر کے رکھ دیا تھا، اور اس کے پھیلاؤ کو روکنے کی حکومتی کوششوں کی برکت سے، یہ برائی کہنہ ہو چکی تھی، اور فرانسی تجارت برسوں تک جامد رہی تھی۔ نتیجہ یہ کہ بورژوازی اور پرولتاریہ دونوں باغی ہو رہے تھے، حتیٰ کہ کسان بھی، جو کہ کودتا رجیم کا سب سے بڑا سہارا تھے، بڑبڑانے لگے تھے۔ اناج کی قیمتوں میں بڑی کمی (جو کہ 1857ء سے 1859ء میں وقوع پذیر ہوئی) سے کسان یہ اعلان کرنے پر مجبور ہوئے کہ اپنی پیداوار کی کم قیمتوں اور زراعت پر بھاری بوجھوں کے سبب زمین پر کاشت کاری تیزی سے ناممکن ہوتی جا رہی تھی۔

اس صورتحال میں بونا پارٹ کی سارڈینیا کی سلطنت کے وزیراعلیٰ کیویئر کی طرف سے پُر جوش انداز میں خاطر مدارت کی گئی۔ اس شخص نے شاہ البرٹ کی روایت اختیار کی تھی، مگر اس نے اس کی پالیسی کو بہت مہارت کے ساتھ جاری رکھا۔ پھر بھی، محض اس کو دستیاب ڈپلومیسی کے بانجھ طریقوں کے ساتھ، اس نے کم پراگریس کیا اس لئے کہ بونا پارٹ کے ڈھلمل اور غیر فیصلہ کن خصوصیت نے اس کے لئے کوئی تیز فیصلہ کرنا مشکل بنا دیا۔ البتہ، اٹلی کی ''پارٹی آف ایکشن'' نے اس کھیل میں ہاتھ ڈالا اور نتیجے میں آزادی کے چیمپئن کو جلد ہی فیصلہ کرنا پڑا۔ 14 جنوری 1858ء

کو'' اور سینیؔ''، اور اس کے شرکائے جرم نے اپنے بم شاہی سواری پر پھینکے، جسے 76 سے زائد ٹکڑے لگے۔ سواری میں لوگ زخمی نہ ہوئے، لیکن جیسا کہ ایسے کرداروں کے ساتھ ہوتا ہے نقلی بونا پارٹ نے اس کوشش کا جواب دہشت کی ایک حکمرانی قائم کرنے کی کوشش کر کے دیا۔ البتہ اسی غصے سے جس سے اس نے ایسا کیا، اس نے ظاہر کیا کہ اُس کی رجیم، جسے اب سات سال ہو چکے تھے، اصل میں بہت ہی غیر مستحکم بنیاد پر کھڑی تھی، جبکہ اور سینیؔ کی جیل کے دوران اُس کی طرف سے ایک خط نے اس پر خوف کا ایک اور صدمہ طاری کر دیا۔ ''یاد رکھو'' اور سینی نے اعلان کیا'' کہ یورپ کا امن اور خود تمہارے دماغ کا سکون اس وقت تک مکمل طور پر ناممکن رہے گا جب تک کہ اٹلی اپنی آزادی حاصل نہ کرے گا''۔ کہتے ہیں کہ اور سینیؔ نے ایک دوسرے خط میں مزید صاف واضح طور پر اپنی بات کہہ دی تھی۔ اپنی اِدھر اُدھر بھٹکتی سرگردانی کے دوران مہم پسندانہ زندگی والا بونا پارٹ ایک بار اطالوی سازشوں میں گھر گیا تھا اور وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اُن کا انتقام ایسی چیز نہیں جسے معمولی سمجھا جائے۔

لہٰذا، 1858ء کے موسمِ گرما میں اس نے کیویئر کے ساتھ پلومبیرز میں ملاقات کی دعوت دی جہاں اُن دونوں نے آسٹریا پر ایک چھوٹی جنگ کا انتظام کیا۔ سارڈینیا کو لومبارڈی اور وینس کا علاقہ ملنا تھا اور خود کو ''بالائی اٹلی کی سلطنت'' کے بطور تشکیل دینا تھا، اور اس کے بدلے میں اس نے ساوائے اور نائس' فرانس کو عطا کرنے تھے۔ یہ ایک سفارتی لین دین تھا جس سے بنیادی طور پر اٹلی کی آزادی پہ کوئی اثر نہیں پڑنا تھا، اور وسطی اور جنوبی اٹلی کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا تھا، گو کہ بلاشبہ اس معاملے پر دونوں فریقین کے اپنے اپنے نظریات تھے۔ بونا پارٹ روایتی فرانسیسی خارجہ پالیسی کو ترک کرنے اور اٹلی کے متحد کرنے کو بڑھاوا دینے پہ راضی نہ تھا۔ اس کے برعکس وہ پاپائیت کا دنیاوی اقتدار برقرار رکھنا چاہتا تھا اور اطالوی سلطنتوں کی ایک لیگ تخلیق کرنا چاہتا تھا جو ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کی جا سکیں۔ اور مزید برآں وہ اپنے کزن جیروم کے لئے وسطی اٹلی کی ایک سلطنت قائم کرنے کا تصور رکھتا تھا۔ دوسری طرف کیویئر ایک مضبوط قومی تحریک کے فروغ کی رائے رکھتا تھا جو بالائی اٹلی کو ایک مضبوط ریاست میں ڈھال دینے کے بعد سارے سلطنتی اور فرقہ پرست رجحانات کو روکے رکھنے کی اجازت دے۔

1859ء کے سالِ نو کے دن بونا پارٹ نے آسٹریائی سفیر کا دربار میں استقبال کیا اور اسے فرانسیسی ارادوں کے بارے میں بتایا، جبکہ چند روز بعد سارڈینیا کے بادشاہ نے اعلان کیا کہ وہ اطالوی عوام کے دل چیر ڈالنے والی اپیلوں کو سننے میں بہرا نہیں ہے۔ یہ دھمکیاں ویانا میں مکمل طور پر سمجھی گئیں اور جنگی جھڑپوں کی نوبت تیزی سے پہنچ گئی، جبکہ آسٹریائی حکومت بہت بے ڈھنگی تھی جس نے خود کو حملہ آور کے روپ میں پیش کرنے کی چالاکی کرنے دی۔ نیم دیوالیہ فرانس کی طرف سے حملہ کیا ہوا اور روس کی طرف سے دھمکی یافتہ آسٹریائی حکومت مشکل صورت میں تھی اور انگریز قدامت پسند جماعت کی سردمہر دوستی بہت مددگار نہ تھی، لہٰذا اس نے جرمن لیگ کی مدد جیتنی چاہی۔ لیگ کسی سمجھوتے کے ذریعے پابند نہ تھی کہ غیر جرمن قبضہ سے اپنے کسی ممبر کی حفاظت کرے، مگر آسٹریائی حکومت نے لیگ کو مائل کرنے کی کوشش کی تھی کہ اٹلی میں آسٹریائی حکمرانی کی برقراری جرمنی کے لئے اہم قومی اہمیت کا معاملہ تھی۔

1857ء میں بحران کے پھیل جانے کے وقت سے جرمنی میں بھی ایک قومی تحریک ابھری، مگر یہ اٹلی میں قومی تحریک سے مختلف تھی۔ جرمن قومی تحریک خارجی بالادستی کی جھنجھلاہٹ سے بہکاوے میں نہ تھی، اور مزید برآں، 1848ء سے جرمن بورژوازی پرولتاریہ کے خوف میں مبتلا تھی، گو کہ بہرحال پرولتاریہ اس قدر خطرناک ثابت نہ ہوا۔ پھر بھی، پیرس جون ایام ایک سخت خطرے کی نمائندگی کرتے تھے۔ 1848ء تک فرانس جرمن بورژوازی کا آئیڈیل رہا تھا، مگر اس کے بعد یہ بورژوازی ابھار پیدا کرنے کے لئے انگلینڈ کی طرف رجوع ہوگئی، ایک ایسا ملک جس میں لگتا تھا بورژوازی اور پرولتاریہ دونوں اپنے اختلافات کو پرامن طور پر ترتیب دینے کے قابل تھے۔ پروشیائی ولی عہد کی ایک انگریز شہزادی سے شادی نے ساری جرمن بورژوازی کے اندر خوشی کی ایک لہر دوڑا دی۔ اور جب 1858ء کے موسمِ خزاں میں دماغی طور پر معذور پروشیائی بادشاہ نے سلطنت کی باگ دوڑ اپنے بھائی کے حوالے کی اور ثانی الذکر نے ایک کٹھ پتلی لبرل وزارت مقرر کی جنہیں لاسال تلخی سے ''تقریبِ تاجپوشی کا ڈنگر جیسا جشن'' کہتا تھا، تو یہ بورژوازی پھٹ پڑی۔ ولی عہد شہزادہ کو ناراض نہ کرنے کی خاطر، اشراف بورژوازی نے خود اپنے اپنے 1848ء کے ہیروؤں

کو نامنظور کیا اور، جب نئی وزارت نے چیزوں کو عملاً اسی طرح چھوڑا جس طرح کہ وہ تھیں تو احتجاج کرنے کی بجائے اس نے نئے حکمران کی ناراضگی جگانے کے خوف سے شرافت والا طرزِ عمل اختیار کرنے والا مشہور نعرہ اپنایا، اگر نیا حکمران ناراض ہو جاتا تو وہ ''نئے زمانے'' کو برباد کرسکتا تھا، جو کہ دیوار پر ایک سایہ کی طرح محض اس کے تصور پہ وجود رکھتا تھا۔

جونہی جنگ کے بادل اکٹھے ہوئے، جرمنی میں قومی لہر بلند ہونے لگی۔ جس طریقے سے کیوبیئر اٹلی کے اتحاد کے لئے کام کر رہا تھا وہ جرمن بورژوازی کے لئے بہت ہی مرغوب تھا، جس نے بہت عرصہ ہوا پروشیا کو سارڈینیا کا کردار ادا کرنے کیلئے منتخب کیا، مگر جرمنی کے آبائی دشمن فرانس کا جرمنی کے اتحادی آسٹریا پر حملہ نے جرمن بورژوازی کے سینے میں شکوک پیدا کیے۔ اور ناخوشگوار یادیں جگا دیں۔ شاید نقلی بونا پارٹ نے اصلی روایات کو دوبارہ زندہ کرنے کا ارادہ کیا تھا؟ شاید آسٹرلٹز اور جینا کے دن لوٹ آئیں اور خارجی حاکمیت کی زنجیریں دوبارہ جرمنی میں کھڑکھڑائیں؟ آسٹریائی حکومت کے پیسوں پر چلنے والے رسالے ''جرنیلے'' نے جرمن بورژوازی کو اس کے خدشات کی حقیقت سے قائل کرنے کی ہر چیز بے ڈھنگے انداز میں پیش کی، اور بہ یک وقت آسٹریا کی قیادت میں ایک ''وسطی یورپی عظیم طاقت'' کی ایک شاعرانہ تصویر کھینچی اور جس میں جرمن لیگ، ہنگری، سلاوا اور رومانیائی ڈینوب کے علاقے، الساس ولورین، ہالینڈ اور خدا جانے اور کون کون سے علاقے شامل کیے تھے۔ دوسری طرف، نقلی بونا پارٹ نے بھی فطری طور پر اپنے قلم گھسیٹنے والوں کو کھلا چھوڑ دیا، اور انہوں نے سارے خداؤں کی قسم کھائی کہ ان کا پیسہ دینے والا اَن داتا، رائن کے بنکوں پر قبضہ کی خواہش جیسی کوئی بری سوچ نہیں رکھتا تھا، اور یہ کہ آسٹریا پر اس کا حملہ صرف اور صرف سب سے شائستہ سوچوں سے برانگیختہ ہوا تھا، مزاحیہ بات یہ ہے یورپی تہذیب کے مفادات کے خیال سے۔

فطری طور پر اچھے جرمن فلسطی نے اِس متضاد پروپیگنڈے کی تڑپ میں سے اپنی رائے بنانے میں بہت مشکل محسوس کی، مگر ہیبسبـــــرگ بتدریج جادوگر کی آواز پر کان دھرنے لگا، ثانی الذکر کے بونا پارٹی دشمن کے نقصان کو۔ ہیبسبـــرگیوں کے دلائل نے اس کی اپنی حب الوطنی کو

بڑھا چڑھا کر پیش کیا جبکہ بہ یک وقت یہ نقلی بوناپارٹ کے مہذب بنانے کے مشن میں اعتبار کر کے لوگوں سے بہت کچھ مانگ رہا تھا۔ البتہ، اس سب کے لئے صورتحال اس قدر پیچیدہ تھی کہ حتیٰ کہ وہ لوگ جو سیاسی پیچیدگیوں سے نمٹتے رہتے تھے، اور انقلابی تھے، اور وہ لوگ بھی جو ساری بنیادی باتوں پر مکمل اتفاق کرتے تھے، بھی اس سیاسی پالیسی سے اتفاق نہیں کر سک رہے تھے جو جرمنی کو اطالوی جنگ کی طرف اختیار کرنا چاہیے تھا۔

2-لاسال کے ساتھ مناقشہ

مارکس کی رضامندی سے، اینگلز پہلے اپنے پمفلٹ ''پو اینڈ رائن'' کے ساتھ میدان میں کودا۔ اس کی اشاعت کا انتظام فرانز ڈنکر کے توسط سے لاسال نے کیا تھا۔ اینگلز کا مطلب ہیبسبسبرگ کی اس دلیل کو باطل کرنا تھا کہ رائن کا دفاع ''پو'' پر کیا جائے۔ اس نے اشارہ کیا کہ جرمنی کو اپنا دفاع کرنے کے لئے اطالوی سرزمین کی ایک گرہ بھی نہیں لینا چاہیے، اور اعلان کیا کہ اگر فوجی نقطۂ نگاہ نے ہی فیصلہ کن عنصر ہونا تھا، تو پھر تو فرانس کو رائن کے بنکوں پر زیادہ دعویٰ تھا بہ نسبت جرمنی کا ''پو'' پر۔ خالصتاً فوجی نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے، تو بالائی اٹلی پر آسٹریائی بالادستی جرمنی کے لئے لازم ہو سکتی تھی، مگر سیاسی طور پر یہ مہلک تھا اس لئے کہ آسٹریائی ستم گروں کی طرف سے اطالوی حب الوطنوں کی دیوہیکل غصیلی سیاہ گری نے پورے اٹلی میں جرمنی کے خلاف بھی جنونی نفرت اور دشمنی کا خطرہ پیدا کر دیا تھا۔

البتہ اس نے اعلان کیا کہ لومبارڈی کے تصرف کا معاملہ جرمنی اور اٹلی کے درمیان تھا، نہ کہ لوئی بوناپارٹی اور آسٹریا کے بیچ۔ جہاں تک بوناپارٹ جیسے تیسرے فریق کا تعلق تھا، جو کہ صرف اور صرف اپنے مفادات کی بنا پر، اور جرمن دشمن مفادات کی بنا پر مداخلت کر رہا تھا، جرمنی کا واحد رویہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس علاقے پر اپنی گرفت برقرار رکھے اور صرف اس مجبوری کے وقت دستبردار ہو جائے، اپنی فوجی پوزیشن برقرار رکھے اور اسے صرف اس وقت خالی کرے جب اس کا مزید قبضہ میں رکھنا ناممکن بن جائے۔ لہٰذا بوناپارٹی دھمکیوں سے متعلق **ہیبسبسبرگ** کا نعرہ واقعی با جواز تھا۔

اگر لوئی بوناپارٹ ''پو'' کو اپنا بہانہ بنائے تو اس کا اصل نشانہ رائن ہوگا اس لئے کہ صرف رائن سرحد پر قبضہ فرانس میں کودتا رجیم کے استحکام کے لئے بنیاد مہیا کرے گا۔ یہ عملی اطلاق میں قدیم ضرب المثل کی ایک کلاسک مثال تھی: بوناپارٹ بوری پہ ڈنڈے برسا رہا تھا مگر اس کا اصل مقصد گدھا تھا۔ اٹلی کو بوری کا کردار ادا کرنے پر ترغیب دی جا سکتی تھی، مگر یہ کسی صورت بھی سبب نہ تھا کہ جرمنی گدھے کا رول ادا کرے۔ اگر آخری کوشش میں یہ محض ایک سوال تھا کہ رائن کے بائیں کنارے کا قبضہ کس کے پاس ہونا چاہئے، تو جرمنی ''پو'' کو ترک کرنے کا خواب نہیں دیکھ سکتا اور لہٰذا اگر اپنی سب سے مضبوط نہیں تو سب سے مضبوط پوزیشنوں میں سے ایک کو لڑائی کے بغیر ترک کرنے کا تصور تک نہیں کر سکتا۔ جنگ کے موقع پر بالکل خود جنگ بازی کی طرح ہر کوئی ہر ممکن پوزیشن لیتا ہے جس سے وہ دشمن کو دھمکا سکے یا خود کا دفاع کر سکے، سب سے پہلے اِن اخلاقی تفکرات میں پڑے بغیر کہ کیا ایسے اقدام کو دائمی انصاف اور قومیت کے اصول کے ساتھ مطمئن طور پر موافق کیا جا سکتا ہے۔ سخت کونے میں ہر کوئی اپنا دفاع کرتا ہے، خواہ کوئی بھی ہتھیار ہاتھ لگے۔

مارکس اس نقطۂ نظر سے مکمل اتفاق رکھتا تھا اور جب اس نے پمفلٹ کا مسودہ پڑھا تو اس کے مصنف کو لکھا: ''غیر معمولی طور پر اہل: حتیٰ کہ معاملے کا سیاسی پہلو بھی جو کہ بہت سخت مشکل تھا۔ یہ پمفلٹ ایک عظیم کامیابی ہوگی''۔ دوسری طرف لاسال نے اعلان کیا کہ وہ بالکل بھی اینگلز کے رویے کو نہیں سمجھ سکتا۔ اس نے فوراً بعد اس موضوع پر خود اپنا ایک پمفلٹ جاری کیا جس کا نام تھا: ''اطالوی جنگ اور پروشیا کا فریضہ''۔ اسے بھی ڈنکر نے چھاپا۔ لاسال بالکل مختلف قضیے سے آگے بڑھا اور نتیجے میں وہ بالکل مختلف نتائج پر مارکس کے بقول ''ہولناک غلط نتائج پر پہنچا''۔

لاسال نے اعلان کیا کہ قومی تحریک جو جرمنی میں جنگی دھمکی کے زیر اثر ابھری وہ ''خالصتاً فرانس کی نفرت سے تھی اور کچھ نہیں، محض گال پرستی مخالف (بہانے میں نپولین جبکہ اصل سبب فرانسیسی انقلابی نشوونما سے نفرت)''۔ اس کی نظر میں ایک فرانس و جرمن جنگ جس میں دونوں عظیم ترین براعظمی قومیں محض قوم پرستانہ واہموں کی خاطر ایک دوسرے کی چیر پھاڑ کریں گی، فرانس کے خلاف ایک واقعی مقبول جنگ جو کسی اہم قومی مفاد سے برانگیختہ نہ ہوئی ہو، بری طرح افروختہ کی

ہوئی ۔قوم پرستی، بلند رفتار حب الوطنی اور طفلی گال پرستی مخالفت سے پرورش یافتہ، یورپی کلچر اور سارے اصلی قومی اور انقلابی مفادات کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ تھا، اور یہ مارچ 1848ء سے رجعتی اصول کی سب سے بڑی اور بے حساب فتح ہوگی۔ لہٰذا، اس کے خیال میں اس طرح کی جنگ کی ہر ممکن طریقوں سے مخالفت جمہوریت کا اہم فریضہ تھا۔

اس نے بہت تفصیل سے واضح کیا کہ اطالوی جنگ جرمنی کے خلاف کوئی شدید خطرہ نہ تھی، جو کہ قومی اتحاد کے لئے اطالوی جدوجہد کے ایک کامیاب عروج میں بہت دلچسپی رکھتا تھا۔ ایک اچھا کاز ایک برے کاز میں محض اس لئے نہیں بدل جاتا کہ ایک برے آدمی نے اسے اٹھالیا۔ بونا پارٹ اطالوی جنگ کے ذریعے ایک چھوٹی مقبولیت حاصل کرنے کی توقع کرسکتا ہے، مگر اُس صورت میں یہ جمہوریت کا فریضہ تھا کہ یہ یقین کرے کہ بونا پارٹ ناکام ہوجائے۔ ایک شخص کس طرح اب اُس چیز کی مخالفت کرے جس چیز کی وہ نپولین کی وجہ سے پہلے خواہش کرتا تھا؟ ایک طرف ایک برا شخص اور اچھا کاز تھا، اور دوسری طرف ایک برا کاز تھا اور ''وہ شخص'' لاسال نے بلم، اولمٹز، ہولسٹین اور برانزل کے قتل کی اپنے قارئین کو یاد دلائی، انہیں وہ سارے جرائم یاد دلائے جو جرمنی کے خلاف کیے گئے، بونا پارٹسٹ کی طرف سے نہیں بلکہ ہپسبرگ ظلم کی طرف سے۔ اس نے اعلان کیا کہ جرمن عوام آسٹریائی قوت کو برقرار رکھنے میں بالکل بھی دلچسپی نہیں رکھتے تھے، بلکہ اس کے برعکس جرمنی کے اتحاد کی لازمی شرط آسٹریا کی تباہی تھی۔ جس دن اٹلی اور ہنگری نے اپنی آزادی حاصل کی تو بارہ ملین آسٹریائی جرمن واپس جرمن عوام کو دیے جائیں گے، تبھی وہ خود کو جرمن محسوس کرنے کے قابل ہوں گے اور تبھی جرمن اتحاد ممکن ہوسکے گا۔

چنانچہ اس کے نقطۂ نظر سے جو داؤ پیچ اینگلز نے اپنے پملفٹ میں تجویز کیا تھا وہ کم و بیش ناقابلِ فہم تھا۔ فوجی نقطۂ نگاہ سے اینگلز نے شاندار طریقے سے ثابت کیا تھا کہ جرمنی کو اپنا دفاع کرنے لئے ''پو'' کی ضرورت نہ تھی، اور اس کا اگلا ارادہ کہ جنگ کی صورت میں ''پو'' کو بہر حال قبضہ میں رکھنا ہوگا، یعنی، کہ جرمن قوم ایک فرانسیسی حملے کی صورت میں آسٹریا کی مدد کرنے کی پابند ہے، لاسال کو بہت بحث طلب لگا، اس لئے کہ یہ بہت عیاں تھا کہ آسٹریا کی طرف سے بونا پارٹ

کے حملے کی ایک کامیاب پسپائی کے صرف ردِ انقلابی نتائج نکلنے تھے۔ اگر آسٹریا، جرمن لیگ کی مدد سے، کامیاب ہوجاتا، تو یہ صاف تھا کہ اسے بالائی اٹلی پر اپنی گرفت برقرار رکھنے سے کوئی روک نہ سکتا، بالکل وہی چیز جسے اینگلز نے اس قدر سختی سے مسترد کیا تھا، اور جرمنی میں ہپسبرگ حکمرانی مضبوط ہوجائے گی اور قابلِ ترس جرمن لیگ سیاست ایک نئی زندگی میں زندہ ہوجاتی۔ اور یہ فرض کرنا بھی کہ ایک فتح مند آسٹریا فرانسیسی غاصب کا تختہ الٹ دے گا، یہ محض اس وقت ایسا کرے گا تاکہ اسے پرانے بُوربن رجیم سے بدل دے اور یہ نہ تو فرانسیسی اور نہ جرمن قومی مفادات کی خدمت کرے گا، انقلاب کے مفادات کا تو ذکر ہی نہیں۔

مارکس اور اینگلز کے نقطۂ نظر کو سمجھنے کے لئے یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ ان کے دور تر عزائم تھے جو کہ لاسال سے کسی صورت کم نہ تھے، اور دونوں اسی وجہ سے، جس طرح کہ اینگلز نے مارکس کے نام اپنے ایک خط میں بتایا، ''ہماری پارٹی کے مفادات میں خود جرمنی کے اندر کھل کر سامنے آنا یہ بالکل ناممکن ہے، سیاسی طور پر بھی اور مناظراتی طور پر بھی''۔ البتہ لندن میں دونوں دوستوں کے دور تر عزائم اس قدر واضح نہیں ہیں جس طرح لاسال کے تھے اس لئے کہ گو کہ اُن کے نام اُس کے خطوط ابھی تک باقی ہیں، مگر اُن کے خطوط اس کے نام باقی نہیں ہیں۔ مگر پھر بھی اُن کے عزائم اُس زمانے میں اُن کے عمومی سیاسی صحافیانہ سرگرمیوں میں سے پہچانے جا سکتے ہیں۔ ایک دوسرے پمفلٹ میں جس کا عنوان تھا: ''سادوئے، نائس اور رائن'' جو اینگلز نے ایک سال بعد بونا پارٹ کی طرف سے ساووئے اور نائس پر قبضہ کے خلاف جاری کیا، وہ اُس نقطۂ نظر کو واضح طور پر بیان کرتا ہے جس سے اس کا پہلا پمفلٹ لکھا گیا تھا۔

سب سے پہلے، مارکس اور اینگلز کا ماننا تھا کہ جرمنی میں قومی تحریک واقعی ایک اصل تحریک تھی۔ اُن کا ماننا تھا کہ یہ تحریک ''فطری، جبلی اور براہِ راست'' طور پر ابھری تھی اور یہ کہ یہ اپنے ساتھ نارضامند حکومتوں کو بھی بہالے جانے کا وعدہ کرتی تھی۔ وقتی طور پر بالائی اٹلی پر آسٹریائی حکمرانی اور اٹلی کی تحریک آزادی دونوں اس قومی تحریک کے لئے لاتعلقی کا معاملہ تھے۔ لوگوں کی جبلتِ لوئی بونا پارٹی کے خلاف جنگ کا مطالبہ کرتی تھی۔

دوسرے یہ کہ ان کا خیال تھا کہ جرمنی کو فرانس و روسی اتحاد سے واقعی خطرہ تھا۔ نیویارک ٹریبیون میں مارکس نے واضح کیا کہ سیکنڈ ایمپائر کے مالیات اور داخلی سیاسی صورت حال ایک تشویشناک نکتے تک پہنچ گئے اور یہ کہ صرف ایک خارجی جنگ ہی فرانس میں کودتا رجیم کی زندگی کو طوالت دے سکتی ہے اور بہ یک وقت یورپ میں ردِ انقلاب کی زندگی کو بھی۔ اسے ڈر تھا کہ اٹلی کی بوناپارٹی آزادی دراصل خود فرانس کو زنجیروں میں جکڑے رکھنے کا حیلہ تھا، اٹلی کو کودتا رجیم کے زیرِ نگیں کرنا تھا، فرانس کی ''فطری سرحدوں'' کو مزید جرمنی کے اندر شفٹ کرنا تھا، آسٹریا کو روس کے ایک آلہ میں بدلنا تھا اور یورپ کے عوام کو جائز اور ناجائز ردِ انقلاب کی طرف سے ایک جنگ میں ٹھگنا تھا۔ جس طرح کہ اینگلز نے اپنے دوسرے پمفلٹ میں بتایا، وہ آسٹریا کی طرف سے جرمن لیگ کی لاٹھی کو اٹھانے کے اقدام کو روس کے لئے منظر نامہ میں نمودار ہونے کا فیصلہ کن لمحہ سمجھتا ہے تا کہ فرانس کے لئے رائن کے بائیں کنارے کو ترکی میں اپنی مرضی چلانے کے بدلے میں جیتے۔

اور آخر میں، مارکس اور اینگلز کا خیال تھا کہ جرمن حکومتیں، اور خصوصاً برلن میں احمقوں جنہوں نے ''باصل کے معاہدے'' کا مسرت سے خیر مقدم کیا تھا، جس نے فرانس کو رائن کا بائیں کنارہ دے دیا، اور رازداری کے ساتھ مسرت سے اپنے ہاتھ رگڑے جب آسٹریا کو اولم اور آسٹرلٹز میں شکست ہوگئی تھی، وہ آسٹریا کو دھوکے میں چھوڑیں گی۔ ان کے خیال میں جرمن حکومتوں کو قومی تحریک سے اکسانے کی ضرورت تھی، اور جس چیز کی انہیں توقع تھی وہ اینگلز نے لاسال کے نام ایک خط میں درج کردی جو لاسال نے اپنے جواب میں مکمل طور پر نقل کردی:

''ایک ایسی جنگ زندہ باد جس میں ہم پر بہ یک وقت فرانس اور روس حملہ کردیں، اس لئے کہ ایک ایسی مایوس صورتحال میں، جہاں ساری پارٹیوں کو فوری تباہی کا خطرہ ہو، اُن سے جواب زٹنر اور بلوم پر حکمرانی کررہے ہیں، خود انہیں تھکا دے گی اور قوم پھر بالآخر خود کو بچانے کے لئے سب سے توانا پارٹی کی طرف رجوع کرے گی''۔ لاسال نے جواب دیا کہ وہ اس سے بالکل متفق ہے، اور یہ کہ وہ یہ ثابت کرنے کے لئے خود کو برلن میں گھسا رہا ہے کہ اگر پروشیائی حکومت جنگ کا اعلان کردے تو یہ انقلاب کے ہاتھوں میں کھیلے گی، مگر صرف اس صورت میں کہ شروع ہی سے عوام اس جنگ کو

''مقدس اتحاد'' کا ردِ انقلابی منصوبہ سمجھیں۔ اگر واقعات اُس طرف پلٹیں جن کی توقع اینگلز کو تھی تو جرمن لیگ سسٹم، بالائی اٹلی پر آسٹریائی بالادستی اور فرانسیسی کودتا رجیم سب کے سب تباہ ہوجائیں گے اور صرف اس نقطۂ نگاہ سے اس نے اینگلز کے داؤ پیچ کو سمجھنا ممکن دیکھا۔

اس سب سے یہ واضح ہوتا ہے کہ فریقینِ تنازعہ کے درمیان رائے میں کوئی بنیادی اختلافات نہ تھے، مگر جیسا کہ ایک سال بعد مارکس نے کہا سوائے ''موجود حالات پر متضاد افہام'' کے، ان کے بیچ کوئی اختلاف رائے نہ تھا۔ نہ قومی اور نہ انقلابی رایوں میں۔ ان سب کے لئے حتمی مقصد پرولتاریہ کی نجات تھا اور اس مقصد کے حصول کے لئے حتمی لازمی شرط بڑی قومی ریاستوں کی تشکیل تھی۔ جرمن ہونے کے ناطے وہ سب بنیادی طور پر جرمن قومی اتحاد میں دلچسپی رکھتے تھے، اور اس کے لئے لازمی شرط جرمنی میں کثیر سلطنتی نظام کا خاتمہ تھا۔ صرف چونکہ وہ سب قومی مفاد رکھتے تھے، ان میں سے کوئی بھی جرمن حکومتوں کی حمایت نہیں کرتا تھا اور وہ سب ان کی شکست چاہتے تھے۔

یہ شاندار خیال کہ، حکومتوں کے مابین ایک جنگ کی صورت میں مزدور طبقہ کو اپنی آزاد پالیسی ترک کرنی چاہئے اور اپنی تقدیر حکمران طبقات کے حوالے کرنی چاہئے، اُن میں سے کسی کے دل میں نہ آیا۔ اس لئے کہ ان کی قومی سوچ اس قدر معتبر اور گہری جڑوں والی تھی کہ انہیں کسی شاہی خاندان والے نعروں سے دھوکہ نہیں ہوسکتا تھا۔

البتہ، صورتحال اس حقیقت سے پیچیدہ ہوگئی تھی کہ انقلابی سالوں کا ورثہ شاہی خاندانی تبدیلیوں میں کمزور ہونا شروع ہوا، اور اس انقلابی و رجعتی ملغوبے میں صحیح رویہ تلاش کرنا بنیادی اصولوں سے زیادہ حقائق کا معاملہ بن گیا تھا۔ کوئی بھی نقطۂ نظر تکمیل کے امتحان کے حوالے نہ تھا، مگر جس معاملے نے اسے روکا اس نے واضح طور پر بتایا کہ بحیثیتِ مجموعی لاسال نے ''موجود صورتحال'' کو مارکس و اینگلز کی بہ نسبت زیادہ صحیح تجزیہ کیا تھا۔ دونوں دوستوں کو جرمنی کے حالات سے بہت عرصے تک رابطہ نہ رکھنے کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔ انہوں نے اگر زار بادشاہی کی فتوحات کی شہوت کو نہیں تو کم از کم اس شہوت کی تسکین کے لئے اس کے پاس موجود عملی امکانات کا بھی بڑھا چڑھا کر اندازہ لگایا۔ لاسال نے جب یہ اعلان کیا کہ جرمنی میں قومی تحریک فرانس کے خلاف

روایتی نفرت کے سوا کچھ بھی نہیں تو یہ اس کی طرف سے مبالغہ آرائی ہوسکتی ہے، مگر بہر حال یہ تحریک یقیناً انقلابی نہ تھی جیسا کہ بعد میں اس کی جانفشانیوں کے قابل ترس نتائج نے دکھایا (وہ اسقاطِ حمل جسے جرمن نیشنل ویرین کہا جاتا ہے)۔

شاید لاسال نے روسی خطرے کو بھی کم کر کے اندازہ لگایا۔ اپنے پمفلٹ میں اس نے اس سے ثانوی اہمیت کے معاملے والا سلوک کیا، مگر بہر صورت، یہ ایک خطرہ نہ تھا، جیسا کہ نظر آیا جب، بالکل جس طرح لاسال نے پیشگوئی کی تھی، پروشیا کے ولی عہد شہزادہ نے پروشیائی فوج کی نقل وحمل شروع کر دی اور جرمن لیگ کو چھوٹی ریاستوں کی فوجوں کو متحرک کرنے کا کہا۔ اس روسی جنرل سے حوصلہ افزئی ہوتے ہوئے جو فوری طور پر فرانسیسی فوج کے ہیڈ کوارٹر میں نمودار ہوا، بونا پارٹ نے آسٹریا کے شکست خوردہ بادشاہ کو امن کی پیشکش کر دی اور اپنے آفیشل پروگرام کو آدھا ترک کر دیا، لومبارڈی پر صبر کیا جبکہ وینس کا علاقہ آسٹریائی غلبے میں ہی رہا۔ وہ از خود ایک یورپی جنگ شروع کرنے کی پوزیشن میں نہ تھا، اور روس کو پولینڈ کے اندر مسائل سے ایسا کرنے سے روک دیا گیا، وہ مسائل جو وہ زرعی غلاموں کی آزادی کے سلسلے میں بھگت رہا تھا، اور وہ ضربیں جو وہ کریمیائی جنگ کے دوران اٹھا چکا تھا، جن سے وہ کسی صورت مکمل طور پر صحت یاب نہ ہوا تھا۔

یہ ’’ولاّ فرانکا‘‘ کا معاہدہ تھا جس نے اطالوی جنگ سے متعلق انقلابی داؤ پیچ پر جھگڑے کو طے کر دیا، مگر لاسال مارکس و اینگلز کے نام اپنے خطوط میں بار بار اس معاملے کی طرف لوٹا، اور یہ اصرار کیا کہ وہ ٹھیک تھا اور حالات کی رفتار نے اس کی درستگی کو واضح کر دیا۔ چونکہ ہمارے پاس اُن کی وجوہات نہیں ہیں۔

بد قسمتی سے جھگڑا بڑھا اس لئے کہ مارکس لاسال پر اپنے عدم یقین پر قابو پانے سے قاصر تھا۔ گو کہ وہ مکمل طور پر اس کا دل جیتنے کے لئے بے چین تھا اور اس نے اسے ’’توانا شخص‘‘ کہا جو بورژوازی کی پارٹی سے زمانہ سازی نہیں کرے گا۔ پھر بھی، حتیٰ کہ جب لاسال ایک کھلے دل اور کھلے بازوؤں کے ساتھ اس کے قریب آیا، مارکس نے ہمیشہ محسوس کیا کہ اس کے ساتھ نمٹتے ہوئے ڈپلومیسی ضروری تھی۔ اور چھوٹا سا واقعہ اس کے پرانے شکوک کو جگانے کے لئے کافی تھا۔

مثال کے طور پر فریڈ لینڈر نے اپنی پیشکش کا اعادہ کیا کہ مارکس ویانا میں ’’ڈی پریسے‘‘ میں لکھے۔ یہ پیشکش پھر لاسال کے ذریعے کی گئی، اور اس بار بلا مشروط، مگر آخر میں فریڈ لینڈر نے اسے ترک کر دیا، جبکہ مارکس نے یک دم شک کیا کہ لاسال نے جان بوجھ کر اس کے امکان کو ضائع کیا۔ اور پھر جب پولیٹیکل اکانومی پر مارکس کی تصنیف کی اشاعت اوائل فروری سے مئی کے آخر تک ملتوی ہوگئی، تو اسے پکا یقین تھا کہ یہ لاسال کی دغابازیوں میں سے ایک تھی اور وعدہ کیا کہ وہ اسے فراموش نہیں کرے گا۔ درحقیقت یہ التوا صرف اور صرف تساہل پبلشر کی وجہ سے ہوا۔ پھر بھی پبلشر کے پاس ایک اچھا بہانہ تھا۔ وہ یہ کہتا تھا کہ اس نے اس کی چھپائی اس لئے ملتوی کر دی تا کہ اینگلز اور لاسال کے پمفلٹ چھاپ دے، جو کہ بہت ضروری تھے اس لئے کہ وہ حالاتِ حاضرہ کے معاملات سے نمٹتے تھے۔

3- جلا وطنی میں نئی جدوجہدیں

اطالوی جنگ کے مبہم کردار نے پرانے تضادات کو نیا کر دیا اور جلا وطنوں کی صفوں میں نئے کنفیوژن پیدا کر دیے۔

جبکہ اطالوی اور فرانسیسی تارکین وطن آزادی کے لئے اطالوی تحریک کو فرانس میں کودتا رجیم کے ساتھ ملانے کے خلاف تھے، کئی جرمن تارکین وطن اس غلطی کو دھرانے کے لئے بے چین تھے جو پہلے ہی ان پر بے وطنی کے دس سال کی قیمت پر پڑی۔ بہر حال، وہ لاسال کے نقطہ نظر سے بہت دور رکھے گئے اور حتیٰ کہ ’’نئے عہد‘‘ کے بہلاوے کے حق میں تھے جن کے خیال میں ولی عہد شہزادہ کی برکت سے جرمنی میں کھول دیا تھا۔ اور جس میں ان کو حصہ داری کی امید تھی۔ جیسا کہ فریلیگراتھ نے توہین آمیز انداز میں اعلان کیا، وہ معاف کیے جانے کی خواہش میں کھول رہے تھے اور کوئی بھی محبّ وطن اقدام اٹھانے کو تیار تھے، اگر صرف ’’ظلِ سبحانی‘‘ ریسٹاٹ میں کورٹ مارشل کے سامنے کنکل کی پیش گوئی کو پورا کریں اور جرمنی کا اتحاد قائم کرنے کے لئے تلوار نکال لیں۔

کنکل ایک بار پھر خالی جگہ میں کودا اور خود کو اس رجحان کا ترجمان بنا لیا اور یکم

جون1859ءکواس نے ایک ہفت روزہ ’’ڈر ہرمن‘‘ شائع کرنا شروع کیا جس کے ٹائٹل نے فوری طور پر اُن خیالات سے دغا کیا جن کی وہ تبلیغ کرتا تھا۔ ایک بار پھر فریلیگراتھ کے بقول یہ اُن سارے ’’گھر کے لئے اداس ہیروؤں‘‘ کا پسندیدہ رسالہ بنا جو جرمنی میں اب مروج ’’بیرک لبرلزم‘‘ میں غوطہ مارنے کی اجازت کے حصول کے لئے بے صبری سے کانپ رہے تھے، مگر صرف اس سبب سے وہ اس قدر مقبول ہوا کہ اس نے ’’ڈائی نیوے ذی اٹ‘‘ کو مار دیا جو مزدور طبقے کا چھوٹا اخبار تھا جسے ’’ورکرز ایجوکیشن لیگ‘‘ کی طرف سے ایڈگر بائیر شائع کرتا تھا۔ ’’ڈائی نیوے زی اٹ‘‘ زیادہ تر اُس قرض پہ زندہ رہا جو اس کے پرنٹر نے اسے دی اور وہ فطری طور پر اُس وقت ختم ہوا جب کنکل نے پرنٹر کو ’’ڈر ہرمن‘‘ چھاپنے کا اس سے کئی گنا زیادہ منافع بخش اور قابل اعتماد آرڈر دیا۔ البتہ، کنکل کی حقیر چالبازی کو متفقہ منظوری نہ ملی، حتیٰ کہ بورژوا مہاجروں میں بھی، اور حتیٰ کہ فری ٹریڈر فاؤچر نے ’’ڈائی نیوے زی اڈٹ‘‘ کو بچانے کی خاطر ایک مالیاتی کمیٹی بنالی۔ یہ کوشش کامیاب ہوئی اور ’’ڈائی نیوے زی اٹ‘‘ ’’داس وولک‘‘ کے نئے نام سے زندہ رہا اور الارڈ بسکیمپ اس کا ایڈیٹر بنا۔ بسکیمپ، ایک تارک وطن تھا اور وہ صوبوں سے ’’ذائی نیوے زی اٹ‘‘ میں لکھتا تھا، مگر اب اس نے ٹیچری کی اپنی ملازمت چھوڑ دی اور اپنا سارا وقت اخبار کے لئے وقف کر دیا۔

جلد بعد، اس نے لبخت کو ساتھ لے کر مارکس سے ملاقات کی تا کہ اسے اخبار میں لکھنے کے لئے آمادہ کر سکے۔ 1850ء میں تنازعہ کے وقت سے مارکس نے ’’ورکرز ایجوکیشنل لیگ‘‘ سے کوئی تعلق نہ رکھا اور اس نے اس وقت تو نامنظوری کا اظہار کیا جب بعد میں لبخت نے لیگ کے ساتھ دوبارہ تعلقات استوار کیے۔ لبخت کی نیت یہ تھی کہ ایک مزدور پارٹی بغیر مزدوروں کے ایک تضاد ہے۔ بہرحال، یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ مارکس فوری طور پر اپنی ناخوشگوار یادوں پر قابو نہ پا سکا اور اس نے لیگ کی طرف سے ایک وفد کو ’’حیرت زدہ‘‘ کر دیا، انہیں اطلاع دے کر کہ اس نے اور اینگلز نے پرولتاری پارٹی کے نمائندوں کے بطور اُن کی رضامندی حاصل کی تھی، اور یہ کہ اس کی اُس عمومی نفرت سے تصدیق ہوگئی جو پرانی دنیا کی ساری پارٹیاں اُن کی طرف رکھتی تھیں۔

پہلے پہل مارکس اس درخواست پر بہت ہمدرد نہ تھا کہ وہ ’’داس وولک‘‘ میں لکھے، مگر اس

نے دیکھا کہ کنکل کو اپنی مرضی سے ساری چیزیں چلانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی اور اس لیے وہ اس بات پر راضی ہوگیا کہ لبخت بسکیمپ کو اداراتی کام میں مدد دے، گو کہ اس نے خود ایک چھوٹے سے اخبار میں لکھنے سے انکار کر دیا، یا دراصل کسی بھی مخصوص پارٹی اخبار میں جس کی ادارت اینگلز اور وہ خود نہ کرتے ہوں۔ البتہ، اس نے اخبار کی تقسیم میں مدد کرنے کا وعدہ کیا؛ ’’نیویارک ٹریبیون‘‘ میں شائع شدہ مضامین دوبارہ چھاپنے کی اجازت دے دی اور ایڈیٹروں کو تحریری نوٹس اور زبانی اشاروں سے مدد دینے کا وعدہ کیا۔ اینگلز کو لکھتے ہوئے اس نے اعلان کیا کہ وہ پیرس کے ’’وارروارٹس‘‘ اور ’’دو بجے برسلز ڈیٹنگ‘‘ کی طرح ’’داس وولک‘‘ کو ایک ’’گلی کا اخبار‘‘ گردانتا تھا، مگر پھر بھی، ایک وقت شاید آئے جب ان کے ہاتھ میں ایک لندن اخبار کا ہونا فائدہ مند ہو اور بسکیمپ مدد کا حقدار ہے اس لئے کہ، بہرحال، وہ کسی چیز کے لئے کام نہیں کر رہا ہے۔

جب اِس ’’گلی کے اخبار‘‘ نے کنکل کے لئے خود کو تکلیف دِہ بنانا شروع کیا، تو مارکس ایک زبردست لڑاکا ثابت ہوا کہ اس طرف کے پلڑے میں خوش دلی کے ساتھ اپنا وزن نہ ڈالے۔ اس نے اپنا سر پانی سے اوپر رکھنے کے لئے بہت سارا وقت اور توانائی لگا دی، مضامین کے بطور تو نہیں، جتنا کہ وہ وسائل مہیا کرنے میں جس سے کہ اخبار بہ مشکل خود کو زندہ رکھ پائے۔ یہ اخبار چار صفحے پر مشتمل ہوتا تھا۔ پارٹی ممبروں اور ہمدردوں میں سے جو چند لوگ ذرا سا پیسہ دینے کے قابل تھے انہیں متحرک کیا گیا اور بالخصوص اینگلز کو، جو اخبار کو اپنے قلم کے ساتھ بھی محنت سے مدد کرتا تھا۔ وہ اطالوی جنگ پر فوجی ۔تکنیکی مضامین لکھتا تھا اور اپنے دوست کے حال ہی میں شائع ہونے والی سائنسی تصنیف ایک قابلِ قدر تنقید لکھی، گو کہ اِس ریویو کا تیسرا اور چوتھا مضمون کبھی نہ چھپ سکے اس لئے کہ اگست کے اواخر تک اخبار مزید چھپ سکنے کے قابل نہ رہا۔ اخبار کو زندہ رکھنے کے لئے مارکس کی کوششوں کا سب سے نارضا مند ہونے والا عملی نتیجہ یہ نکلا کہ فیڈ یلیو ہولنگر نامی پرنٹر نے چھپائی کے بقیہ پیسوں کا ذمہ دار اُسے ٹھہرایا۔ یہ ایک غیر منصفانہ مطالبہ تھا، مگر ’’اس خیال سے کہ کنکل کا پورا گینگ ایک پبلک سکنڈل پیدا کرنے کے موقعے کی تلاش میں تھا، اور اس لئے کہ اخبار سے وابستہ کئی لوگ عدالتوں میں پبلسٹی کا سامنا کرنے کے لئے ناموزوں ہیں‘‘۔ مارکس نے پانچ

پاؤنڈ کی ادائیگی سے قرض کو ادا کر دیا۔

''داس وولک'' نے اس پر جو ایک اور ترکہ چھوڑا اس نے اُس پر بہت بڑی قربانیاں اور تکلیف ڈال دی۔ یکم اپریل 1859ء کو جنیوا کے رہائشی کارل ووگٹ نے اطالوی جنگ کے بارے میں جرمن ڈیموکریسی کے لئے ایک سیاسی پروگرام لندن میں فریلیگراتھ کے بشمول دوسرے جرمن تارکین وطن کو بھیجا اور بہ یک وقت اُس سے اپیل کی کہ اس پروگرام کی روح کے مطابق سوئٹزر لینڈ سے ایک نئے ہفت روزہ کی اشاعت میں تعاون کریں۔ ووگٹ، فولن برادران کا بھتیجا تھا جنہوں نے ''بُرچنچافٹ'' تحریک میں ایک نمایاں حصہ لیا تھا۔ وہ رابرٹ بلوم کے ساتھ فرینکفرٹ اسمبلی میں بائیں بازو کے لیڈروں میں سے ایک تھا۔ جس وقت اس نے اپنا سیاسی پروگرام بھیجا اس وقت وہ جیالوجی کا پروفیسر تھا اور فازی کے ساتھ (جو کہ جنیوا ریڈیکلز کا لیڈر تھا) سوئس پارلیمنٹ میں جنیوا کی نمائندگی کرتا تھا۔ ووگٹ نے نیچرل سائنس کی بنیاد پر میٹریلیزم کی خاطر زبردست ایجی ٹیشن سے جرمنی میں اپنی یاد زندہ رکھی۔ اس نے اپنی آرا اسی طرح پھیلائیں جنہیں جائز طور پر روج نے ''خام سکولی لڑکے والا'' قرار دیا اور اس نے ترش لفظوں کے ساتھ فلسطیوں کے نفس پرست عشق کو گرفتار کرنے کی کوشش کی۔ اس کے مقبول ترین جملوں میں سے ایک تھا: ''خیالات ذہن کے ساتھ اسی تعلق میں رہتے ہیں جس تعلق سے صفرا (Bile) جگر کے ساتھ یا پیشاب گردوں کے ساتھ رہتا ہے''۔

ووگٹ کے سیاسی پروگرام پر مارکس کی رائے لینے کے خیال سے مارکس تک رسائی پہ فریلیگراتھ کو یہ پرمعنی جواب موصول ہوا: ''شوروغوغا''، مگر اینگلز کو لکھتے ہوئے مارکس اس پروگرام پہ ذرا زیادہ تفصیل سے نمٹا: ''جرمن اپنی غیر جرمن مقبوضات کو ترک کرتا ہے۔ آسٹریا کی مدد نہیں کرتا ہے۔ فرنچ مطلق العنانی عارضی ہے، آسٹریائی مطلق العنانی مستقل ہے۔ دونوں آمروں کو موت تک خون بہنے کی اجازت دی گئی ہے (جبکہ بوناپارٹ کے حق میں کچھ رجحان سا موجود ہے)۔ جرمنی کے لئے مسلح غیر جانبداری۔ جرمنی میں ایک انقلابی تحریک ہماری زندگیوں میں ناممکن ہے، جیسا کہ ووگٹ بہت ہی بااعتبار ذرائع سے جانتا ہے۔ نتیجے میں، آسٹریا فوری طور پر بوناپارٹ کے ہاتھوں تباہ کیا جاتا ہے، ولیعہد شہزادہ کی سرپرستی کے تحت مادر وطن میں ایک معتدل لبرل قوم پرست

نشوونما شروع ہو جائے گی، اور ووگٹ عدالتی ٹھٹھے باز تک بن سکتا ہے''۔ اس خط میں دکھایا گیا یہ شبہ کہ ووگٹ، بوناپارٹ سے ہمدردی رکھتا ہے اس وقت ایک یقین بن جاتا ہے جب، گو کہ اس نے مجوزہ ہفت روزہ جاری نہیں کیا، اس نے یورپی صورتحال پر کئی مطالعے لکھے جو بوناپارٹی نعروں کے ساتھ اس کا دانشورانہ تعلق دکھاتے ہیں۔

ووگٹ نے اپنا پروگرام بادن کے ایک تارکِ وطن کارل بلائنڈ کو بھی بھیجا جو انقلابی برسوں سے مارکس کے ساتھ دوستانہ رہا تھا اور جس نے ''نیوے رائنشے ریویو'' میں ایک مضمون لکھا تھا، مگر وہ مارکس کے دوستوں اور سیاسی حامیوں کے اندرونی حلقے میں کبھی نہ رہا تھا۔ اصل میں، بلائنڈ اُن مقامی پاک حب الوطنوں اور ریپبلکنز میں سے ایک تھا جو اپنے چھوٹے سے ''کینٹن باڈن'' کو کائنات کا مرکز سمجھتے تھے۔ وہ اکثر اینگلز کے مزاح کے کوڑے کھاتے تھے جس نے دیکھا کہ اِن ''مدبروں'' کی آراء عموماً، اس لئے کہ ان کی ساری بلند مرتبت، اُن کی اپنی ذات کے لئے بہت احترام میں پگھلتی تھی۔ بلائنڈ مارکس کے پاس آیا اور اسے بتایا کہ ووگٹ بوناپارٹ سے رقم کی مدد لے رہا ہے اور یہ کہ وہ یعنی بلائنڈ اِن غدارانہ سرگرمیوں کے ثبوت مہیا کر سکتا ہے۔ ووگٹ نے ایک جنوبی جرمن مصنف کو تیس ہزار گلڈرز رشوت دینے کی کوشش کی اور لندن میں بھی رشوت دینے کی کوششیں کی تھیں۔ 1858ء کے موسم گرما میں جنیوا میں اطالوی جنگ پر بات چیت کے لئے فازی اور اس کے دوستوں، اور پرنس جیروم بوناپارٹ کے درمیان ایک کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اور یہ فیصلہ ہوا تھا کہ روسی گرانڈ ڈیوک کانسٹنٹین کو ہنگری کا بادشاہ بنایا جائے۔

مارکس نے ان انکشافات کا تذکرہ بسکیمپ سے کیا جب وہ ''داس وولک'' کے سلسلے میں مارکس سے ملنے آیا۔

مارکس سے اجازت کے بغیر بسکیمپ نے بلائنڈ کے کچھ انکشافات کو ''داس وولک'' میں ایک طنزیہ مضمون میں استعمال کیا جس میں ''ریخ کے مالک'' کی بطور ''ریخ کا غدار'' مذمت کی گئی۔ اس نے اِس شمارے کی ایک کاپی ووگٹ کو بھیجی۔ ووگٹ نے اس حملے کا جواب ''بیلر ہینڈلسکوریئر'' میں مزدوروں کو ''تارکین وطن کے ایک خاص گروہ'' کے خلاف ایک ''انتباہ'' کے ساتھ دیا جنہیں

ماضی میں سوئٹزرلینڈ کے جلا وطنوں میں ''اوباش'' کے بشمول مختلف برے ناموں سے جانا جاتا تھا، اور جواب لندن میں اپنے چیف مارکس کے تحت جمع ہو چکے تھے تاکہ جرمن مزدوروں کے بیچ سازشیں کریں، سازشیں جو شروع سے یورپی براعظم پولیس کو معلوم تھیں اور مزدوروں کو پھنسانے کے لئے تھیں۔ مارکس نے اس ''گندے حملے'' پہ خود کو غیر ضروری طور پر بے چین کرنے نہ دیا۔

جون کے شروع میں مارکس ''داس وولک'' کی مدد کے لئے دوستوں اور ہمدردوں سے فنڈ اکٹھا کرنے مانچسٹر چلا گیا۔ اس کی غیر حاضری کے دوران لبنخت نے ووگٹ پر حملہ کرنے والے اور بلائنڈ کے انکشافات پر مشتمل ایک پمفلٹ کے گیلیز (چھاپنے والے سیسے کے حرف جمانے والا تختہ) دیکھے۔ حرف جمانے والے ووگیلی نے اسے بتایا کہ پمفلٹ کا مسودہ خود بلائنڈ کے ہاتھ کا تھا اور گیلیز پر غلطیاں بلائنڈ کے اپنے خط میں سے نکالی ہوئی ہیں۔ چند دن بعد لبنخت کو پرنٹر ہولنگر سے چھپے ہوئے پمفلٹ کی ایک کاپی موصول ہوئی اور اس نے آگسبرگ میں الگی مینی زی تنگ کو بھیجا، جس کا کہ کئی سالوں تک وہ نمائندہ رہ چکا تھا۔ ساتھ میں ایک خط میں اس نے ایڈیٹر کو بتایا کہ یہ پمفلٹ ایک معزز جرمن تارک وطن کا کام تھا اور اس کے الزامات سب ثابت کیے جاسکتے ہیں۔

الگیمینی زی تنگ نے یہ مواد چھاپ دیا اور ووگٹ نے اس پر بہتان تراشی کے لئے مقدمہ دائر کردیا۔ جس پر اخبار نے لبنخت کی طرف سے قول کیے ہوئے ثبوتوں کے لئے رجوع کیا۔ لبنخت نے پھر بلائنڈ سے رجوع کیا مگر بلائنڈ نے اعلان کیا کہ الگیمینی زی تنگ کے مسئلہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور حتیٰ کہ اس نے پمفلٹ کا مصنف ہونے کی بھی تردید کردی۔ گو کہ وہ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوا کہ اس نے اس پملفٹ کے اندر موجود حقائق ''ماؤ'' کو دیے اور یہ کہ خود اُس نے اُن میں سے کچھ کو اُرکوہارٹ کے اخباروں میں سے ایک یعنی ''دی فری پریس'' میں چھاپ دیا تھا۔ قدرتی طور پر مارکس اس معاملے میں کسی بھی طور پر ذمہ دار نہ تھا اور لبنخت نے مکمل طور پر اپنا ذہن بنالیا کہ مارکس اسے رد کردے گا۔ مگر مارکس نے اسے اپنا فرض جانا کہ ووگٹ کو بے نقاب کرنے کے لئے ہر ممکن اقدام کرے۔ بالخصوص اس لئے کہ ووگٹ نے اُسے اس معاملے میں بالکل بلاوجہ گھسیٹا تھا۔ مگر بلائنڈ اسے مصنف کی حیثیت سے تسلیم کرنے پر رضامند کرنے کی اس کی کوششیں بھی ناکام

ہوگئیں۔ اور پھر اسے حرف جمانے والے ووگیلی سے ایک تحریری بیان لینے تک محدود ہونا پڑا کہ اصلی مسودہ بلائنڈ کی ہینڈ رائٹنگ میں تھا، جس سے کہ وہ بخوبی واقف تھا، اور یہ کہ یہ پمفلٹ ہولنگر کے پرنٹنگ ہاؤس میں چھپا تھا۔ ظاہر ہے کہ، اس سے ووگٹ کے خلاف کچھ بھی ثابت نہ ہوا۔

اس سے پہلے کہ کیس آگسبرگ میں کاروائی کے لیے پیش ہوسکے، شلر جشن جو کہ اس عظیم شاعر کی پیدائش کے صد سالہ جشن کے موقع پر دس نومبر 1859ء کو منعقد ہونا تھا، لندن کے جلا وطنوں کی صفوں میں ایک نئے مناقشے کا باعث بنا۔ لا سال کے مطابق، یہ دن جرمن قوم کی ''کلچرل یونٹی'' کے بطور سارے جرمنوں نے خواہ ملک میں ہوں یا باہر، منایا گیا۔ یہ تقریبات لندن میں بھی ترتیب دی گئیں اور کرسٹل پیلس میں ایک عظیم اجتماع ہونا تھا۔ ارادہ تھا کہ ایک لائبریری کے ساتھ ایک شلر میموریل انسٹی ٹیوٹ قائم کیا جائے گا اور ہر سال شاعر کی پیدائش کے دن لیکچروں کا ایک سلسلہ ہوگا۔ لیکن بدقسمتی سے کنکل گروپ تیاریوں پر کنٹرول کرنے میں کامیاب ہوا اور اس گروہ نے ان تقریبات کو نفرت آمیز اور حقیر انداز میں اپنے تنگ نظر مفاد میں استعمال کیا۔ اس گروہ نے لندن میں پروشیائی سفارتخانے کے ایک اہلکار کو اپنی موجودگی سے شرف بخشنے کی دعوت دی گو کہ اُس شخص نے کولون کمیونسٹ مقدمے کے دنوں میں ایک بہت ہی لاحسد وقار حاصل کیا تھا۔ اور بہ یک وقت اس نے جلا وطنوں میں سے پرولتاری عناصر کو میٹنگ سے دور رکھنے کی ہر ممکن کوششیں کیں۔ بیٹز بیچ نامی ایک شخص (جس کا قلمی نام ''بیٹا'' تھا) کنکل کا چیف ادبی مزدور تھا اور ''ڈائی گار ٹینلاب'' میں بہت ہی قے آور انداز میں اس کی تعریفیں کرتا تھا جبکہ بہ یک وقت ''ورکرز ایجوکیشنل لیگ'' کے ممبروں کا مذاق اڑاتا تھا، جس نے تقریبات میں حصہ لینے کا ارادہ کیا تھا۔

لہٰذا، حالات کے تحت جب فریلیگراتھ نے تقریبات میں موجود ہونے کی رضامندی ظاہر کی اور کنکل کی طرف سے شام کی اہم تقریر کرنے کے بعد ایک نظم پڑھی تو مارکس اور اینگلز دونوں ناخوش انداز میں حیران ہوئے۔ مارکس نے اپنے دوست کو ''کنکل مظاہرہ'' کے خلاف کچھ بھی نہ کرنے کا انتباہ کیا اور فریلیگراتھ نے تسلیم کیا کہ اس کے پاس اپنے اندیشے تھے۔ اور یہ کہ شاید تقریبات کو کنکل کی شخصی خود پسندی اور ذاتی تعریفیں کرنے کیلئے استعمال کیا جارہا تھا، مگر اس سب

کے لئے اس نے سوچا کہ ایک جرمن شاعر کے بطور وہ خود کو تقریبات سے غیر حاضر نہیں کر سکتا تھا، اور حتیٰ کہ اگر کنکل کے لوگ معاملے کو اپنے ذاتی مقصد کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کر رہے تھے، وہ میٹنگ کا مقصد نہ تھا۔ البتہ، ابتدائی انتظامات کے دوران کئی ''خصوصی حادثات'' ہوئے اور فریلیگراتھ کو محسوس ہوا کہ بہرحال مارکس درست تھا، گو کہ اس نے معاملے کے ساتھ چلنے کا فیصلہ کیا اس لئے کہ اس نے سوچا کہ وہ غیر حاضری کے بجائے اپنی حاضری سے ''کچھ ارادوں'' کے خلاف بہتر کام کر سکے گا۔

مارکس اس بات سے متفق نہ تھا اور اینگلز تو بالکل بھی نہیں۔ اینگلز نے فریلیگراتھ کی ''شاعرانہ خودنمائی والی شان'' اور اس کی خواہ مخواہ کی مداخلت کے بارے میں اپنے احساسات ناگوار الفاظ سے ظاہر کردیے۔ جب بالآخر شلر تقریبات منعقد ہوئیں، تو یہ عام طور پر سطحی تقریبات سے کچھ زیادہ ثابت ہوئیں جس کے ساتھ جرمن فلسطی عظیم مفکروں اور شاعروں کی یاد منانے کا عادی ہے۔

جب مارکس نے فریلیگراتھ کی شکایت لاسال سے کی تو لاسال نے جواب دیا: ''اگر وہ میٹنگ سے دور رہتا تو غالباً اچھا ہوتا۔ مگر بہرحال اس نے موسیقی کو ترتیب دے کر کے اچھا کیا۔ یہ تقریبات کے سلسلے میں نمودار ہونے والی عمدہ ترین چیز تھی''۔ زیورچ میں ہروغ نے اس موقع کے لئے ایک خصوصی نغمہ کمپوز کیا، اور پیرس میں صد سالہ تقریر شیلی نے کی تھی۔ لندن میں ''ورکرز ایجوکیشنل لیگ'' نے کرسٹل پیلس کی میٹنگ میں حصہ لیا۔ مانچسٹر میں ''سی بل'' نامی ایک نوجوان شاعر نے تقریبات منظّم کیں جو کہ اینگلز کا دور کا رشتہ دار تھا اور اینگلز کو اس کی سرگرمیوں پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ مارکس کو لکھتے ہوئے اینگلز نے اعلان کیا کہ اس کا اس معاملے میں کوئی کام نہیں ہے اور یہ کہ سی بل کا تقریر کرنے کا ارادہ تھا ''بلاشبہ عام سی لفاظی، مگر عمدہ۔ یہ شخص ''والنسٹین کیمپ'' کی ایک پرفارمنس بھی منظّم کر رہا ہے۔ میں اُن ریہرسلوں میں سے دو میں موجود تھا، اور اگر وہ کافی سامعین اکٹھا کر سکیں، تو یہ ٹھیک جائے گا''۔ بعد میں اینگلز شلر میموریل انسٹی ٹیوٹ کا صدر بن گیا جو مانچسٹر میں وہاں تقریبات کے سلسلے میں قائم کیا گیا تھا۔

جبکہ یہ سب کچھ ہو رہا تھا، اور مارکس اور فریلیگراتھ کے بیچ ایک قسم کا کھچاؤ پیدا ہو رہا تھا،

ایلگیمی زی تنگ کے خلاف ووگٹ کے اقدام کا مقدمہ آگسبرگ عدالت میں چل رہا تھا۔ اسے مدعی کے خلاف خرچہ کے ساتھ خارج کیا گیا، مگر ثانی الذکر کی قانونی شکست ایک اخلاقی فتح میں بدل گئی۔ مدعا علیہان یعنی الگیمی زی تنگ کے ایڈیٹر اور پبلشرز ووگٹ کے خلاف اپنے الزامات کی حمایت میں کوئی ثبوت نہ لا سکے، اور انہوں نے خود کو ایک دفاع تک محدود رکھا جسے مارکس نے بہت ہی نرم الفاظ میں ''سیاسی طور پر بے ذائقہ ظاہرداری'' کہا۔ دراصل ان کا رویہ نہ صرف سیاسی طور پر شدید ترین مذمت کے لائق تھا بلکہ اخلاقی طور پر بھی۔ اور اس کا ترپ کا پتہ یہ تھا کہ ایک سیاسی مخالف کا شخصی وقار ایک جائز کھیل تھا۔ وکیلِ دفاع نے پوچھا کہ ایک بویریائی جج ایک ایسے شخص کے حق میں کس طرح فیصلہ دے سکتا ہے جس نے بویریائی حکومت پر شدید حملہ کیا تھا اور جو اپنی سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے بیرون ملک رہنے پر مجبور تھا؟ اگر عدالت نے مدعا علیہان کے خلاف دریافت کیا تو جرمنی میں سوشل ڈیموکریٹک عناصر، جنہوں نے، گیگرن اور آرسوالڈ، اور لچنو وسکی کے شہزادے کے قتل کے ساتھ گیارہ سال قبل آزادی کے اپنے خوابوں پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا تھا، حمایت کے نعرے لگائیں گے۔ اگر ووگٹ اپنے عمل میں کامیاب ہو جاتا تو بالکل کوئی وجہ نہیں ہوگی کیوں کہ کلاپکا، کوسُوتھ، پُلسکی، ٹیلیکی اور مازینی مساوی جواز کے ساتھ عدالت میں پیش نہ ہوں اور اپنے سیاسی دشمنوں کے خلاف ایک فیصلہ کا مطالبہ کرتے۔

اس وکیلِ دفاع کی نیچ چالاکی کے باوجود یا شاید صرف اس کی وجہ سے، جج متاثر تھے۔ البتہ ان کے قانونی ایمان اس قدر لچکدار نہ تھے کہ وہ مدعا علیہان کے لئے فیصلہ دیتے جو اپنے الزامات کو ثابت کرنے میں بری طرح ناکام ہوگئے، مگر وہ بھی اس شخص کے ساتھ ایک ایسے شخص کے ساتھ انصاف کرنے میں زیادہ قوی نہ تھے جس سے بویریائی سرکار اور بویریائی عوام نفرت کرتے تھے۔ پبلک پراسیکیوٹر نے اس دقت کا ایک راستہ نکالا اور اسے ججوں نے گرمجوشی سے اختیار کرلیا۔ رسمی حجت کے تحت انہوں نے مقدمہ جیوری میں بھیج دیا، یہ ایک ایسی کاروائی تھی جس کا مطلب ووگٹ کے لئے یقینی شکست تھا اس لئے کہ ایک اس طرح کے مقدمے میں اُس کے خلاف الزامات کے درست ہونے کے لئے کسی گواہ کی ضرورت نہ تھی اور جیوری کے لوگوں کو اپنے فیصلے کے

لئے کسی طرح کے اسباب بتانا ضروری نہ تھا۔

ووگٹ نے اس نا امید چیلنج کو قبول نہ کیا اور اس کے لئے اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ بہر حال اس کی صورت حال غیر موزوں نہ تھی اس لئے کہ وہ دوبارہ شہید ہونے کے سورج میں اب تپ نہیں کر سکتا تھا: اس پر نہ صرف جھوٹا الزام لگا تھا اور اس کے الزام لگانے والے اس کے خلاف الزامات ثابت نہ کر سکتے تھے، بلکہ عدالتوں نے بھی اسے انصاف فراہم کرنے سے انکار کیا تھا۔ ایک یا دو دیگر صورتحالوں نے حتیٰ کہ اس کی فتح کو بلند کر دیا تھا۔ مثال کے طور پر رائے عامہ پر ایک زبردست شرمساری والا تاثر پڑا جب عدالت میں بسکیمپ کی طرف سے الگی مینی زی تنگ کے نام ایک خط پڑھ کر سنایا گیا۔ بسکیمپ، ووگٹ کا اصل اور بڑا الزام لگانے والا تھا، مگر اس خط میں اس نے مان لیا کہ اس کے پاس اپنے الزام کے کوئی حقیقی ثبوت نہیں ہیں۔ اس نے کچھ مدھم مفروضے دیے اور الگی مینی زی تنگ سے یہ پوچھ کر بات ختم کی کہ ''داس وولک'' کا وجود تو ختم ہو رہا ہے تو کیا وہ اسے لندن میں لبخت کے ساتھ ساتھ اپنے دوسرے نمائندے کے بطور بھرتی کرے گا؟ حتیٰ کہ مقدمے کے بعد بھی الگی مینی زی تنگ نے ووگٹ پر اپنے بے سروپا حملے جاری رکھے، یہ اعلان کرتے ہوئے کہ اُسے تو خود اپنے ہی لوگوں نے مسترد کر دیا، مارکس نے اور فریلیگراتھ نے، اور ہر شخص جانتا تھا کہ مارکس، ووگٹ سے زیادہ مستعد اور زیادہ جامع مفکر ہے جبکہ جہاں تک سیاسی اخلاقیات کا تعلق ہے، فریلیگراتھ اُس سے بلند ہے۔

ایڈیٹر کولب نے دفاع کے لئے تحریری بیان میں فریلیگراتھ کو ''داس وولک'' میں مضامین لکھنے والے کے بطور اور ووگٹ کے مدعیوں میں سے ایک ہونے کا اعلان کیا گیا۔ یہ بیانات کولب نے لبخت کے خطوط میں سے ایک سے پیدا ہونے والی غلط فہمی کی بنیاد پر دیے، جس میں کہ لبخت نے خود کو زیادہ صاف انداز میں واضح نہیں کیا تھا۔ جب مقدمے پر الگی مینی زی تنگ کی رپورٹ لندن پہنچی تو فریلیگراتھ نے فوری طور پر ایک مختصر بیان بھیجا کہ اس نے کبھی بھی ''داس وولک'' میں مضمون نہیں لکھے اور یہ کہ ووگٹ کے خلاف اس کا نام بغیر اس کی اجازت اور علم کے استعمال کیا گیا۔ اس حقیقت کے پیش نظر کہ ووگٹ اور فازی گہرے دوست تھے اور سوئس بنک میں فریلیگراتھ کی ملازمت کا انحصار

فازی پر تھا، اس اقدام سے غیر مصالحانہ نتائج نکالے گئے، مگر وہ صرف اس وقت درست ہو سکتے تھے جب یہ فریلیگراتھ کا فرض ہوتا کہ وہ کھل کر ووگٹ کے خلاف آ گے آ تا، جو کہ ایسا نہ ہوا۔ فریلیگراتھ کا اس معاملے میں کسی طرح کا تعلق نہ تھا اور وہ کولب کے خلاف احتجاج میں حق بجانب تھا جس نے اُس کے نام کے پیچھے پناہ لی جب چیزیں غلط طرف جانے لگیں۔ البتہ، مختصر اور جامع صورت نے اسے اس طرح تشریح کرنے کے امکان کے لئے کھلا چھوڑ دیا، جو مارکس کے لئے بھی نا قابلِ قبول تھا، اور مارکس نے اسے عجیب دیکھا کہ بیان میں معمولی اشارہ تک نہ تھا جس سے یہ تاثر درست ہوتا کہ یہ اُس کے ساتھ ایک شخصی قطع تعلق کے ارادے اور پارٹی کی ایک عمومی نا منظوری کے بطور تھا۔ فریلیگراتھ بیان کی شکل اِس حقیقت پر کچھ جھنجھلاہٹ کی وجہ سے ہو سکتی ہے کہ، پارٹی کے نام پر، مارکس نے چاہا تھا کہ اسے شلر کی تعریف میں ایک ضرر رساں نظم شائع کرنے سے منع کر دے، جبکہ، وہ یعنی فریلیگراتھ سے توقع تھی کہ مارکس کی طرف سے فوری طور پر قطع تعلقی میں کود جائے جس وقت مارکس نے ایک غیر ضروری جھگڑا شروع کیا تھا۔

باتیں اس وقت مزید بگڑیں جب بلائنڈ نے الگی مینی زی تنگ میں ایک اعلان نامہ شائع کیا جس میں ووگٹ کی پالیسی کی بلا دریغ مذمت کی مگر بہ یک وقت اعلان کیا کہ یہ کہنا ایک سوچا سمجھا جھوٹ تھا کہ ووگٹ کے خلاف پمفلٹ اس نے لکھا تھا۔ اس کے خط میں دو گواہوں کے بیانات شامل کیے گئے: پرنٹر ہولنگر نے اعلان کیا کہ حرف جوڑنے والے ووگیلی کا یہ بیان کہ پمفلٹ بلائنڈ نے لکھا تھا، ''ایک بدخواہ اختراع'' تھی، جبکہ وی ہی نامی ایک دوسرے حرف جوڑنے والے نے ایک بیان دیا جس سے ہولنگر کی گواہی سے تصدیق ہوتی تھی۔

مارکس اور فریلیگراتھ کے بیچ اختلافات ایک بدقسمت واقعہ سے بگڑ گئے۔ کنکل کے لٹریری مزدور، بیٹا، نے ''ڈائی گارٹنلاب'' میں ایک مضمون شائع کیا جس میں شاعر فریلیگراتھ کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیے اور اس کے آخر میں مارکس پہ ایک بدزبان حملہ کیا، جسے اس نے زہریلی نفرت کی ایک بدخواہی پھیلانے والے کے بطور بیان کیا جس نے کہ فریلیگراتھ کو نغمے کی قوت سے، اس کی آزادی سے اور اُس کے کیریکٹر سے لوٹ لیا۔ جس وقت سے وہ مارکس

کی خشک مہک سے تعلق میں آیا، شاعر نے بہت کم گایا۔

بہر حال مارکس اور فریلیگراتھ کے مابین خطوط کے ایک دوزندہ دلانہ تبادلوں کے بعد لگتا تھا کہ یہ ساری باتیں 1859ء کے سال تک صاف اور دفن ہوں گی، جب نئے سال میں انہیں ووگٹ نے dragged up کیا جو لگتا تھا کہ اس پرانی ضرب المثل کو سچ ثابت کرنے پر تلا بیٹھا تھا کہ جس وقت ایک گدھا بہت well of ہوتو وہ پتلی برف پر خطرہ مول لینے پر اصرار کرتا ہے۔

4-درمیانی وقفے

1860ء کے برس ووگٹ نے ''الگیمی زی تنگ کے خلاف میرا اقدام'' نامی کتاب لکھی۔ اس میں عدالتی کاروائی کی ایک سٹینوگرافر کی رپورٹ اور مقدمے کے سلسلے میں تحریری بیانات' اور پیش کیے گئے سارے مسودات شامل تھے۔ سارے مسودات پورے کے پورے اور ٹھیک ٹھیک دیے گئے۔

البتہ، اس سب کے باوجود، اس کتاب میں ''اوباشوں'' کے بارے میں وہ ساری پرانی بکواسیات تفصیل سے شامل تھی جو کہ ووگٹ نے پہلے ''ہیلر ہینڈلسکوائیر'' میں شائع کی تھی۔ مارکس کو بلیک میلروں کے گروہ کے لیڈر کے بطور بیان کیا گیا تھا جس کے ممبر ''آبائی وطن'' میں اس قدر مصالحت آمیز لوگوں'' کے ساتھ رہتے تھے کہ وہ اس گروہ کی خاموشی خریدنے پر مجبور تھے۔ ووگٹ نے اعلان کیا کہ : ''ایک نہیں بے شمار خطوط جرمنی میں لوگوں کو بھیجے گئے جس میں انہیں اِس یا اُس انقلابی عمل میں شامل ہونے پر لعن طعن کرنے کی دھمکی جاتی تھی جب تک کہ ایک مقررہ رقم ایک مقررہ تاریخ پر دیے گئے پتے پر انہیں نہ بھیجی جاتی'' یہ اس کتاب میں بدترین تھا، مگر مارکس کے خلاف شائع یہ واحد الزام ہرگز نہ تھا۔ گو کہ ووگٹ کی کہانی مکمل طور پر جھوٹی تھی۔ یہ جلاوطنی کی زندگی سے متعلق ہر طرح کی نیم سچائیوں سے خلط ملط تھی کہ فوری طور پر اس کی بد دیانتی جاننے کی خاطر تفصیلات کا ایک واقعی علم ضروری تھا۔ اور قدرتی طور پر جرمن فلسطی اس طرح کا تفصیلی علم رکھنے والا دنیا کا آخری شخص تھا۔

چنانچہ اس کتاب نے جرمنی میں ایک بڑی کھلبلی مچادی اور لبرل پریس نے گرمجوشی سے اس کا خیر مقدم کیا۔ ''نیشنل زی تنگ'' نے ووگٹ کے بیانات کی بنیاد پر دو طویل نمایاں مضامین لکھے، اور جب جنوری کے اواخر میں اس اخبار کی ایک کاپی لندن پہنچی تو اس نے مارکس کے گھر میں ایک زبردست جوش پیدا کیا اور بیگم مارکس بالخصوص ہل کر رہ گئی۔ چونکہ لندن میں کتاب کی کوئی کاپی حاصل نہیں کی جاسکتی تھی، مارکس نے جلدی جلدی فریلیگراتھ سے رابطہ کیا اور پوچھا کہ کیا اسے اپنے ''دوست'' ووگٹ سے کوئی کاپی موصول ہوئی؟ فریلیگراتھ نے بڑی بے عزتی محسوس کی اور جواب دیا کہ ووگٹ اس کا دوست نہیں ہے اور یہ کہ اسے کتاب کی کوئی کاپی موصول نہیں ہوئی۔

گو کہ مارکس اپنی ذات پر ہونے والے بدزبان حملوں کا جواب دینے سے احتراز کرتا تھا، خواہ وہ کس قدر حقیر کیوں نہ ہوں، اس نے محسوس کیا کہ اِس بار ایک جواب انتہائی ضروری تھا، اور اس سے بھی پہلے کہ ووگٹ کی کتاب کی کوئی کاپی لندن پہنچتی، اس نے الزام کے لئے ''نیشنل زی تنگ'' پر مقدمہ دائر کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اخبار نے اس پر ایک ایسے عوام کے سامنے کئی مجرمانہ اور بدنام اقدامات کرنے کا الزام لگایا جس کے سیاسی تعصب نے اُس کے خلاف کسی بھی چیز پر اعتبار کرنے پر جھکایا، خواہ وہ کس قدر دیوہیکل ہوتا۔ گو کہ جرمنی سے اس کی گیارہ سالہ غیر حاضری سے اُس عوام کے پاس اس کی ذاتی کردار کو جانچنے کے لئے کوئی بھی حقائق نہ تھے۔ مارکس نے محسوس کیا کہ سیاسی وجوہات کے علاوہ اپنی بیوی اور بچوں کی خاطر اسے ''نیشنل زی تنگ'' کو اس کی کردارکشی کرنے پر کٹہرے میں کھڑا کرنا چاہیے۔ اور اس نے ووگٹ کو ایک لٹریری جواب دینے کے لئے خود کو مطمئن کر دیا۔

مارکس نے سب سے پہلے بلائنڈ سے رابطہ کیا، اس مفروضے کے ساتھ کہ اُس کے پاس ووگٹ کے خلاف ثبوت موجود ہیں، مگر وہ انہیں شخصی وجوہات کی بنا پر دینے پہ راضی نہ تھا جو کہ ایک گنوار ڈیموکریٹ دوسرے کے ساتھ رکھتا تھا۔ بظاہر مارکس غلط تھا اور شاید اینگلز اصل بات کے قریب پہنچ گیا تھا جب اس نے اعلان کیا کہ بلائنڈ نے ووگٹ کی رشوت کی مبینہ کوششوں کی تفصیلات گھڑ لی تھیں تا کہ خود کو اہم بنائے، مگر یہ کہ جب معاملہ غیر آرام دِہ بنا تو اس نے ہر بات سے

دلیری کے ساتھ تردید کرنے کا فیصلہ کرلیا اور یوں خود کو تضادات میں گہرے سے گہرا شامل کردیا۔ چار فروری کو مارکس نے ''دی فری پریس'' میں انگریزی میں ایک اعلان کیا جس میں بلائنڈ، ہولنگر اور وہی ہی کے بیانات کو جھوٹا کہا، یہ کہ وہ بغیر نام پمفلٹ، ہولنگر کے پریس میں نہیں چھپا۔اس نے یہ اعلان بھی کیا کہ کارل بلائنڈ ایک بدنام جھوٹا شخص تھا۔اور اگر بلائنڈ اس کی بات کو ہتک آمیز سمجھے تو وہ برطانوی عدالتوں میں جا سکتا ہے۔ بلائنڈ اتنا احمق نہ تھا کہ وہ اس چیلنج کو قبول کرتا۔ چنانچہ اس نے ''المگیمینی زی تنگ'' میں ایک طویل بیان چھاپ کر اپنا دفاع کرنے کی کوشش کی جس میں ووگٹ کو شدید مذمت کا نشانہ بنایا اور پھر اس پر رشوت کا الزام لگایا، مگر اس بات کی تردید کی کہ مذکورہ پمفلٹ بلائنڈ نے لکھا۔

مارکس کی اس سے تسلی نہ ہوئی اور وہ وی ہی کو ایک مجسٹریٹ کے سامنے گھسیٹنے اور اس سے ایک حلف نامہ لینے میں کامیاب ہوگیا جس میں کہ وی ہی نے بھی سیسے کے حروف جمائے جانے والے چھاپے پر غلطیاں لگانے میں بلائنڈ کی لکھائی کو پہچان لیا، اور یہ کہ اس کا پہلا بیان اس سے ہولنگر اور بلائنڈ نے ورغلا کر لیا تھا۔اس کے لئے ہولنگر نے اسے پیسے کی پیشکش کی تھی اور بلائنڈ نے مستقبل میں اس کا خیال رکھنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس کے ساتھ برطانوی قانون کے مطابق بلائنڈ مقدمے کی کاروائی کا سزاوار بنا، اور ارنسٹ جونز نے وہی ہی کے حلف نامے کی بنیاد پر اسے گرفتار ہونے سے بچانے کی پیشکش کی ۔مگر اس نے یہ واضح کیا کہ ایک بار جب کوئی اطلاع موصول ہوجائے تو اُس معاملے پر دوبارہ واپس جانا ناممکن ہوجاتا ہے اور یہ کہ، اگر بعد میں اس معاملے کو ترتیب دینے کی کوشش کی جائے تو، وہ یعنی جونز، بطور ایک وکیل کے ایک قابلِ سزا جرم کر رہا ہوگا۔

بلائنڈ کی فیملی کا سوچ کر مارکس نے معاملہ اس قدر دور لے جانا نہیں چاہا، اور اس نے وی ہی کے حلف نامے کی ایک کاپی لوئی بلانک کو بھیجی جو کہ بلائنڈ کا دوست تھا۔ساتھ میں ایک خط بھی شامل کردیا جس میں اس نے وضاحت کی کہ بلائنڈ کی فیملی کا سوچ کر اسے بلائنڈ کے خلاف کوئی اطلاع دیکر بہت افسوس ہوگا گو کہ وہ اس کا واقعتاً حقدار ہے۔اس خط نے اپنا اثر ڈالا اور 15 فروری 1860ء کو ''ڈیلی ٹیلیگراف'' (جس نے کہ اس دوران ''نیشنل زی تنگ'' کے بدزبان

الزامات دوہرائے تھے) نے ایک جاری نوٹس چھاپا کہ دراصل ''شیبل'' نامی ایک شخص جو کہ بلائنڈ کی فیملی کا دوست تھا اس گمنام پمفلٹ کا مصنف تھا، نہ کہ بلائنڈ۔ یہ حکمت کافی شفاف تھی، لیکن مارکس نے یہیں پر بات جانے دی اس لئے کہ وہ جیت چکا تھا اور اُس پملفٹ کی ذمہ داری سے خود کو صاف کردیا۔

ووگٹ کے خلاف اپنے جوابی حملے سے پہلے اس نے فریلیگراتھ سے صلح کرنے کی ایک کوشش کی جسے اس نے بلائنڈ کے خلاف خود اپنے بیان کی ایک کاپی اور وی ہی کے حلف نامے کی کاپی بھجوادی، مگر اسے کوئی جواب نہ ملا۔اس دھتکار کے باوجود اس نے فریلیگراتھ کو پارٹی کے تاریخی استحکام کے لئے اور جرمنی میں پارٹی کی آئندہ پوزیشن کے لئے ووگٹ معاملے کی اہمیت پہ قائل کرنے کی پھر کوشش کی۔

اس نے اپنی بھرپور کوشش کی کہ فریلیگراتھ کے دل میں اس کے خلاف کچھ بھی رنج ہو اُسے دور کردے، اس نے اعلان کیا، ''اگر میں نے آپ کو کسی بھی طرح خفا کیا ہے تو میں کسی بھی وقت اسے درست کر کے خوش ہوں گا۔میرے لیے کوئی بھی انسانی چیز اجنبی نہیں ہے''۔ اس نے کہا کہ وہ بخوبی سمجھتا ہے کہ موجودہ صورت میں یہ سارا معاملہ فریلیگراتھ کے لئے کس قدر ناخوشگوار ہوگا، مگر فریلیگراتھ کم از کم یہ ضرور جان جائے گا کہ اس معاملے میں اُس کا نام مکمل طور پر باہر رکھنا ممکن نہ تھا۔ ''ہم دونوں اچھی طرح جانتے ہیں کہ برسوں تک ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے طور پر، سارے ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھ کر، اور بہت ہی بے لوث محرکات کی بنا پر فلسطیوں کے سروں کے اوپر "classe la plus laborieuse et la plus تباہ حال" کے پرچم کو بلند رکھ چکے ہیں۔اور یہ تاریخ کے خلاف ایک جرم ہوتا اگر ہم بہرحال غلط فہمیوں کی بنا پر معمولی معاملات کی وجہ سے اب الگ ہوجائیں''۔خط فریلیگراتھ کے لئے دوستی کے گرم ترین جذبات پہ ختم ہوتا ہے۔

فریلیگراتھ نے دوستی کا بڑھا ہوا ہاتھ قبول کیا، مگر اُس گرمجوشی سے نہیں جیسا کہ ''بے حس'' مارکس نے پیشکش کی تھی۔اس نے اعلان کیا کہ مستقبل میں بھی، ماضی کی طرح وہ "classe la plus laborieuse et la plus تباہ حال" سے وفادار رہے گا اور یہ کہ وہ مارکس کے

ساتھ دوست اور ایک کامریڈ کے اپنے تعلقات خوشی سے جاری رکھے گا، مگر اس نے اضافہ کیا کہ ''مجھے سات سال ہوئے کہ پارٹی سے میرا کوئی واسطہ نہیں رہا (کمیونسٹ لیگ کی تحلیل کے وقت سے)۔ میں کبھی اس کی میٹنگوں میں شریک نہیں ہوا، اور اس کے فیصلے اور اقدام میری شرکت کے بغیر منظور ہوئے۔ لہٰذا، پارٹی سے میرے رابطے عرصہ ہوا ٹوٹ چکے ہیں۔ اس بارے میں ہمیں کبھی شک نہ رہا، یہ گویا ہمارے بیچ ایک خاموش معاہدہ تھا۔ اور میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں اب بھی محسوس کرتا ہوں کہ میں درست تھا۔ میری فطرت، کسی بھی شاعر کی فطرت کی طرح، آزادی چاہتی ہے۔ پارٹی ایک پنجرہ ہے اور اس کے باہر رہ کر اس کے اندر رہنے کی بہ نسبت گانا آسان ہوتا ہے، حتیٰ کہ پارٹی کے لئے بھی۔ میں کمیونسٹ لیگ اور نیوے رائنشے زی تنگ کے ایڈیٹوریل بورڈ کا ممبر بننے سے پہلے پرولتاریہ اور انقلاب کا ایک شاعر تھا۔ مستقبل میں بھی میں آزاد رہنا چاہتا ہوں، صرف اپنا رہنا چاہتا ہوں اور اپنے اعمال کو جس طرح مناسب سمجھوں حکم دینا چاہتا ہوں''۔ سیاسی ایجی ٹیشن کے معمول کے لئے فریلیگراتھ کی پرانی ناپسندیدگی اس خط میں ظاہر تھی۔ وہ پارٹی میٹنگوں میں کبھی شامل نہ ہوا تھا اور پارٹی کے فیصلے اور اقدامات جو اس کی شرکت کے بغیر اٹھائے گئے تھے، دراصل کبھی واقع ہوئے ہی نہ تھے۔

مارکس نے اپنے جواب میں اس کا اشارہ کیا اور جب اس نے ساری ممکنہ غلط فہمیوں کو دور کرنے کی ایک بار پھر ہر ممکن کوشش کرنے کے بعد، اس نے فریلیگراتھ کے ایک من پسند قول کی طرف اشارہ کیا: ''فلسطی ہم پر ہیں۔ فلسطیوں میں ہونے کے بجائے ہمارے لئے ہمیشہ ایک بہتر نعرہ ہوگا۔ میں نے اپنا رویہ بے تکلفی سے بیان کیا ہے اور مجھے امید ہے کہ آپ مجھ سے ایک عمومی رضامندی میں ہیں۔ میں نے اس غلط فہمی کو بھی واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ جب پارٹی کی بات کرتا ہوں تو میرا مطلب اس تنظیم سے ہوتا ہے جو آٹھ سال قبل مر چکی ہے، یا ایک ایڈیٹوریل بورڈ جو بارہ سال قبل ٹوٹ گیا۔ جب میں پارٹی کہتا ہوں تو میں تاریخی حساب سے یہ کہتا ہوں''۔ مارکس کے الفاظ مصالحتی تھے۔ اس لئے کہ ایک تاریخی حساب سے دونوں اشخاص تمام اختلافات کے باوجود ایک تھے۔ مارکس کے رویے نے اسے سارا وقار دے دیا، اس لئے کہ رذیل حملوں کے پیش

نظر جو کہ ووگٹ نے اس پہ کیے تھے، وہ اعتدال فریلیگراتھ سے مطالبہ کر سکتا تھا کہ وہ تہمت لگانے والے سے کسی بھی نظر آنے والی یک جہتی کو کھلے عام دور کر دے۔ البتہ، فریلیگراتھ نے خود کو اپنے پرانے دوستانہ تعلقات نئے سرے سے قائم کرنے تک محدود کیا اور بقیہ کے لئے اس نے ایک کم سخن رویہ برقرار رکھا جسے مارکس نے جس قدر ممکنہ حد تک معاملہ میں فریلیگراتھ کے نام کا ذکر کرنے سے پرہیز کر کے تقویت دی۔

ووگٹ معاملے پر لاسال کے ساتھ بحث دوسری طرح ختم ہوئی۔ مارکس نے لاسال کو گذشتہ برس نومبر میں آخری خط اُن کے اطالوی جنگ کے مناقشے کے سلسلے میں لکھا۔ اور اُس کے اپنے بقول اس خط کا لہجہ ''بہت سیدھا'' تھا۔ لاسال نے اس خط کا جواب نہیں دیا تھا اور مارکس نے اندازہ کیا کہ خط نے اُس کے احساسات کو مجروح کر دیا، مگر جب ''نیشنل زی تنگ'' نے اس پر حملہ کیا تو مارکس نے فطری طور پر برلن کے ساتھ کسی طرح کے رابطوں کی ضرورت محسوس کی اور اس نے اینگلز سے درخواست کی کہ لاسال کے ساتھ چیزیں سلجھا دے، جو کہ بہر حال دوسروں کی نسبت ایک ''اچھا شخص'' تھا۔ یہ اشارہ بالواسطہ طور پر فسچل نامی پروشیائی ''محصول لگانے والا'' تھا جس نے مارکس کے سامنے خود کو ''اُرکوہارٹی'' کے بطور متعارف کرایا اور جرمن پریس سے متعلق اپنی خدمات پیش کیں۔ مارکس نے فسچل کے ذریعے لاسال کو سلام بھیجے، مگر لاسال نے اِس ''نااہل اور جاہل شخص'' سے واسطہ رکھنے سے انکار کر دیا، جس نے اس بات سے قطع نظر کہ لندن میں کس طرح کا رویہ رکھا، جرمنی میں ایک شیطانی شہرت والے شخص، ڈیوک آف کوبرگ کا لٹریری باڈی گارڈ تھا۔ اُس کے جلد بعد فسچل ایک حادثے میں مر گیا۔

اس سے پہلے کہ اینگلز مارکس کی درخواست پر عمل کرتا، خود لاسال نے خط لکھا جس میں اپنی طویل خاموشی کو وقت کی کمی کہہ کر وضاحت کی، اور توانائی سے مطالبہ کیا کہ ''کم بخت ووگٹ معاملے'' پر کچھ کیا جائے، جس نے، اس نے اعلان کیا کہ جرمنی میں ایک بڑا ہیجان پیدا کر دیا۔ فطری طور پر، جو لوگ مارکس کو جانتے تھے وہ ووگٹ کی کہانی سے گمراہ نہیں ہو سکتے تھے، مگر باقی لوگ اِن نیم حقیقتوں کو پوری سچائی تسلیم کر سکتے تھے۔ لاسال اس معاملے میں مارکس کو ساری ذمہ داری

سے پاک تسلیم کرنے کو تیار نہ تھا اس لئے کہ مارکس نے ووگٹ کے خلاف اس قدر سخت الزامات کو محض ایک جھوٹے شخص بلائنڈ کے کہنے پر تسلیم کیا تھا۔ جب تک اس کے پاس ووگٹ کے خلاف واقعی کچھ ثبوت نہ ہوتے، مارکس کو ووگٹ کے خلاف رشوت کے الزامات واپس لے کر اپنا دفاع شروع کرنا چاہئے تھا۔ قدرتی طور پر لاسال اچھی طرح جانتا تھا کہ ایک ایسے شخص کے ساتھ انصاف کرنے کے لئے بہت بڑی خود نظمی کی ضرورت تھی جو اس طرح کے بہت بڑے اور بے بنیاد بہتانوں کا قصوروار رہا ہو، مگر پھر بھی مارکس کو اپنی نیک نیتی کا یہ ثبوت دینا چاہئے جب تک کہ وہ شروع سے اپنے دفاع کی غیر موثر ادائیگی کرنا چاہتا ہو۔ اور پھر لاسال نے الگی مینی زی تنگ جیسے رجعتی اخبار کی طرف سے لبنخت کی سرگرمیوں پر شدید اعتراض کیا اس لئے کہ وہ عام عوام میں حیرانگی پارٹی کے خلاف غصہ پیدا کرتے۔

جس وقت مارکس کو یہ خط ملا اس نے ووگٹ کی کتاب ابھی تک نہیں دیکھی تھی، اور اس لئے وہ صورتحال کا مکمل طور پر احساس کرنے کی پوزیشن میں نہ تھا، مگر یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ اسے لاسال کی یہ تجویز پسند نہ آئی کہ ووگٹ کے لئے اپنے دفاع کو ایک باعزت اصلاح سے شروع کرے، بالخصوص اس لئے بھی کہ اس کے پاس بلائنڈ کے مبہم بیانات کی بہ نسبت ووگٹ کی بونا پارٹی سازشوں کے زیادہ معتبر شواہد موجود تھے۔ نہ ہی وہ الگیمینی زی تنگ کے ساتھ لبنخت کے تعلق کے اوپر لاسال کی شدید مذمت سے متفق ہونے کے قابل تھا۔ مارکس یقیناً اس اخبار کا دوست نہ تھا اور جس وقت رائنشے زی تنگ موجود تھا وہ اِس اخبار کے خلاف توانائی سے لڑا تھا، مگر دوسرے میدانوں میں ردِ انقلابی ہوتے ہوئے، یہ اخبار کم از کم خارجی سیاست میں مختلف نقطہ ہائے نظر کے لئے اپنے کالم کو کھلا رکھتا تھا، اور اس حوالے سے یہ جرمن پریس میں ایک مراعات یافتہ پوزیشن کا حامل تھا۔

چنانچہ مارکس نے جواب دیا کہ الگیمینی زی تنگ بالکل وولکس زی تنگ جیسا ہے۔ وہ ''نیشنل زی تنگ'' پر الزام کے لئے مقدمے کرے گا اور ووگٹ کو ایک جواب لکھے گا، مگر دیباچے میں وہ اس بات کو واضح کرے گا کہ وہ جرمن پبلک کی رائے کی ذرہ بھر پرواہ نہیں کرے گا۔ لاسال نے مارکس کے جھنجھلا دینے والے الفاظ کو بہت سنجیدہ لیا اور اس بات پر احتجاج کیا کہ اس نے

''وولک زی تنگ'' جیسے جمہوری اخبار کو ''جرمنی میں سب سے بدنام اور بے شرم چیتھڑے'' کے برابر قرار دیا۔ اس نے مارکس کو ''نیشنل زی تنگ'' کے خلاف کاروائی شروع کرنے سے بھی خبردار کیا، یا کم از کم اُس سے پہلے نہیں جب وہ خود ووگٹ کو جواب دینے سے پہلے نہیں۔ اس نے خط کے آخر میں اس امید کا اظہار کیا کہ مارکس کے خط کا برا نہیں منائے گا اور اُس کی ''ایماندارانہ اور گرمجوش دوستی'' کی یقین دہانی کو قبول کر لے گا۔

لاسال کی امید بے بنیاد تھی۔ اینگلز کو ایک خط میں مارکس نے لاسال کے خط کے خلاف شدید ترین لفظ استعمال کیے اور ''آفیشل الزامات'' تک یاد کیے جو لیوی لندن لایا تھا، گو کہ اس نے یہ دکھانے کے لئے ایسا کیا کہ لاسال کے خلاف اس کے دل میں کوئی بداعتمادی نہ تھی، اور یہ کہ یہ ''آفیشل الزامات'' کے باوجود اس نے اس کے بارے میں اپنی رائے تبدیل نہ کی۔ البتہ، لاسال مارکس میں ان الزمات کو نظر انداز کرنے کے حوالے سے کوئی خاص لیاقت دیکھنے کے قابل نہ تھا اور اس نے رجعت کے بدترین دنوں میں رائن لینڈ کے مزدوروں کی خاطر اپنی خدمات اور اپنی طرف سے دی گئی قربانی کی ایک قائل کن تفصیل لکھ کر ایک باوقار انداز میں اپنا انتقام لیا۔

مارکس نے لاسال کے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا جو کہ اس نے فریلیگراتھ سے کیا تھا۔ اور لاسال کا جواب مختلف تھا۔ اس نے مارکس کو بہترین مشورہ دیا، اور اس نے اس کی مدد کرنے کی اپنی رضامندی کو اس حقیقت سے متاثر ہونے نہ دیا کہ اس کے مشورے کو نظر انداز کیا گیا۔

5۔ مسٹر ووگٹ

پروشیائی عدالتوں میں اپیل کرنے کے خلاف لاسال کا انتباہ جلد ہی صحیح ثابت ہوا۔ فسچل کے درمیان میں پڑنے سے مارکس نے ویبر کو ''نیشنل زی تنگ'' کے خلاف الزام کیلئے مقدمہ کرنے کی ہدایت کی، مگر اسے ووگٹ سے بھی کم کامیابی ملی، جسے کم از کم اپنے اقدام کے لئے شنوائی تو ملی۔ ''ناکافی شواہد'' کی بنیاد پر عدالت نے مقدمہ سننے سے انکار کر دیا۔ اس لئے کہ مبینہ بیانات پہلے تو ''نیشنل زی تنگ'' میں آئے ہی نہیں، اس نے تو ''دوسرے افراد سے محض اقتباسات'' چھاپے۔ یہ

بکواس کورٹ آف اپیل نے مسترد کردی، مگر صرف ایک دوسری بڑی بکواس سے بدلنے کے لئے کہ یہ مارکس کے لئے توہین نہ تھی کہ اسے بلیک میلروں کے ایک گروہ کا ''ڈائریکٹر اور سربراہ'' کہا جائے۔ سپریم کورٹ کو اس غیر معمولی فیصلے میں ''کوئی قانونی غلطی'' نہ ملی اور چنانچہ مارکس کا کیس خارج ہوا۔

اس کے پاس صرف ایک بات رہ گئی کہ وہ ووگٹ کو خود اپنا جواب لکھ دے اور اس میں اسے تقریباً ایک سال لگ گیا۔ اُن تمام افواہوں اور سرگوشیوں کی تردید کے لئے جو کہ ووگٹ نے دوبارہ زندہ کی تھیں، دنیا بھر میں لوگوں کے ساتھ ایک وسیع اور طویل خط و کتابت کی ضرورت تھی۔ جواب 17 نومبر 1860ء کو مکمل ہوا، اور مارکس نے اسے سادہ عنوان دیا؛ ''مسٹر ووگٹ''۔ یہ مارکس کی آزادانہ تحریروں میں سے وہ واحد تحریر ہے جو دوبارہ کبھی نہ چھپی: اور شاید بہت ہی کم کاپیاں ابھی تک باقی ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ بہت طویل ہے، باریک چھپائی میں 192 صفحات (مارکس نے اعلان کیا کہ عام چھپائی میں یہ دگنا طویل ہوگا)۔ دوسری بات یہ ہے کہ موجودہ زمانے کے پڑھنے والے کے لئے اس میں دیے گئے سارے حوالہ جات کو واضح کرنے کے لئے بہت مفصل تبصرے کی ضرورت ہے۔ اس کا زیادہ تر حصہ بے کار ہے اس لئے کہ اس میں دیے گئے بہت بڑے حصے کے لکھنے میں مارکس کو اس کے مخالف نے مجبور کیا اور وہ ایسے معاملات سے متعلق ہے جسے بہت عرصہ ہوا بھلا دیا گیا ہے۔ کتاب کو پڑھتے ہوئے غیر ارادی طور پر ایک طرح کی بے چینی محسوس ہوتی ہے کہ مارکس ایسے بدزبان حملوں کے خلاف اپنا دفاع کر رہا ہے جو اُس کو دُور سے بھی چھو کر نہیں گزرے۔ دوسری طرف یہ کتاب لٹریری ذوق کو ایک غیر معمولی ضیافت پیش کرتی ہے۔ پہلے ہی صفحے پر مارکس ایک تھیسز پیش کرتا ہے جسے وہ شیکسپیئر کے ایک مزاح کے ساتھ بعد کے صفحوں میں جاری رکھتا ہے: ''کارل ووگٹ کا اصل سرجان فالسٹاف کا لافانی کردار ہے اور اس کی زولوجی والی قیامت میں اس نے اپنے کریکٹر کا کچھ بھی نہ گنوایا''۔ جس طرح طویل مضمون ہے، یہ مارکس کے ہاتھوں میں کبھی بھی یکسانیت کا شکار نہ ہوگا اور کلاسیک اور جدید ادب سے اس کی وسیع شناسائی اُسے تیر پہ تیر دیتی ہے جنہیں وہ بے ادب الزام لگانے والے کے خلاف مہلک ٹھیک نشانہ لے کر چلاتا ہے۔

''مسٹر ووگٹ'' میں ہم پھر ''اوباشوں'' سے ملتے ہیں، مگر اِس بار خوش دل طالب علموں کی ایک چھوٹی کمپنی کے بطور جو 1849-50ء کے موسمِ زمستان میں جنوب مغربی جرمنی میں بغاوت کچلے جانے کے بعد سوئٹزرلینڈ فرار ہوئے، اور بدبختی میں اپنی خوش دلی کے ساتھ جنیوا کی حسیناؤں کے دل جیت لئے، اور بیک وقت مقامی فلسطیوں کو حیرت زدہ اور متوحش کر دیا۔ جب ''مسٹر ووگٹ'' لکھی گئی وہ گروہ دس برس کے لئے بکھر گیا، مگر اُس کا ایک ممبر، سگسمنڈ بورخیم جو کہ سٹی آف لندن میں ایک بڑا تاجر بنا، اس نے تارک وطن طالب علموں کی غیر ضرر رساں شرارتوں کی ایک زندہ دل وضاحت دی، اور یہ ''مسٹر ووگٹ'' کے پہلے باب میں چھاپ دیا گیا۔ مارکس نے بورخیم کی صورت ایک وفادار دوست پالیا اور یہ اس کے لئے عمومی طور پر ایک عظیم اطمینان کی بات تھی کہ بہت سے تارکینِ وطن، نہ صرف انگلینڈ میں، بلکہ فرانس اور سوئٹزرلینڈ میں بھی، اس کی مدد کو اچھل کر آئے، حالانکہ اُن میں سے کئی اُسے جانتے بھی مشکل سے تھے، اور کچھ تو اسے سرے سے جانتے ہی نہ تھے۔ وہ بالخصوص خود اس کھلے دل کی مدد سے بہت خوش تھا جو اُسے جوہان فلپ بیکر نے دی، جو کہ سوئٹزرلینڈ میں مزدور طبقے کی تحریک کا قابلِ اعتبار اور آزمایا ہوا معمر لیڈر تھا۔

بدقسمتی سے تفصیل سے یہ بیان کرنا ممکن نہیں ہے کہ مارکس نے کس طرح ووگٹ کی چالبازیوں اور چالاکیوں کو قطعاً بے نقاب کیا، اس قدر کہ ذرہ بھر بھی نہ رہا، اور حقیقت میں اس نے ووگٹ کے خلاف جو طاقتور جوابی حملہ کیا وہ زیادہ اہم تھا، اس لئے کہ اس نے دکھایا کہ اس کی بے وفائی اور اُس کی جہالت دونوں میں ووگٹ کا پروپیگنڈہ کچھ نہ تھا ماسوائے جھوٹے بونا پارٹ کی طرف سے جاری کردہ نعرے کی بازگشت کے۔ بعد میں سیکنڈ ایمپائر کا تختہ الٹنے کے بعد Tuileries کے آرکائیوز سے ''قومی دفاع کی حکومت'' کی طرف سے شائع ہونے والے مسودوں میں اگست 1859ء میں ووگٹ کا دستخط شدہ جھوٹے بونا پارٹ کے خفیہ فنڈ سے چاندی کے تیس ٹکڑوں (اس معاملے میں چالیس ہزار فرانک) کی ایک رسید شامل ہے۔ ممکن ہے کہ ووگٹ نے یہ رقم ہنگری کے انقلابیوں کے توسط سے وصول کی اور، بہر حال، یہ سب سے زیادہ فیاضانہ وضاحت ہے، اس لئے کہ وہ کلاپکا سے بہت دوستی میں تھا اور یہ اندازہ نہیں لگایا کہ بونا پارٹ کی طرف جرمن ڈیموکریسی کا رویہ

ہنگری کی ڈیموکریسی کے رویے سے مختلف تھا اور یہ کہ ہنگری کی ڈیموکریسی ایسے اقدامات کا خطرہ مول لے سکتی ہے جو جرمن ڈیموکریسی کے لئے شرمناک غداری ہوں۔

ووگٹ کے بارے میں سچ جو بھی ہو، اور یہ بھی فرض کیا جائے کہ اس نے Tuileries سے پیسہ نہیں لیا، تب بھی یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ مارکس نے ناقابلِ تردید طور پر ثابت کر دیا کہ ووگٹ کا پروپیگنڈہ استدلالی طور پر بونا پارٹ کے نعروں پر مبنی تھا۔ یہ ابواب اس زمانے کے یورپ میں موجود حالات پر روشنی ڈالتے ہیں اور وہ کتاب کے سب سے قیمتی حصے کی نمائندگی کرتے ہیں، جو حتیٰ کہ آج بھی بہت سبق آموز ہیں۔ لوتھر بُوچر، جس کے تعلقات اس وقت مارکس سے دوستانہ کے بجائے معاندانہ تھے، نے اعلان کیا کہ یہ کتاب ہم عصر تاریخ کی ایک تلخیص کی نمائندگی کرتی تھی۔ اور لاسال نے ''ہر لحاظ سے ایک ماسٹر پیس'' کہہ کر اس کا استقبال کیا۔ اس نے اپنے عمومی کھلے ڈلے انداز میں اعلان کیا کہ وہ اب یہ سمجھنے کے قابل ہوا کہ مارکس کیوں ووگٹ کی کرپشن کا اس قدر قائل ہے، اس لئے کہ اس نے اپنے ''فطری ثبوت کو شواہد کے ایک بھاری وزن'' سے کمک کیا تھا۔ اینگلز نے حتیٰ کہ یہ سوچا کہ ''مسٹر ووگٹ''، ''اٹھارویں برومیئر'' سے بہتر تھی، اسلوب میں سادہ تر، اور اصل میں مارکس کی طرف سے لکھی گئی ساری کتابوں سے عمدہ ترین مناظراتی تصنیف۔ البتہ، ''مسٹر ووگٹ'' مارکس کی مناظراتی تصانیف میں سے سب سے اہم کتاب نہ ہوئی۔ اس کے برعکس وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ زیادہ سے زیادہ پس منظر میں جاتی رہی جبکہ ''اٹھارویں برومیئر'' اور پرودھون کے خلاف اس کا مناظرہ زیادہ سے زیادہ آگے آتے رہے۔ اس کی وجہ جزوی طور پر تو خود مواد ہے، اس لئے ووگٹ معاملہ بہر حال نسبتاً ایک غیر اہم واقعہ تھا، اور جزوی طور پر یہ خود مارکس کی وجہ سے تھا، اس کی عظیم قابلیتوں کی وجہ سے اور اس کی کم کمزوریوں کی وجہ سے تھا۔

وہ مناظرے کی نچلی سطح تک گرنے سے قاصر تھا جو کہ اس وقت ضروری ہوتا جب فلسطیوں کو قائل کرنا ہو، گو کہ اس معاملے میں واقعتاً یہ فلسطیوں کے تعصّبات تھے جنہیں دور کرنا تھا۔ کتاب نے صرف انہی لوگوں کو قائل کیا جنہیں بیگم مارکس نے قدرے مضحکہ خیزی سے مگر البتہ مناسب انداز میں ''اہمیت کے لوگ'' کے بطور بیان کیا، دوسرے لفظوں میں محض وہ لوگ جنہیں یہ

بتانے کی ضرورت نہ تھی کہ مارکس وہ کمینہ نہ تھا جو ووگٹ اسے بنانا چاہتا تھا، بلکہ وہ لوگ جنہیں اس کتاب کو اپنی ادبی خصوصیات کے لئے پڑھنے کے لئے کافی اچھا ذوق اور تفہیم ہو۔'' حتیٰ کہ ہمارا پرانا دشمن روج بھی سمجھتا ہے کہ کتاب مزاح کا ایک عمدہ نمونہ ہے''۔ بیگم مارکس نے لکھا۔ بہر حال یہ کتاب جرمنی میں محبِّ وطن معززین کے سروں پر سے گزری اور یہ بمشکل ہی اُن کے حلقوں میں داخل ہو سکی، اور حتیٰ کہ اینٹی سوشلسٹ لاز کے دنوں میں بیمبر گر اور ٹرِیٹسچکے جیسے نازک مزاج مصنفوں نے ووگٹ کے ''اوباشوں'' کو جرمن سوشل ڈیموکریسی کے خلاف خدمت کیلئے کھود نکالا۔

مزید برآں، مارکس کو بدقسمتیوں نے معاف نہیں کرنا تھا جو سارے کاروباری معاملات میں اس کا دروازہ کھٹکھٹاتی تھیں، گو کہ اس بار وہ مکمل طور پر بے قصور نہ تھا۔ اینگلز نے اس پر زور دیا کہ وہ یہ کتاب جرمنی سے شائع کرے، اور اُس زمانے میں وہاں موجود حالات میں ایسا کرنا ممکن بھی تھا۔ لاسال نے بھی اسے اس طرح کرنے کا مشورہ دیا، مگر صرف اس بات پر کہ خرچہ کم آئے گا جبکہ اینگلز کے دلائل زیادہ اہم تھے: ''مہاجر لٹریچر کے ساتھ ہمارا یہی تجربہ پہلے بھی سیکڑوں بار یہی رہا ہے۔ ہمیشہ یہی غیر موثری، ہمیشہ وقت و پیسہ برباد، اور سب سے بڑھ کر ناراضی...... ووگٹ کو جواب لکھنے کا کیا فائدہ اگر کوئی اسے دیکھے نہیں؟'' بہر حال مارکس نے مسودہ لندن میں ایک نوجوان جرمن پبلشر کو نفع نقصان میں نصف و نصف کی شرط پر دے دیا اور اس نے چھپائی کے اخراجات کے لئے 25 پاؤنڈ دیے جس میں سے سترہ پاؤنڈ بورخیم نے دیے اور آٹھ پاؤنڈ لاسال نے۔ مگر یہ نئی فرم اس قدر غیر مستحکم تھی کہ وہ یہ کتاب جرمنی میں تقسیم کرنے کے مناسب انتظامات نہ کر سکی اور جلد ہی اس کا بالکل خاتمہ ہو گیا۔ مارکس کو اُس رقم سے بھی ایک پیسہ تک نہ ملا جو اس نے ایڈوانس میں دی تھی، اور اسے اتنا ہی مزید خرچ کرنا پڑا جب پبلشر کے حصہ دار نے اُس پر پرنٹنگ کا پورا خرچہ دینے کے لئے عدالت میں مقدمہ کر دیا...... مارکس نے معاہدہ تحریری نہیں، زبانی کیا تھا۔

جس وقت ووگٹ کے ساتھ مسئلہ شروع ہوا تو مارکس کے دوست ایمانٹ نے لکھا، ''مجھے اس معاملے پر لکھنا پسند نہیں آنا چاہیے اور مجھے حیرت ہوگی اگر آپ اپنا ہاتھ اس طرح کے ایک کوڑے کا ڈھیر میں ڈالنے کے لئے لائیں'' اور اسی طرح کے مشورے روسی اور ہنگری کے دوستوں

کی طرف سے بھی آئے۔ آج تو یہ تمنا کرنے کو جی چاہتا ہے کہ کاش وہ یہ مان لیتا۔ اس افسوسناک بزنس نے اسے کئی نئے دوست عطا کر دیے، اور، بالخصوص اس سے اُس کے ''ورکرز ایجوکیشنل لیگ'' سے دوستانہ تعلقات دوبارہ شروع ہوئے، جس نے فوراً ہی گرمجوشی سے اس کی حمایت کرنی شروع کر دی۔ دوسری طرف اِس نے اسے اس کی زندگی کے عظیم کام کو آگے بڑھاوا دینے کی بجائے روکنے پر مائل کیا، قوت اور وقت میں قابل قدر قربانی کے باوجود جو اس نے بغیر کسی تناسب حاصل کے چاہا تھا، اور بہ یک وقت اس نے اسے سنجیدہ گھریلو مسائل سے دوچار کر دیا۔

6۔ گھریلو اور شخصی معاملات

بیگم مارکس جو دل و جان سے اپنے خاوند سے جڑی رہی ''ووگٹ کے بدنام حملے پر خوفناک تہمت'' سے خود مارکس سے زیادہ سخت متاثر ہوئی۔ اس کی اسے کئی بے خواب راتوں کی قیمت دینی پڑی اور گو کہ اس نے بہادری سے جمی رہی کیا اور پرنٹر کے لئے سارے ضخیم مسودے کی ایک اصل کاپی بنالی، اس نے بہ مشکل یہ کام مکمل کیا تھا کہ وہ ایک اضمحال میں مبتلا ہوئی۔ ایک ڈاکٹر کو بلایا گیا اور اس نے اس تکلیف کو چیچک تشخیص کیا اور فوری طور پر بچوں کو گھر سے باہر جانے کا حکم دیا۔

خوفناک دن آئے۔ بچوں کی دیکھ بھال لینخت نے کی جبکہ مارکس اور خاندان کا وفادار نوکر لینچن ڈیموتھ، فراؤ مارکس کی تیمارداری میں لگے رہے۔ وہ جلا ڈالنے والے درد، بے خوابی، اپنے خاوند کے لئے پریشانی کی دکھوں میں مبتلا رہی، خاوند جو ہمیشہ اس کے پہلو میں موجود رہا۔ وہ مکمل طور پر اپنے جسمانی قوتیں کھو چکی، گو کہ وہ سارا وقت ہوش میں رہی۔ ایک ہفتہ بعد بچانے والا بحران شروع ہوا، شکر ہے کہ وہ دوبارہ ویکسین لگوا چکی تھی، اور بالآخر ڈاکٹر نے اعلان کیا کہ خوفناک بیماری در اصل خوش قسمتی تھی۔ جس اعصابی تھکن میں وہ مہینوں تک مبتلا رہی اس نے اس کے نظام کو کہیں نہ کہیں تو اس زہر کا شکار کرنا تھا، ایک دکان میں یا شاید ایک بس میں، مگر اس بیماری کے بغیر اس کی حالت بلاشبہ ایک اعصابی بخار یا اس کے برابر سنجیدہ بیماری میں جا سکتی تھی۔

بیگم مارکس تندرست ہونا شروع ہوئی ہی تھی کہ جمع شدہ پریشانی، پریشانیوں اور اذیتوں

جن میں مارکس مبتلا ہوا تھا، نے اُسے بھی بیمار کر دیا۔ پہلی بار اس کے جگر کا پرانا عارضہ ایک شدید شکل میں نمودار ہوا اور اس کے معاملے میں بھی ڈاکٹر نے اعلان کیا کہ اس کی وجہ لامتناہی ذہنی شکست و ریخت تھی جس سے کہ وہ گزرا تھا۔ ''مسٹر ووگٹ'' ایک ٹکہ تک نہ لایا اور ''نیویارک ٹریبیون'' نے پھر اُسے نیم معاوضے پر ڈال دیا۔ اب قرض خواہ اس کے گھر کا محاصرہ کرنے لگے۔ اپنی بیماری سے افاقے کے بعد اس نے فیصلہ کیا، جیسا کہ اس کی بیوی نے بیگم وی دی میر کو لکھا ''اس کے آباواجداد کے وطن، تمباکو اور پنیر کے وطن' ہالینڈ پہ ایک یورش کی جائے'' تاکہ شاید اپنے انکل کو'' کچھ ترکہ دینے پر آمادہ کر سکے''۔

اس خط پر 11 مارچ 1861ء کی تاریخ درج ہے، اور اس اجلی اچھی مزاج اور ''قدرتی جانداری'' کا شاندار ثبوت ہے جو جینی مارکس رکھتی تھی جو کہ اس کے خاوند سے کم نہ تھا۔ خاموشی کے طویل برسوں کے بعد وی دی میر خاندان نے، جس نے اپنی امریکہ جلاوطنی کے دوران اِس دنیا کی مصیبتوں کا اپنا حصہ جھیلا تھا، دوبارہ لکھا اور بیگم مارکس نے فوری طور پر اپنا دل کھول دیا، ''بدقسمتی میں جراتمند اور وفادار ساتھی کو، لڑاکا اور مصیبت زدہ کو، یہ اعلان کرتے ہوئے کہ ساری مصیبت اور بربادی میں جو ایک چیز اسے زندہ رہنے کے لئے کافی جرات دیتی رہی، ''ہماری ہستی میں ایک روشن نکتہ، ہماری زندگیوں کی روشنی'' اُن کے بچوں کی خوشی تھی۔ سترہ سالہ جینی اپنے والد کے خدوخال پر گئی ''اپنے گھنے، کالے اور چمکدار بالوں سے، اپنی اتنی ہی کالی، شاندار اور نرم آنکھوں سے اور اپنی گہری ہسپانوی رنگت سے جو بالکل ایک انگریز نمو کی حالت دکھاتی ہے''۔ پندرہ سالہ لارا اپنی ماں کی طرح تھی ''اپنی موجدار، گھنگھریالے، اخروٹی بالوں کے ساتھ اور اپنی سبز قوس قزحی آنکھوں کے ساتھ جو آگ کی طرح چمکتی ہیں۔ دونوں لڑکیوں کی واقعی خوبصورت رنگت ہے اور بہ یک وقت وہ واقعی اس قدر چھوٹی ہیں کہ راز داری میں، میں اکثر حیران ہوتا ہوں، زیادہ اس لئے کہ میں ان کی ماں کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا جب وہ اُن کی عمر تھی اور ابھی تک چھوٹی سکرٹوں میں تھی''۔

بہرحال، گو کہ دونوں بڑی بیٹیاں اپنے والدین کے لئے عظیم مسرتیں تھیں، ''سارے گھر کی محبوب گڑیائیں'' تو سب سے چھوٹی بیٹی ایلینار توسی، (پیار کا دیا ہوا نام) تھی۔ ''یہ بچی اس وقت

پیدا ہوئی تھی جب ہمارا پیارا چھوٹا بیٹا ایڈگر فوت ہوا تھا اور اُس کے لئے ہمارے پاس جتنا پیار اور شفقت تھے وہ اُس کی چھوٹی بہن کو منتقل ہو گئے، اور بڑی لڑکیاں بالکل ماں جیسے پیار کے ساتھ اس کی دیکھ بھال اور پرورش کرتیں۔مگر وہ تھی بھی بہت پیاری بچی، ایک تصویر کی طرح دلکش اور خوش طبیعت۔ بالخصوص، وہ بہت مسرت سے بچوں والی بڑبڑاہٹ میں بولتی تھی۔ اس نے Grimm برادران والی صورت سیکھ لی، جو کہ اس کے دن رات کے مستقل ساتھی ہیں۔ہمیں زور زور سے یہ پریوں والی کہانیاں اسے سنانی پڑتی تھیں جب تک کہ ہم تھک جاتے، مگر وہ ہمیں اس وقت تک نہ چھوڑتی اگر ہم ''بلیو برڈ'' یا ''لٹل سنو وائٹ'' یا ''رمپل سٹلچن'' کا ایک لفظ تک چھوڑ جاتے۔ اِن پریوں والی کہانیوں کی برکت سے بچی نے جرمن سیکھ لی ہے، اور وہ اسے نمایاں درست انداز اور گرائمر کے لحاظ سے درست انداز میں بولتی ہے۔اور قدرتی طور پر، اس نے انگلش سیکھ لی ہے۔ یہ بچی کارل کی لاڈلی ہے اور اس کی ہنسی اور اس کی خوش گفتاری اُس کی کئی پریشانیوں کو دور کر دیتی ہیں''۔ پھر وہ وفادار دوست اور گھر کی ملازمہ لنچن کی تعریف کرتی ہیں: ''اپنے خاوند سے اُس کے بارے میں پوچھو۔ وہ تمہیں بتا دے گا کہ ہم اس کی صورت میں ایک خزانہ کے مالک ہیں۔ وہ سولہ برس سے ہمارے ساتھ ہے اور اس نے ہماری زندگیوں کے سارے دکھ اور آندھیاں بہادری سے سہہ لیں''۔ یہ دلکش خط کارل کے دوستوں پہ ایک رپورٹ کے ساتھ ختم ہوتا ہے، اور اُن کی رپورٹ پر جنہوں نے خود کو اُس کے ساتھ وفاداری میں کم ثابت کیا تھا۔ وہ اپنے نسائی انداز میں زیادہ درشت صورت میں مذمت کرتی ہے جتنا کہ مارکس کر سکتا، ''میں نیم دلی والے اقدامات ناپسند کرتی ہوں''۔ وہ یہ وضاحت کرتے ہوئے لکھتی ہے کہ انہوں نے فریلیگراتھ خاندان کے ساتھ سارے تعلقات کیوں توڑے۔

اسی دوران، ہالینڈ کے اندر "یورش" بہت ہی کامیاب رہی اور اپنے انکل فلپ سے ملاقات کے بعد مارکس یہ دیکھنے برلن چلا گیا کہ آیا پارٹی ترجمان اخبار جاری کیا جا سکتا ہے، ایک ایسی تجویز جو لاسال نے بار بار دی تھی۔ اسی طرح کے ایک ترجمان کی غیر موجودگی بہت محسوس کی جا رہی تھی، بالخصوص بحران میں۔ اور جنوری 1861ء میں ولیم، جو اب شاہ ولیم ہے کی طرف سے

عام معافی کی برکت سے (جس کا کہ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی اعلان کیا تھا) اب اس کمی کو پورا کرنے کا امکان موجود تھا۔ یہ عام معافی چالبازیوں، جالوں اور تحفظات سے بھری ہوئی تھی، مگر یہ کم از کم ''نیوے رائنشے زی تنگ'' کے ایک زمانے کے ایڈیٹروں کو جرمنی لوٹنے کی اجازت دیتی تھی۔

برلن میں مارکس کا لاسال نے ''عظیم ترین دوستانہ انداز'' میں خیر مقدم کیا، مگر ''یہ جگہ'' اس کے لئے ''شخصی طور پر غیر ہمدردانہ'' ہی رہی۔ کسی پیمانے کی کوئی سیاست نہیں، بلکہ پولیس کے ساتھ محض جھگڑے، اور ملٹری اور سویلینز کے درمیان مخاصمت: '' برلن میں ماحول غیر دوستانہ اور ظالمانہ ہے۔ چیمبرز کو حقارت سے دیکھا جاتا ہے''۔ حتیٰ کہ 1848ء کے مصالحت کاروں سے مقابلہ کرتے ہوئے، جو کہ کوئی عظیم الجثہ نہ تھے، اس نے پروشیائی چیمبر آف ڈپٹیز کو اپنے سمسنوں اور وینکیز کے ساتھ ''سکول بنچ اور بیوروکریسی کا ایک بے ڈھنگا ملغوبہ'' پایا۔ بونوں کے اس جمگھٹے میں نیم عمدہ اشخاص (کم از کم، نظر آنے میں) ایک طرف والڈیک اور ویکنر اور دوسری طرف ڈان کوئیکزوٹ وان بلینکنبرگ تھے۔ بہر حال، اس نے سوچا کہ وہ روشن خیالی کی طرف ایک عمومی رجحان ڈھونڈ سکے گا اور پبلک کی ایک بڑی تعداد کے درمیان، بورژوا پریس سے غیر مطمئن، سارے طبقات کے لوگ ایک تباہی کو ناگزیر سمجھتے تھے؛ الیکشن میں جو کہ خزاں میں ہونے والے تھے سابقہ کونسلرز جو کہ بادشاہ کی طرف سے سرخ ریپبلکنی قرار دیے جاتے تھے، یقینی طور پر جیت جاتے، پھر نئے ملٹری بجٹ پر معاملات ایک انجام پر آنے تھے۔ چنانچہ مارکس نے، کم از کم اصولی طور پر ایک اخبار جاری کرنے کے لاسال منصوبے کو قابل غور قرار دیا۔

البتہ وہ تفصیلات میں لاسال سے متفق نہ تھا۔ لاسال نے تجویز دی کہ اخبار کی ایڈیٹری مارکس، اینگلز اور خود اس پر مشتمل ایک کمیٹی کے ہاتھوں میں ہو، مگر اس شق کے ساتھ کہ پالیسی معاملات پر مارکس اور اینگلز دونوں کا ملا کر ایک ووٹ ہوگا، اس لئے کہ وگرنہ وہ ہر دفعہ خود کو ووٹوں میں ہارا ہوا پائے گا۔ اس غیر معمولی تجویز کا مطلب شروع ہی سے مشکل میں پڑ جانا تھا اور یہ ممکن ہے کہ لاسال نے اس محض ایک عام گفتگو میں کہہ ڈالا تھا، مگر بہر حال، یہ اس حقیقت کے پیش نظر اتنا اہم نہیں ہے کہ مارکس اخبار کے معاملے میں اُسے کوئی اہمیت بالکل دینا ہی نہیں چاہتا تھا۔ اینگلز کو لکھتے

ہوئے اس نے اعلان کیا کہ اپنے Heractitus سے کچھ تعلیم یافتہ حلقوں میں اور اپنی اچھی میز اور شراب سے کچھ جونک جیسے حلقوں میں حاصل کردہ اپنی ساکھ اور شہرت کی روشنی سے مغلوب لاسال قدرتی طور پر اس حقیقت سے ناواقف ہے کہ وہ عام عوام کے اندر بدنام ہے: ''اور پھر اُس پہ اس کا ڈوگما بھرا اصرار کہ وہ ہمیشہ درست ہے، ''قیاسی تصور'' کے ساتھ اس کی مایوس کن وابستگی (وہ تو ہیگلی فلسفے کی دوسری قوت پہ ابھار کے ایک نئے نظام تک کے خواب دیکھ رہا ہے، اور وہ اسے خود ہی لکھ ڈالے گا)، پرانے فرنچ لبرلزم کے ساتھ اس کی آلودگی، اس کا لاف زن قلم، اس کی خودستائش اور بے طریقی وغیرہ۔ سخت ڈسپلن کے تحت تو وہ ایڈیٹروں میں سے ایک کے بطور اچھا کام بجالائے گا مگر بصورت دیگر وہ صرف ہمارا نقصان کرے گا''۔ یہ تھی مارکس کے لاسال کے ساتھ اپنے مذاکرات کی رپورٹ اینگلز کو۔ اور اس نے اضافہ کیا کہ اپنے میزبان کو زخمی نہ کرنے کی خاطر اس نے آخری فیصلہ اس وقت تک ملتوی کر دیا جب تک کہ وہ اس معاملے پر اینگلز اور ویلہلم وولف سے مشورہ نہ کرے۔ اینگلز بھی وہی بدگمانیاں رکھتا تھا جو مارکس کی تھیں، اور اس نے بھی لاسال کی تجاویز کی مخالفت کی۔

بہر حال، سارا منصوبہ اسی طرح ثابت ہوا جس طرح کہ ایک بار لاسال نے پیش گوئی میں اسے ''سپین میں ایک محل'' قرار دیا تھا۔ پروشیائی عام معافی کا ایک حصہ یہ تھا کہ گو کہ جب وہ انقلابی سالوں کے تارکین وطن کو قابل برداشت شرائط پر اپنے گھروں کو لوٹنے کی اجازت دیتا ہے، اس نے انہیں ان کے شہری حقوق اور اُن کی قومیت نہ دی جو کہ پروشیائی قانون کے مطابق، دس برس سے زیادہ عرصے تک بیرون ملک رہ کر، کھو چکے تھے۔ جو لوگ ایسی شرائط کے تحت لوٹے تھے، ان کا کسی بدمزاج پولیس افیسر کی ترنگ پر کسی بھی وقت سرحد کے پاس پیچھا کیا جا سکتا تھا۔ مارکس کی اپنی صورت حال تو اور بدتر تھی اس لئے کہ انقلاب سے کئی سال قبل اس نے اپنی پروشیائی نیشنلٹی رضا کارانہ طور پر ختم کر دی تھی۔ یہ سچ ہے کہ اسے پولیس دھوکے بازی سے اس طرح کرنے پر مجبور کیا گیا تھا، مگر اُس سے یہ حقیقت تبدیل نہ ہوئی کہ اس نے رضا کارانہ طور پر اپنی نیشنلٹی ختم کر دی تھی۔ اس معاملہ پر لاسال نے اُس کی نمائندگی کی اور اُس کی پروشیائی شہریت کی واپسی کے حصول کے لئے زمین آسمان ایک کر دیے۔ اس نے برلن کے پولیس پریذیڈنٹ زیڈلٹز پہ بہت اعتقاد کیا، اور وزیر

داخلہ کاؤنٹ شیورین پہ کیا جو کہ ''نئے دور'' کا ایک سب سے نمایاں حامی تھا، مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔ زیڈلٹز نے اعلان کیا کہ مارکس کے دوبارہ شہری حقوق دینے پر واحد اعتراض اس کے ''ریپبلکن یا کم از کم غیر شاہ پرستی کے خیالات'' تھے۔ جبکہ انہی ''سیاسی عقائد پہ ضمیر کی تحقیق اور ایذا رسانی'' میں لاسال کے فوری پند و نصیحت کا جواب دیتے ہوئے اس نے اپنے پیش رووں منٹیوفل اور ویسٹ فالن کی سخت مزمت کرتے ہوئے شیورین نے اعلان کیا: ''کم از کم فی الحال مذکورہ شخص کو دوبارہ شہری حقوق عطا کرنے کا کوئی خاص سبب نظر نہیں آتا''۔ پروشیا جیسی ریاست مارکس جیسی شخصیت کو ہضم نہیں کر سکتی تھی، اور اس لحاظ سے وزیر شیورین اور اس کے پیش رو منٹیوفل اور کوہل وٹنر ٹھیک تھے۔

برلن چھوڑنے کے بعد مارکس نے کولون میں اپنے پرانے دوستوں سے ملنے کو ایک چکر کاٹا بالخصوص اپنی بوڑھی ماں کو دوبارہ دیکھنے کے لئے جو کہ تیزی سے اپنی موت کی طرف بڑھ رہی تھی۔ مئی کے شروع میں وہ پھر لندن میں تھا جہاں اسے امید تھی کہ وہ تھکا دینے والی زندگی سے بچ جائے گا جسے وہ اب تک گزارتا چلا آیا تھا اور اپنی کتاب ختم کرنے کے لئے درکار وقت اور سکون پا سکے گا۔ جب وہ برلن میں تھا تو وہ پچھلی بار بار کی ناکامیوں کے باوجود ویانا میں ''ڈائی پریسے'' سے معاملات طے کرنے میں کامیاب ہوا، اور اخبار میں ہر مضمون پر اسے ایک پاؤنڈ اور ہر رپورٹ پر دس شیلینگ دینے کا وعدہ کیا گیا۔ اسی دوران ''نیو یارک ٹریبیون'' کے ساتھ اس کے تعلقات میں بہتری کے پھر آثار پیدا ہوئے اور اس نے اُن کی عمدگی کی تعریفیں کر کر کے اس کے مضامین بار بار چھاپے۔ ''یہ یانکی لوگ خود اپنے نمائندوں کو اسناد حوالے کرنے کی خصوصی عادت رکھتے ہیں'' اس نے لکھا۔ ویانا کے ''ڈائی پریسے'' نے بھی ''اس کے کئی مضامین چھاپے'' مگر پھر بھی اس کے پرانے بقیہ جات کبھی مکمل طور پر ادا نہ کیے اور حقیقت یہ ہے کہ اس نے اپنی بیماری کے دوران کچھ بھی نہ کمایا، اوپر سے جرمنی کے سفر کے اخراجات نے مل کر، اس کے بقول ''ساری پرانی گندگی کو پھر سطح پر اچھال دیا''۔

مارکس کے لئے نہ صرف 1862ء کا سال کچھ بھی بہتر نہ تھا بلکہ یہ تو مزید بدتر تھا۔ گو کہ ڈائی پریسے اُس کے مضامین کی وسیع پیمانے پر تشہیر کرتا تھا مگر یہ اس سے امریکی اخبار سے بھی زیادہ برے انداز میں سلوک کرتا تھا۔ مارچ میں اس نے اینگلز کو لکھا: ''میں اس حقیقت پر کچھ زیادہ تشویش

میں نہیں ہوں کہ وہ بہترین مضامین نہیں چھاپتے (گو کہ میں ہمیشہ انہیں اس طرز سے لکھتا ہوں کہ وہ بہترین ہوتے ہیں) مگر جب وہ چار پانچ میں سے صرف ایک چھاپتے ہیں اور صرف ایک کا معاوضہ دیتے ہیں تو میرے لئے مالیاتی طور پر بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ وہ ایک سطر کا ایک پینی والے کے معیار سے بہت نیچے مجھے مایوس کرتا ہے''۔ سال کے دوران ''نیویارک ٹریبیون'' سے سارے رابطے ٹوٹ چکے تھے۔ وجہ بہت واضح نہیں ہے، لیکن لگتا ہے کہ سب سے بڑی وجہ امریکی سول وار تھی۔

حالانکہ، یہ جنگ اس کے لئے کافی بدقسمتی لائی، مارکس نے عظیم ترین ہمدردی سے اس کا خیر مقدم کیا۔ ''اس بارے میں کوئی غلطی نہیں ہونی چاہئے''۔ کچھ سال بعد اس نے اپنے سائنسی ماسٹر پیس کے پیش لفظ میں لکھا۔ ''جس طرح اٹھارویں صدی میں امریکی جنگِ آزادی یورپی درمیانہ طبقہ کے لئے خطرے کی گھنٹی تھی اسی طرح امریکی خانہ جنگی نے انیسویں صدی میں یورپی مزدور طبقے کے لئے بجائی تھی''۔ اینگلز کے نام اس کے خطوط دکھاتے ہیں کہ وہ بہت دلچسپی کے ساتھ جنگ کو دیکھتا رہا۔ وہ فوجی معاملات میں خود کو انجان سمجھتا تھا اور اینگلز اس بارے میں جو کچھ کہتا وہ خوشی خوشی سنتا تھا، اور اینگلز کے مشاہدات آج بھی عظیم ترین اہمیت کے حامل ہیں، نہ صرف فوجی نقطۂ نظر سے بلکہ سیاسی طور پر بھی۔ مثال کے طور پر وہ اِن الفاظ کے ساتھ فوجی اور ملیشیا معاملے کے مرکز تک پہنچا: ''صرف اور صرف کمیونزم میں تعلیم یافتہ اور کمیونزم پر مبنی معاشرہ ملیشیا نظام کے قریب ہو سکتا ہے، اور پھر بھی اسے مکمل طور پر حاصل نہیں کر سکے گا''۔

جو مہارت اینگلز نے فوجی معاملات میں حاصل کی تھی اس نے اس کے عمومی افق کو محدود کر دیا اور شمالی فوجوں کے قابلِ ترس فوجی قیادت سے کبھی کبھی اسے اُس کی آخری فتح پر شک ہو جاتا تھا۔ مئی 1862ء میں لکھتے ہوئے اس نے اعلان کیا: ''جو چیز مجھے یانکیوں کی فتح سے مشکوک بناتی ہے وہ فوجی صورتحال نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو اس عمومی کاہلی اور بے تعلقی کا محض نتیجہ ہے جو کہ شمال کی خصوصیت ہے، بلکہ عوام میں انقلابی توانائی کہاں ہے؟ وہ خود کو پٹنے دیتے ہیں اور واقعتاً اُن لاتوں پر فخر کرتے ہیں جو وہ وصول کر رہے ہیں۔ پورے شمال میں کہاں سے۔ یانکی لگتا ہے کہ اپنے قرض خواہوں کے دھوکے کے امکان سے سب سے زیادہ لطف کشید کرتے ہیں''۔ جولائی میں اسے ڈر تھا

کہ شمال سے ساری امید ختم ہو چکی ہے، اور ستمبر میں اس نے اعلان کیا کہ جنوب والے، جو کم از کم یہ جانتے ہیں کہ وہ کیا چاہتے ہیں، شمال والوں کی کاہلی کے مقابلے میں اُسے ہیرو لگتے ہیں۔

مارکس' البتہ شمالی ریاستوں کی آخری فتح پر پکا یقین رکھتا تھا، اور ستمبر میں اس نے جواب دیا: ''جہاں تک یانکیوں کا تعلق ہے میں ابھی تک بہت قائل ہوں کہ وہ آخر میں جیت جائیں گے ...... جس طریقہ سے وہ جنگ لڑ رہے ہیں ایک بورژوا ر پبلک کے لئے قدرتی ہے جس پر اتنی دیر تک فراڈ کے ساتھ حکمرانی کی گئی ہے۔ جنوبی ریاستوں پہ ایک آمریت حکمرانی کر رہی ہے اور ایک آمریت جنگ شروع کرنے کے لئے زیادہ موزوں ہوتی ہے، خصوصاً ایک ایسی آمریت جو کہ جنوبی ریاستوں میں ہے جہاں ساری پیداواری محنت نیگرو لوگ کرتے ہیں اور چار ملین سفید فام پیشہ کے لحاظ سے بحری قزاق ہیں، مگر اس سب کے لئے میں اپنا سر تک جوئے میں رکھنے کو تیار ہوں کہ یہ لوگ آخر میں بدترین پائیں گے......'' وہ ٹھیک کہتا تھا، اور اس کا یہ حتمی فیصلہ کہ آخری نتیجے میں جنگ کا فیصلہ بھی معاشی حالات کریں گے جن کے تحت یہ لڑا کو فریق رہتے تھے، شک وشبے سے بالاتر تھا۔

یہ حیرتناک شفافیت بہت ہی شاندار تھی، اس لئے کہ اسی خط نے وہ کٹھنائی دکھائی جس میں مارکس نے خود کو اُس وقت پایا۔ دراصل وہ اس قدر پریشان تھا کہ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ کچھ ایسا کرے گا کہ جو پہلے کبھی کرنے کو تیار نہ تھا اور بعد میں بھی نہیں کرے گا۔ اس نے اینگلز کو اطلاع دی کہ وہ اپنی سی سر توڑ کوشش کر رہا ہے کہ وہ کوئی روزگار تلاش کر لے اور انگلش ریلوے کمپنی کے دفتروں میں سے ایک میں ملازمت حاصل کرے۔ آخر میں وہ ناکام ہوا............ اس لئے کہ اس کی ہینڈ رائٹنگ اتنی اچھی نہ تھی۔ اس کے خاندان کی غربت تلخ سے تلخ تر ہوتی جا رہی تھی اور صورتحال کو اس حقیقت نے بدتر بنایا کہ وہ بار بار بیمار پڑا۔ اس کے جگر کے پرانے عارضے کے علاوہ اس کے جسم پر دردناک چھالے اور پھوڑے نکلے، اور یہ نئی تکلیف برسوں تک اُس پر آتی جاتی رہی۔ صورتحال کی عمومی مایوسی نے یہ خطرہ بھی پیدا کیا کہ کہیں اس کی بیوی کی صحت میں پھر بریک ڈاؤن نہ پیدا ہو۔ بچوں کے پاس سکول جانے کو مناسب لباس اور جوتے تک نہ تھے، اور جبکہ ان کے سکولی دوست ''عظیم نمائش'' کے سال کے مزے لوٹ رہے تھے، وہ اپنی غربت کی وجہ سے دوروں کے خوف میں

تھے۔سب سے بڑی بیٹی، جوکہ اب تک اتنی بڑی ہوچکی تھی کہ صورتحال کی حقیقت کو سمجھے، اس سے بری طرح متاثر ہوئی اور اپنے والدین کے علم کے بغیر اس نے اس مرحلے کے لئے خود کو تربیت دینے کی کوشش کی۔

چیزیں اس قدر بگڑیں کہ مارکس نے بالآخر ایک ایسا اقدام کرنے کے لئے ذہن بنالیا جس پر اس نے اکثر غور کیا تھا۔مگر اپنی بیٹیوں کی تعلیم کا سوچ کر ترک کر دیا۔اس نے فیصلہ کیا کہ مالک کے پاس اپنا فرنیچر چھوڑ دے، جس نے پہلے ہی قرقی کر دی، اپنے دوسرے سارے قرض خواہوں کو مطلع کرے، کہ وہ دیوالیہ تھا، خاندان کے انگریز دوستوں کے اثر ورسوخ کے ذریعے اپنی دونوں بڑی بیٹیوں کے لئے گورنیس کی پوزیشنیں حاصل کرے، لنچن ڈیموتھ کے لئے کوئی اور نوکری تلاش کرے اور اپنی بیوی اور سب سے چھوٹی بیٹی کے ساتھ اُن عمارتوں کے بلاکوں میں منتقل ہوجائے جو غریب طبقے کی ضرورتیں پورا کرنے کے لئے تھیں۔

آخر میں، البتہ اینگلز کی مہربانی سے، ہیجان کے اِس مشورے پر عمل نہ ہوا۔ اینگلز کا والد 1860ء میں فوت ہوگیا، اور اینگلز کو ''ایرمن اینڈ اینگلز'' نامی فرم میں ایک اچھی پوزیشن دی گئی، وہ اس کا ایک پارٹنر تھا۔گوکہ اس بہتری کا مطلب یہ بھی تھا کہ اسے پہلے کی بہ نسبت ایک عظیم تر سٹائل میں رہنا پڑے گا۔مزید برآں، امریکی بحران نے کاروبار پر بہت برا اثر ڈالا اور اس کی آمدنی اچھی خاصی کم کردی۔1863ء کے پہلے حصے میں وہ بھی ایک بہت بڑی شخصی بدقسمتی سے دوچار ہوا۔آئرش لڑکی میری برنز، جس کے ساتھ وہ معاشرے کی منظوری کے بغیر دس سال تک رہا تھا، مر گئی، اور اس کی موت اس کے لئے ایک خوفناک ضرب تھی۔ مارکس کو لکھتے ہوئے اس نے اعلان کیا: ''میں اپنے احساسات بیان ہی نہیں کرسکتا۔وہ بے چاری لڑکی جی بھر کے مجھ سے محبت کرتی تھی''، مگر مارکس نے کم ہمدردی میں جواب دیا جتنا کہ اینگلز کو توقع تھی اور اکیلے اس حقیقت نے کسی اور چیز سے زیادہ سخت انداز میں بتلا دیا کہ وہ خود کس قدر دکھ میں تھا۔اس نے اینگلز کے عظیم نقصان کو چند سردمہر الفاظ سے حوالہ دیا اور پھر اس پریشان صورتحال کو بیان کرنے لگا جس میں اس نے خود کو محسوس کیا۔اس نے اعلان کیا کہ اگر وہ جلد ہی اچھی خاصی رقم حاصل نہیں کرتا تو ایک آدھ ہفتے سے زیادہ

عرصے تک سر، پانی سے اوپر نہیں رکھ سکے گا۔ یہ صحیح ہے کہ اس نے ایک ایسے موقع پر دوسرے لوگوں کے مصائب سے اپنے دوست کو تکلیف دینے کی ''کراہت آمیز خودغرضی'' پایا، ''مگر بہر حال، میں کیا کرسکتا ہوں۔ پورے لندن میں ایک بھی ایسا شخص نہیں ہے جس سے میں کھل کر بات تک کرسکوں اور گھر میں مجھے خاموش stoic کا رول ادا کرنا پڑتا ہے تاکہ دوسری طرف سے غصے کی ایک بوچھاڑ کی پیش بندی کروں''۔

بہر حال، اینگلز کو اپنی بدقسمتی کا مارکس کے ہاتھوں ''برف جیسی سردمہری سے لینے'' سے دکھ پہنچا اور اپنے جواب میں، جسے اس نے کچھ دنوں تک التوا میں رکھا، اس نے اپنے احساسات چھپانے کی کوئی کوشش نہ کی، مگر بہ یک وقت اس نے مارکس کو اس مصیبت میں مدد دینے کی کئی تجاویز دیں، گوکہ اس نے اعلان کیا کہ وقتی طور پر وہ بہت بڑی رقم بھیجنے کی پوزیشن میں نہ تھا۔ مارکس نے بھی اپنے جواب کو کچھ دنوں تک ملتوی رکھا، لیکن صرف اس لئے تاکہ اینگلز کو شانت ہونے کا موقع دیا جائے، نہ کہ اس لئے کہ اپنی اس غلطی کو تسلسل دے جو کہ اس نے کم ہمدردی کر کے کی تھی۔اس نے ''سنگ دلی'' کی تو تردید کردی مگر اس نے بے تکلفی سے تسلیم کیا کہ اس نے مناسب ہمدردی کا اظہار نہ کیا۔ اِس خط میں اور بعد میں ایک خط میں اس نے اس صورتحال کو بیان کیا جس نے اس کے سر کو چکرا کر رکھ دیا تھا۔ جو لہجہ وہ اختیار کرتا ہے وہ مہارت والا اور مصالحانہ ہے، اس لئے کہ یہ امکان تھا کہ اینگلز اس حقیقت سے زیادہ زخمی ہوا تھا کہ اس کی محبوبہ دوست کی موت پر فراؤ مارکس نے ہمدردی کا ایک لفظ بھی نہیں بھیجا تھا۔ ''عورتیں ایک دلچسپ مخلوق ہیں'' مارکس نے لکھا: ''حتیٰ کہ عقلمند ترین عورتیں بھی۔ آج صبح میری بیوی میری کی موت پر اور آپ کے غم پر اس قدر روپڑی کہ اسے ہماری اپنی بدقسمتی بھول گئی، جوکہ اُسی دن معراج تک پہنچی، مگر شام کو اس نے محسوس کیا کہ دنیا میں کوئی بھی دکھ کو نہ جان پائے گا جب تک اس کے گھر میں قرقی ہو اور بچوں کو کھلانا ہو''۔

پشیمانی کے اولین لفظوں نے اینگلز کو فوری طور پر نرم کر دیا اور اس نے لکھا: ''کوئی شخص ایک عورت کے ساتھ برسوں تک رہ کر اس کی موت کو خوفناک انداز میں محسوس کرنے سے بچ نہیں سکتا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کے ساتھ میری جوانی قبر میں اتاری گئی۔ جب مجھے آپ کا خط ملا وہ

ابھی تک دفن نہیں کی گئی تھی۔ آپ کا خط ایک ہفتے تک میرے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا اور میں اسے بھول نہیں سک رہا تھا۔ پرواہ مت کریں، آپ کے آخری خط نے اس کا اثر زائل کر دیا اور میں دل سے خوش ہوں کہ میں نے میری کے ساتھ ساتھ اپنا سب سے پرانا اور بہترین دوست نہیں گنوایا''۔ یہ کشیدگی کا پہلا اور آخری نشان تھا جو اُن دونوں کے درمیان کبھی بھی نظر آئی۔

''حد درجہ جراتمند منصوبے'' کی برکت سے اینگلز سو پاؤنڈ جمع کرنے میں کامیاب ہوا اور اس رقم سے مارکس سستے علاقے میں منتقل ہوئے بغیر اپنا سر، پانی سے باہر رکھنے کے قابل ہوا۔ اس نے 1863ء کے سال اپنا راستہ بڑی دشواری سے ہموار کرنے کا انتظام کیا اور اس کے اواخر میں اس کی والدہ فوت ہوگئی۔ ایسا نہیں لگتا کہ اُن سے اسے بہت بڑا ترکہ ملا اور یہ دراصل آٹھ یا نو سو پاؤنڈ تھے جو اُسے بعد میں ویلہلم وولف کی وصیت کے مطابق ملے جس نے اسے سانس لینے کا اچھا خاصا وقت دیا۔

ویلہلم وولف 1864ء میں فوت ہوا، جس کا گہرا ماتم مارکس اور اینگلز نے کیا۔ وہ صرف 55 سال کا تھا جب فوت ہوا، مگر ایک مہم جو یانہ زندگی کے طوفان اور پریشانیوں سے اس نے اپنا دامن کبھی نہ بچایا، اور اینگلز نے تو شکایت بھی کی کہ ایک ٹیچر کے بطور اپنے فرائض سے اس کی سخت گیر وابستگی اس کی موت کو جلدی لائی۔ مانچسٹر میں جرمنوں کے اندر اس کی عظیم مقبولیت کی برکت سے، اس نے بہت ہی آرام دِہ صورتحال میں کام کیا تھا، مگر اس کی جلاوطنی کے اولین سال کافی مشکل تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ اس کی موت سے ذرا پہلے اس کے باپ نے اس کے لئے ایک چھوٹا ترکہ چھوڑا۔ بعد میں مارکس نے اپنی لافانی تصنیف کی پہلی جلد کا انتساب اپنے ''ناقابلِ فراموش دوست، ایک بہادر، وفادار اور پرولتاریہ کے پاک رہنما'' کے نام کیا، اور ویلہلم لبخت کی دوستی کے آخری عمل نے مارکس کو اس کتاب کے لئے درکار سکون کے لئے کافی کچھ کیا۔

اس کی زندگی کی پریشانیوں اور مشکلات ہمیشہ کے لئے ختم نہ ہوئیں، لیکن وہ پچھلے سالوں کے اسی دل توڑ دینے والے طریقے پر کبھی واپس نہ ہوا، اس لئے کہ ستمبر 1864ء میں اینگلز نے ''ارمنز'' کے ساتھ ایک معاہدے پر دستخط کر دیے جس نے فرم میں اسے ایک حصہ دار بنا دیا، اور اس وقت سے پھر وہ

ایک اور زیادہ سخی ہاتھ کے ساتھ اپنی ناکام نہ ہوتی ہوئی مدد جاری رکھنے کی پوزیشن میں تھا۔

7-لاسال کا ایجی ٹیشن

جولائی 1862ء میں ایک ایسے وقت جب مارکس کا خاندان شدید ترین دباؤ میں تھا، لاسال نے لندن میں اپنا جوابی دورہ کیا۔

''اس کی جانب کچھ dehors برقرار رکھنے کی خاطر میری بیوی کو عملاً ہر وہ چیز اٹھانی پڑی جو دکان کو فروخت نہ ہوئی تھی'' مارکس نے اینگلز کو لکھا۔ لاسال کو اندازہ نہ تھا کہ صورتحال کس قدر ابتر تھی اور اس نے اُن ظاہری مظاہر کو قبول کیا جو مارکس اور اس کی بیوی اپنے ظاہری طور طریقوں کے بطور پیش کرتے رہے، اور محتاط گھریلو خادمہ لنچن ڈیموتھ نے مہمان کی زوردار بھوک کو کبھی نہ بھلایا۔ لہٰذا، ایک خوفناک صورتحال ابھری، اور یہ مارکس کا کوئی قصور نہیں، خصوصاً اس لئے کہ لاسال کا رویہ کسی وقت بھی منکسرانہ نہیں تھا، کہ وہ اُن جذبات پر قابو نہیں پا سکتا تھا جس نے ایک بار شلر کو گوئٹے کے بارے میں بولنے پر مجبور کیا: ''کس آسانی سے یہ شخص ساری چیزیں حاصل کرتا ہے، اور ہر چیز کے لئے مجھے کتنی سخت لڑائی لڑنی پڑتی ہے!''

کئی ہفتوں کے قیام کے بعد اپنی روانگی پہ ہی لگتا ہے کہ لاسال کو صورتحال کا اندازہ ہوا، اور تب اس نے اپنی مدد کی پیشکش کی، یہ اعلان کرتے ہوئے کہ سال کے آخر تک وہ پندرہ پاؤنڈ مہیا کر سکے گا اور یہ کہ مارکس اُس پہ کسی بھی رقم کے بل ڈرا کر سکے گا بشرطیکہ اینگلز یا کوئی اور اُن کے لئے تعلقات خوشگوار ہوں۔ تب بورخیم کی مدد سے مارکس نے اس طرح 400 تھیلر کے حصول کی کوشش کی، مگر لاسال نے ایک خط لکھ کر اِس رضامندی کو اینگلز کی طرف سے ایک تحریری ضمانت سے مشروط کر دیا کہ بل کی ادائیگی کی معیاد پوری ہونے سے کم از کم آٹھ روز قبل ضروری رقم اسے پہنچ جائے، ''تا کہ نامعلوم صورتحال کے خلاف دفاع'' ہو سکے۔ لاسال کی طرف سے مارکس کی شخصی ضمانت پر اعتبار کی کمی کا اظہار قدرتی طور پر تکلیف دہ تھا، مگر اینگلز نے مارکس کو ''اس طرح کی حماقت'' کے بارے میں جذباتی نہ ہونے پر زور دیا اور فوری طور پر لکھ کر دے دیا۔

اس مالیاتی انتظام کے بعد کی صورتحال واضح نہیں ہے۔ 29 اکتوبر کو مارکس نے اینگلز کو لکھا کہ لاسال اس سے ''بہت ناراض'' ہے اور اس نے مطالبہ کیا ہے کہ رقم اس کے پرائیویٹ پتے پر بھیج دی جائے اس لئے کہ اس کے پاس کوئی بینکر نہ تھا۔ 4 نومبر کو مارکس نے لکھا کہ فریلیگراتھ لاسال کو 400 تھیلر بھیجنے پر تیار تھا، اور اگلے دن اینگلز نے جواب دیا کہ وہ لاسال کو ''کل کے دن'' 60 پاؤنڈ بھیج دے گا۔ اس معاملے میں کچھ غلط ہو گیا ہو گا، اس لئے کہ 24 اپریل 1864ء کو لاسال نے ایک تیسری پارٹی سے اس بات کا اعلان کیا کہ اس نے مارکس کو دو سال سے نہیں لکھا، اُن کے تعلقات ''مالیاتی وجوہات کی بنا پر'' کشیدہ تھے۔ اصل میں اس نے 1862ء کے آخر میں مارکس کو آخری بار اپنے پمفلٹ ''اب کیا؟'' کی کاپی بھیجتے ہوئے لکھا تھا۔ یہ خط اب محفوظ نہیں ہے، مگر دو جنوری 1863ء کو اینگلز کو لکھتے ہوئے مارکس نے اعلان کیا کہ یہ ایک کتاب کی واپسی کی ایک درخواست تھی۔ بارہ جون کو اینگلز کو لکھے گئے ایک اور خط میں مارکس نے جرمنی میں لاسال کے ایجی ٹیشن کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا اور لکھا: ''سال کے شروع سے میں اُسے لکھنے پر خود کو آمادہ نہیں کر سکا ہوں''۔ اس خط کے مطابق، لہٰذا، مارکس نے لاسال کے ساتھ اپنی خط و کتاب سیاسی وجوہات پہ ختم کر دی۔

بہرحال، دونوں بیانات کے درمیان ضروری نہیں کہ کوئی اصلی تضاد ہو۔ اس لئے کہ ایک چیز دوسری کے ساتھ بہت اچھی طرح مطابقت کر سکتی تھی۔ جس بے حد بے چین ماحول میں دونوں آدمی آخری بار ملے اس نے شاید ان کے سیاسی اختلافات کو بڑھانے میں حصہ ڈالا۔

1861ء کے موسمِ خزاں میں لاسال نے سوئٹزر لینڈ اور اٹلی کا دورہ کیا۔ زیورچ میں اس نے رُستاؤ سے واقفیت پیدا کی، اور کیپریرا جزے پر گیری بالدی سے، اور جبکہ وہ لندن میں تھا اس نے مازینی سے ملاقات کی۔ لگتا ہے وہ ''اطالوی پارٹی آف ایکشن'' کے زبردست منصوبے سے کسی حد تک دلچسپی رکھتا تھا جس کے مطابق گیری بالدی اپنے رضا کار ڈالماشیا میں اتار دے گا اور وہاں سے ہنگری میں بغاوت کے معیار کو بلند کرنے روانہ ہو جائے گا۔ اس منصوبے کو کبھی بھی عمل میں نہیں لایا گیا اور لاسال نے کہیں بھی تحریری طور پر اس کا حوالہ نہیں دیا۔ شاید زیادہ سے زیادہ یہ

ایک احساس خیال سے زیادہ تھا اس لئے کہ اس کے دماغ میں بہت مختلف معاملات تھے اور حتیٰ کہ لندن دورے سے پہلے اس نے خود اپنے منصوبوں پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

ایک اتحادی کے بطور مارکس کو حاصل کرنا اس کے لئے تمام اطالوی لفاظی سے زیادہ اہمیت رکھتا تھا، مگر مارکس نے خود کو سال پہلے کے مقابلے میں بھی کم قابلِ رسائی ثابت کیا۔ لاسال ابھی تک ایک اخبار جاری کرنے کا تصور رکھے ہوئے تھا، مگر مارکس نے اعلان کیا کہ گو کہ وہ ایک اچھی ادائیگی پر اس کے انگریزی نمائندے کے بطور کام کرنے کو تیار تھا، مگر وہ سیاسی یا دوسری طرح، اس ذمہ داری میں حصہ ڈالنے میں کوئی کام نہیں کرے گا اس لئے کہ وہ لاسال کی ہر بات سے اختلاف رکھتا ہے ماسوائے چند بہت دور اور آخری مقاصد کے۔ اس نے لاسال کے ان منصوبوں کی بھی سخت مخالفت کی جو اُس نے اس کے سامنے مزدوروں کے بیچ ایجی ٹیشن کے لئے رکھے۔ اس نے اعلان کیا کہ لاسال نے وقتی اور فوری حالات سے خود کو بہت زیادہ متاثر کرنے دیا۔ لاسال نے اپنے ایجی ٹیشن کے مرکز کے بطور شُلزے۔ ڈیلیچ جیسے ایک بونے کی مخالفت چاہی: ریاستی امداد بمقابلہ اپنی مدد آپ۔ اس کے ساتھ وہ محض نعرے کو دوبارہ بحال کر رہا تھا جو کیتھولک سوشلسٹ بوچیز نے چالیس کی دہائی میں فرانس میں اصل مزدور طبقے کی تحریک کے خلاف استعمال کیا تھا۔ حقِ عام رائے دہی کے لئے چارٹسٹ مطالبے کو منظور کرتے ہوئے لاسال نے برطانوی اور جرمنی حالات میں فرق پر دھیان نہ دیا تھا، نیز حق عام رائے دہی کے مسئلے میں دنیا کو سیکنڈ ایمپائر کے دیے ہوئے اہم سبق کو بھی۔ جرمنی میں اس پہلے والی تحریک کے ساتھ سارے تعلقات کی تردید کرتے ہوئے وہ فرقہ پرستی کی غلطی کا شکار ہو چکا تھا، جو کہ پرودھون کی غلطی تھی۔

بہرحال، لاسال نے ان تنقیدوں سے خود کو دل برداشتہ ہونے کی اجازت نہ دی اور اس نے 1863ء کے موسمِ بہار سے ایک خالصتاً مزدور طبقے کی تحریک کے بطور اپنا ایجی ٹیشن جاری رکھا۔ وہ ابھی تک اپنے کام کی اہمیت سے مارکس کو قائل کرنے کے لائق ہونے کی امید میں تھا اور حتیٰ کہ اُن کی خط و کتابت بند ہونے کے بعد بھی، وہ مارکس کو اپنا ایجی ٹیشن مواد متواتر بھیجتا رہا، گو کہ مارکس کے ہاتھوں مواد کا استقبال بالکل ایسا نہ تھا جس کی اس نے امید کی تھی۔ اینگلز کے نام اپنے

خطوط میں مارکس لاسال کی سرگرمیوں کی اس شدت سے مذمت کرتا ہے کہ جو کبھی کبھار تلخ بے انصافی کی حد تک جاتا ہے۔ یہاں ناخوشگوار تفصیلات میں جانا ضروری نہیں ہے۔ اور یہ مارکس و اینگلز کے خطوط میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ یہ کہنا کافی ہے کہ تحریروں (جنہوں نے جرمن مزدوروں کو ہزاروں کی تعداد میں نئی امید اور نئی زندگی دی ہے) کو مارکس نے توہین آمیز انداز میں سکولی بچے کے ایک چوری کئے ہوئے کے بطور ایک طرف پھینک دیا تھا، جب اس نے انہیں پڑھا بھی، اور طفلی مشقوں کے بطور حتیٰ کہ وقت گزاری کے لئے بھی پڑھنے کے لائق نہ تھے۔

مارکس ایک سپر مین نہیں تھا اور اس نے ایک آدمی سے زیادہ کچھ ہونے کا دکھاوا بھی نہ کیا، یہ اعلان کرتے ہوئے کہ کوئی انسانی چیز اُس سے خارج نہیں ہے۔ دوسروں کے خیالات کی دہرائی اُن چیزوں میں سے ایک تھی جو اسے شدید ناراض کرتی تھی۔ اس سے انصاف میں، اُن غلطیوں کی اصلاح اتنی ہی ضروری ہے جو اس نے دوسروں سے کیں جتنا کہ اُس کے ساتھ دوسروں کی کی ہوئی غلطیوں کی اصلاح تھی۔

ایک طرح سے مارکس یقیناً لاسال کا استاد تھا اور دوسرے لحاظ سے وہ نہیں تھا۔ ایک نقطۂ نظر سے مارکس نے لاسال کو وہی کچھ کہا ہوگا جو الزام ہے کہ ہیگل نے اپنے بسترِ مرگ پر اپنے شاگردوں کے بارے میں کہا تھا: 'اِن میں سے صرف ایک نے مجھے سمجھا، اور وہ بھی غلط سمجھا'۔ لاسال بلا مقابلہ ان شاندار ترین جڑے ہوئے لوگوں میں سے تھا جو مارکس و اینگلز نے اپنی زندگیوں میں حاصل کئے تھے، مگر اس نے اُن کے نئے عالمی نقطۂ نگاہ یعنی تاریخی مادیت کی الف بے تک مکمل طور پر گرفت میں نہ لیا تھا۔ مارکس بالکل درست تھا جب اس نے اعلان کیا کہ لاسال خود کو ہیگلی فلسفہ کے ''قیاسی تصور'' سے کبھی بھی آزاد کرنے کے لائق نہ تھا۔ گو کہ اس نے پرولتاری طبقاتی جدوجہد کی زبردست تاریخی اہمیت کو جامع انداز میں سمجھ لیا تھا، اس نے اسے محض فکر کی اُن آئیڈیلسٹ شکلوں میں سمجھا جو کہ فلسفیانہ اور قانونی طور پر سب سے بڑھ کر بورژوا عہد سے مخصوص تھیں''۔

نتیجہ یہ نکلا کہ معیشت دان کے بطور لاسال قد میں مارکس کے برابر نہ پہنچا اور نہ ہی وہ مارکس کی معاشی تعلیمات کی پوری اہمیت کو سمجھا، یا انہیں یکسر غلط انداز میں سمجھا۔ مارکسی نظریۂ قدر

کے لاسال کے پیش کرنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مارکس نے نرمی سے تبصرہ کیا کہ لاسال ''اچھی خاصی غلط فہمی'' کا شکار ہو گیا جبکہ یہ اعلان سچ کے زیادہ قریب ہوتا کہ وہ اسے سمجھنے میں یکسر ناکام ہو گیا۔ لاسال نے مارکس کے نظریۂ قدر کا صرف وہ حصہ اپنا لیا جو دنیا کو دیکھنے کے اس کے اپنے فلسفیانہ اور قانونی طریقے میں فٹ ہوتا تھا: یہ ثبوت کہ عمومی سماجی وقتِ محنت، جو کہ قدر کو متعین کرتا ہے عمومی سماجی پیداوار کو لازمی بناتا ہے تاکہ مزدور کو اس کی مشقت کی پوری پیداوار حاصل ہو جائے۔ لیکن مارکس کے تئیں قدر کا نظریہ سرمایہ داری طرزِ پیداوار کے سارے معموں کا حل تھا؛ یہ بطور تاریخی پراسیس قدر اور قدرِ زائد کے بننے کی چابی تھی جو ناگزیر طور پر سماج کے سرمایہ دارانہ نظام کو ایک سوشلسٹ نظام میں بدل دے گی۔ لاسال نے اس قوتِ محنت جو کہ قدرِ استعمال میں منتج ہوتی ہے، اور اس قوت محنت جو کہ قدرِ تبادلہ پر منتج ہوتی ہے، کے مابین فرق پہ دھیان نہ دیا جو کہ مارکس کے لئے وہ ''اہم نکتہ تھا جس پر سیاسی معیشت کی ایک تفہیم انحصار کرتی تھی''۔ دونوں کے درمیان اصل اختلاف اس فیصلہ کن نکتے پر نظر آیا۔ یہ قانونی و فلسفیانہ نقطۂ نظر اور معاشی و میٹریلسٹ نقطۂ نظر کے درمیان اختلاف ہے۔

دوسرے معاشی معاملات میں مارکس نے لاسال کی کمزوریوں کو بہت درشت انداز میں لیا اور بالخصوص لاسال کی ایجی ٹیشن کے دو اہم معاشی ستونوں کو: لاسال کے بقول ''اجرتوں کا آہنی قانون، اور ریاستی قرض کے ساتھ کام کرنے والے مزدوروں کی کوآپریٹوز''۔ مارکس نے اعلان کیا کہ لاسال نے ایک برطانوی معاشیات دان مالتھس اور ریکارڈو سے مستعار لیا، اور دوسرا فرانسیسی کیتھولک سوشلسٹ بوچیز سے۔ گو کہ حقیقت میں لاسال نے دونوں ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' سے لیے تھے۔

مالتھس کی پیش کردہ ''تھیوری آف پاپولیشن'' کی بنیاد پر، جس کے تحت آبادی ہمیشہ اشیائے خوراک کی پیداوار سے زیادہ تیزی کے ساتھ بڑھتی ہے، ریکارڈو نے اپنا قانون ڈیویلپ کیا کہ اوسط اجرت کو خود کو ضروری مقدار تک نسل کے محض وجود اور دوام کو مدد کرنے تک محدود کرنا چاہیے۔ لاسال نے اجرتوں کے قانون کے ایک مبینہ قدرتی قانون سے اس جواز کو کبھی بھی تسلیم نہیں کیا، اور اس نے مالتھس کی آبادی کی تھیوری کی اتنی ہی توانائی سے مخالفت کی جتنی کہ مارکس اور

اینگلز نے کی۔ اس نے اجرتوں کے قانون کے آہنی کردار پر صرف سرمایہ دار معاشرے کے لئے اصرار کیا، ''موجودہ حالات میں، سپلائی اور ڈیمانڈ کی حکمرانی کے تحت'' اور اس میں وہ صرف کمیونسٹ مینی فیسٹو کے نقش قدم پر چل رہا تھا۔

لاسال تین برس قبل مر چکا تھا جب مارکس نے اجرتوں کے قانون کی لچکدار خصوصیت کو جیسا کہ یہ سرمایہ دار سماج کی بلندی پر ہو جاتا ہے، ثابت کیا، اس نے اس کی بلند ترین سطح سرمایہ کے استعمال کے لئے ضرورت میں دیکھا اور اس کی نچلی ترین سطح غربت کی اُس گہرائی میں دیکھی جو ایک مزدور بھوک سے مرنے کے بغیر برداشت کر سکے۔ اِن حدود کے اندر اجرتوں کی سطح آبادی کے فطری اتار چڑھاؤ سے متعین نہیں ہوتے، بلکہ مزاحمت کی سطح سے ہوتے ہیں جو مزدور سرمایہ کے اُس مستقل رجحان کو دیتے ہیں کہ عدم ادائیگی والے مزدور کو ان کی قوتِ محنت سے جتنا زیادہ ممکن ہو نچوڑے۔ اس کے بعد ٹریڈ یونینوں میں مزدور طبقے کی تنظیم کو کئی گنا زیادہ اہمیت کا حامل دیکھا گیا جتنا کہ لاسال اسے عطا کرنے پہ تیار ہوا تھا۔

اس لحاظ سے، لہٰذا، لاسال مارکس سے معاشی بصیرت میں ذرا سا پیچھے تھا، مگر پیداواری ایسوسی ایشنوں سے متعلق وہ ایک شدید غلطی میں پڑ گیا۔ اُس نے انہیں بوچیز سے مستعار نہیں لیا اور انہیں ساری سماجی برائیوں کے لئے دوا کے بطور نہیں دیکھا تھا بلکہ وہ انہیں پیداوار کے سماجیائے جانے کی طرف ایک قدم کے بطور دیکھتا تھا۔ اسی سلسلے میں ''کمیونسٹ مینی'' فیسٹو قرض کی مرکزیت کو دوسرے کئی اقدامات کے ساتھ، ریاست کے ہاتھوں میں اور ریاستی فیکٹریوں کی بنیاد میں ذکر کرتا ہے، مگر بہ یک وقت یہ اعلان کرتا ہے کہ یہ اقدامات ''معاشی طور پر ناکافی اور کمزور نظر آتے ہیں مگر تحریک کے دوران وہ خود کو سبقت دے جاتے ہیں اور طریقِ پیداوار کو مکمل طور پر انقلابیانے کے ایک ذریعے کے بطور ناگزیر ہیں''۔ دوسری طرف لاسال اپنی پیداواری ایسوسی ایشنوں کو ''نامیاتی بیج، اندر سے وا ہوتے ہوئے اور ناگزیر طور پر ساری مزید ترقی کو آگے کی طرف دھکیلنے والے'' کے بطور گردانتا تھا۔ یہاں وہ یقینی طور پر ایک ''فرنچ سوشلزم کے ساتھ آلودگی'' کو دغا دیتا ہے جب وہ فرض کرتا ہے کہ اجناس پیداوار کے قوانین کو اجناس کی پیداوار کی بنیاد پر بے باک کیا جا سکتا ہے۔

اس کی معاشی کمزوریاں، جن کا یہاں پر اُن کے اہم نکات کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے، یقیناً مارکس کو پریشان کرنے کے لئے تعین کردہ تھیں جس نے تبصرہ کیا کہ جو کچھ مارکس نے پہلے ہی مشقت سے حل کر دیا، وہ اسے پھر کنفیوژن میں پھینک رہا ہے۔ اگر مارکس نے خود کو ایک توانا اور حتیٰ کہ ایک ناراض احتجاج تک محدود کیا تھا تو اس کا رویہ سمجھ میں آ سکتا ہے، مگر اپنے قابلِ جواز غصے میں وہ یہ دیکھنے میں ناکام ہوا کہ لاسال کی ساری تھیوریٹکل کج فہمیوں کے باوجود لاسال کی پالیسی بنیادی طور پر اس کی اپنی تھی۔ مارکس خود ہمیشہ ایک موجود تحریک کے انتہائی ترین کنارے کو اسے مزید آگے دھکیلنے کے ایک لیور کے بطور پکڑنے کے حق میں رہا اور اس نے 1848ء میں یہی کچھ تو کیا تھا۔ لہٰذا لا سال ''لمحے کی فوری صورتحال'' سے زیادہ متاثر نہیں تھا جتنا کہ خود مارکس انقلابی سالوں کے دوران میں رہا تھا۔ لاسال پر فرقہ پسندی اور جرمنی میں ذرا قبل کی تحریک کے ساتھ سارے قدرتی رابطوں کی تردید کا الزام تھا، مگر یہ صرف اس حد تک درست ہے جہاں تک کہ لاسال نے اپنے ایجی ٹیشن میں کمیونسٹ لیگ یا اس کے مینی فیسٹو کا کبھی تذکرہ نہیں کیا، اور یہ صرف اس قدر سچ ہے کہ ''نیوے رائنشے زی تنگ'' کے کئی سوشماروں میں بھی اِن دونوں کے متعلق اتنا ہی کم حوالہ ہے۔

دونوں اشخاص کے انتقال کے بعد اینگلز نے بالواسطہ مگر پھر بھی حیرت انگیز طور پر لاسال کے اقدامات کو جائز کہا۔ 87-1868ء کے سالوں میں امریکہ میں ایک پرولتاری بڑی تحریک ایک بہت ہی کنفیوز پروگرام کے ساتھ ابھرنی شروع ہوئی، اور اینگلز نے اپنے دوست سرج کو لکھا: ''پہلا بڑا قدم جو تحریک میں کسی نئے نئے داخل ہونے والے ملک کو ضرور اٹھانا چاہیے وہ مزدوروں کو ایک آزاد سیاسی پارٹی میں منظم کرنا ہے، قطع نظر اس کے کہ کیسے، بشرطیکہ یہ ایک واقعتاً مزدوروں کی ایک پارٹی ہو۔ اس نے مزید اشارہ کیا کہ اگر اس طرح کی پارٹی کا اپنایا ہوا پروگرام کنفیوز ہوا اور حتیٰ کہ حد درجہ کم ہو ، یہ ایک ناگزیر اور صرف عارضی برائی تھی۔ اس نے امریکہ میں دوسرے پارٹی دوستوں کو اسی طرح کے ایک دباؤ میں لکھا، یہ اعلان کرتے ہوئے کہ مارکسسٹ تھیوری واحد سچا ڈوگما ہونے کی اجارہ داری کا دعویٰ نہیں کرتی، مگر یہ کہ یہ بڑھوتری کے پراسیس کی ایک تعبیر تھی۔ مزدور طبقے کی قوتوں کی پہلی حرکت کے ناگزیر کنفیوژن کو مزدوروں کو ایسے خیالات کو نگلنے پر مجبور کر کے بدترین طور پر ناگوار نہیں

بنانا چاہیے، جو وقتی طور پر وہ ہضم کرنے کے قابل نہ تھے، بلکہ جنہیں وہ بعد میں رضا ورغبت سے قبول کر لیتے۔

اپنی دلیل کی حمایت میں اینگلز نے جرمنی میں انقلابی سالوں میں اپنے اور مارکس کے رویے کی طرف اشارہ کیا: ''جب ہم 1848ء کے موسمِ بہار کو جرمنی لوٹے، ہم نے مزدور طبقے کی کانوں تک پہنچنے کے واحد ذریعے کے بطور ڈیموکریٹک پارٹی میں شمولیت اختیار کی۔ ہم پارٹی کا سب سے ایڈوانس بازو تھے، مگر پھر بھی ہم اس کا ایک حصہ تھے''۔ اور بالکل جس طرح ''نیوے رائنشے زی تنگ'' نے ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' کے ہر طرح کے تذکرے سے گریز کیا، اسی طرح اینگلز نے امریکیوں کو اسے اپنا فوری عقیدہ بنانے کے خلاف خبردار کیا، یہ بتاتے ہوئے کہ مارکس کی دوسری ساری چھوٹی تصانیف کی طرح یہ بھی فی الحال امریکی مزدوروں کی سمجھ میں آنے کے لئے بہت مشکل تھا۔ وہ پہلی بار تحریک کی طرف آ رہے ہیں اور وہ ابھی تک کسی قدر اناڑی ہیں، اور تھوریٹیکل معاملات میں بہت زیادہ پسماندہ ہیں: ''ہمیں روزمرہ عملی تحریک کو ایک لیور کے بطور استعمال کرنا چاہیے، اور اس کے لئے ہمیں ایک بالکل نئے لٹریچر کی ضرورت ہے۔ ایک بار جب امریکی مزدور کم وبیش صحیح راستے پر آ جائیں تو مینی فیسٹو اپنا اثر ڈالنے میں ناکام نہیں ہوگا، مگر فی الحال یہ محض چند مزدوروں کو متاثر کرے گی''۔ اور جب سرج نے اعتراض کیا کہ مینی فیسٹو نے اُس پر تو پہلی بار پڑھنے سے بہت اثر ڈالا تھا حالانکہ وہ اُس وقت محض ایک لڑکا تھا، تو اینگلز نے جواب دیا: ''آپ لوگ چالیس برس قبل جرمن تھے، تھیوری کے لئے جرمن اہلیت کے ساتھ، اور چنانچہ مینی فیسٹو نے اپنا اثر ڈالا تھا: آپ پر، مگر گو کہ انگلش، فرنچ، فلیمی، ڈینش وغیرہ میں اس کے تراجم ہو چکے تھے، اس نے دوسری قوموں پر بالکل کوئی اثر نہیں ڈالا''۔ 1863ء تک، سخت استبداد کے طویل سالوں نے جرمن مزدوروں میں تھیوری کے لئے اس اہلیت کا بہت تھوڑا حصہ چھوڑ دیا تھا، اور انہیں مینی فیسٹو کو پھر سمجھنا شروع کرنے سے پہلے تعلیم کے برسہا برس ضروری تھے۔ یہ جو اینگلز نے (مارکس کے ساتھ مکمل جواز کے ساتھ اور ہمیشہ اپیل کرتے ہوئے) ''پہلا عظیم قدم'' کے بطور بیان کیا۔ لاسال کا ایجی ٹیشن ملامت سے بعید تھا۔ ایک معیشت دان کے بطور لاسال بلاشبہ مارکس سے بہت

پیچھے تھا، مگر ایک انقلابی کے بطور وہ مارکس کا مساوی تھا، جب تک کہ کوئی اسے اس حقیقت سے ملامت کرے کہ انقلابی اقدام کے لئے اس کی بے چین خواہش سائنٹفک سٹوڈنٹ کے ان تھک صبر کو بھاری کر رہا تھا۔ ''ہیراکلائی ٹس'' کے واحد استثنا کے ساتھ، اس کی باقی ساری تحریریں ایک فوری عملی اثر حاصل کرنے کے نقطۂ نظر سے لکھی گئی تھیں۔

اس نے اپنی ایجی ٹیشن طبقاتی جدوجہد کی مضبوط بنیاد پر رکھی اور اس نے مزدور طبقے کے ہاتھوں سیاسی اقتدار پر قبضہ کو اسی کا غیر متزلزل مقصد بنا لیا۔ مارکس کی یہ ملامت کہ وہ طبقاتی جدوجہد کی ترقی کے طریقوں کو ایک طرح کے ڈوگما والے پکوان کی تراکیب کے مطابق رکھنے کی کوشش کرتا تھا، غیر منصفانہ تھی، اس لئے کہ لاسال اصل میں انہی ''جینوئن عناصر'' سے روانہ ہوا جنہوں نے کہ قدرتی طور پر جرمن مزدوروں میں ایک تحریک پیدا کی: عام حقِ رائے دہی کا مطالبہ اور پیداواری ایسوسی ایشنوں کا مسئلہ۔ پرولتاری طبقاتی جدوجہد کے لیور کے بطور عام حقِ رائے دہی کا اُس کا تخمینہ مارکس و اینگلز والے سے زیادہ درست تھا، کم از کم جہاں تک اس کے اپنے وقت کا تعلق ہے، اور ریاستی قرضے کے ساتھ اس کی پیداواری ایسوسی ایشنوں کے خلاف خواہ کتنا ہی بولا جائے، لیکن وہ بہر حال اُس درست بنیادی خیال پر مبنی تھے جو کہ خود مارکس نے چند سال بعد استعمال کردہ الفاظ میں ''محنت کش عوام کو بچانے کی خاطر، کو اپریٹو محنت کو قومی سطح تک ابھرنا چاہیے اور لہٰذا منطقی طور پر، ریاستی ذرائع سے اُن کی مدد کی جائے''۔ صرف اپنے پیروکاروں کے عظیم اور کبھی کبھار حد سے زیادہ تعریف کی وجہ سے لاسال سطح پر ایک ''فرقہ وار'' کے بطور نمودار ہوا ہوگا، مگر اس کی اصل اور بنیادی ذمہ داری اُس کی اپنی بالکل نہ تھی، اور اس نے ''کوڑھ مغزوں کی نظروں میں'' تحریک کو ''ون مین شو کی صورت اختیار کرنے'' سے بچنے کے لئے بہت کشٹ اٹھائے۔ اس نے نہ صرف مارکس اور اینگلز کے دل جیتنے کی کوشش کی، بلکہ بُوچر اور روڈبرٹس کے بھی۔ وہ کامیاب نہ ہوا اور اس نے اپنے ساتھ کام کرنے کا کوئی مساوی نہ پایا۔ لہٰذا یہ قدرتی بات تھی جب مزدوروں کی ممنونیت کبھی کبھار لاسال کی شخصیت پرستی ایک ناقابلِ اتفاق صورت اختیار کر جاتی۔ دوسری طرف یہ بھی سچ ہے کہ وہ اس طرح کا شخص نہ تھا جو خود اپنی روشنی ایک درزی کی پیمائش کے ٹیپ کے نیچے چھپائے۔ اور اس

کے پاس وہ خودفنا پذیری نہیں تھی جس کے ساتھ مارکس خودکوکاز کے پیچھے رکھتا تھا۔

ایک اور بہت اہم نکتہ قابلِ غور ہے: پروشیائی حکومت کے خلاف لبرل بورژوازی کی بظاہر پرتشدد جدوجہد۔ اسی جدوجہد میں سے لاسال کا ایجی ٹیشن فروغ پایا۔ 1859ء سے مارکس اور اینگلز پھر جرمن معاملات پر قریبی توجہ دے رہے تھے، مگر جیسا کہ 1866ء تک کے ان کے خطوط مختلف طریقوں سے بتاتے ہیں، وہ صورتحال کے ایک صحیح ادراک کے حصول میں اکثر کامیاب نہ ہوئے۔ انقلابی برسوں میں اُن کے تجربہ کے باوجود وہ ایک بورژوا اور حتیٰ کہ ایک فوجی انقلاب کے امکان کے متوقع تھے، اور جس طرح وہ جرمن بورژوازی کو بڑھا چڑھا کر سمجھتے تھے، وہ عظیم تر پروشیائی پالیسی کو کم کر کے سمجھتے تھے۔ وہ اپنی جوانی کے تاثرات پر قابو پانے میں کبھی کامیاب نہ ہوئے، جب اُن رائنش مادروطن، اپنے جدید کلچر پر فخر یہ باشعور، قدیم پروشیائی علاقوں کو توہین سے دیکھتے تھے، اور عالمی بالادستی کے لئے وہ جتنا زیادہ زار بادشاہ کے منصوبوں پر اپنی توجہ مرکوز کرتے، اسی قدر زیادہ وہ پروشیائی ریاست کو ایک روسی صوبے کے علاوہ کچھ نہ سمجھتے۔ حتیٰ کہ بسمارک میں وہ یہ روسی آلہ کار کے علاوہ کچھ بھی نہ سمجھنے پر مائل تھے، ''Tuileries میں پُراسرار شخص'' کا کٹھ پتلی جس کے بارے میں انہوں نے حتیٰ کہ 1859 میں اعلان کیا کہ وہ محض روسی سفارتکار کی بانسری کی دھن پر ناچتا تھا۔ یہ خیال کہ عظیم تر پروشیائی پالیسی، اپنی بصورت دیگر سارے قابل اعتراض شباہتوں کے لئے، ایسے نتائج تک جاسکتی ہے جو پیرس اور سینٹ پیٹرسبرگ کے لئے مساوی طور پر ناخوشگوار ہوں، انہیں نہیں آیا۔ وہ جرمنی میں ایک بورژوا انقلاب کو ابھی تک ممکن سمجھتے تھے، اور لہٰذا وہ لازمی طور پر لاسال کے ایجی ٹیشن کو مکمل طور پر ترقیوں کی دُھن کے خلاف سمجھتے تھے۔

البتہ لاسال نے چیزوں کو قریب سے دیکھا اور اس کا فیصلہ زیادہ منطقی تھا۔ اس نے اپنی پالیسی اس مفروضے پر رکھی کہ پروگریسو بورژوازی کی فلسطی تحریک کسی ''خواہ ہم صدیوں تک، جیالوجیکل عہدوں تک انتظار کریں'' کسی طرف نہیں جائے گی، اور وہ درست تھا۔ ایک بار جب بورژوا انقلاب کا امکان خارج ہو جاتا، اس نے صحیح اندازہ لگایا کہ جرمنی کا اتحاد، اگر یہ ممکن ہوتا بھی، صرف سلطنتی تبدیلیوں کا نتیجہ ہوسکتا تھا، اور اس کی رائے میں نئی ورکرز پارٹی کو ایک قوتِ متحرکہ کے

بطور کام کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس نے بسمارک کے ساتھ مذاکرات شروع کئے اور بسمارک کو اُس کی عظیم تر پروشیائی پالیسی کے ساتھ پتلی برف پر راغب کرنے کی کوشش کی، مگر وہ خود بہت دور قسمت آزما ہوا اور گو کہ اس نے اپنے اصولوں کی خلاف ورزی نہ کی، اس نے یقیناً سیاسی طریق کی شدید ضرورتوں کی خلاف ورزی کی، ایک ایسی کاروائی جس نے مارکس اور اینگلز کو سختی کے ساتھ اور جواز کے ساتھ اعتراض کرنے پر مجبور کیا۔

آخری موقع پر جس چیز نے مارکس و اینگلز کو لاسال سے 64-1863ء میں جدا کر دیا وہ موجود صورتحال میں ''متضاد'' خیالات تھے۔ البتہ مارکس اس شخص کے خلاف اپنے تعصّبات پر مکمل طور پر قابو پانے میں کبھی کامیاب نہ ہوا جس کا جرمن سوشل ڈیموکریسی کی تاریخ ہمیشہ اسی سانس میں اُس کے اور اینگلز کے ساتھ ذکر کرے گی، اور حتیٰ کہ موت کی تخفیفی قوت کا بھی مستقل اثر نہ ہوا۔

اسے لاسال کی موت کی خبر فریلیگراتھ سے موصول ہوئی، اور جسے اس نے 3 ستمبر 1864ء کو اینگلز کو ٹیلیگرام کر دیا۔ اگلے دن اینگلز نے جواب دیا: ''آپ تصور کر سکتے ہیں کہ اس خبر نے مجھے کس قدر حیران کر دیا۔ اس سے قطع نظر کہ لاسال شخصی طور پر کیسا تھا، اور ایک ادبی و سائنسی نقطہ نظر سے کیسا تھا، سیاسی طور پر وہ یقیناً جرمنی میں عمدہ ترین دماغوں میں سے ایک تھا۔ ہم لوگوں کے لئے وہ فی الحال ایک بہت ہی غیر یقینی دوست تھا اور مستقبل میں ایک یقینی دشمن ہوسکتا تھا، مگر بہ یک وقت یہ دیکھ کر بہت تکلیف ہوتی ہے کہ جرمنی کس طرح انتہا والی پارٹی کے اپنے سارے کم و بیش اہل لوگوں کو برباد کر رہا ہے۔ بہرحال کیا خوشی ہوگی مینوفیکچررز اور پروگریسو حریص آدمی کے بیچ، لاسال جرمنی میں وہ واحد شخص تھا جس سے وہ ڈرتے تھے''۔

مارکس نے کچھ دن گزرنے دیے اور پھر 7 ستمبر کو اس نے جواب دیا، ''پچھلے چند دنوں سے لاسال کی بدقسمتی مجھے بری طرح پریشان کرتی رہی ہے۔ بہرحال، وہ اولڈ گارڈ میں سے ایک تھا اور ہمارے دشمنوں کا دشمن تھا............ مگر گو کہ قصور اس کا تھا، اس سب کے لئے مجھے افسوس ہے کہ پچھلے چند سالوں کے دوران ہمارے تعلقات اس قدر ابرآلود تھے۔ دوسری طرف میں بہت خوش ہوں کہ میں نے بہت سے حلقوں کی طرف سے اکسائے جانے کی مزاحمت کی اور اس کے ''سالگرہ

کے سال'' کے دوران اس پر حملہ کرنے سے باز رہا۔ گروپ چھوٹے سے چھوٹا ہوتا جا رہا ہے اور کوئی کمک نہیں ہے''۔ نوابزادی ہیٹز فیلٹ کو ایک تعزیتی خط میں اس نے اعلان کیا: ''وہ جوانی میں مرا ....لڑائی میں...... ہومر کی تصنیف میں ٹروجن جنگ کے اساطیری ہیرو ایکلیز کی مانند''۔ اور کچھ دیر بعد جب شیخی بگھارنے والے بلائنڈ نے لاسال کی قیمت پر خود کو اہم بنانے کی کوشش کی، تو مارکس نے اسے توہین آمیز الفاظ کے ساتھ کچل ڈالا: ''میں، لاسال جیسے ایک شخص کے کردار اور ایک مسخرہ والی مضحکہ خیز شکل کو اس کی ایجی ٹیشن کی اصل اہمیت کے اس کے پیچھے اس کے اپنے سائے کے علاوہ کچھ نہیں کی وضاحت کرنے کی کوشش کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ بہرحال، میں بہت قائل ہوں کہ مسٹر کارل بلائنڈ اُس وقت محض خود اپنی فطرت کے فرمانوں کی فرمانبرداری کر رہا ہے جب وہ مرے ہوئے شیر کو ایڑ لگاتا ہے'' اور چند سال بعد شوٹزر کو ایک خط میں مارکس نے ''لاسال کی لافانی خدمت'' کی تعریف کی جس نے، ''عظیم غلطیوں کے باوجود'' جو اس نے اپنی ایجی ٹیشن میں کیں، جرمن مزدور طبقے کی تحریک کو ایک پندرہ سالہ خوابیدگی کے بعد جگا کر زندہ کر دیا۔

البتہ، بدقسمتی سے، دن آئے جب اس نے مردہ لاسال کو مزید تلخی اور زیادہ ناانصافی سے دیکھا جتنا کہ اس نے اس کی زندگی میں کبھی کیا تھا۔ لہٰذا ایک ناخوشگوار بچی کھچی چیز باقی رہتی ہے اور وہ صرف اس متاثر کر دینے والی فکر میں حل ہو سکتی ہے کہ جدید مزدور طبقے کی تحریک کسی ایک واحد دماغ کے لئے بہت دُور ہے، حتیٰ کہ سب سے طاقتور دماغ کے لئے بھی، کہ اسے کلی طور پر گرفت میں لا سکے۔

باب یازدہ:

''انٹرنیشنل'' کے اوائلی سال

1- ''انٹرنیشنل'' کا قیام

انٹرنیشنل ورکنگ منز ایسوسی ایشن کا قیام، لاسال کی وفات کے چند ہفتے کے بعد، 28 دسمبر 1864ء کو سینٹ مارٹن ہال لندن میں ایک بڑی میٹنگ میں عمل میں لایا گیا۔

یہ ایک فرد کا کام نہ تھا اور یہ ''ایک چھوٹا جسم ایک بڑے سر کے ساتھ'' والی بات نہ تھی۔ سب سے بڑھ کر یہ نہ تو ایک معمولی سایہ تھا اور نہ ہی ایک خوفناک وبا، جس طرح کہ اسے سرمایہ دار کا لک اچھالنے والے حقائق کے ساتھ بے پرواہی کے واہمے میں بیان کرتے تھے۔ ''فرسٹ انٹرنیشنل'' نجات کے لئے پرولتاریہ کی جدوجہد کی ایک عبوری صورت تھی اور یہ اتنی ہی ضروری تھی جتنا کہ یہ عبوری تھی۔

سرمایہ دارانہ طرزِ پیداوار، اپنے اندر موجود ایک تضاد، جدید ریاست کو پیدا بھی کرتا ہے اور تباہ بھی کرتا ہے۔ یہ ساری قومی مخاصمتوں کو آخری حد تک شدید کرتا ہے اور بہ یک وقت یہ ساری قوموں کو خود اپنے تصور میں تخلیق کرتا ہے۔ جتنی دیر تک سرمایہ دارانہ طرزِ پیداوار موجود رہتا ہے، یہ تضادات ناقابلِ حل رہتے ہیں اور لہٰذا انسانوں کا بھائی چارہ (جس کے بارے میں سارے بورژوا انقلابات اس قدر نغمگی سے گاتے رہے) بار بار شکست سے دوچار ہوتا رہا۔ جبکہ بڑے پیمانے کی

صنعت قوموں کے درمیان آزادی اور امن کی تبلیغ کرتی رہی، اس نے دنیا کو ایک مسلح کیمپ میں بھی بدل دیا، جو تاریخ میں پہلے نہ دیکھی گئی۔

البتہ، سرمایہ دارانہ طرزِ پیداوار کے غائب ہو جانے کے ساتھ اس کے تضادات بھی ختم ہو جائیں گے۔ یہ سچ ہے کہ نجات کے لئے پرولتاری جدوجہد کو ایک قومی بنیاد پر قائم ہونا چاہئے اس لئے کہ سرمایہ دارانہ پیداواری پراسیس قومی حدود کے اندر ہی پروان چڑھتا ہے، اور چنانچہ شروع میں ہر ملک میں پرولتاریہ خود کو اپنے ہی بوژوازی سے آمنے سامنے پاتا ہے۔ البتہ، اس کے باوجود پرولتاریہ کو ناترس مقابلے کے سامنے تسلیم ہونے کی کوئی ضرورت نہیں جس نے ہمیشہ بین الاقوامی امن اور آزادی کے سارے بورژوا خواب تباہ کر دیے۔ جتنی جلد مزدور احساس کریں کہ اگر انہیں سرمایہ کی بالادست قوت کو موثر مزاحمت دینی ہے تو انہیں خود اپنی صفوں میں مقابلہ سے جان چھڑانی چاہیے (اور یہ احساس ان کے طبقاتی شعور کے پہلی بار جاگنے سے ہی ہوتا ہے) تو پھر یہ اس مزید گہرے احساس کی طرف محض ایک قدم ہے کہ مختلف ممالک کے مزدور طبقات کے خلاف مقابلہ بھی ختم ہونا چاہیے کہ مزدور طبقات کو بین الاقوامی طور پر تعاون کرنا چاہئے، اگر انہوں نے بورژوازی کی بین الاقوامی بالادستی کا تختہ الٹنا ہے۔

چنانچہ جدید مزدور طبقہ کی تحریک کی بہت شروع کی تاریخ میں، بین الاقوامیت کی طرف ایک رجحان نے خود کو محسوس کروانا شروع کر دیا۔ جسے بورژوازی (اس کے منافع کے مفادات سے اس کا افق تنگ ہونے کی برکت سے) غیر محبِّ وطن گردانتا ہے، جہالت اور کم فہمی گردانتا ہے، اصل میں نجات کے لئے پرولتاری جدوجہد کے وجود کے لئے ایک اہم شرط ہے۔ گو کہ یہ جدوجہد نیشنلزم اور انٹرنیشنلزم کے درمیان مخاصمت کو حل کر سکتی ہے، جبکہ بورژوازی کو اس کے تحت جب تک یہ زندہ رہتی ہے تڑپنے تلملانے کی سزا دی جاتی ہے، مزدوروں کے پاس کوئی جادو کی چھڑی نہیں ہے، اس معاملے میں مزید بہ نسبت کسی دوسرے اور وہ ایک دشوار گزار اور مشکل چڑھائی کو ایک ہموار اور آسان راستے میں بدلنے کے قابل نہیں ہیں۔ جدید مزدور طبقے کو اپنی لڑائیاں تاریخی طور پر پیدا شدہ حالات میں لڑنی پڑیں گی۔ یہ ایک بگولے کے انداز والے دھاوا بولنے سے اِن حالات کو کچل نہیں

سکتا، مگر وہ صرف ہیگلی انداز میں انہیں سمجھ کر (کہ سمجھنا قابو پانا ہوتا ہے) اُن پر فتح پا سکتا ہے۔

یہ افہام و تفہیم اِن حالات میں مزید مشکل بنا دی گئی کہ مزدور طبقے کی تحریک کی شروعات اور اس میں بین الاقوامیت کی شروعات، بے شمار عظیم قومی ریاستوں کی شروعات کے ساتھ منطبق ہوتی تھی۔ جو کہ سرمایہ دارانہ طریقِ پیداوار کے نتیجے کے طور پر قائم ہو رہی تھیں۔ ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' کا یہ اعلان کہ سارے مہذب ممالک میں پرولتاریہ کی طرف سے متحدہ اقدام اس کی نجات کے لئے ایک لازمی شرط ہے، کے چند ہفتوں کے بعد 1848ء کا انقلاب ہوا۔ انگلینڈ اور فرانس میں اس انقلاب نے بورژوازی اور پرولتاریہ کو ایک دوسرے کے خلاف صف آراء کر دیا، مگر جرمنی اور اٹلی میں اس نے قومی آزادی کی جدوجہدیں جاری کر دیں۔ البتہ، جہاں تک پرولتاریہ میدان میں بہر حال ایک علیحدہ قوت کے بطور نمودار ہوا، اس نے بہت درست طور پر شناخت کر لیا کہ گو کہ قومی آزادی کی یہ تحریکیں اپنا آخری مقصد حاصل نہیں کر سکیں گی، وہ البتہ اُن کے حصول کی راہ میں ایک مرحلہ ہیں۔ پرولتاریہ نے جرمنی اور اٹلی میں قومی تحریکوں کو اپنے سب سے جراتمند لڑاکا مہیا کر دیے، اور ان تحریکوں کو اخبار ''نیوے رائنشے زی تنگ'' کے کالموں سے بہتر مشورے کہیں نہیں ملے جو کہ ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' کے مصنفین نے جاری کر رکھا تھا۔ بہر حال، قدرتی طور پر قومی تحریکوں نے انٹرنیشنلزم کا خیال پیچھے دھکیل دیا، بالخصوص جب جرمنی اور اٹلی کی بورژوازی نے رجعتی سنگینوں کے پیچھے پناہ لے لی۔ اٹلی میں مزدوروں کی ایسوسی ایشنوں نے خود کو مازینی کے پرچم تلے دے دیا، جو گو کہ سوشلسٹ تو نہ تھا، البتہ کم از کم ایک ریپبلکن تھا، جبکہ جرمنی میں، جو کہ اٹلی سے زیادہ ترقی یافتہ تھا اور جس کے مزدوروں نے اپنی کاز کے لئے بین الاقوامی اثرات کا حتیٰ کہ ویٹلنگ کے دنوں میں احساس کر لیا تھا، صرف اس قومی سوال کے گرد ایک دس سالہ خانہ جنگی ہوئی۔

جب جدید پرولتاری تحریک شروع ہوئی انگلینڈ اور فرانس میں صورتحال کافی مختلف تھی، اس لئے کہ ان دونوں ملکوں میں قومی اتحاد بہت پہلے حاصل کیا جا چکا تھا، اور حتیٰ کہ مارچ انقلاب کے دنوں سے پہلے انٹرنیشنلزم کا آئیڈیا بہت زیادہ زندہ تھا۔ پیرس کو یورپی انقلاب کا دارالحکومت سمجھا جاتا تھا اور لندن عالمی منڈی کا سب سے بڑا شہر تھا، مگر حتیٰ کہ فرانس اور انگلینڈ میں انٹرنیشنلزم

کے تصور نے پرولتاریہ کو ہونے والی شکستوں کے بعد ایک دھچکا دیکھا۔

جون ایام کی خوفناک خون ریزی نے فرانسیسی مزدور طبقے کو تھکا دیا، اور بونا پارٹی مطلق العنانیت کے آہنی ہاتھ نے ٹریڈ یونین اور سیاسی تنظیم دونوں کو روک دیا۔ نتیجے میں فرانس میں مزدور طبقے کی تحریک انقلاب سے قبل والی دھڑے بندی میں واپس چلی گئی اور اپنی کنفیوژن میں دو بڑے رجحانات پیدا ہونے شروع ہوئے، جس نے اور یوں کہا جا سکتا ہے کہ انقلابی اور سوشلسٹ عناصر کو علیحدہ کر دیا۔ ان میں سے ایک دھڑ ابلانکی کے گرد جمع ہوا، جس کے پاس کوئی اصلی سوشلسٹ پروگرام نہ تھا اور جو فیصلہ کن اقلیت کی جراتمند کودتا کے ذریعے سیاسی اقتدار پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ دوسرا اور بہت زیادہ مضبوط رجحان پرودھون کے دانشوارانہ اثر کے تحت تھا، جو چاہتا تھا کہ اپنے آزاد قرضے کی موجودگی کے لئے ایکسچینج بنک سکیم کے ساتھ اور اسی طرح کے تجربات کے ساتھ مزدوروں کو سیاسی جدوجہد سے دور لے جائے۔ مارکس نے اپنی کتاب ''اٹھارویں برومیئر'' میں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ اس تحریک نے پرانی دنیا کو تبدیل کرنے کی ساری کوششیں ترک کر دیں جو کہ اس کتاب نے اس مقصد کے لئے زبردست ذرائع مہیا کر دیے، جبکہ نجات کو طریقوں، پرائیویٹ ذریعوں، اور وجود کے خود اپنے محدود حالات کے اندر تلاش کرتے ہوئے۔

چارٹسٹ تحریک کے خاتمے کے بعد انگلینڈ میں بھی تقریباً اسی طرح کے حالات کا ایک پراسیس شروع ہوا۔ عظیم یوٹوپیائی رابرٹ اوون ابھی تک زندہ تھا، گو کہ وہ بہت بوڑھا تھا اور اس کا سکول ایک طرح کی مذہبی آزاد خیال ایسوسی ایشن میں گل سڑ گیا تھا۔ اوون کے سکول کے ساتھ ساتھ کنگسلے اور ماؤرس کا کرسچین سوشلزم تھا، اور گو کہ اس کو اس کی براعظمی تصاویر کے ساتھ اُسی ایک برش کے ساتھ کولتار سے لتھیڑنا نہیں چاہئے، اس نے بھی تعلیمی اور کوآپریٹو مقاصد رکھے، سیاسی جدوجہد کے ساتھ کوئی سروکار رکھنے سے انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ ٹریڈ یونینیں جو فرانس کے برعکس انگلینڈ رکھتا تھا، سیاسی طور پر لاتعلق رہیں اور اپنی سرگرمیاں اپنی فوری مفادات تک محدود رکھیں، ایک ایسی پالیسی جو پچاس کی دہائی کی پرجوش صنعتی سرگرمیوں سے اور عالمی منڈی میں انگلینڈ کی برتر پوزیشن سے اور عالمی منڈی میں انگلینڈ کی سہولت پاتی تھی۔

اس کے باوجود انگلینڈ کی سرزمین پر انٹرنیشنل مزدور طبقے کی تحریک بہت آہستگی سے ایک خوابیدگی میں ڈوبی اور اس کے نشانات کا پچاس کی دہائی کے آخر تک پیچھا کیا جا سکتا ہے۔ فریٹرنل ڈیموکریٹس کریمیائی جنگ کے دنوں تک گھسٹتے رہے، اور حتیٰ کہ جب وہ بالآخر غائب ہو گئے، زیادہ تر تو ارنسٹ جونز کی توانائیوں کی برکت سے، ایک ''انٹرنیشنل کمیٹی'' بنائی گئی اور اس کے بعد ایک ''انٹرنیشنل ایسوسی ایشن''۔ یہ تنظیمیں کسی بڑی اہمیت کی حامل کبھی نہ تھیں اور یہ کہ اس کی آگ پھر بھی روشنی کرتی رہی اور یہ ایک طاقت ور جھونکے سے پھر ایک بار لپکتے شعلوں میں بدل سکتی تھی۔

یہ جھونکا 1857ء کے تجارتی بحران، 1859ء کی جنگ، اور بالخصوص اُس خانہ جنگی کی شکل میں لپکا جو کہ امریکہ میں 1860ء میں شمالی اور جنوبی ریاستوں کے مابین شروع ہوئی۔ 1857ء کے تجارتی بحران نے فرانس میں بونا پارٹی حکمران کو پہلا سنجیدہ مکا مارا، اور اس کے اثرات کو ایک خارجی سیاسی مہم شروع کر کے ختم کرنے کی کوشش کسی صورت مکمل طور پر کامیاب نہیں ہوئی۔ وہ کھیل جو جھوٹے بونا پارٹ نے شروع کیا جلد ہی اس کے ہاتھوں سے پھسل گیا۔ اطالوی اتحاد کی تحریک اس کے لئے بہت مضبوط ہو کر ابھری۔ حالات کے تحت مزدور طبقے کو ذرا آزادی دے کر بورژوازی کی بڑھتی ہوئی شوخی کو قابو کرنے کا خیال عیاں تھا، اور دراصل سیکنڈ ایمپائر کا وجود بونا پارٹ کے بورژوازی کے کھیل اور پرولتاریہ کو ایک دوسرے کے خلاف کر کے اور دونوں کو روکنے میں رکھ کر مسئلے کے کامیاب حل پر منحصر تھا۔

قدرتی طور پر، بونا پارٹ مزدور طبقے کو صرف ٹریڈ یونین رعایتیں دینے کا ارادہ رکھتا تھا، سیاسی رعایتوں کا نہیں۔ پرودھون جو کہ مزدور طبقے کی تحریک پر بہت اثر رکھتا تھا، سیکنڈ ایمپائر کے خلاف تھا، مگر وہ بھی ہڑتالوں کا ایک مخالف تھا۔ بہرحال، یہ صرف وہ نکتہ تھا جس پر فرانسیسی مزدور ہاتھ سے نکل رہے تھے، اور پرودھون کے خبردار کرنے کے باوجود اور سخت انٹی کمبی نیشن قوانین کے باوجود 1853ء سے 1866ء تک 3, gog مزدوروں کو ان قوانین کی خلاف ورزیوں کے لئے سزا دی گئی اور 749 کمبی نیشنز شامل تھے۔ جعلی سیزر نے پھر سزا یافتہ آدمیوں کو معاف کرنا شروع کیا اور اس نے 1862ء میں لندن میں عالمی نمائش میں فرانسیسی مزدوروں کو بھیجنے کی بھی حمایت

کی، اور یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس نے ایسا بہت زیادہ موثر اور جامع انداز میں کیا بہ نسبت جرمن ''نیشنل ویرین'' کے، جو اسی خیال کو عمل میں لایا۔ مندوبین اسی ٹریڈ میں ساتھی مزدوروں سے منتخب ہوئے۔ پیرس میں 150 ٹریڈز کے لئے پچاس پولنگ بوتھ قائم کیے گئے اور 200 مندوبین منتخب کیے گئے اور لندن بھیجے گئے۔ سفر کے اخراجات جزوی طور پر رضا کارانہ چندوں سے اور جزوی طور پر شاہی اور میونسپل خزانوں سے امداد میں برداشت ہوئے۔ واپسی پر مندوبین کو مفصل رپورٹیں چھاپنے کی اجازت دی گئی، اور عمومی طور پر یہ رپورٹیں ٹریڈ معاملات کی حدود سے بہت دور گئیں۔ اس وقت فرانس میں موجود حالات میں یہ معاملہ فرسٹ کلاس ریاستی اقدام تھا اور اس نے پیرس میں پولیس پریفیکٹ کو ٹھنڈی آہ بھرنے پر مجبور کیا کہ بادشاہ کے اس طرح کے تجربات میں جانے سے پہلے بہتر تھا کہ انٹی کمبی نیشن قوانین کو یکسر ختم کیا جاتا۔

اصل میں، فرانسیسی مزدوروں نے اپنے سرپرست کو اس طرح انعام نہ دیا جس کی اسے توقع تھی بلکہ اس طرح جس کا وہ مستحق تھا۔ 1863ء کے انتخابات میں پیرس میں سرکاری امیدواروں کو اپوزیشن امیدواروں کے 153000 ووٹوں کے خلاف صرف 82000 ووٹ ملے، جبکہ 1857 کے انتخابات میں سرکاری امیدواروں کو 111000 ووٹ ملے اور مخالف امیدواروں کو صرف 96000 ووٹ ملے تھے۔ یہ عمومی طور پر فرض کیا گیا کہ یہ بورژوازی کے محض معمولی طور پر تبدیل شدہ رویے اور زیادہ تر مزدور طبقے کے تبدیل شدہ رویے کی وجہ سے تھا، جس نے اپنی آزادی کا عین اُس وقت اعلان کیا جب چھوٹے بوناپارٹ نے مزدوروں کے ساتھ فلرٹ کرنا شروع کر دیا، گو کہ یہ ابھی تک بورژوا ریڈیکلزم کے پرچم تلے مارچ کر رہے تھے۔ اس مفروضے کی تصدیق بعد میں پیرس میں 1864ء میں ہونے والے انتخابات میں ہوئی جب ساٹھ مزدور ٹولین کو اپنے امیدوار کے بطور سامنے لائے اور ایک آئین جاری کر دیا جس میں سوشلزم کی دوبارہ پیدائش کا اعلان کر دیا۔ منشور نے اعلان کیا کہ سوشلسٹوں نے ماضی کے تجربے سے سبق حاصل کیا۔ 1848ء میں مزدوروں کے پاس کوئی واضح پروگرام نہ تھا، اور بحث مباحثہ کے بجائے جبلت سے یہ یا وہ سماجی تھیوری اپنائی، مگر آج انہوں نے سارے یوٹوپیائی مبالغوں کو مسترد کر دیا اور

سماجی اصلاحات میں ریلیف چاہی، جیسے کہ پریس کی آزادی، تنظیم سازی کا حق، انٹی کمبی نیشن قوانین کی منسوخی، لازمی مفت تعلیم اور مذہبی بجٹ کا خاتمہ۔

البتہ، الیکشن میں ٹولین کو محض چند سو ووٹ ملے۔ پرودھون منشور کے مندرجات سے متفق تھا مگر اس نے الیکشن میں حصہ لینے کی مذمت کی۔ اس کا خیال تھا کہ سیکنڈ ایمپائر کے خلاف خالی بیلٹ پیپر ڈالنا زیادہ موثر احتجاج تھا۔ بلانکیوں نے منشور کو اپنے لیے زیادہ معتدل پایا، جبکہ بورژوازی نے اپنے سارے لبرل اور ریڈیکل شیڈز میں، ایک دو استثنا کے ساتھ، ٹولین پر طنز اور طعنوں کے ساتھ حملہ کیا، گو کہ اصل میں اس کے پروگرام میں ایسی کوئی بات نہ تھی جس سے انہیں پریشانی ہوتی۔ یہ ایک ایسا مظہر تھا جو کہ اُسی وقت جرمنی میں بھی ہو رہا تھا۔ اس سے حوصلہ پا کر بوناپارٹ نے ایک اور قدم بڑھایا اور مئی 1864ء میں ایک قانون منظور ہوا جس نے، گو کہ ٹریڈ یونینوں پر پابندی تو واپس نہ لی (یہ کام چار سال بعد ہوا) مگر، کم از کم پینل کوڈ کے اُن پیراگرافوں کو ختم کیا جو مزدوروں کو اپنے حالات کار بہتر بنانے کے لئے کمبی نیشن میں شامل ہونے پر سزا دیتے تھے۔

انگلینڈ میں انٹی کمبینیشن قوانین کو 1825ء میں ختم کیا گیا، مگر ٹریڈ یونینوں کا وجود ابھی تک محفوظ نہ تھا، جبکہ ان کے ممبروں کی بہت بڑی تعداد کو حق رائے دہی حاصل نہ تھی جس سے کہ بہتر حالات کار کے لئے ان کی جدوجہد کو رکاوٹ ڈالنے والی قانونی رکاوٹیں دور کرنے کی انہیں اجازت ہوتی۔ براعظمی سرمایہ داری کی ترقی نے انگریز مزدوروں کے لئے مشقت کی شکل میں خطرناک مقابلہ پیدا کیا، اور ہر بار جب وہ اجرتوں میں اضافہ یا کام کے گھنٹوں میں کمی کے حصول کی کوشش کرتے تو انگریز سرمایہ دار فرانس، بلجیم، جرمنی اور دوسرے ممالک سے سستے غیر ملکی مزدور درآمد کرنے کی دھمکی دیتے۔ اس صورتحال میں امریکی سول وار نے خصوصی طور پر مزدوروں کو جگایا۔ اس نے ایک کپاس بحران پیدا کر لیا جس نے انگریز ٹیکسٹائل مزدوروں میں ایک عظیم مصیبت پیدا کر دی۔

اس طریقے سے انگریز ٹریڈ یونینوں کو اپنی آرام دِہ خوابیدگی سے ہلا ڈالا گیا اور ''نیو یونینزم'' پیدا ہوا، جس کی نمائندگی پرانے یونینوں کے کئی تجربہ کار لیڈر کر رہے تھے: انجینئرز کا ایلین، بڑھیوں کا ایپلگراتھ، ترکھانوں کا لوکرافٹ، بلڈرز کا کریمر، موچیوں کا اوڈگر، وغیرہ۔ اِن

لوگوں کو ٹریڈ یونینز کی طرف سے سیاسی جدوجہد کی ضرورت کا احساس تھا، اور انہوں نے اپنی توجہ حقِ رائے دہی میں اصلاح کرنے پر مبذول کی۔ یہ لوگ ریڈیکل راہنما جون برائٹ کی زیرِ صدارت سینٹ جیمز ہال میں ہونے والی عظیم الجثہ میٹنگ کے روحِ رواں تھے، اور جنوبی ریاستوں کی طرف داری میں امریکی سول وار میں مداخلت کے پالمرسٹن کے ارادوں کے خلاف شدید احتجاج رجسٹر کرایا۔ جب 1864ء کے موسمِ بہار میں گیری بالدی دورے پر لندن آیا تو ان لیڈروں نے اس کے لئے ایک شاندار استقبالیہ منظّم کیا۔

انگلینڈ اور فرانس کے مزدور طبقات کی دوبارہ سیاسی بیداری نے انٹرنیشنلزم کے تصور کا بھی دوبارہ احیا کیا۔ 1862ء میں لندن میں عالمی نمائش میں انگریز مزدوروں اور فرانسیسی مندوبین کے مابین ایک ''برادرانہ تقریب'' ہوئی اور اس تعلق کو 1863ء کے پولینڈ کی بغاوت نے مزید مضبوط کیا۔ پولینڈ کا کاز مغربی یورپ کے ممالک میں انقلابی عناصر میں ہمیشہ بے حد مقبول رہا۔ پولینڈ کی محکومیت اور توڑ دینے نے تین مشرقی یورپی قوتوں کو ایک رجعتی بلاک بنا دیا، اور پولینڈ کی آزادی کی بحالی یورپ میں روسی بالادستی کے خلاف ایک مہلک وار ہوتی۔ فریٹرنل ڈیموکریٹس ہمیشہ 1830ء کے پولش انقلاب کی سالگرہ مناتی رہی اور یہ تقریبات ایک متحدہ اور آزاد پولینڈ کے حق میں گرمجوش مظاہرے ہوتے تھے، مگر ہمیشہ اس بنیادی خیال کے ساتھ کہ ایک آزاد اور جمہوری پولینڈ کی بحالی نجات کے لئے پرولتاریہ کی جدوجہد کے لئے ایک لازمی شرط تھی۔ 1863ء میں بھی یہی بات تھی، اور سماجی نوٹ اُن تقریبات میں تیز آواز سے بلند تھی جو کہ فرانسیسی مزدوروں کے نمائندوں کی موجودگی میں لندن میں ہوئی۔ سماجی معاملہ اُس تقریر کی بھی بنیاد تھی جو اوڈگر کی قیادت میں انگریز مزدوروں کی ایک کمیٹی فرانسیسی مزدوروں کا شکریہ ادا کرنے کے لئے بھیجی گئی کہ انہوں نے لندن میں تقریبات کے لئے نمائندے بھیجے، اور اس نے خصوصی طور پر ذکر کیا کہ انگریز سرمایہ غیر ملکی مزدوروں کو درآمد کر کے انگریز مزدوروں کو قابو میں رکھنے کے قابل تھا، صرف اس لئے کہ مختلف ملکوں میں مزدور طبقہ نے ابھی تک ایک دوسرے سے قریبی اور برادرانہ رشتے قائم نہیں کیے۔

اس خطاب کو فرانسیسی زبان میں پروفیسر بیلسی نے ترجمہ کیا تھا، جو کہ لندن یونیورسٹی میں ہسٹری کا پروفیسر تھا جس نے مزدوروں کے لئے بڑی خدمات سرانجام دی تھیں۔ اور اس تقریر کی طاقتور بازگشت پیرس کے ورکشاپس میں گونجی، جہاں مزدوروں نے ایک خصوصی وفد کے ہاتھ اپنا جواب لندن بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ اس فرانسیسی وفد کے لئے خیر مقدمی میٹنگ پروفیسر بیسلی کی صدارت میں 28 ستمبر 1864ء میں لندن کے سینٹ مارٹن ہال میں منعقد ہوئی۔ ہال، دروازوں تک کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور انگریز مزدوروں نے فرانسیسی مزدوروں کے جواب کو ٹولین سے پڑھتے ہوئے سنا، جس نے پولینڈ کی بغاوت کو ان الفاظ میں بیان کیا: ''پولینڈ کو ایک بار پھر اپنے بہترین بیٹوں کے خون سے لت پت پایا گیا ہے اور ہم بانجھ تماشائی بنے رہے''۔ اس نے مطالبہ کیا کہ سارے اہم سیاسی اور سماجی معاملات میں عوام کی آواز سنی جائے۔ سرمایہ کی آمرانہ قوت کو ہر صورت توڑا جائے۔ تقسیمِ محنت کے بارے میں مزدوروں کو مشینی اوزار بنا کر رکھ دیا گیا ہے، اور بین الاقوامی پرولتاری یکجہتی کے بغیر فری ٹریڈ صنعتی زرعی غلامی (serfdom) کی ایک ایسی صورت اختیار کرے گی جو اُس زرعی غلامی سے زیادہ ناترس اور زیادہ خوفناک ہوگا جسے عظیم انقلابِ فرانس نے تباہ کر دیا تھا۔ دنیا کے مزدوروں کو اس طرح کے ایک خوفناک نظام کو شدید مزاحمت دینے کے لئے بہرصورت متحد ہونا چاہیے۔

ایک اچھے خاصے مباحثے کے بعد، جس میں جرمن مزدوروں کی طرف سے ایکاریس نے خطاب کیا، اجلاس نے ٹریڈ یونینسٹ وھیلر کی یہ تجویز منظور کر لی کہ دوسرے ممبر ساتھ لینے کے اختیارات کے ساتھ ایک کمیٹی منتخب کی جائے، اور اسے ہدایت کی جائے کہ بین الاقوامی مزدوروں کی ایک ایسوسی ایشن کا آئین و منشور لکھے جو اس وقت تک عارضی طور پر لاگو رہے جب اگلے سال بلجیم میں منعقد ہونے والی ایک بین الاقوامی کانگریس منعقد ہو جو اس آئین و منشور کی آخری منظوری دے۔ کمیٹی منتخب ہوگئی اور اس میں غیر ملکی مزدوروں کے نمائندے اور ٹریڈ یونینسٹ شامل تھے۔ ان میں جرمن مزدوروں کی طرف سے کارل مارکس شامل تھا جس کا نام اخباری رپورٹروں میں آخر میں دکھایا گیا۔

2-افتتاحی خطاب

اس اجلاس تک مارکس نے تحریک میں کوئی فعال حصہ نہیں لیا تھا،مگر اسے فرانسیسی لی لُو بیز کی طرف سے جرمن مزدوروں کی طرف سے اس میں حاضر ہونے کے لئے بلایا گیا اور مقرر کے بطور ایک جرمن مزدور نامزد کرنے کے لئے کہا۔ مارکس نے ایکاریئس کا نام پیش کیا جبکہ وہ پلیٹ فارم پر ایک خاموش مشاہداتی شخص بنا رہا۔

اس نے اپنے سائنٹفک کام کی اہمیت کی بلندی کا اندازہ لگایا جو کافی تھا کہ اسے مایوس تنظیمی کاوشوں کے آگے آگے رکھا جائے،مگر جب پرولتاریہ کے کاز کے لئے واقعتاً ایک مفید عملی کام موجود پایا تو اس نے ارادتاً اسے ایک طرف رکھ دیا، اور اس بار اس نے تسلیم کیا کہ،''اہمیت کے معاملات'' داؤ پر ہیں۔اس نے اسی دباؤ میں وی ڈیمیرا اور دوسرے دوستوں کو لکھا:''حال ہی میں بنائی گئی انٹرنیشنل ورکرز کمیٹی غیر اہم نہیں ہے۔اس کے انگریز ممبروں میں زیادہ تر ٹریڈ یونینز کے سربراہ شامل ہیں۔یعنی کہ لندن کے اصلی مزدور لارڈز، ایسے لوگ جنہوں نے گیری بالدی کے عظیم الشان استقبالیہ اور (برائٹ کی صدارت میں) سینٹ جیمز ہال میں زبردست اجلاس منظّم کیا جس نے پالمرسٹن کو شمالی ریاستوں پر جنگ کا اعلان کرنے سے روکا۔ جہاں تک فرانسیسیوں کا تعلق ہے، کمیٹی کے ممبر زیادہ اہم نہیں ہیں مگر وہ پیرس میں مزدوروں کے براہِ راست نمائندے ہیں۔اطالوی ایسوسی ایشنوں سے بھی روابط ہو چکے ہیں جنہوں نے حال ہی میں اپنی کانگریس نیپلز میں منعقد کی۔گو کہ میں برسوں سے کسی ''تنظیم'' میں حصہ لینے سے متواتر انکار کرتا آیا ہوں، میں نے اس بار اس لئے قبول کیا کہ یہاں کچھ اچھا کام کرنے کا امکان ہے''۔اینگلز کو لکھتے ہوئے اس نے اعلان کیا:''اب مزدور طبقات کا احیا ہوتا نظر آ رہا ہے'' اور اس نے درست خطوط پر اس کی رہنمائی کرنا بنیادی فریضہ جانا۔

خوش قسمتی سے حالات نے اسے خود بخود دانشورانہ قیادت دے دی۔کمیٹی نے نئے ممبر لے لیے جب تک یہ پچاس ممبرز تک پہنچے۔ممبروں کا بڑا حصہ انگریز مزدور تھے، جبکہ انگریزوں کے بعد مضبوط ترین واحد گروپ جرمن گروپ تھا جس میں مارکس، ایکاریئس، لیسنر، لوچنر اور پفانڈر شامل تھے۔یہ سب کے سب کمیونسٹ لیگ کے ممبر رہ چکے تھے۔فرانس کے نمائندے تھے، اٹلی کے

6، اور پولینڈ اور سوئٹزرلینڈ کے دو دو۔اپنے آپ کو تشکیل دینے کے بعد کمیٹی نے پھر ایک ذیلی کمیٹی بنائی تا کہ آئین و منشور لکھے۔

مارکس بھی اس ذیلی کمیٹی میں منتخب ہوا،مگر بیماری کے سبب اور اس حقیقت کے سبب کہ دعوت نامے کبھی کبھی بہت دیر سے بھیجے جاتے، وہ اس کی بہت سی میٹنگوں میں شریک نہیں ہو سکا تھا۔اسی دوران مازینی کا پرائیویٹ سیکرٹری میجر وولف، انگریز ویسٹن اور فرانسیسی لی لُو بیز نے ناکام کوشش کی کہ ذیلی کمیٹی کو دیے گئے کام کو پورا کر سکیں۔گو کہ اس وقت مازینی انگریز مزدوروں میں بہت مقبول تھا، وہ اپنے لکھے ہوئے مسودے سے تربیت یافتہ ٹریڈ یونینسٹوں کو متاثر کرنے کے لئے جدید مزدور طبقے کی تحریک کے بارے میں بہت کم جانتا تھا۔وہ پرولتاری طبقاتی جدوجہد کو بالکل نہیں سمجھتا تھا اور اس لئے اُس سے نفرت کرتا تھا۔اس کے پروگرام میں چند سوشلسٹ جملے تھے،مگر وہ اس طرح کے تھے جو پرولتاریہ نے پہلے ہی ساٹھ کی دہائی میں ترک کر دیے تھے، اور جو آئینی دفعات اس نے لکھے وہ بھی گئے زمانے کی روح سے اخذ کیے ہوئے تھے اور ایک بہت ہی مرکزیت والے تھے جیسے کہ سیاسی سازشوں کے ماہر چاہتے تھے۔نتیجہ یہ کہ مازینی کی کاوش نہ صرف عمومی طور پر ٹریڈ یونینزم کے حالات سے مکمل اجنبی تھی، بلکہ بالخصوص مزدوروں کی ایک انٹرنیشنل ایسوسی ایشن کے مقاصد سے بھی، جن کا مقصد کسی نئی تحریک کی تخلیق کرنا نہ تھا، بلکہ مزدور طبقے کی تحریکوں کو محض جوڑنا تھا جو کہ پہلے ہی مختلف ممالک میں موجود تھیں۔جو مسودے لی لُو بیز اور ویسٹن نے پیش کیے وہ بھی عمومی لفاظی کے مجموعے سے زیادہ کچھ نہ تھے۔

لہٰذا صورتحال مایوس کن تھی جب تک کہ مارکس نے اسے اپنے ہاتھ میں نہ لیا۔وہ مصمم تھا کہ اگر ممکن ہو تو وہ ساری پچھلی کاوشوں کو پھینکے گا اور اُن سے خود کو مکمل طور پر آزاد کرنے کے لئے اس نے مزدور طبقے کو ایک خطاب لکھا.........ایک ایسا خیال جو سینٹ مارٹن ہال اجلاس میں نہیں آیا تھا.........یہ 1848ء سے مزدور طبقے کی تاریخ کا جائزہ سا تھا، جو کہ نئی تنظیم کے آئینی دفعات کا تعارف تھا جو کہ پھر واضح تر اور مختصر تر ہوتا۔ذیلی کمیٹی نے مارکس کی تجاویز فوراً قبول کر لیں اور جو کچھ کمیٹی نے مطالبہ کیا وہ ''حق اور فرض، سچائی، اخلاقیات اور انصاف'' کے متعلق چند جملوں کا

اضافہ تھا مگر جیسے کہ مارکس نے اینگلز کو لکھتے ہوئے بتایا، اس نے انہیں اس طرح ڈال دیا کہ وہ کوئی نقصان نہیں کرتے تھے۔ پھر کمیٹی نے متفقہ طور پر اور گرمجوشی کے ساتھ ''افتتاحی خطاب اور عبوری رُولز'' کو منظور کرلیا۔

بعد میں اس مسودے کا حوالہ دیتے ہوئے پروفیسر بیسلی نے اعلان کیا کہ یہ درمیانے طبقے کے خلاف مزدور طبقے کا کیس زبردست انداز میں پیش کرتا ہے، جو محض ایک درجن صفحوں پر مشتمل تھا۔ یہ اس زبردست حقیقت کی دستاویز کھولتا ہے کہ 1848ء سے 1864ء تک مزدور طبقے کی مصیبت کم نہ ہوئی گو کہ محض یہ وقت تاریخ میں ایک بے نظیر صنعتی ترقی اور تجارتی بڑھوتری کے بطور گیا؛ اور یہ انگریز پرولتاریہ کی مصیبت سے متعلق سرکاری ''بلیو بک'' میں شائع شدہ خوفناک اعداد و شمار کا اپنا نکتہ ثابت کرتا ہے۔

محکمۂ خزانہ کے چانسلر، گلیڈسٹون نے اپنی بجٹ تقریروں میں یہ دکھانے کے لئے کہ دولت اور اقتدار کا زہریلا بڑھاوا جو اسی دور میں وقوع پذیر ہوا تھا............ مگر ملکیت کے طبقات تک مکمل طور پر محدود ہو گیا تھا۔ استعمال کیے ہوئے سرکاری اعداد و شمار کے ساتھ موازنہ کر کے، ''خطاب'' اس تضاد کو انگریز حالات کی بنیاد پر بے نقاب کرتا ہے اس لئے کہ انگلینڈ یورپی تجارت اور صنعت کا ہر اول ملک تھا، مگر اس نے اشارہ کیا کہ اسی طرح کے حالات کسی قدر چھوٹے پیمانے پر سارے براعظمی ممالک میں موجود تھے، جہاں بڑے پیمانے کی صنعت ترقی کرنا شروع ہو گئی تھی۔

ساری دنیا میں یہ ''دولت و اقتدار کا زہریلا بڑھاوا''، مکمل طور پر ملکیت کے طبقات تک محدود تھا، شاید صرف ایک استثنا کے ساتھ کہ مزدوروں کا ایک چھوٹا حلقہ (جیسا کہ انگلینڈ میں) کسی قدر بلند تر اجرتیں وصول کر رہا تھا، گو کہ حتیٰ کہ یہ بہتری قیمتوں میں عمومی اضافے سے کینسل ہوتی تھی؛ ''ہر جگہ مزدور طبقات کا عظیم انبوہ مستقل گہری تر مصیبت میں ڈوبتا جا رہا ہے، کم از کم اُسی قدر جس قدر کہ بالائی طبقات سماجی پیمانے پر ابھرتے جاتے ہیں۔ یورپ کے سارے ممالک میں یہ اب ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے، اور صرف وہی لوگ اس کا انکار کرتے ہیں جو دوسروں میں پُرفریب امیدیں جگانے میں اپنا مفاد رکھتے ہیں، کہ نہ تو مشینری کی جامعیت اور نہ ہی صنعت و زراعت پر

سائنس کا استعمال، نہ ہی رسل و رسائل کے وسائل اور نہ ہی نئی نو آبادیاں اور مہاجرت، نہ ہی نئی منڈیوں کی فتح اور نہ ہی فری ٹریڈ، نہ ہی اِن سب چیزوں کا کوئی مجموعہ محنت کش عوام الناس کی مصیبت کو ختم کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس سماجی مخاصمتوں کو شدید کرنے اور سماجی ٹکراؤ کو گہرا کرنے کے لئے موجود حالات کی جھوٹی بنیاد پر، محنت کی تخلیقی قوت کی ہر نئی ترقی کو شمار کیا جاتا ہے۔ معاشی پراگریس کے اِس زہریلے وقت کے دوران، برطانوی سلطنت کے دارالحکومت میں بھوک نے تقریباً ایک سماجی ادارے کی سطح تک خود کو اونچا کیا۔ تاریخ کے مسودوں میں یہ دور تیز رفتار واپسی اور سماجی صنعتی و تجارتی بحران نامی کیڑے کے مہلک اثرات سے مخصوص ہے''۔

''خطاب'' نے پھر پچاس کی دہائی میں مزدور طبقے کی تحریک کی شکست پر نظر دوڑائی، اور اس نتیجے پر پہنچا کہ حتیٰ کہ اس وقت کی تلافی کرنے والی خصوصیات تھیں۔ بالخصوص دو حقائق پر زور دیا گیا تھا، سب سے پہلے دس گھنٹے کے دن کا قانونی اجرا انگریز پرولتاریہ پر اپنے سودمند اثرات کے ساتھ۔ کام کے دن کی قانونی محدودیت کے لئے جدوجہد سپلائی اور ڈیمانڈ کے قانون کی اندھی قوتوں کے مابین عظیم مڈبھیڑ میں ایک بلاواسطہ مداخلت رہا ہے۔ ''اور لہٰذا''، ''دس گھنٹے کا بل'' محض ایک عظیم عملی کامیابی نہ تھی، بلکہ ایک اصل کی فتح بھی ہے؛ پہلی بار بورژوازی کی سیاسی معیشت کو مزدور طبقے کی سیاسی معیشت سے شکست دی گئی تھی''۔

پرولتاریہ کی سیاسی معیشت نے ایک عظیم فتح کواپریٹو تحریک سے حاصل کی تھی۔ ان عظیم سماجی تجربات کی قدر کا بہت زیادہ بلند تخمینہ نہیں کیا جا سکتا۔'' دلیل بازی کے بجائے عمل میں انہوں نے ثابت کیا کہ ایک بڑے پیمانے میں پیداوار (اور جدید سائنس کے قوانین کی مطابقت میں) مزدوروں کے ایک طبقے کو روزگار دینے والے آجروں کے ایک طبقے کے بغیر ممکن ہے؛ یہ کہ پھل دینے کے لئے آلاتِ محنت کو مزدوروں پر ایک استحصالی بالادستی کے آلات کے بطور اجارہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، یہ کہ غلام مشقت اور رعیتی غلامی (serfdom) کی طرح اجرتی محنت محض ایک ماتحت اور عارضی شکل ہے جس کا کواپریٹو محنت کے سامنے غائب ہونا نوشتۂ دیوار ہے، جو کہ اپنا مشکل فریضہ ایک راضی ہاتھ، ایک پُرمسرت روح اور ایک زندہ دل کے ساتھ

پورا کرتا ہے''۔ البتہ کبھی کبھار کی کوششوں تک محدود کواپریٹو محنت سرمایہ کی اجارہ داری کو توڑنے کے قابل نہ ہو سکے گی۔'' شاید صرف اسی وجہ سے ارسٹوکریٹ بظاہر اپنے خیالات میں بہت ہی شفیق، بورژوازی کے سخاوت والے نظریہ دان اور حتیٰ کہ چالاک اور بے لچک معاشیات دانوں نے اچانک کواپریٹو محنت کے نظام کو مکروہ ستائش دینا شروع کر دیا ہے، جسے اُنہوں نے اُس کے شروعات کے دنوں میں دبانے کی ناکام کوشش کی تھی، اسے خواب دیکھنے والوں کی یوٹوپیائیت قرار دے کر مذاق اڑایا، یا سوشلسٹ کا پاگل پن کہہ کر مذمت کی''۔ کواپریٹو محنت کی قومی سطح تک ترقی ہی محنت کش عوام کو نجات دلا سکتی ہے، مگر زمین و سرمایہ کے مالک اپنی معاشی اجارہ داری کو غیر معینہ مدت تک دوام دینے کے لئے ہمیشہ اپنی سیاسی مراعات کو متحرک کریں گے اور اسی لئے سیاسی اقتدار کو فتح کرنا مزدور طبقے کا عظیم فریضہ ہے۔

لگتا ہے مزدوروں کو اس کی ضرورت کا احساس ہو گیا ہے؛ جیسا کہ انگلینڈ، فرانس، جرمنی اور اٹلی میں مزدور طبقے کی تحریک کی بہ یک وقت احیائے نو، اور مزدوروں کو سیاسی طور پر از سرِ نو منظّم کرنے کی بہ یک وقت کوششوں سے ثابت ہوا تھا۔'' اُن کے پاس کامیابی کا ایک عنصر ہے ....تعداد۔ مگر تعداد ترازو میں صرف اُسی وقت وزنی ہوتی ہیں جب وہ ایک تنظیم میں متحد ہوں اور ایک شعوری مقصد کی طرف رواں دواں ہوں''۔ ماضی کے تجربے نے بتا دیا ہے کہ اُس برادرانہ اتحاد کو نظر انداز کرنے کے لئے جو کہ سارے ممالک کے مزدوروں کے بیچ موجود ہونی چاہئے اور انہیں اپنی نجات کے لئے ساری جدوجہدوں میں شانہ بشانہ کھڑے ہونے کو انہیں مہمیز دی جائے، نے ہمیشہ اُن کی ساری غیر متعلق کوششوں کی ایک عمومی ناکامی کی صورت میں بدلہ لیا ہے۔ اس سوچ نے سینٹ مارٹن ہال کے اجلاس کو ''انٹرنیشنل ورکنگ منز ایسوسی ایشن'' کے قیام پر ابھارا۔

ایک اور راسخ یقین نے اجلاس کو متحرک کیا تھا: مزدوروں کی نجات سارے ممالک کے مزدوروں کے بیچ برادرانہ اتحاد والے تعلقات چاہتی تھی، مگر مختلف حکومتوں کی طرف سے ایک ایسی خارجہ پالیسی جو مجرمانہ عزائم، قومی تعصّبات کا استحصال کرنے اور غارت گر جنگوں میں عوام کا خون بہانے اور اُن کا جوہر ضائع کرنے، کے سامنے اس اعلیٰ مقصد کو کس طرح حاصل کیا جاتا ہے؟ مغربی

اٹلانٹک کی دوسری طرف غلامی کو دوام دینے کے ایک بدنام جہاد سے یورپ کے ممالک کو حکمران طبقات کی بصیرت نے نہیں بلکہ اس مجرمانہ حماقت کے خلاف پرولتاریہ کی بہادرانہ مزاحمت نے بچایا تھا۔ بے شرم تالیوں، منافقانہ ہمدردی یا احمقانہ لاتعلقی جس کے ساتھ حکمران طبقات نے زار شاہی روس کو کاکیشیا کے پہاڑوں کو فتح کرتے ہوئے اور بہادرانہ پولینڈ والوں کو ذبح کرتے دیکھا، اس نے مزدور طبقات کو بین الاقوامی سیاست کے رازوں میں گھسنے، اپنی حکومتوں کی سفارتی چالبازیوں کو غور سے دیکھنے، اُن کی ہر ممکن طریقوں سے مخالفت کرنے اور، اگر انہیں ناکام کرنا ناممکن ثابت ہو جائے تو یہ مطالبہ کرنے کے لئے عظیم جلوسیں نکالنے کے افراد کے درمیان تعلقات کی حکمرانی کرنے والے اخلاق اور انصاف کے سادہ قوانین قوموں کے درمیان تعلقات کی حکمرانی کرنے والے سپریم قوانین ہونے چاہئیں، کا ان کا فرض دکھا دیا۔ اس طرح کی خارجہ پالیسی کے لئے جدوجہد مزدور طبقے کی نجات کے لئے عمومی جدوجہد کا جزوِ لاینفک ہے۔ خطاب پھر اسی طرح ختم ہوتا ہے جس طرح ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' ختم ہوا تھا، ان الفاظ کے ساتھ: ''دنیا بھر کے مزدورو ایک ہو جاؤ!''۔

''عبوری رُولز'' جن سوچوں سے شروع ہوئے ان کا اس طرح خلاصہ کیا جا سکتا ہے:

مزدور طبقے کی نجات خود مزدوروں کا فریضہ ہونا چاہئے۔ مزدور طبقات کی نجات کی جدوجہد ایک نئے طبقاتی مراعات کے قیام کے لئے نہیں بلکہ طبقاتی حکمرانی کو ختم کرنے کے لئے ہے۔ مزدور کی اُن لوگوں کے ہاں معاشی زیردستی جنہوں نے آلاتِ محنت یعنی زندگی کا سرچشمہ اپنی ملکیت کر رکھا ہے؛ ہر طرح کی غلامی (سماجی مصیبت، دانشورانہ سوکھا پن اور سیاسی محتاجی) پہ منتج ہوتی ہے۔ لہٰذا مزدور طبقے کی معاشی نجات وہ عظیم مقصد ہے جس کا ساری سیاسی تحریکوں کو بطور وسیلہ خدمت گذاری کرنی چاہئے۔ آج تک اس عظیم مقصد کا احساس کرنے کی ساری کوششیں ہر ملک میں مختلف مزدور طبقے کے گروپوں کے بیچ، اور مختلف ممالک کے مزدور طبقات کے بیچ اتحاد کی کمی کی وجہ سے ناکام ہوئیں۔ مزدوروں کی نجات ایک مقامی اور قومی نہیں بلکہ ایک سماجی فریضہ ہے۔ یہ ایک ایسا فریضہ ہے جو اُن سارے ممالک کو احاطہ کرتا ہے جن میں کہ جدید سماج موجود ہے اور یہ صرف اِن سارے ممالک کے درمیان منظّم تعاون سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ انصاف اور سچ،

فرائض اور حقوق سے متعلق جو اخلاقی بے لطف باتیں، مارکس نے اپنے متن میں جس نارضامندی سے شامل کی تھیں، اِن واضح اور پرجوش فقروں پہ لٹکائی گئیں۔

نئی ایسوسی ایشن کی سربراہ ایک جنرل کونسل تھی جو ایسوسی ایشن میں نمائندہ مختلف ملکوں سے مزدوروں پر مشتمل تھی، مگر پہلی کانگریس تک سینٹ مارٹن ہال اجلاس میں منتخب کمیٹی نے جنرل کونسل کے فرائض انجام دیے۔ اس کونسل کے کام تھے: مختلف ممالک میں مزدور طبقے کی تنظیموں کے درمیان بین الاقوامی تعلقات کا قیام، دوسرے ملکوں میں اُن کے ساتھی مزدوروں کی سرگرمیوں سے متعلق ہر ملک کے مزدوروں کو مسلسل مطلع رکھنا، مختلف ممالک میں مزدور طبقات کی صورتحال پر اعداد و شمار اکٹھا کرنا، سارے مزدور طبقے کی تنظیموں کی عمومی دلچسپی کے معاملات پر بحث کرنا، بین الاقوامی جھگڑوں کے موقع پر ساری ملحقہ تنظیموں کی طرف سے یکساں اور بہ یک وقت اقدام حاصل کرنا، ایسوسی ایشن کے کام پر مسلسل رپورٹیں شائع کرنا، اور اسی طرح کے دوسرے کام کرنا۔

جنرل کونسل کو کانگریس نے منتخب کرنا تھا جسے سال میں ایک بار منعقد ہونا تھا اور کونسل کے صدر مقام اور نئی کانگریس کا وقت طے کرنا تھا۔ جنرل کونسل کو نئے ممبر اکٹھا کرنے کا اختیار تھا اور، اگر ضروری ہوتا، نئی کانگریس کا مقام تبدیل کرنے کا اختیار تھا مگر اسے ملتوی کرنے کا اختیار نہ تھا۔ مختلف ملکوں میں مزدور تنظیموں نے جو ''انٹرنیشنل'' سے ملحق تھیں، اپنی مکمل تنظیمی آزادی برقرار رکھنی تھی اور کوئی آزاد مقامی تنظیم ''جنرل کونسل'' کے ساتھ بلا واسطہ تعلقات قائم کرسکتی تھی، گو کہ موثر ہونے کے مفاد میں یہ پسندیدہ سمجھی جاتی تھی کہ انفرادی ممالک میں مختلف تنظیموں کو جہاں تک ممکن ہو سکے، قومی بنیاد اور مرکزی اداروں کے تحت متحد ہونا چاہیے۔

گو کہ ''انٹرنیشنل'' کو ''ایک عظیم دماغ'' کا کام کہنا کافی غلط ہوگا، البتہ یہ سچ ہے کہ جب اسے قائم کیا گیا تھا تو ایک عظیم دماغ اس کی خدمت پر مامور تھا جس نے اسے شروع سے صحیح راستہ دکھا کر غلط پٹڑی پر طویل اور مڑی تڑی آوارہ گردیوں سے بچایا۔ مارکس نے اس سے زیادہ کچھ نہ کیا اور اس سے زیادہ کرنے کا اس کا کبھی ارادہ نہ رہا۔ جو بے نظیر مہارت ''افتتاحی خطاب'' دکھاتا ہے وہ اِس حقیقت پر مبنی ہے کہ یہ موجود صورتحال سے روانہ ہوتا ہے اور، جیسا کہ لینخت نے اشارہ کیا، اس

میں جو کمیونزم کے آخری نتائج شامل تھے وہ ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' سے کسی طرح کم نہ تھے۔

البتہ ''افتتاحی خطاب اور عبوری رُولز'' کمیونسٹ مینی فیسٹو سے صرف فارم میں مختلف نہ تھے: ''وقت اہم ہے'' مارکس نے اینگلز کو لکھا، ''اس سے قبل کہ نو احیا شدہ تحریک خود کو پرانی بے لگام زبان کی اجازت دے سکیں۔ وقت کی ضرورت ہے: مواد میں برملا، مگر رکھ رکھاؤ میں نرم۔ اس کا فریضہ بھی مختلف تھا۔ ''انٹرنیشنل'' کا مقصد یورپ اور امریکہ کے سارے لڑاکا پرولتاریہ کو ایک عظیم فوج میں متحد کرنا تھا، اور اسے ایک پروگرام دینا تھا جو اینگلز کے الفاظ میں انگریز ٹریڈ یونینوں، فرانس، بلجیم، اٹلی اور سپین کے پرودھونسٹوں، اور جرمن لاسالیوں کے لئے اپنے دروازے کھلے رکھے۔ مارکس نے صریحاً مزدور طبقے کی دانشورانہ ترقی پر انحصار کیا جو، جس طرح کہ ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' میں متعین تھا۔ سائنٹفک سوشلزم کی آخری فتح کی ضمانت اُس کے متحدہ اقدام پر منتج ہوگی۔

اس سے بہت قبل کہ اس کی امیدیں ایک شدید امتحان سے گزرتیں، اس لئے کہ ''انٹرنیشنل'' کا پروپیگنڈہ کام بہ مشکل شروع ہوا تھا جب یہ ''یورپی مزدور طبقے'' کے اُس سیکشن کے ساتھ شدید ٹکراؤ میں آ گیا جو ''انٹرنیشنل'' کے اصولوں کو کسی بھی دوسرے سے اچھی طرح سمجھتا تھا۔

3-شوِٹزر سے علیحدگی

یہ ایک لی جنڈ ہے، لیکن نہ تو ایک سچ ہے اور نہ ہی ایک رضامندی کے قابل، کہ جرمن لاسالیوں نے ''انٹرنیشنل'' کے ساتھ الحاق کرنے سے انکار کر دیا اور یہ کہ انہوں نے شروع ہی سے اس کی طرف معاندانہ رویہ رکھا۔

پہلی بات یہ ہے کہ، کوئی وجہ تلاش کرنا ناممکن ہے جس سے انہیں اس طرح کا رویہ اپنانا پڑا۔ یہ سچ ہے کہ وہ خود اپنے قریبی طور پر جڑی ہوئی تنظیم کے ساتھ وابستہ رہنے کو بہت اہمیت دیتے تھے، لیکن ''انٹرنیشنل'' کے ''عبوری رولز'' نے کسی طرح کی مداخلت کا خطرہ نہ چھوڑا اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ شروع سے لے کر آج تک ''افتتاحی خطاب'' کو تسلیم کر سکتے تھے اور اُس سیکشن سے خصوصی طور پر جو اعلان کرتا تھا کہ کوآپریٹوز کی قومی سطح پر ترقی اور ریاستی ذرائع سے ان کی

بڑھوتری مزدور عوام الناس کو بچا سکتی ہے۔

سچ یہ ہے کہ جرمنی میں لاسالیوں نے شروع ہی سے ''انٹرنیشنل'' کی طرف ایک دوستانہ رویہ رکھا گو کہ اس کے قیام کے وقت وہ خود اپنے معاملات میں گہرے ڈوبے ہوئے تھے۔ لاسال کی موت کے بعد اور اس کی وصیت کے مطابق برنہارڈ بیکر کو ''الگیمینی دوئیچر آربیٹر ویرین'' کا صدر منتخب کیا گیا، مگر وہ جلد ہی اس قدر نااہل ثابت ہوا کہ مایوس کن کنفیوژن پیدا ہوئی اور جس واحد چیز نے تنظیم کو اکٹھا رکھا وہ اس کا ترجمان ''در سوشلڈیموکریٹ'' تھا جو ایک اہل اور توانا شخص جے۔ بی۔ وان شوئٹزر کی دانشورانہ راہنمائی میں 1864ء کے اواخر سے شائع ہو رہا تھا، جس نے کہ مارکس اور اینگلز کا تعاون حاصل کرنے کی اپنی ساری کوشش کی تھی۔ اس نے کسی بھی دباؤ کے بغیر لبخت کو ایڈیٹوریل بورڈ کا ممبر بنالیا اور اخبار کے دوسرے اور تیسرے شماروں میں ''افتتاحی خطاب'' کو شائع کرنا تھا۔

اخبار کے پیرس کے نمائندے موسس ہیس نے ٹولین پر شک کا اظہار کیا، اسے شاہی محل کا دوست قرار دیا، جس میں جیروم بوناپارٹ سرخ ڈیماگاگ کا کردار ادا کر رہا تھا، مگر شوئٹزر نے یہ خط لبخت کی رضامندی حاصل کرنے کے بعد ہی چھاپ دیا، اور جب مارکس نے شکایت کی تو معاملے کو خوش اسلوبی سے طے کرنے کی بھرپور کوشش کی اور حکم دیا کہ لبخت پہلے اخبار میں ''انٹرنیشنل'' سے متعلق چھپنے والی ہر چیز کو ایڈیٹ کرے۔ 15 فروری 1865ء کو شوئٹزر نے مارکس کو لکھ کر اطلاع دی کہ وہ ایک قرارداد پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، یہ اعلان کہ اس کی تنظیم ''انٹرنیشنل'' کے اصولوں سے مکمل متفق ہے اور اس کی کانگریسوں میں مندوب بھیجنے کا فیصلہ کرتی ہے۔ اس کی تنظیم، البتہ، ''انٹرنیشنل'' سے باضابطہ الحاق نہیں کرے گی، محض جرمن فیڈرل قوانین کی وجہ سے جو مزدور طبقے کی تنظیموں کے درمیان کسی طرح کے رابطوں کے قیام کی ممانعت کرتی تھی۔ شوئٹزر کو اس خط کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا اور اس کے برخلاف مارکس اور اینگلز نے ایک اعلانِ عام جاری کیا جس میں ''سوشل ڈیموکریٹ'' سے سارے رابطے توڑنے کا اعلان کیا۔

یہ حقائق صاف طور پر بتاتے ہیں کہ اس علیحدگی کا ''انٹرنیشنل'' کے ساتھ اختلافات سے بالکل کوئی تعلق نہ تھا، اور اس کا اصل سبب مارکس اور اینگلز نے اپنے اعلان میں بہت بے تکلفی سے

واضح کیا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ وہ ''سوشل ڈیموکریٹ'' کی مشکل صورتحال کا احساس کرنے میں کبھی ناکام نہ ہوئے، مگر انہوں نے بار بار مطالبہ کیا کہ کم از کم اخبار پراگریسوں کی طرف، بہ نسبت حکومت اور فیوڈل مطلق العنان پارٹی کی طرف کم بے لگام نہ ہو۔ ''سوشل ڈیموکریٹ'' کے داؤ پیچ نے اُن کے لئے اُس میں مزید لکھنے کو ناممکن بنا دیا۔ وہ ابھی تک وہی سب کچھ لفظ بہ لفظ تسلیم کرتے تھے جو کچھ انہوں نے ایک بار رایل پروشیائی حکومتی سوشلزم اور اس طرح کے ایک بھونڈے دھوکے کی طرف مزدور طبقے کی ایک پارٹی کے رویے پر لکھا تھا۔ یہ بیان ''دو یچے برسلر زی تنگ'' میں ''رائینشچر بیوباختر'' کے جواب میں دیا گیا جس نے ''لبرل بورژوازی کے خلاف پرولتاریہ کا سرکار کے ساتھ ایک الائنس'' کی تجویز دی تھی۔ دراصل ''سوشل ڈیموکریٹ'' کے داؤ پیچ کا اس طرح کے ''الائنس'' یا کسی ''رائل پروشیائی حکومتی سوشلزم'' سے کوئی تعلق نہ تھا۔ جب ایک طاقتور شروعات میں جرمن مزدور طبقے کو جگانے کی لاسال کی پہلی امید ایک ضیا ثابت ہوئی، تو ''الگیمینی دوئچر اربٹر ویرین'' نے اپنے چند ہزار ممبروں کے ساتھ خود کو دو مخالفوں کے درمیان دھنسا ہوا پایا جن میں سے ہر ایک اسے کچل ڈلنے کے لئے کافی مضبوط تھا۔ نوجوان ورکرز پارٹی بورژوازی سے سوائے احمق نفرت کے کچھ بھی توقع نہ کرتی تھی، جبکہ یہ قابلِ فہم طور پر توقع کر سکتی تھی کہ مکار سفارتکار بسمارک عوام الناس کو کچھ رعایتیں دیے بغیر اپنی ''عظیم تر پروشیا'' پالیسی کو جاری رکھنے کے قابل نہ ہو سکے گا۔ شوئٹزر اس طرح کی رعایتوں کے مقصد یا قدر سے متعلق کوئی واہمے نہیں رکھتا تھا، مگر ایک وقت جب جرمن مزدور طبقہ تنظیم سازی کے حق سے عملی طور پر محروم کیا گیا، جب اسے کوئی موثر حق رائے دہی حاصل نہ تھی، اور جب پریس کی آزادی، ایسوسی ایشن اور اجلاس کی آزادی بیوروکریٹک زورآوری کے رحم و کرم پر تھیں، تو سوشل ڈیموکریسی بہ یک وقت اور مساوی قوت کے ساتھ اپنے دونوں مخالفین پر حملہ کرنے سے پراگریس کرنے کی امید نہیں کر سکتی تھی، بلکہ ایک کو دوسرے کے خلاف کر کے۔ فطری طور پر ایسی پالیسی کے لئے ایک انتہائی ضروری شرط نئی ورکرز پارٹی کی دونوں طرفین کی طرف مکمل آزادی اور محنت کش عوام الناس کے بیچ اس آزادی کی ایک مضبوط شعور تھی۔

شوٹنزر نے اس پالیسی کو گرمجوشی اور کامیابی سے چلایا، اور ''سوشل ڈیموکریٹ'' کے کالموں میں کوئی ایسی چیز ملنی ناممکن ہے جو پروگریسوں کے خلاف حکومت کے ساتھ ایک ''الائنس'' کی لذت بیان کرتی ہو۔ اُس زمانے کے عمومی سیاسی پس منظر کے خلاف اس کی سرگرمیوں کا ایک مشاہدہ کچھ غلطیاں بتادے گا (جو اُس نے خود تسلیم کی تھیں) مگر مجموعی طور پر مکمل انداز میں مزدور طبقے کے مفادات کی رہنمائی میں ایک دانشمندانہ اور استدلالی پالیسی تھی نہ کہ بسمارک یا کسی اور رجعتی سے حکم دی ہوئی۔

گو کہ دوسرے حوالوں سے شوٹنزر مارکس اور اینگلز کے برابر نہ تھا، اس کی اُن پہ کم از کم ایک برتری ضرور تھی اور وہ تھی پروشیا میں حالات کا ایک مفصل علم۔ ان کے پاس صورتِ حال کا کوئی براہِ راست علم نہ تھا جبکہ لیبخت، جس پر قدرتی طور پر اِس کمی کو پورا کرنے کا فریضہ تھا، نے اسے بالکل بھی اطمینان بخش طور پر سرانجام نہ دیا۔ لیبخت 1862ء میں جرمنی آیا تا کہ ریڈر پبلکن براسؔ کے ساتھ مل کر ''نارڈ دوئچے الگیمینی زے تنگ'' نامی اخبار جاری کرے۔ مگر اس کا ایڈیٹوریل کام شروع ہی ہوا تھا کہ اسے پتہ چلا کہ براسؔ نے اخبار بسمارک کے ساتھ بیچ دیا تھا۔ اس نے فوراً اخبار سے علیحدگی اختیار کی، مگر جرمن سرزمین پر یہ پہلا تجربہ صرف اس لحاظ سے بدقسمت نہ تھا کہ اس نے ایک بار پھر اسے اپنی جلاوطنی کے دنوں کی یادگار ایک نازک مالی صورتحال سے دوچار کر دیا۔ (اس نے اسے غیر ضروری طور پر پریشان نہ کیا اس لئے کہ وہ کاز کو اپنے ذاتی معاملات سے اوپر رکھنے کا عادی تھا) بلکہ اس لئے بھی کہ اس نے جرمنی میں جو نئے حالات دیکھے اُن کا غیر متعصّبانہ جائزہ لینے کا اسے موقع نہ ملا۔

جب وہ لوٹا تو وہ وہی ''نیوے رائنشے زی تنگ'' کے زمانے والا پرانا 48 سالہ تھا، جو سوشلسٹ تھیوری، اور حتیٰ کہ طبقاتی جدوجہد پہ بہت کم توجہ دیتا تھا جتنا کہ وہ رجعتی طبقات کی حکمرانی کے خلاف قوم کی انقلابی جدوجہد پر دیتا تھا۔ گو کہ وہ سوشلسٹ تھیوری کے بنیادی خیالات سے بہت خوب واقف تھا، لیبخت کبھی بھی ایک جامع سوشلسٹ نظریہ دان نہ رہا، اور جلاوطنی کے دوران مارکس سے جو سب سے بڑی چیز اس نے سیکھی تھی وہ مارکس کی انقلابی پیش رفت کی کسی علامت کے لئے بین الاقوامی سیاست کے وسیع میدانوں کو چھاننے کا رجحان تھا۔ رائن لینڈر ہونے کی وجہ سے مارکس اور اینگلز ہر اُس چیز کو حقارت سے دیکھتے تھے جو مشرقی البیائی ہو اور لہٰذا وہ پروشیائی ریاست کو کم

اہمیت کا حامل تصور کرتے تھے، مگر لیبخت اِس سے بھی برا تھا اس لئے کہ وہ تو جنوبی جرمنی میں پیدا ہوا تھا، اور تحریک کے اوائلی سالوں میں وہ یا تو بادن میں یا سوئٹزر لینڈ میں رہا تھا، جو کہ تفریق پسندی کے مضبوط گڑھ تھے۔ وہ پروشیا کو ماقبل، مارچ دنوں کا روسی تابعدار سمجھتا تھا، ایک رجعتی ریاست جو تاریخی پراگریس کے خلاف کرپشن کے توہین آمیز ذرائع سے لڑی، ایک ریاست جسے بہر صورت شکست دینا چاہیے اس سے قبل کہ جرمنی میں کوئی جدید طبقاتی جدوجہد کا سوچنا بھی ممکن ہو جائے۔ وہ یہ حقیقت شناخت کرنے میں ناکام ہوا کہ پچاس کی دہائی کی معاشی ترقی نے پروشیائی ریاست کو بدل کر رکھ دیا تھا اور ایسے حالات بنا دیئے تھے جس نے مزدور طبقے کو بورژوا ڈیموکریسی سے علیحدگی کو ایک تاریخی ضرورت بنا دیا۔

نتیجے میں لیبخت اور شوٹنزر کے درمیان کوئی حقیقی مفاہمت ناممکن تھی اور لیبخت کی نظروں میں یہ آخری تنکا تھا جب شوٹنزر نے بسمارک منسٹری کے بارے میں پانچ مضامین کا ایک سلسلہ لکھا جس میں اس نے ''جرمن اتحاد'' کے معاملے پر عظیم پروشیائی پالیسی اور پرولتاریائی انقلابی پالیسی کے درمیان ایک استادانہ مشابہت کھینچی، مگر بسمارک کی پالیسی کی خطرناک توانائی کو اتنا شاندار بیان کرنے کی ''غلطی'' کی کہ بیان قریب قریب ایک مدح سرائی لگتی تھی۔ دوسری طرف، 13 فروری کو شوٹزر کو ایک خط لکھتے ہوئے مارکس نے یہ اعلان کرنے کی ''غلطی'' کی کہ گو کہ پروشیائی حکومت پیداواری کواپریٹوز کے خیال کے ساتھ ہر طرح کے مکروہ تجربات اپنا سکتی ہے، مگر یہ اینٹی کمبی نیشن لاز کو ختم نہیں کرے گی اور بیوروکریسی اور پولیس حاکمی کو ختم نہیں کرے گی۔ البتہ مارکس خود اس بات پر دھیان نہ دینے پر راغب تھا جو کچھ اس نے پرودھون کے خلاف اس قدر شاندار انداز میں پیش کیا تھا، یعنی، کہ حکومتیں معاشی صورت حال کو کنٹرول نہیں کر سکیں گی بلکہ وہ خود اُن سے کنٹرول ہوتی ہیں۔ چند سال بعد بسمارک منسٹری کو اینٹی کمبی نیشن لاز کو چاروناچار ختم کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ 15 فروری کو اپنے جوابی خط میں (جس میں اس نے الگیمینیئر دوچرار بیٹروریرین میں ''انٹرنیشنل'' کے لئے کام کرنے کا وعدہ کیا اور مارکس کو اطلاع دی کہ لیبخت کو ''انٹرنیشنل'' سے متعلق سارے معاملات کی ایڈیٹری کے ساتھ تفویض کیا جا رہا تھا) شوٹزر نے اعلان کیا کہ وہ بہت خوشی سے کسی بھی تھوریٹیکل

نصیحت کو سنے گا جو مارکس نے دینی ہو، مگر یہ کہ عملی سوالات اور فوری داؤ پیچ کا فیصلہ کرنے کے لئے خود تحریک کے مرکز میں موجود ہونا پڑتا ہے اور موجود حالات کا جامع علم رکھنا پڑتا ہے۔ مارکس اور اینگلز نے پھر اس سے تعلق توڑ دیا۔

ان غلط فہمیوں اور پیچیدگیوں کو صرف نوابزادی ہیٹسفیلٹ کی بدقسمت سرگرمیوں سے متعلق ہی مکمل طور پر سمجھا جا سکتا ہے، جس نے اُس شخص کی یادداشت کے خلاف سنگین گناہ کیا جس نے ایک بار اس کے نام کو رسوائی سے بچایا تھا۔ اس نے لاسال کی تخلیق کو مالک کی باتوں کو سپریم قانون قرار دینے والے ایک آرتھوڈاکس فرقے میں بدلنے کی کوشش کی، لیکن پھر بھی یہ اس طرح مالک کی بات نہ تھی، جو نوابزادی ہیٹسفیلٹ نے اس پر رکھی جو کہ سپریم لاہونے والی تھی۔ جو شرارت اس نے کی وہ دس مارچ کو ویدی میری کو لکھے گئے اینگلز کے خط میں دیکھی جا سکتی ہے جس میں ''سوشل ڈیموکریٹ'' کے قیام پر چند الفاظ کے بعد وہ اعلان کرتا ہے: ''اخبار میں ایک ناقابلِ برداشت لاسال شخصیت پرستی پیدا ہوئی ہے، اور اسی دوران ہم نے یقینی طور پر جان لیا، (معمر نوابزادی ہیٹسفیلٹ نے لیبخت کو مطلع کیا اور اُن سے اسی مزاج میں چلنے کی اپیل کی) کہ لاسال بسمارک کے ساتھ اُس سے بہت ہی گہرے انداز میں شامل تھا جتنا کہ ہمارا خیال تھا۔ ان کے درمیان ایک باضابطہ الائنس موجود تھا اور چیزیں اتنی دور گئیں تھیں کہ لاسال ریاستوں کے قبضے کی حمایت میں شلسوگ وہولسٹین جانے والا تھا جبکہ بسمارک نے ایک طرح کے عام انتخابات متعارف کرنے کا ایک مبہم وعدہ کیا اور ایک زیادہ پکا وعدہ کیا، تنظیم سازی کا حق دینے کا، سماجی رعایتیں دینے کا، مزدور تنظیموں کو ریاستی مدد دینے کا، وغیرہ۔ احمق لاسال کے پاس کوئی ضمانتیں نہ تھیں کہ بسمارک معاہدے کے اپنے حصے پر قائم رہے گا۔ ''سوشل ڈیموکریٹ'' کے ایڈیٹرز یہ اچھی طرح جانتے ہیں اور پھر بھی وہ لاسال پرستش کے نظام کو ہمیشہ سے زیادہ شد و مد کے ساتھ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ مزید برآں انہوں نے خود کو ''کوئیز زے تنگ'' والے **ویگنر** سے قریب ہونے دیا، اور بسمارک کو، اس کے خیالات سے پیار کا ڈھونگ رچایا، وغیرہ وغیرہ۔ ہم نے ایک اعلان نامہ شائع کیا اور تعلقات توڑ ڈالے اور لیبخت نے بھی ایسا ہی کیا''۔ یہ سمجھنا مشکل ہے کہ مارکس اور

اینگلز نے، جو دونوں لاسال کو اچھی طرح جانتے تھے اور دونوں ''سوشل ڈیموکریٹ'' پڑھتے تھے، کس طرح نوابزادی ہیٹسفیلٹ کی رنگیلی کہانیوں پر بھروسہ کیا، اور چونکہ ایسا ہوا تو اس تحریک سے سارے رشتے توڑ دینا منطقی بات تھی جو کہ لاسال نے قائم کی تھی۔

البتہ اُن کے اس اقدام نے اُس تحریک پر کوئی عملی اثر نہیں ڈالے، اور حتیٰ کہ روزر جیسے کمیونسٹ لیگ کے پرانے ممبروں نے جنہوں نے ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' کے اصولوں کا کولون عدالتوں کے سامنے بہت شاندار انداز میں دفاع کیا تھا، شوٹزر داؤ پیچوں کے حق میں ہونے کا اعلان کیا۔

4۔لندن میں پہلی کانفرنس

چنانچہ جرمن لاسالیوں کو شروع ہی سے ''انٹرنیشنل'' کے دائرے سے باہر کر دیا گیا تھا اور پہلے انگریز ٹریڈ یونیسٹوں اور فرنچ پرودھونسٹوں میں پروپیگنڈہ نے بہت سست رفتار پیش کی۔

بہرحال، یہ ٹریڈ یونین لیڈروں کا محض ایک چھوٹا سا حلقہ تھا جس نے سیاسی جدوجہد کی لزومیت کا احساس کیا اور انہوں نے حتیٰ کہ ''انٹرنیشنل'' کو بھی ٹریڈ یونین مقاصد کے حصول کے ایک ذریعہ سے زیادہ نہ سمجھا۔ مگر کم از کم ان کے پاس تنظیمی معاملات میں بہت عملی تجربہ تھا، جبکہ فرنچ پرودھونسٹوں کے پاس نہ یہ تھا اور نہ مزدور طبقے کی تحریک کے تاریخی کیریکٹر کی کوئی بصیرت۔ نئی تنظیم نے دراصل اپنے لئے ایک زبردست فریضہ بنا لیا اور اس کی ادائیگی کے لئے اس کو زبردست توانائی اور زبردست اہلیت دونوں کی ضرورت تھی۔

گو کہ مارکس کو بار بار دردناک بیماریوں نے داغ داغ کیے رکھا، اور حالانکہ وہ اپنی سائنٹفک تصانیف کو مکمل کرنا چاہتا تھا، اس نے ''انٹرنیشنل'' کے کاز میں نہ توانائی بچائی اور نہ محنت۔ ایک موقع پر اس نے حسرت سے کہا: ''ایسے ایجی ٹیشن کا بدترین حصہ یہ ہے کہ یہ کسی کے کام کو ڈسٹرب کرتا ہے''، اور ایک اور موقعے پر اس نے اعلان کہ: ''انٹرنیشنل'' اور اس سے متعلقہ ہر چیز نے اُس پر ''ایک خیالی بھوت جیسا'' وزن ڈالا اور وہ اسے جھٹک کر کے خوش ہوگا۔ البتہ، اس نے احساس کر لیا کہ ایک بار ہل پر اپنا ہاتھ رکھنے کے بعد وہ پیچھے مڑ کر نہیں دیکھے گا۔

جلد ہی یہ واضح ہوگیا کہ مارکس اس تحریک کا اصل ''سربراہ'' تھا۔ ایسا نہیں ہے کہ اس نے کسی بھی طرح سے خود کو آگے دھکیلا، اس لئے کہ اسے سستی مقبولیت سے لامحدود نفرت تھی، اور اُن ڈیموکریٹس کے برعکس جو کہ اصل میں کچھ نہ کرتے ہوئے خود کو پبلک میں اہم بناتے تھے، اس نے پس منظر میں رہ کر بہت کام کیا اور بہ یک وقت خود کو پبلک نگاہوں سے بہت دور بھی رکھا۔ بہرحال، تنظیم میں کوئی اور شخص ایسا نہ تھا جس کے پاس تنظیم کے اہداف کے لئے غیر معمولی صلاحیتیں ہوں: تاریخی ارتقا کے قوانین میں واضح اور گہری بصیرت، بغیر لڑکھڑاہٹ کے کام کیے جانے کی توانائی، ممکنہ حدود کے اندر مطمئن ہونے کا صبر، دیانت دار غلطی کے ساتھ صبر و تحمل اور ارادے پر ڈٹے رہنے کی ماہرانہ سفاکی۔ کولون سے بہت بڑے پیمانے پر، مارکس اب لوگوں کو پڑھا کر اور ان کی راہنمائی کر کے اُن پر استاد ہونے کے اپنے بےنظیر تحفے کو عملی بنانے کی پوزیشن میں تھا۔

شخصی جھگڑے اور لڑائیاں، جو کہ ایسی ساری تحریکوں کے آغاز کا ناگزیر حصہ ہوتی ہیں، اسے ''وقت کی ایک زبردست مقدار'' کی قیمت پر پڑیں، اور اطالوی، اور بالخصوص فرانسیسی ممبروں نے اسے بہت ساری غیر ضروری مشکلات پہنچائیں۔ پیرس میں انقلابی سالوں کے وقت سے ''ہاتھ اور دماغ کے مزدوروں'' کے درمیان ایک گہری کراہت موجود رہی تھی۔ پرولتاری کو دانشوروں کی بہت زیادہ غداری بھولنے میں دقت محسوس ہو رہی تھی اور دانشوروں نے اُن تمام مزدور طبقے کی تحریک کو پست سمجھ کر ملامت کی جنہوں نے اُن سے کوئی سروکار رکھنے سے انکار کر دیا تھا، جبکہ بوناپارٹی فوجی آمریت کے دم گھونٹنے والے دباؤ کے تحت، جس نے اخبارات اور تنظیموں کے ذریعے رابطے کے ہر طریقوں کو ناممکن بنا دیا، بوناپارٹی چالبازی کا شک حتیٰ کہ مزدور طبقے کی اپنی صفوں کے اندر غالب انداز میں موجود تھا۔ یہ ''فرنچ شوربہ گوشت'' کے ابلنے اور سوں سوں کی ہلکی آواز ''جنرل کونسل'' کو کئی ایک قابل قدر شاموں اور کئی ایک طویل وخم دار قراردادوں کی قیمت پر پڑی۔

''انٹرنیشنل'' کے برطانوی سیکشن کے ساتھ مارکس کی سرگرمیاں زیادہ بارآور اور قابلِ قبول تھیں۔ انگریز مزدور نے باغی امریکن سول وار میں جنوبی ریاستوں کی طرف داری میں اپنی حکومت کی مداخلت کے ارادوں کی شدید مخالفت کی تھی، اور جب ابراہیم لنکن دوبارہ صدر منتخب ہوا تو

انہوں نے اسے مبارکباد کا پیغام بھیجا۔ مارکس نے ''مزدور طبقے کے بیٹے'' کو یہ خطاب لکھا جو ایک غلام کردہ نسل کی نجات کی مقدس جدوجہد میں اپنے ملک کی رہنمائی کرنے کے فریضے کو سنبھالتا چلا آرہا تھا۔ جب تک امریکہ کے مزدور یہ احساس نہ کر لیتے کہ انسانی غلامی ریپبلک کے لئے شرمناک ہے، جب تک وہ نیگرو پر ڈینگ مارتے تھے کہ ان کے پاس (مزدوروں کو) خود کو بیچ ڈالنے اور اپنے مالک منتخب کرنے کا اُن کے پاس بےحساب اختیار ہے، وہ اصل آزادی جیتنے یا آزادی کے لئے اپنے یورپی بھائیوں کی جدوجہد میں مدد کرنے کے قابل نہ ہوں گے۔ البتہ اس سول وار کے دوران بہائے گئے خون کا سمندر اِس رکاوٹ کو بہالے گیا۔

گو کہ لیسنگ کی طرح، مارکس خود اپنے کام کو تحقیر آمیز انداز میں بیان کرتا، اس نے اس خطاب پہ پورے دل سے کام کیا۔ اینگلز کو لکھتے ہوئے اس نے اعلان کیا کہ اسے ہدایت کی گئی ہے کہ خطاب کو اس کی صورت دے دوں، جو کہ اگر میں مواد کا بھی ذمہ دار بنا دیا جاتا تو یہ ایک مشکل کام ہے، اور یہ کہ اس نے ایسا اس لئے کیا تا کہ اس کی زبان کم از کم عام بازاری ڈیموکریٹک لفاظی سے مختلف ہو۔ لنکولن فرق محسوس کرنے میں ناکام نہ ہوا اور لندن اخباروں کو حیرت ہوئی کہ ''بوڑھا شخص'' جو بورژوا جمہوری حلقوں سے مبارکبادیوں کا جواب عموماً چند روایتی دعا سلاموں سے دیتا تھا، ''خطاب'' کی مبارکبادیوں کا جواب گرمجوشی اور دوستانہ لہجے میں دیتا رہا۔

26 جون 1865ء کو ''انٹرنیشنل'' کی جنرل کونسل میں مارکس نے ''قدر، قیمت اور منافع'' پر ایک خطاب پڑھا تھا، وہ مواد کے اعتبار سے زیادہ اہم تھا۔ اس کا مقصد کونسل کے کئی ممبروں کی بحث کو باطل کرنا تھا کہ اجرتوں میں ایک عمومی اضافے کا مزدوروں کو کوئی اصل فائدہ نہیں ہوتا اور یہ کہ لہٰذا ٹریڈ یونین نقصان دِہ ہیں۔ یہ اس غلط مفروضے پر مبنی تھا کہ اجرتیں اجناس کی قیمتیں متعین کرتی ہیں اور یہ کہ اگر سرمایہ دار اجرتوں میں آج 5 کے بجائے 4 شلنگ دیتے ہیں، وہ بڑھتی ہوئی مانگ کے نتیجے میں اپنی اجناس کو کل 4 کے بجائے 3 شلنگ میں فروخت کریں گے۔ مارکس نے اعلان کیا کہ گو کہ یہ بہت سطحی دلیل بازی ہے اور چیزوں کو بہت ہی سطحی صورت میں لینا ہے، یہ البتہ شامل تمام معاشی معاملات کو اناڑیوں کے سامنے بیان کرنا آسان نہ تھا۔ سیاسی معیشت کے ایک نصاب کو ایک گھنٹے

میں مختصر کرنا ناممکن تھا۔ البتہ، وہ اس طرح کرنے میں قابلِ تعریف انداز میں کامیاب ہوا اور اُن کے لیے ایک قابلِ قدر خدمت سرانجام دینے پہ ٹریڈ یونینوں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔

یہ زیادہ تر عام حقِ رائے دہی کی ایک اصلاح کے لئے بڑھتی ہوئی تحریک تھی جس نے ''انٹرنیشنل'' کو اس کی پہلی نمایاں کامیابیاں دیں، اور یکم مئی 1865ء میں مارکس نے اینگلز کو رپورٹ دی: ''ریفارم لیگ'' ہمارا کام ہے۔ بارہ کی مرکزی کمیٹی میں (چھ نمائندے درمیانہ طبقہ کے اور چھ مزدور طبقہ کے) بشمول ایکاریئس سارے مزدور طبقہ کے نمائندے ہماری ''جنرل کونسل'' کے ممبر ہیں۔ ہم نے مزدوروں کو دھوکہ دینے کی درمیانہ طبقے کی ساری کوششوں کو ناکام بنا دیا...... اگر انگلینڈ میں سیاسی مزدور طبقے کی تحریک کو دوبارہ زندہ کرنے کی یہ کوشش کامیاب ہو جاتی ہے تو پھر سمجھئے ہماری ایسوسی ایشن نے یورپی مزدور طبقے کے لئے بہت کچھ کیا جو کسی بھی اور طرح سے ممکن نہ تھا، اور اس بارے میں کوئی شور مچائے بغیر۔ اور کامیابی کا امکان بہت ہے''۔ 3 مئی کو اینگلز نے جواب دیا: ''بہت ہی مختصر عرصے میں اور بہت کم مشقت سے ''انٹرنیشنل'' ایسوسی ایشن نے واقعی زبردست کامیابی حاصل کی ہے۔ یہ اچھی بات ہے کہ یہ ہمیشہ فرنچ کہ جتھے بندی سے اپنا سر کھپانے کے بجائے اب مصروف انداز میں انگلینڈ میں مشغول ہے۔ کم از کم آپ کو اپنے ضائع شدہ وقت کا کچھ صلہ تو ملا''۔ لیکن جلد ہی یہ ظاہر ہونا تھا کہ حتیٰ کہ اس کامیابی کا بھی اپنا غیر مطمئن پہلو تھا۔

مارکس کا خیال تھا کہ مجموعی طور پر سیاسی صورتحال اس قدر پک نہیں گئی تھی کہ پبلک کانگریس منعقد کی جائے جس کا 1865ء میں برسیلز میں منعقد ہونے کے انتظامات کئے گئے تھے۔ اور اسے خوف تھا، اچھے سبب کے بغیر نہیں، کہ یہ مہمل گفتگو کی چیخ و پکار میں سڑ جائے گی۔ بہت مشکل سے اور بالخصوص فرنچ کی طرف سے بھرپور مخالفت کے خلاف وہ برسیلز میں پبلک کانگریس کے بجائے لندن میں ایک بند کانفرنس کی رضامندی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ایک کانفرنس جس میں صرف اہم کمیٹیوں کے نمائندے موجود ہوں اور جو مستقبل کی کانگریس کے لئے ایک ابتدائیہ سے زیادہ نہ ہو۔ اپنے نقطہ نظر کی حمایت کے لئے مارکس نے مندرجہ ذیل دلائل پیش کئے: سابقہ معاہدے اور بحث کی لزومیت، انگلینڈ میں اصلاحی تحریک، فرانس میں ابھرنے والی ہڑتالوں کی

لہر، اور آخر میں غیر ملکیوں کے خلاف بلجیم میں متعارف کرایا جانے والا قانون، جو کہ وہاں کانگریس کے انعقاد کو ناممکن بنا دے گا۔

یہ کانفرنس 1865ء میں 25 سے 29 ستمبر تک لندن میں منعقد ہوئی۔ ''جنرل کونسل'' کی نمائندگی اس کے صدر اوڈگر، اس کے جنرل سیکرٹری کریمر، انگریز ممبروں کی ایک تعداد، مارکس اور ''انٹرنیشنل'' کے معاملات میں اس کے دو بڑے مددگار (ایکاریئس اور جنگ)، ایک سوئس گھڑی ساز جو لندن میں رہتا تھا اور انگلش، جرمن اور فرنچ میں یکساں طور پر بول سکتا تھا۔ فرانس کی نمائندگی ٹولین، فریبورگ اور لیموسین نے کی جن سب کے سب نے بعد میں ''انٹرنیشنل'' چھوڑ دینا تھا۔ دیگر حاضرین میں مارکس کا 1848ء کا پرانا دوست شیلی تھا، اور وارلن تھا جسے پیرس کمیون کا ہیرو اور شہید ہونا تھا۔ سوئٹزرلینڈ نے دو مندوب بھیجے، جلد ساز ڈ پلیکس فرانکوا طالوی سوئس مزدوروں کے لئے اور جوہان فلپ بیکر، ایک سابقہ برش میکر اور اب جرمن سوئس مزدوروں کے لئے ان تھک انقلابی ایجی ٹیٹر۔ بلجیم کی نمائندگی سیزر ڈی پاپے نے کی جس نے ایک چھاپے خانے کے مستری کے شاگرد کے بطور طب پڑھنا شروع کیا تھا اور ایک ڈاکٹر بننے میں کامیاب ہوا۔

کانفرنس سب سے پہلے ایسوسی ایشن کے مالی امور سے نمٹی اور یہ ظاہر ہوا کہ پہلے سال کی کل آمدن 33 پاؤنڈ کے قریب تھی۔ ریگولر ممبر شپ چندے سے متعلق کوئی سمجھوتہ نہ ہوا، مگر یہ فیصلہ ہوا کہ پروپیگنڈہ مقاصد اور نئی کانگریس کے اخراجات کے لئے 150 پاؤنڈ اکٹھے کئے جائیں۔ 80 پاؤنڈ انگلینڈ سے اکٹھے کئے جائیں، 40 فرانس میں اور بلجیم اور سوئٹزرلینڈ میں دس دس پاؤنڈ۔ ''انٹرنیشنل'' کی مالی حالت ہمیشہ تسلسل سے بڑھتی ہوئی منفی تعدادوں کی نمائندگی کرتی رہیں، اور مزید بعد میں اینگلز نے لکھا کہ مشہور ''ملینز آف انٹرنیشنل'' زیادہ تر قرضے تھے، اور یہ کہ ہر صورت میں، اس قدر کم پیسہ سے اس قدر زیادہ کبھی حاصل نہ ہوا۔

انگلینڈ کی صورتحال کی رپورٹ جنرل سیکرٹری کریمر نے دی جس نے اعلان کیا کہ عمومی طور پر باور کیا جاتا ہے کہ انگریز ٹریڈ یونینیں بہت امیر تھیں اور ایک ایسے کاز کو مدد کرنے کے قابل تھیں جسے وہ اپنا سمجھتی تھیں، وہ دراصل حقیر Stutes سے بندھی ہوئی تھیں جو ان کے اخراجات کو بہت ہی

تنگ حدود میں رکھتی تھیں۔ بہت کم استثناؤں کے ساتھ انگلش ٹریڈ یونینیں سیاست کے بارے میں کچھ بھی نہ جانتی تھیں اور انہیں روشن فکر بنانا بہت مشکل تھا، البتہ، کچھ پراگریس ہو رہی تھی۔ چند سال گزرے ''انٹرنیشنل'' کے نمائندے حتیٰ کہ ایک ساعت حاصل کرنے کے قابل نہ تھے، جبکہ آج انہیں ایک دوستانہ ساعت ملتی تھی اور اُن کے اصولوں کو پذیرائی ملتی۔ یہ پہلی بار تھی کہ سیاست سے وابستہ ایک تنظیم ٹریڈ یونینوں سے اس طرح کے رابطے استوار کرنے میں کامیاب ہوگئی تھی۔

فریبورگ اور ٹولین نے رپورٹ کی کہ فرانس میں ''انٹرنیشنل'' کو اچھی پذیرائی مل رہی ہے۔ پیرس کے ممبر روئن، نانتیس، البیوف، کائن اور دوسری جگہوں میں ممبر بنائے اور کئی ممبر شپ کارڈ 1.25 فرانک پر سالانہ چندے کے لئے فروخت کیے گئے۔ بدقسمتی سے یہ کارگزاریاں پیرس میں ایک بیورو قائم کرکے اور کانفرنس کو مندوبین کے اخراجات کی وجہ سے ختم ہوگئیں۔ البتہ، ''جنرل کونسل'' کو بقیہ 400 ممبر شپ کارڈ کی فروخت کے حوصلہ افزا امکان کی پیشکش کی گئی۔ فرنچ مندوبین نے شکایت کی کہ کانگریس کا التوا تحریک کی ترقی میں ایک بڑی رکاوٹ ہوئی۔ فرنچ مزدوروں کو بونا پارٹی پولیس رجیم کی طرف سے ڈرایا دھمکایا گیا اور ہمیشہ ایک اعتراض ہوتا: سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ تم کر کیا سکتے ہو، اور پھر ہم تم میں شامل ہو جائیں گے۔

سوئٹزر لینڈ کے لئے بیکر اور ڈپلیکس کی رپورٹیں موزوں تھیں گو کہ وہاں ایجی ٹیشن محض چھ ماہ سے چل رہی تھی۔ جنیوا میں 400 ممبر تھے اور لاؤسین اور ویوی میں ڈیڑھ ڈیڑھ سو ممبر۔ ماہانہ ممبر شپ فیس 50 پنس رکھی گئی تھی، مگر ممبر خوشی خوشی دگنا دیتے تھے اس لئے کہ وہ مالی طور پر ''جنرل کونسل'' کی مدد کی ضرورت پر مکمل طور پر قائل تھے۔ اس کے باوجود سوئس مندوبین بھی کچھ پیسہ نہ لائے، اور اس کے بجائے انہوں نے کانفرنس کو یہ یقین دہانی کرائی کہ اگر مندوبین کو انگلینڈ تک سفر کا خرچہ نہ دینا پڑتا تو اچھی خاصی رقم موجود ہوتی۔

بلجیم میں ایجی ٹیشن صرف ایک ماہ سے چل رہی تھی مگر ڈی پاپے نے رپورٹ کی کہ 60 ممبر پہلے ہی بنائے جاچکے تھے اور یہ کہ کم از کم 3 فرانکس کی سالانہ ممبر شپ فیس کا فیصلہ ہو چکا ہے جس میں سے ایک تہائی ''جنرل کونسل'' کو جائے گی۔

''جنرل کونسل'' کے نام پر مارکس نے تجویز دی کہ کانگریس ستمبر یا اکتوبر 1866ء کو جنیوا میں منعقد ہو۔ کانگریس کی جگہ تو متفقہ طور پر منظور ہوئی مگر فرانسیسی مندوبین کے پرزور اصرار پر مئی کا آخری ہفتہ رکھا گیا۔ فرانسیسی مندوبین نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ ''انٹرنیشنل'' کی ممبر شپ کا کارڈ جس کے پاس بھی ہو اُسے کانگریس میں ایک سیٹ اور ووٹ دیا جائے، انہوں نے اعلان کیا کہ یہ ایک اصولی بات تھی اور عام حق رائے دہی کے اصل معانی یہی تھے۔ ایک زوردار بحث کے بعد صرف مندوبین کی نمائندگی منظور ہوئی جس کا کہ کریمر اور ایکاریئس نے مطالبہ کیا تھا۔

''جنرل کونسل'' نے کانگریس کے لئے ایک بہت بڑا ایجنڈا بنالیا: کواپریٹو کام، کام کے گھنٹوں کی کمی، خواتین اور چائلڈ لیبر، ٹریڈ یونینوں کا ماضی اور مستقبل، مزدور طبقات کے مفاد میں ایک مستقل فوج کا اثر وغیرہ۔ مگر صرف دو نکات نے اختلافِ رائے پیدا کیا، اور اُن میں سے ایک ''جنرل کونسل'' نے پیش ہی نہیں کیا، بلکہ فرانسیسی مندوبین نے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ ''مذہبی خیالات اور ان کے سماجی، سیاسی اور ثقافتی تحریک پر اثر'' کو ایجنڈا پر ایک خصوصی نکتہ بنایا جائے۔ کس طرح انہوں نے تجویز پیش کی اور مارکس نے اس پر کیا رویہ اپنایا وہ شاید مارکس کے لکھے ہوئے پرودھون کے لیے تعزیتی مضمون میں چند فقروں میں بہترین صورت میں دیکھا جاسکتا ہے جو کہ چند ماہ بعد لکھا گیا اور شوئٹزر کے ''سوشل ڈیموکریٹ'' میں چھپا (برسبیل تذکرہ اس اخبار میں دینے والا اس کا واحد مضمون)۔ ''مذہب اور چرچوں وغیرہ پر پرودھون کے حملے نے ایک ایسے وقت ایک عظیم مقامی خدمت سرانجام دی جب فرانسیسی سوشلسٹ اٹھارویں صدی کے بورژوا والٹیرازم اور انیسویں صدی کی جرمن بے خدائی پر اپنی مذہبیت سے اپنی برتری ثابت کرنے کو ضروری سمجھتے تھے۔ پیٹر دی گریٹ نے روسی بربریت کو بربریت سے شکست دی، اور پرودھون نے فرانسیسی لفظ آرائی کو لفظوں سے شکست دینے پر اپنا بھرپور زور لگایا''۔ انگریز مندوبین نے بھی اس ''فساد کی جڑ'' کے ساتھ کسی طرح کی چھیڑ خانی کے خلاف متنبہ کیا مگر فرانسیسی مندوبین نے اصرار کیا اور اُن کی تحریک 13 کے مقابلے میں 18 سے منظور ہوئی۔

ایجنڈے پر موجود دوسرا نکتہ جس نے نا اتفاقی پیدا کی ''جنرل کونسل'' نے پیش کیا اور وہ

یورپی سیاست کے ایک معاملے سے نمٹتا تھا جسے مارکس خصوصی اہمیت کا حامل سمجھتا تھا؛ ''ساری قومیتوں کے لئے حق خود اختیاری کے مطابق ایک جمہوری اور سوشلسٹ بنیاد پر پولینڈ کی آزادی کو دوبارہ بحال کر کے یورپی معاملات میں روس کے بڑھتے ہوئے اثر کی مخالفت کی ضرورت''۔ فرانسیسی مندوبین بالخصوص اس کے مخالف تھے: کیوں کہ سیاسی معاملات کو سماجی معاملات سے ملا دیا جائے؟ کیوں اس قدر دور چلا جائے جب گھر میں اس قدر محکومیت لڑنے کے لئے موجود ہے؟ روسی حکومت کے اثر کے بارے میں اس قدر پریشانی کیوں جب پروشیا، آسٹریا، فرانسیسی اور انگریز حکومتوں کا اثر بھی کم برائی نہ تھی؟ بلجیم کا مندوب سیزر ڈی پاپیے بالخصوص اپنی مخالفت میں توانا تھا، یہ اعلان کرتے ہوئے کہ آزاد پولینڈ کی بحالی صرف تین طبقات کو فائدہ دے گی: بلند تر ارسٹو کریسی، نچلی ارسٹوکریسی اور ملاؤں کو۔

پرودھون کے اثر نے خود کو وہاں محسوس کرایا۔ اس نے پولینڈ کی آزادی کی بحالی کی بار بار مخالفت کی تھی، آخری موقع 1863ء میں پولینڈ کی بغاوت کے سلسلے میں تھا جب، جس طرح کہ مارکس نے تعزیتی مضمون میں بلا تکلف بتایا، وہ زار بادشاہ کے فائدے میں احمقانہ خشک مزاجی میں مبتلا ہوا۔ بہ یک وقت اس بغاوت نے اُن ساری پرانی ہمدردیوں کو جگا دیا جو کہ انقلابی سالوں میں پولینڈ کے کاز کے لئے مارکس اور اینگلز نے دیکھی تھیں؛ انہوں نے بغاوت پہ ایک مشترکہ مینی فیسٹو جاری کرنے کا ارادہ کیا تھا، مگر آخر میں اس ارادے پر عمل نہ کیا گیا۔

پولینڈ کے لئے اُن کی ہمدردی یقیناً غیر معترضانہ نہ تھی۔ جب تک خود روس کے اپنے اندر ایک انقلاب کا کوئی امکان نہ تھا، پولینڈ کی آزادی کی بحالی محض یورپ میں روسی اثر کو روکنے کا واحد امکان دیتی تھی اور لہٰذا مارکس پولینڈ کی بغاوت کو بے رحمی سے کچل ڈالنے اور بہ یک وقت کا کیشیا کے اندر زار بادشاہی کی پیش قدمی کو یورپ میں 1815ء کے بعد سب سے اہم واقعات گردانتا تھا۔ ''افتتاحی خطاب'' کے اس حصے میں جو پرولتاریہ کی خارجہ پالیسی سے نمٹتی تھی اس نے پولینڈ کے مسئلے پر عظیم ترین زور دیا، اور وہ ٹولین، فریبورگ اور دوسروں کی طرف سے صرف اسی نکتے پر کی گئی مزاحمت کا بعد میں بڑے عرصے تک تلخی کے ساتھ ذکر کرتا تھا۔ البتہ انگریز مندوبین کی مدد کے ساتھ

وہ مخالفت کو توڑنے میں کامیاب ہو گیا اور یہ آئٹم ایجنڈہ پر برقرار رہا۔

کانفرنس نے صبح کے وقت جنگ کی صدارت میں پرائیویٹ سیشن منعقد کئے، اور شام کو اوڈگر کی صدارت میں نیم پبلک اجلاس۔ جن معاملات کو پرائیویٹ سیشنوں میں پہلے کھنگال لیا گیا تھا، اُن کو شام کے ان اجلاسوں میں بحث کے لئے وسیع تر سامعین میں لایا گیا جن میں سے زیادہ تر مزدور شامل تھے۔ پیرس واپسی پہ فرانسیسی مندوبین نے کانفرنس کی ایک رپورٹ اور ایجنڈا شائع کیا جو کہ کانگریس کے لئے تیار کیا گیا تھا اور اخبارات نے ایک زندہ دل بازگشت کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔ مارکس نے ظاہر ہے کہ اطمینان کے ساتھ اس کا مشاہدہ کیا: ''ہمارے پیرسی یہ دیکھ کر ایک لحاظ سے حیران ہوئے کہ روس اور پولینڈ پہ محض پیراگراف، جنہیں وہ حذف کرنا چاہتے تھے، نے سب سے بڑا ہیجان پیدا کیا''۔ اور کئی سال بعد بھی وہ بہت اطمینان کے ساتھ اُن پر جوش تبصروں'' کو یاد کرتا تھا جو ان تحریروں بالخصوص، اور کانگریس ایجنڈا نے عام طور پر مشہور فرانسیسی مورخ ہنری مارٹن سے پیدا کئے تھے۔

5۔ آسٹرو پروشیائی جنگ

مارکس نے جو وقت اور توانائی ''انٹرنیشنل'' کے کاز کے لئے وقف کئے تھے اُن سے یہ ناقابلِ قبول نتیجہ نکلا کہ گزر بسر کے لئے اس کی کاوشوں میں دخل پڑا اور اس کی پرانی مالی مشکلات دوبارہ ابھریں۔

وہ 31 جولائی کو دوبارہ اینگلز کو لکھنے پر مجبور ہوا کہ پچھلے دو ماہ سے خاندان چیزیں رہن رکھنے والی دکان پر گزارہ کر رہا تھا۔ ''میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں جلد ہی یہ خط لکھنے کے بجائے اپنی انگلی کاٹ دوں گا۔ یہ واقعتاً کچل ڈالنے والی بات ہے کہ ایک شخص اپنی آدھی زندگی محتاجی پر گزار دے۔ جو واحد اطمینان مجھے قائم رکھے ہوئے ہے وہ یہ ہے کہ کہ آپ اور میں پارٹنر شپ میں ہیں اور یہ کہ میری ڈیوٹی تھیوری اور پارٹی امور کو اپنا وقت دینا ہے۔ مجھے لگ رہا ہے کہ یہ گھر میرے وسائل سے اونچا ہے اور اس سال ہم عام طور کی بہ نسبت ذرا بہتر رہائش میں رہے، مگر یہ وہ واحد راستہ تھا کہ

بچوں کو ایسے روابط قائم کرنے کا ایک موقع دیا جائے جو ان کے مستقبل کے لئے انہیں کچھ تحفظ فراہم
کر سکے، اس حقیقت کا ذکر نہیں کرنا چاہیے کہ اس سب کی ذرا کم تلافی ہے جس میں سے وہ گزر رہے
ہیں ۔ میرا خیال ہے کہ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ حتیٰ کہ صرف بزنس کے نقطۂ نظر سے یہاں
ایک مکمل پرولتاری گھر بھی ناموزوں ہوگا، گو کہ جہاں تک میری بیوی کا اور میرا تعلق ہے یہ ٹھیک
ہوتا، یا اگر لڑکیاں لڑکے ہوتیں'' ۔اینگلز نے فوری طور پر اپنے دوست کی مدد کی ،مگر محض ایک
گزارے والی آمدن کی حقیر پریشانیاں اور مسائل مارکس اور اس کے خاندان کو دکھ دینے پھر ابھرنے
لگے، اور انہوں نے کئی سال تک ایسا کرنا جاری رکھا۔

چند ماہ بعد 5 اکتوبر 1865ء کو لوتھار بوچر کے ایک خط نے مارکس کو پیسہ کمانے کا ایک
غیر متوقع موقع فراہم کیا، اور بالکل ہی مخصوص طریقے سے ۔ بوچر لندن میں ایک تارکِ وطن کے بطور
رہا تھا، مگر دونوں کے درمیان کوئی تعلقات استوار نہ تھے اور دوستی تو بالکل نہ تھی ۔حتیٰ کہ جب بوچر نے
عمومی جھگڑے ہوئے تارکین میں ایک آزادانہ موقف لیا اور ایک سرگرم حامی کے بطور اُور کوہارٹ
کے ساتھ شامل ہوا، مارکس اس کی طرف تنقیدی رہا۔ مگر بوچر نے ووگٹ کو مارکس کے جواب کا بور خیم
سے بہت تعریفی تذکرہ کیا اور ''ٹلکیمینی زی تنگ'' میں اس پر ریویو لکھنا چاہا۔ اس طرح کا کوئی ریویو
شائع نہ ہوا، لیکن خواہ اس لئے کہ بوچر نے اسے لکھا ہی نہیں یا اس لئے کہ ''ٹلکیمینی زی تنگ'' نے اسے
شائع کرنے سے انکار کیا، اب پتہ چلایا نہیں جا سکتا ۔ پروشیائی عام معافی دینے کے بعد بوچر جرمنی
لوٹ گیا اور برلن میں اس نے لاسال سے دوستی کر لی ۔اُس کے ساتھ اس نے 1862ء میں لندن کی
''عظیم نمائش'' کا دورہ کیا اور اُس کے توسط سے وہ مارکس سے واقف ہوا، جس نے اسے ''ایک عمدہ مگر
ذرا سا کنفیوزڈ لڑکا'' بیان کیا ۔ لاسال کی موت کے بعد بوچر پروشیائی حکومت کی ملازمت میں داخل
ہوا اور اینگلز کو ایک خط میں، مارکس نے اس کو، اور، راڈبرٹس کو برے الفاظ کے ساتھ رد کر دیا: ''ایک
کم بخت غول، برلن، برانڈنبرگ اور پومرانیا سے سارا کاٹھ کباڑ''

اور اب بوچر نے لکھا: ''سب سے پہلے بزنس کی بات: ''سٹاٹسنز یگر'' پیسہ منڈی کی
تحریک پر ایک ماہانہ رپورٹ چاہتا ہے (اور قدرتی طور پر اجناس منڈی کی تحریک پر بھی، اس لئے کہ

دونوں کو جدا نہیں کیا جا سکتا) ، اور مجھ سے پوچھا گیا کہ کیا میں کسی کا نام تجویز کر سکتا ہوں ۔ میں نے
جواب دیا کہ میں اس کام کے لئے آپ سے بہتر موزوں کسی اور شخص کو نہیں جانتا ، اور نتیجے میں مجھ
سے کہا گیا کہ اس معاملے میں آپ سے بات کروں ۔ آپ مضامین کی طوالت کے معاملے میں
محدود نہیں کئے جائیں گے، جتنا جامع اور مفصل ہو اچھا ہے ۔ جہاں تک مواد کا تعلق ہے ظاہر ہے
آپ اپنے سائنٹفک ایقانات کی بات مانیں گے ۔ البتہ قارئین کا خیال رکھتے ہوئے اور نہ کہ
ایڈیٹوریل بورڈ کا، یہ بات اچھی ہوگی کہ معاملے کہ اندرونی تہہ کو صرف ماہرین کے نظر آنے پر چھوڑ
دیا جائے، اور سارے مناظروں سے گریز کیا جائے'' ۔ پھر چند بزنس مشاہدات آئے، لاسال کے
ساتھ ایک مشترکہ باہر جانے کا حوالہ، جس کا انجام ہمیشہ مصنف کا ''ایک نفسیاتی معمہ'' رہے گا، اور
پھر یہ تبصرہ کہ وہ یعنی مارکس بلا شبہ جانتا ہے کہ مصنف اپنی پہلی محبت یعنی ''فائیلوں'' کو واپس ہوا
ہے ۔ ''میں نے لاسال کی رایوں سے کبھی اشتراک نہیں کیا اور ہمیشہ سوچا کہ وہ پیش رفتوں کو اُن کی
اصل رفتار سے زیادہ تیزی سے دیکھتا تھا۔ پراگریس مرنے سے پہلے کئی بار اپنی کھال اتار پھینکے گا،
اور اس لئے جو شخص اپنی زندگی بھر ریاست کے اندر کام کرنا چاہتا ہو اسے حکومت کے گرد مجتمع کرنا
چاہیے'' ۔بیگم مارکس کو سلام دعا اور چھوٹی خواتین اور بالخصوص سب سے چھوٹی والی کو پیار کے بعد،
خط اس روایتی نمود و نمائش کے ساتھ ختم ہوا: ''آپ کا فرمانبردار اور مودب خادم'' ۔

مارکس نے پیشکش مسترد کر دی، مگر ہمارے پاس کوئی مفصل اطلاع موجود نہیں ہے کہ اس
نے کیا لکھا، اور بوچر کے خط کے بارے میں دراصل کیا سوچا۔ خط ملنے کے فوراً بعد وہ مانچسٹر چلا گیا
جہاں بلا شبہ اس نے اینگلز سے اس معاملے پر صلاح و مشورہ کیا ہوگا، مگر اُن کے خط و کتابت میں اس
معاملے کا بالکل کوئی تذکرہ نہیں ہے، مارکس کے دوسرے دوستوں کو خطوط میں محض چلتے چلاتے میں
ایک حوالہ۔ چودہ سال بعد، جب ہوڈل اور نوبلنگ کی دہشت پسندانہ کوششیں سوشلسٹوں کیخلاف
ابھار کی ایک شدید مہم کو چڑھ دوڑیں، اس نے بوچر کا خط شائع کیا، اور سوشلسٹ لالچیوں کے کیمپ
میں اس کے اثرات ایک بم کی طرح کے پڑے۔ اشاعت کے وقت بوچر برلن کانگریس کا سیکرٹری
تھا، اور اس کے نیم آفیشل سوانح نگار کے بیان کے مطابق ہوڈل اور نوبلنگ کے غیض و غضب کے

بعد وہی پہلا انٹی سوشلسٹ بل سامنے لایا، مگر ریسٹاگ سے مسترد ہوا۔

اس وقت سے اس بات پہ بہت بحث ہوتی رہی کہ آیا بوچر کا خط بسمارک کی طرف سے مارکس کو خریدنے کی ایک کوشش تھی، اور کم از کم یہ پکی بات ہے کہ 1865ء کے موسمِ خزاں میں، ''گسٹین معاہدہ'' کے دستخطوں کے بعد نے آسٹریا کے ساتھ علیحدگی کا خطرہ غیر موثر طور پر مصالحت کیا تھا، بسمارک جھکاؤ رکھتا تھا، اس کی اپنے شکاری تشبیہ کے بقول ''جو کتا بھونکنا چاہے اسے کھلا چھوڑ دیا جائے''۔ بسمارک خود مزدور طبقے کے ساتھ ڈزرائیلی یا حتیٰ کہ بونا پارٹ کی طرز پر، اور مضحکہ خیز خیالات جو اس نے لاسال کے بارے میں قائم کئے جس کے ساتھ وہ شخصی طور پر کئی بار ملا تھا۔ فلرٹ کرنے کو ایک بہت زیادہ دیرینہ مشرقی ایلیین جنکر تھا۔ البتہ اپنے فوری مصاحبین میں اس کے پاس دو آدمی تھے جو اس پیچیدہ معاملے کے ساتھ نمٹنے میں بہتر طور پر ماہر تھے۔ یہ تھے لوتھار بوچر اور ہرمن ویگنر۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس وقت ویگنر جرمن مزدور طبقے کی تحریک کو دام میں پھنسانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا، اور جہاں تک نوابزادی ہٹسفیلیٹ کا اس معاملے میں کوئی بھی اثر و رسوخ تھا وہ کامیاب ہوا۔ جنکروں کے دانشور لیڈر کے بطور اور قبل از مارچ دنوں سے بسمارک کے دوست کی حیثیت سے ویگنر بوچر سے مضبوط ترین پوزیشن میں تھا۔ جو کہ اس حقیقت کی بناء پر مکمل طور پر بسمارک کی مرضی کے تابع تھا کہ بیوروکریسی اسے ایک مداخلت کار کے بطور شک کی نگاہ سے دیکھتی تھی، جبکہ 1848ء کے سبب بادشاہ نے اس سے کسی طرح کا رابطہ رکھنے سے انکار کر دیا۔ اور بہر حال بوچر ایک کمزور شخص تھا جس طرح کہ اس کے دوست راڈبرٹس نے اعلان کیا ''ہڈیوں کے بغیر مچھلی''۔

اگر بوچر کا خط واقعی مارکس کو خریدنے کی ایک کوشش تھا، تو یہ کوشش بسمارک کے علم کے بغیر نہ کی گئی، مگر یہ مشکوک ہے کہ آیا یہ واقعی ایک کوشش تھی۔ جس طریقے سے مارکس نے اس خط کو 1878ء میں انٹی سوشلسٹ مہم کے دوران استعمال کیا Irrepreachable تھا اور یہ ایک عقلمند اقدام تھا، مگر یہ حتیٰ کہ یہ بھی ثابت نہیں کرتا کہ مارکس نے خود خط کو اپنے خریدنے کی کوشش سمجھا تھا۔ بوچر اچھی طرح جانتا تھا کہ مارکس نے جب سوئٹزرلینڈ اور جرمن لاسالیوں کے ساتھ تعلقات توڑ دیے تھے اس کے بارے میں اچھے خیالات نہ تھے، اور مزید برآں، سارے جرمن اخباروں میں

سے غیر دلچسپ ترین اخبار میں پیسے کی منڈی کی تحریکوں کی ایک ماہانہ رپورٹ کسی طرح بھی بسمارک کی پالیسی کے خلاف عمومی بے چینی کو شانت نہیں کر سکتی تھی، چہ جائیکہ اس پالیسی پر مزدوروں کی حمایت حاصل کی جا سکے۔ چنانچہ، ان حالات میں بوچر کے اس بیان کے حق میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے ''سٹاٹسنزیگر'' کے ''مہتمم'' سے جلاوطنی میں اپنے پرانے ساتھی کی سفارش بغیر کسی در پردہ سیاسی مقصد کے کی، گو کہ شاید اس شرط و معاہدے کے کہ مہتمم نے پہلے ہی مانچسٹر مکتبِ فکر کے ایک نمائندے کو قبول کرنے سے انکار کیا تھا۔ مارکس کے ہاتھوں ایک دھتکار سے دوچار ہو کر، بوچر نے پھر ڈوہرنگ سے رابطہ کیا، جو کام سنبھالنے پہ راضی ہو گیا مگر بہت جلد چھوڑ دیا جب یہ معلوم ہوا کہ ''سٹاٹسنزیگر'' کا مہتمم ''سائنسی مضبوط عقیدوں'' کے لئے اُس عزت سے بہت دور تھا جس کے ساتھ بوچر نے اسے نیک نام کیا تھا۔

بڑھتی ہوئی معاشی مشکلات سے بھی بڑھ کر جن سے مارکس کو ''انٹرنیشنل'' میں اس کے سرگرم کام اور خود اس کے اپنے سائنٹفک کام کے نتیجے میں مطمئن ہونا پڑا، بدتر بات یہ حقیقت تھی کہ اس کی صحت زیادہ سے زیادہ خراب ہونے لگی۔ دس فروری 1866ء کو اینگلز نے لکھا: ''آپ کو اس پھوڑے والے والے معاملے سے جان چھڑانے کے لئے واقعتاً کچھ کرنا چاہیے...... کچھ عرصہ کے لئے رات کا کام روک دیں اور ایک زیادہ منظم زندگی گزاریں'' اور 13 فروری کو مارکس نے جواب دیا: کل میرے بائیں جانگھ میں ایک سرطانی پھوڑا بنا اور میں دوبارہ اپنی پشت پر ہوں۔ اگر میری پاس خاندان کے لئے کافی پیسہ ہوتا اور میری کتابیں مکمل ہوتیں تو آج یا کل Knacker's Yard (مذبحہ خانے) جانے کی بالکل پرواہ نہ کرتا، مگر چونکہ ہے اس لئے میں پرواہ کرتا ہوں''۔ اور ایک ہفتہ بعد اینگلز نے یہ تشویش ناک اطلاع وصول کی: اس بار یہ تیز رفتار تھا۔ میرے خاندان کو پتہ نہ تھا کہ معاملہ کس قدر سنجیدہ تھا۔ اگر یہ چیز تین یا چار بار اسی طرح مزید پھوٹ پڑتی ہے تو میں مر جاؤں گا۔ میں خوفناک طور پر زوال پذیر ہوا ہوں اور ابھی تک سخت کمزوری محسوس کرتا ہوں، سر میں اتنا نہیں جتنا کہ میری کمر اور ٹانگوں میں۔ بلاشبہ ڈاکٹر ٹھیک ہیں جب وہ کہتے ہیں کہ بیماری کا دوبارہ حملہ رات کو شدید کام کی وجہ سے ہوا، مگر میں انہیں نہیں بتا سکتا کہ کیا چیز مجھے اس طرح کے بے

حد کام کرنے پر مجبور کرتی ہے، اور اگر بتاتا بھی تو اس کا کچھ فائدہ نہ ہوتا''۔ بہر حال اینگلز نے اب اصرار کیا کہ وہ چند ہفتوں کے لئے خود کو آرام دے۔ اور وہ مارگیٹ چلا گیا۔

مارگیٹ میں اس نے جلد اپنی طبیعت بحال کر دی اور اپنی بیٹی لارا کو ایک پُر مسرت خط میں اس نے لکھا: ''میں واقعی خوش ہوں کہ میں ایک ہوٹل کے بجائے ایک پرائیویٹ گھر چلا گیا جہاں ناگزیر طور پر مقامی سیاست، ملکی سکینڈلوں اور پڑوسیوں والی فضول گپ شپ سے میرا مغز کھایا جاتا۔ مگر پھر بھی مِلر آف ڈی کے ساتھ نہیں گا سکتا کہ میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا اور کوئی میری پرواہ نہیں کرتا اس لئے بہر حال یہاں میری مکان کی مالکن ہے جو کہ ایک کھمبے کی طرح بہری ہے، اور اس کی بیٹی ہے جو کہ گلہ بیٹھ جانے والی پرانی بیماری میں مبتلا ہے۔ بہر حال، وہ اچھے لوگ ہیں، متوجہ ہیں، نہ کہ مداخلت کار۔ میں نے ایک سیر کرنے والے کی عادت اپنالی ہے۔ دن کا زیادہ حصہ میں باہر ہوا میں ہوتا ہوں اور دس بجے سو جاتا ہوں۔ میں کچھ نہیں پڑھتا، کم لکھتا ہوں، اور خود کو بتدریج ''نروان'' کی حالت میں لانے کے لئے کام کر رہا ہوں جسے بدھ مت والے انسانی روحانی مسرت کی خلوت قرار دیتے ہیں''۔ اور خط میں حاشیے میں ایک چھیڑ خانی والا تبصرہ ہے جو بظاہر آنے والے واقعات کی پیشگوئی کرتا ہے: ''یہ چھوٹا شیطان لافارگ ابھی تک مجھے اپنے پرودھون ازم سے تنگ کر رہا ہے اور میرا خیال ہے کہ اس کی تسلی نہیں ہوگی جب تک کہ میں اس کی ہسپانوی نسل کی کھوپڑی میں کچھ عقل ٹھونک نہ دوں''۔

جبکہ مارکس ابھی مارگیٹ میں تھا، جب بجلی کی پہلی چمک نے جنگی بادلوں کو چیر ڈالا جو جرمنی کے اوپر جمع ہو چکے تھے۔ 18 اپریل کو بسمارک نے آسٹریا کے خلاف اٹلی کے ساتھ ایک حملہ آور الائنس بنالیا، اور اگلے دن اس نے فیڈرل دیت میں یہ درخواست کر دی کہ عام حق رائے دہی کی بنیاد پر ایک جرمن پارلیمنٹ بلائی جائے تاکہ جرمن حکومتوں کی نمائندگی کے لئے ''لیگ'' کی ایک اصلاح پر بحث کرے۔ ان واقعات پر اختیار کیا ہوا مارکس اور اینگلز کا رویہ بتاتا ہے کہ وہ جرمن صورتحال سے کس قدر دور تھے۔ ان کا موقف لڑکھڑا گیا۔ جرمن پارلیمنٹ کا اجلاس بلانے کی بسمارک تجویز کا حوالہ دیتے ہوئے اینگلز نے 10 اپریل کو لکھا: ''یہ شخص گدھا ہوگا یہ باور کر کے کہ وہ

اس کی ذرا سی بھی مدد کرے گا! اگر چیزیں واقعی ایک انجام پر آتی ہیں تو پھر تاریخ میں پہلی بار مستقبل کے واقعات برلن کے رویے پر منحصر ہوں گے۔ اگر برلن والے اپنی ضرب صحیح وقت پر لگا دیں تو چیزیں موزوں طور پر آگے بڑھ سکیں گی...... مگر کون اُن پر بھروسہ کر سکے گا؟''۔ تین دن بعد اس نے دوبارہ لکھا، مگر اس بار غیر معمولی واضح پیش بینی کے ساتھ: ''لگتا ہے کہ گو کہ جرمن بورژوازی عام رائے دہی کی تجویز سے ذرا سی مزاحمت کے بعد اتفاق کرے گی، اس لئے کہ بہر حال بوناپارٹزم بورژوازی کا اصل مذہب ہے۔ میں زیادہ سے زیادہ شفاف انداز میں احساس کرنے لگا ہوں کہ بورژوازی کو بلا واسطہ حکمرانی کرنے نہیں دیا جائے گا، اور یہ کہ لہٰذا جہاں پر لبرل انعامات کے لئے واپسی میں بورژوازی کے مفادات میں حکومت کرنے کے لئے تیار آمریت نہیں ہے (جیسا کہ مثلاً انگلینڈ میں)، بوناپارٹی نیم ڈکٹیٹر شپ بورژوا حکمرانی کی عمومی صورت ہے۔ اس طرح کی ایک صورت بورژوازی کے عظیم مادی مفادات کو حتیٰ کہ بورژوازی کے خلاف آگے بڑھاتی ہے، مگر بورژوازی کو حکومت میں حصہ دینے سے انکار کرتی ہے۔ دوسری طرف، اس طرح کی ڈکٹیٹر شپ خود اپنی مرضی کے خلاف بورژوازی کے ان مادی مفادات کو بڑھانے پر مجبور ہے، اور چنانچہ اب ہم موسیو بسمارک کو ''نیشنل ویرین'' کا پروگرام اپناتے دیکھتے ہیں۔ اس پر عمل کرنا، بلاشبہ، بالکل دوسری بات ہے مگر وہ جرمن بورژوازی کے صدقے غم کے سبب بمشکل آتا لگتا ہے''۔ اینگلز نے سوچا کہ بسمارک آسٹریائی فوج کی وجہ سے ناکام ہو جائے گا۔ بینیڈک بہر حال پرنس فریڈرک کارل سے ایک بہتر جنرل تھا۔ آسٹریا اتنا طاقتور تھا کہ امن کے لئے درخواست کرنے پر پروشیا کو مجبور کرے، مگر پروشیا اتنا طاقتور نہ تھا کہ آسٹریا کو ایسا کرنے پر مجبور کر سکے، اور لہٰذا، ہر پروشیائی کامیابی بوناپارٹ کو مداخلت کی ایک دعوت ہوتی۔

اپنے نئے دوست ڈاکٹر کوگلمین آف ہینوور کو ایک خط میں مارکس نے صورتحال کو تقریباً انہی الفاظ میں بیان کیا۔ جبکہ 1848ء میں ابھی تک وہ ایک لڑکا تھا، کوگلمین مارکس اور اینگلز کا ایک گرمجوش حامی تھا، اور اس نے ان کی ساری تحریریں احتیاط سے جمع کی تھیں، مگر 1862ء میں جا کر فریلیگراتھ کے توسط سے اس نے مارکس سے واقفیت پیدا کی اور جلد ہی اس کے بااعتماد لوگوں میں

سے ایک بنا۔ مارکس سارے فوجی معاملات میں خود کو حتمی طور پر اینگلز کے موقف کے تحت رکھتا تھا۔

آسٹریائی فوج کو حد سے زیادہ اندازہ کرنے سے بھی زیادہ ایک حیران کن بات پروشیائی فوج کی حالت کے بارے میں اینگلز کا خیال تھا۔ چونکہ اس نے فوجی اصلاح کے بارے میں ابھی ابھی لکھا تھا (پروشیائی آئینی مناقشے کا موقع) اور اس تصنیف میں اس نے بورژوا ڈیمو کریٹک ڈھولچیوں سے کئی گناہ زیادہ بصیرت دکھائی۔ 25 مئی کو اس نے لکھا؛ ''اگر آسٹریائی حملہ نہ کریں تو پروشیائی فوج میں یقیناً ایک مشکل آئے گی۔ بدقسمتی سے ہم صرف اس کا ایک چھوٹا حصہ سنتے ہیں جو اصل میں وقوع پذیر ہو رہا ہے، مگر حتیٰ کہ وہ بھی یہ بتانے کے لئے کافی ہے کہ ایک ایسی فوج کے ساتھ حملہ آور جنگ ناممکن ہے''۔ اور 11 جون کو اس نے لکھا: ''اس جنگ میں پروشیا کے لئے لینڈوھر اتنا ہی خطرناک ہوگا جتنا کہ پولینڈ والے 1806ء کو تھے۔ جب انہوں نے فوج کے ایک تہائی حصے سے زیادہ کی نمائندگی کی اور ہر چیز غیر منظّم، ماسوائے اس استثنا کے کہ اس بار لینڈوھر کو شکست کے بعد تحلیل نہیں کیا ہوگا بلکہ بغاوت کے بعد''۔ یہ باتیں کونیگر یٹز کی فیصلہ کن لڑائی سے تین ہفتے پہلے لکھی گئیں۔

کونیگر یٹز نے ساری غلط فہمیاں فوری طور پر ختم کیں اور لڑائی کے ایک دن بعد اینگلز نے لکھا: ''آپ پروشیائیوں کے بارے میں کیا سوچتے ہیں؟ انہوں نے اپنی کامیابی کی بڑی توانائی سے پیروی کی۔ اس طرح کی ایک فیصلہ کن لڑائی محض آٹھ گھنٹے میں بے نظیر ہے، دوسرے حالات میں یہ دو دن تک جا سکتی تھی، مگر Needle Gun ایک مہلک ہتھیار ہے، اور پھر وہ ایک ایسی بہادری سے لڑے جو حالتِ امن کے سپاہیوں میں شاذ و نادر نظر آتا ہے۔ مارکس اور اینگلز غلطیاں کر سکتے تھے اور انہوں نے اکثر کیں بھی، مگر جب خود حالات نے اس بات پہ مجبور کیا انہوں نے غلطی کو تسلیم کرنے کبھی مزاحمت نہ کی۔ پروشیائی فتح اُن کے نگلنے کے لئے ایک تلخ گولی تھی مگر انہوں نے اپنی دوائی سے بچنے کی کوئی کوشش نہ کی اور 25 جولائی کو اینگلز نے، جو اس معاملے میں ابھی تک راہنمائی برقرار رکھے ہوئے تھا، صورتحال کا یوں خلاصہ کیا: ''جرمنی میں صورتحال اب مجھے بہت ہی سادہ لگتی ہے۔ جس لمحے بسمارک نے پروشیائی فوج کے ساتھ اپنے منصوبے پر عمل کیا اور اس قدر

بڑی کامیابی سے ہمکنار ہوا تو جرمنی میں پیش رفت نے اس کی جانب ایک ایسا فیصلہ کن قدم اٹھایا، کہ دوسرے ہر ایک کی طرح ہمیں بھی اب حاصل کردہ حقائق کو تسلیم کرنا چاہیے خواہ ہم انہیں پسند کریں یا نہ کریں......معاملے کا اکم از کم ایک اچھا پہلو موجود ہے اور وہ یہ کہ یہ صورتحال کو سادہ بناتا ہے اور حقیر دارالحکومتوں میں دنگا فساد ختم کر کے انقلاب کو آسان تر بناتا ہے اور بہر صورت پیش رفت کو تیز رفتار کرتا ہے۔ ایک جرمن پارلیمنٹ بہر حال ایک پروشیائی چیمبر سے ایک بہت مختلف چیز ہے۔ ساری حقیر ریاستی مخصوصیتوں کو تحریک کے اندر گھسیٹ لایا جائے گا، بدترین مقامیانے والے اثرات تباہ کئے جائیں گے، اور پارٹیاں واقعتاً قومی ہو جائیں گی بجائے محض مقامی کے''۔ اور دو دن بعد مارکس نے خشک تحریر کے ساتھ جواب دیا: ''میں آپ سے مکمل اتفاق کرتا ہوں کہ ہمیں اس ملغوبے کو اسی طرح لینا چاہیے جیسا کہ وہ ہے۔ پھر بھی نوجوان محبت کے اس پہلے عرصے کے دوران ایک فاصلے پر رہنا خوشگوار ہوگا''۔

اسی دوران اینگلز نے لکھا ''برادر ملبخت خود کو مجنونانہ پرو آسٹرین ازم کی طرف ایڑ لگا رہا ہے''، اور اس سے اس کا مطلب تعریف کرنا نہ تھا۔ لبخت ظاہر ہے لبزگ سے ناراضگی کے ایک ابال کے لئے ذمہ دار تھا جو کہ ''فرینکفرٹر زی تنگ'' میں چھپا تھا۔ یہ ''Prince-Eating'' اخبار نے تو اپنے پروشیا کو ''پیسے کے قابلِ احترام رائے دہندہ کے ساتھ اس کے شرمناک سلوک کے لئے لعنت ملامت کرنے تک کو اپنے گھوڑے چھوڑ دیے تھے، اور اس کا دل بے چارے اندھے گوئیلف کا ہم درد ہو رہا تھا۔ اسی وقت برلن میں شوئٹزر وہی رویہ اختیار کر رہا تھا جو مارکس اور اینگلز کا تھا، اور تقریباً انہی الفاظ میں، اور اس ''موقع پرست پالیسی'' کے لئے بدقسمت شخص کی یادداشت اُن بھاری بھرکم ''مدبر'' کی اخلاقی ناپسندیدگی سے ابھی تک مبتلا کرتی ہے جو مارکس اور اینگلز کی قسمیں کھاتے ہیں مگر انہیں سمجھتے نہیں۔

6۔ جنیوا کانگریس

ابتدائی منصوبے کے باوجود انٹرنیشنل کی پہلی کانگریس منعقد نہیں ہوئی تھی جب کونیگر یٹز

کی لڑائی نے جرمنی کی تقدیر کا فیصلہ کرلیا۔ کانگریس کو ستمبر تک ملتوی کرنا ضروری ہو گیا تھا، گو کہ اپنے وجود کے دوسرے سال پہلے سال کی بہ نسبت تنظیم نے بہت تیز رفتار ترقی کی تھی۔

جنیوا، براعظم میں تحریک کا سب سے اہم مرکز بننے لگا، اور دونوں سیکشن یعنی جرمنی سوئس اور فرانکو اٹالین سوئس دونوں پارٹیوں نے پارٹی کے ترجمان جاری کیے۔ جرمن سوئس سیکشن نے ''درووربوئے'' کے نام سے ماہنامہ جاری کیا جس کی بنیاد اور ایڈیٹری بزرگ انقلابی بیکر نے کی اور حتیٰ کہ آج بھی اس کے کالم ''فرسٹ انٹرنیشنل'' سے متعلق اطلاعات کا سب سے اہم سرچشمہ ہیں۔ یہ پہلے جنوری 1866ء میں نمودار ہوا اور اس نے خود کو ''جرمن زبان گروپ کا مرکزی ترجمان'' گردانا، اس لئے کہ ''انٹرنیشنل'' کے جرمن ممبر بھی اس حقیقت کے پیش نظر جنیوا کو اپنا مرکز گردانتے تھے کہ جرمنی کے قوانین ایک مخصوص جرمن سلیکشن بنانے سے روکتے تھے، اور تقریباً اسی سبب سے جنیوا میں فرانکو اٹالین سوئس سیکشن فرانس کے اندر توسیع پذیر ہوئی۔

بلجیم میں تحریک نے بھی ''لی ٹریبیون دو پیوپل'' کے نام سے خود اپنا ایک اخبار جاری کیا اور مارکس نے اسے دونوں جنیوا اخباروں کے برابر ''انٹرنیشنل'' کا آفیشل ترجمان تسلیم کیا، مگر پیرس میں ایک یا دو اخبارات شائع ہوتے تھے جو اپنے طریقے سے مزدوروں کے کاز کی نمائندگی کرتے تھے جنہیں اس نے ''انٹرنیشنل'' کا آفیشل ترجمان تسلیم نہیں کیا۔ فرانس میں بھی ''انٹرنیشنل'' کے کاز نے اچھی پراگریس کی، مگر یہ ایک مستقل مزاج شعلہ سے زیادہ کوئی وقتی طور پر ایک جلتی ہوئی آگ کی طرح تھا۔ پریس کی آزادی یا اجلاس کی آزادی مکمل طور پر غائب تھے اس لئے تحریک کا کوئی اصل مرکز قائم کرنا مشکل تھا، اور بونا پارٹی پولیس کی مبہم برداشت مزدوروں کی توانائی کے حوصلہ افزائی کی بجائے اسے محصور کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ مزید برآں پرودھون ازم کا حاوی اثر مزدور طبقے کی تنظیمی طاقت کی کسی بھی پیش رفت کے لئے موزوں نہ تھا۔

''ینگ فرانس''، جس طرح کہ برسلز اور لندن میں مہاجر خود کو کہلواتے تھے، نے شور شرابے کا ایک منصوبہ بنایا۔ فروری 1866ء میں ''انٹرنیشنل'' کے ایک فرانسیسی سیکشن جو کہ لندن میں قائم کیا گیا تھا، نے کانگریس کے ایجنڈا میں پولینڈ کا مسئلہ رکھنے کی ''جنرل کونسل'' کی شدت سے

مخالفت کی۔ پرودھون ازم کے اثر میں اس کے نمائندوں نے پوچھا کہ ایک ایسے وقت پولش اتحاد کی بحالی سے روسی اثر کی مخالفت کا سوچا بھی کیسے جا سکتا ہے جب روس سرفوں (زرعی غلاموں) کو آزاد کر رہا ہے جبکہ پولینڈ کی ارسٹوکریسی اور ملاؤں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اور آسٹرو پروشیائی جنگ چھڑ جانے پہ ''انٹرنیشنل'' کے فرانسیسی ممبروں نے ''جنرل کونسل'' کو مارکس کے بقول اپنے ''پرودھونیائی ہوئی سٹرنرزم'' سے بہت مسئلہ دیا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ قوم بطور ایک خیال متروک ہو چکی ہے۔ قوموں کو چھوٹے گروپوں میں تحلیل کیا جانا چاہیے جو کہ پھر ''ریاست'' کے بجائے ایک ''ایسوسی ایشن'' بنا دیں، ''اور انسانیت کی یہ انفرادیائے جانے اور اس کی مطابقت میں ''باہمیت'' (mutualisme)، آگے بڑھے گی جبکہ سارے ملکوں میں تاریخ آسانی کے ساتھ ایک فل سٹاپ تک آ جائے گی اور ساری دنیا انتظار کرے گی جب تک کہ افراد ایک سماجی انقلاب برپا کرنے تک میں بالغ ہو جائیں۔ وہ پھر اس تجربے کو جاری رکھیں گے اور باقی دنیا ان کی مثال کی قوت سے متاثر ہو جائے گی اور یہی کچھ کرنے روانہ ہو جائے گی''۔ یہ طنز مارکس کے ''بہت اچھے دوستوں'' لافارگ اور لانگوئسٹ کے خلاف تھی، جو بعد میں اُس کے داماد بننے والے تھے، مگر وہ اُس وقت خود کو ''پرودھون کے خلیفوں'' کے بطور ایک شور شرابہ کر رہے تھے۔

مارکس کے لئے اطمینان کی بات تھی کہ ''انٹرنیشنل'' کی اہم قوت ابھی تک انگلش ٹریڈ یونینوں میں تھی اور 15 جولائی 1866ء کو کگلمین کو ایک خط میں اس نے اس حقیقت پر مسرت کا اظہار کیا کہ اِن واقعی بڑی مزدور طبقے کی تنظیموں کو تحریک میں کھینچ لانا ممکن ہوا تھا۔ وہ بالخصوص عام رائے دہی کے اصلاح کے حق میں اُس عظیم الجثہ اجلاس سے خوش تھا جو کچھ ہفتے قبل سینٹ مارٹن ہال میں ''انٹرنیشنل'' کی دانشورانہ قیادت میں منعقد ہوا تھا۔ مارچ 1866ء میں گلیڈسٹون کی ''وگ کابینہ'' الیکشن اصلاح کے لئے ایک بل لائی، مگر یہ خود گلیڈسٹون کی اپنی پارٹی کے ایک سیکشن کے لئے بہت ریڈیکل ثابت ہوا، جو کہ ٹوریوں سے مل گیا اور حکومت گرا دی۔ اس حکومت کی جگہ ٹوری کابینہ نے لی اور ڈزرائیلی اس کا وزیر اعظم ہوا۔ جب ڈزرائیلی نے غیر معینہ مدت کے لئے انتخابی اصلاح کے معاملے کو ملتوی کرنے کی کوشش کی، تو اس کے حق میں تحریک زیادہ شدت سے ابھرنے

لگی۔ 7 جولائی کو اینگلز کو لکھتے ہوئے مارکس نے اعلان کیا: ''لندن میں مزدروں کے مظاہرے، جو کہ انگلینڈ میں 1849ء سے آج تک سب سے بڑے تھے، خالصتاً ''انٹرنیشنل'' کا کام ہیں۔ مثال کے طور پر ٹرافلگر چوک مظاہرے کا لیڈر لوکرافٹ ہماری کونسل کا ایک ممبر ہے''۔ ٹرافلگر چوک کے بیس ہزار افرد کے جلسے میں لوکرافٹ نے وائٹ ہال گارڈنز میں ایک مظاہرے کی تجویز دی، ''جہاں ہم نے ایک بار بادشاہ کا سر اڑا دیا تھا'' اور جلد ہی بعد ہائیڈ پارک کے ساٹھ ہزار افراد پر مشتمل ایک عظیم مظاہرے نے تو قریب قریب ایک بغاوت کی شکل اختیار کر لی۔

ٹریڈ یونینوں نے تحریک کی بڑھوتری میں ''انٹرنیشنل'' کی خدمات کو آزادانہ طور پر تسلیم کیا جو کہ مالک کو جھاڑو سے دور پھینک رہی تھی، اور شفلیڈ میں ساری بڑی ٹریڈ یونینوں کی نمائندگی کرنے والے مندوبین کی ایک کانفرنس نے ایک قرارداد منظور کی: ''یہ کانفرنس سارے ممالک کے مزدوروں کے درمیان برادرانہ یکجہتی بڑھانے میں ''انٹرنیشنل ورکنگ منز ایسوسی ایشن'' کی خدمات کو تسلیم کرتی ہے اور اس کے بحث مباحثوں کی سفارشات پہ نمائندگی پانے والی ساری سوسائٹیوں سے فوری طور پر سفارش کرتی ہے کہ اس یقین کے ساتھ اس تنظیم سے الحاق کر لیں کہ ایسا الحاق پورے مزدور طبقے کی ترقی اور بہبود کے لئے عظیم اہمیت کا حامل ہے''۔ اس قرارداد کے نتیجے میں پھر بہت سی ٹریڈ یونینوں نے ''انٹرنیشنل'' سے الحاق کیا، مگر گو کہ یہ ایک عظیم اخلاقی اور سیاسی کامیابی تھی مگر اس نے اسی تناسب سے مادی فوائد نہ دیے۔ الحاق کا چندہ ٹریڈ یونینوں پر چھوڑ دیا گیا کہ وہ جتنا مناسب سمجھیں دیں یا بالکل بھی نہ دیں، اور جب انہوں نے کچھ بھی دینے کا فیصلہ کیا تو اُن کا چندہ حد سے زیادہ کم تھا، مثال کے طور پر، 5000 ممبر شپ والے بوٹ اور جوتے بنانے والوں نے الحاق کی فیس محض پانچ پاؤنڈ سالانہ دی، 9000 ممبروں والے بڑھیوں نے سالانہ دو پاؤنڈ جبکہ 3000 یا 4000 کی ممبر شپ والے اینٹ لگانے والے مستریوں نے صرف ایک پاؤنڈ دیا۔

بہر حال، مارکس کو جلد ہی تسلیم کرنا پڑا کہ ''ساری انگلش تحریکوں کا روایتی کیریکٹر'' خود کو اصلاحی تحریک میں بھی محسوس کروا رہا تھا۔ پہلے ٹریڈ یونینوں نے الیکشن اصلاحات کے سلسلے میں ''بورژوا ریڈیکلز'' کی طرف رجوع کیا تھا اور جس قدر تحریک نے معقول ثمرات دینے کا وعدہ کیا یہ

تعلقات قریبی ہوتے گئے۔ ''اکاؤنٹ پہ ادائیگیاں'' جسے پہلے توہین آمیز انداز میں مسترد کیا جاتا تھا، اب جدوجہد میں ایک قابلِ قبول انعام کے بطور نمودار ہوا۔ مارکس نے پرانے چارٹسٹوں کی آتشی روح گنوا دی اور انگریزوں کی دو چیزیں بہ یک وقت کرنے کی نااہلیت پہ گہرا پشیمان ہوا، یہ دکھاتے ہوئے کہ جتنا زیادہ اصلاح تحریک پسند پراگریس دکھاتی، اتنا زیادہ ٹریڈ یونین لیڈر سردمہری دکھاتے گئے۔ اور یہ کہ ''انگلینڈ میں اصلاح پسند تحریک، جسے ہم وجود میں لائے تھے، نے ہمیں تقریباً تقریباً مار دیا ہے''۔ اس رجحان کی پیش قدمی کے خلاف ایک مضبوط پشتہ اس حقیقت سے دور کیا گیا کہ مارکس کی بیماری نے اسے ذاتی طور پر مداخلت کرنے سے روک دیا۔

ایک ہفت روزہ ''ورک مینز ایڈووکیٹ'' جسے 1865ء کی کانفرنس نے ''انٹرنیشنل'' کے آفیشل ترجمان کا وقار دیا تھا اور جس نے اپنا نام فروری 1866ء میں ''کامن ویلتھ'' میں بدل دیا تھا، نے اسے بہت تکلیف اور پریشانی دی۔ وہ اس اخبار کی انتظامیہ کا ایک ممبر تھا، جو مالی مسائل کے خلاف اَن تھک طور پر لڑنے پر مجبور تھا اور لہٰذا بورژوا اصلاحی ریفارمروں کی مدد پر انحصار کرتا تھا۔ اس نے اس بورژوا اثر کو زائل کرنے کی اپنی ساری کوششیں کیں اور بہ یک وقت اسے اُن حاسدانہ جھگڑوں سے بھی نمٹنا پڑ رہا تھا جو اُس کے ایڈیٹوریل کام کے سلسلے میں پیدا ہو رہے تھے۔ کچھ عرصے کے لئے ایکاریئس اس اخبار کا ایڈیٹر تھا اور اس نے اس میں جان سٹارٹ مل کے خلاف اپنا مشہور مناظرہ شائع کیا۔ مارکس نے اس تحریر کے لکھنے میں اس کی بہت مدد کی۔ البتہ، آخر میں، مارکس کامن ویلتھ کو ایک ''وقتی طور پر خالصتاً اصلاحی ترجمان میں'' (جزوی طور پر معاشی اور جزوی طور پر سیاسی وجوہات کے لئے) سڑنے گلنے سے بچانے کے قابل نہ تھا۔ جس طرح کہ اس نے کوگلمین کو لکھا۔

یہ عمومی صورتحال مکمل طور پر وضاحت کرتی ہے کہ وہ ''انٹرنیشنل'' کی آنے والی کانگریس سے بہت ساری غلط فہمیاں رکھتا تھا اور خوف کھاتا تھا کہ یہ ''ہمیں یورپی مذاق میں افشاں'' کرے گا۔ فرانسیسی ممبروں نے اصرار کیا کہ ''جنرل کونسل'' کی کانگریس مئی میں منعقد کرنے کے فیصلے پر برقرار رہا جائے اور مارکس چاہتا تھا کہ پیرس جائے اور انہیں اس تاریخ پر ناممکنی پہ قائل کر دے، مگر اینگلز نے اعلان کیا کہ سارا معاملہ اس قابل نہیں ہے کہ اس کے لئے بوناپارٹی پولیس کے ہتھے چڑھ جانے کا

خطرہ مول لیا جائے جہاں وہ، یعنی مارکس حفاظت کے بغیر ہوگا۔ یہ اس قدر اہم نہ تھا کہ آیا کانگریس جب تک پبلک سکینڈل کو باطل کر دینے میں کوئی قابل قدر فیصلے کرے گی یا نہیں اور وہ بہر حال ممکن ہوگا۔ ایک خاص لحاظ سے، یقیناً (کم از کم ان کی اپنی طرف) کسی طرح کا اظہار ایک ناکامی ہوگی، مگر اسے لازمی طور پر ایک ایسا نہیں ہونا چاہیے جو انہیں یورپ کی آنکھوں میں مضحکہ خیز بنا دے۔

اس مسئلے کا بالآخر جنیوا تنظیم نے تصفیہ کیا، جس نے کانگریس کے لئے اپنی تیاریاں مکمل نہ کی تھیں اور لہٰذا اسے ستمبر تک ملتوی کرنے کا فیصلہ کیا اور پیرس کے علاوہ ہر جگہ اس بات سے اتفاق کیا گیا۔ مارکس کا کانگریس میں شرکت کا کوئی ارادہ نہ تھا، اس لئے کہ اس کی سائنسی تصنیف اُسے کسی طرح کی مداخلت کی اجازت نہ دیتی تھی اور وہ محسوس کرتا تھا کہ وہ مزدور طبقے کے لئے کانگریس میں جا کر کچھ کر پانے سے زیادہ اہم کام کر رہا تھا، مگر اس سب کے لئے اس نے کانگریس کے لئے ممکنہ حد تک بہترین سر پرستی یقینی بنانے کے لئے اپنا بہت سارا وقت وقف کر لیا۔ اس نے لندن مندوبین کے لئے ایک میمورنڈم لکھا اور جان بوجھ کر ایسے نکات تک محدود رکھا جو ''مزدوروں کے بیچ فوری تعاون اور افہام کی اجازت دے اور جو مزدوروں کو ایک طبقے کے بطور طبقاتی جدوجہد اور تنظیم کی فوری ضروریات کی خدمت کرے''۔ اس میمورنڈم کو وہی خراجِ تحسین دینا چاہیے جو پروفیسر بیسلی نے ''افتتاحی خطاب'' کو دیا تھا: یہ چند صفحوں میں بین الاقوامی پرولتاریہ کے فوری مطالبات کا ماضی کی کسی بھی کوشش سے زیادہ جامعیت سے خلاصہ کرتا ہے۔ ''جنرل کونسل'' کے صدر اوڈگر، اور اس کے جنرل سیکرٹری کریمر، ایکاریئس اور جنگ کے ساتھ ''کونسل'' کے نمائندوں کے بطور جنیوا گئے، اور یہی دو آخری نام تھے جن پر مارکس تکیہ کرتا تھا۔

کانگریس 3 سے 8 ستمبر تک جنگ کی صدارت اور ساٹھ مندوبین کی موجودگی میں منعقد ہوئی؛ مارکس نے دیکھا کہ یہ ''میری توقعات سے زیادہ اچھا تھا''، مگر اس نے ''پیرس کے جنٹلمینوں'' کے بارے میں تلخ انداز میں اپنا اظہار کیا؛ ''اُن کے سر ''خالی ترین پرودھونی جملہ بازی'' سے بھرے ہوئے تھے۔ وہ سائنس کے بارے میں بڑ بڑاتے ہیں اور وہ بالکل جاہل ہیں۔ وہ سارے انقلابی عمل کو حقیر سمجھتے ہیں، یعنی، طبقاتی جدوجہد میں سے ابھرنے والا 'عمل' اور سارے

مرکوز سماجی تحریکوں کو آزادی اور سرکار دشمنیت یا اتھاریٹیرین مخالف انفرادیت پسندی کے بہانے کے تحت یہ لوگ جنہوں نے اندھی ترین مطلق العنانی کے سولہ سال اطاعت گزاری سے برداشت کیے اور ابھی تک برداشت کر رہے ہیں، اصل میں ایک بازاری بورژوا معاشی نظام کی تبلیغ کرتے ہیں جو پرودھونزم سے کم تصور گری ہے''۔ اور اسی طرح کے درشت الفاظ میں۔

مارکس کا فیصلہ شدید تھا، مگر چند سال بعد جوہان فلپ بیکر، جو کہ کانگریس میں موجود تھا اور اس کے اہم مندوبین میں سے ایک تھا، نے سیشنوں میں پیدا کردہ ہڑا دھڑی کے بارے میں اُس سے بھی زیادہ سخت الفاظ میں اظہار کیا، ماسوائے اس کے کہ اس نے فرانسیسیوں کی خاطر جرمنوں کو نہیں بھلایا، یا پرودھونسٹوں کی خاطر شُلزے اور ڈیلیچ کے حامیوں کو نہیں بھلایا: ''کانگریس میں بھاگ جانے کی اُن کی گرمجوشی کے خطرے کو شائستگی کے ساتھ بچنے کے لئے اُن اچھے لوگوں پر ہمیں کتنی نرمی ضائع کرنا پڑے گی''۔ کانگریس کی کاروائی پر اُس وقت ''دروور بوٹ'' میں شائع شدہ رپورٹیں ایک مختلف لہجوں میں لکھی گئیں اور انہیں ساری تنقیدی مہارتوں کو خبردار رکھ کر پڑھنا چاہیے۔

فرانسیسی، کانگریس میں نسبتاً مضبوط تھے اور وہ تقریباً ووٹوں کی تہائی کو کنٹرول کرتے تھے۔ ان کی یہ تجویز کہ صرف ہاتھ سے کام کرنے والے مزدوروں کو ''انٹرنیشنل'' کی ممبرشپ کے لئے قبول کیا جائے اور یہ کہ دوسرے سب کو مسترد کیا جانا چاہئے، اسی طرح ان کی یہ تجویز کہ ''انٹرنیشنل'' کے پروگرام میں مذہبی سوال سے نمٹا جائے، ایک ٹھکرا دینا جس نے اس اسقاطِ حمل کے اختتام کو نشان لگایا۔ دوسری طرف بین الاقوامی قرض کے مطالعہ کا مطالبہ کرنے والی ایک بہت ہی غیر ضرر رساں قرارداد منظور کی گئی۔ اس کا مقصد بعد میں پرودھونی خطوط کے مطابق ''انٹرنیشنل'' کے لئے ایک مرکزی بنک کا قیام کرنا تھا۔ ایک بہت زیادہ نا قابلِ مصالحت بات ایک قرارداد کا منظور کرنا تھا، جسے ٹولین اور فریبورگ نے پیش کیا، جس میں اعلان کیا گیا کہ عورت کی محنت ''سڑاند کے ایک اصول'' کی نمائندگی کرتی تھی اور یہ کہ عورت کا مقام گھر تھا۔ البتہ اس قرارداد کی مخالفت حتیٰ کہ بشمول وارلن کے دوسرے فرانسیسی مندوبین نے بھی کی، اور یہ عورتوں اور بچوں کی مشقت پر ''جنرل کونسل'' کی ایک قرارداد کے ساتھ منظور کیا گیا جس نے اسے مار دیا۔ بقیہ کے لئے، فرانسیسی

مندوبین کانگریس کی قراردادوں میں یہاں وہاں کچھ پرودھونزم کو سمگل کرنے میں کامیاب ہوئے، لیکن گو کہ اس کی محنت کو بدصورت بنانے والے اُن داغوں نے اسے ناراض کیا، مارکس یہ شناخت کرنے میں ناکام نہ ہوا کہ مجموعی طور پر کانگریس اچھی خاصی اطمینان بخش رہی۔

صرف ایک نکتے میں اسے ایک دھتکار ملا جسے دردناک قرار دیا جاسکتا ہے اور شاید یہ تھا بھی، اور وہ تھا پولینڈ کا معاملہ۔ لندن کانفرنس میں اُس کے تجربے کی برکت سے، اس نے لندن مندوبین کے لئے ایک اپنے لکھے ہوئے میمورنڈم میں اس نکتے کو احتیاط سے لکھا تھا۔ اس نے اعلان کیا کہ یورپی مزدور طبقے کو اس مسئلے کو ضرور اٹھانا چاہئے اس لئے کہ نیشنلزم کی کسی بھی دوسری قسم کے لئے جذبات بھری گرمجوشی کے باوجود حکمران طبقات اسے دباتے رہے، اور اس لئے کہ ارسٹوکریسی اور بورژوازی خطرناک ایشیاٹک قوت کو پس منظر میں آگے بڑھتے ہوئے مزدور طبقے کے خلاف آخری پُشتے کے بطور سمجھتے تھے۔ اس قوت کو ایک جمہوری بنیاد پر پولینڈ کے اتحاد کی بحالی سے روکا جاسکتا ہے۔ جرمنی خواہ ''مقدس اتحاد'' کا آخری مورچہ ہونا جاری رکھتا یا ریپبلکن فرانس کا ایک اتحادی بن جاتا یہ اسی سوال کے حل پر منحصر ہوگا۔ جب تک یہ عظیم یورپی سوال بغیر حل کے رہے گا مزدور طبقے کی تحریک متواتر مسدود کی جاتی رہے گی، اپنی ترقی میں رکاوٹ دیکھتی رہے گی۔

انگریز مندوبین نے تجویز کی گرمجوشی سے حمایت کی، مگر اس کی مخالفت اتنی ہی گرمجوشی سے فرانسیسی اور فرانکو اٹالین سوئس مندوبین نے کی۔ آخر میں بیکر، جس نے قرارداد کی حمایت کی تھی مگر اس مسئلے پر ایک تقسیم سے پرہیز کرنے پر بے چین تھا، نے ایک مصالحتی قرارداد پیش کی جس میں اعلان کیا گیا تھا کہ ''انٹرنیشنل'' تشدد کے ذریعے حکمرانی کی کسی بھی صورت کا مخالف ہے اور یہ کہ لہٰذا یہ یورپ میں روسی سامراجی اثر کے خاتمے کے لئے اور ایک سوشل ڈیموکریٹک بنیادوں پر پولینڈ کی آزادی کی بحالی کے لئے جدوجہد کرے گا، اور یہ حل منظور کیا گیا۔ اس کے علاوہ، دیگر ہر طرح سے انگریز میمورنڈم فتح مند ہوا۔

''عبوری رولز'' ایک آدھ تبدیلی کے ساتھ منظور کی گئیں اور ''افتتاحی خطاب'' پر تو بالکل کوئی بحث کی ہی نہیں گئی، جسے اس کے بعد ''انٹرنیشنل'' کے فیصلوں اور اعلانات میں ایک بنیادی آفیشل

مسودے کے بطور لیا جانے لگا۔

''جنرل کونسل'' کو دوبارہ منتخب کیا گیا اور اس کا مرکز لندن میں بنایا گیا اور اسے ساری دنیا میں محنت کش طبقات کی صورتحال پہ مفصل اعداد و شمار جمع کرنے کی ہدایت کی گئی اور اسے ''انٹرنیشنل'' کی دلچسپی کے سارے معاملات پر جتنے وسائل اجازت دیں رپورٹیں جاری کرنے کی ہدایت کی گئی۔ اسے ضروری فنڈز مہیا کرنے چاہئیں اور اس نے سفارش کی کہ سارے ممبر اپنی ممبرشپ کارڈ فیس کے علاوہ ڈیڑھ پینی یا ایک پینی سالانہ باقاعدہ چندہ دیں۔

کانگریس کی سب سے اہم پروگرامی اعلانات ٹریڈ یونینوں اور محنت کی حفاظت کے لئے قانون سازی سے متعلق اس کے فیصلے تھے۔ اس نے محنت کی حفاظت کی قانون سازی کے لئے ایک جدوجہد کا اصول منظور کرلیا۔ اور یہ بتایا کہ ''اس طرح کے قوانین منظور کرنے پر مجبور کرکے مزدور طبقہ حکمران طاقتوں کو مضبوط نہیں کرے گا، بلکہ اس کے برعکس یہ اُس طاقت کو، جو کہ آج اُس کے خلاف استعمال ہو رہا ہے، خود اپنے ہتھیار میں بدل دے گا''۔ عمومی آئین سازی سے یہ وہ کچھ حاصل کرنے کے قابل ہو جائے گا جو کچھ کہ تنہا اور انفرادی کاوشوں سے حاصل کرنے کی کوشش بے فائدہ ہوگا۔ کانگریس نے کام کے دن کو مختصر کرنے کو ایک لازمی شرط قرار دیا جس کے بغیر اپنی نجات کی پرولتاریہ کی جدوجہد میں دوسری ساری کوششیں حتماً ناکام ہوں گی۔ کام کے دن کا مختصر کرنا مزدوروں کی صحت اور جسمانی توانائی کو بحال کرنے کے لئے اور انہیں دانشورانہ نشوونما، اور سماجی و سیاسی سرگرمیوں کے امکانات دینے کے لئے ضروری تھا۔ قانونی کام کے دن کے بطور کانگریس نے آٹھ گھنٹے تجویز کیے، کام کا وقت اس طرح مرتب کیا جائے کہ واقعی کام کے گھنٹوں پر مبنی ہو اور کھانے کے لئے مناسب وقفے ملیں۔ زیادہ سے زیادہ آٹھ گھنٹے کے دن کا سارے بالغ مزدوروں پر اطلاق ہونا چاہیے، مرد و زن دونوں پر، بالغ وہ شخص ہے جس نے اپنے اٹھارہ سال مکمل کیے ہوں۔ رات کے کام کو اصولی طور پر مزدوروں کی صحت کے لئے خطرناک قرار دے کر مسترد کیا گیا۔ عورت مزدوروں کو رات کے کام کے لئے سختی سے باہر رکھا جائے، اور اُس سارے کام سے جو عورت کے لئے ضرررساں ہو یا عورت صنف کے لئے اخلاقی طور پر قابلِ اعتراض ہوں۔

کانگریس نے دونوں جنسوں کے بچوں اور نوجوان اشخاص کو سماجی پیداوار کے پراسیس میں کھینچ لانے کی جدید صنعت کے رجحان کو جائز پراگریس سمجھا گو کہ اس نے اس صورت کی بغاوت کے بطور مذمت کی جس میں یہ سرمایہ دار سماج میں ہوتا تھا۔ اس نے اعلان کیا کہ سماج کے کسی مناسب نظام میں ہر بچہ اپنے نویں سال کے بعد ایک پیداواری مزدور بن جاتا ہے، جبکہ بہ یک وقت کسی بالغ شخص کو فطرت کے عمومی قانون سے الگ نہیں کیا جائے گا جو بتاتا تھا کہ کھانے کے لئے ایک شخص کو پہلے کام کرنا ہوگا، اور مزید برآں سارے لوگوں کو نہ صرف اپنے دماغوں سے بلکہ اپنے ہاتھوں سے بھی کام کرنا چاہئے۔ سماج کے موجودہ نظام میں بچوں اور نوجوان لوگوں کو تین کٹیگریوں میں تقسیم کرنا اور اس کے مطابق سلوک کرنا پسندیدہ ہے: 9 سے 13 سالہ بچے، 13 سے 15، اور 15 سے 17 سال کے نوجوان لوگ۔ پہلی کٹیگری کے لئے روزانہ کام کے گھنٹے دو سے زیادہ نہ ہونے چاہئیں خواہ گھریلو کام ہو یا ورکشاپ۔ دوسری کٹیگری چار گھنٹے سے زیادہ نہیں اور تیسری کیٹگری کے لئے چھ گھنٹے سے زیادہ نہیں، اس آخری کٹیگری کے لئے کھانے اور تفریح کے لئے کام کے وقت میں ایک گھنٹہ کا وقفہ۔ بچوں اور نوجوانوں کو پیداواری محنت کی طرف اسی وقت اجازت دینی چاہیے جبکہ تعلیمی ٹریننگ کے ساتھ ملا کر، بشمول دماغی، جسمانی اور ٹیکنیکل ٹریننگ کے، پیداوار کے سارے پراسیسوں کے عمومی سائنسی اصولوں میں انہیں ہدایت دینا، اور بہ یک وقت انہیں اوزاروں کی سادہ قسموں کے عملی استعمال کے ساتھ واقف کرانا۔

ٹریڈ یونینوں سے متعلق کانگریس نے فیصلہ کیا کہ اُن کی سرگرمی نہ صرف جائز تھی بلکہ ضروری بھی۔ ٹریڈ یونینیں سرمایہ داری کی مرکزیت والی سماجی قوت کے خلاف پرولتاریہ کی واحد سماجی قوت، یعنی اس کی تعداد کو استعمال کرنے کا ایک ذریعہ تھیں۔ اور جب تک سرمایہ داری طرزِ پیداوار موجود رہے گا اس وقت تک ٹریڈ یونینوں کے بغیر گزارہ ممکن نہ ہوگا۔ اس کے برعکس ٹریڈ یونینوں کو اپنی سرگرمیاں بین الاقوامی رابطے قائم کر کے عمومیانے چاہئیں۔ سرمایہ داری کی لامتناہی زیادتیوں کی شعوری طور پر مخالفت کر کے وہ غیر شعوری طور پر اُسی طرح مزدور طبقے کے لئے تنظیمی مراکز بنیں گی جس طرح کہ ازمنہ وسطیٰ میں کمیون ابھرتی ہوئی بورژوازی کے لئے اسی طرح کے مراکز بنے تھے۔

سرمایہ اور محنت کے بیچ روزمرہ جدوجہد میں ایک لامتناہی گوریلا جنگ جاری کرتے ہوئے، ٹریڈ یونینیں اجرتی محنت کے منظّم خاتمے کے لئے لیور (lever) کے بطور مزید زیادہ اہم ہوجائیں گی۔ ماضی میں ٹریڈ یونینوں نے اپنی سرگرمیاں مکمل طور پر سرمایہ کے خلاف فوری جدوجہد پر مرکوز کی تھیں، مگر مستقبل میں اپنے طبقے کی عمومی سیاسی اور سماجی تحریک سے خود کو بے خبر و بے پرواہ نہیں رکھنا چاہیے۔ ان کا اثر اس حد تک بڑھتا جائے گا کہ مزدوروں کی عظیم اکثریت محسوس کرے گی کہ ان کا مقصد تنگ اور خودغرضانہ نہیں ہے، بلکہ ملینیوں افتادگانِ خاک کی عمومی نجات کے حصول کی طرف متوجہ و مرکوز ہے۔

جنیوا میں کانگریس کے جلد بعد، اور مندرجہ بالا قرارداد کی روح کے مطابق، مارکس نے ایک قدم اٹھایا جس سے اسے بڑی چیزوں کی امید تھی۔ 13 اکتوبر 1866ء کو کُگلمین کو لکھتے ہوئے اس نے اعلان کیا: ''لندن ٹریڈز کانگریس (اس کا سیکرٹری ہمارا صدر اوڈگر ہے) اب ایک تجویز پر غور کر رہی ہے کہ اسے خود کو ''انٹرنیشنل'' کے برطانوی سیکشن اعلان کرنا چاہیے۔ اگر وہ اس تجویز کو قبول کرتی ہے تو مزدور طبقے کا کنٹرول ایک لحاظ سے ہمارے ہاتھ آجائے گا اور ہم تحریک کو مزید موثر انداز میں آگے بڑھانے کے قابل ہوجائیں گے''۔ البتہ، کونسل نے یہ تجویز تسلیم نہیں کی، اور ''انٹرنیشنل'' کے ساتھ اپنے سارے دوستانے کے ساتھ اس نے اپنی تنظیمی آزادی برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا، اور اگر ٹریڈ یونین تحریک کے مورخ صحیح ہیں، تو اس نے حتیٰ کہ اپنے سیشنوں میں شمولیت سے ''انٹرنیشنل'' کے ایک نمائندے کو بھی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔

حتیٰ کہ ''انٹرنیشنل'' کے وجود کے اولین سالوں میں اس کے لیڈر دیکھ سکتے تھے کہ بڑی کامیابیاں سامنے ہیں، مگر یہ بھی کہ ان کامیابیوں کی اپنی مقرر حدود تھیں۔ البتہ وقتی طور پر تحریک اپنی کامیابیوں پر خود کو مبارکباد دینے کی حقدار تھی، اور مارکس اپنی عظیم تصنیف میں بہت اطمینان کے ساتھ نوٹ کرتا ہے، جو اُس وقت تکمیل کے قریب تھی، کہ امریکی مزدوروں کی ایک کانگریس، جنیوا کانگریس کے ہی وقت پر بالٹی مور میں منعقد ہوئی تھی، اس نے بھی آٹھ گھنٹے کا دن مزدوروں کا پہلا مطالبہ گردانا جسے سرمایہ داری کی زنجیروں سے مزدوروں کی مکمل آزادی کی راہ میں پورا کرنا چاہئے۔

اس نے اعلان کیا کہ سفید فام مزدور خود کو کبھی آزاد نہیں کرسکتا جب تک کہ سیاہ فام مزدور آہنی داغ سے بے عزت رہے گا، مگر غلامی کے خاتمے کے لئے امریکی خانہ جنگی کا پہلا پھل آٹھ گھنٹے کے دن کے لئے ایجی ٹیشن تھا، ایک ایسی تحریک جو جدید ریل کے انجن کے سات فرسنگ بوٹوں کے ساتھ اٹلانٹک سے پیسفک تک، نیوانگلینڈ سے کیلیفورنیا تک دوڑتی تھی۔

باب دوازدہ:

''داس کیپٹل''

1۔ دردِزہ

مارکس نے اس بنیاد پر جنیوا کانگریس میں موجود ہونے سے انکار کر دیا کہ اس کی سب سے بڑی تصنیف کی تکمیل (اس کا خیال تھا کہ اب تک اس نے محض چھوٹی چیزیں لکھی تھیں) مزدوروں کے کاز کے لئے اُس سے زیادہ اہم لگتی ہے بہ نسبت اس کام کے کہ جو وہ کانگریس میں جا کے کر سکے گا۔ وہ پہلی جلد کی تزئین اور آخری نوک پلک سنوارنے میں مصروف تھا۔ پہلے تو یہ آخری کام جو کہ یکم جنوری 1866ء میں شروع ہوا، تیزی سے رواں ہوا اس لئے کہ ''فطری طور پر بچے کے پیدائش کی سارے دردوں کے بعد بلونگڑے کو چاٹنے میں قدرتی طور پر مجھے لطف آتا تھا''۔

ایک انسان کو پیدا کرنے میں فطرت کو جتنے ''ماہ'' کی ضرورت ہوتی ہے، زچگی کے یہ درد اُن سے تقریباً دگنے ''سالوں'' تک جاری رہے، اور مارکس یہ کہنے میں حق بجانب تھا کہ اس طرح کی تصنیف اس سے مشکل تر حالات میں شاید کبھی نہ لکھی گئی ہو۔ وہ اس کی تکمیل کے لئے بار بار وقت کی ایک حد مقرر کرتا رہا۔ 1851ء میں یہ وقت ''پانچ ہفتے'' کا تھا، اور 1859ء میں یہ ''چھ ہفتے''

تھا مگر ہمیشہ اس کی بے رحم خود تنقیدی کی وجہ سے اور اس زبردست دیانتداری کی وجہ سے یہ مقررہ وقت نظرانداز کیا جاتا رہا جس نے مسلسل اسے ایک نئی تحقیقات کرنے کی طرف دھکیلا، ان میں سے کوئی بھی حتیٰ کہ اُس کے بہترین دوست کی سب سے بے صبر اور حوصلہ افزائیوں سے بھی متزلزل نہ کیا جا سکتا تھا۔

1865ء کے آخر میں کام مکمل ہوا۔ مگر ایک ضخیم مسودے کی شکل میں جسے 1867ء تک مارکس نے مواد کے اس زبردست حجم سے ''کیپٹل'' کی پہلی جلد کو کلاسیک شکل میں ایک ''آرٹسٹک مجموعے'' کے بطور متشکل کر دیا جس میں کہ یہ آج ہمارے پاس موجود ہے۔ یہ ایک معرکہ تھا جو اس کے کام کی عظیم صلاحیت کی شاندار گواہی دیتا تھا، اس لئے کہ وہ سوا سال جس میں یہ سرانجام دیا گیا اس میں پرانی بیماری اور حتیٰ کہ واقعی خطرناک بیماریوں نے، جیسا کہ فروری 1866ء والی تھی، اور قرضوں کے ارتکاز نے جس نے اسے مغلوب کرنے کا خطرہ پیدا کیا تھا اور ''انٹرنیشنل'' کی جنیوا کانگریس کے لئے متفکر تیاریوں نے، مشکل میں ڈال دیا تھا۔

نومبر 1866ء میں مسودے کا پہلا بنڈل ہیمبرگ میں ڈیموکریٹک لٹریچر کے ایک پبلشر اوٹو میسنر کو بھیج دیا گیا جس نے پہلے، پروشیائی فوجی سوال پر اینگلز کی ایک چھوٹی سی تصنیف شائع کی تھی۔ اپریل 1867ء میں مسودے کا بقیہ حصہ مارکس خود ہیمبرگ لے گیا اور میسنر کو ''ایک شائستہ شخص'' پایا۔ مختصر مذاکرات سارے انتظامات کو سلجھانے کیلئے کافی ثابت ہوئے۔ مارکس اُس وقت تک جرمنی میں رہنے کے لئے بے چین تھا جب تک کہ پہلے پڑھے ہوئے پروف لیپزگ سے پہنچ جاتے، جہاں سے کہ کتاب کو چھپنا تھا۔ اس دوران وہ ہینوور میں اپنے دوست کُوگلمین کے پاس چلا گیا، جہاں اس کا زبردست میزبانی سے استقبال کیا گیا۔ اس نے کئی خوشگوار ہفتے کُوگلمین اور اس کے خاندان کے ساتھ گزارے، اور بعد میں اِس وقت کو زندگی کے صحرا میں مسرور ترین اور پسندیدہ ترین آراموں میں سے ایک کے بطور بیان کیا۔

اس کی اچھی طبیعت کو کسی حد تک اس حقیقت نے یقیناً بلند کیا کہ ہینوور میں تعلیم یافتہ حلقوں میں اس کے ساتھ عزت اور ہمدردی کا سلوک کیا گیا۔ ایسا سلوک جس کا وہ ایسے حلقوں کی

طرف سے غیر مانوس تھا۔ 24 اپریل کو اس نے اینگلز کو لکھا: ''آپ کو پتہ ہے، ہم 'تعلیم یافتہ بورژوازی' میں اُس سے ایک بہت بہتر مقام رکھتے ہیں جتنا کہ ہم سوچتے تھے''۔ اور 27 اپریل کو اینگلز نے جواب دیا: ''میں نے ہمیشہ محسوس کیا کہ اس مردود کتاب جس پر آپ نے اتنا طویل عرصہ کام کیا یہ آپ کی ساری بدقسمتیوں کا اصل سبب تھی اور یہ کہ جب تک آپ نے اسے ختم نہیں کیا آپ اُن ناقسمتیوں پر قابو پانے کے کبھی قابل نہ ہو سکیں گے۔ اس کی نامکملی نے آپ کو جسمانی، دانشورانہ اور مالی طور پر تباہ کر کے رکھ دیا، اور میں بہت اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں کہ اب جب آپ نے بالآخر اس سے نجات حاصل کر لی ہے تو، آپ بالکل مختلف شخص محسوس کر رہے ہوں گے، اور بالخصوص جب آپ دنیا میں دوبارہ آئیں گے تو دیکھیں گے کہ یہ دنیا اس قدر مایوس کن نہیں ہے جتنی کہ یہ تھی''۔ اور اپنے لئے اینگلز نے امید کی کہ وہ خود کو ''اِس مردود بزنس'' سے جلد آزاد کرنے کے قابل ہو جائے گا، اس لئے کہ جب تک وہ اس میں رہے گا، اس کے خیال میں وہ کوئی قابلِ قدر کام نہ کر سکے گا۔ اور اب جبکہ وہ فرم میں ایک پارٹنر ہو چکا ہے تو صورتحال مزید بدتر ہو چکی ہے اس لئے کہ اس کی ذمہ داری بڑھ گئی ہے۔

7 مئی کو مارکس نے لکھا: ''مجھے قوی امید اور یقین ہے کہ سال کے آخر تک میں ایک کامیاب شخص ہو جاؤں گا، کم از کم ان معنوں میں، کہ میں اپنی مالی صورتحال کو مکمل انداز میں اصلاح کرنے اور بالآخر اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل ہو جانے کی امید رکھتا ہوں۔ آپ کے بغیر میں اپنا کام کبھی بھی مکمل نہیں کر سکتا تھا اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ میرے ضمیر پر ہمیشہ ایک بوجھ رہا کہ آپ کو اپنی شاندار صلاحیتیں میری وجہ سے کاروباری معاملات میں ضائع کرنا پڑیں اور انہیں زنگ آلود جانے دینا پڑا، اور یہ کہ سب سے زیادہ اس بات پہ کہ آپ کو میری ساری دردناک پریشانیاں میرے ساتھ سہنی پڑیں''۔ اصل میں مارکس سال کے آخر تک یا کسی بھی وقت ''ایک کامیاب شخص''، نہیں ہوا، اور اینگلز کو چند سال مزید اپنی ناک پتھر کی چکی میں رکھنی پڑی، لیکن پھر بھی مطلع کچھ کچھ صاف ہونا شروع ہوا۔

جبکہ وہ ہینوور میں تھا، مارکس نے بالآخر اپنے حامیوں میں سے سیگ فریڈ نامی ایک

مائننگ انجینئر (جو کہ برلن میں رہتا رہا تھا مگر امریکہ مہاجرت کرنے کو تھا) کو ایک خط کی شکل میں بہت عرصے سے التوا میں پڑے قرضے کو چکا دیا۔ جس طرز پر اس نے ایسا کیا وہ ہمیں اس کی ''سنگدلی'' کی ایک اور نمایاں مثال دیتا ہے: ''آپ کو میرے بارے میں بہت برے انداز میں سوچنا چاہیے۔ اور اُس سے بھی زیادہ، جب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ آپ کے خطوط میرے لئے نہ صرف عظیم مسرت تھے بلکہ اس مشکل وقت میں واقعی حوصلہ افزائی والے بھی تھے جس میں، میں نے انہیں وصول کیا۔ یہ علم کہ بلند اصولوں والے ایک شخص کو ہماری پارٹی کے لئے جیتا گیا، نے بہت حد تک میرا مداوا کیا۔ مزید برآں، آپ کے خطوط میرے لئے ذاتی طور پر دوستی کی اس قدر گرم جوشی میں لپٹے تھے، اور آپ محسوس کریں گے کہ ایک شخص جو دنیا (آفیشل دنیا) کے ساتھ مسلسل تلخ جدوجہد میں مصروف ہے ایک ایسی چیز کو کم اہمیت نہیں دیتا۔ اچھا تو پھر آپ پوچھیں گے کہ میں نے جواب کیوں نہیں دیا؟ ۔اس لئے کہ میں مسلسل قبر کے کنارے پر منڈلاتا تھا اور اپنی اس کتاب کو ختم کرنے کیلئے وقت کا ہر وہ منٹ کام پر استعمال کرنے پر مجبور تھا جس میں، میں فِٹ تھا، جس کے لئے میں نے اپنی صحت، اپنی خوشی اور اپنے خاندان کو قربان کر دیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ میری اس وضاحت کو مزید طوالت کی ضرورت نہ ہوگی۔ مجھے نام نہاد ''عملی'' آدمیوں اور اُن کی دانائی پر ہنسی آتی ہے۔ اگر کسی کی کھال بیل کی ہو تو صرف وہی شخص انسانیت کے دکھوں کی طرف اپنی پشت کر سکتا ہے اور اپنی کھال بچا سکتا ہے، لیکن اگر میں اپنی کتاب مکمل کئے بغیر مر جاتا، کم از کم مسودے کی شکل میں تو میں خود کو ایک بہت ہی غیر عملی شخص سمجھتا''۔

اپنے ہینوور ایام کی خوش مزاج حالت میں مارکس نے اسے بہت سنجیدگی سے لیا جب مبینہ طور پر اُس کے لئے ناواقف وارنبولڈ نامی ایک ایڈووکیٹ نے اس کو اطلاع دی کہ بسمارک اُسے اور اس کی عظیم صلاحیتوں کو جرمن عوام کے لئے حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ یہ بات نہیں کہ مارکس کو اس تجویز سے کچھ بھی ترغیب ملی ہو، اور وہ یقیناً اینگلز سے متفق تھا جس نے لکھا: ''یہ اس شخص کے دانشورانہ افق اور طرزِ فکر کی خصوصیت ہے کہ وہ ہر شخص کو خود پر کھتا ہے''۔ مگر روزمرہ متین موڈ میں مارکس وارنبولڈ کے پیغام کو ہرگز اُس کے ظاہری مفہوم پہ نہ لیتا، اس لئے کہ ''شمالی جرمن لیگ'' بمشکل مکمل

ہوئی تھی اور فرانس کے ساتھ جنگ کو لگزمبرگ معاملے کے ساتھ تعلق میں بہ مشکل ٹال دیا گیا تھا۔ بسمارک ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' کے مصنف کو اپنی نوکری میں لے کر بورژوازی کو ناراض کرنے کا خطرہ مول نہیں سکتا تھا، اس لئے کہ بورژوازی ابھی ابھی اُس کی طرف دار بنی تھی اور وہ تو بوخر اور **ویگنر** جیسے ''دشمن سے تعاون کرنے والوں'' کو شک کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔

واپس لندن کے سفر میں مارکس نے ایک ایڈونچر کیا، بسمارک کے ساتھ نہیں بلکہ بسمارک کے ایک عزیز کے ساتھ۔ کشتی میں ایک جرمن لڑکی نے لندن میں ریلوے سے متعلق اطلاع کے لئے کہا۔ یہ پتہ چلا کہ اس کی ٹرین کی روانگی کے باعث اس کے پاس انتظار کرنے کے لئے چند گھنٹے تھے۔ اور مارکس نے اُسے ہائیڈ پارک میں ایک سیر کو لے جا کر اسے وقت گزارنے میں خوش مزاجی سے مدد دی: ''معلوم ہوا کہ اس کا نام الزبتھ وان پوٹکامر تھا اور یہ کہ وہ بسمارک کی بھتیجی تھی جس کے ساتھ کہ وہ برلن میں چند ہفتے ٹھہری تھی۔ اسے پوری آرمی لسٹ زبانی یاد تھی، اس لئے کہ اس کا خاندان ہماری فوج کو Gentelman of Honour اور بھڑ جیسی پتلی کمریں سپلائی کرتا ہے۔ وہ ایک ہنس مکھ اور اچھی تعلیم یافتہ لڑکی تھی، مگر سرتاپا ارسٹوکریٹک۔ وہ معمولی بھی حیران نہ ہوئی جب اسے معلوم ہوا کہ وہ سرخ ہاتھوں میں چت ہوگئی تھی''۔ البتہ، نوجوان خاتون نے اُس وجہ سے اپنی اچھی خصلتیں ہاتھ سے نہ جانے دیں، اور ایک چھوٹے ستھرے خط میں اس نے اپنے بانکے بہادر کو اٹھائی ہوئی ساری اس تکلیف پر ''لڑکیانہ احترام''، اور ''دلی شکریہ'' کا اظہار کیا جو اس نے ''اس طرح کی ایک ناتجربہ کار مخلوق'' کے لئے اٹھائی تھی۔ اور اس کے والدین نے بھی اسے اطلاع دی کہ انہیں یہ جان کر بہت خوشی ہوئی تھی کہ سفر میں ابھی تک اچھے انسانوں سے ملاقات ہو سکتی ہے۔

لندن پہنچنے پر مارکس نے اپنی کتاب کے پروف کی غلطیاں، اس دفعہ بھی پرنٹر کے تساہل پہ ایک کبھی کبھار کی گالی کی ایک خوراک کے بغیر ٹھیک کیں اور 16 اگست 1867ء کی صبح دو بجے اس نے اینگلز کو لکھ کر مطلع کیا کہ آخری صفحہ کی غلطیاں بھی ابھی ابھی لگ چکیں: ''یوں یہ جلد اب ختم ہوگئی۔ میں صرف آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ یہ ممکن ہوا۔ آپ کی میرے لئے قربانیوں کے بغیر میں تین جلدوں کے لئے کام کی بہت بڑی مقدار کو کبھی بھی نہ کر سکتا تھا۔ میں آپ کو دلی شکریے

کے ساتھ گلے لگاتا ہوں۔ میرے، بہت ہی عزیز محبوب دوست، تسلیمات''۔

2۔ پہلی جلد

مارکس کی کتاب کے پہلے باب نے ایک بار پھر اُن سب باتوں کا خلاصہ کیا جو اس نے 1859ء میں اجناس اور پیسہ کی فطرت سے متعلق پہلے ہی اپنی کتاب ''سیاسی معیشت کی تنقید'' میں لکھی تھیں۔ ایسا محض تکمیل کی خاطر نہ کیا گیا، بلکہ اس لئے کہ حتیٰ کہ ذہین قارئین بھی اس کے خیالات کو مکمل طور پر سمجھنے میں اکثر ناکام ہوتے تھے۔ اس نے تصور کرلیا کہ انہیں پیش کرنے میں اس سے کچھ غلطی ہوئی ہوگی اور بالخصوص ایک کماڈٹی (جنسِ تجارت) کی فطرت کے اپنے تجزیے میں۔

یقیناً جرمنی کے پروفیسرانہ عالموں کو اُس کے ذہین قارئین میں گنا نہیں جا سکتا اور وہ پہلے باب سے نفرت کر گئے بالخصوص اس میں ''شامل تصوف کی بنیاد پر''۔ ''پہلی نظر میں ایک کماڈٹی ایک معمولی چیز لگتی ہے، آسانی سے سمجھ آنی والی چیز۔ البتہ، اس کا تجزیہ بتاتا ہے کہ یہ بالکل ایک انوکھی اور نرالی چیز ہے، مافوق الفطرت پُراسراریت اور دینیاتی کرشموں سے بھری ہوئی۔ جب تک یہ ایک قدرِ استعمال ہے اس میں کچھ بھی متجسس نہیں ہے۔۔۔۔۔لکڑی کا فارم بدل جاتا ہے جب ہم اس سے ایک میز بناتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود، میز لکڑی ہی رہتی ہے، ایک عام قابلِ فہم چیز۔ مگر جونہی یہ ایک کماڈٹی کے بطور نمودار ہوتی ہے یہ مافوق الفطرت بھی بن جاتی ہے اور ناقابلِ فہم بھی۔ یہ نہ صرف فرش پر اپنی چار ٹانگوں کے ساتھ مضبوطی سے کھڑی ہوتی ہے، بلکہ دوسری کماڈٹیوں کی طرف یہ الٹی کھڑی ہوتی ہے اور اس کا لکڑی والا سر اُسے بہت اجنبی اور انوکھا بناتا ہے بہ نسبت اگر انسانی قوت کے استعمال کے بغیر اس نے رقص کرنا شروع کیا''۔ اس دلیل کو ان تمام خرد ماغوں نے غلط قرار دیا جو مافوق الفطرت پُراسراریت اور تھیالوجیکل فقرہ بازی تو پیدا کر سکتے ہیں، مگر ایک سادی سی لکڑی کی میز جیسی عام اور مادی چیز نہیں۔

خالصتاً ادبی نقطۂ نظر سے دیکھیں تو ''کیپٹل'' کا پہلا باب عمدہ ترین چیزوں میں سے ایک ہے جو مارکس نے کبھی بھی لکھیں۔ کماڈٹیوں سے نمٹنے کے بعد، پھر وہ یہ دکھانے بڑھا کہ پیسہ

کس طرح سرمایہ میں ڈھلتا ہے۔ اگر ''کماڈٹی گردش'' میں مساوی قدروں کا مساوی قدروں سے تبادلہ کیا جائے تو پیسہ والا شخص کس طرح کماڈٹی اُن کی قدر پر خرید سکے گا اور انہیں اُن کی قدر پر بیچ سکے گا، اور پھر بھی زیادہ قدر حاصل کرے گا جتنا اس نے دیا تھا؟۔ وہ یہ کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ موجود سماجی رشتوں کے تحت وہ کماڈٹی مارکیٹ میں ایسی خصوصی فطرت کی ایک کماڈٹی ڈھونڈ نکالتا ہے کہ اس کا تصرف ایک نئی قدر کا سرچشمہ ہے۔ وہ کماڈٹی ہے قوتِ محنت۔

یہ زندہ مزدور کی شکل میں وجود رکھتی ہے، جسے اپنی اور اپنے خاندان کی زندگی برقرار رکھنے کے لئے خوراک کی ایک خاص مقدار چاہیے ہوتی ہے۔ خاندان اس کی موت کے بعد زندہ قوتِ محنت کے دوام کی ضمانت دیتا ہے۔ خوراک وغیرہ کی یہ مقدار پیدا کرنے کے لئے ضروری وقتِ محنت، قوتِ محنت کی قدر کی نمائندگی کرتی ہے۔ البتہ، یہ قدر جو کہ اجرتوں کی شکل میں ادا کی جاتی ہے اُس قدر سے بہت کم ہے جو قوتِ محنت خریدنے والا اِس سے کشید کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ مزدور کی محنتِ زائد علاوہ ازیں اپنی اجرتوں سے نمائندگی کی جانے والی قدر کی جگہ لینے کے لئے ضروری وقتِ محنت قدرِ زائد کا سرچشمہ ہے، سرمایہ کے لامتناہی بڑھتے ہوئے ارتکاز کا سرچشمہ۔ مزدور کی یہ ادائیگی نہ کی ہوئی محنت سماج کے محنت کرنے والے ممبروں میں تقسیم ہو جاتی ہے، اور سارا سماجی نظام جس میں ہم رہتے ہیں اِس پر مبنی ہے۔

یقیناً ادائیگی نہ کی گئی محنت بذاتِ خود جدید بورژوا سماج کی ایک امتیازی خصوصیت نہیں ہے۔ جتنی دیر تک جائیداد رکھنے والے اور جائیداد نہ رکھنے والے طبقات موجود رہے ہیں، جائیداد نہ رکھنے والا طبقہ ہمیشہ سے ادائیگی والی محنت کرتا رہا ہے۔ جب تک سماج کا ایک سیکشن ذرائع پیداوار کی اجارہ داری رکھے گا، تو مزدور (خواہ آزاد ہو یا نہ آزاد) کو اُس وقت سے لمبے وقت تک کام کرنا ہوگا جو خود اُس کے اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہوتا ہے تا کہ خوراک وغیرہ مہیا ہو، ذرائع پیداوار کے مالکوں کے لئے۔ اجرتی محنت ادائیگی نہ کی گئی محنت کے نظام کی محض ایک خصوصی تاریخی شکل ہے، جو سماج کے طبقات میں تقسیم کے وقت سے موجود رہی ہے، اور اگر اسے درست طور پر سمجھنا ہے تو اس کو اسی طرح معائنہ کرنا چاہیے۔

اپنے پیسے کو سرمایہ میں ڈھالنے کے قابل ہو جانے کے لئے پیسہ والے شخص کو منڈی میں آزاد مزدور ملنے چاہئیں۔ آزاد دہرے معنوں میں، کہ سب سے پہلے وہ ایک کماڈٹی کے بطور خود اپنی قوتِ محنت کو فروخت کرنے میں آزاد ہوں اور اس معنی میں آزاد کہ اُن کے پاس فروخت کرنے کے لئے دوسری کماڈٹیز نہ ہوں، کہ ان کے پاس اپنی قوتِ محنت آزادانہ طور پر استعمال کرنے کے لئے ضروری ذرائع موجود نہ ہوں۔ فطرت کے قوانین میں اس تعلق کی کوئی بنیاد نہیں ہے، اس لئے کہ فطرت ایک طرف کماڈٹیز کے، پیسہ کے مالک پیدا نہیں کرتی، اور دوسری طرف انہیں جن کے پاس ملکیت کچھ نہیں سوائے اپنی قوتِ محنت کے۔ مزید یہ کہ، یہ تاریخ کے سارے ادوار میں مشترکہ سماجی تعلق نہیں ہے، بلکہ تاریخی نشو ونما کے ایک لمبے دورانیے کا نتیجہ ہے، بہت سی معاشی تبدیلیوں کی پیداوار اور سماجی پیداوار کی ماضی والی صورتوں کے پورے سلسلے کے زوال اور غائب ہو جانے کا نتیجہ ہے۔

کماڈٹی پیداوار، سرمایہ کا نقطۂ آغاز ہے۔ کماڈٹی پیداوار، کماڈٹی گردش، اور ترقی یافتہ کماڈٹی گردش، تجارت، وہ تاریخی حالات بناتے ہیں جن کے تحت سرمایہ پیدا ہوتا ہے۔ جدید سرمایہ کی تاریخ سولہویں صدی میں جدید عالمی منڈی اور جدید عالمی تجارت کی تخلیق سے شروع ہوتی ہے۔ مقبول معاشیات دانوں کا یہ واہمہ کہ ''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک تھا محنتی آدمیوں کا گروہ جنہوں نے خزانے جمع کئے، اور ایک کچھ نہ کرنے والا کاہل انبوہ تھا جن کے پاس آخر میں بیچنے کو کچھ نہ رہا ماسوائے اپنی کھالوں کے''، بکواس اور ردی بات ہے، اور وہ نیم روشن خیال طریقہ جس میں بورژوا تاریخ دان فیوڈل طرز پیداوار کی تحلیل کو مزدور کی نجات کے بطور بیان کرتے ہیں، مگر بہ یک وقت فیوڈل طرز پیداوار کے سرمایہ دارانہ طرز پیداوار میں ترقی کرنے کے بطور نہیں، کوئی بہتر نہیں۔ مزدور ذرائع پیداوار کی کیٹیگری سے تعلق رکھنا ختم کر چکے جس طرح غلام اور زرعی غلام (Serf) ہوئے تھے، مگر اس نے ذرائع پیداوار رکھنا بھی ختم کر دیا۔

عوام کے عظیم انبوہ کو پر تشدد اور ظالمانہ ذرائع کے ایک سلسلے سے زمین، خوراک اور ذرائع پیداوار سے محروم کیا گیا، جسے مارکس انگریز تاریخ کی بنیاد پر ''ابتدائی ارتکاز'' کے باب میں تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ اس طرح آزاد مزدور تخلیق ہوا جس کی سرمایہ دارانہ طرز پیداوار کو

ضرورت تھی۔ ''سرمایہ'' ہر مسام سے کیچڑ اور خون رِستا ہوا دنیا میں آیا، اور جونہی یہ اپنے پیروں پہ کھڑا ہونے کے قابل ہوا اس نے نہ صرف مزدور کی، اس کی قوتِ محنت کو استعمال کرنے کیلئے ضروری ذرائع سے مزدور کی علیحدگی کو قائم رکھا، بلکہ اس نے اس علیحدگی کو اور زیادہ بڑے پیمانے پر ازسرِ نو تولید کیا۔

اجرتی محنت ادائیگی نہ کی گئی محنت کی سابقہ شکلوں سے اس حقیقت کے نتیجے کے بطور فرق رکھتی ہے کہ سرمایہ کی حرکت بے کراں ہے اور زائد محنت کے لئے اس کی درندہ صفت بھوک تسکین ناپذیر ہے۔ جن سماجوں میں ایک کماڈٹی کی قدرِ استعمال اُس کی قدرِ تبادلہ سے زیادہ اہم ہے، زائد محنت کو ضرورتوں کے ایک کم و بیش وسیع دائرے میں محدود کیا جاتا ہے۔ مگر پیداوار کی اس صورت کی فطرت زائد محنت کے لئے ایک غیر محدود ڈیمانڈ پر منتج نہیں ہوتی۔ جہاں ایک کماڈٹی کی قدرِ تبادلہ اُس کی قدرِ استعمال سے زیادہ اہم ہے، وہاں صورتحال مختلف ہے۔ غیر کی قوتِ محنت کے ساتھ ایک پیدا کنندہ (پروڈیوسر) کے بطور، زائد محنت کے ایک عرق کش کے بطور اور قوتِ محنت کے استحصال کنندہ کے بطور، سرمایہ توانائی' ناعاقبت اندیشی اور موثری کے نکتے میں بلاواسطہ جبری مشقت پر مبنی سارے سابقہ طرز ہائے پیداوار کو دقیانوسی بناتا ہے۔ سرمایہ کے لئے اہم چیز محنت کا پراسیس نہیں ہے، نہ ہی قدر ہائے استعمال کی پیداوار ہے، بلکہ آغاز کا پراسیس ہے، قدر ہائے تبادلہ کی پیداوار ہے جس سے اس میں ڈالے گئے کی بہ نسبت یہ ایک عظیم تر قدر کشید کر سکتا ہے۔ قدرِ زائد کا ڈیمانڈ کسی طرح کی شکم سیری نہیں جانتا۔ قدر ہائے تبادلہ کی پیداوار اس طرح کی کوئی حدود نہیں جانتی جو کہ فوری ضرورتوں کی تکمیل سے قدر ہائے استعمال کی پیداوار کے لئے کشید کی جاتی ہیں۔

جس طرح ایک کماڈٹی استعمال اور تبادلہ قدروں کا ایک مجموعہ ہوتی ہے، بالکل اسی طرح کماڈٹی پیداوار کا پراسیس محنت کے پراسیس اور قدر تخلیق کرنے والے پراسیس کا ایک مجموعہ ہوتی ہے۔ قدر تخلیق کرنے والا پراسیس اُس نکتے تک جاتا ہے جہاں اجرت میں ادا شدہ قوتِ محنت کی قدر، قدر ایک مساوی مقدار سے تبدیل ہو جاتی ہے، اور اس نکتے سے پرے یہ قدرِ زائد پیدا کرنے والے ایک پراسیس میں بدل جاتی ہے۔ محنت کے پراسیس اور استعمال کے پراسیس کے مجموعے کے بطور

یہ سرمایہ دارانہ پیداوار کا پراسیس بن جاتا ہے، کماڈٹی پیداوار کی سرمایہ دارانہ شکل۔محنت کے پراسیس میں قوتِ محنت اور ذرائع پیداوار اکٹھا کام کرتے ہیں ۔استعمال کے پراسیس میں سرمایہ کے یہی اجزاءمستقل اور تغیر پذیر سرمایہ کے بطور نمودار ہوتے ہیں ۔مستقل سرمایہ پیداوار کے پراسیس میں ذرائع پیداوار، خام مال، اضافی مال اور آلاتِ پیداوار میں ڈھل جاتا ہے اور اپنی قدر کو تبدیل نہیں کرتا۔تغیر پذیر سرمایہ پیداوار کے پراسیس میں قوتِ محنت میں ڈھل جاتا ہے اور اس کی قدر تبدیل ہو جاتی ہے: یہ اپنی قدر خود تولید کرتا ہے اور پھر اس قدر کے علاوہ ایک زائد پیدا کرتا ہے، ایک قدرِ زائد جو حجم میں تبدیل ہو سکتی ہے اور حالات کے مطابق طویل تر یا مختصر تر ہو سکتی ہے ۔چنانچہ مارکس قدر زائد کے معائنے کی راہ صاف کرتا ہے، جو دو صورتوں میں نظر آتی ہے، قدرِ اضافی اور مطلق قدرِ زائد۔انہوں نے سرمایہ دارانہ طرز پیداوار کی تاریخ میں ایک مختلف، مگر ہر ایک نے ایک فیصلہ کن رول ادا کیا ہے۔

مطلق قدرِ زائد اس وقت پیدا ہوتی ہے جب سرمایہ دار مزدور کو اس کی قوتِ محنت کی تولید کے لئے ضروری وقت سے زیادہ کام کرواتا ہے۔سرمایہ دار کے بس میں ہوتا تو کام کا دن 24 گھنٹے کا ہوتا، اس لئے کہ کام کا دن جتنا لمبا ہوگا یہ اتنا ہی زیادہ قدرِ زائد پیدا کرے گا۔دوسری طرف مزدور کے پاس ایک قابلِ جواز احساس موجود ہے کہ وقتِ محنت کا ہر گھنٹہ جس میں جو وہ کام کرنے پر مجبور ہے علاوہ اُس مزدوری کے جس کی اسے اپنی اجرت کو تولید کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے، اُس سے ناجائز طور پر کشید کی جاتی ہے اور یہ کہ حد سے زیادہ وقتِ محنت کے لئے اسے خود اپنی صحت کی قیمت دینی پڑتی ہے۔کام کے دن کی طوالت سے متعلق سرمایہ دار اور مزدور کے درمیان جدوجہد مارکیٹ پر آزاد مزدور کی پہلی تاریخی نموداری کے ساتھ شروع ہوئی، اور یہ آج تک جاری رہی۔ سرمایہ دار منافع کے لئے لڑتا ہے، اور وہ خواہ شخصی طور پر اچھا آدمی ہے یا ایک لچا بدمعاش، اس کا ساتھی سرمایہ دار کا مقابلہ اسے ہر ممکنہ چیز کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ کام کے دن کو انسانی برداشت کی حد تک وسیع کردے۔دوسری طرف مزدور اپنی صحت کو برقرار رکھنے اور دن میں چند آزاد گھنٹوں کے حصول کے لئے لڑتا ہے جن میں وہ کام کرنے، کھانے اور سونے کے علاوہ دوسری انسانی سرگرمیوں

میں مشغول ہو سکے۔مارکس انگلینڈ میں مزدور طبقے اور سرمایہ دار طبقے کے درمیان خانہ جنگی کے پچاس سالوں کو بھرپور انداز میں بیان کرتا ہے، بڑے پیمانے کی صنعت کی پیدائش سے لے کر (جس نے سرمایہ دار کو پرولتاریہ کے استحصال پر فطرت اور رواج، عمر، جنس، اور رات اور دن کی پیدا کردہ ہر حد کو توڑ ڈالنے پر مجبور کیا) ''ٹین ہاور بل'' کے منظور ہو جانے تک (جو کہ مزدور طبقے نے سرمایہ کے خلاف جدوجہد میں ایک طاقتور سماجی رکاوٹ کے بطور جیت لیا جو مزدوروں کو خود کو اور اپنے جیسوں کو سرمایہ سے آزاد ٹھیکے پر موت اور غلامی میں بیچنے سے روکتی ہے)۔

قدرِ اضافی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب قوتِ محنت کی تولید کے لئے ضروری وقتِ محنت زائد محنت کے فائدے کے لئے کم ہوتی ہے۔قوتِ محنت کی قدر اُن صنعتوں میں قوتِ محنت کی پیداواریت میں اضافہ سے کم کی جاتی ہے جن کی پراڈکٹس قوت محنت کی قدر متعین کرتی ہیں۔اور اِس کو نے تک طرزِ پیداوار محنت کے پراسیس کے ٹیکنیکل اور سماجی حالات کو مستقل انقلابیانا ضروری ہے۔پھر مارکس اُن ابواب کے ایک پورے سلسلے میں تاریخی، معاشی، ٹیکنالوجیکل اور سماجی نفسیاتی مشاہدات کرتا ہے جو کہ تعاون، تقسیمِ محنت اور مینوفیکچر سے نمٹتے ہیں۔مشینری اور بڑے پیمانے کی صنعت کو سائنسی حقائق کے امیر ذخائر کے بطور شناخت کیا گیا (حتیٰ کہ بورژوازی کے نمائندوں کی طرف سے)۔

مارکس نہ صرف یہ دکھاتا ہے کہ مشینری اور بڑے پیمانے کی صنعت نے تاریخ میں جانے والے کسی بھی پچھلے طرزِ پیداوار سے زیادہ دکھ پیدا کیا ہے، بلکہ یہ بھی دکھاتا ہے کہ، سرمایہ دار سماج کے اپنے لامتناہی انقلابیانے میں وہ ایک بلند تر سماجی صورت کے لئے راہ ہموار کر رہے ہیں۔ ''فیکٹری قانون سازی'' سماج کی پیداوار کے اس کے اپنے پروسیس کی غیر فطری صورت کے خلاف اولین شعوری اور باسلیقہ ردِعمل تھی۔جب سماج فیکٹریوں اور ورکشاپوں میں محنت کو منظم کرتا ہے، تو وقتی طور پر سرمایہ کے استحصالی حقوق میں محض ایک مداخلت کے بطور نظر آتا ہے۔

البتہ حالات کی قوت سماج کو گھریلو محنت کو بھی منظم کرنے پر، اور پدرانہ اتھارٹی میں مداخلت کرنے پر بھی مجبور کرتی ہے، یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ بڑے پیمانے کی صنعت پرانے خاندانی رشتوں کو

پرانے خاندانی نظام کی معاشی بنیادوں اوراس کے ساتھ مطابقت والی خاندان کی محنت کے ساتھ ختم کرتی ہے۔'' البتہ سرمایہ داری نظام کے اندر پرانے خاندانی نظام کی تحلیل خواہ جتنی خوفناک اور باغیانہ نظر آئے، البتہ، کنبہ کے دائرے سے باہر عورتوں، نوجوانوں اور بچوں کو پیداوار کے سماجی پراسیس میں ایک فیصلہ کن رول عطا کر کے بڑے پیمانے کی صنعت خاندان کی ایک بلندتر صورت اوراصناف کے تعلق کے لئے ایک نئی معاشی بنیاد پیدا کرتی ہے۔قدرتی طور پر، خاندان کی ایک کرسچین و جرمانوی شکل کو مطلق قرار دینا اسی قدر احمقانہ ہے، جتنا کہ کلاسیکل رومن صورت کو، یا کلاسیکل یونانی صورت کو، یا مشرقی صورت کو مطلق قرار دینا احمقانہ ہے۔اسی طرح یہ بھی واضح ہے کہ مشترکہ محنت کرنے والے، جو دونوں جنسوں اور مختلف عمروں پر مشتمل ہیں اُن کو ضرور موزوں حالات کے تحت انسان دوست پراگریس کے ایک منبع میں تبدیل ہونا ہے، گو کہ اپنی بلا روک ٹوک اور ظالمانہ سرمایہ دارانہ صورت میں (جس میں مزدور پیداوار کے پراسیس کے لئے وجود رکھتا ہے نہ کہ پیداوار کا پراسیس مزدور کے لئے) یہ کرپشن اور غلامی کا بدبودار منبع ہے''۔مشین جو کہ مزدور کو محض اپنے طفیلی پرزے تک تحقیر کرتی ہے، بہ یک وقت سماج کی پیداواری قوتوں کے اس حد تک اضافے کے امکان پیدا کرتی ہے کہ بغیر کسی استثنا کے سماج کے سارے (انسانوں کے شایانِ شان) ترقی کے امکانات سے محظوظ ہوسکیں۔

قدرِ مطلق اور قدرِ اضافی کی پیداوار کا معائنہ کرنے کے بعد، مارکس پھر تاریخ میں پہلی بار اجرتوں کی پہلی استدلالی تھیوری وضع کرنے نکل پڑتا ہے۔کماڈٹی کی قیمت پیسے میں اظہار شدہ اُس کی قدر ہے۔اور اجرتیں قوتِ محنت کی قیمت بتاتی ہیں۔محنت خود نہیں، بلکہ زندہ مزدور جو اپنی قوتِ محنت بیچنے کیلئے پیش کرتا ہے، کماڈٹی مارکیٹ میں نمودار ہوتی ہے، اور محنت صرف قوتِ محنت کی کماڈٹی کے صرف کرنے سے نکلتی ہے۔محنت قدروں کا جوہر اور اصلی پیمانہ ہے، مگر اس کی اپنی قدر نہیں ہوتی۔البتہ، محنت اجرتوں میں ادا ہوتی نظر آتی ہے اس لئے کہ مزدور اپنی اجرتیں صرف اپنی محنت کرنے کے بعد ہی حاصل کرتا ہے۔وہ صورت جس میں اجرتیں ادا کی جاتی ہیں موثر طور پر کام کے دن کی ادائیگی کردہ اور ادائیگی نہ کردہ وقتِ محنت میں تقسیم کی ہر نشانی کو چھپا دیتی ہے۔غلاموں

کے ساتھ اس سے بالکل برعکس ہوتا ہے۔غلام اپنے مالک کے لئے سارا وقت کام کرتا نظر آتا ہے حتیٰ کہ اس وقت بھی جب وہ خود اپنی خوراک کی قدر کو تولید کرنے کا کام کر رہا ہوتا ہے۔اور اس کی ساری محنت ادائیگی نہ کردہ محنت لگتی ہے۔اجرتی محنت کے ساتھ البتہ، ساری محنت، بشمول حتیٰ کہ ادائیگی نہ کردہ محنت، ادائیگی کردہ لگتی ہے۔ایک معاملے میں ملکیت کا رشتہ اس حقیقت کو چھپاتا ہے کہ غلام وقت کا ایک حصہ اپنے لئے کام کر رہا ہے، جبکہ دوسرے معاملے میں پیسے کا رشتہ اس حقیقت کو چھپاتا ہے کہ اجرتی مزدور وقت کا ایک حصہ ''کچھ نہیں'' کے لئے کام کر رہا ہے۔چنانچہ مارکس ہمیں، بتلاتا ہے کہ، ہم قوتِ محنت کی قیمت اور قدر کے اجرت کی صورت میں ڈھل جانے کی فیصلہ کن اہمیت کا احساس کرتے ہیں۔سرمایہ داروں اور مزدوروں دونوں کے سارے لیگل تصورات، سرمایہ دارانہ طرزِ پیداوار کے سارے پراسرار بنانے کے اعمال، آزادی کے اس کے سارے واہمے اور مقبول سیاسی معیشت کی ساری شدت کم کرنے والی ٹھگی اس خارجی نمود پر مبنی ہیں، جو کہ اصل صورت حال کو چھپاتا ہے اور بالکل برعکس کو دکھایا کرتا ہے۔

اجرتوں کی دو اہم قسمیں ہیں؛ وقت یا اوقاتی اجرتیں اور پیس ویجز (Piece vages) اجرتیں۔وقت اجرتوں کو چلانے والے قوانین کی بنیاد پر مارکس مناقشوں کا خالی پن واضح کرتا ہے کہ کام کے دن کو مختصر کر دینے سے لازماً اجرتیں کم ہوتی ہیں، جس طرح کہ وہ لوگ کہتے ہیں جن کے پاس تیز کرنے کو ایک کلہاڑا ہوتا ہے، اور بتاتا ہے کہ بالکل اس کا الٹ درست ہے، کام کے دن کا عارضی مختصر کرنا اجرتوں کو کم کرتا ہے، مگر ایک مستقل کم کرنا اجرتوں کو بڑھاتا ہے۔کام کا دن جتنا لمبا ہوگا اجرتیں اتنی کم ہوں گی۔

پیس ویجز اجرتیں ماسوائے وقت اجرتوں کی ایک تبدیل شدہ شکل کے کچھ نہیں، اور یہ اجرتوں کی وہ صورتیں ہیں جو سرمایہ دارانہ طرزِ پیداوار کے لئے موزوں ترین ہیں۔اجرتوں کی یہ شکل اصل مینوفیکچرنگ عرصے میں وسیع طور پر پھیلتی ہے۔اور انگریز کے بڑے پیمانے کی صنعت کے طوفانی اور دباؤ والے زمانے میں اس نے کام کے دن کو طویل کرنے اور اجرتوں میں کمی کرنے کو ایک لیور کا کام دیا۔سرمایہ دار کے لئے بہت فائدہ مند ہوتی ہیں، اس لئے کہ وہ مزدوروں پر تقریباً

غیر ضروری طور پر نگرانی کرتی ہیں اور بہ یک وقت اجرتوں سے کٹوتی کرنے کے بہت سے مواقع پیش کرتی ہیں اور دھوکے کی دوسری قسموں کے استعمال کرنے کے۔ دوسری طرف اجرتوں کی یہ قسم مزدور کے لئے بہت بڑے نقصانات رکھتی ہے: اجرتوں کی سطح کو بڑھانے کی سخت کوششوں کے نتیجے میں جسمانی تھکاوٹ، کوششیں جو دراصل اجرتوں میں ایک طرح کی کمی کرتی ہیں، مزدوروں کے بیچ مقابلہ بڑھا کر اُن کی یکجہتی کو کم کرتی ہیں، سرمایہ داروں اور مزدوروں کے بیچ جونک عناصر نمودار ہوتے ہیں، مڈل مین نمودار ہوتے ہیں جو مزدوروں کی اجرتوں کا ایک بڑا حصہ اپنی جیبوں میں ڈالتے ہیں۔

قدر زائد اور اجرتوں کا رشتہ سرمایہ دارانہ طرز پیداوار کو مسلسل تولید کرواتا ہے، نہ صرف سرمایہ دار کے سرمایہ کو، بلکہ مزدور کی غربت کو بھی۔ ایک طرف سرمایہ دار طبقہ ہے ساری خوراک کا مالک، سارے خام مال کا اور سارے ذرائع پیداوار کا مالک۔ اور دوسری طرف مزدور طبقہ ہے، انسانوں کا عظیم ابنوہ جو اپنی قوتِ محنت سرمایہ دار کو بیچنے پر مجبور ہے، خوراک کی اس مقدار کے حصول کے لئے جو کہ انہیں کام کرنے کی حالت میں برقرار رکھنے کے لئے اور محنت کرنے والے پرولتاریوں کی ایک نئی نسل پیدا کرنے کی اجازت دینے کے لئے کافی ہو۔ مگر سرمایہ صرف خود کو تولید نہیں کرتا، یہ تسلسل کے ساتھ اپنے حجم کو بڑھاتا ہے اور مارکس اپنی پہلی جلد کے آخری حصے کو اسی ''ارتکاز کے پراسیس'' کا معائنہ کرنے پر وقف کرتا ہے۔

نہ صرف قدرِ زائد سرمایہ پر منتج ہوتی ہے بلکہ سرمایہ، قدرِ زائد پر منتج ہوتا ہے۔ سالانہ پیدا شدہ قدرِ زائد کا ایک حصہ جو جائیداد دار طبقات کے بیچ تقسیم ہوتا ہے، اُن سے بطور آمدنی صرف ہوتا ہے۔ مگر ایک دوسرا حصہ سرمایہ کے بطور مرتکز ہوتا ہے۔ غیر ادائیگی والی محنت جو کہ مزدوروں سے کشید کی گئی ہے اب اُن سے اور زیادہ غیر ادائیگی والی محنت کشید کرنے کا ایک ذریعہ بن جاتی ہے۔ پیداوار کے بہاؤ میں سارا ابتدائی ترقی کردہ سرمایہ ایک معدوم ہوتی ہوئی مقدار بن جاتا ہے بمقابلہ بلا واسطہ مرتکز شدہ سرمایہ کے، یعنی قدرِ زائد سے یا پیداوارِ زائد سے جو کہ واپس سرمایہ میں تبدیل ہو جاتی ہے، خواہ یہ ابھی تک اُس کے ہاتھوں میں کام کر رہا ہے جس نے شروع میں اسے مرتکز کیا تھا

یا خواہ کسی اور کے ہاتھوں میں۔ نجی ملکیت کا قانون، (جو کہ مبنی ہوتا ہے کماڈٹی پیداوار اور کماڈٹی گردش پہ) خود اپنی اندرونی اور ناگزیر جدلیات کی بدولت، خود کو اس کے بالکل الٹ میں ڈھال دیتا ہے۔ لگتا ہے کماڈٹی پیداوار کے قوانین انفرادی محنت میں ایک جائیداد کے حق کو جائز بناتے ہیں۔ کماڈٹی مالکان مساوی حقوق کے ساتھ ایک دوسرے کا سامنا کرتے ہیں۔ دوسری کماڈٹی کے حصول کا ذریعہ صرف اپنی کماڈٹی کی فروخت ہے، اور کسی کی اپنی کماڈٹی صرف محنت سے پیدا کی جا سکتی ہے۔ جائیداد، سرمایہ دار کی طرف دوسروں کی غیر ادائیگی والی محنت یا اُس کی پیداوار کو ہتھیانے کے حق کے بطور نمودار ہوتی ہے، اور مزدور کی طرف خود اپنی پراڈکٹ کے تصرف کی ناممکنی میں۔

جب جدید پرولتاریہ نے اس کا مطلب سمجھنا شروع کیا، جب لیونز کے شہری پرولتاریہ نے خطرے کی گھنٹی بجائی اور انگلینڈ کے دیہی پرولتاریہ نے اپنے حاکموں کے گھروں کو آگ لگا دی، تو مقبول سیاسی معاشیات دانوں نے ''پرہیز کی تھیوری'' ایجاد کر لی۔ جس کے تحت سرمایہ داروں کے رضا کارانہ پرہیز کے ذریعے مرتکز ہوا تھا، ایک ایسی تھیوری جسے مارکس نے اسی قدر ناترسی سے چابک مارے جس طرح لاسال نے اس سے پہلے کیا تھا۔ ''پرہیز'' کی ایک مثال واقعتاً سرمایہ کے ارتکاز کو بڑھاتے ہوئے مزدوروں کی لازمی ''پرہیز'' ہے، قوتِ محنت کی قدر سے نیچے اجرتوں کا وحشیانہ اتار تا کہ مزدوروں کے ضروری تصرف فنڈز کو، کم از کم جزوی طور پر سرمایہ داروں کے ارتکازی فنڈ میں بدلا جائے۔ یہ مزدوروں کی ''پرتعیش'' زندگی کے بارے میں ساری گریہ وزاری کی اصل ابتدا ہے، اُن عظیم پیانوؤں کے متعلق لامتناہی نالہ و فریاد جس کا کچھ مزدوروں پر کسی نہ کسی وقت خریدنے کا الزام ہے، کرسچین سماجی ریفارمرز کی ہلکی اور ناپاک سازبازیں، اور سرمایہ داری کے دانشورانہ راج مستریوں کے استعمال کردہ دیگر متعلقہ سارے حربے اور فراڈ۔

سرمایہ دارانہ ارتکاز کا عمومی قانون یوں ہے: سرمایہ کی بڑھوتری میں اس کے تغیر پذیر سیکشن کی بڑھوتری شامل ہے، یا وہ حصہ جو قوتِ محنت میں تبدیل ہوتا ہے۔ اگر سرمایہ کی ترکیب (Composition) غیر تبدیل رہتی ہے، اگر ذرائع پیداوار کی ایک خاص مقدار اُسے حرکت میں رکھنے کے لئے ہمیشہ قوتِ محنت کی وہی مقدار مانگتی ہے، تو پھر ظاہر ہے قوتِ محنت کے لئے مطالبہ

سرمایہ کی بڑھوتری کے تناسب سے بڑھتا ہے جس طرح کہ مزدوروں کے گزارہ فنڈز بھی ؛ یا جتنی تیز
رفتاری سے سرمایہ بڑھتا ہے، وہ بھی اتنی تیزی سے بڑھتے ہیں۔ایک سادہ تولید تسلسل سے خود سرمایہ کا
رشتہ تولید کرتا ہے، اس لئے ارتکاز بڑے پیمانے پر سرمایہ رشتہ کو تولید کرتا ہے: زیادہ سرمایہ داریں یا
نسبتاً بڑے سرمایہ داریں ایک طرف، تو زیادہ اجرتی مزدوریں دوسری طرف ۔ لہٰذا سرمایہ کا ارتکاز
پرولتاریہ کا اضافہ بھی ہے، اور مفروضہ معاملہ میں فرض کیا گیا یہ اضافہ مزدوروں کے لئے موزوں ترین
حالات کے تحت ہو جاتا ہے۔ان کی اپنی بڑھتی ہوئی زائد پیداوار کا ایک بڑا حصہ، جو تیزی سے سرمایہ
میں تبدیل ہوتی ، ذرائعِ ادائیگی کی شکل میں انہی کو واپسی تا کہ وہ اپنے تصرف میں اضافہ کے قابل
ہوں اور خود کو لباس، فرنیچر وغیرہ کے ساتھ زیادہ سخاوت سے لیس کریں۔البتہ سرمایہ کی طرف ان کی
انحصاری کا رشتہ کسی طرح تبدیل نہیں ہوتا، بالکل اسی طرح جس طرح کہ خوب کھلانے اور پہنانے
سے ایک غلام کی غلامی ختم نہیں ہوتی۔ انہیں ہمیشہ ایک غیر ادائیگی والی محنت کی ایک خاص مقدار
مہیا کرنا ضروری ہوتا ہے۔اور گو کہ یہ کم ہو سکتا ہے، مگر یہ اس حد تک کبھی بھی نہیں کر سکتا کہ پیداواری
پراسیس کی سرمایہ دارانہ خصوصیت میں سنجیدہ خطرہ پیدا ہو۔اگر اجرتیں اس نکتے سے اوپر بڑھ جائیں
تو پھر منافع کی ترغیب کند ہو جاتی ہے اور سرمایہ کا ارتکاز سست ہو جاتا ہے جب تک کہ اجرتیں دوبارہ
اُس سطح تک ڈوب جائیں جو اس کے استعمال کی ضرورتوں کے مطابق ہوں۔

البتہ، صرف جب سرمائے کا ارتکاز اس کے مستقل اور تغیر پذیر اجزا کے درمیان تعلق میں
کسی تبدیلی کے بغیر ہو جاتا ہے تو وہ سونے کی زنجیر جسے اجرتی مزدور خود بھٹی میں تیار کرتا ہے ہلکا اور
کم تکلیف دہ ہوتا جاتا ہے۔اصل میں ارتکاز کے پراسیس کے ساتھ ایک عظیم انقلاب ہوتا ہے جسے
مارکس سرمایہ کی نامیاتی ترکیب کہتا ہے۔مستقل سرمایہ تغیر پذیر سرمایہ کی قیمت پر بڑھتا ہے۔محنت کی
بڑھتی ہوئی پیداواریت ذرائع پیداوار کے ڈھیر کے اضافہ کو مزید تیزی سے بڑھاتی ہے بہ نسبت اُن
کے اندر منظّم قوتِ محنت کے ڈھیر کے۔قوتِ محنت کی ڈیمانڈ سرمایہ کے ارتکاز کی مناسبت سے بڑھتی
نہیں، بلکہ نسبتاً کم ہوتی ہے۔یہی اثر سرمایہ کے ارتکاز کی ایک اور شکل میں پیدا ہوتا ہے جو اس کے
ارتکاز سے بہت دُور واقع ہوتا ہے، اس حقیقت کو مانتے ہوئے کہ سرمایہ دارانہ مقابلہ کے قوانین

بڑے سرمایہ داروں کی طرف چھوٹے سرمایہ داروں کے نگل جانے کی طرف لے جاتے ہیں۔جبکہ
ارتکاز کے پراسیس میں بنا ہوا اضافی سرمایہ اپنی مقدار کی بہ نسبت کم سے کم تر مزدوروں کی ڈیمانڈ کرتا
ہے، پرانا سرمایہ جو کہ ایک نئی ترکیب میں تولید ہوتا ہے، زیادہ سے زیادہ مزدوروں کو برطرف کرتا
ہے جو پہلے اس نے بھرتی کیے تھے۔اس طرح مزدوروں کی ایک نسبتاً زائد تعداد پیدا ہو جاتی
ہے، نسبتاً جو کہ سرمایہ کو استعمال کرنے کی ضرورت کے ساتھ، ایک صنعتی ریزرو آرمی جسے برے تجارتی
اوقات میں اس کی قوتِ محنت کی قدر سے کم ادائیگی ہوتی ہے، جسے بے ضابطگی کے ساتھ بھرتی کیا
جاتا ہے اور جو دوسرے اوقات میں پبلک امداد کا محتاج ہے، مگر جو ہمہ وقت بھرتی شدہ مزدوروں کی
مزاحمت کو کم کرنے اور ان کے اجرتی معیارات کو کم کرنے کی خدمت کرتا ہے۔

یہ صنعتی ریزرو آرمی ارتکاز ، یا ایک سرمایہ دارانہ بنیاد پر دولت کی ترقی کے پراسیس کی
ایک لازمی پراڈکٹ ہے، اور بہ یک وقت یہ سرمایہ دارانہ طرز پیداوار کے ایک لیور میں بڑھوتری
کرتی ہے۔ارتکاز اور اس کے لازمی ساتھی محنت کی پیداواریت کی بڑھوتری، سرمایہ کی اچانک
توسیع کی قوت بھی بڑھ جاتی ہے اور مزدوروں کے وسیع انبوہ کی ڈیمانڈ کرتی ہے جو نئی مارکیٹوں یا
پیداوار کی نئی شاخوں میں دوسرے شعبوں میں پیداوار کے کام میں مداخلت کیے بغیر ایک لمحے
کے نوٹس پر بھرتی کیا جا سکے۔جدید صنعت کی مخصوص رَو، اوسط سرگرمی کے اوقات کے دس سالہ
دائرے کی صورت، بلند دباؤ پر پیداوار، بحران اور جمود مسلسل تشکیل (formation) پر مبنی ہے،
عظیم تر یا کمتر انجذاب پر، اور صنعتی ریزرو فوج کی تعمیرِ نو پر۔ یہ صنعتی ریزروز فوج، یا نسبتاً زیادہ
آبادی سماجی دولت کے ساتھ نسبت میں بڑھتی ہے، کام پہ سرمایہ کی مقدار، اس کی بڑھوتری کی
توانائی اور وسعت، اور لہٰذا محنت کروانے والی آبادی اور اس کی محنت کی پیداواریت کے مطلق حجم
کے ساتھ۔سرگرم صنعتی فوج کے تناسب سے صنعتی ریزرو آرمی جتنی زیادہ ہوگی مزدوروں کے وہ
سیکشن وسیع ہوں گے جن کی غربت ان کی محنت اذیت سے معکوس نسبت میں ہے۔اور آخر میں
مزدور طبقے کا ''لازاروس'' سیکشن جتنا وسیع ہوگا اور صنعتی ریزرو آرمی جتنی وسیع ہوگی تو اُن کی تعداد
زیادہ ہوگی جنہیں سرکاری طور پر بھکاری اور قلاش جانا جاتا ہے ۔ یہ سرمایہ دارانہ ارتکاز کا مطلق

عمومی قانون ہے۔

اس عمومی قانون سے اس کے تاریخی رجحانات نکالے جاسکتے ہیں۔ سرمائے کے ارتکاز کے ساتھ محنت کے پراسیس کی کواپریٹوصورت ایک مسلسل بڑھتے ہوئے پیمانے پر بڑھوتری کرتی ہے، پیداوار پر سائنس کا شعوری ٹکنالوجیکل استعمال، زمین کی منظّم اور مشترکہ کاشت، ذرائع پیدوار کی صرف مشترکہ قابلِ استعمال صورتوں میں ڈھل جانا، اور ذرائع پیدوار کی مشترک سماجی محنت سے مشترکہ ذرائع پیداوار کے بطور اُن کے استعمال سے معاشیایا جانا۔ اُن سرمایہ کے مالکوں کی مسلسل گھٹتی ہوئی تعداد کے ساتھ، جو تبدیلی کے اس پراسیس کے سارے فائدوں کو لوٹتے اور اجارہ کرتے ہیں، اسی تناسب کے ساتھ مصیبت، محکومی، غلامی، زوال پذیری اور استحصال کا حجم بھی بڑھتا ہے۔ مگر بہ یک وقت مزدور طبقے کی توہین میں بھی اضافہ ہوتا ہے، جو کہ سائز میں مسلسل بڑھتا جاتا ہے اور خود سرمایہ دارانہ پراسیسِ پیداوار کے عمل سے تربیت یافتہ، متحد اور منظّم ہوتا ہے۔ سرمایہ کی اجارہ داری طرزِ پیداوار کی زنجیر بن جاتی ہے جو کہ اس کے ساتھ اور اس کے تحت پروان چڑھ چکی ہے۔ ذرائع پیداوار کی مرکزیت اور محنت کی سوشلائزیشن ایک نکتے تک پہنچتی ہیں جہاں وہ اپنے سرمایہ دارانہ خول کے ساتھ ناموافق ہوجاتی ہیں۔ سرمایہ دارانہ نجی ملکیت کی ماتمی گھنٹی بجتی ہے اور بے دخل کرنے والے بے دخل ہوجاتے ہیں۔

انفرادی محنت پر مبنی انفرادی ملکیت بحال ہوجاتی ہے، مگر سرمایہ دارانہ عہد کی حاصلات کی بنیاد پر، بطور آزاد مزدوروں کی کواپریشن کے اور محنت سے پیدا کردہ زمین اور ذرائع پیداوار پر اُن کے مشترکہ ٹائٹل کے بطور۔ قدرتی طور پر سرمایہ دارانہ ملکیت کی سماجی ملکیت میں تبدیلی، جو کہ عمل میں پہلے ہی سماجی طرزِ پیداوار پر مبنی ہے، بالکل بھی اتنی تکلیف دہ اور مشکل نہیں ہے جتنی کہ انفرادی محنت پر مبنی بکھری ملکیت کی سرمایہ دارانہ ملکیت میں تبدیلی تھی۔ ایک معاملے میں چند لٹیروں کے ہاتھوں عوام کے انبوہ کی بے دخلی تھی، اور دوسرے معاملے میں یہ عوام کے انبوہ کے ہاتھوں چند لٹیروں کی بے دخلی ہوگی۔

3- دوسری اور تیسری جلد

روزالگزمبرگ

''کیپٹل'' کی دوسری اور تیسری جلد کی تقدیر، پہلی جلد کی تقدیر کی طرح تھی۔ مارکس کو اُمید تھی کہ وہ پہلی جلد کے نمودار ہونے کے فوراً بعد انہیں شائع کرنے کے قابل ہوگا، مگر اصل میں بہت سے سال گزر گئے اور آخر میں وہ انہیں پریس کے لئے تیار کرنے میں کامیاب نہ ہوا۔

ہر وقت نئے اور گہرے مطالعے، طویل بیماری اور آخر میں موت نے اسے سارا کام مکمل کرنے سے روک دیا، اور یہ اینگلز تھا جس نے اُن نامکمل مسودوں سے دوسری اور تیسری جلدیں تیار کیں جو اُس کا دوست پیچھے چھوڑ گیا۔ مواد کے خزانے میں ڈرافٹ تھے، یادداشتیں تھیں اور مختصر نوٹ تھے جو ایک سکالر نے صرف اپنی آنکھوں کے لئے بنائے تھے، یہاں وہاں لمبے اور مربوط فقروں کے ساتھ سب کا سب زبردست دانشورانہ مشقتیں ظاہر کرتا تھا جو کافی مداخلتوں کے ساتھ 1861ء سے 1878ء تک جاری رہیں۔

ان حالات میں ہمیں ''کیپٹل'' کی آخری دونوں جلدوں کو اس طرح نہیں دیکھنا چاہئے کہ یہ ہمیں سارے معاشی مسائل کا ایک آخری اور تکمیل شدہ حل مہیا کریں گی۔ کچھ معاملات میں تو ان مسائل کو محض فارمولیٹ کیا گیا، ساتھ میں یہاں وہاں ایک سمت کی طرف اشارہ جس میں ایک حل تک پہنچنے کے لئے کام کرنا ہوگا۔ مارکس کے سارے رویے کی مطابقت میں اس کا ''کیپٹل'' ایک بائبل نہیں ہے جس میں آخری اور ناقابلِ تبدیلی سچائیاں موجود ہیں، بلکہ مزید مطالعے، مزید سائنسی تحقیقات اور سچ کے لئے مزید جدوجہدوں کو ابھارنے کا ایک اَن تھک سرچشمہ ہے۔

یہی صورتحال وضاحت کرتی ہے کہ دوسری اور تیسری جلد کیوں پہلی جلد کی طرح اپنے فارم میں نوک پلک سنواری ہوئی نہیں ہیں، وہ کیوں اسی دانشوارانہ ذہانت کے ساتھ چمکدار نہیں ہیں۔ بہرحال، وہ کچھ قارئین کو پھر بھی عظیم تر مسرت دیتی ہیں اس لئے کہ وہ فارم کے بارے میں زیادہ پرواہ کیے بغیر صرف دانشوارانہ مسائل کو پیش کرتی ہیں۔ دونوں جلدوں کے مندرجات پہلی جلد کی ترقی میں (اور کو) ایک لازمی اضافے کی نمائندگی کرتی ہیں، اور وہ مجموعی طور پر مارکسی نظام کی

ایک تفہیم کے لئے لازمی ہیں۔ بدقسمتی سے انہیں آج تک ایک مقبول صورت میں پیش نہیں کیا گیا۔ اورلہٰذاوہ ابھی تک عوام الناس حتیٰ کہ روشن فکر مزدوروں کے لئے بھی اجنبی ہیں۔

پہلی جلد میں مارکس سیاسی معیشت کے بنیادی مسئلے سے نمٹتا ہے: دولت کی ابتدا کیا ہے؟ منافع کا منبع کیا ہے؟ مارکس کی تفتیش سے قبل اس سوال کا دومختلف طریقوں سے جواب دیا جاتا تھا۔

ساری دنیاؤں میں، جہاں ہم رہتے ہیں، سے بہترین ''سائنٹفک'' دفاع کنندگان جن میں سے شلزے دیلچ جیسے اشخاص ہیں، جو حتیٰ کہ مزدوروں میں بھی عزت واعتماد کے مالک تھے، نے سرمایہ دارانہ دولت کو کم وبیش نمائشی حمایتوں اور مکار ہیرا پھیریوں کے بطور وضاحت کی: کماڈیٹوں کی قیمتوں کے منظّم طور پر چھاپنے کے نتیجے میں تاکہ آجروں کو اپنا سرمایہ پیداواری مقاصد کے لئے دینے کی اس سخاوت کی تلافی کی جائے، اُس خطرے کی تلافی کرنے کو جو ہر آجر اٹھاتا ہے، بزنس کے ''دانشورانہ مینجمنٹ'' کے لئے صلہ کے بطور۔ ان ساری وضاحتوں کا ایک مشترکہ مقصد ہے، ایک کی دولت کی نمائش کی اور لہٰذا دوسرے کی غربت کو ''انصاف جیسی چیز اور نتیجے میں نا قابلِ تبدیل''۔

دوسری طرف بورژوا سماج کے سارے ناقدین، یعنی وہ سارے سوشلسٹ مکتب ہائے فکر جو مارکس سے پہلے وجود رکھتے تھے، نے سرمایہ دارانہ دولت کو سادہ دھوکے بازی کا نتیجہ قرار دیا، پیسے کی مداخلت سے یا عملِ پیداوار کی تنظیم میں کمزوریوں سے ممکن بنائے مزدوروں سے چوری قرار دیا۔ اس نقطۂِ نظر سے آگے بڑھتے ہوئے ان سوشلسٹوں نے استحصال کو ختم کرنے کے لئے پیسہ کو گم کرکے، ''محنت کی تنظیم سازی'' کرکے اور اسی طرح کے دوسرے مختلف یوٹوپیائی منصوبے بنائے۔

سرمایہ دارانہ دولت کا اصل سرچشمہ پہلی بار ''کیپٹل'' کی پہلی جلد میں دکھایا گیا جس نے سرمایہ داروں کے لئے جواز ڈھونڈنے یا اُن کو اُن کی ناانصافی کے ساتھ ملامت کرنے میں کوئی وقت ضائع نہ کیا۔ مارکس نے پہلی بار دکھایا کہ منافع کی ابتدا کس طرح ہوئی اور وہ کس طرح بہہ کر سرمایہ داروں کی جیبوں میں چلا گیا۔ اس نے ایسا دو فیصلہ کن معاشی حقائق کی بنیاد پر کیا: پہلا یہ کہ مزدوروں کی اکثریت پرولتاریہ ہے جو زندہ رہنے کے لئے اپنی قوتِ محنت کو ایک کماڈٹی کے بطور

بیچنے پر مجبور ہوتے ہیں، اور دوسرا یہ کہ یہ کماڈٹی یعنی قوتِ محنت ہمارے اپنے زمانے میں پیداواریت کی اس قدر اونچی شرح رکھتی ہے کہ یہ ایک خاص وقت میں ایک اُس سے بڑی پیداوار پیدا کرسکتی ہے جو اُس وقت اس کی اپنی زندگی برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ یہ دونوں خالص معاشی حقائق، معروضی تاریخی بڑھوتری کے نتیجے کی نمائندگی کرتے ہوئے، پرولتاریہ کی قوتِ محنت کے پھل کو آٹومیٹک انداز میں سرمایہ دار کی جھولی میں گرادیتے ہیں، اور (اجرتی نظام کی پائیداری کے ساتھ) اسے سرمایہ کے ہمیشہ بڑھتے ہوئے ڈھیروں میں مرتکز کردیتے ہیں۔

چنانچہ سرمایہ دارانہ دولت کی تشریح تصوراتی قربانیوں یا عطا کردہ مفادات کے لئے سرمایہ داروں کو کسی تلافی کے بطور نہیں کی گئی، نہ ہی دھوکے یا چوری کے نتیجے میں (الفاظ کی عمومی طور پر تسلیم شدہ معنی میں)، بلکہ سرمایہ دار اور مزدور کے درمیان ایک تبادلہ کے بطور، ایک ناقابلِ تنسیخ قانون کے بطور جو بالکل اُنہی قوانین کے مطابق ہے جو کہ دوسری ساری کماڈیٹوں کی خرید و فروخت کو کنٹرول کرتے ہیں۔ اس بے قصور تجارت کی تفصیل سے تشریح کرنے کی خاطر (جو کہ سرمایہ دار کو محنت کے سنہرے پھل دیتا ہے) مارکس کو اس کے منطقی انجام تک کو ڈویلپ کرنا پڑا، کماڈٹی، قوت محنت، قدر کے قانون (کماڈٹی تبادلہ کے اندرونی قوانین کی تشریح) جو اٹھارویں صدی کے اواخر اور انیسویں صدی کے اوائل میں عظیم انگریز کلاسیکل معاشیات دانوں ایڈم سمتھ اور ڈیوڈ رکارڈو نے دریافت کیے تھے۔ پہلی جلد زیادہ تر قدر کے قانون، اور اس سے منتج اجرتوں اور قدرِ زائد (یعنی اس بات کی تشریح سے کہ اجرتی محنت کا پراڈکٹ کس طرح خود کو قدرتی طور پر اور بغیر کسی تشدد یا ٹھگی کے اجرتی مزدور کے لئے ایک حقیر خیرات تقسیم کرتا ہے، اور سرمایہ دار کے لئے بغیر کاوش کے دولت میں) سے نمٹتا ہے۔ اور ''کیپٹل'' کی پہلی جلد کی عظیم تاریخی اہمیت یہی ہے۔ اس نے دکھا دیا کہ استحصال کو صرف قوتِ محنت کی فروخت کو ختم کرکے، یعنی اجرتی نظام کو ختم کرکے، ختم کیا جاسکتا ہے۔

پہلی جلد میں ہمارا سارا وقت ایک فیکٹری، ایک معدنی کان یا ایک جدید زرعی اراضی میں پیداوار کے نکتے پر صرف ہوتا ہے، اور جو کچھ کہا گیا اُس کا سارے سرمایہ دارانہ کاموں پر مساوی

طور پر اطلاق ہوتا ہے۔ ہمیں سارے سرمایہ دارانہ طرزِ پیداوار کے بطور ایک انفرادی مثال دی گئی۔
جب ہم یہ جلد ختم کرتے ہیں تو ہم روزانہ منافع کی تخلیق اور استحصال کے سارے طریقے سے اس کی
ساری تفصیلات کے ساتھ مکمل طور پر واقف ہو چکے ہوتے ہیں۔ ہمارے سامنے، جس طرح کہ وہ
فیکٹریوں سے آتے ہیں، ہر طرح کی کماڈیٹوں کے انبار، ابھی تک مزدوروں کے پسینے سے
شرابور پڑے ہیں، اور ان سب میں ہم اُن کی قدروں کا وہ حصہ واضح طور پر دیکھتے ہیں جو مزدوروں
کی عدم ادائیگی والی محنت پر منتج ہوتا ہے اور جو کہ اسی طرح سرمایہ دار سے تعلق رکھتا ہے جس طرح کہ
ساری کماڈٹی۔ سرمایہ دارانہ استحصال کی جڑ ہماری آنکھوں کے سامنے ننگی رکھی ہوتی ہے۔

مگر اس مرحلہ پر سرمایہ دار نے اپنی فصل ابھی تک حفاظت سے گودام میں بالکل نہیں رکھی
ہے۔ استحصال کا پھل موجود ہے، مگر یہ ابھی تک ایک مخصوص فرد کے لئے ناموزوں شکل میں ہے۔
جب تک استحصال کا پھل انبار لگی کمانڈٹی کی شکل اختیار کرتا ہے، سرمایہ دار پر اسیس سے بہت کم
مسرت حاصل کرتا ہے۔ وہ کلاسیکل یونانی ورومن دنیا کے غلاموں کا مالک نہیں ہے، نہ ہی وہ ازمنہ
وسطیٰ کا فیوڈل لارڈ ہے، جو محنت کش لوگوں کے چہرے صرف اپنے تعیش کے لئے خود اپنی شدید
خواہش کو مطمئن کرنے اور ایک پیچھے پیچھے چلنے والے جمِ غفیر کو برقرار رکھنے کے لئے خاک آلود کرتا
تھا۔ اپنے اور اپنے خاندان کے ''سماجی مقام کو'' برقرار رکھنے کی خاطر سرمایہ دار کو اپنی دولت نقد کی
صورت میں رکھنا ہوتی ہے، اور یہ اس لئے بھی ضروری ہوتا ہے کہ اس نے اپنا سرمایہ لامتناہی طور
پر بڑھاتے رہنا ہے۔ لہٰذا اس طرف اُس کے لئے اجرتی مزدور کی پیدا کردہ کماڈٹیاں، اُن کے اندر
موجود قدرِ زائد کے ساتھ فروخت کرنا ضروری ہوتا ہے۔ کماڈٹیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ فیکٹری
اور گودام کو چھوڑ دیں اور مارکیٹ میں پھینک دی جائیں۔ اور سرمایہ دار اپنی کماڈٹیوں کا اپنے
گوداموں اور اپنے دفتر سے سٹاک ایکسچینج تک اور دکانوں تک پیچھا کرتا ہے، اور ''کیپٹل'' کی
دوسری جلد میں ہم سرمایہ دار کا پیچھا کرتے ہیں۔

سرمایہ دار کی زندگی میں دوسرا مرحلہ کماڈٹی تبادلہ کے شعبے میں صرف ہوتا ہے، اور یہاں
اسے کئی مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔ سرمایہ دار خود اپنی فیکٹری میں غیر متنازعہ مالک ہوتا ہے، اور یہاں

سخت تنظیم اور ڈسپلن کا راج ہوتا ہے، مگر کماڈٹی مارکیٹ میں آزاد مقابلہ کرنے کے نام پر مکمل انارکی کا
راج ہوتا ہے۔ کماڈٹی مارکیٹ میں کسی کو اپنے پڑوسی کی پرواہ نہیں ہوتی اور کسی کو "سب" کی پرواہ
نہیں ہوتی بلکہ اس سب کی پرواہ ہوتی ہے جو خصوصی طور پر یہاں ہوتا ہے کہ سرمایہ دار دوسروں پر اور
بحیثیتِ مجموعی سماج پر اپنی محتاجی کو محسوس کرتا ہے۔

سرمایہ کو اپنے مقابلہ کرنے والوں کے سنگ سنگ چلنا ہوتا ہے۔ اگر وہ اپنی کماڈٹیوں کو
فروخت کرنے میں ضروری وقت سے زیادہ لیتا ہے، اگر وہ مال کی سپلائی کی کمی کی وجہ سے اپنی
فیکٹری کو مکمل بند ہونے سے روکنے کی خاطر خام مال اور دوسری اشیا جس کی اسے ضرورت ہے، کے
خریدنے کے لئے ٹھیک وقت پر خود کو کافی رقم مہیا کرنے میں ناکام ہو جائے، اگر وہ اپنی کماڈٹی کی
فروخت سے حاصل شدہ پیسے کو تیزی سے اور منافع بخش طور پر سرمایہ کاری کرنے میں ناکام
ہو جائے، تو وہ ایک یا دوسرے لحاظ سے یقیناً پیچھے رہ جائے گا۔ شیطان سب سے آخری آدمی کو پکڑتا
ہے، اور جو انفرادی سرمایہ دار یہ یقینی بنانے میں ناکام ہو جائے کہ اس کا کاروبار فیکٹری اور کماڈٹی
مارکیٹ کے درمیان مسلسل تبادلہ میں موثر انداز میں اُسی موثر انداز میں منظّم ہو رہا ہے جس طرح کہ
خود فیکٹری کے اندر ہوتا ہے تو وہ منافع کی نارمل شرح حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوگا، خواہ وہ
اپنے مزدوروں کا کتنی سختی سے استحصال کرتا ہو۔ اس کے "محنت سے کمائے" منافعے کا ایک حصہ
راستے میں کہیں گم ہو جائے گا اور اس کی جیب کی طرف کا راستہ نہیں پائے گا۔

البتہ، صرف یہی کافی نہیں ہے۔ سرمایہ دار صرف اس وقت دولت اکٹھی کر سکے گا جب
وہ کماڈٹیاں پیدا کرے گا یعنی اشیائے استعمال۔ مزید برآں اسے حتمی طور پر وہی قسمیں پیدا کرنی
ہونگی جن کی سماج کو ضرورت ہو، اور اسے انہیں ضروری مقدار میں پیدا کرنا ہوگا، وگرنہ اس کی
کماڈٹیاں بغیر بکے رہ جائیں گی اور اُن میں موجود قدرِ زائد ضائع ہو جائے گی۔ انفرادی سرمایہ دار
اِن سارے عناصر کو کس طرح کنٹرول کر سکتا ہے؟ اسے یہ بتانے کے لئے کوئی نہیں ہے کہ سماج کو
کونسی کماڈٹیوں کی ضرورت ہے اور اس کی کتنی مقدار کی ضرورت ہے، صرف اس سادہ وجہ سے کہ کسی
کو معلوم ہی نہیں۔ ہم ایک، انارکی والے سماج میں رہتے ہیں، اور ہر انفرادی سرمایہ دار اسی حالت

میں ہے۔لیکن اس کے باوجود، اس افراتفری سے، اس کنفیوژن سے، ایک مجموعے کو منتج ہونا لازمی
ہے جو سرمایہ دار کے انفرادی بزنس کو بڑھنے کی اجازت دے اور بہ یک وقت سماج کی ضروریات کی
تسکین کرے اور اس کے وجود کو ایک سماجی جاندار کے بطور جاری رہنے کی اجازت دے۔

کماڈٹی مارکیٹ کے انارکی والے کنفیوژن کو انفرادی سرمایہ کی مسلسل گردش کی حرکت کا
امکان پیدا کرنا ہوگا، پیداوار کرنے، بیچنے، خام مال کی خریداری وغیرہ کا امکان، اور دوبارہ پیداوار
کرنے کا امکان، جبکہ سرمایہ اپنے پیسے والی شکل سے مسلسل اپنے کماڈٹی والی شکل میں بدلتا رہتا ہے
اور پھر دوبارہ۔ ان مراحل کو درست طور پر ہم آہنگ اور چست ہونا ہے: پیسہ کو خام مال کی خریداری
کے لئے ہر موزوں مارکیٹ موقع کو استعمال کرنے کے لئے ریزرو ہونا ہے، اور پیداوار کے موجودہ
اخراجات کو پورا کرنا ہے، اور جو پیسہ کماڈٹیوں کی فروخت کے بطور واپس بہتا ہوا آتا ہے اس کو فوری
طور پر دوبارہ استعمال کا موقع دیا جانا لازم ہے۔ انفرادی سرمایہ دار جو بظاہر ایک دوسرے سے بہت
آزاد ہیں، اب حقیقت میں باہم مل جاتے ہیں اور ایک عظیم بھائی چارہ بناتے ہیں، اور، کریڈٹ
کے نظام اور بنکوں کی برکت سے، وہ ایک دوسرے کو ضرورت کی رقم ایڈوانس کرتے ہیں اور میسر
پیسہ اٹھاتے ہیں، تاکہ انفرادی سرمایہ دار کے لئے اور بحیثیتِ مجموعی سماج کے لئے پیداوار اور
کماڈٹیوں کی فروخت کی بلا روک ٹوک پراگریس یقینی ہو۔

بورژوا معاشیات دانوں نے کریڈٹ کے نظام کے لئے کوئی وضاحت اس سے زیادہ
دریافت نہ کی کہ اُسے ''کماڈٹی تبادلہ کا تقویت دینے والا ایک ایجادی فیکلٹی کا ادارہ'' کہا، مگر
''کیپٹل'' کی دوسری جلد میں مارکس وضاحت کرتا ہے کہ، کریڈٹ کا نظام سرمایہ دار کی زندگی کا اہم
حصہ ہے، سرمایہ کے دو مرحلوں کے بیچ رابطہ پیداوار میں اور کماڈٹی مارکیٹ پہ، اور انفرادی سرمایہ کی
بظاہر آمرانہ حرکات کے بیچ۔

اور پھر، مجموعی طور پر سماج میں پیداوار کی مستقل گردش اور تصرف کو انفرادی سرمایوں کی
کنفیوژن کے اندر حرکت میں رکھنا ہوگا، اور اسے ایسے طریقے سے کرنا ہوگا کہ سرمایہ دارانہ پیداوار
کے لازمی حالات یقینی ہوں: وسائلِ پیداوار کی پیداوار، مزدور طبقے کی برقراری اور سرمایہ دار طبقے کی

ہمہ وقت بڑھتی ہوئی امیری، یعنی سماج کے سارے سرمایہ کا بڑھتا ہوا ارتکاز اور سرگرمی۔ ''کیپٹل'' کی
دوسری جلد تحقیق کرتی ہے کہ کس طرح انفرادی سرمایہ کی بے شمار گمراہ حرکتوں سے ایک مجموعہ تشکیل پاتا
ہے؛ کس طرح مجموعہ کی یہ حرکت خوشحال سالوں کے زائد اور بحرانی سالوں کی گراوٹ کے بیچ ڈگمگاتی
ہے، مگر صحیح تناسبوں میں بار بار جھٹکے سے پیچھے ہوتی ہے صرف دوبارہ ان سے فوراً دوسری جانب
جانے کو؛ اور کس طرح اس سب کچھ سے مزید زیادہ طاقتور وسعتوں میں وہ چیز پیدا ہوتی ہے جو کہ آج
کے معاشرے کے لئے صرف ایک ذریعہ ہے، اس کی اپنی بقا اور معاشی ترقی کے لئے اور وہ جو کہ اس
کا انجام ہے، یعنی سرمایہ کا بڑھتا ہوا ارتکاز۔ مارکس ہمیں کوئی آخری حل پیش نہیں کرتا، البتہ سو سالوں
میں پہلی بار، ایڈم سمتھ سے، مجموعہ کو متعین قوانین کی مضبوط بنیادوں پر پیش کیا گیا ہے۔

مگر حتیٰ کہ اس کے ساتھ سرمایہ دار نے اپنے سامنے خاردار راستے کو مکمل طور پر طے نہیں
کیا ہے اس لئے کہ گو کہ منافع کو پیسہ کی شکل دی گئی اور اسے بڑھتے ہوئے انداز میں پیسہ کی شکل دی
جا رہی ہے، بڑا مسئلہ اب یہ پیدا ہوتا ہے کہ لوٹ کے مال کو بانٹا کس طرح جائے۔ سرمایہ داروں کے
بہت سے گروہ اپنے مطالبات سامنے لاتے ہیں۔ آجر کے علاوہ مرچنٹ ہے، قرض والا سرمایہ دار
ہے اور زمین کا مالک ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے اجرتی مزدور کے استحصال کو ممکن بنانے میں اور
اجرتی مزدور کی پیدا کردہ کماڈٹیوں کی فروخت میں اپنا حصہ دیا، اور اب ہر ایک منافع میں سے اپنا
حصہ مانگتا ہے۔ منافع کی تقسیم اُس سے بہت زیادہ پیچیدہ مسئلہ ہے جو بظاہر اوپر سے نظر آتا ہے۔

پیداوار کے ایک شعبے میں کماڈٹیز تیزی سے پیدا اور فروخت ہوتی ہیں، اور سرمایہ میں مع
نارمل اضافہ مختصر وقت میں واپس آتا ہے۔ ایسے حالات میں بزنس اور منافع تیزی سے کئے جاتے
ہیں۔ پیداوار کے دوسرے شعبوں میں سرمایہ پیداوار میں برسوں تک رک جاتا ہے اور منافع بڑے
عرصے کے بعد ملتا ہے۔ پیداوار کی کچھ شاخوں میں آجر کو اپنے سرمائے کا زیادہ حصہ ''بے زندگی''
ذرائع پیداوار پر لگانا پڑتا ہے مثلاً عمارتوں، مہنگی مشنری وغیرہ پر، یعنی ایسی چیزوں پر جو خود اپنے طور
پر کوئی منافع نہیں دیتیں خواہ وہ منافع پیدا کرنے کے لئے کتنی ہی ضروری کیوں نہ ہوں۔ پیداوار کی
دوسری شاخوں میں آجر کو اپنے سرمایہ کو ایسی چیزوں پر بہت کم لگانا ہوتا ہے اور اس کا بڑا حصہ

مزدوروں کے روزگار پر استعمال کرنا ہوتا ہے، جن میں سے ہر ایک اُس کارآمد سطح کی نمائندگی کرتا ہے جو سرمایہ دار کے لئے سونے کا انڈا دیتی ہے۔

لہٰذا منافع کمانے کے پراسیس میں انفرادی سرمایہ داروں میں بڑے اختلافات پیدا ہوتے ہیں، اور بورژوا سماج کی نظروں میں یہ اختلافات ایک بہت زیادہ فوری ''نا انصافی'' کی نمائندگی کرتے ہیں بہ نسبت اس مخصوص ''تقسیم'' کے جو سرمایہ دار اور مزدور کے بیچ پیدا ہوتی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ کسی تصفیہ تک پہنچا جائے جو لوٹ کے مال کی ایک ''منصفانہ'' تقسیم کو یقینی بنائے، اس طرح کے ہر سرمایہ دار کو ''اپنا حصہ'' ملے۔ مزید برآں یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسے کسی شعوری اور باضابطہ منصوبے کے بغیر حل کیا جانا ہے، اس لئے کہ موجودہ زمانے کے سماج میں ڈسٹری بیوشن اسی طرح انارکی والی ہوتی ہے جس طرح کہ پیداوار۔ اصل میں ایک سماجی پیمانے کے معنے میں کوئی ''ڈسٹری بیوشن'' ہوتی ہی نہیں اور جو کچھ ہوتا ہے وہ محض ایک تبادلہ ہوتا ہے، کماڈٹی گردش ہوتی ہے، خرید و فروخت ہوتی ہے۔ لہٰذا ، بے ضابطہ کماڈٹی تبادلہ ہر انفرادی استحصال کنندہ اور استحصال کنندگان کی ہر کیٹیگری کو کس طرح دولت کا وہ حصہ حاصل کرنے دیتا ہے جو کہ پرولتاریہ کی قوت محنت نے پیدا کی ہے جو کہ سرمایہ دارانہ سماج میں انفرادی استحصال کنندہ یا استحصال کنندگان کی کیٹیگری کا ''حق'' ہے؟

اس سوال کا جواب مارکس ''کیپٹل'' کی تیسری جلد میں دیتا ہے۔ پہلی جلد میں اس نے سرمایہ پیداوار سے نمٹنے اور منافع بنانے کے راز کو بے نقاب کیا۔ دوسری جلد میں اس نے فیکٹری اور مارکیٹ کے بیچ پیداوار اور سماج کے صرف کرنے کے بیچ سرمایہ کی حرکت کو بیان کیا۔ تیسری جلد میں وہ بحیثیت مجموعی سرمایہ دار طبقے کے درمیان منافع کی تقسیم سے نمٹتا ہے۔ اور سارا وقت وہ سرمایہ دارانہ نظام کے تین بنیادی اصولوں کی بنیاد سے چل پڑتا ہے: پہلا، کہ جو کچھ سرمایہ دارانہ معاشرے میں ہو رہا ہوتا ہے وہ آمرانہ قوتوں کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ حتمی اور متواتر لاگو قوانین کا نتیجہ ہے، گو کہ یہ قوانین خود سرمایہ داروں کو بھی معلوم نہیں ہیں۔ دوسرا، کہ سرمایہ دارانہ سماج میں معاشی رشتے تشدد، ڈاکہ اور دھوکہ پر مبنی نہیں ہیں، اور تیسرا، کہ بحیثیتِ مجموعی سماج کی حرکتوں کو کنٹرول کرنے والی کوئی

سماجی منطق کام نہیں کر رہی۔ وہ سرمایہ دارانہ معاشرے کے تبادلہ کے میکنزم کی بنیاد پر (یعنی قدر اور قدرِ زائد کا قانون جو اس سے منتج ہوتا ہے) سرمایہ دارانہ معاشی نظام کے سارے رشتوں اور مظاہر کو ایک ایک کر کے منظّم انداز میں تجزیہ کرتا ہے اور بے نقاب کرتا ہے۔

اس عظیم تصنیف کو بحیثیت مجموعی اٹھا کر، ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پہلی جلد (جو کہ قدر، اجرتوں اور قدرِ زائد کے قوانین کو واضح کرتی ہے) موجودہ دور کے سماج کی بنیادوں کو ننگا کرتی ہے، جبکہ دوسری اور تیسری جلدیں ہمیں وہ عمارت بتاتی ہیں جو اُن بنیادوں پر کھڑی ہے۔ یا (ایک اور موازنہ استعمال کرتے ہوئے) ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پہلی جلد ہمیں جاندار کا دل دکھاتی ہے جو زندہ رس و عرق پیدا کرتا ہے، جبکہ دوسری اور تیسری جلد ہمیں مرکز سے لے کر نیچے جلد کے سیلز تک خون کی گردش اور جسم کی غذائیت دکھاتی ہیں۔

دوسری اور تیسری جلد کے مندرجات ہمیں ایک مختلف علاقے کی طرف لے جاتے ہیں۔ پہلی جلد میں ہم فیکٹری میں محنت کے اُس گہرے سماجی کھڈے میں ہیں جہاں ہم سرمایہ دارانہ دولت کا منبع تلاش کرتے ہیں، دوسری اور تیسری جلد میں ہم سطح پر ہیں، سماج کے آفیشل سٹیج پر۔ ڈیپارٹمنٹ سٹورز، بنک، سٹاک ایکسچینج، فنانس اور ''ضرورتمند'' زراعت پیشہ لوگوں کی مشکلات نمایاں جگہ لے لیتی ہیں۔ اس سٹیج پر مزدور کا کوئی رول نہیں ہے، اور حقیقت میں وہ اُن چیزوں میں کم دلچسپی دکھاتا ہے جو اُس کی کھال اُتارنے کے بعد اُس کے پیٹھ پیچھے واقع ہو رہی ہیں۔ ہم مزدور کو صرف اُس وقت کاروباری لوگوں کے پرشور ہجوم میں دیکھتے ہیں جب وہ صبح سویرے کی مدہم روشنی میں فیکٹریوں کو رواں دواں ہوتے ہیں یا دن بھر کے کام کے بعد ملگجی شام کو فیکٹریاں دوبارہ انہیں نکال باہر کرتی ہیں تو وہ دوبارہ گھر کی طرف تیزی سے رواں دواں ہوتے ہیں۔

لہٰذا، پہلی نظر میں ہوسکتا ہے یہ واضح نہ ہو کہ مزدور کیوں خود کو سرمایہ داروں کی نجی پریشانیوں میں الجھائے رکھیں اور اُن جھگڑوں کے ساتھ جو لوٹ کے مال کی تقسیم پر ہوتی ہیں۔ البتہ ، دوسری اور تیسری جلد دونوں موجودہ زمانے کے معاشی میکنزم کی جامع تفہیم کے لئے اتنی ہی ضروری ہیں جتنی کہ پہلی جلد۔ یہ سچ ہے کہ وہ جدید مزدور طبقے کی تحریک کے لئے وہی فیصلہ کن اور بنیادی تاریخی

کردار ادا نہیں کرتیں جتنا کہ پہلی جلد کرتی ہے، مگر پھر بھی، وہ سرمایہ داری کے طریقِ کار میں بصیرت کا ایک انبار پیش کرتی ہیں جو پرولتاریہ کے لیے اس کی آزادی کی عملی جدوجہد کے واسطے انمول دانشورانہ ہتھیار ہے۔ دو مثالیں کافی ہوں گی۔

دوسری جلد میں جب وہ اُس پراسیس سے نمٹ رہا تھا جس سے انفرادی سرمایوں کی بے ہنگم حرکت سے سماج کی متواتر طور پر دیکھ بھال منتج ہوتی ہے، مارکس قدرتی بحرانوں کے مسئلے کو چھوتا ہے۔ کسی کو اس مظہر پر کسی منظّم اور علاّماؤں والے مقالہ کی توقع نہیں کرنی چاہیے۔ دراصل یہاں محض چند حادثاتی مشاہدات ہیں، مگر اِن مشاہدات کا استعمال سارے روشن خیال اور سوچنے والے مزدوروں کے لئے عظیم اہمیت کا حامل ہوگا۔ مثال کے طور پر، یہ سوشلسٹوں اور خصوصاً ٹریڈ یونین لیڈروں کے ایجی ٹیشن میں اہم نکات میں سے ہے، کہ معاشی بحران زیادہ تر سرمایہ داروں کی کوتاہ بینی کے نتیجے میں آتے ہیں، جو اس حقیقت کو ذہن نشین نہیں کریں گے کہ مزدوروں کے انبوہ اُن کے بہترین گاہک ہیں اور یہ کہ انہیں صرف یہ کرنا ہے کہ ان مزدوروں کو بلند اجرتیں دیں تا کہ ان کی اشیاء کے لئے ناکام نہ ہوتی ہوئی قوتِ خرید کا وجود یقینی ہو اور اس طرح بحران کے ہر خطرے سے بچا جائے۔

یہ ایک بہت مقبول دلیل ہے، مگر یہ مکمل طور پر گمراہ کن ہے اور مارکس اسے اِن الفاظ میں مسترد کرتا ہے: ''یہ کہنا محض فالتو بات ہے کہ بحران کم تصرف ادائیگی یا کنزیومروں کو کم ادائیگی سے پیدا ہوتے ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام صرف کنزیومروں کو ادائیگی کرنا جانتا ہے............ جب کماڈٹیز ناقابلِ فروخت ہیں، تو اس کا سادہ مطلب یہ ہے کہ ان کے لئے خریدار، یا کنزیومر یا گاہک نہیں ہیں۔ جب لوگ اس فالتو بات کو یہ کہہ کر کوئی گہری معانی دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ مزدور طبقے کو خود اپنی پراڈکٹ میں کافی نہیں ملتا اور یہ کہ اگر اسے بڑا حصہ مل جائے یعنی اگر اس کی اجرتیں بڑھا دی جائیں تو برائی فوراً دور ہو جائے، تو صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ بحران مستقل طور پر ایسے دورانیوں سے واقع ہونا شروع کرتے ہیں جن میں اجرتیں عمومی طور پر بڑھ جاتی ہیں اور مزدور طبقہ نسبتاً زیادہ حصہ وصول کرتا ہے۔ ''عام کامن سنس'' کے اِن بہادر علمبرداروں کے نقطہ نگاہ سے، ایسے دورانیوں کو آنے والے بحرانوں سے بچانا چاہیے۔ چنانچہ لگتا ہے کہ سرمایہ دارانہ پیداوار میں وہ

حالات شامل ہوتے ہیں جو اچھی نیت یا بری نیت سے آزاد ہوتے ہیں اور جو مزدور طبقے کے لئے نسبتاً خوشحالی کے اس طرح کے وقتوں کو محض عارضی طور پر اجازت دیتے ہیں اور ہمیشہ آنے والے بحرانوں کے خبر رسانوں کے بطور''۔

''کیپٹل'' کی دوسری اور تیسری جلد میں مارکس کی تعاقب کی ہوئی تحقیقات بحرانوں کی نوعیت کے بارے میں ایک مفصل بصیرت دیتی ہیں۔ وہ بحران سرمایہ کی حرکت کے ناگزیر نتیجہ کے ہوتے ہیں، جو، ارتکاز اور بڑھوتری کی اپنی تسکین ناپذیر اور شدید ضرورت میں، تصرف کی حدود سے دور جلد ہی غوطہ لگاتی ہے، خواہ سماج کے ایک سیکشن کی بڑھی ہوئی قوتِ خرید یا نئی منڈیوں کے کھل جانے کے نتیجے میں یہ حدود کس قدر وسیع کیوں نہ بنائی جائیں۔ چنانچہ سرمایہ اور محنت کے بیچ مفادات کی ایک ہم آہنگی کا تصور جو ٹریڈ یونینوں کی مقبول ایجی ٹیشن کے پیچھے چوری چھپے رواں ہوتا ہے، ہم آہنگی جو صرف سرمایہ داروں کی کوتاہ بینی سے روکی جاتی ہے، کو رد کیا جاتا ہے اور سرمایہ داری کی معاشی انارکی کو پیوند لگانے کے علاج والے اقدامات کی ساری امید ترک کرنی ہوگی۔

جدید مزدور طبقے کی دانشورانہ اسلحہ خانے میں پرولتاریہ کی زندگی کے مادی حالات کی بہتری کی جدوجہد کے حق میں ایک ہزار شاندار دلائل ہیں اور اسے بلاشبہ اوپر دیے گئے نظریے کی طرح کے تھوریٹکل طور پر ایک نامعقول اور عملی طور پر مبہم دلیل کی ضرورت نہیں۔ ایک دوسری مثال:

''کیپٹل'' کی تیسری جلد میں مارکس پہلی بار ایک مظہر کی سائنسی توضیح مہیا کرتا ہے جس نے اپنی پیدائش کے وقت سے بورژوا معاشی سائنس کو الجھا کر رکھا ہے، یعنی گو کہ تبدیل ہوتے ہوئے حالات کے تحت سرمایہ کاری شدہ سرمایہ، پیداوار کی ساری شاخوں میں ایک عام اصول کے تحت صرف نام نہاد ''منافع کی رسمی شرح'' پیدا کرتا ہے۔ پہلی نظر میں یہ مظہر مارکس کے اپنے دیے ہوئے ایک بیان کی مخالفت کرتا نظر آتا ہے: یہ کہ سرمایہ دارانہ دولت صریحاً اجرتی مزدور کی ادائیگی نہ کی ہوئی محنت سے نکلتی ہے۔ کس طرح سرمایہ دار (جسے اپنے سرمائے کا نسبتاً بڑا حصہ بے جان ذرائع پیداوار میں لگانے کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے) وہی منافع حاصل کرتا ہے جو اُس کے ساتھی کرتے ہیں جسے ایسی چیزوں میں اپنا بہت ہی کم سرمایہ لگانا ہوتا ہے اور چنانچہ زندہ قوتِ محنت کی نسبتاً بڑی

مقداروں کو استعمال کر سکتا ہے؟

مارکس یہ دکھا کر اس معمہ کو غیر معمولی سادگی سے حل کرتا ہے کہ کماڈٹی کی ایک قسم کی اپنی قدر سے اونچی فروخت اور دوسری کماڈٹیز کی اپنی قدر سے کم پر فروخت کے ساتھ منافعوں میں فرقوں کو ہموار کیا جاتا ہے اور پیداوار کی ساری شاخوں کے لئے ''منافع کی ایک اوسط شرح'' پیدا کی جاتی ہے۔ بالکل غیر ارادی طور پر اور آپس میں کسی رضامندی کے بغیر سرمایہ دار اپنی کماڈٹیوں کو ایک ایسے طریقے سے تبادلہ کرتے ہیں کہ ہر سرمایہ دار قدرِ زائد کو (جو اس نے اپنے مزدوروں سے نچوڑ لی ہے) ایک عمومی ذخیرے میں حصہ ڈالتا ہے ، اور اُن کے مشترک استحصال کا پورا نتیجہ پھر سرمایہ داروں میں بھائی چارے میں تقسیم کیا جاتا ہے، جن میں سے ہر ایک اپنے سرمائے کے حجم کے مطابق حصہ پاتا ہے۔ چنانچہ انفرادی سرمایہ دار اس منافع سے لطف نہیں لیتا جو وہ اپنے مزدوروں سے براہِ راست نچوڑ لیتا ہے، بلکہ اُس ٹوٹل منافعے کا اپنا حصہ جو اس نے اور اس کے سرمایہ دار ساتھیوں نے مل کر مزدوروں سے نچوڑ لیا ہے: ''جہاں تک منافعے کا تعلق ہے، مختلف سرمایہ دار ایک جوائنٹ سٹاک کمپنی میں محض شیئر ہولڈروں کا کردار ادا کرتے ہیں، اس کے منافعوں کو برابر کی فیصدوں میں تقسیم کرتے ہوئے، تاکہ مختلف سرمایہ داروں کے حصے مشترکہ کام میں ہر ایک کی طرف سے سرمایہ کاری کی مقدار کے مطابق فرق رکھیں......''

''منافع کی اوسط شرح'' کے بظاہر دُھول اور گرد کی طرح خشک اِس قانون سے ہمیں سرمایہ دار طبقے کی یکجہتی کی اصل اور مادی بنیاد میں کیا ممتاز بصیرت پیش کی جاتی ہے! ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ گو کہ سرمایہ دار اپنی روزمرہ سرگرمیوں میں معاندانہ برادرانہ ہیں، مگر اس کے باوجود ، جہاں تک مزدور طبقے کا تعلق ہے وہ اس کے سارے ممبروں کی طرف سے کئے ہوئے سارے استحصال کے مجموعی نتیجے میں شخصی اور ایک طرح کے فری میسنی طور پر دلچسپی لیتے ہوئے لگتے ہیں۔

گو کہ قدرتی طور پر سرمایہ داروں کو ان معروضی معاشی قوانین کا کچھ بھی پتہ نہیں، حکمران طبقہ کے ممبروں کے بطور اُن کی ناکام نہ ہوتی جبلت خود کو اُن کے اپنے طبقاتی مفادات کے شعور اور پرولتاریہ کے ساتھ ان مفادات کے برعکس دکھاتی ہے۔ بدقسمتی سے اُن کا طبقاتی شعور تاریخ کے

طوفانوں میں مزدوروں کے طبقاتی شعور سے کئی گنا زیادہ مضبوطی سے جاری رہا، جس کی سائنسی بنیاد مارکس اور اینگلز کی تصانیف میں دکھائی گئی ہے۔

یہ دو مختصر اور منتخب مثالیں قاری کو کچھ خیال دینے کے لئے کافی ہونگی کہ ''کیپٹل'' کی دوسری اور تیسری جلدوں میں کتنا خزانہ ابھی تک کھودا نہیں گیا اور جو ابھی تک مقبول ہونے کا منتظر ہے، اور یہ منور مزدوروں کو دانشورانہ محرک اور دانشورانہ گہرائی کی ایک دولت پیش کرتی ہیں۔ دونوں اپنی نامکملی میں کسی آخری سچائی سے زیادہ کی پیشکش کرتی ہیں: فکر کو ایک حرکت دینا، تنقید اور خود تنقیدی، اور یہی اُن اسباق کا جوہر ہے جو مارکس نے مزدور طبقے کو دیے۔

4۔ ''کیپٹل'' کی قبولیت

اینگلز کی اظہار کردہ یہ امید کہ پہلی جلد مکمل کر چکنے اور ''ڈراؤنے بھوت'' سے چھٹکارا پانے کے بعد مارکس خود کو ''ایک بالکل ہی مختلف شخص محسوس کرے گا'' صرف جزوی طور پر پوری ہوئی۔

بدقسمتی سے مارکس کی صحت میں بہتری مستقل نہ تھی جبکہ اس کی مالی حالت شرمندہ کرنے والی غیر یقینی ہی رہی۔ تقریباً اِس موقع پر اس نے جنیوا منتقل ہونے کا بھی سوچا، جہاں وہ بہت سستے میں زندہ رہنے کے قابل ہو سکتا تھا مگر حالات نے اسے لندن اور برٹش میوزیم کے خزانوں سے باندھے رکھا۔ اسے اپنی کتاب کے انگریزی ترجمے کے لئے ایک پبلشر ملنے کی امید تھی، اور وہ ،اسے صحیح راستے پر حفاظت سے چلتے رہنے دیکھنے سے قبل ''انٹرنیشنل'' کی دانشورانہ رہبری کو چھوڑنے پر آمادہ اور قابل نہ ہوا تھا۔

اُس کی دوسری بیٹی لارا کی ''میڈیکل ہسپانوی نسل'' پال لافارگ سے شادی ایک پر مسرت گھریلو جشن تھا۔ اس نوجوان جوڑے کی منگنی اگست 1866ء میں ہوئی مگر یہ فیصلہ ہوا کہ اُن کی شادی سے قبل لافارگ اپنی میڈیکل تعلیم پوری کرے گا۔ لیگے میں طلبہ کی کانگریس میں شرکت کرنے کی وجہ سے اس کا نام یونیورسٹی آف پیرس سے دو سال کے لئے خارج کیا گیا، اور وہ پھر ''انٹرنیشنل'' کے سلسلے میں لندن چلا گیا۔ پہلے وہ پرودھون کا پیرو کار تھا اور مارکس سے اس کا کوئی

تعلق نہ تھا ماسوائے خوش اخلاقی میں ٹولین کی جانب سے ایک کارڈ چھوڑنے کے لئے اس کو وزٹ کرنے سے زیادہ۔مگر تقدیر نے عمومی انداز میں ایک کام کیا اور اس کے کچھ ہی عرصہ بعد مارکس نے اینگلز کو لکھا:''پہلے اس نوجوان نے خود کو مجھ سے وابستہ کیا، مگر زیادہ عرصہ نہ گزرا کہ اس نے باپ کی نسبت بیٹی کو زیادہ دلکش پایا۔ وہ ایک سابقہ کاشتکار خاندان کا اکلوتا بچہ ہے اور اس کی معاشی پوزیشن قابلِ برداشت حد تک اچھی ہے''۔ مارکس کے بیان کے مطابق لافارگ بھلا لگنے والا، ذہین، توانا، جسمانی طور پر صحت منداور خوش مزاج تھا، مگر کچھ کچھ بگڑا ہوا اور کچھ کچھ غیر شائستہ تھا۔ لافارگ کیوبا کے جزیرے سانتیاگو میں پیدا ہوا تھا، مگر جب وہ نو سال کا تھا اس کے والدین اُسے فرانس لے گئے۔ اس کی دادی ایک ''مولاٹو'' تھیں اور ان کی طرف سے لافارگ کی رگوں میں نیگرو خون تھا، ایک ایسی حقیقت جس کی طرف مارکس خوشی خوشی حوالہ دیتا تھا اور جو اس کی رنگت کے سانولے پن اور اس کی آنکھوں کی عظیم سفیدی کا باعث تھی، گو کہ بصورت دیگر اس کے خدوخال بہت متوازن تھے۔ شاید اس میں یہی نیگر وحسب نسب تھا جو کچھ کچھ ہٹ دھرمی کا باعث تھا جو کبھی کبھی مارکس کو اسے ڈانٹنے پر ابھارتا تھا، آدھا ناراضگی میں اور آدھا شغل تماشے میں، اس کی ''نیگرو کھوپڑی'' کے لئے۔ بہرحال جس خوش مزاج انداز میں وہ ایک دوسرے پہ فقرے بازی کرتے تھے وہ اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ وہ کس قدر خوشگوار طور پر رہتے تھے۔ مارکس کے لئے لافارگ صرف ایک داماد نہ بنا جو اس کی بیٹی لارا کے لئے خوشی لایا، بلکہ ایک قابل اور چست اسسٹنٹ بھی جو اس کی دانشورانہ میراث کا ایک وفادار دفاع کنندہ ثابت ہوا۔

اس عرصے میں مارکس کی سب سے بڑی پریشانی اس کی کتاب سے متعلق اس کی بے چینی تھی، اور دو نومبر 1867ء کو اس نے اینگلز کو لکھا:''میری کتاب کی تقدیر مجھے مضطرب بناتی ہے ۔ مجھے نہ کچھ سنائی دیتا ہے نہ دکھائی۔ جرمن عمدہ لوگ ہیں!۔ اس شعبے میں ان کی حاصلات بطور انگریزوں اور فرانسیسیوں حتیٰ کہ اطالویوں کی خوشامدیوں کے، بلاشبہ انہیں میری تصنیف کو نظر انداز کرنے کا حق دیتی ہیں۔ وہاں ہمارے دوستوں کو پتہ نہیں کہ ہلچل کس طرح ڈالی جائے۔ اور اس دوران روسی پالیسی کو دیکھنا اور انتظار کرنا چاہیے۔ صبر، روسی ڈپلومیسی کا راز اور کامیابی ہے، مگر ہم

غریب مخلوق جنہیں صرف ایک زندگی ملتی ہے اس عرصے میں فاقے کریں گے''۔ ان سطروں میں موجود بے صبری قابلِ فہم تو ہے، مگر یہ جائز نہیں۔

کتاب کی اشاعت کو محض دو ماہ گزرے تھے اور اس قدر مختصر وقت میں کوئی واقعی مفصل تنقید لکھنا ناممکن تھا، مگر اینگلز اور کُوگلمین دونوں نے ''کتاب کے بارے میں ایک شور پیدا کرنے کی ''ہر ممکن کوشش کی اور حتیٰ کہ مارکس نے سوچا کہ وقتی طور پر انگلینڈ میں بھی کچھ اثر پیدا کرنے کی امید بھی بہت ضروری تھی۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اینگلز اور کُوگلمین اپنی کوششوں میں زیادہ ہی رسمی تکلفات کے پابند تھے، مگر وہ کامیابی کی کچھ مقدار سے ہمکنار ہو گئے۔ انہوں نے کئی اخباروں میں بشمول بورژوا اخباروں کے، کتاب کے ایڈوانس اشتہار کی اشاعت حاصل کر لی، اور حتیٰ کہ پیش لفظ کا ایک ری پرنٹ بھی۔ اور اس کے علاوہ انہوں نے ایک اشتہار بھی تیار کیا تھا جو اُن دونوں میں کافی چونکا دینے والا تھا، یعنی ''ڈائی گارٹنلوب'' میں ایک سوانحی مضمون کی اشاعت، جب مارکس نے اُن سے اس طرح کی بکواسیات کے روکنے کی درخواست کی:''میں ایسی چیز کو بہتر کے بجائے نقصان دِہ سمجھتا ہوں، بہرحال، یہ سائنس کے ایک آدمی کی شان سے نیچی بات ہے۔ مثال کے طور پر، کافی عرصہ قبل میئر کے ''انسائیکلو پیڈیا'' نے مجھ سے سوانحی نوٹ کا کہا تھا، مگر میں نے ان کی مطلوبہ اطلاعات تو کجا اُن کے خط کا جواب تک نہیں دیا۔ ہر شخص کا اپنا ذوق ہوتا ہے''۔ جو مضمون اینگلز نے ''ڈائی گارٹنلوب'' کے لئے لکھا تھا،''بڑی تیزی سے لکھا کتاب کے فلیپ پر ایک مختصر تعریفی اشتہار' جس طرح کہ اس کے مصنف نے اسے بیان کیا' بالآخر جوہان جیکوبی کے ترجمان ''ڈائی ذوکونٹ'' میں چھپ گیا، جسے گائیڈ وئیس 1867ء سے برلن میں شائع کرتا رہا تھا، اور پھر لیبخنت نے اسے دوبارہ ''ڈیموکریٹیشے ووچنبلاٹ'' میں چھاپا، مگر بہت مختصر کر کے، جس نے اینگلز کو ناراضی سے یوں تبصرہ کروایا:''ویلہلم اب مسرت سے ایسے مرحلے تک پہنچا جہاں وہ یہ تک کہنے کی جرات نہیں کرتا کہ لاسال نے آپ کی نقل کی اور بری نقل کی۔ اس نے مضمون کو مکمل طور پر خصی کر دیا، اور اس نے ایسا کرنے کے بعد اسے شائع کرنے کے قابل کیوں سمجھا، یہ وہی جانتا ہے''۔ لیبخنت اصل میں ان فقروں کے ساتھ مکمل طور پر متفق تھا جسے اس نے مضمون سے کاٹ دیا تھا، مگر اس نے اس کے باوجود

کاٹ لیا تا کہ کئی لاسالیوں کو رنجش دینے سے پرہیز کرے جو ابھی ابھی شوِٹزر سے دور ہو گئے تھے اور
آئزناخ گروہ قائم کرنے میں مدد کر رہے تھے۔

بعد میں مارکس کی تصنیف کو کچھ شاندار تنقیدیں موصول ہوئیں۔ مثلاً ''ڈیموکریٹشے ووچنبلاٹ'' میں اینگلز سے ایک ریویو، ایک شوِٹزر کی طرف سے ''سوشلڈیموکریٹ'' میں، اور اول الذکر اخبار میں جوزف ڈیٹزجن کی طرف سے ایک دوسرا ریویو۔ اینگلز کے ریویو کے علاوہ، جس نے قدرتی طور پر زیر بحث نکات کی ایک جامع تفہیم دکھائی، مارکس یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوا کہ کئی غلطیوں کے باوجود شوِٹزر نے یقیناً کتاب پڑھ لی تھی اور وہ اس کی اہمیت سمجھ گیا تھا۔ مارکس نے ''کیپٹل'' کے چھپنے کے بعد پہلی بار ڈیٹزجن کا نام سنا تھا اور اس نے ایک قابل فلسفیانہ دماغ کے بطور اسے خوش آمدید کہا، مگر اس کے بارے میں کوئی بہت زیادہ بلند رائے بنائے بغیر۔

پہلے ''ماہر'' نے بھی 1867ء میں اسٹیج سنبھالا۔ یہ یوجن ڈوہرنگ تھا، جس نے میئر کے انسائیکلو پیڈیا کے ایک ضمیمے میں کتاب کو ریویو کیا۔ گو کہ مارکس نے محسوس کیا کہ ڈوہرنگ اس کی کتاب میں موجود بنیادی طور پر نئے عناصر کو اچھی طرح نہیں سمجھا تھا، وہ مجموعی طور پر ریویو کرنے والے سے غیر مطمئن نہ تھا، اسے کافی ''شائستہ'' قرار دیتے ہوئے، گو کہ اس نے شک کیا کہ ڈوہرنگ کا رویہ زیر بحث نکات کی ایک تفہیم یا ان کے لئے کسی خاص دلچسپی سے زیادہ روسچر اور دوسرے یونیورسٹی علاّماؤں سے اس کی نفرت سے متعین ہوا تھا۔ ڈوہرنگ کے ریویو کے بارے میں اینگلز کی رائے بہت کم موافقانہ تھی اور حقیقت میں اس کا زیادہ باریک بین فیصلہ تھا اس لئے کہ کافی عرصہ نہ ہوا تھا ڈوہرنگ مکمل طور پر الٹا پلٹ گیا تھا اور کتاب کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی اپنی ساری کوشش کی تھی۔ مارکس کو دوسرے ''ماہرین'' کے ہاتھوں کوئی بہتر قسمت نہ تھی اور آٹھ سال بعد ان معززین میں سے ایک نے، جس نے احتیاط سے اپنا نام چھپا لیا، دنیا کو مبہم طور پر اطلاع دی کہ مارکس ایک ''خود آموز عالم'' تھا جس نے سائنسی پراگریس کی ایک پوری نسل کو نظرانداز کیا تھا۔
''ماہرین'' کے ہاتھوں ایسی اور اسی طرح کی حاصلات کے بعد مارکس نے اُن کی طرف جو تلخی دکھائی وہ بالکل باجواز تھی، گو کہ اس نے شاید زیادہ اُن کی بدنیتی پر محمول کیا جو اُن کی جہالت پر محمول

کیا جانا چاہیے تھا، اس لئے کہ وہ اس کے جدلیاتی طریق کو بالکل بھی نہ سمجھ پائے تھے۔ یہی بات اُن پر بھی صادق آتی تھی جن کے پاس نہ تو خیر خواہی کی کمی تھی اور نہ معاشی علم کی، مگر اس کے باوجود کتاب کو سمجھنے میں مشکل لگی، جبکہ دوسری طرف وہ لوگ جو کسی طور پر بھی معاشی معاملات سے واقف نہ تھے اور جو کم و بیش کیمونزم سے معاندانہ تھے، مگر جو ہیگلی مکتب سے گزرے تھے، اُس کے لئے عظیم ترین گرمجوشی سے بولے۔

مثال کے طور پر، محنت کے مسئلے پر ایف اے لانگے کی کتاب کے دوسرے ایڈیشن پر مارکس یہ اعلان کرتے ہوئے اپنے فیصلے میں غیر شعوری طور پر درشت تھا، جس میں مصنف ''کیپٹل'' کی پہلی جلد کے بارے میں تفصیل سے نمٹا تھا، ''جناب لانگے اپنی تعریفوں میں بلند آہنگ ہے، مگر صرف خود کو اہم بنانے کے لئے''۔ یہ یقیناً درست نہ تھا، اس لئے کہ محنت کے مسئلے پر لانگے کی ایماندارانہ دلچسپی سارے شکوک سے بالاتر تھی، گو کہ مارکس کافی درست تھا جب اس نے تبصرہ کیا کہ لانگے کو ہیگلی طریقے کے بارے میں کچھ پتہ نہ تھا اور وہ اس تنقیدی طریقے کے بارے میں تو اور بھی کم جانتا تھا جس میں اس نے یعنی مارکس نے اسے استعمال کیا تھا۔ اصل میں لانگے نے سچ کو الٹا کر دیا جب اس نے اعلان کیا کہ قیاسی انداز میں دیکھنے پر لاسال ہیگل سے زیادہ آزاد تھا جتنا کہ مارکس تھا، جس کی صورت قیاسی اِس کے فلسفیانہ ماڈل کے طریق سے قریبی طور پر جڑی ہوئی تھی اور کتاب کے کچھ حصے اپنے مواد پر مشکلات سے حاکمی کرتے تھے۔ مثال کے طور پر قدر کی تھیوری سے متعلق، جس پہ، بر سبیلِ تذکرہ لانگے کوئی مستقل اعزاز نہیں کرتا تھا۔

پہلی جلد پر فریلیگراتھ کا فیصلہ، جس کی ایک کاپی مارکس نے اسے تحفہ کی تھی، اور بھی مخصوص تھا۔ اِن دونوں کے درمیان دوستانہ تعلقات 1859ء سے چلے آرہے تھے، گو کہ کبھی کبھار یہ ابر آلود ہوتے تھے، تیسرے آدمیوں کے قصور کی وجہ سے۔ اور فریلیگراتھ جرمنی واپس جانے والا تھا جہاں اس بنک کے لندن برانچ کے بند ہو جانے کے بعد جس کے لئے وہ کام کرتا تھا، یہ ساٹھ سالہ بوڑھا شخص گزر بسر سے محروم ہو چکا تھا۔ بنک کی طرف سے ایک چندہ اس کے لئے ایک بے پرواہ بڑھاپے کی زندگی کا وعدہ کر رہا تھا۔ اس موقع پر جو آخری خط اس نے اپنے پرانے دوست کو لکھا

۔(اس کے بعد ان دونوں کے درمیان کوئی خط و کتابت نہ ہوئی) اس میں مارکس کی بیٹی لارا کی نوجوان لافارگ سے شادی پر دلی مبارکباد موجود تھی اور ''کیپٹل'' کی پہلی جلد کی کاپی پہ اتنا ہی دلی شکریہ ادا کیا جو مارکس نے اسے بھیجی تھی ۔اس نے بتایا کہ کتاب کے مطالعے نے اسے بہت سے طریقوں سے منور کردیا تھا، اور یہ عظیم مسرت کا ایک منبع رہی تھی ۔ کتاب کی کامیابی شاید اچانک اور دھماکہ خیز نہ ہو، مگر اس کا اثر بہت ہی گہرا اور زیادہ مستقل ہوگا ۔ اِدھر تک تو ٹھیک تھا، مگر پھر اس نے اعلان کیا: ''میں جانتا ہوں کہ رائن لینڈ میں کئی نوجوان تاجر اور مینوفیکچرر کتاب کے بارے میں گرمجوش ہیں، اور ایسے حلقوں میں یہ اپنا اصل مقصد حاصل کر لے گی، اور ساتھ میں یہ سکالرز کے لئے ریفرنس کے بطور ایک ناگزیر تصنیف ثابت ہوگی ۔ یہ سچ ہے کہ فریلیگراتھ نے معاشیات دانی کا دعویٰ کبھی نہ کیا۔ اور اس کے اپنے بقول وہ ''اور ساری عمر 'Hegeling اور Heckling' سے نفرت کرتا رہا''، مگر بہر حال اُس نے انگریز مرکزی شہر کی ہنگامہ خیز زندگی میں دو دہائیاں گزاری تھیں، اور لہٰذا یہ اس کی طرف سے ایک غیر معمولی پرفارمنس تھی جب اس نے ''کیپٹل'' کی پہلی جلد کو نوجوان تاجروں اور مینوفیکچرروں کے لئے ایک طرح کی گائیڈ بک قرار دیا، اور زیادہ سے زیادہ ''ساتھ میں'' اسکالروں کے لئے ایک ریفرنس کتاب ۔

دوسری طرف روگے کا خیال بالکل مختلف تھا ۔ گو کہ وہ کمیونزم کو زہر سمجھتا تھا اور معاشیات کے کسی بھی علم سے بوجھل نہ تھا، وہ ایک بار ایک ینگ ہیگلی کے بطور جرات سے لڑا تھا ۔ ''یہ ایک عہد ساز تصنیف ہے اور یہ سماجی زمانوں کی ترقی، تنزل، بچہ کی پیدائش کے دردوں اور خوفناک انداز میں دردناک بیماریوں پر ایک شاندار، اور کبھی کبھی آنکھوں کو خیرہ کرنے والی روشنی ڈالتی ہے ۔ عدم ادائیگی والی محنت سے قدرِ زائد کی پیداوار پر فقروں، اُن مزدوروں کی بے دخلی جو ایک زمانے میں اپنے لئے کام کرتے تھے، اور بے دخل کرنے والوں کی ایک قریب آنے والی بے دخلی کلاسیک ہیں ۔ مارکس کا علم وسیع اور اسکالروں والا ہے، اور اس کے پاس عمدہ جدلیاتی ٹیلنٹ ہے ۔ کتاب کئی لوگوں اور کئی اخبار نویسوں کے دانشورانہ افق سے بہت اونچی ہے.......... مگر یہ اپنے منصوبہ کی خاموشی کے باجود یقیناً اپنا راستہ بنائے گی، یہ شاید صرف اسی وجہ سے ایک طاقتور اثر ڈالے گی'' ۔

لڈوگ فیورباخ نے اسی طرح کا فیصلہ دیا اس فرق کے ساتھ کہ وہ مصنف کی جدلیات میں کم دلچسپی رکھتا ہے بہ نسبت اس حقیقت کے کہ کتاب ''دلچسپ ترین کی ناقابلِ تردید حقیقتوں سے مالا مال ہے مگر بہ یک وقت خوفناک ترین نوعیت''، جو اس کے خیال میں اس کے اخلاقی فلسفے کے سچ کو ثابت کرنے گیا کہ جہاں زندگی کی ضروریات غیر حاضر تھیں، اخلاقی جبر بھی غائب تھا۔

پہلی جلد کا پہلا ترجمہ روس میں نمودار ہوا۔ 12 اکتوبر 1868ء میں مارکس نے کُوگلمین کو رپورٹ کیا کہ سینٹ پیٹرسبرگ میں ایک پبلشر نے یہ اطلاع دے کر اسے حیران کر دیا کہ ایک ترجمہ پہلے ہی چھپائی میں ہے، اور اس نے سرورق کے بطور استعمال کرنے کے لئے ایک فوٹو کی درخواست کی ۔ وہ اپنے روسی ''اچھے دوستوں'' کو اس چھوٹی سی بات پہ انکار کرنا نہیں چاہتا تھا اور اس بات کو اس نے تقدیر کا ایک مذاق جانا کہ روسی جن کے خلاف وہ جرمن، فرانسیسی اور انگریزی میں 25 سال تک لڑا تھا ہر وقت اُس کے ''سرپرست'' بنے تھے ۔ پرودھون کو اس کا جواب اور اس کی ''سیاسی معیشت کی تنقید'' روس سے زیادہ کہیں اچھی نہیں بکیں ۔ پھر بھی، وہ انہیں اس کا بہت زیادہ کریڈٹ دینے کو تیار نہ تھا اور اس نے اعلان کیا کہ یہ خالصتاً اپی کیورین ازم تھا، انتہا پسند پراڈکٹس کے لئے ایک خواہش جو مغربی دنیا پیش کر سکتی تھی ۔

البتہ یہ سچ نہ تھا ۔ ترجمہ کہیں جا کر 1872ء میں نمودار ہوا، لیکن یہ ایک سنجیدہ سائنسی کار نامہ اور ایک عظیم کامیابی ثابت ہوا، اور مارکس نے خود اسے ''ماہرانہ'' کہا ۔ مترجم ڈینیلسن تھا، جو نکولائی والے قلمی نام سے زیادہ مشہور تھا، اور سب سے زیادہ اہم ابواب کے ترجمے میں اس کی مدد ایک نوجوان بہادر انقلابی لوپاٹن نے کی تھی ؛ ''ایک بہت ہی وسیع جاگا ہوا اور تنقیدی دماغ، ایک مسرور کردار اور ایک روسی کسان کا سا Stoical، جو ہر چیز کو اسی طرح لیتا ہے جس طرح کہ اسے دیکھتا ہے'' مارکس نے 1870ء کی گرمیوں میں اس سے واقفیت پانے کے بعد اس کو بیان کیا ۔

روسی سنسر شپ حکام نے ترجمے کی اشاعت کی اجازت مندرجہ ذیل وضاحت کے ساتھ دی: ''گو کہ مصنف کے سیاسی عقائد مکمل طور پر سوشلسٹی ہیں اور گو کہ ساری کتاب بہت ہی سوشلسٹ خصوصیت والی ہے، اس کی صورت کا طرز یقیناً ایسا نہیں جس سے کتاب سب کے لئے کھلی ہوئی ہو، مزید

برآں یہ سختی کے ساتھ ایک سائنسی طرز سے لکھی ہوئی ہے کہ کمیٹی کتاب کو پابندی سے مستثنیٰ ہونے کا اعلان کرتی ہے''۔ ترجمہ 27 مارچ اور 25 مئی کو ایک ہزار کی تعداد میں چھپا، پورے ایڈیشن کی ایک تہائی فروخت کی جا چکی۔

اسی وقت ایک فرانسیسی ترجمہ نمودار ہونا شروع ہوا اور اصلی جرمن کا ایک دوسرا ایڈیشن بھی، دونوں دو حصوں میں۔ فرانسیسی ایڈیشن خود مارکس کی اچھی خاصی مدد کے ساتھ جے۔ رائے نے تیار کیا، جس نے اس کے ساتھ ''شیطان کا سا سلوک'' کیا اور مارکس اکثر شکایت کرتا تھا کہ یہ اسے زیادہ وقت اور محنت پہ پڑا بہ نسبت اس کے کہ اگر وہ یہ سارا کام خود کرتا۔ ''کیپٹل'' کی پہلی جلد کو جرمنی، روس اور فرانس کی بہ نسبت انگلینڈ میں کم کامیابی ملی۔ بظاہر محض ایک مختصر سا ریویو شائع ہوا (سیچر ڈے ریویو میں) مگر اس نے اعلان کیا کہ مارکس کے پاس خشک ترین معاشی معاملات تک کو ایک خاص لبھاؤ عطا کرنے کا تحفہ موجود تھا۔ ''فورٹ نائیٹلی ریویو'' کے لئے اینگلز کا لکھا ہوا ایک طویل تر ریویو اس بنیاد پر مسترد کیا گیا کہ یہ ''بہت گندہ'' تھا، حالانکہ میگزین کے ساتھ وابستہ پروفیسر بیسلی نے اسے منظور کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ مارکس نے انگریزی ترجمے پہ بہت امیدیں لگا رکھی تھیں، مگر اس کی زندگی میں کوئی انگریزی ترجمہ نہ ہوا۔

باب سیزدہ:

''انٹرنیشنل'' اپنے عروج پر

1-انگلینڈ، فرانس اور بلجیم

''انٹرنیشنل'' کی دوسری کانگریس ''کیپٹل'' کی پہلی جلد کے نمودار ہونے کے جلد بعد 2 سے 8 ستمبر 1867ء تک لوآسان میں منعقد ہوئی۔ اس کی سطح اس قدر اونچی نہ تھی جس قدر کہ جنیوا میں پہلی کانگریس کی تھی۔

حتیٰ کہ ''جنرل کونسل'' کی طرف سے جولائی میں جاری کردہ اپیل، جس میں کانگریس کو مضبوط وفود بھیجنے کا کہا گیا، ''انٹرنیشنل'' کے وجود اور سرگرمی کے تیسرے سال کے اپنے سروے میں بالکل کم دلچسپ تھی۔ محض سوئٹزرلینڈ اور بلجیم (جہاں مارخینی میں ہڑتالی مزدوروں کے قتلِ عام نے پرولتاریہ کے جذبات کو ابھارا تھا) ایک مستقل پراگریس رپورٹ کرنے کے قابل تھے۔ اور مسودہ باقیوں کے لئے مختلف حالات سے مختلف ممالک میں پروپیگنڈہ کے راستے میں حائل رکاوٹوں کی شکایتیں کرتا ہے۔ 1848ء سے قبل جرمنی نے سماجی معاملات میں گہری دلچسپی دکھائی تھی، مگر اب وہ مکمل طور پر قومی اتحاد کے معاملے میں مصروف تھا۔ فرانسیسی مزدوروں کی ہڑتالوں میں دینے والی اُس کی توانا مدد کے باوجود ''انٹرنیشنل'' نے فرانس میں آزادی کی کمی کی وجہ سے متوقع پراگریس نہ کی تھی۔ یہ حوالہ ہے 1867ء کے موسمِ بہار میں پیرس میں کانسی کے مزدوروں کے بڑے پیمانے میں

باہر کردینے کا، جو تنظیم سازی کے لئے لڑائی میں بدل گیا اور مزدوروں کی فتح پہ ختم ہوا۔

انگلینڈ نے بھی ایک معمولی سرزنش حاصل کی۔ اپیل اشارہ کرتی ہے کہ عام حقِ رائے دہی کی اصلاح کے لئے تحریک نے اس قدر زور پکڑا تھا کہ وہ وقتی طور پر معاشی معاملات دیکھنے سے قاصر تھی۔ البتہ، عوام الناس کے دباؤ کے تحت ڈزرائیلی اُس سے بھی وسیع تر حقِ رائے دہی دینے پر مجبور ہوا جس کا گلیڈسٹون نے ابتدا میں ارادہ کیا تھا اور اب ایک ''قصبہ گھر'' کے ہر کرایہ دار نے ووٹ حاصل کرلیا۔ خواہ اس کا سالانہ کرایہ جتنا بھی ہو۔ پھر ''جنرل کونسل'' نے اس امید کا اظہار کیا کہ انگریز مزدوروں کے لئے اب وقت آن پہنچا کہ وہ ''انٹرنیشنل'' کی افادیت کو سمجھیں۔ آخر میں اس نے ریاست ہائے متحدہ کا حوالہ دیا جہاں کئی ریاستوں میں مزدوروں نے آٹھ گھنٹے کا دن حاصل کرلیا۔

''انٹرنیشنل'' کا ہر سیکشن، قطع نظر اس کے حجم کے، کانگریس میں ایک مندوب بھیجنے کا مستحق تھا۔ بڑے سیکشنوں کو پہلے 500 ممبروں پر ایک مندوب بھیجنے کا حق تھا اور بعد کے ہر پانچ سو ممبروں پر مزید ایک مندوب کا۔ کانگریس کے سامنے فرائض یوں بیان کیے گئے:

1۔ نجات کی اپنی جدوجہد میں مزدور طبقے کے ایک مشترک مرکز کے قیام کے لئے ''انٹرنیشنل'' کو کون سے عملی اقدام کرنے چاہئیں، اور

2۔ بورژوازی اور حکومت کو مزدور طبقے کے دیے ہوئے اعتماد کو نجات کے لئے پرولتاریہ کی جدوجہد کے مفاد میں کس طرح استعمال کیا جائے؟

یہ پروگرام بہت عمومی تھا، اور اس سے بھی بری بات یہ تھی کہ اس کے ساتھ کوئی میمورنڈم نہیں تھا جس سے کہ اس کی کوئی مفصل بنیاد مہیا ہوتی۔ آلاتِ موسیقی بنانے والے ڈوپونٹ، اور ایکاریئس لوآسان کے نمائندوں کے بطور ''جنرل کونسل'' گئے۔ ڈوپونٹ فرانس کے لئے مراسلاتی سیکرٹری اور ایک بہت ہی قابل شخص تھا۔ جنگ کی غیر حاضری میں اس نے کانگریس کی صدارت کی کرسی سنبھالی جہاں 71 مندوبین موجود تھے۔ جرمن وفد میں کوگلمین، ایف اے لانگے۔ لوئی بُوچنر اور لیڈنڈارف (ایک اچھا بورژوا ڈیموکریٹ مگر کمیونزم کا شدید مخالف) شامل تھے۔ فرانسیسی اطالوی گروپ ٹیوٹانی گروپ سے تعداد میں بہت زیادہ تھا، اور چند بلجیم اور اطالویوں کے

علاوہ یہ زیادہ تر فرانسیسی اور سوئس فرنچ مندوبین پر مشتمل تھا۔

اس بار پرودھونسٹوں نے ''جنرل کونسل'' کے حوالے سے جامع اور تیز رفتاری سے اپنی تیاری کی، اورانہوں نے ''جنرل کونسل'' کی کانگریس اپیل جاری کرنے سے تین ماہ قبل کانگریس کے لیے اپنا ایجنڈا تیار کرلیا جس میں اس طرح کے نکات شامل تھے: باہمی تعاون بطور سماجی رشتوں کی بنیاد، سماجی خدمات کی انجام دہی کے لئے مساوی معاوضہ، قرضہ اور عوامی بنکیں، باہمی انشورنس ایسوسی ایشنیں، سماج میں مرد اور عورت کی پوزیشن، اجتماعی اور انفرادی مفادات، ریاست بطور انصاف کے سرپرست و فراہم کنندہ، سزا دینے کا حق، اور اسی طرح کے درجن بھر معاملات۔ نتیجہ ناپاک کنفیوژن تھا۔ مگر تفصیل میں جانا ضروری نہیں ہے اس لئے کہ مارکس کا ان سب سے اور فیصلوں سے کوئی سروکار نہ تھا، جن میں سے کئی باہم متضاد تھے۔ کانگریس کی منظور کردہ یہ باتیں محض کاغذ پر وجود رکھتی تھیں۔

کانگریس کا عملی کام اس کے تھیوریٹکل مباحث سے زیادہ بارآور تھا۔ اس نے ''جنرل کونسل'' اور اس کے لندن ہیڈ کوارٹر کو پکا کیا اور سالانہ چندہ دس سنٹ فی ممبر مقرر کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے یہ فیصلہ کیا کہ سارے ممبروں کی طرف سے اس رقم کی فوری ادائیگی سالانہ کانگریسوں میں مندوب بھیجنے کے لئے لازمی شرط ہوگی۔ اس نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ مزدور طبقے کی سماجی نجات سیاسی عمل سے الگ نہیں کی جاسکتی، اور یہ کہ سیاسی آزادی کے لئے جدوجہد ایک بنیادی اور حتمی ضرورت ہے۔ اس نے اس بیان کو اتنی اہمیت دی کہ اس نے بعد میں ہونے والی ہر کانگریس میں اسے حلف کے بطور دوہرانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے ''امن و آزادی'' کی بورژوا لیگ کی طرف بھی ایک درست رویہ اپنایا، جو حال ہی میں ریڈیکل بورژوازی کی کوکھ میں سے نکلی ہوئی تھی اور جس نے جلد بعد اپنی پہلی کانگریس جنیوا میں منعقد کی تھی۔ ''لیگ'' کی مزدوروں کی مدد حاصل کرنے کی ساری کوششوں کا اس سادہ سے بیان میں جواب دیا گیا: ہم آپ کو خوشی خوشی مدد دیں گے جب بھی اس سے ہمارے اپنے مفادات کو تقویت ملے گی۔

حیران کن طور پر ''انٹرنیشنل'' کی اس غیر اہم کانگریس نے اپنی پہلی کانگریس کی بہ نسبت بورژوا دنیا میں زیادہ توجہ حاصل کی۔ گو کہ یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ پہلی کانگریس اُس وقت منعقد ہوئی

تھی جب آسٹرو پروشیائی جنگ کی بازگشتیں ابھی تک یورپ کو پریشان کررہی تھیں۔ بالخصوص برطانوی پریس، اورسب سے بڑھ کر'' دی ٹائمز'' (جس کے لئے ایکاریئس رپورٹنگ کرتا تھا) نے لاؤسان کانگریس میں ایک بھرپور دلچسپی دکھائی، حالانکہ اس نے اس سے قبل والی کانگریس کو مکمل طور پر نظرانداز کردیا تھا۔ قدرتی طور پر طعنہ زنی اور تضحیک کی کمی نہ تھی، مگر پھر بھی بورژوازی نے ''انٹرنیشنل'' کوسنجیدہ لینا شروع کردیا۔'' درور بوٹے'' کوایک خط میں مسز مارکس نے لکھا: ''جب ہماری کانگریس کا تقابل اُس کے سوتیلے بھائی'' پیس کانگریس'' سے کیا گیا تو یہ تقابل ہمیشہ بڑے بھائی کے حق میں تھا، اس لئے کہ ثانی الذکر کو ہمیشہ شدید خطرہ گردانا گیا جبکہ اول الذکر سے ایک مذاق اورایک مزاحیہ اداکار کی طرح سلوک کیا گیا۔ مارکس خود کواسی طرح سے مطمئن کرتا تھا، اس لئے کہ یہ ناممکن تھا کہ وہ لاؤسان مباحثوں سے مطمئن محسوس ہوتا: ''چیزیں حرکت میں ہیں۔ اور بغیر فنڈز کے! اور پیرس میں پرودھونسٹوں اور اٹلی میں مازینی کی سازشوں کے سات، لندن میں حاسداوڈگر، گریمر اور پوٹر، اور جرمنی میں شلزے ڈیلیچ اور لاسالیوں کے ساتھ۔ ہم بہت مطمئن ہونے کے مستحق ہیں''۔ اور اینگلز نے اعلان کیا کہ جب تک ''جنرل کونسل'' لندن میں تھی یہ بات اہم نہ تھی کہ کانگریس نے لاؤسان میں کیا فیصلہ کیا۔ یہ بہت سچ ہے، اس لئے کہ اپنے وجود کے تیسرے سال کے ساتھ ''انٹرنیشنل'' کے لئے پرامن ترقی کا دور ختم ہوا اور شدید جدوجہدوں کا دور شروع ہوا۔

لاؤسان کانگریس کے اختتام کے چند دن بعد ایک واقعہ ہوا جس کے دُور رس نتائج تھے۔ 18 ستمبر 1867ء میں آئرلینڈ کے آزادی پسندوں نے ایک جیل ویگن پکڑی جس میں آئرلینڈ کے دو آزادی پسند قیدی لے جائے جارہے تھے۔ انہوں نے دن دھاڑے اپنا حملہ کیا، ویگن کے دروازے توڑ ڈالے اور ایک پولیس والے کو گولی مار کر ہلاک کرنے کے بعد اپنے کامریڈ چھڑا کر لے گئے۔ اس کودتا میں واقعتاً شامل لوگ کبھی پکڑے نہیں گئے، لیکن بعد میں عام عوام سے بہت سارے لوگوں کو چن کر گرفتار کیا گیا اور انہیں قتل کے الزام میں عدالتوں کے سامنے لایا گیا۔ مقدمہ شروع ہی سے متعصّبانہ تھا، اور ملزموں کے خلاف کوئی اصلی شواہد نہ لائے گئے، مگر انہیں سزائے موت

سنا کر پھانسی دی گئی۔ اس معاملے نے انگلینڈ میں ایک بہت بڑا ہیجان پیدا کیا، اور آئرلینڈ کے آزادی پسندوں کی ایک ہیبت (Fenian Panic) پیدا ہوئی جب دسمبر میں لندن کے ایک علاقے کلرک نوویل میں جیل کی دیوار جس میں صرف مزدور اور نچلے درمیانہ طبقے کے ممبر رہتے تھے، کو آئرلینڈ کے آزادی پسندوں کی طرف سے اڑادیا گیا۔ اس میں بارہ لوگ مرگئے اور سو زخمی ہوگئے۔

بلاشبہ ''انٹرنیشنل'' کا آئرلینڈ کے آزادی پسندوں کی سازش سے کوئی لینا دینا نہیں تھا، اور مارکس وانیگلز دونوں نے کلرک نویل غصے کی ایک پاگل پن کے بطور مذمت کی جس سے آئرلینڈ کے آزادی پسندوں کو کسی اور سے زیادہ نقصان ہوگا، اس لئے کہ اس سے آئرش کاز کے لئے انگریز مزدوروں کی ہمدردی سرد پڑ جائے گی یا شاید مکمل طور پر تباہ ہوجائے گی۔ مگر جس طریقے سے انگریز حکومت نے آئرلینڈ کے آزادی پسندوں کے ساتھ عام مجرموں کا سا سلوک کیا (حالانکہ وہ بے شرم اور ایک صدی پرانی محکومیت کے خلاف سیاسی باغی تھے) اس نے سارے انقلابی سینوں میں غیظ و غضب ابھار دیا۔ حتیٰ کہ جون 1867ء میں مارکس نے اینگلز کو لکھا تھا: ''یہ قابلِ نفرت سؤر انگریز انسانیت کی ڈینگیں مارتے رہتے ہیں حالانکہ وہ اپنے سیاسی قیدیوں کے ساتھ قاتلوں، رہزنوں، جعل سازوں، اور بچہ بازوں سے بھی بدتر سلوک کرتے ہیں''۔ اور اینگلز اس اضافی عنصر سے متاثر تھا کہ ایلزبتھ برنز (جس کو اس نے اُس کی مری ہوئی بہن میریؔ کے لئے موجود اپنی محبت منتقل کی تھی) ایک پکّی اور پرجوش آئرش محبِ وطن تھی۔

البتہ، آئرلینڈ کے مسئلے پر مارکس کی دکھائی ہوئی بھرپور دلچسپی ایک محکوم قوم کے لئے ہمدردی سے کچھ زیادہ ہی گہری وجہ سے تھی۔ اُس کے مطالعات اُسے اس نتیجے پر لائے کہ آئرلینڈ کی قومی آزادی انگریز مزدور طبقے کی آزادی کے لئے ایک لازمی شرط ہے، جس پر، پھر، یورپی پرولتاریہ کی آزادی منحصر تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ انگریز زمین دار آمریت کا تختہ الٹنا اس وقت تک ناممکن ہوگا جب تک کہ وہ آئرلینڈ میں اس طرح کی ایک مضبوط پوزیشن رکھتا ہے۔ جونہی آئرلینڈ کی قوم نے اپنی قسمت کا فیصلہ اپنے ہاتھوں میں لیا، اپنے آئین ساز ممبر منتخب کیے، اپنی حکومت بنالی اور خودمختار ہوگئے، تو وہ زمین دار اشرافیہ کو تباہ کرے گا جن میں اکثریت انگریز لینڈ لارڈز کی ہے۔ یہ

کام آئرلینڈ میں انگلینڈ کی نسبت زیادہ آسان ہوگا۔ اس لئے کہ آئرلینڈ میں یہ محض ایک معاشی نہیں، بلکہ ایک قومی سوال ہے۔ انگلینڈ میں لینڈ لارڈز روایتی معززین تھے، مگر آئرلینڈ میں وہ قومی جبر کی تلخ نفرت کے نمائندے تھے۔ انگریز فوج اور انگریز پولیس کے آئرلینڈ سے غائب ہونے کے ساتھ ایک زرعی انقلاب برپا ہو جائے گا۔

جہاں تک انگریز بورژوازی کا تعلق تھا، وہ آئرلینڈ کو محض ایک چراگاہ میں بدلنے میں انگریز ارسٹوکریسی کے ساتھ ایک مشترکہ مفاد رکھتی تھی جو برطانوی منڈی کو سستے ترین نرخوں میں گوشت اور پشم مہیا کرتا رہے۔ مگر اس کے علاوہ وہ موجودہ آئرش رجیم کو برقرار رکھنے کی خواہش کچھ اور زیادہ اہم وجوہات کی بناء پر رکھتے تھے۔ آئرلینڈ مزارع کاشتکاری کے متواتر بڑھتے ہوئے ارتکاز کی وجہ سے، انگریز محنت مارکیٹ کے لئے اپنی آبادی کا ایک زائد حصہ مہیا کرتا تھا۔ اس طرح وہ انگریز مزدور طبقہ کی مادی اور اخلاقی پوزیشن اور ان کی اجرتوں کو دباؤ میں رکھتا تھا۔ انگلینڈ کے سارے صنعتی اور کمرشل مراکز میں مزدور طبقہ دو معاندانہ کیمپوں میں بٹا ہوا تھا: ایک طرف انگریز مزدور تھے اور دوسری طرف اُن کے آئرلینڈ کے ساتھی مزدور تھے۔ عام انگریز مزدور بطور مقابلہ کرنے والے کے آئرش مزدور سے نفرت کرتا تھا، اور بالادست نسل سے ہونے کے بطور خود کو اعلیٰ سمجھتا تھا۔ اس طرح وہ آئرلینڈ کے خلاف اشرافیہ اور سرمایہ داروں کا آلہ کار بن جاتا تھا اور بہ یک وقت اپنے آپ پر انہی طبقات کی بالادستی کو مضبوط کر رہا ہوتا۔ انگریز مزدور آئرش مزدور کے خلاف مذہبی، سماجی اور قومی تعصّبات رکھتا تھا اور اُسے بالکل اُسی طرح سمجھتا تھا جس طرح کہ سابقہ ''یونین کی غلام ریاستوں'' میں ''غریب سفید فام'' ''نیگروؤں'' کو سمجھتے تھے۔ دوسری طرف آئرش مزدور اس کا جواب سود کے ساتھ واپس کرتے تھے۔ وہ انگریز مزدور کو یک دم آئرلینڈ پر انگریز حاکمیت کا احمق آلہِ کار شریکِ جرم سمجھتا تھا۔ انگلینڈ میں مزدور طبقے کی اُس کی تنظیم کے باوجود نامردی کی جڑیں اسی مخاصمت میں پیوست تھیں، جسے پریس نے، پادری خطیب نے، اور مزاحیہ اخباروں نے، المختصر حکمران طبقات کو دستیاب ہر ذریعہ نے مصنوعی طور پر زندہ رکھا ہوا تھا۔

مزید برآں، اس برائی کو اٹلانٹک کے اُس پار زندہ رکھا گیا تھا جہاں انگریز اور آئرلینڈ

والوں کے بیچ مخاصمت نے انگلینڈ اور امریکہ کے مزدور طبقات کے درمیان کسی ایماندار اور موثر تعاون کو ناممکن بنا رکھا تھا۔ ''انٹرنیشنل'' کا سب سے اہم فریضہ سرمایہ کے مرکز انگلینڈ میں سماجی انقلاب کی بڑھوتری کو تیزی دلانا تھا۔ اور اس کام کا واحد ذریعہ تھا آئرلینڈ کی آزادی کا حصول۔ ''انٹرنیشنل'' کو ہر ممکن موقع پر کھلے عام آئرلینڈ کی طرفداری میں باہر آنا چاہئے اور ''جنرل کونسل'' کو انگریز مزدوروں کے قائل کرنے کو اپنا خصوصی فریضہ بنانا چاہئے کہ آئرلینڈ کی قومی آزادی محض ایک تجریدی انصاف اور انسانی ہمدردی کا معاملہ نہ تھا، بلکہ یہ اُن کی اپنی سماجی نجات کے لئے بنیادی شرط تھی۔

بعد کے سالوں میں مارکس نے اپنی ساری توانائیاں اس فریضے پر وقف کر دیں۔ جس طرح کہ وہ پولینڈ کے معاملے کو (جو کہ جنیوا کانگریس کے بعد ''انٹرنیشنل'' کے ایجنڈے سے غائب ہو چکا تھا) روسی بالادستی کے خاتمے کے لئے ایک لیور (lever) سمجھتا تھا، بالکل اُسی طرح وہ آئرش مسئلے کو انگریزی عالمی بالادستی کے خاتمے کے لئے ایک لیور سمجھتا تھا۔ اُس کا رویہ اس حقیقت سے متاثر نہ ہوا کہ یہ مزدور طبقے کی تحریک میں ''سازشیوں'' کو ایک بہانہ فراہم کرتا تھا جو کہ اگلی پارلیمنٹ کے ممبر بننے کے لئے بے چین تھے کہ وہ بورژوا لبرلوں میں شامل ہو جائیں، اس لئے کہ دوبارہ اقتدار کے حصول کی امید میں، گلیڈسٹون آئرلینڈ کے مسئلے کو ایک انتخابی نعرے کے بطور استعمال کر رہا تھا اور یہ ایک اہم مسئلہ بن چکا تھا۔ (وہ ''جنرل کونسل'' کے صدر، اوڈگر کو بھی اُن سازشیوں میں شمار کرتا تھا)۔ ''جنرل کونسل'' نے اُن تینوں سزا یافتہ مانچسٹر آئرلینڈ کے آزادی پسندوں کی موت کی سزاؤں کے خلاف حکومتِ انگلینڈ کو ایک پٹیشن پیش کی (ظاہر ہے بغیر کامیابی کے)، اور موت کی سزاؤں کو عدالتی قتل کہہ کر اُن کی مذمت کی، اور اس نے آئرش کاز کی حمایت میں لندن میں عوامی جلسے بھی کیے۔

اس سرگرمی نے انگلش سرکار کو ناراض کر دیا اور وہ فرانسیسی حکومت کی طرف سے ''انٹرنیشنل'' پر حملے کے لئے تدبیریں کرنے لگی۔ تین سال تک بونا پارٹ مداخلت کیے بغیر ''انٹرنیشنل'' کی سرگرمیوں کو دیکھ رہا تھا، اس امید میں کہ سرکش بورژوازی خوفزدہ ہو جائے۔ جس وقت ''انٹرنیشنل'' کے فرانسیسی ممبروں نے پیرس میں ایک بیورو کھول دیا تو انہوں نے پولیس کے

پریفیکٹ اور وزیرداخلہ کواس کی اطلاع دی۔مگران دونوں نے اُن خطوط کے ملنے کی اطلاع تک نہ دی۔ البتہ، حکام کی طرف سے چالبازی اور دھوکے کی چھوٹی چھوٹی سازشیں ہو رہی تھیں۔''انٹرنیشنل'' کی جنیوا کانگریس نے اپنی کاروائی کی تحریری رپورٹ ایک سوئس نژاد کے ہاتھ ''جنرل اسمبلی'' کو بھیجی جو کہ ایک شہری حقوق یافتہ انگریز بن چکا تھا۔''انٹرنیشنل'' کے کاغذات کو فرانسیسی سرحد پر پولیس نے چوری کیا، اورفرانسیسی حکومت سارے احتجاجوں میں بہری رہی۔

البتہ،لندن میں وزارت خارجہ نے معاملے کواٹھایااور چوروں کواپنے لوٹ کامال اگلنا پڑا۔

بادشاہ کے معتمد راؤ ہر کو''انٹرنیشنل'' نے ڈانٹ پلا دی جب اس نے اعلان کیا کہ وہ صرف اس شرط پرجنیوا کانگریس میں فرانسیسی مندوبین کے لکھے ہوئے منشور کی اشاعت کی اجازت دے گا کہ''بادشاہ کاشکریہ جس نے مزدوروں کے لئے اتنا کچھ کیا'' پر مشتمل چندالفاظ اس میں ڈال دیئے جائیں۔ایسا کرنے سے انکار کیا گیا حالانکہ''انٹرنیشنل'' کے فرانسیسی ارکان کی عمومی پالیسی تھی کہ جس قدر ممکن ہو آس پاس منڈلاتے درندے کوحملہ کرنے کا کوئی موقع نہ دیں۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ صرف اپنے وقت کا انتظار کررہا ہے، ایک ایسا رویہ جس نے بورژوا ریڈیکلوں کو انہیں بھیس بدلے ہوئے بوناپارٹسٹی ہونے کے شک میں ڈالا۔

کچھ فرانسیسی ادیب زور دیتے ہیں کہ انہوں نے اس شک کوانہیں اشتعال دلانے کے لئے اجازت دی کہ وہ ایک یا دو پالتو اعلانات کواپنی حمایت دے دیں جو ریڈیکل بورژوازی نے سلطنت کے خلاف جاری کئے تھے۔مگر یہ غیراہم ہے اس لئے کہ جن اسباب نے بوناپارٹ کومزدور طبقے سے کھلے عام تڑوایا، وہ زیادہ گہرے تھے۔1866ء کے تباہ کن بحران کے بعد ہونے والی ہڑتالی تحریک ایک ایسی حدتک ابھری جس نے اُسے شدید طور پر پریشان کردیا، اور پھر، 1867ء کے موسمِ بہار میں، جب ''شمالی جرمن لیگ'' کے ساتھ جنگ نے لگزمبرگ جھگڑے کے معاملے پر دھمکی دی تو مزدوروں نے''انٹرنیشنل'' کے زیرِ اثر برلن کے مزدوروں کے ساتھ''امن تقاریر'' کا تبادلہ کیا، اورآخر میں، فرانسیسی بورژوازی''سادووا کا بدلہ'' کے اپنے مطالبے پرکان پھاڑنے والا ایسا شور مچارہے تھے کہ Tuileries کے مکینوں نے''لبرل'' رعایتوں سے شور روک دینے کا شاندار تصور لے لیا۔

ان حالات میں بوناپارٹ نے سوچ لیا کہ جب وہ اس بہانے سے''انٹرنیشنل'' کے پیرس بیورو کے خلاف ایک حملہ تیار کرے کہ یہ آئرلینڈ کی آزادی پسند سازش کا مرکز تھا، تو وہ ایک پتھر سے دو پرندے مارے گا۔ بیورو کے ممبروں کے گھروں پر رات کی تاریکی میں چھاپے مارے گئے۔مگر فطری طور پر، کسی سازش کے معمولی سے ثبوت بھی نہ ملے۔گرفتارلوگوں کے خلاف بیس سے زیادہ ممبر رکھنے والی ایک غیر مجازی تنظیم کا ممبر ہونے کے الزام پہ مقدمہ چلانے کے علاوہ بوناپارٹ کی ہزیمت کوعوامی مذاق سے ڈھانپنے کو کچھ نہ بچا۔مگر 6اور 20 مارچ کو''انٹرنیشنل'' کے 15 ممبروں پرمقدمہ چلااور وہ مجرم ثابت ہوئے۔انہیں فی کس 100 فرانک کا جرمانہ ہوااور بیورو کوتحلیل کرنے کا اعلان کیا گیا۔اس فیصلے کے خلاف ایک اپیل بے کار ثابت ہوئی۔

البتہ، اس سے قبل کہ اپیل کی شنوائی ہوتی، نئ کاروائیاں شروع کردی گئیں۔وکیل استغاثہ اورخود عدالت نے ملزموں سے غیر معمولی رعایت والا سلوک کیا جب کہ ٹولین نے عظیم اعتدال کے ساتھ اُن کا اوراپنا دفاع کیا۔مگر مقدمہ کے شروع ہونے کے دو دن بعد ایک نئ بیورو بنائی گئی اورحکم عدولی اور کھلی تضحیک نے بوناپارٹ سے اس کے آخری واہمے دور کردیے۔22 مئی کو اس بیورو کے نوممبروں کوعدالت کے سامنے گھسیٹا گیا اور وارلن کے ایک شاندار گرمجوش دفاع کے بعد ان میں سے ہرایک کوتین تین ماہ جیل کی سزا ہوئی۔اس سے سلطنت اور''انٹرنیشنل'' کے اصل تعلقات واضح طور پرنظر آئے اور''انٹرنیشنل'' کے فرانسیسی سیکشن نے''دسمبر قصائی'' کے ساتھ اس آخری اور کھلے عام علیحدگی سے ایک نئ طاقت حاصل کی۔

''انٹرنیشنل''، بلجیم سرکار کی گرفت میں بھی آئی۔چارلیرائے بیسن کے معدنی مالکان اپنے قابلِ رحم اجرتوں والے مزدوروں کومسلسل حیلہ بازی کے ذریعے بغاوت پہ اکساتے تھے اور پھرسرکار کی مسلح افواج کوان پرچھوڑتے تھے۔اس کے بعد والی دہشت کی حکمرانی میں''انٹرنیشنل'' سفاکانہ تشدد زدہ مزدوروں کے کاز کا چیمپئن بنا۔اس نے ان کی صورتِ حال سے عوامی جلسوں اور پریس کے ذریعے عوام کوآگاہ کیا۔اس نے قتل شدہ اورزخمی مزدوروں کے لواحقین کی مدد کی اور گرفتار مزدوروں کوقانونی مدد فراہم کی اورانہیں رہائی دلائی۔

بلجیم کے وزیر انصاف ڈی بآرا نے بلجیم چیمبر میں ''انٹرنیشنل'' کے خلاف سخت ترین گالیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی اور متشددانہ اقدامات کی دھمکی دی۔ جس میں ''انٹرنیشنل'' کی اگلی کانگریس کو ممنوع قرار دینا بھی شامل تھا جس کا کہ برسیلز میں انعقاد کا فیصلہ کیا جا چکا تھا۔ لیکن یہ دھمکیاں ''انٹرنیشنل'' کے بیلجیمی ممبروں کو خوفزدہ نہ کر سکیں اور انہوں نے وزیر کا جواب ایک باغیانہ کھلے خط سے دیا جو اس یقین دہانی پر ختم ہوا کہ خواہ وزیر چاہے یا نہ چاہے ''انٹرنیشنل'' کی اگلی کانگریس برسیلز میں ہی منعقد ہوگی۔

2- سوئٹزرلینڈ اور جرمنی

اِن سالوں میں ''انٹرنیشنل'' کی آگے کی طرف زبردست حرکت کا موثر ترین لیور ہڑتالوں کی وہ عمومی لہر تھی جس نے 1866ء کے معاشی زوال کے نتیجے میں کم وبیش سارے ترقی یافتہ سرمایہ دار ملکوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

''جنرل کونسل'' ان ہڑتالوں کے شروع کرنے کی کسی طرح بھی ذمہ دار نہ تھی۔ مگر وہ مشوروں اور مدد کے ذریعے ان ہڑتالوں کی کمک کرتی تھی اور اس نے ان ہڑتالوں کے حق میں پرولتاریہ کی بین الاقوامی یک جہتی متحرک کی۔ اس طریقے سے ''انٹرنیشنل'' نے سرمایہ دار طبقے کو ایک موثر ہتھیار سے محروم کر دیا، اور اب آجر غیرملکی سستے مزدور درآمد کر کے اپنے مزدوروں کی جنگجوئی کو روک سکنے کے قابل نہ رہے۔ مزید برآں، ''انٹرنیشنل'' نے مشترکہ دشمن کے بے شعور معاونین میں سے خود کو قربان کر دینے والے اتحادی بھرتی کر لیے۔ جہاں کہیں بھی اس کا اثر ورسوخ تھا اس نے مزدوروں کو قائل کرنے کی محنت کی کہ ان کے اپنے مفاد کا تقاضا تھا کہ وہ اپنے غیرملکی کامریڈوں کی اجرتی جدوجہد کی حمایت کریں۔

''انٹرنیشنل'' کی یہ سرگرمی ایک مستقل اہمیت کی حامل ثابت ہوئی اور اسے ایک زبردست یورپی وقار حاصل ہوا۔ بورژوا دنیا یا تو احساس کرتی نہ تھی یا کرسکتی نہ تھی کہ ہڑتال کی ابتدا مزدوروں کی مصیبت زدہ صورتحال میں تلاش کرنی چاہیے، اور لہٰذا اس نے ہڑتال کی وضاحت

''انٹرنیشنل'' کی خفیہ سازشوں کے نتیجے کے بطور کرنی شروع کی۔ نتیجہ یہ کہ ''انٹرنیشنل'' ایک عظیم الجثہ بھوت کے بطور ابھری۔ ہر بڑی ہڑتال جلدی سے ''انٹرنیشنل'' کے گرد والی ایک جدوجہد بن گئی، اور ہر ہڑتال سے ''انٹرنیشنل'' ایک اضافی قوت کے بطور ابھری۔

اس طرح کی مخصوص جدوجہدوں میں 1868ء کے موسمِ بہار میں جنیوا کے اندر عمارت سازی کے مزدوروں کی ہڑتالیں تھیں اور اسی طرح کی ہڑتالیں اسی سال خزاں میں شروع ہونے والی باصل میں ربن بُننے والوں اور سِلک رنگنے والوں کی ہڑتالیں تھیں جو اگلے موسم بہار تک جاری رہیں۔ جنیوا میں عمارت سازی کے مزدوروں کی ہڑتال اجرتوں میں اضافہ اور مختصر کام کے دن کے مطالبے پر شروع ہوئی، مگر آجروں نے جلد ہی یہ مطالبہ کر کے اس کی نوعیت ہی بدل دی کہ کسی بھی معاملے پر پہنچنے کی اولین شرط یہ ہے کہ مزدور ''انٹرنیشنل'' کے ساتھ ہر قسم کے رشتے توڑ دیں۔ ہڑتالی مزدوروں نے اس بات کو فوراً مسترد کر دیا، اور ''جنرل کونسل'' کی ان کی طرف انگلینڈ، فرانس اور دوسرے ممالک میں مدد کرنے کی برکت سے وہ اپنے ابتدائی مطالبات جاری رکھنے کے قابل ہوئے۔ باصل میں سرمایہ دارانہ غرور نے ایک اور سفاک کھیل کھیلا۔ شہر میں ربن بُننے والوں کی ایک فیکٹری کو اطلاع دی گئی کہ اس سال انہیں چند گھنٹے کی وہ چھٹی نہیں دی جائے گی جو وہ روایتی طور پر کئی سالوں سے خزاں کے میلے کے آخری دن کرتے آ رہے تھے۔ مزدوروں کے ایک سیکشن نے اپنے روایتی حق پر اصرار کیا، اور اگلے دن اس حقیقت کے باوجود انہیں پولیس نے فیکٹری گیٹ سے واپس کر دیا کہ انہیں 14 دن کے نوٹس کا حق حاصل تھا۔ سرمایہ دارانہ سفاکی کے اس عمل نے باصل کے مزدوروں کو جگا دیا، اور ایک جدوجہد شروع ہوئی جو کئی ماہ تک جاری رہی اور حکومت کی طرف سے فوجی اقدام سے مزدوروں کو ڈرانے دھمکانے کی کوشش پر منتج ہوئی، بشمول عملی طور پر مارشل لا کے حکمنامے اور قوانین نافذ کرنے کے۔

اس شدید حملے کا مقصد جلد ہی ''انٹرنیشنل'' کو تباہ کرنے کی کوشش ثابت ہوا۔ سرمایہ داروں نے مزدوروں کو کچلنے کی ہر ممکن کوشش کی، انہوں نے ہڑتالی مزدوروں کے خاندانوں کو اُن کے گھروں سے نکال دینے اور دکانوں پر قرض روک دینے جیسے سفاکانہ اقدامات سے لے کر

''انٹرنیشنل'' کے مالی منافع کی تفتیش کے لئے جاسوس لندن بھیجنے تک کے طفلی اقدامات کیے۔''اگر یہ اچھے اورآرتھوڈاکس مسیحیت کے ابتدائی دنوں میں زندہ ہوتے تو وہ روم میں حواری پال کے بنک اکاؤنٹ پرانکوائریاں کرتے''۔ مارکس نے''انٹرنیشنل'' کے سیکشنوں اورابتدائی مسیحی کمیونسٹوں کے درمیان''دی ٹائم'' کی طرف سے ایک موازنے کے بعد طنز کیا۔ سرمایہ داروں کی ساری کوششوں کے باوجود باصل کے مزدور''انٹرنیشنل'' کے ساتھ مضبوطی سے منسلک رہے،اور جب وہ آخر میں فتح مند ہوئے تو انہوں نے اس کا جشن شہر میں ایک بڑے جلوس اور مارکیٹ چوک پرایک بڑا جلسہ منعقد کرکے منایا۔انہیں دوسرے ملکوں سے زبردست مدد ملی،اوراُن کی جدوجہد کے اثرات ریاستہائے متحدہ تک میں محسوس کئے گئے جہاں''انٹرنیشنل'' ایک مضبوط قدم جمانے کی ابتدا کر رہا تھا۔ 1848ء کے تارکینِ وطن میں سے ایک،اور نیو یارک میں میوزک کے ایک ٹیچر ایف اے سُرج نے اس شہر میں ایک ایسی حیثیت حاصل کی جو کہ جوہان پی۔ بیکر نے جنیوا میں حاصل کی تھی۔

سب سے بڑھ کر یہ ہوا،کہ ہڑتال نے''انٹرنیشنل'' کے لئے جرمنی کا راستہ کھول دیا جہاں پر اب تک اس کے اِکا دُکا گروپ ہوا کرتے تھے۔ ایک مشکل جدوجہد اور بہت کنفیوژن کے بعد''الگمیز ڈوشرار بٹرویرین'' ایک ٹھوس تنظیم میں ارتقا کر گیا اور اس نے اطمینان بخش پراگریس جاری رکھی بالخصوص جب شوئٹزر اس کا لیڈر منتخب ہوا۔شوئٹزر،البرفیلڈ اور برمن کے لئے شمالی جرمنی ریختساگ کے ممبر تھا جبکہ اس کا پرانے مخالف لبنخت سٹولبرگ شنی برگ کے لئے ایک ممبر تھا۔قومی سوال پران کے متضادرویوں کی برکت سے وہ جلد ہی ریختساگ پر قابض ہو گئے۔ مارکس اوراینگلز کی طرح،شوئٹزر نے صورتحال قبول کر لی جو لبنخت جنگ کونگراٹز نے پیدا کر دی تھی،جبکہ لبنخت نے شمالی جرمن لیگ کو غیر قانونی اور بدنام دہشت کی پیداوار قرار دیتے ہوئے اس کی سخت مخالفت کی۔ لبنخت کا خیال تھا کہ اگر پراسیس میں واقعی طور پر مزدور طبقے کے سماجی اغراض کو چھوڑنے کی ضرورت بھی پڑے تب بھی اسے نا ترس انداز میں تباہ کیا جانا چاہیے۔ 1866ء کی خزاں میں لبنخت نے سیکسن پیپلز پارٹی بنانے میں مدد کی جس نے ایک سوشلسٹ کے بجائے ایک ریڈیکل جمہوری پروگرام اپنا لیا۔1868ء میں اس نے پارٹی کے ترجمان کی حیثیت سے لیپزگ میں''ڈیموکریٹشے

ووچن بلاٹ'' کا اجراء کیا۔ پارٹی نے اس بارے میں جرمن پیپلز پارٹی سے بہت خوشی کے ساتھ اختلاف کرتے ہوئے اپنے ممبر زیادہ تر مزدوروں کی صف میں سے بھرتی کیے۔ جرمن پیپلز پارٹی میں جوہان جیکوبی جیسے مٹھی بھر دیانتدار اور دانشوروں کے علاوہ زیادہ تر فرینکفرٹ سٹاک ایکسچینج ڈیموکریٹس،سوابی والے(نجات کے متعلق فضل ربی کا امیدوار فرقہ پرست) ریپبلکی اور وہ عناصر شامل تھے جن کا اخلاقی غضب بسمارک کی طرف سے ترکے کی بے لگام خلاف ورزی پہ اس وقت ابھرا جب اس نے چند نقلی شہزادوں کو اجڈ پن کے ساتھ ڈسمس کیا۔ ایک اور زیادہ موزوں پڑوسی ''جرمن مزدور تنظیموں کی ایسوسی ایشن'' تھی جسے پروگریسو بورژوازی نے اس وقت کے فوری بعد قائم کیا جب لاسال نے اپنا ایجی ٹیشن شروع کیا۔البتہ یہ حقیقت نے کہ یہ لاسالیوں کے خلاف لڑا، اسے لیفٹ کی طرف دھکیلا۔ اوراس رجحان کو اگسٹ بیبل کے ایسوسی ایشن کے چیئرمین کے بطور منتخب ہونے نے مضبوط کیا،جس میں کہ لبنخت نے ایک وفادار اتحادی تلاش کیا۔

''ڈیموکریٹشے ووچن بلاٹ'' کے پہلے شمارے ہی میں لبنخت نے شوئٹزر کو ایک ایسا آدمی قرار دیا جسے سوشل ڈیموکریٹک کاز کے ساتھ سارے راہبروں نے مسترد کیا تھا۔لیکن یہ سارا حملہ نسبتاً غیر موثر رہا اس لئے کہ شوئٹزر نے جو کہ اُسے اس سے تین سال قبل مارکس اور اینگلز سے ملا تھا خود کو ایک لمحہ کے لئے بھی اس دھتکار سے پریشان ہونے نہ دیا۔اس کے برعکس وہ ثابت قدمی سے لاسال کی سی پُرجوشی میں مزدور طبقے کی تحریک کی قیادت کے کاز میں لگا رہا اور اُسے مالک کے لفظ کی غلامانہ رعیت کے آرتھوڈاکس فرقے میں سڑنے کی اجازت نہ دیتا رہا۔شوئٹزر نے مارکس کے''کیپٹل'' کی پہلی جلد کو جرمن مزدوروں سے روشناس کرنے کے لئے مقدور بھر جدوجہد کی،اور اس نے یہ کام لبنخت سے پہلے اور اس سے بہت مفصل انداز میں کیا۔اپریل1868ء میں وہ حتیٰ کہ لوہے پر ایمپورٹ ڈیوٹی کی کمی کے بارے میں مشورہ کے لئے مارکس کے پاس آیا جس کا کہ پروشیائی حکومت منصوبہ بنا رہی تھی۔

محض یہ حقیقت کہ مارکس جرمنی کے لئے''جنرل کونسل'' کا مراسلاتی سیکرٹری تھا،اسے مجبور کرنے کے لئے کافی نہ تھی کہ وہ ایک بڑے صنعتی حلقے کے مزدوروں کے پارلیمانی نمائندوں

کے پوچھے گئے ہر سوال کا جواب دے۔ مگر مزید برآں وہ اس دوران شوِٹنزر کی سرگرمیوں کے بارے میں بالکل ہی ایک اور نتیجے پر پہنچ چکا تھا۔ گوکہ مارکس چیزوں کو صرف دُور سے ہی دیکھ سکتا تھا، وہ اُس ''مہم اور توانائی'' کو تسلیم کرنے میں ناکام نہ ہوا جس کے ساتھ شوِٹنزر نے مزدور طبقے کی تحریک کی راہنمائی کی، اور ''جنرل کونسل'' کی میٹنگوں میں وہ اسے پارٹی کا آدمی کہتا رہا اور کبھی بھی اپنے اختلافات کا ذکر نہ کیا۔

مگر پھر بھی اُن کے درمیان ابھی تک کافی اختلافات موجود تھے۔ نہ ہی مارکس نے اور نہ اینگلز نے شوِٹنزر کے ساتھ اپنی شخصی بے اعتباری مکمل طور پر ترک کر دی، اور گوکہ وہ ابھی اس پر بسمارک کے ساتھ سازشیں کرنے کا شک نہ کرتے تھے، وہ یہ شک ضرور کرتے تھے کہ مارکس کے اس کے ساتھ اس کے روابط بنیادی طور پر لیبخت کو نکال دینے کی نیت سے تھے۔ سب سے بڑھ کر یہ، کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی اس خیال سے چھٹکارا نہ پا سکا کہ ''الگیمینی ڈوئچر آربٹرویرین'' ایک ''فرقہ'' تھا اور یہ کہ شوِٹنزر ''خود اپنی مزدور طبقے کی تحریک'' چاہتا تھا۔ مگر اس سب کے لئے، وہ ہمیشہ تسلیم کرتے تھے کہ شوِٹنزر کی پالیسی لیبخت کی پالیسی سے بہت بہتر تھی۔

مارکس نے اعلان کیا کہ شوِٹنزر جرمنی میں مزدوروں کے لیڈروں میں بلاشبہ سب سے ذہین اور سب سے توانا تھا اور یہ کہ صرف شوِٹنزر کے ذریعے لیبخت پیٹی بورژوا ڈیموکریٹوں سے آزاد ایک مزدور طبقے کی تحریک کے وجود کو یاد رکھنے پر مجبور تھا۔ اینگلز کی بھی ایسی ہی رائے تھی اور اس نے اعلان کیا کہ ''یہ شخص، کسی بھی دوسرے سے زیادہ بہتر انداز میں عمومی سیاسی صورتحال کو سمجھ اور بیان کر سکتا تھا''۔ اس نے اعلان کیا کہ ہمارے مقابلے میں دوسری پارٹیاں ایک رجعتی جتھے کی نمائندگی کرتی ہیں جن کے اختلافات ہمارے لئے کوئی وزن نہیں رکھتے! یہ سچ ہے کہ وہ تسلیم کرتا ہے کہ 1866ء اور اس کے نتائج نے نوعمر شہزادوں کو تباہ کر دیا، جواز کے اصول کو کمزور کیا، رجعت کو جڑوں تک جھنجھوڑ ڈالا اور عوام کو تحریک تک لایا، مگر اب وہ ٹیکس لاگو کرنے وغیرہ جیسے دوسرے نتائج پر حملہ کر رہا ہے، اور برلن والوں کے بقول، وہ بسمارک کی طرف خود کو اُس نسبت سے بہت زیادہ درست انداز میں پیش کر رہا ہے، بہ نسبت اُس سے جس سے کہ لیبخت سابقہ شہزادوں سے کرتا ہے''۔

ایک اور واقعے پر لیبخت کے داؤ پیچ کا حوالہ دیتے ہوئے اینگلز نے اعلان کیا کہ اسے بار بار یہ بتا کر تھکا اور بیزار کیا گیا تھا، ''ہمیں اس وقت تک کوئی انقلاب نہیں کرنا چاہئے جب تک کہ فیڈرل ڈائٹ، اندھا گوئلف اور معزز الیکٹر آف ہیسے بحال نہ ہو جائیں، اور بے خدا بسمارک پر برحق مگر ناترس مکافات آ جائے''۔ اینگلز یہاں بے صبر مبالغوں کی کچھ مقدار کا گناہ گار تھا، مگر یہ یک وقت جو کچھ اس نے کہا اس میں بہت حد تک سچائی تھی۔

بعد کی کسی تاریخ پر مارکس نے اعلان کیا کہ ایک وقت فرض کیا گیا تھا کہ رومن ایمپائر کے تحت مسیحی مائتھالوجی کا فروغ صرف پرنٹنگ پریس کی غیر موجودگی کے سبب ممکن ہوا، مگر آج بالکل اس کے برعکس بات درست ہے۔ روزنامہ اخباروں اور ٹیلیگراف نے اپنی ایجادات پل بھر میں پوری دنیا میں پھیلائیں اور ایک واحد دن اُس سے زیادہ دیو مالا گھڑ لیے (ایسے دیو مالا جن پر بورژوا گدھے یقین کرتے تھے اور آگے پھیلاتے تھے) جو کہ پہلے ایک پوری صدی میں ممکن ہو سکتے تھے۔ اس مشاہدے کی ایک خصوصی اہم تصدیق یہ حقیقت ہے کہ کئی دہائیوں تک اس دیو مالا کے ساتھ عقیدہ منتھی کیا جاتا رہا (اور صرف ''بورژوا گدھوں'' کی طرف سے نہیں) کہ شوِٹزر نے جرمن مزدور طبقے کو بسمارک کے ہاتھوں فروخت کرنے کی کوشش کی تھی، اور یہ کہ لیبخت اور بیبل کی مداخلت کی برکت سے ایسا نہ ہو سکا تھا۔

اس کے بالکل برعکس بات، حقیقت ہے۔ شوِٹزر ایک بنیادی سوشلسٹ نقطۂ نظر کی علمبرداری کر رہا تھا جبکہ ''ڈیموکریٹچے ووچن بلاٹ'' سابقہ شہزادوں'' کے فرقہ پسند حامیوں اور ویانا میں کرپشن والی لبرل سرکار کے ساتھ اس طرح سے شوقیہ عشق لڑا رہا تھا جسے اُس کے لئے سوشلسٹ بنیادوں پر جائز ثابت کرنا ناممکن تھا۔ اپنی یادداشتوں میں ریبل اعلان کرتا ہے کہ پروشیا پر آسٹریا کی فتح کی خواہش ہو سکتی تھی اس لیے کہ انقلاب پروشیا جیسی داخلی طور پر مضبوط ریاست کی بہ نسبت آسٹریا جیسی داخلی طور پر کمزور ریاست سے آسانی کے ساتھ نمٹ سکتا تھا۔ مگر یہ تو بعد میں سوچا گیا۔ اور اس خیال کی قدر کے سوا اس وقت کے لٹریچر میں اس طرح کے نقطۂ نظر کا نشان تک موجود نہیں ہے۔

لیبخت کے ساتھ اپنی شخصی دوستی اور شوِٹزر کے ساتھ اپنی شخصی بے اعتمادی کے باوجود

مارکس اصل صورتحال کو بھانپنے میں ناکام نہ ہوا۔اس کا لوہے پر امپورٹ ڈیوٹی کے معاملے پر شوٹزر کو جواب ماہیت بہت محتاط ہے مگر یہ مافیہ میں معروضی اور مفصل ہے۔شوٹزر نے پھر ایک ایسا کام کیا جس کی تجویز اس نے تین سال قبل دی تھی۔''الگیمیز دوئچے آربٹرویرین'' کے عمومی اجلاس میں جو کہ 1868ء کے اگست کے اواخر میں منعقد ہوا، اس نے انٹرنیشنل کے ساتھ الحاق کی تجویز پیش کی۔اینٹی کمبی نیشن قوانین کے پیش نظر الحاق انٹرنیشنل کے اغراض کے ساتھ ہمدردی کے ایک اعلان کی شکل میں ہونا تھا، نہ کہ ایک باقاعدہ تنظیمی بندھن کی صورت میں۔ مارکس کو''عمومی اجلاس'' میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی تا کہ وہ مزدور طبقے کے کاز کے لئے اپنی سائنسی خدمات پر جرمن مزدوروں کا شکریہ وصول کرے۔اور شوٹزر کی طرف سے کی گئی ایک ابتدائی تفتیش کا جواب مارکس کی طرف سے ایک دوستانہ طرز میں دیا گیا جس نے کہ آخر میں شوٹزر کی فوری دعوت کے باوجود اجلاس میں شرکت نہیں کی۔

''اعزاز'' کے لئے شکریے کے ایک خط میں اس نے اس بنیاد پر وہاں موجود ہونے سے معذرت کر لی کہ برسلز میں منعقد ہونے والی''انٹرنیشنل'' کی اگلی کانگریس اُسے لندن چھوڑنے سے روکتی ہے۔ نیز اس نے''مسرت کے ساتھ'' یہ مشاہدہ بھی کیا کہ''عمومی اجلاس'' کے ایجنڈے میں وہ باتیں شامل ہیں جو مزدور طبقے کی کسی بھی سنجیدہ تحریک شروع کرنے کے لئے ضروری تھیں: یعنی مکمل سیاسی آزادیوں، کام کے دن کے قانونی باقاعدگی کا عمل، اور ترتیب یافتہ بین الاقوامی مزدور طبقے کے تعاون کیلئے ایجی ٹیشن۔بعد میں اینگلز کو لکھتے ہوئے مارکس نے اعلان کیا کہ اس خط میں اس نے لاسالیوں کو لاسال کا پروگرام چھوڑنے پر واقعتاً مبارکباد دی تھی، مگر، یہ دیکھنا مشکل ہے کہ مذکورہ تین نقاط پہ لاسال کو کیا ممکنہ اعتراض ہوسکتا تھا۔

لاسال کی روایتوں کے ساتھ اصل علیحدگی خود شوِٹزر نے''جنرل میٹنگ'' میں کی تھی، جب شدید مخالفت میں اور صرف استعفے کی دھمکی دینے سے وہ ہڑتالیں کرانے کے مقصد کے لئے ستمبر کے آخر میں برلن میں سب کو آغوش میں لینے والے مزدور طبقے کی ایک تنظیم اپنے اور ریختا گ ساتھی فرنز شچے کے لئے ایک مینڈیٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔شوِٹزر نے یورپی ہڑتال

تحریک سے سیکھ لیا تھا۔اس نے اس کی اہمیت کا بڑھا چڑھا کر اندازہ نہیں لگایا، مگر اس نے جان لیا کہ مزدور طبقے کی ایک پارٹی جو اپنے فرائض کے ساتھ وفادار رہنا چاہتی ہو ہڑتالوں کو نہیں چھوڑ سکتی جو تشدد کے ساتھ غیر منظّم کنفیوژن میں سڑتی ہوئی ہر جگہ پھوٹ رہی تھیں۔لہٰذا وہ ٹریڈ یونینوں کے قیام سے نہیں ہچکچایا، گو کہ وہ ان کے وجود کے خصوصی حالات کو سمجھنے میں ناکام رہا اور انہیں''الگیمینی دوئچر آربٹرویرین'' کی طرح سخت منظّم کرنا چاہتا تھا اور انہیں ثانی الذکر کے کم و بیش محض معاون تنظیموں کے بطور۔

مارکس نے اسے اس سنجیدہ غلطی کرنے سے بے فائدہ خبردار کیا۔شوِٹزر کے مارکس کو لکھے گئے سارے خطوط ابھی تک دستیاب ہیں، مگر مارکس سے شوِٹزر کو محض ایک خط، گو کہ یہ شاید اہم ترین تھا، یعنی 13 اکتوبر 1868ء کا خط موجود ہے۔یہ خط شوِٹزر کے نقطۂ نظر کے لئے دوستانہ غور دکھاتا ہے، اور اس کا پاک و صاف انداز ہے۔یہ ٹریڈ یونین تنظیم کی شوِٹزر کے سکیم پہ اہم ترین اعتراضات ترتیب دیتا ہے، مگر یہ لاسال کے قائم کردہ تنظیم کو ایک''فرقہ'' کے بطور بیان کر کے خود اپنے کیس کو کمزور کرتا ہے جسے بالآخر خود کو عمومی مزدور طبقے کی تحریک میں ضم کرنے کا فیصلہ کرنا ہوگا۔اپنے جواب میں، مارکس کو لکھے گئے آخری خط میں، شوِٹزر نے انصاف سے جواب دیا کہ اس نے ہمیشہ یورپ میں عمومی مزدور طبقے کی تحریک سے ہم قدم ہونے کی ہر ممکن کوشش کی۔

ہیمبرگ میں''الگیمینی دوئچر آربٹرویرین'' کی عمومی میٹنگ کے چند روز بعد جرمن ورکرز آرگنائزیشنوں کی ایسوسی ایشن نے نورمبرگ میں اپنی کانگریس منعقد کی۔یہ کانگریس بھی وقت کے اشاروں کو پڑھنے کے اہل ثابت ہوئی اور اس کی اکثریت نے''انٹرنیشنل'' کے ضوابط میں سے اہم حصوں کو ایک سیاسی پروگرام کے بطور منظور کر لیا اور''ڈیموکریٹیشے ووچنبلاٹ'' کو اپنا ترجمان بنایا۔جبکہ اقلیت پیچھے ہٹی اور ہمیشہ کے لئے غائب ہوگئی۔اس کے بعد اکثریت نے ریاستی کنٹرول کے تحت ایک انشورنس بنیاد پر اولڈ ایج پنشنوں کے لئے ایک تجویز کو رد کر دیا۔اور ایک ایسے کے حق میں ٹریڈ یونین ایسوسی ایشنوں کے قیام کی حمایت کی، اس بنیاد پر کہ تجربے نے بتا دیا کہ ایسوسی ایشنیں اولڈ ایج پنشنوں، صحت سہولتوں اور سفر کرنے والوں کے لئے مدد کو منظّم کرنے کے لئے

موزوں ترین ہیں۔ٹریڈ یونینوں کو قائم کرنے کے حق میں یہ استدلال اُس اپیل جتنا زوردار نہ تھا جو ہیمبرگ کانگریس نے سرمایہ اور محنت کے مابین طبقاتی جدوجہد کے لئے کی تھی جو ہڑتالوں کی ایک لہر میں اپنا اظہار کر رہی تھی۔ہیمبرگ کانگریس نے ''انٹرنیشنل'' کے ساتھ اپنے الحاق کو ان بنیادوں پر جائز قرار دیا کیا کہ مزدور طبقے کی ساری پارٹیوں کے مفادات مشترکہ تھے، جبکہ نورمبرگ کانگریس کم واضح اور اپنے رویے میں کم توانا تھی۔ چند ہفتے بعد ''ڈیموکریٹیشے ووخنبلاٹ'' نے اعلان کیا کہ سٹٹگارٹ میں جرمن پیپلز پارٹی کی کانگریس نے نورمبرگ پروگرام قبول کرنے کا فیصلہ کیا۔

البتہ'' الگیمینی دوئچر آربٹرویرین''اور جرمن ورکرز آرگنائزیشنز کی ایسوسی ایشن ایک دوسرے سے قریب آ چکے تھے، اور مارکس نے لیبخت اور شوِٹنر کے بیچ ایک غیر جانبدار مصالحت کنندہ کے بطور جرمن مزدور طبقے کی تحریک کو ایک کرنے کی اپنی بھر پور کوششیں کیں، گو کہ وہ کامیاب نہ ہوا۔ایک خالی عذر کے ساتھ نورمبرگ ایسوسی ایشن نے شوِٹنر اور فرِٹزشے کی طرف سے برلن میں بلائی گئی ٹریڈ یونین کانگریس میں مندوب بھیجنے سے انکار کر دیا۔مگر کانگریس میں اچھی خاصی شرکت ہوئی تھی اور یہ کئی ''ورکرز کلب'' بنانے پر منتج ہوئی جنہیں ایک ''ورکرز یونین'' میں منظّم کیا گیا جس کی قیادت شوِٹنر کر رہا تھا۔

نورمبرگ ایسوسی ایشن نے پھر بیبل کے تیار کردہ قوانین کی بنیاد پر وہ تنظیمیں بنائیں جنہیں وہ طمطراق کے ساتھ ''انٹرنیشنل ٹریڈ کوآپریٹوز'' کہتی تھی۔ یہ قوانین شوِٹنر کی تجاویز کی بہ نسبت ٹریڈ یونین زندگانی کی ضروریات کے بہت قریب تھے۔اور بعد میں اتحاد حاصل کرنے کے لئے اس نے دوسری تنظیموں کے ساتھ مذاکرات کی پیشکش کی، مگر اس پیشکش کو اجڈپن کے ساتھ مسترد کیا گیا۔نورمبرگ والوں کو مطلع کیا گیا کہ وہ عدم اتحاد کے ذمہ دار ہیں اور یہ کہ وہ اتحاد قائم کرنے کی زحمت نہ کریں جسے انہوں نے نہ ہونے دیا تھا۔اگر وہ اتحاد کی اپنی خواہش میں سنجیدہ ہیں تو وہ ورکرز یونین سے الحاق کر سکتے ہیں اور اس کی صفوں کے اندر ایسی تبدیلیوں کے لیے کام کریں جنہیں وہ اچھا سمجھتے ہیں۔

مارکس جرمن مزدور طبقے کی تحریک کی توڑ پھوڑ کو روکنے کے قابل نہ ہوا، مگر پھر بھی، ''انٹرنیشنل'' کی حمایت کرنے کے دونوں رجحانات ایک کامیابی تھی۔ مارکس نے ''جنرل کونسل''

کا ہیڈکوارٹر لندن سے جنیوا منتقل کرنے کا سوچا۔لندن میں فرنچ سیکشن کی پیدا کردہ ناراضی کا تعلق اس کے رویے سے تھا۔ یہ سیکشن تعداد کے لحاظ سے بہت مضبوط نہ تھا، مگر اس نے شور اچھا خاصا مچا رکھا تھا اور ''انٹرنیشنل'' کو اس کے قابلِ ترس مسخرے پیاٹ کو بلند آواز تالیوں سے خاصی شرمندگی اٹھانی پڑی جو کہ لوئی بونا پارٹ کو قتل کرنے کی وکالت کر رہا تھا۔فطری طور پر ''جنرل کونسل'' نے اس غلطی کو روکنے کی سر توڑ کوششیں کیں، اور اس کے، اور اس کی ''ڈکٹیٹرشپ کے سیکشن'' کی طرف سے ڈرامائی انداز میں مذمت کی گئی، جس نے برسیلز میں آئندہ منعقد ہونے والی انٹرنیشنل کی کانگریس میں ''کونسل'' پر ایک حملہ کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔

خوش قسمتی سے اینگلز نے اس طرح کے ایک خطرناک قدم اٹھانے کے خلاف مارکس کو پر زور نصیحت کی۔اس نے اعلان کیا کہ بہر حال چونکہ احمقوں کا ایک غول خود کو قابلِ نفرت بنا رہے تھے تو یہ ممکن نہ تھا کہ تحریک کی قیادت اُن لوگوں کے سپرد کی جائے جو اپنی نیک نیتی اور فطری جبلت کے سبب، لیڈرشپ کے رول کے لئے موزوں نہ تھے۔تحریک جتنی بڑی ہوگی، اور بالخصوص اب جبکہ یہ جرمنی میں پراگریس کر رہی ہے، یہ اتنی ہی اہم بات ہے کہ مارکس اس کی باگ دوڑ اپنے ہاتھوں میں رکھے۔اور زیادہ عرصہ نہ گزرا کہ اس کی وضاحت ہوئی، بالخصوص جنیوا میں، کہ نیک نیتی اور محض جبلت کافی نہیں تھے۔

اس کانگریس میں حاضری پہلے یا بعد کی کانگریسوں سے زیادہ تھی۔مگر یہ خصوصیت میں شدید طور پر مقامی تھی۔ حاضرین میں آدھے سے زیادہ لوگ بلجیم کے تھے۔مندوبین کا تقریباً پانچواں حصہ فرانس سے تھا۔گیارہ مندوبین نے انگلینڈ کی نمائندگی کی، اُن میں سے چھ جنرل کونسل کے ممبر تھے جن میں اکارئیس، جنگ، لیسنر اور ٹریڈ یونینسٹ لُوکرافٹ شامل تھے۔آٹھ مندوبین سوئٹزرلینڈ سے تھے مگر جرمنی سے صرف تین تھے جن میں کولون سیکشن کا مسٹر ہیس شامل تھا۔شوِٹزر کو ایک آفیشل دعوت نامہ ملا تھا مگر وہ اس بنا پر اس میں شامل نہ ہو سکا کہ قانونی امور کی وجہ سے جرمنی میں اس کی موجودگی ضروری تھی۔اس نے اپنے بجائے ایک پیغام بھیجا جس میں یہ اعلان کیا کہ ''الگیمیز دوئچے آربٹرمیرین''انٹرنیشنل کے اغراض ومقاصد کے ساتھ متفق ہے۔اس نے

وضاحت کی کہ با قاعدی الحاق جرمن کے ''اینٹی کمبی نیشن'' قوانین کی وجہ سے رکا ہوا ہے۔ اٹلی اور سپین نے ایک ایک نمائندہ بھیجا۔

''انٹرنیشنل'' کے وجود کے چوتھے سال کی زیادہ متحرک زندگی نے خود کو کانگریس کی کاروائیوں میں بہت گہرے انداز میں محسوس کروایا۔ جنیوا اور لاؤسان کانگریسوں میں ٹریڈ یونینوں اور ہڑتالوں کے خلاف پرودھونسٹوں کی مزاحمت تقریباً اپنی برعکس میں مڑی۔ مگر وہ ابھی تک ''فری کریڈٹ'' اور ''ایکسچینج بنک'' کے اپنے پرانے تصورات سے چمٹے رہے، اور وہ اپنے حق میں ایک اکیڈمک قرارداد منظور کرانے میں کامیاب ہوئے۔ گو کہ ایکاریئس نے انگلینڈ کے تجربے کی بنیاد پر اِن پرودھونی ٹوٹکوں کی عملی ناممکنی بتادی' اور ہیس نے 20 سال قبل کے پرودھون کو مارکس کے جواب کی بنیاد پر ان کی تھوریٹیکل نامعقولیت واضح کر دی۔

''ملکیت کے معاملے'' میں فرانسیسی مندوبین مکمل تاریکی کا شکار ہوئے۔ ڈی پاپئے کی تجویز پر اس موضوع پہ ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ سماج کے ایک بہت منظّم نظام کو سارے سماج کے مفاد میں معدنی کانوں اور ریلوے کو اپنے ہاتھوں میں لینا اور منظّم کرنا چاہئے، یعنی انصاف پر مبنی ایک نئی ریاست۔ اور یہ کہ اس وقت تک مزدوروں کی کمپنیاں انہیں سارے سماج کو ضروری ضمانتوں کی مطابقت میں چلائیں۔ زمین اور جنگلات کو بھی ریاست نے اپنے ہاتھ میں لینا تھا اور اسی طرح کی ضمانتیں پیش کرتے ہوئے اسی طرح کی مزدور کمپنیوں کے حوالے ہونا تھا۔ اور آخر میں ''ساری نہریں، سڑکیں، ٹیلیگراف اور المختصر ٹرانسپورٹ اور کمیونی کیشن کے سارے ذرائع کو بحیثیت مجموعی سماج کی ملکیت میں ہونا تھا۔ فرانسیسی مندوبین نے اِس ''اوائلی کمیونزم'' کے خلاف شدید احتجاج کیا، مگر وہ صرف ایک سمجھوتہ حاصل کر سکے کہ نئی کانگریس (جو فیصلہ ہوا کہ باصل میں ہوگی) اس مسئلے پر از سرِ نو بحث کرے گی۔

ہمارے پاس مارکس کا لفظ ہے کہ برسلز قراردادوں کے لکھنے میں اس کا کوئی حصہ نہ تھا، مگر وہ اس کی کاروائیوں سے غیر مطمئن نہ تھا۔ سب سے پہلے کانگریس نے ہیمبرگ اور نور مبرگ کانگریسوں کی مثال کو اپنایا اور بین الاقوامی پرولتاریہ کی طرف سے اُس کے لئے اس کے سائنسی کام پر

مارکس کا شکریہ ادا کیا، ایک ایسی حقیقت جس نے اسے شخصی اور سیاسی اطمینان بخشا۔ دوسرا یہ کہ ''جنرل کونسل'' کے خلاف لندن میں فرنچ سیکشن کا اُٹھایا ہوا حملہ مسترد کیا گیا۔ البتہ جنیوا سیکشن کی ایک تجویز کانگریس نے منظور کرلی کہ منڈلاتی ہوئی جنگوں کو عام ہڑتالوں، عوام کی طرف سے ایک عام ہڑتال کے اثر سے آزاد کیا جائے، اس کو اس نے ''بکواس'' قرار دیا لیکن اس نے اس فیصلے کی تائید کی کہ ''لیگ فار پیس اینڈ فریڈم'' سے تعلقات توڑ دیے جائیں، جس نے کچھ ہی عرصہ بعد برن میں اپنی دوسری کانگریس منعقد کی۔ لیگ نے ''انٹرنیشنل'' کے ساتھ الحاق کی تجویز دی، مگر اسے برسلز سے یہ سخت جواب ملا کہ اُس کے جاری وجود کی کوئی ظاہری وجہ نظر نہیں آتی اور یہ کہ بہترین کام یہ ہے کہ وہ خود کو تحلیل کر دے اور اپنے ممبروں کو ''انٹرنیشنل'' کے مختلف سیکشنوں میں شامل ہونے کا مشورہ دے۔

اس الائنس کے تصور کو زیادہ تر باکونن کی حمایت حاصل تھی، جو جنیوا میں ''لیگ فار پیس اینڈ فریڈم'' کی اولین کانگریس میں موجود تھا اور جس نے برسلز کانگریس سے کچھ ماہ قبل ''انٹرنیشنل'' میں شمولیت اختیار کی تھی۔ جب ''انٹرنیشنل'' نے دونوں تنظیموں کے بیچ الحاق کی اس کی تجویز مسترد کردی تو اس نے ''لیگ فار پیس اینڈ فریڈم'' کی برن کانگریس کو اس بات پر مائل کرنے کی زبردست کوشش کی کہ وہ ساری ریاستوں کی تباہی اور اُن کھنڈرات پر سارے ممالک کے آزاد پیداواری کواپریٹوز کی ایک فیڈریشن کے قیام کی وکالت کرے۔ لیکن وہ جوہان فلپ بیکر اور دیگر کے ساتھ لیگ کی کانگریس میں بھی اقلیت میں تھا، اور اس اقلیت کے ساتھ اس نے پھر ''انٹرنیشنل الائنس آف سوشلسٹ ڈیموکریسی'' قائم کرلی۔ اس تنظیم کو بغیر کسی تحفظات کے ''انٹرنیشنل'' میں شامل ہونا تھا تاکہ اس کے اندر کام کرتے ہوئے دنیا بھر میں سارے انسانوں کی عمومی اور اخلاقی برابری کے عظیم اصول کی بنیاد پر سارے سیاسی اور فلسفیانہ معاملات کو بڑھوتری ہو۔

الائنس کے ہونے کا اعلان بیکر نے ''دروور بوٹے'' کے ستمبر شمارے میں کیا اور اعلان ہوا کہ اس کا مقصد فرانس، اٹلی، اور سپین میں (اور جہاں کہیں اس کا اثر تھا) ''انٹرنیشنل'' کے سیکشن قائم کرنا تھا، مگر تین ماہ بعد 15 دسمبر 1868ء میں بیکر نے ''جنرل کونسل'' سے باضابطہ درخواست کی کہ الائنس کو ''انٹرنیشنل'' میں منظور کرے، اور اسی دوران یہ درخواست فرنچ اور بلجیین فیڈرل کونسل کو کی گئی

اور مسترد ہوئی۔ ایک ہفتہ بعد 22 دسمبر کو باکونن نے جنیوا سے مارکس کو لکھا: ''میرے عزیز دوست! میں پہلے کسی بھی وقت سے زیادہ اب زیادہ صاف سمجھتا ہوں کہ آپ معاشی انقلاب کے عظیم راستے پر چلتے ہوئے کس قدر درست تھے، آپ ہمیں اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دیتے رہے اور ہم میں سے ان لوگوں کی مذمت کرتے رہے جو ہماری توانائیاں جزوی طور پر قومی اور کبھی کبھار مکمل طور پر سیاسی مہم جوئیوں پر مبذول کر رہے تھے۔ میں اب وہ کچھ کر رہا ہوں جو آپ پچھلے بیس برس سے کرتے رہے ہیں۔ برن کانگریس پہ بورژوازی سے میری حتمی اور کھلے عام علیحدگی کے وقت سے میں مزدوروں کی دنیا کے علاوہ کوئی اور ماحول، اور کوئی اور سماج نہیں جانتا۔ میری مادرِ وطن اب ''انٹرنیشنل'' ہے، جس کے نمایاں بانیوں میں آپ ایک ہیں۔ لہٰذا، میرے عزیز دوست آپ دیکھیں گے کہ میں آپ کا شاگرد ہوں، اور اس پر مجھے فخر ہے............''۔ اِن یقین دہانیوں کی ایمانداری پر شک کرنے کا کوئی سبب نہیں ہے۔

دونوں اشخاص کے بیچ تعلقات کی ایک فوری اور بنیادی تفہیم مارکس اور پرودھون کے درمیان ایک تقابل سے حاصل کی جاسکتی ہے جو کئی سال بعد باکونن نے ایسے وقت کیا جب وہ مارکس سے ایک متشدد مخالفت میں تھا: ''مارکس ایک سنجیدہ اور جامع معاشی مفکر ہے اور اسے واقعتاً ایک میٹیریلسٹ ہونے کی بنا پر پرودھون پر ایک زبردست فوقیت حاصل ہے۔ کلاسیک آئیڈیلزم کی روایتوں سے خود کو آزاد کرنے کی اپنی ساری کوششوں کے باوجود پرودھون ساری عمر ایک آئیڈیلسٹ رہا، ایک لمحے کو بائبل کی طرف جھکتا ہوا اور دوسرے لمحے رومن قانون کی طرف، اور ہمیشہ ایک مابعد الطبعیات دان رہا۔ اس کی عظیم بدقسمتی یہ تھی کہ اس نے کبھی بھی نیچرل سائنس نہیں پڑھی اور کبھی بھی اس کے طریقوں پہ نہ چلا۔ اس کے پاس مستحکم جبلتیں تھیں اور وہ لمحاتی طور پر اسے صحیح راستہ بتاتی رہیں، لیکن، اپنی دانش کی بری یا آئیڈیلسٹ عادتوں سے گمراہ ہو کر وہ پھر بار بار اپنی پرانی غلطیوں میں گر جاتا۔ لہٰذا پرودھون ایک مستقل تضاد رہا، ایک طاقتور جی نیئس اور ایک انقلابی مفکر جو آئیڈیلزم کے واہموں کے خلاف ان تھک لڑا مگر انہیں شکست دینے میں کبھی کامیاب نہ ہوا''۔

پھر اس نے مارکس کا کردار بیان کیا: ''ایک مفکر کے بطور مارکس صحیح راستے پر ہے۔ اس

نے یہ اصول بنا لیا کہ تاریخ میں سارے مذہبی، سیاسی اور قانونی واقعات معاشی وجہ نہیں بلکہ نتیجہ ہیں۔ یہ ایک عظیم اور پھل دار خیال ہے لیکن اس کا سارا کریڈٹ اُس کی وجہ سے نہیں ہے۔ اس سے پہلے بہت سے دوسروں کے پاس اس کا ایک خفیف سا علم تھا اور انہوں نے اسے جزوی طور پر بیان بھی کیا، لیکن آخری نتیجے میں کریڈٹ اُسے جاتا ہے کہ اُس نے اس خیال کو سائنسی انداز میں فروغ دیا اور اسے اپنی ساری معاشی تعلیمات کی بنیاد بنایا۔ دوسری طرف، پرودھون آزادی کے خیالیوں کو مارکس سے زیادہ سمجھتا تھا۔ جب وہ ڈوکٹرائینوں اور سراب خیالوں کو ایجاد کرنے میں مصروف نہ ہوتا تو پرودھون انقلابی کی معتبر جبلت رکھتا تھا؛ وہ شیطان کی عزت کرتا تھا اور انارکی کی وکالت کرتا تھا۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ مارکس ایک زیادہ منطقی نظامِ آزادی وضع کرے بہ نسبت اُس کے جو پرودھون نے کیا تھا، مگر اس میں پرودھون والی جبلت کی کمی ہے۔ ایک جرمن کے بطور، اور ایک یہودی کے بطور وہ سر سے لے کر پاؤں تک آمرانہ ہے''۔

اس تقابل سے اس نے اپنے لیے جو نتیجہ نکالا وہ یہ تھا کہ اس نے دونوں نظاموں کے بلند اتحاد کو منسلک کیا۔ اس نے سوچا کہ اس نے پرودھون کے انارکسٹ نظام کو ڈویلپ کیا تھا، اسے سارے ڈوکٹرائینی، آئیڈیلسٹ اور مابعد الطبیعاتی لباس سے آزاد کیا، اور اسے تاریخ میں سماجی معاشیات کی اور سائنس میں میٹریلزم کی بنیاد دے دی۔ مگر وہ خود کو دھوکہ دے رہا تھا۔ وہ پرودھون سے بہت آگے ترقی کر گیا، لیکن مارکس کے برعکس وہ نہ تو جامع طور پر جرمن فلاسفی کے مکتب کو گیا اور نہ ہی اس نے مغربی یورپی اقدام کی طبقاتی جدوجہدوں کا گہرا مطالعہ کیا۔ اور سب سے بڑھ کر، معاشیات کی اس کی جہالت اس کے لئے زیادہ تباہ کن تھی بہ نسبت نیچرل سائنس کی جہالت پر جو پرودھون کے لئے تھی۔ باکونن کی تعلیم میں یہ کمی اس حقیقت کے سبب تھی کہ اس کی انقلابی سرگرمیوں نے اس کی زندگی کے کئی بہترین سال سیکسن، آسٹریا اور روسی جیلوں اور سائبیریا کے برفانی ویرانیوں میں گزروائے، مگر اِس بیان کی طرح باوقار، اس نے کمی کو کم سنجیدہ نہ بنایا۔

''داخلی شیطان'' بہ یک وقت اُس کی قوت بھی تھا اور کمزوری بھی۔ اور وہ اُس کے اس پسندیدہ اظہار کے معانی کی مشہور روسی تنقید نگار بیلنسکی نے اشراف الفاظ میں تشریح کی: ''میخائل

اکثر قصور وار اور گناہگار ہے، مگر اُس میں کوئی چیز ہے جو اس کی ساری کمزوریوں پر بھاری ہوتی ہے .... وہ ہے دائمی طور پر سرگرم اصول جو کہ اس کی روح کے اندر گہرائی میں رہتا ہے''۔ باکونن ایک مکمل انقلابی کیریکٹر تھا اور مارکس و لاسال کی طرح اس کے پاس ایک نعمت موجود تھی جو لوگوں کو اس کی آواز سننے پر مجبور کرتی تھی۔ یہ ایک قلاش تارکِ وطن کے لئے کم کامیابی نہ تھی جس کے پاس کچھ نہ تھا سوائے اس کے مصمم ارادے کے کہ اس نے کئی یورپی ممالک (سپین، اٹلی اور روس) میں بین الاقوامی مزدور طبقے کی تحریک کی بنیاد رکھی۔ البتہ ان ممالک کا تذکرہ کرنا اُس کے اور مارکس کے درمیان فرق جاننے کے لئے ضروری ہے۔ دونوں اشخاص نے قریب آتے ہوئے انقلاب کا مشاہدہ کیا۔ مگر مارکس نے احساس کرلیا کہ صنعتی پرولتاریہ، جس کا اس نے جرمنی، فرانس اور انگلینڈ میں مطالعہ کیا تھا انقلاب کی ریڑھ کی ہڈی ہے، جبکہ باکونن نے فتح کو ''خود کو نچلے طبقے میں شامل کرنے والے نوجوانوں کے انبوہ سے'' کسانوں سے اور حتیٰ کہ لمپن پرولتاریہ سے حاصل کرنے کا سوچا۔ گو کہ اس نے ایک سائنسی مفکر کے بطور مارکس کی بالادستی کو تسلیم کیا، خود اپنے اعمال میں وہ بار باراُن غلطیوں میں گرجاتا جو کہ'' پچھلی نسلوں کے انقلابیوں'' کا خاصہ تھیں۔ اس نے اپنی تقدیر قبول کرلی اور خود کو اس سوچ سے تسلی دی کہ گو کہ سائنس زندگی کا قطب نما ہوسکتی ہے، یہ خود زندگی نہیں ہے اور صرف زندگی ہی اصلی چیزوں اور وجودوں کو پیدا کرسکتی ہے۔

یہ ایک غلطی ہوگی اور بہ یک وقت مارکس اور باکونن دونوں کے ساتھ ناانصافی بھی کہ ان کے تعلقات کو محض اس ناقابلِ مصالحت جھگڑے کی بنیاد پر جانچا جائے جس میں یہ تعلقات ختم ہوئے۔ سیاسی طور پر، اور بالخصوص نفسیاتی طور پر یہ بہت ہی زیادہ قدر کی بات ہوگی کہ تلاش کیا جائے کہ وہ بار بار کس طرح ایک دوسرے کی طرف کھنچتے چلے آتے تھے صرف 30 سالہ دور کے سارے عرصے میں الگ ہونے کو۔ دونوں نے اپنے انقلابی کیریئر کا آغاز ینگ ہیگلیوں کے بطور کیا اور باکونن بھی'' دوبچے فرانز وسیچے جہر بوچر'' کے بانیوں میں سے ایک تھا۔ جب مارکس اور روج کے درمیان علیحدگی ہوئی، باکونن نے اپنے پرانے بزرگ کے خلاف مارکس کی حمایت کی، مگر بعد میں جب اس نے برسیلز میں خود دیکھا کہ کمیونسٹ پروپیگنڈے سے مارکس کا کیا مطلب تھا تو وہ دہشت

زدہ ہوگیا۔ اور چند ماہ بعد اس نے ہروغ کی جرمنی میں مہم جُو رضا کار جہاد کی سرگرم حمایت کی صرف اس مہم کی غلطی کا احساس کرنے اور اپنی غلطی کو سرعام ماننے کی وجہ سے۔

اس کے جلد بعد 1848ء کے گرما میں'' نیوے رائنشچے زی تنگ'' نے اس پر روسی حکومت کا آلہ کار ہونے کا الزام لگایا۔ مارکس اور باکونن پھر برلن میں ملے اور اپنی پرانی دوستی بحال کی، اور جب باکونن کو پروشیا سے جلاوطن کردیا گیا تو'' نیوے رائنشچے زی تنگ'' نے بڑی توانائی سے اس کے کاز کی طرفداری کی۔ بعد کی اس کی'' پان سلاؤ'' ایجی ٹیشن شدید تنقید کی زد میں آئی۔ مگر ایک تمہیدی فقرے کے اس اعلان نے کہ'' باکونن ہمارا دوست ہے'' بتادیا کہ وہ جمہوری ارادوں سے ایسا کررہا ہے اور یہ کہ سلاو مسئلے پر اس کا خود کو دھوکہ دینا قابلِ فہم تھا۔ اور بقیہ کے لئے، اینگلز (جو کہ اس مضمون کا مصنف تھا) باکونن کے پروپیگنڈہ پر اپنی سب سے بڑی تنقید پر غلط تھا، اس لئے کہ اُس وقت آسٹریائی بالادستی کے تحت سلاو قوموں نے ثابت کیا کہ وہ اصل میں تاریخی مستقبل رکھتے ہیں جسے اینگلز نے انہیں دینے سے انکار کیا۔ ڈریسڈن بغاوت میں باکونن کی انقلابی شرکت کی جلد ہی مارکس و اینگلز نے کسی بھی دوسرے سے زیادہ گرمجوشی کے ساتھ تعریف کی۔

ڈریسڈن سے پسپائی کے دوران باکونن کو گرفتار کیا گیا اور اسے دوبار موت کی سزا سنائی گئی، پہلے ایک سیکسن اور پھر ایک آسٹریائی کورٹ مارشل کی طرف سے۔ دونوں دفعہ سزا میں تخفیف کرکے اسے عمر بھر کی قید بامشقت میں بدلا گیا اور آخر میں اسے روس کے حوالے کیا گیا جہاں اس نے سینٹ پیٹر و پال قلعے میں کئی خوفناک سال گزارے۔ اس کی قید میں ایک بار پھر ایک احمقانہ اُرکوہارٹی نے یہ دھماکہ خیز الزام لگایا کہ باکونن روسی حکومت کا ایجنٹ ہے، اور'' مارننگ ایڈورٹائزر'' میں ایک مضمون میں اعلان کیا کہ وہ دراصل جیل میں ہے ہی نہیں۔ اسی اخبار کو پھر ہرزن، مازینی، روج اور مارکس کے احتجاجی خط چھاپنے پڑے۔ اسی وقت ایک بدقسمت واقعہ یہ ہوا کہ باکونن پر الزام لگانے والے کا نام بھی مارکس تھا۔ اس ایک ہی وقت میں رونما ہونے والے واقعہ کو بعد میں نقلی انقلابی ہرزن نے ایک شرمناک سازش شروع کرنے کے لئے غلط استعمال کیا۔ 1857ء میں باکونن کو سینٹ پیٹر پال قلعے سے سائبریا بھیج دیا گیا اور 1861ء میں وہ جاپان اور امریکہ سے

ہوتے ہوئے لندن فرار ہونے میں کامیاب ہوا جہاں ہرزن نے اُسے اکسایا کہ اس کی قید کے دوران مارکس نے انگلش پریس میں اسے روسی جاسوس کہہ کراس کی مذمت کی۔ یہ اُس بدنام سکینڈل پھیلانے کی شروعات تھی جس نے دونوں افراد کے درمیان بہت تکلیف پیدا کی۔

باکونن ایک دہائی سے زیادہ عرصے تک پوری زندگی سے مکمل طور پر کٹا رہا۔ اس لئے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ لندن پہنچنے پر اس نے ہرزن ٹائپ کے روسی تارکینِ وطن سے رابطہ کرنے کی کوشش کی، گو کہ بنیادی طور پر اُن سے اس کی بہت کم چیزیں مشترک تھیں۔ اپنی ''پان سلاوازم'' میں بھی باکونن ہمیشہ ایک انقلابی رہا، جبکہ ہرزن ایک نرم سے لبرل نقاب کے پیچھے ''سڑے ہوئے مغرب'' پر اپنے حملوں سے اور اپنے روسی دیہی کمیونٹی کے عارفانہ نظام کی مذہبی پرستش سے دراصل زار ازم کا کھیل کھیل رہا تھا۔ اس میں باکونن گناہ گار نہیں کہ اس نے ہرزن کی موت تک اس سے شخصی دوستانہ تعلقات رکھے، اس لئے کہ ہرزن اُس کی جوانی کے مصائب میں اس کا مددگار رہا تھا۔ دونوں میں سیاسی علیحدگی 1866ء میں باکونن لایا جب اُس نے ہرزن کو ایک خط لکھ کر ایک سیاسی کے بغیر ایک سماجی تبدیلی چاہنے پر اس پہ تنقید کی، اور اس بات پر کہ وہ روسی دیہی کمیونٹی کو صحیح سالم چھوڑ دینے کی شرط پر ریاست کو ہر چیز معاف کرنے پر تیار تھا (اس لئے کہ یہ نہ صرف روسی اور سلاو ممالک بلکہ ساری دنیا کی تخلیقِ نو کے لئے ہرزن کی امید کی بنیاد تھی)۔ باکونن نے اس سراب خیالی کو برباد کر ڈالنے والی تنقید کا نشانہ بنایا۔

البتہ، سائبیریا سے اس کے کامیاب فرار کے بعد وہ ہرزن کے گھر میں رہا اور چنانچہ مارکس کے ساتھ رابطہ کرنے سے دور رہا۔ اس حقیقت کے باوجود اس نے کمیونسٹ مینی فیسٹو کو روسی میں ترجمہ کیا اور اس کی اشاعت ہرزن کے ''کولوکول'' میں کرلی۔

لندن میں باکونن کے دوسرے قیام کے دوران، جب ''انٹرنیشنل'' قائم کی گئی تھی تو مارکس نے برف توڑ دی اور اُس سے ملنے چلا گیا۔ وہ سچائی کے ساتھ باکونن کو یقین دلا سکا کہ اُسے بدنام کرنے کا بانی ہونا تو بہت دور کی بات ہے اس نے تو کھلے عام اُس مہم کی مخالفت کی تھی۔ اس وضاحت کے بعد وہ دونوں، دوستوں کے بطور رخصت ہوئے۔ باکونن سرگرمی کے ساتھ ایک بین

الاقوامی مزدور طبقے کی تنظیم کے منصوبے کے حق میں تھا، اور 4 نومبر کو مارکس نے اینگلز کو لکھا: '' باکونن آپ کو سلام کہتا ہے۔ وہ آج اٹلی کے لئے روانہ ہوگیا، جہاں وہ رہ رہا ہے (فلورنس میں)۔ مجھے یہ کہنا چاہئے کہ اس نے مجھے کافی متاثر کیا، پہلے سے زیادہ۔ مجموعی طور پر وہ اُن چند لوگوں میں سے ایک ہے جن سے میں گذشتہ سولہ برسوں میں ملا جنہوں نے انحطاط نہیں بلکہ پراگریس کی تھی''۔

''انٹرنیشنل'' کے کاز کے لئے باکونن کی محسوس کی جانے والی گرمجوشی بہت دیر تک نہ رہی اور اٹلی میں اس کے قیام نے جلد ہی اس کے اندر موجود'' پچھلی نسل کا انقلابی'' جگا دیا۔ اس نے رہنے کے لئے اٹلی کو نہ صرف اُس کی موزوں آب و ہوا اور اُس کی سستائی کی وجہ سے چنا، بلکہ سیاسی وجوہات کی بناء پر بھی، اور اس لئے بھی کہ فرانس اور جرمنی دونوں اُس کے لئے بند تھے۔ وہ آسٹریائی استبداد کے خلاف جدوجہد میں اطالویوں کو سلاوز کا فطری اتحادی سمجھتا تھا۔ اور جب وہ ابھی تک سائبیریا میں تھا گیری بالڈی کے معرکوں نے اس کے خیالات کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اِن معرکوں سے اس نے پہلا نتیجہ یہ نکالا کہ انقلابی تحریک ایک بار پھر سے جی اٹھنے والی تھی۔ اٹلی میں اسے کئی خفیہ سیاسی تنظیمیں ملیں، نچلے طبقے میں شامل ہونے والے دانشور ملے جو ایک لمحے کے نوٹس پر ہر طرح کی سازشی مہم جوئیوں میں کودنے کو تیار تھے، ہمہ وقت فاقہ کے کنارے پر موجود کسانوں کا ایک انبوہ ملا، اور آخر میں دائمی خستہ حال علاقوں کے رہنے والے پرولتاریہ ملے۔ آخرالذکر کی مضبوط نمائندگی بالخصوص لازارونی آف نیپلز کرتا تھا، جہاں باکونن فلورنس میں مختصر قیام کے بعد رہنے کے لئے گیا۔ یہ طبقات اُسے انقلاب کے اصلی روحِ رواں نظر آئے اور وہ اٹلی کو وہ ملک سمجھنے لگا جس میں سماجی انقلاب شاید قریب ترین تھا، گو کہ اسے جلد ہی اپنی غلطی تسلیم کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ مازینی کا پروپیگنڈہ ابھی تک اٹلی میں بالادست عنصر تھا اور مازینی سوشلزم کا مخالف تھا۔ اس کی مبہم مذہبی جنگی چیخوں اور اس کی سخت مرکزیت والی تحریک کا واحد مقصد ایک متحدہ بورژوا ریپبلک کا حصول تھا۔

اٹلی میں گزارے ہوئے سالوں کے دوران باکونن کی انقلابی ایجی ٹیشن نے ایک متعین شکل اختیار کی۔ تھیوری کے علم کی اس کی کمی، اس کی دانشورانہ چُستی کے زائد ہونے، اور عمل کے

لئے اس کی شدید خواہش کے سبب وہ ہمیشہ مضبوطی سے اپنے آس پاس کے اثر کے تحت رہا۔ مازینی کا سیاسی مذہبی ڈوگماٹزم باکونن کو دھریت اور انارکزم اور ساری ریاستی اتھارٹی کے اپنے انکار پہ زور دینے پہ لے گیا۔ اور دوسری طرف اُن طبقات کی انقلابی روایات جنہیں وہ سماج کی عمومی تبدیلی کا راہبر گردانتا تھا، نے خفیہ سازشوں اور مقامی بغاوتوں میں مبتلا ہونے کے اس کے اپنے جھکاؤ کو زبردست انداز میں متاثر کیا۔ چنانچہ باکونن نے ایک انقلابی سوشلسٹ خفیہ سوسائٹی قائم کی جو سب سے پہلے زیادہ تر اٹلی والوں پر مشتمل تھی اور اس کا مقصد ''مازینی اور گیری بالڈی کی کریہہ بورژوا لفاظی'' کا مقابلہ کرنا تھا، مگر اس نے جلد ہی اپنا اثر ورسوخ بین الاقوامی سطح تک بڑھا دیا۔

1867ء کی خزاں میں وہ جنیوا منتقل ہوا۔ جہاں پہلے اس نے ''لیگ فار پیس اینڈ فریڈم'' کو اپنی خفیہ تنظیم کے حق میں متاثر کرنے کی کوشش کی، اور جب وہ اس میں ناکام ہوا تو اس نے ''انٹرنیشنل'' کے ساتھ اپنے الحاق کی منظوری لینے کی بھرپور کوشش کی، ایک ایسی تنظیم جس کے بارے میں اس نے چار سال تک اپنا سر کھپانے کی تکلیف نہ کی تھی۔

4-الائنس آف سوشلسٹ ڈیموکریسی

مارکس نے پرانے انقلابی باکونن کے لئے دوستانہ جذبات جاری رکھے۔ اُس نے اُن سارے حملوں کی مخالفت کی جو اُس کے یعنی مارکس کے قریبی حلقے میں باکونن کے خلاف کیے جاتے تھے یا کرنے کے منصوبے بنائے جاتے۔

اِن حملوں کو شروع کرنے والا سگمنڈ بورخیم تھا جو کہ ایک سچا ڈیموکریٹ تھا۔ جس کا مارکس ووگٹ معاملے اور دوسرے معاملوں میں مقروض تھا۔ بورخیم میں دو کمزوریاں تھیں: پہلی یہ کہ وہ خود کو ایک شاندار ادیب سمجھتا تھا، جو کہ وہ نہیں تھا۔ اور دوسری یہ کہ وہ روسیوں کے خلاف ایک خبطی قسم کی نفرت رکھتا تھا، ایک ایسی خبطی نفرت جو کسی صورت ہرزن کی جرمنوں سے خبطی نفرت سے کم نہ تھی۔

ہرزن بورخیم کا سخت مخالف تھا جس کو اس نے مضامین کے ایک سلسلے میں مفصل طور پر خوب ادھیڑ کے رکھ دیا جو 1868ء کے شروع میں ''ڈیموکریٹشے ووچنبلاٹ'' میں چھپے۔ گو کہ اُس

وقت باکونن پہلے ہی سیاسی طور پر ہرزن سے الگ ہو چکا تھا، اس پر بورخیم نے ہرزن کو ''قزاقوں'' میں سے ایک کہہ کر حملہ کیا اور اس کے ساتھ ایک ''لازوال نفی'' کے بطور عوامی تمسخر کا نشانہ بنایا۔ بورخیم نے ہرزن کے ایک مضمون میں پڑھا تھا کہ کئی سال قبل باکونن نے یہ ''خصوصی مشاہدہ'' بیان کیا تھا کہ، ''سرگرم نفی ایک تخلیقی قوت ہے''۔ اپنے اخلاقی غضب میں بورخیم نے خطیبانہ انداز میں پوچھا کہ آیا روسی سرحد کے یورپی جانب کسی اور کو کبھی یہ خیال آیا؟ اس نے یہ اضافہ بھی کیا کہ اس پر ہزاروں جرمن سکولی بچے ہنسیں گے۔ معزز بورخیم نہیں جانتا تھا کہ باکونن کا اکثر دھرائے جانے والا اعلان کہ ''تباہی کے لئے شہوت ایک تخلیقی شہوت ہے''، ''دوئچے جہر بوچر'' میں چھپنے والے ایک مضمون سے تھا جو ایک ایسے زمانے میں چھپا تھا جب باکونن ینگ ہیگلینز کے حلقوں میں آیا تھا اور دوئچے فرانزوسیچے جہر بوچر کے قیام کے لئے مارکس اور روج سے تعاون کر رہا تھا۔

یہ جاننا آسان ہے کہ مارکس اس اور اسی طرح کی کوششوں کو خفیہ دہشت سے دیکھتا تھا، اور یہ کہ اس نے بورخیم کی اُس وقت سرتوڑ مخالفت کی جب بورخیم نے ''نیوے رائنشے زی تنگ'' میں اینگلز کے مضامین کو خود اپنی بے معنی گفتگو کی بنیاد کے بطور باکونن کے خلاف استعمال کرنے کی تجویز دی اس لئے کہ اس نے محسوس کیا کہ وہ مضامین ''اس کی اپنی کتاب کے لئے بہت شاندار انداز میں موزوں تھے''۔ مارکس نے اصرار کیا کہ اگر مضامین کو استعمال کیا بھی جائے تو انہیں ہتک آمیز انداز میں بالکل نہیں استعمال کرنا چاہیئے، اس لئے کہ اینگلز باکونن کا پرانا ذاتی دوست تھا۔ اور جب اینگلز نے مارکس کی حمایت کی تو بورخیم نے اپنا منصوبہ ترک کیا۔ جوہان فلپ بیکر نے بھی بورخیم کو لکھا کہ وہ باکونن پر حملہ نہ کرے، مگر اس نے ایک بد دماغ جواب وصول کیا جس میں مارکس کے بقول ''اپنی ہمیشہ والی شائستگی کے ساتھ بورخیم نے اعلان کہ وہ بیکر کے ساتھ اپنی دوستی جاری رکھنے پر تیار تھا اور اپنی معاشی مدد پر بھی (برسبیل تذکرہ، کچھ زیادہ نہیں) مگر مستقبل میں اُن کی خط وکتابت میں سیاست سے پرہیز کیا جائے۔ بورخیم کے ساتھ اپنی ساری دوستی کے ساتھ مارکس نے دیکھا کہ اس کی ''روس ترسی'' نے خطرناک صورتیں اختیار کیں۔

باکونن کے ساتھ مارکس کے دوستانہ جذبات اس حقیقت سے متاثر نہ ہوئے کہ باکونن

نے ''لیگ فار پیس اینڈ فرینڈ شپ'' کی کانگریس میں حصہ لیا۔ لیگ کی پہلی کانگریس پہلے ہی جنیوا میں منعقد ہوچکی تھی جب مارکس نے اپنی کتاب ''کیپٹل'' کی پہلی جلد کی ایک کاپی باکونن کو ایک شخصی انتساب کے ساتھ بھیجی تھی۔ شکریے کا کوئی لفظ وصول نہ کرنے پر، اس نے جنیوا میں ایک روسی تارکِ وطن سے اپنے ''پرانے دوست باکونن'' کے بارے میں معلومات حاصل کیں جس کو اُس نے کسی اور معاملے پر خط لکھا، گوکہ اسے پہلے ہی ایک ہلکا سا شک تھا کہ آیا باکونن ابھی تک اس کا دوست ہے یا نہیں۔ اُس کے اس بالواسطہ معلومات کا جواب 22 دسمبر کو باکونن کا وہ خط تھا جس میں اس نے اُس راستے پر چلنے کا وعدہ کیا جس پر مارکس بیس برس سے چل رہا تھا۔

جس وقت باکونن نے یہ خط لکھا، ''جنرل کونسل'' پہلے ہی ''الائنس آف سوشلسٹ ڈیموکریسی'' کی ''انٹرنیشنل'' سے الحاق کی درخواست رد کرچکی تھی جسے بیکر نے پیش کیا تھا۔ مارکس اس استرداد کا سب سے بڑا محرک تھا۔ وہ الائنس کے وجود سے متعلق باخبر تھا، جس کا کہ ''درووربوٹے'' میں اعلان کیا گیا تھا، مگر اس نے ابھی تک اسے ایک مقامی مردہ اسقاطی پیدا شدہ بچہ سمجھ رکھا تھا اور وہ بیکر کو ویسے تو ایک قابلِ اعتبار کا مریڈ سمجھتا تھا، مگر تنظیمی کیچڑ میں کھیلنے کا عادی۔ بیکر نے الائنس کا پروگرام اور آئین ومنشور پیش کیے اور ایک ملحقہ خط میں ''جنرل کونسل'' کو اعلان کیا کہ الائنس ''انٹرنیشنل'' میں ''آئیڈیلزم'' کی کمی کو بہتر کرنے پر بہت بے چین ہے۔

اس بدبخت فقرے نے ''جنرل کونسل'' کے ممبروں میں ''اور بالخصوص فرانسیسیوں'' میں ایک ''عظیم غصہ'' پیدا کیا، جس طرح مارکس نے اینگلز کو لکھا۔ الائنس کی درخواست کے مسترد کرنے کا فیصلہ فوری طور پر ہوا۔ ''جنرل کونسل'' نے مارکس کو ہدایت کی کہ وہ خط لکھ کر اس فیصلہ سے مطلع کرے۔ 18 دسمبر کی ''آدھی رات کے بعد'' اس نے جو خط اینگلز کو لکھ کر اُس سے مشورہ مانگا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس معاملے پر وہ خود کس قدر غضبناک تھا۔ ''بورخیم اِس دفعہ درست نکلا'' اس نے اضافہ کیا۔ الائنس کے پروگرام نے سب سے بڑھ کر یہ اعلان کیا کہ الائنس دہریہ ہے۔ اس نے سارے مذاہب کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔ عقیدہ کو سائنس سے بدل دینے کا اور آسمانی انصاف کو انسانی انصاف سے بدلنے کا مطالبہ کیا۔ اس نے پھر سب طبقات اور دونوں صنفوں کے سارے

افراد کے لئے سیاسی، معاشی اور سماجی برابری کا مطالبہ کیا، اور وراثت کے حق کے خاتمے کے ساتھ ایک شروعات کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے مزید مطالبہ کیا کہ دونوں صنفوں کے سارے بچوں کو پیدائش کے وقت سے ترقی کے مساوی مواقع ملنے چاہئیں، یعنی مادی دیکھ بحال اور سائنس، صنعت اور آرٹس کے سارے شعبوں میں تعلیم کے مساوی مواقع ملنے چاہئیں۔ اور آخر میں پروگرام نے سیاسی سرگرمی کی ان ساری صورتوں کی مذمت کی جو سرمایہ پر محنت کی فتح حاصل کرنے کا براہِ راست مقصد نہ رکھتی ہوں۔

اس پروگرام پر مارکس کا فیصلہ تعریفی نہیں تھا۔ کچھ ہی دیر بعد اُس نے اِس کا حوالہ اِس طرح دیا: ''عامیانہ، گلا سڑا ہوا، ایک خالی خولی واہیات دکھاوے والے جملوں کی ایک تسبیح، عارضی اثر سے زیادہ مقصد نہ رکھنے والا ایک عامیانہ بیانیہ''۔ تھیوری کے معاملات میں ''انٹرنیشنل'' بہت کچھ برداشت کرنے پر تیار تھا، اس لئے کہ بین الاقوامی پرولتاریہ کے لئے اُس کی عملی سرگرمی سے ایک مشترکہ پروگرام وضع کرنا اس کی تاریخی ڈیوٹی تھی۔ اسی وجہ سے اس کی تنظیم سازی کامیاب عملی سرگرمی کے لئے بنیادی شرط کے بطور بہت اہمیت کی حامل تھی۔ اور الائنس کے قوانین خصوصاً اس میدان پر خطرناک تجاوزات پیدا کرتے تھے۔

الائنس نے خود کو ''انٹرنیشنل'' کی ایک شاخ قرار دیا اور اس کے سارے عمومی قوانین قبول کرلیے، مگر وہ ایک علیحدہ تنظیم رہنا چاہتی تھی۔ اس کے بانیوں نے جنیوا میں اپنی ایک عبوری مرکزی کمیٹی قائم کرلی۔ ہر ملک میں قومی دفاتر کھولنے تھے اور ہر جگہ گروپ بنانے تھے، جو پھر ''انٹرنیشنل'' سے الحاق کریں۔ ''انٹرنیشنل'' کی سالانہ کانگریسوں میں الائنس کے نمائندوں کو بحیثیت ''انٹرنیشنل'' کی شاخ کے، ایک خصوصی کمرے میں اپنے پبلک سیشن منعقد کرنے کی تجویز دی گئی۔

اینگلز نے فوری فیصلہ کرلیا۔ قبول کرنا ناممکن تھا۔ اس کا نتیجہ دو جنرل کونسلیں ہوتیں اور دو کانگریسیں۔ لندن میں موجود عملی ''جنرل کونسل''، جنیوا میں ''آئیڈیلسٹ'' جنرل کونسل کے ساتھ خود کو احمقانہ جھگڑے میں دیکھتا۔ اس نے اس معاملے سے نمٹنے میں سردمہری کا مشورہ دیا۔ ایک شدید استرداد مزدوروں میں موجود بہت سے فلسطیوں (بالخصوص سوئٹزرلینڈ میں) کو جذباتی کردے گا اور

''انٹرنیشنل'' کونقصان پہنچائے گا۔ الائنس کی درخواست کو خاموشی اور مضبوطی سے مسترد کرنا چاہئے، اور بتا دینا چاہیے کہ اس نے اپنی سرگرمیوں کے لئے ایک خصوصی میدان چُن لیا تھا اور یہ کہ ''انٹرنیشنل'' انتظار کرے گی اور اُس کی کامیابی کو دیکھے گی۔ اس دوران کوئی سبب نہ تھا کہ کیوں ایک ایسوسی ایشن کے ممبر اگر چاہیں تو دوسری کے بھی ممبر نہیں بن سکتے۔ الائنس کے پروگرام پر اس کا فیصلہ مارکس کے فیصلے کی طرح تھا۔ اس نے اپنی زندگی میں اس قدر تکلیف دہ چیز نہیں پڑھی تھی۔ باکونن تو ایک ''مکمل گدھا'' بن چکا ہے، ایک ایسا تبصرہ ہے جس سے باکونن کے خلاف کوئی خاص نفرت نظر نہیں آتی، یا کم از کم اس سے زیادہ نہیں جو مارکس نے اپنے پرانے اور وفادار دوست بیکر کو کہا: '' ایک پرانا کنفیوژنی'' ۔ اپنی نجی خط و کتابت میں دونوں دوست اس طرح کے زندہ دل طنز کا بڑی سخاوت سے استعمال کرتے تھے۔

اس دوران مارکس شانت ہو چکا تھا اور اس نے ''جنرل کونسل'' کا جواب لکھ دیا جس میں الائنس کا ''انٹرنیشنل'' کے ساتھ الحاق کی اجازت دینے سے اس طرح انکار تھا کہ جس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا تھا۔ بیان میں بیکر پر ایک بالواسطہ حملہ موجود تھا کہ ''الائنس'' کے بانیوں کی ایک بڑی تعداد نے برسیلز کانگریس میں ''انٹرنیشنل'' کے ممبروں کی حیثیت سے ''لیگ فار پیس اینڈ فریڈم'' کے ساتھ گھل مل نہ جانے کا فیصلہ لے کر کے یہ مسئلہ پہلے ہی حل کر دیا تھا۔ ''جنرل کونسل'' کے منفی فیصلے کا سب سے بڑا سبب یہ دیا گیا کہ '' انٹرنیشنل'' کے اندر اور باہر موجود ایک دوسری انٹرنیشنل تنظیم کے الحاق کو قبول کرنا اس تنظیم کو تباہ کرنے کے مترادف ہوگا۔

یہ بہت ہی خلافِ معمول تھا کہ جنرل کونسل کا فیصلہ وصول کر کے بیکر بہت غصے میں آ گیا۔ زیادہ قابلِ اعتبار تو باکونن کا وہ بیان ہے کہ وہ تو شروع سے ''الائنس'' قائم کرنے کے حق میں نہ تھا، مگر اپنی خفیہ سوسائٹی کے ممبروں سے ووٹوں میں ہار گیا تھا۔ وہ اس خفیہ سوسائٹی کو قائم رکھنا چاہتا تھا، جس کے ممبر ''انٹرنیشنل'' میں سوسائٹی کے مقاصد کے لئے کام کریں، اور اس کی خواہش تھی کہ تنظیم کا ''انٹرنیشنل'' کے ساتھ فوری الحاق ہو، تا کہ ساری مسابقتوں سے بچا جائے۔ بہر حال جنیوا میں الائنس کی مرکزی کمیٹی نے ''جنرل کونسل'' کے انکار کا جواب اس پیشکش سے دیا کہ اگر ''جنرل

کونسل'' الائنس کے تھیوریٹکل پروگرام کو تسلیم کر لے تو ''الائنس'' کے سارے سیکشنوں کو ''انٹرنیشنل'' کے سیکشنوں میں بدل دیا جائے گا۔

اسی دوران مارکس کو باکونن کا 22 دسمبر کا دوستانہ خط ملا، مگر اُس وقت تک اُس کے شکوک اس قدر بڑھ گئے تھے کہ اس نے اس کی ''جذباتی باتوں'' کو اہمیت نہ دی۔ الائنس کی نئی تجویز نے بھی اس کا شک ابھارا، لیکن اس کے باوجود اس نے خود کو اس کا جواب ایک جامع معروضی انداز میں دینے کے علاوہ کسی اور طریقے سے دینے کی اجازت نہ دی۔ اس کی تجویز پر جنرل کونسل نے 9 مارچ 1868ء میں فیصلہ کیا کہ '' انٹرنیشنل'' سے ملحقہ مختلف مزدور تنظیموں کے تھیوریٹیکل پروگراموں کو جانچنا اس کے احاطے میں نہیں ہے۔ مختلف ممالک میں مزدور طبقہ ترقی کے مختلف درجوں پر تھا اور چنانچہ اُن کی عملی سرگرمی مختلف شکلوں میں تھیوریٹیکل اظہار پاتی تھی۔ مشترکہ عمل، جو کہ ''انٹرنیشنل'' کا مقصد تھا، ''انٹرنیشنل'' کے مختلف سیکشنوں کے درمیان تبادلہِ خیالات اور آخر میں سالانہ کانگریسوں میں براہِ راست بحث مباحثے مزدور طبقے کی ساری تحریک کے لئے ایک مشترکہ تھیوریٹیکل پروگرام بنانے پر بتدریج منتج ہوگا۔ مگر فی الحال ''جنرل کونسل'' کا فریضہ صرف یہ طے کرنا تھا کہ آیا مختلف پروگراموں کا عمومی رجحان ''انٹرنیشنل'' کے عمومی رجحان کے مطابق ہے۔ یعنی مزدور طبقے کی مکمل نجات کی جدوجہد کے مطابق ہے۔

اس سلسلے میں فیصلے نے بتادیا، الائنس کے پروگرام میں ایک جملہ تھا جو خطرناک غلط فہمی پیدا کر سکتا تھا: '' سارے طبقات کے لئے سیاسی، معاشی اور سماجی برابری کو جب لفظی معنوں میں لیا جائے تو اس کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں نکلتا کہ سرمایہ اور محنت کے بیچ ہم آہنگی (جس طرح کہ بورژوا سوشلسٹ تبلیغ کرتے ہیں)''۔ پرولتاری تحریک کا اصل راز اور ''انٹرنیشنل'' کا عظیم مقصد تو سارے طبقات کی تباہی ہے۔ البتہ جس طرح کہ تحریر نے بتایا، ''طبقات کی برابری'' والا جملہ شاید قلم کے پھسلنے کی وجہ سے لکھا گیا ہوگا، اور جنرل کونسل کو کوئی شک نہیں ہے کہ الائنس اس خطرناک فقرے کو ترک کر دے گا اور پھر اس کے سیکشنوں کے ''انٹرنیشنل'' کے سیکشنوں میں ڈھل جانے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی۔ جب بالآخر اس طرح کیا جائے گا تو جنرل کونسل کو ''انٹرنیشنل'' کے آئین و

ضوابط کے مطابق، سارے نئے سیکشنوں کی جگہ اور ممبر شپ کی تعداد سے مطلع کیا جانا چاہیے۔

الائنس نے جنرل کونسل کی طرف سے اعتراض کردہ جملے کو تبدیل کر دیا اور 22 جولائی کو اعلان کیا کہ اس نے خود کو تحلیل کر لیا اور اپنے سیکشنوں سے خود کو ''انٹرنیشنل'' کے سیکشنوں کے ذریعے ''انٹرنیشنل'' میں قبول کیا۔ مبینہ طور پر باکونن کی خفیہ سوسائٹی نے بھی خود کو تحلیل کر لیا، مگر یہ کم و بیش ڈھیلے ڈھالے انداز میں موجود رہی اور باکونن خود اُس پروگرام کے لئے کام کرتا رہا جو الائنس نے اپنے لئے بنایا تھا۔ 1867ء کے موسمِ خزاں سے لے کر 1869ء کے موسمِ خزاں تک وہ جنیوا جھیل کے ساحلوں پر مقیم رہا، کبھی کبھی جنیوا میں اور کبھی ویوری یا کلارنز میں، اور اس نے فرانکو اٹالین سوئس مزدوروں میں اچھا خاصا اثر و نفوذ حاصل کر لیا۔

اُس کی اس سرگرمی میں اُس خصوصی حالت نے مدد کی جس میں یہ مزدور رہتے تھے۔ صورتحال کو سمجھنے کے لئے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ ''انٹرنیشنل'' ایک متعین تھیوریٹکل پروگرام والی تنظیم نہ تھی، بلکہ ایک ایسی تنظیم تھی جو اپنی تہوں میں سارے رجحانات کو برداشت کرتی تھی، جس طرح کہ جنرل کونسل نے ''الائنس'' کو اپنے خط میں بتایا تھا۔ ''دروور بوٹے'' کے کالموں میں ایک نظر ڈالنے سے پتہ چل جاتا ہے کہ بیکر جیسے ''انٹرنیشنل'' کے ایک سرگرم اور راہبر تک نے بھی خود کو تھیوریٹکل معاملات میں غیر ضروری طور پر پریشان نہ کیا۔ اور اصل میں ''انٹرنیشنل'' کے جنیوا سیکشنوں میں دو بہت ہی مختلف رجحانات تھے۔ ایک طرف جنیوا لہجے میں پکارے جانے والے فیبرک (Fabrique) یعنی جیولری اور گھڑی سازی کی صنعت کی بڑی اجرتوں والے مزدور تھے۔ یہ مزدور تقریباً سارے کے سارے مقامی لوگ تھے۔ دوسری طرف گراس میٹیئرز (Gros Metiers) تھے جن میں زیادہ تر عمارتی مزدور تھے۔ یہ تقریباً سارے کے سارے باہر کے تھے، زیادہ تر جرمن۔ جو قابلِ برداشت حد تک شائستہ حالاتِ کار برقرار رکھنے کے لئے ہڑتال پہ ہڑتال کرنے کی لڑائی پر مجبور کئے جاتے۔ اول الذکر کو ووٹ کا حق تھا جبکہ دوسرے کو نہیں۔ مگر ''فیبریک'' کی تعداد اتنی زیادہ نہ تھی کہ وہ انتخابی کامیابیوں کی امید کر سکتے اور نتیجتاً وہ بورژوا ریڈیکلوں کے ساتھ انتخابی کمپرومائزوں کی طرف زیادہ راغب تھے۔ ''گراس میٹیئرز'' کے مزدوروں کو اس طرح

کی ترغیبوں کا سامنا نہ تھا اور وہ سیدھا سیدھا انقلابی عمل کرنے کے حق میں تھے جس کا پروپیگنڈہ باکونن کرتا تھا۔

باکونن نے جُورا کے گھڑی سازوں کے درمیان ایک مزید موزوں بھرتی علاقہ دیکھا۔ یہ مزدور پر آسائش ٹریڈز میں مصروف بہت ماہر لوگ نہ تھے، بلکہ زیادہ تر گھریلو مزدور تھے جن کے پہلے سے بدترین حالاتِ زندگی کو بھی امریکی بڑے پیمانے کی پیداوار سے خطرہ ہو رہا تھا۔ وہ پہاڑوں میں چھوٹے گاؤں میں بکھرے ہوئے تھے اور ایک سیاسی مقصد کے تحت ایک بڑے پیمانے کی تحریک کے لئے موزوں نہ تھے۔ مزید برآں، انہیں کئی ناموزوں تجربات کی وجہ سے سیاست کرنے سے شرمیلا بنا دیا گیا تھا۔ اُن میں سے ''انٹرنیشنل'' کے کاز کے لئے ایجی ٹیشن کرنے والا پہلا شخص کاؤلری نامی ایک ڈاکٹر تھا۔ وہ انسانیت دوستی کی جبلتوں کے ساتھ ایک سچا شخص تھا، مگر سیاسی طور پر مایوس کن حد تک کنفیوز تھا۔ اس نے اُن مزدوروں کی نہ صرف بورژوا ریڈیکلوں کے ساتھ انتخابی الائنس کی طرف رہنمائی کی بلکہ نیوشاٹل میں بادشاہت پرست لبرل تک کے ساتھ بھی، جس میں مزدوروں نے عمومی طور پر بدترین سودا بازی لے لی۔ جب مزدوروں کی نظروں میں کاؤلری مکمل طور پر غیر معتبر ہو چکا تو جُورا کے مزدوروں نے جیمز گلاّ اوم کی صورت میں ایک نیا لیڈر دیکھا۔ وہ لو کلے کے صنعتی مرکز میں ایک نوجوان ٹیچر تھا، جس نے ان کے خیالات کو جامع انداز میں پسند کیا۔ اس نے ''لی پراگریس'' کے نام سے ایک چھوٹا سا اخبار جاری کیا اور ایک مثالی انارکسٹ معاشرے کی تبلیغ کی جس میں سارے انسان برابر اور آزاد ہوں۔ جب باکونن پہلی بار جُورا گیا تو اس نے وہاں کی زمین کو اپنے تخم کے لئے بالکل تیار پایا، مگر شاید وہاں کے غریب شیطانوں کا اُس پر اثر زیادہ پڑا بہ نسبت اِس کے کہ اُس کا اثر اُن پر پڑتا۔ اس لئے اُس وقت کے بعد سیاسی سرگرمی کی ساری صورتوں کے لئے اس کی مذمت پہلے کی نسبت مضبوط ہو گئی۔

وقتی طور پر البتہ ''انٹرنیشنل'' کے فرانکو اٹالین سوئس سیکشنوں میں امن و امان تھا اور جنوری 1869ء میں، زیادہ تر باکونن کے اصرار پر، انہوں نے ایک مشترکہ فیڈرل کونسل بنائی اور ''ایگلائٹ'' نامی ایک کافی با اثر ہفت روزہ جاری کیا جس میں باکونن، بیکر، ایکاریئس، وارلن اور

''انٹرنیشنل'' کے دوسرے ممتاز ممبر لکھتے تھے۔ یہ باکونن تھا جس نے فیڈرل کونسل کو باصل میں منعقدہ ''انٹرنیشنل'' کی کانگریس میں بحث کے لئے حقِ وراثت کے معاملے کو پیش کرنے پر راغب کیا۔ اسے ایسا کرنے کا پورا حق تھا، اس لئے کہ اس طرح کے معاملات پر بحث کرنا کانگریس کے اہم ترین فرائض میں سے ایک تھا، اور جنرل کونسل فوراً رضامند ہوگئی۔

مارکس نے البتہ اسے باکونن کی طرف سے ایک چیلنج جانا اور اُسی لحاظ سے اسے خوش آمدید کہا۔

5۔ باصل کانگریس

''انٹرنیشنل'' کی چوتھی کانگریس 5 اور 6 ستمبر کو باصل میں منعقد ہوئی اور ''انٹرنیشنل'' نے اپنے وجود کے پانچویں سال کا جائزہ لیا۔

یہ سال سارے سالوں میں سب سے زیادہ متحرک سال ثابت ہوا اور اسے ''سرمایہ اور محنت کے درمیان گوریلا لڑائیوں'' نے ہلا کر رکھ دیا تھا، ہڑتالوں نے جن کی وضاحت یورپ کے حکمران طبقات نے پرولتاریہ کی خستہ حالی یا سرمایہ کی استبدادیت کے نتیجے کے طور پر نہیں، بلکہ ''انٹرنیشنل'' کی خفیہ سازش کے نتیجے کے طور پر کی۔

نتیجے میں اسلحہ کے زور پر ''انٹرنیشنل'' کو برباد کرنے کی سفاکانہ شہوت تیزی سے ابھری حتیٰ کہ انگلینڈ میں ہڑتالی معدنی مزدوروں اور فوج میں خونی تصادم ہوئے۔ لوری کے معدنی علاقے میں نشے میں دھت سپاہ نے ریکامیری کے قریب ایک خونی غسل کر لیا اور بیس افراد کو گولیوں سے بھون دیا، جن میں دو عورتیں اور ایک بچہ شامل تھا۔ ایک بار پھر بلجیم نے خود کو ہولناک ترین انداز میں ممتاز کر لیا، مارکس نے ایک طاقتور اپیل لکھ کر اور جنرل کونسل نے اسے منافع کے شکاریوں کے سفاک غضب سے بورینج میں اور سیرا ینگ میں گولیوں سے چھلنی ہونے کے شکار لوگوں کی طرف سے یورپ اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کے مزدوروں کے نام جاری کیا۔ مارکس نے اسے ''براعظمی آئین پسندی کی ماڈل ریاست، زمینداروں، سرمایہ داروں اور پادریوں کا آرام دہ اور احتیاط سے

چاردیواری کی ہوئی جنت'' کہا۔ مارکس نے اعلان کیا: ''زمین اپنی سالانہ گردش اس یقین کے ساتھ پوری نہیں کرتی جتنے یقین کے ساتھ بلجیم کی سرکار مزدوروں کا سالانہ قتل عام کرتی ہے''۔

خونی بیج ''انٹرنیشنل'' کی فصل میں پک گئی۔ 1868ء کے خزاں میں انگلینڈ میں اصلاح شدہ عام حقِ رائے دہی کی بنیاد پر پہلے انتخابات ہوئے، مگر نتائج نے ''ریفارم لیگ'' کی یک طرفہ پالیسی کے خلاف مزدوروں کو مارکس کی دی ہوئی وارننگوں کی تصدیق کر لی۔ مزدوروں کا ایک بھی نمائندہ منتخب نہ ہوا۔ ''پیسے کی بڑی بوریاں'' کامیاب ہوئیں اور گلیڈسٹون پھر مسند پہ آیا۔ مگر آئرش مسئلے کے ایک جامع حل کا، یا ٹریڈ یونینوں کی جائز شکایات کو حل کرنے کا اس کا کوئی ارادہ نہ تھا، اور اس کے نتیجے میں ''نیو یونین ازم'' کے بادبانوں میں تازہ ہوا آئی۔

ٹریڈ یونینوں کی سالانہ کانگریس میں جو کہ 1869ء میں برمنگھم میں منعقد ہوئی، اس میں برطانیہ کے اندر سارے مزدور طبقے کی تنظیموں کو ''انٹرنیشنل'' سے ملحق ہونے کی ایک ارجنٹ اپیل جاری کی گئی۔ صرف اس وجہ سے نہیں کہ مزدور طبقے کے مفادات ہر جگہ ایک جیسے ہیں، بلکہ اس لئے کہ ''انٹرنیشنل'' کے اصول دنیا کی ساری قوموں کے بیچ مستقل امن کے حصول کے لئے تیار کئے گئے تھے۔ 1869ء کی گرمیوں میں انگلینڈ اور ریاستہائے متحدہ کے بیچ جنگ کا خطرہ پیدا ہوا، اور ریاستہائے متحدہ میں ''نیشنل لیبر یونین'' کو مارکس کا لکھا ایک خطاب بھیجا گیا جس میں اعلان کیا گیا کہ: ''ایک جنگ کو روکنے کی اب آپ کی باری ہے جس کا ناگزیر نتیجہ بڑھتی ہوئی مزدور طبقے کی تحریک کو اٹلانٹک کے دونوں کناروں کو واپس پھینکنا ہوگا''۔ اس خطاب کی ریاستہائے متحدہ میں ایک پرجوش بازگشت گونجی۔

فرانس میں بھی مزدور طبقے کا کاز اچھا پراگریس کر رہا تھا اور پولیس سزاؤں کے ہمیشہ والے نتائج ''انٹرنیشنل'' کے لئے نئے حامیوں کی بھرتی تھی۔ کئی ہڑتالوں میں ''جنرل کونسل'' کی مددگار مداخلت ٹریڈ یونینوں کے قیام تک لے گئی جنہیں دبایا نہیں جاسکتا تھا، خواہ ان میں ''انٹرنیشنل'' کی روح کتنی بھی نمایاں طور پر زندہ تھی۔ مزدوروں نے 1869ء کے انتخابات میں خود اپنے امیدوار کھڑا کر کے حصہ نہ لیا بلکہ انہوں نے انتہائی بورژوا لیفٹ کے امیدواروں کی حمایت کی جو کہ

ایک بہت ہی ریڈیکل الیکشن پروگرام کے ساتھ سامنے آئے۔ اس طرح مزدوروں نے اس بھاری شکست میں کم از کم بالواسطہ طور پر حصہ لیا جو خصوصاً بڑے شہروں میں بوناپارٹ کو ہوئی۔ گو کہ ان کی کاوشوں کے ثمرات وقتی طور پر بورژوا ڈیموکریسی کی گود میں گرے۔ سیکنڈ ایمپائر بدشگونی کے ساتھ چُر چرانے لگی اور اُس انقلاب کے نتیجے میں باہر سے وہ بھاری ضرب وصول کی جو کہ 1868ء کے موسمِ خزاں میں سپین میں ہوا، اور جس نے ملکہ ایزابیلا کو ملک سے باہر نکال دیا۔

جرمنی میں حالات کا بہاؤ قدرے مختلف تھا، اس لئے کہ وہاں بوناپارٹزم ابھی تک بڑھ رہا تھا اور ابھی تک زوال پذیر نہ تھا۔ قومی سوال نے جرمن مزدور طبقہ کو تقسیم کر دیا اور یہ تقسیم ابھرتی ہوئی ٹریڈ یونین تحریک کی پراگریس میں بہت بڑی رکاوٹ تھی۔ ٹریڈ یونین ایجی ٹیشن میں اس غلط پالیسی کی وجہ سے شوئٹزر ایک ایسی صورتحال میں پھسل گیا جسے وہ مزید کنٹرول نہیں کر سکتا تھا۔ جو بے بنیاد حملے اس کی شخصی دیانتداری پر مسلسل کئے جا رہے تھے، اُنہوں نے اُس کے اپنے پیروکاروں میں بھی کچھ کو اس پر شک کرنے پر مجبور کیا اور اسے کافی برا مشورہ دیا گیا کہ وہ اپنی ساکھ کو خطرے میں ڈال دے، جو کہ ایک چھوٹے کودتا سے سخت تباہ نہ ہوا تھا۔

لہٰذا ''الگیمینی دوئچر آربٹرویرین'' میں ایک اقلیت نے تنظیم سے منہ موڑ لیا اور نورمبرگ ایسوسی ایشنوں سے مل کر ایک نئی ''سوشل ڈیموکریٹک پارٹی'' قائم کی جس کے ممبر ''آئزناخرز'' کہلائے جانے لگے۔ شروع میں دونوں گروہ ایک دوسرے سے متشدد طور پر لڑتے رہے، مگر انہوں نے کم و بیش یہی رویہ ''انٹرنیشنل'' سے رکھا۔ وہ اصول پر متفق تھے مگر جب تک جرمن کمبی نیشن قوانین موجود رہے وہ ہیئت پہ باہم نامتفق رہے۔ مارکس اور اینگلز اُس وقت سخت ناراض ہوئے جب لبنخت نے ''انٹرنیشنل'' کی ''جنرل کونسل'' کو شوئٹزر کے خلاف استعمال کیا، ایک ایسی چیز جس کا اسے کوئی حق حاصل نہ تھا۔ گو کہ انہوں نے ''لاسالی چرچ کی تحلیل'' کو خوش آمدید کہا، مگر وہ دوسرے گروپ کے خلاف اُس وقت تک کچھ زیادہ نہ کر سکے جب تک کہ اس نے خو کو جرمن پیپلز پارٹی سے حتمی طور پر الگ نہیں کیا، یا، کم از کم ثانی الذکر سے محض ایک ڈھیلا ڈھالا تعلق کا انتظام برقرار رکھا۔ البتہ، وہ ابھی تک یہ رائے رکھتے تھے کہ ایک بحث کرنے والے کے بطور شوئٹزر اپنے

باقی سارے مخالفین سے برتر تھا۔

آسٹرو ہنگیرین مزدور طبقے کی تحریک کی پراگریس، جو کہ محض 1866ء کی شکستوں کے بعد ابھرنا شروع ہوئی تھی، زیادہ ہم آہنگ تھی۔ لاسالی رجحانات کو پیر جمانے کی کوئی جگہ نہ ملی اور مزدوروں کی بہت بڑی تعداد ''انٹرنیشنل'' کے معیار کے گرد جمع ہوئی جس طرح کہ ''جنرل کونسل'' نے باصل کانگریس میں اپنی رپورٹ میں بتایا۔

لہٰذا کانگریس موزوں حالات میں منعقد ہوئی۔ صرف 78 مندوبین موجود تھے، مگر کانگریس پچھلی کانگریسوں سے کافی ''بین الاقوامی'' تھی۔ اس میں نو ممالک کی نمائندگی تھی۔ ''جنرل کونسل'' کی نمائندگی ہمیشہ کی طرح ایکارئیس اور جنگ نے کی، اور اُن کے علاوہ نمایاں ترین انگلش ٹریڈ یونین لیڈروں میں سے دو اپلگارتھ اور لُوکرافٹ تھے۔ فرانس نے 26 مندوب بھیجے، بلجیم نے 5، جرمنی 12، آسٹریا 2، سوئٹزرلینڈ 23، اٹلی 3، سپین 4 اور ریاستہائے متحدہ نے ایک مندوب بھیجا۔ لبنخت نے آئزناخ گروہ کی نمائندگی کی اور موسس ہیس نے برلن سیکشن کی۔ باکونن کے پاس ایک فرانسیسی اور ایک اطالوی دونوں مینڈیٹ تھے اور گلا اوم لو کلے سے مندوب تھا۔ کانگریس کی صدارت پھر جنگ نے کی۔

شروع میں کانگریس تنظیمی معاملات سے نمٹی۔ جنرل کونسل کی تجویز پر، اس نے سارے سیکشنوں اور اتحادی تنظیموں کو صدر کا عہدہ ختم کرنے کی سفارش کرنے کا متفقہ فیصلہ کیا، ایک ایسا قدم جو جنرل کونسل اپنی طرف سے کئی سال قبل لے چکی تھی۔ دلیل یہ تھی کہ یہ بات مزدور طبقے کی تنظیم کی شان کے خلاف ہے کہ اپنی صفوں میں ایک بادشاہی یا آمرانہ اصول کو برقرار رکھے، اس لئے کہ جہاں صدارت محض ایک اعزازی عہدہ تھا وہاں بھی یہ جمہوری اصول کی خلاف ورزی کی نشانی تھی۔ دوسری طرف، جنرل کونسل نے تجویز دی کہ اُس کی اپنی ایگزیکٹو اختیارات کو توسیع دی جائے اور یہ کہ اسے حق دیا جائے کہ جو سیکشن ''انٹرنیشنل'' کی روح کے خلاف کام کرتا ہو اُس کی ممبر شپ معطل کر دے۔ تجویز کی اس ترمیم کے ساتھ منظوری دی گئی کہ جہاں فیڈرل کونسلیں موجود ہوں، ''جنرل کونسل'' کوئی ایسا قدم اٹھانے سے پہلے ان سے مشورہ کرے۔ باکونن اور لبنخت دونوں

نے تجویز کی زور وشور سے حمایت کی ۔لبنخت کی حمایت فطری تھی ،مگر باکونن کی حمایت فطری نہ تھی ، جس نے لہٰذا خود اپنا انارکسٹ اصول توڑ دیا ،خواہ اس طرح کرتے ہوئے اس کے موقع پرستانہ مقاصد کچھ بھی تھے ۔ یہ ممکن ہے کہ اس نے مکھیوں کے دیوتا بیلزبوب کے ساتھ شیطان کو بھگانے کی کوشش کی ہو اور ساری پارلیمانی سیاسی سرگرمی کے خلاف ''جنرل کونسل'' کی مدد پر تکیہ کیا ہو، جسے وہ مکمل طور پر موقع پرست خیال کرتا تھا۔شاید اس خیال میں شمالی جرمن ریخسٹاگ کے کام میں شوِٹزر اور ببیل کی شمولیت پر لبنخت کے مشہور حملے سے مدد کی ہو۔البتہ، مارکس نے لبنخت کی تقریر کو نامنظور کیا اور باکونن کو جلد ہی سیکھنا تھا کہ اصول کی خلاف ورزیاں ہمیشہ اپنا بدلہ لیتی ہیں ۔

کانگریس کے ایجنڈے پر اہم ترین تھیوریٹیکل معاملات زمین کی اجتماعی ملکیت کا مسئلہ اور وراثت کا حق کے معاملات تھے ۔اول الذکر معاملہ اصل میں پہلے ہی برسیلز کانگریس میں حل کیا گیا تھا ،اور اس بار اس سے جلدی جلدی نمٹا گیا۔ 54 ووٹوں سے کانگریس نے فیصلہ کیا کہ سماج کو زمین کی مشترکہ ملکیت قائم کرنے کا حق تھا اور 53 ووٹ سے یہ کہ،ایک ایسا قدم بحیثیت مجموعی سماج کے مفاد میں ضروری تھا۔اقلیت ووٹنگ سے غیر حاضر رہی ۔آٹھ مندوبین نے دوسرے فیصلے کے خلاف ووٹ دیا اور چار نے پہلے کے خلاف ۔فیصلوں کو عمل میں ڈھالنے کے لئے عملی اقدامات کے بارے میں مختلف رائے سامنے آئے ۔اور یہ پیرس میں اگلی کانگریس کے لئے چھوڑ دیا گیا کہ وہ معاملے میں مفصل غور کرے۔

وراثت کے حق کے معاملے پر ''جنرل کونسل'' نے ایک رپورٹ تیار کی تھی جس نے اہم ترین نقاط کو چند الفاظ میں اس مہارت سے سمو دیا جو کہ مارکس کا خاصہ تھی ۔ دیگر تمام بورژوا قانون سازی کی طرح ، وراثت کے قوانین سبب نہ تھے بلکہ نتیجہ تھے ، ذرائع پیداوار میں نجی ملکیت پر مبنی ایک سماج کی معاشی تنظیم کا قانونی نتیجہ۔ ورثے میں غلام ملنے کا حق غلام داری کا سبب نہ تھا۔اس کے برعکس ،غلام داری غلام ورثے میں ملنے کے حق کا سبب رہی ۔اگر ذرائع پیداوار کو مشترکہ ملکیت میں بدل دیا جاتا ،تو وراثت کا حق غائب ہو جاتا جہاں تک کہ یہ سماجی اہمیت کا حامل ہوتا ،اس لئے کہ ایک شخص اپنے وارثوں کے لئے صرف وہی چیز چھوڑ سکتا ہے جو زندگی میں اُس کے پاس موجود

تھی ۔ چنانچہ،مزدور طبقے کا عظیم مقصد اُن اداروں کا خاتمہ تھا جو چند لوگوں کو بہت سے لوگوں کی محنت کے ثمرات رکھنے کا معاشی اختیار دیتے تھے ۔ چنانچہ ، ایک سماجی انقلاب کے نقطہ آغاز کے بطور وراثت کے قوانین کے خاتمے کا اعلان اُسی طرح واہیات بات ہوگی جس طرح کہ جب تک کماڈٹی تبادلہ کا موجودہ نظام برقرار ہو خریدار اور فروخت کنندہ کے بیچ معاہدہ کے قوانین کے خاتمے کا اعلان واہیات بات ہے ۔ یہ تھیوری میں غلط اور عمل میں رجعتی ثابت ہوگی ۔ وراثت کے حق کو صرف ایک عبوری دور میں تبدیل کیا جا سکتا ہے جب ایک طرف سماج کی موجودہ معاشی بنیاد اب تک تبدیل نہ کی گئی جبکہ دوسری طرف مزدور طبقے کے پاس سماج کی جامع تبدیلی کی تیاری کے اقدامات کرنے کے لئے پہلے ہی کافی قوت موجود ہو ۔اس طرح کے عبوری اقدامات کے بطور جنرل کونسل نے وراثت کے ٹیکس کی توسیع اور وصیتی وراثت کے حقوق کو محدود کرنے کی سفارش کی ۔

البتہ جس کمیشن کو اس معاملے پر بحث کرنے کی ذمہ داری دی گئی تھی ،اس نے تجویز دی کہ وراثت کے حق کا خاتمہ مزدور طبقے کے بنیادی مطالبات میں سے ایک کے بطور کرنا چاہیے،خواہ یہ اس کی تجویز کی حمایت میں ماسوائے ''مراعات'' کے، ''سیاسی و معاشی انصاف'' کے اور سماجی نظم کے بارے میں چند نظریاتی فقروں کے کچھ پیدا نہ کرے ۔اُس نسبتاً مختصر مباحثے کے جو بعد میں ہوا، ایکاریئس ،بلجیم کے مندوب ڈی پاپے اور فرانسیسی مندوب وارلن ''جنرل کونسل'' کی رپورٹ کے حق میں بولے ،جبکہ باکونن کمیشن کی تجویز کی طرف سے بولا جس کا کہ وہ روحانی باپ تھا۔اس نے تجویز کی منظوری کا کہا ،اُن وجوہات کی بناء پر جو مبینہ طور عملی تھے ،مگر جو کہ اصل میں کافی تصوراتی تھے ۔ مشترکہ ملکیت قائم کرنا اس وقت تک ناممکن ہوگا جب تک کہ پہلے وراثت کا حق ختم نہ کیا جائے ۔اگر کوئی کسانوں سے زمین لینے کی کوشش کرے گا تو وہ مزاحمت کریں گے ،مگر وہ وراثت کا حق ختم ہونے کو خود کو براہ راست متاثر ہونا نہ سمجھیں گے ،اور چنانچہ نجی ملکیت بتدریج مر جائے گی ۔ جب ووٹنگ کرائی گئی تو 32 کمیشن کی تجویز کے حق میں ، 23 مخالفت میں ، 13 نے ووٹ نہ ڈالا اور 7 مندوب غیر حاضر تھے ۔ ''جنرل کونسل'' کی رپورٹ کو 19 ووٹ ملے ، 37 مخالفت میں ، چھ نے ووٹ نہ ڈالا اور 13 مندوب غیر حاضر تھے ۔لہٰذا نہ تو ''جنرل کونسل'' کی رپورٹ اور نہ ہی کمیشن کی

تجویز نے واضح اکثریت حاصل کی۔ یوں بحث بغیر کسی خاص نتیجے کے رہی۔

باصل کانگریس نے بورژوا اور پرولتاریہ دونوں دنیاؤں میں اپنے پیش رو کسی بھی کانگریس کی نسبت ایک بلند گونج پیدا کر دی۔ بورژوازی کے تعلیم یافتہ ترین نمائندوں نے مشاہدہ کیا (آدھوں نے دہشت کے ساتھ، اور آدھوں نے بدنیت اطمینان کے ساتھ) کہ بالآخر ''انٹرنیشنل'' کی کمیونسٹ خصوصیت ظاہر ہوگئی، جبکہ پرولتاری دنیا میں زمین کی مشترکہ ملکیت کے حق میں فیصلوں کو مسرت سے خوش آمدید کہا گیا۔ جنیوا میں جرمن زبان کے سیکشن نے زرعی آبادی کے لئے ایک منشور چھاپا جس کا فرنچ، اٹالین، سپینش، پولش اور روسی زبانوں میں ترجمہ کیا گیا اور وسیع پیمانے پر تقسیم کیا گیا۔ بارسلونا اور نیپلز میں زرعی مزدوروں کے اولین سیکشنز پیدا ہوئے۔ لندن میں ایک بہت بڑے جلسے میں ''لینڈ اور لیبر لیگ'' اس نعرے کے ساتھ قائم کی گئی: ''زمین عوام کی!''۔ ''انٹرنیشنل'' کی جنرل کونسل کے دس ممبران اس کی کمیٹی کے بھی ممبر تھے۔

جرمنی میں جرمن پیپلز پارٹی کے معتبر حضرات باصل کانگریس کے فیصلوں پر غضب ناک تھے اور لبخت نے پہلے تو اُن کے غصے سے خود کو غضب ناک ہونے دیا، حتیٰ کہ اس بارے میں ایک اعلان جاری کرتے ہوئے کہ آئزناخ گروپ خود کو کانگریس کے فیصلوں کا پابند نہیں سمجھتا۔ البتہ، خوش قسمتی سے جرمن پیپلز پارٹی کے پر جوش اور بہت معزز راہنماؤں نے اس کو کافی نہ سمجھا اور مطالبہ کیا کہ کانگریس کے فیصلوں کو کھلے عام مسترد کیا جائے، جس پر بالآخر لبخت نے اُن سے تعلقات توڑ لئے، ایک ایسا قدم جس کے لئے مارکس اور اینگلز ایک عرصے سے اُسے کہتے رہے۔ البتہ، اس کی ابتدائی ہچکچاہٹ نے شوئٹزر کی چکی کو مکئی پہنچائی تھی، اس لئے کہ شوئٹزر ''الگیمینز دوئچر آربٹر ویرین'' میں برسوں تک زمین کی مشترکہ ملکیت کی تبلیغ کرتا رہا تھا، اور محض اس لئے اپنایا نہ تھا کہ اپنے مخالفوں کا مضحکہ اڑائے جس طرح کہ مارکس نے سوچا تھا۔ اور اسے ''تسکین کا ایک ٹکڑا'' پایا۔ اینگلز نے ''بلیک گارڈ'' پر اپنا غصہ اچھا خاصا قابو رکھا کہ یہ شوئٹزر کی ''ہشیاری'' رہی تھی کہ اس نے ہمیشہ ایک درست تھیوریٹکل رویہ برقرار رکھا، اچھی طرح جانتے ہوئے کہ اس کے مخالفین اس وقت فوری طور پر مایوس کن انداز میں ہار جاتے جب تھیوری کا کوئی سوال ابھرتا۔

لہٰذا، وقتی طور پر، لاسالی نہ صرف مضبوطی سے منظّم بلکہ نظریاتی طور پر جرمن مزدور طبقے کی ساری پارٹیوں سے ترقی یافتہ ترین رہے۔

6۔جنیوا میں کنفیوژن

جس طرح کہ باصل کانگریس پہ وراثت کے حق پر بحث باکونن اور مارکس کے بیچ ایک طرح کی دانشورانہ کشتی جیسی رہی، یہ کوئی حتمی نتائج نہ لائی۔ بلکہ مارکس کے لئے یہ موزوں سے زیادہ ناموزوں رہی۔ البتہ یہ بات کہ مارکس کو مُکا زور سے لگا تھا اور اب وہ باکونن کے خلاف ایک طاقتور جوابی حملہ کے لئے تیار تھا، حقیقت کے مطابق بات نہیں ہے۔

مارکس باصل کانگریس کے نتیجے سے کافی مطمئن تھا۔ وہ اس وقت اپنی صحت کی خاطر اپنی بیٹی جینی کے ساتھ جرمنی میں سفر کر رہا تھا اور 25 ستمبر کو اس نے ہینوور سے اپنی بیٹی لارا کو لکھا: ''میں خوش ہوں کہ اب باصل کانگریس ختم ہوئی اور اس کے نتائج نسبتاً اچھے ہیں۔ اپنے سارے پھوڑوں کے ساتھ پارٹی کی اس طرح کی کھلی نمائشیں مجھے اکثر پریشان کرتی ہیں۔ کوئی بھی اداکار اپنے سارے اصولوں کی سطح کا نہ تھا، مگر بالائی طبقے کی احمقیت مزدور طبقے کی غلطیوں کی مرمت کرتی ہے۔ حتیٰ کہ جن سب سے چھوٹے جرمن شہروں سے ہم گزرے ہیں وہاں کے حقیر ترین اخبارات بھی اس ''خوفناک کانگریس'' کے کارناموں سے بھرے ہوئے تھے''۔ باکونن باصل کانگریس کے فیصلوں سے مارکس سے زیادہ ناراض نہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ باکونن، وراثت کے حق سے متعلق اپنی تجویز سے، مارکس کو شکست دینا چاہتا تھا، اور اپنی نظریاتی فتح کے پھل کے بطور ''جنرل کونسل'' کو لندن سے جنیوا لے جانا چاہتا تھا، اور یہ کہ جب وہ اس میں کامیاب نہیں ہوا تو اس نے ''ایگلائٹ'' میں بڑھتے ہوئے تشدد کے ساتھ ''جنرل کونسل'' پر حملہ کیا۔ یہ بیانات اس قدر اکثر دیے گئے کہ یہ ایک طرح کی روایت بن گئے، مگر ان سب میں سچ کا ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ باصل کانگریس کے بعد باکونن نے ''ایگلائیٹ'' کے لئے ایک لفظ تک نہ لکھا۔ باصل کانگریس سے قبل وہ اس کا چیف ایڈیٹر تھا، مگر اس میں لکھنے والے جانے اس کے مضامین کے طویل سلسلے میں ''جنرل کونسل'' یا مارکس

کی طرف مخاصمت کا کوئی نشان تک نہیں ملے گا۔ بالخصوص ''انٹرنیشنل کے اصولوں پر'' لکھے گئے چار مضامین مکمل طور پر اسی جذبے میں تھے جس میں کہ ''انٹرنیشنل'' قائم کیا گیا تھا۔ یہ سچ ہے کہ ان مضامین میں وہ مزدوروں کے پارلیمانی نمائندوں پر اُن تباہ کن اثرات سے متعلق شکوک کا اظہار کرتا ہے جنہیں مارکس نے ''پارلیمانی بونا پن'' کہا تھا۔

مگر پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ سارے شکوک اُس وقت سے بار بار باجواز بنائے گئے، دوسری بات یہ ہے کہ اُس کے تاثرات اُن متشدد حملوں کی بہ نسبت بالکل غیر ضرر رساں تھے جو لبنخت اُس وقت بورژوا پارلیمنٹ میں مزدور طبقے کی شمولیت پر کر رہا تھا۔

مزید برآں، وراثت کے معاملے پر باکونن کے نظریات عام دھارے سے مختلف ہو سکتے ہیں مگر بہر حال یہ اس کا حق تھا کہ انہیں کانگریس کے سامنے بحث کے لئے رکھے اور اصل میں ''انٹرنیشنل'' کی کانگریسوں نے اس سے زیادہ بڑے مختلف خیالات پر مباحثے کئے تھے۔ یہ الزام کہ اس نے جنرل کونسل کو لندن سے جنیوا منتقل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا، اس کا جواب باکونن نے فوراً اُسی وقت مختصراً اور موثر دے دیا جس وقت اس کے بارے میں کھلے عام بات کی گئی: ''اگر اس طرح کی کوئی تجویز پیش کی جاتی، تو میں پہلا شخص ہوتا جو اس کی مخالفت کرتا اور پوری ممکنہ طاقت کے ساتھ، اس لئے کہ یہ مجھے ''انٹرنیشنل'' کے مستقبل کے لئے مہلک لگتا۔ یہ سچ ہے کہ جنیوا سیکشنوں نے مختصر سے وقت میں زبردست ترقی کی ہے، مگر جنیوا کا ماحول ابھی تک جنرل کونسل کے لئے زیادہ ہی مقامی ہے۔ اس کے علاوہ، یہ واضح ہے کہ جب تک یورپ کی موجودہ سیاسی تنظیم وجود رکھتی ہے، لندن ''جنرل کونسل'' کے مرکز کے لئے واحد موزوں جگہ رہے گی۔ اور اسے وہاں سے کسی اور جگہ لے جانے کی تجویز یا تو کوئی احمق یا پھر ''انٹرنیشنل'' کا کوئی دشمن' دے گا۔

ایسے لوگ ہیں جو باکونن کو شروع ہی سے جھوٹا سمجھتے ہیں، مگر یہ تھیوری اس حقیقت کے سامنے فوراً تحلیل ہو جاتی ہے کہ باصل کانگریس سے پہلے باکونن نے کانگریس کے بعد جنیوا سے لوکارنو منتقل ہو جانے کا انتظام کیا تھا۔ اس کا یہ فیصلہ اُن اسباب کی بناء پر تھا جو اُس کے بس میں نہ تھے۔ وہ فوری مالی مشکلات میں تھا اور اس کی بیوی حاملہ تھی۔ وہ لوکارنو میں بسنا چاہتا تھا اور مارکس

کے ''کیپٹل'' کی پہلی جلد کا روسی میں ترجمہ کرنا چاہتا تھا۔ لیوباوِن نامی ایک نوجوان مداح نے ایک روسی پبلشر کو ترجمہ کے 1200 روبل دینے پر آمادہ کیا تھا اور اس رقم سے باکونن کو 300 روبل ایڈوانس ملے تھے۔

گو کہ ان حقائق کی روشنی میں باصل کانگریس سے پہلے اور بعد میں باکونن کی بنائی ہوئی ساری سازشیں ناموجود لگتی ہیں، پھر بھی کانگریس نے اس کے منہ میں ایک تلخ ذائقہ چھوڑ دیا، اس لئے کہ بورخیم کے اکسانے کے زیر اثر لبنخت نے تیسری پارٹیوں کی موجودگی میں اعلان کیا تھا کہ اُس کے پاس اس بات کے ثبوت موجود ہیں کہ باکونن ایک روسی ایجنٹ ہے۔ باکونن نے مطالبہ کیا کہ لبنخت اپنے الزامات کو ایک پارٹی عدالتِ وقار کے سامنے ثابت کرے۔ وہ یہ کر نہیں سکتا تھا، نتیجہ یہ کہ کورٹ نے اسے سختی سے متنبہ کیا۔ کولون کمیونسٹ مقدمے اور جلاوطنی کے تجربات کے بعد لبنخت ہر جگہ جاسوسوں کی موجودگی کا شک کرتا تھا، مگر اس نے عدالت کے فیصلے کو تسلیم کیا اور باکونن کی طرف مصالحت کا ہاتھ بڑھایا، اور باکونن نے اس ہاتھ کو تھام لیا۔

باکونن اُس وقت مزید تلخ ہو گیا جب چند ہفتے بعد دو اکتوبر کو ہیس نے پیرس ''ریویل'' میں پرانے بہتانوں کو دوبارہ زندہ کیا۔ ہیس باصل کانگریس میں ایک جرمن مندوب کے بطور موجود تھا۔ وہ کانگریس کی خفیہ تاریخ بیان کر رہا تھا، اور اس سلسلے وہ باکونن کی ''سازشوں'' سے نمٹا، تاکہ ''انٹرنیشنل'' کی بنیاد کو کمتر بنایا جائے اور ''جنرل کونسل'' کو لندن سے جنیوا منتقل کیا جائے۔ اس نے اعلان کیا کہ باکونن کا منصوبہ کانگریس میں کامیاب نہ ہوا اور اس نے اس بے بنیاد تحقیر پہ بات ختم کی کہ وہ، یعنی ہیس باکونن کی انقلابی دیانتداری پہ شک نہیں کرنا چاہتا مگر یہ کہ وہ روسی شوئٹزر سے قریبی تعلق میں تھا، جس پر باصل کانگریس میں جرمن مندوبین نے جرمن حکومت کا ایجنٹ ہونے کا الزام لگایا تھا۔ اس بہتان تراشی کی بد نیتی اس حقیقت سے واضح تر ہو جاتی ہے کہ شوئٹزر کی ایجی ٹیشن اور باکونن کی ایجی ٹیشن کے بیچ کسی طرح کا ''قریبی تعلق'' ثابت کرنا بالکل ناممکن تھا، اور یہ کہ شخصی طور پر دونوں کے درمیان کوئی بات موجود نہ تھی۔

یقیناً باکونن کی عقلمندی ہوتی اگر وہ اس مضمون کو نظر انداز کر دیتا، جو کہ واقعی ہر لحاظ سے نظر

انداز کئے جانے کے لائق تھا۔ مگر یہ سمجھنا آسان ہے کہ وہ اپنی سیاسی دیانتداری پر بار بار کے حملوں سے اشتعال پا کر بے حد غصہ میں آیا، بالخصوص اس لئے کہ یہ حملے بدنیت اور سازشی تھے۔ چنانچہ اس نے ایک جواب لکھا، مگر اپنے ابتدائی غصے میں جواب اس قدر طویل ہو گیا کہ اس نے خود احساس کر لیا کہ ''ریویل'' شاید اسے چھاپ نہ سکے۔ اس نے مخصوص سختی سے ''جرمن یہودیوں'' پر حملہ کیا مگر کشادہ دلی کے ساتھ بورخیم اور ہیس جیسے بونوں کی نسل میں لاسال اور مارکس جیسے ''دیوقامتوں'' کو تسلیم کیا۔ اس نے پھر اس طویل جواب کو اپنے انقلابی عقائد پر ایک کتاب کے پیش لفظ کے بطور استعمال کیا اور اسے پیرس میں ہرزن کو اس درخواست کے ساتھ بھیج دیا کہ وہ ایک پبلشر ڈھونڈے۔ اس نے ''ریویل'' کے لئے بھی ایک مختصر جواب بھیج دیا۔ لیکن، خوفزدہ ہوا کہ، حتیٰ کہ یہ تک نہ چھپ سکے گا اور اس نے خود ہیس کے خلاف باکونن کے دفاع میں لکھا اور یہ دفاع 'ریویل' میں ایک ایڈیٹوریل تبصرے کے ساتھ چھپ گئی جس نے مکمل طور پر باکونن کو پرسکون کر دیا۔

ہرزن طویل جواب کے ساتھ بالکل بھی متفق نہ تھا۔ اس نے ''جرمن یہودیوں'' پر حملوں کو نامنظور کر دیا اور حیران ہوا کہ باکونن نے مارکس کو چیلنج کرنے کے بجائے بورخیم اور ہیس جیسے کم مشہور لوگوں کے بارے میں لکھا۔ باکونن نے 28 اکتوبر میں یہ اعلان کرتے ہوئے جواب دیا کہ گو کہ وہ خود پر حملوں میں مارکس کو ذمہ دار سمجھتا ہے مگر مارکس پر حملہ کرنے سے وہ دو وجوہات کی بناء پر باز رہا اور حتیٰ کہ اس کو ''دیوقامت'' کہہ دیا۔ پہلا سبب تو ہے: ''اس سے قطع نظر کہ اس نے ہم لوگوں پر کیا متعفن چالبازیاں کیں، ہم، یا کم از کم میں سوشلزم کے کاز کے لئے اس کی زبردست خدمات کو نظرانداز نہیں کر سکتا، جس کی خدمت اس نے بصیرت، توانائی اور بےلوثی کے ساتھ تقریباً 25 برس تک کی ہے۔ اور جس میں بلاشبہ اس نے ہم سب پہ فضیلت حاصل کی ہے۔ وہ ''انٹرنیشنل'' کے بانیوں میں سے، بلکہ اصل میں سب سے بڑا بانی ہے اور میری نظروں میں وہ ایک زبردست خدمت ہے اور ایک ایسی خدمت جسے میں ہمیشہ تسلیم کروں گا خواہ اس نے ہمارے خلاف کیا کچھ کیا ہو''۔

اور پھر مارکس کی طرف سیاسی اور حکمتِ عملی کے خیال نے اس کی راہنمائی کی: ''جو مجھے برداشت نہیں کر سکتا اور اپنے علاوہ کسی سے محبت نہیں کرتا، اُن سے بھی نہیں جو اُس کے قریب ترین

ہیں۔ ''انٹرنیشنل'' پر مارکس کا اثر بلاشبہ بہت فائدہ مند ہے۔ اس نے آج تک اپنی پارٹی پر ایک ذہین اثر رکھا ہے اور وہ سوشلزم کی مضبوط ترین مدد ہے اور بورژوا نظریات اور ارادوں کے حملے کے خلاف مضبوط ترین پشتہ ہے۔ میں خود کو کبھی معاف نہیں کروں گا، اگر اس سے محض اپنا انتقام لینے کی خاطر اس کے مفید اثر کو تباہ کرنے یا محض کمزور کرنے کی کوشش بھی کروں۔ لیکن ایک صورتحال پیدا ہو سکتی ہے، جس میں اس کے خلاف جدوجہد شروع کروں گا، گو کہ یقیناً اس کی شخصیت پر حملہ کرنے کے لئے نہیں، بلکہ اصول کے ایک مسئلے پر، ریاستی کمیونزم پر جسے وہ، اور جن انگریزوں اور جرمنوں کی رہنمائی کرتا ہے، وہ اس قدر زور شور سے مدد کرتے ہیں۔ وہ ایک زندگی اور موت کی جدوجہد ہو گی، مگر ہر چیز اپنے اچھے وقت پر آتی ہے اور جھگڑے کی گھڑی ابھی تک نہیں پہنچی ہے''۔

اور آخر میں باکونن ایک داؤ پیچی وجہ بتاتا ہے جس نے اسے مارکس پر حملہ کرنے سے روکا۔ اگر وہ مارکس پر کھلے عام حملہ کرتا ہے، تو ''انٹرنیشنل'' کی تین چوتھائی اس کے خلاف ہو جائے گی، مگر دوسری طرف اگر وہ اُن پھٹیچر اور دُم کٹے لوگوں پر حملہ کرتا ہے جنہوں نے مارکس کو گھیر رکھا ہے، تو ''انٹرنیشنل'' کی اکثریت اُس کی طرف ہو جائے گی اور مارکس خود اس میں بدنیت مسرت کی ایک خاص مقدار لے گا۔ ''شاڈنفر یوڈ'' وہ جرمن لفظ ہے، جسے باکونن ہرزن کو اپنے خط میں استعمال کرتا ہے، وگرنہ باقی خط فرانسیسی میں لکھا گیا۔

اس خط لکھنے کے فوراً بعد باکونن لوکارنو منتقل ہوا۔ وہ اپنے ذاتی معاملات میں اس قدر مصروف رہا کہ باصل کانگریس کے بعد جو آخری ہفتے اس نے جنیوا میں گزارے اس نے مزدور طبقے کی تحریک میں کوئی حصہ نہ لیا اور ''ایگلائیٹ'' کے لئے ایک سطر تک نہ لکھی۔ ایڈیٹوریل بورڈ میں اس کی جگہ روبن نے لی جو بلجیم کا ٹیچر تھا جو ایک سال قبل جنیوا منتقل ہوا تھا۔ اور اس کے ساتھ قلعی گر پیرون تھا جو باکونن سے پہلے اخبار کو اپ ڈیٹ کرتا تھا۔ دونوں باکونن کے حامی تھے، مگر وہ اس کی ہدایات پہ نہیں چلتے تھے۔ باکونن کا مقصد ''گراس میٹیرز'' کے مزدوروں کو روشن خیال کرنا تھا اور انہیں آزادانہ قدم اٹھانے کے لئے حوصلہ افزائی کرنا تھا جن میں کہ ''فیبر کے'' کے مزدوروں کے مقابلے میں انقلابی پرولتاری روح زیادہ زندہ تھی۔ اس میں اسے اُن کی اپنی کمیٹیوں کی طرف سے مخالفت کا

سامنا ہوا (اوراس طرح کی ''ڈیپارٹمنٹل پالیسی'' کے معروضی خطرات کے متعلق اس نے، جو کچھ کہا وہ آج بھی پڑھنے کے لائق ہے)۔''فیبرک'' کی تو بات ہی اور ہے جس نے ہڑتالوں میں ''گراس میٹرز'' کے مزدوروں کی حمایت کی تھی اور اس نا قابلِ تردید خدمت سے یہ غلط نتیجہ نکالا کہ ''گراس میٹیرز'' کے مزدوروں کو اپنے ''فیبرک'' کے ساتھیوں کے ہر قدم کی وفاداری سے پیروی کرنی چاہیے۔ باکونن اِن رجحانات کے خلاف، بالخصوص فیبرک کے بورژوا ریڈیکلزم کے ساتھ الائنس کے لاعلاج جھکاؤوں کے نقطہ نظر کے ساتھ لڑا تھا۔ البتہ، روبن اور پیرون نے سوچا کہ وہ ''گراس میٹیرز'' اور ''فیبرک'' کے درمیان اختلافات پہ سفیدی پھیر کر ختم کرا دیں گے، اختلافات جو کہ باکونن نے پیدا نہیں کیے تھے بلکہ جن کی بنیادیں سماجی مخاصمت میں تھیں۔ نتیجتاً وہ ایک کاٹنے والی آری کے نظام میں لڑھکتے رہے جس نے نہ ''گراس میٹیرز'' کو مطمئن کیا اور نہ ''فیبرک'' کو، اور ہر طرح کی سازشوں کے دروازے کھول دیے۔

ایسی سازشوں کا ایک استاد نکولس یوٹن نامی روسی تارک وطن تھا جو اُس وقت جنیوا میں رہتا تھا۔ اس نے روسی طلبا ہنگاموں میں حصہ لیا تھا (ساٹھ کی دہائی کے شروع میں)۔ اور جب ملک اُس کے لئے کچھ زیادہ ہی گرم ہوا تو وہ خارج بھاگا جہاں وہ ایک اچھی خاصی آمدن کے ساتھ آرام دِہ زندگی گزار رہا تھا (کہتے ہیں کہ وہ بارہ سے پندرہ ہزار فرانک) جو وہ اپنے والد کی شراب کی تجارت سے حاصل کرتا تھا۔ اس حقیقت نے اسے ایک مقام دلوایا جو اس شیخی باز اور باتونی شخص کی دانشورانہ قابلیتیں کبھی بھی اس کے لئے نہ جیت پاتیں۔ اس کی کامیابیاں مکمل طور پر فضول گپ شپ کے شعبے میں تھیں جہاں، جیسا کہ اینگلز نے ایک بار کہا تھا: ''کچھ سنجیدہ کاموں والا آدمی اُن سے کبھی بھی مقابلہ نہیں کر سکتا جن کے پاس سارا دن افواہیں پھیلانے کو ہو''۔ شروع میں یوٹن نے باکونن کو بناؤ سنگھار کیا تھا، محض اس کی طرف سے اچھی طرح ڈانٹ پانے کو۔ اور جب باکونن نے جنیوا چھوڑا، تو یوٹن نے اس موقع کو اپنے زخمی انا کا بدلہ لینے کے لئے غنیمت جانا اور اس کے خلاف عیارانہ تہمتیں لگائیں۔ اِس اخلاقی اصلاح کے لئے اس کی کوششیں بغیر نتیجہ کے نہ تھیں اور بعد میں اس نے خود کو انکساری کے ساتھ زار بادشاہ کے قدموں میں ڈال دیا اور رحم کی بھیک مانگی۔ زار نے

ثابت کیا کہ وہ ضدی اور بے لچک نہ تھا اور 1877ء کے روس ترکی جنگ کے دوران، یوٹن زار کی فوجوں کا ایک ٹھیکیدار بنا، اس حیثیت میں اس نے بلا شبہ دولت کے دیوتا کی زیادہ کامیابی سے عبادت کی بہ نسبت جتنی کہ اپنے باپ کے شراب کے بزنس کے ذریعے کی تھی۔

روبن اور پیرون جیسے لوگ یوٹن کے لئے آسان کھیل تھے، اس لئے کہ گو کہ ان کی شخصی دیانتداری شک و شبہ سے بالا تر تھی مگر وہ حد سے زیادہ پھوہڑ تھے، اور مزید خرابی یہ کہ انہوں نے ایسے معاملات پر ''جنرل کونسل'' سے جھگڑا شروع کیا جو یقیناً فرانس و سوئس مزدوروں کی فوری دلچسپی کے نہ تھے۔ ''ایگلائیٹ'' نے تلخی سے شکایت کی: ''جنرل کونسل'' نے آئرش مسئلے پر بہت زیادہ توجہ دی، یہ کہ یہ انگریز سیکشنوں کے لئے فیڈرل کونسلز قائم کرنے میں ناکام رہی، یہ کہ وہ لیختت اور شوئٹزر کے درمیان جھگڑے میں مصالحت کے لئے نہ آئی وغیرہ۔ باکونن کو اس سب سے کوئی غرض نہ تھی، اور یہ غلط تاثر کہ ''جنرل کونسل'' پر ان حملوں کی اس نے منظوری دی، یا حتیٰ کہ انہیں بھڑکایا صرف اس حقیقت کی بنا پر پیدا ہوا کہ روبن اور پیرون اس کے حامی تھے اور یہ کہ گلاّ اوم کے اخبار نے بھی یہی رویہ اختیار کیا۔

''جنرل کونسل نے روبن کے حملوں کا جواب یکم جنوری 1870ء کو ایک پرائیویٹ سرکلر میں دیا، اور یہ سرکلر جنیوا کے علاوہ فرانسیسی بولنے والے فیڈرل کونسلوں سے مخاطب ہوا۔ گو کہ یہ سرکلر اپنے لہجے میں تیز تھا مگر یہ معروضی دلائل کی حدود کے اندر رہا۔ انگلینڈ میں ایک فیڈرل کونسل نہ قائم کرنے کی ''جنرل کونسل'' '' کی دی ہوئی وجوہات مزید دلچسپ ہیں۔ اس نے اعلان کیا کہ گو کہ انقلابی پہل کاری شاید فرانس سے آ جاتی، مگر اس کے باوجود صرف انگلینڈ ہی کوئی سنجیدہ معاشی انقلاب کے لئے لیور کا کام دے سکتا تھا۔ یہ وہ واحد ملک تھا جہاں اب کوئی کسان نہ تھے اور جہاں زمین کی ملکیت چند زمینداروں کے پاس مرکوز تھی۔ یہ وہ واحد ملک تھا جہاں سرمایہ دارانہ ذرائع پیداوار نے خود کو تقریباً ساری پیداوار میں جمالیا تھا اور جہاں آبادی کی عظیم تعداد اجرتی مزدوروں پر مشتمل تھی۔ یہ وہ واحد ملک تھا جہاں طبقاتی جدوجہد اور مزدوروں کی تنظیم کسی حد تک ایک عالمگیریت اور بلوغت کو پہنچ چکی تھیں۔ اور آخر میں، عالمی منڈی پر انگلینڈ کی برتر پوزیشن کی برکت سے اس کے

معاشی حالات میں کوئی انقلاب پوری دنیا پرفوری ردِعمل پیدا کرتا۔

چنانچہ، گوکہ انگلینڈ میں ایک سماجی انقلاب کے لئے سارے ضروری مادی حالات موجود تھے مگر انگریز مزدوروں کے پاس عمومیانے یا انقلابی لگن کے لئے صلاحیت نہ تھی۔ ''جنرل کونسل'' کا امتحان انگریز مزدور کو یہ جوش اور یہ لگن دینا تھا، اور اصل میں یہ کہ آیا یہ اپنا فریضہ کامیابی سے ادا کر رہی تھی۔ لندن میں بڑی بورژوازی کے اخبارات کی شکایتوں سے دیکھا جا سکتا ہے کہ ''جنرل کونسل'' مزدوروں کے انگریز ولولے کو زہر آلود کر رہی ہے اور انہیں انقلابی سوشلزم کی طرف دھکیل رہی ہے۔ ایک انگلش فیڈرل کونسل ''انٹرنیشنل کی جنرل کونسل'' اور ٹریڈ یونینوں کی جنرل کونسل کے درمیان آ جائے گی۔ اسے کوئی وقار حاصل نہ ہوگا اور ''انٹرنیشنل'' کی جنرل کونسل پرولتاری انقلاب کے عظیم لیور پر اپنا اثر ورسوخ کھو دے گی۔ اس نے، لہٰذا اس لیور کو انگلش ہاتھوں میں دینے کی غلطی کرنے، اور خود کو سنجیدہ اور خفیہ کے بجائے لفاظی بھری باتونی پن تک راضی رکھنے سے انکار کیا۔

اس سرکلر کے منزل تک پہنچنے سے پہلے مسئلہ خود جنیوا میں سامنے آیا۔ ''ایگلائیٹ'' کے ایڈیٹوریل بورڈ کے سات ممبر باکونن کے حامی تھے اور صرف دو اس کے مخالف۔ ایک ماتحت اور سیاسی طور پر غیر اہم واقعہ سے ابھر کر، اکثریت نے اعتماد کا سوال اٹھایا، اور تب یہ دیکھا گیا کہ اپنی ڈھلمل پالیسی سے روبن اور پیرون دوسٹولوں کے درمیان بیٹھ گئے تھے۔ اقلیت کی حمایت فیڈرل کونسل نے کی اور اکثریت کے سات ممبروں کو استعفیٰ دینا پڑا، بشمول بیکر کے، جو باکونن سے بہت دوستانہ رہا تھا جبکہ باکونن جنیوا میں رہتا تھا، مگر جس نے روبن اور پیرون کی پالیسی میں اعتراض کی کئی چیزیں دیکھیں۔ ''ایگلائیٹ'' کا کنٹرول پھر یوٹن کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

7- ''رازدارانہ مراسلہ''

اسی دوران بورخیم نے باکونن کے خلاف اپنی لگائی بجھائی جاری رکھی۔ 18 فروری کو اس نے مارکس سے شکایت کی کہ جوہان جیکوبی کے ترجمان ''ڈی زوکنفٹ'' نے وہ کچھ چھاپنے سے انکار کر دیا جسے مارکس نے اینگلز کے نام ایک خط میں ''روسی معاملات پر ایک مہیب نصیحت آموز

مکتوب ایک دوسرے پر کودتی ہوئی چھوٹی چھوٹی تشریحات کا ایک ناقابلِ بیاں الم غلم'' کہہ کر بیان کیا۔ اسی دوران بورخیین نے ''کچھ مالی معاملات کے بارے میں باکونن پر شک کا اظہار کیا، کٹ کوف نامی ایک نوجوان کے حوالے سے جو اپنی جوانی میں باکونن کا پیروکار تھا مگر بعد میں رجعت کی طرف چلا گیا۔ مارکس نے اس الزام پر بہت کم توجہ دی اور اینگلز نے فلسفیانہ انداز میں کہا، ''روسیوں کا پیسہ ادھار لینا زندہ رہنے کا ایک خاصہ ہے' تاکہ ایک روسی اس کے بارے میں دوسرے کو برا بھلا کہنے کے قابل ہو سکے''۔

اینگلز کو باکونن کے خلاف بورخیین کی مسلسل لگائی بجھائی کے بارے میں مطلع کرنے کے بعد مارکس نے جنرل کونسل کا اجلاس بلانے کا اعلان کیا تاکہ فیصلہ کیا جائے کہ آیا رچرڈ نامی ایک شخص کو ''انٹرنیشنل'' سے لیونز میں جائز طور پر نکالا گیا۔ اُس نے یہ اضافہ کیا کہ جہاں تک وہ دیکھ سکتا ہے اُس شخص پر زیادہ سے زیادہ باکونن کی غلامانہ حمایت کرنے کا الزام لگایا جا سکتا ہے۔ ''لگتا ہے کہ ہمارے پچھلے سرکلر نے ایک ہیجان پیدا کیا اور یہ کہ فرانس اور سوئٹزرلینڈ میں باکونیوں کے خلاف ایک باقاعدہ مہم شروع ہوگئی۔ البتہ تمام چیزوں میں میانہ روی ہونا چاہیے اور میں یہ دیکھوں گا کہ کوئی ناانصافی نہ ہو''۔

ایک رازدارانہ مراسلہ جو مارکس نے چند ہفتے بعد 28 مارچ کو آئیزرناخیوں کی برنزوک کمیٹی کو کُوگل مین کی وساطت سے بھیجا، اُن اچھے ارادوں کے سخت برعکس تھا جن ارادوں کے ساتھ اُس نے اینگلز کو اپنے خط کے آخر میں ظاہر کیا تھا۔ اِس رازدارانہ مراسلے کی بنیاد جنرل کونسل کا وہ سرکلر تھا جو صرف جنیوا کے لئے تھا اور فرانسیسی بولنے والے فیڈرل کونسل کے لئے تھا۔ اُس نے بہت پہلے اپنے مقاصد پورے کر لیے اور اصل میں باکونیوں کے خلاف ''مسلسل مہم'' کو کھلا چھوڑ دیا تھا جس کے بارے میں مارکس نے اپنی نارضامندی ظاہر کی تھی۔ یہ دیکھنا مشکل تھا کہ کیوں مارکس نے پہلے ہی دوسری جگہوں پر ظاہر ہونے والے ناخوشگوار نتائج کے سامنے اس سرکلر کے مندرجات جرمنی بھیجے، بالخصوص جبکہ جرمنی میں باکونن کا کوئی حامی تھا ہی نہیں۔

یہ سمجھنا مزید مشکل ہے کہ اس نے سرکلر میں ایک پیش لفظ مہیا کیا اور ایک اختتامیہ بھی جو

بالخصوص باکونن کے خلاف ایک ''مسلسل مہم'' کو کھلا چھوڑنے کی سوچی سمجھی کوشش تھی۔ پیش لفظ باکونن کے خلاف تلخ تنقیدوں سے شروع ہوتا تھا جس نے سب سے پہلے خود کو لیگ فار پیس اینڈ فریڈم میں سمگل کرنے کی کوشش کی تھی، محض اس کی ایگزیکٹو کمیٹی میں ایک ''مشکوک روسی'' کے بطور صرف لیگ میں اپنے واہیات پروگرام کی منظوری میں ناکامی کے بعد اس نے اپنی توجہ ''انٹرنیشنل'' پر کر دی تا کہ اس کو اپنا نجی آلہِ کار بنا لے۔ اس طرف اس نے ''الائنس آف سوشلسٹ ڈیموکریسی'' قائم کی تھی۔ جب جنرل کونسل نے الائنس کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو اسے برائے نام تحلیل کر دیا مگر اصل میں یہ باکونن کی رہنمائی میں جاری رہا جس نے پھر اپنے مقاصد دوسرے ذریعوں سے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اُس نے باصل کانگریس میں وراثت کے حق کا مسئلہ اٹھایا۔ اُس کو امید تھی کہ وہ جنرل کونسل کو نظریاتی میدان میں شکست دے گا اور اسے لندن سے جنیوا منتقل کروائے گا۔ اُس نے ایک ''کھلی کھلی سازش'' منظّم کی تا کہ باصل کانگریس میں ایک اکثریت حاصل کرے۔ لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہوا اور جنرل کونسل لندن میں ہی رہا۔ ''اپنے منصوبے میں ناکامی پر باکونن کے غصے نے جنرل کونسل پر ''ایگلائیٹ'' میں اپنا اظہار کیا' حملے جن کا جواب یکم جنوری کے سرکلر میں دیا گیا۔

مارکس نے پھر اپنے خفیہ مراسلے میں سرکلر کا پورا متن ڈال دیا اور جاری رکھا: سرکلر کے پہنچنے سے پہلے بحران جنیوا میں آ چکا تھا۔ فرانکو اٹالین سوئیس فیڈرل کونسل نے جنرل کونسل پر ''ایگلائیٹ'' کی طرف سے کئے گئے حملوں کو نامنظور کیا اور فیصلہ کیا کہ آئندہ اس اخبار پر ایک سخت کنٹرول رکھا جائے گا۔ کچھ ہی عرصہ بعد ہرزن فوت ہو گیا۔ باکونن جس نے اپنے پرانے دوست اور سرپرست سے اس لمحے سے قطع تعلق کیا تھا جب اُس نے خود کو یورپی مزدور طبقے کی تحریک کے رہنما کے بطور آگے کر دیا تھا پھر اچانک ہرزن کی تعریف میں تُو تُو بجانے لگا۔ کیوں؟ خود اپنی دولت کے باوجود ہرزن روس میں جعلی سوشلسٹ پین سلاوسٹ پارٹی کی طرف سے پروپیگنڈہ کی خاطر سالانہ 25 ہزار فرانک لیتا تھا جس کے ساتھ وہ دوستانہ تعلق میں تھا۔ حد سے زیادہ تعریف کی برکت سے باکونن یہ پیسہ خود حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا اور ''ہرزن کے ورثے'' کو اسی خوشی سے قبول کیا جتنی نفرت وہ وراثت سے کرتا تھا۔ اسی دوران نوجوان روسی تارکینِ وطن کی ایک کالونی

جنیوا میں قائم ہوئی۔ یہ طلبہ اپنے عزائم میں واقعی دیانت دار تھے، اور جنہوں نے پان سلاوزم کے خلاف جدوجہد کو اپنے پروگرام کا سب سے بڑا نکتہ بنایا۔ انہوں نے ''انٹرنیشنل'' کے ایک سیکشن کے بطور شامل ہونے کی درخواست کی اور تجویز کی کہ جنرل کونسل میں مارکس ان کا عبوری نمائندہ ہو۔ دونوں درخواستیں منظور کر دی گئیں۔ انہوں نے یہ اعلان بھی کیا تھا کہ وہ باکونن کے چہرے سے نقاب کھلے عام اتارنے والے تھے۔ اس طرح خفیہ مراسلہ ختم ہوتا ہے، اس بہت ہی خطرناک سازش کا کھیل ختم ہونے والا تھا، کم از کم جہاں تک ''انٹرنیشنل'' کا تعلق تھا۔

ان بہت ساری غلطیوں کو شمار کرنا ضروری نہیں جو خفیہ مراسلہ میں ہیں۔ عمومی بات کرتے ہوئے باکونن کے خلاف یہ جتنے زیادہ الزامات لگاتا ہے، اصل میں وہ اتنے ہی بے بنیاد ہیں۔ یہ بالخصوص مالِ متروکہ کا تعاقب کرنے والے الزام کے بارے میں سچ ہے۔ روس میں کسی جعلی سوشلسٹ پان سلاوسٹ پارٹی نے کبھی بھی ہرزن کو پروپیگنڈہ مقاصد کے لئے 25 ہزار فرانک سالانہ نہیں دیے۔ اس پریوں والی کہانی کی غیر حقیقی بنیاد یہ تھی کہ انقلابی سالوں میں بٹ سی ٹیف نامی ایک نوجوان روسی نے ایک انقلابی فنڈ شروع کرنے کے لئے 25 ہزار فرانک دیے تھے اور یہ کہ یہ فنڈ ہرزن کے زیر اہتمام تھا۔ اس بات پر اعتبار کرنے کا بالکل کوئی سبب نہیں کہ باکونن نے کبھی بھی اس فنڈ کو اپنی جیب میں رکھنے کا رجحان دکھایا ہوا اور یقیناً روس فورٹ کے ''مارسلیز'' کے لئے لکھے گئے ایک سیاسی مخالف کے لئے گرم جوش وفاتی مضمون (جو اس کا نوجوانی کا دوست رہا تھا) کو ایک ایسے بیان کی حمایت میں حوالہ کے بطور نہیں دیا جا سکتا۔ وفاتی مضمون باکونن کی ساری غلطیوں اور کمزوریوں کی طرح، خواہ وہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ رہی ہوں، زیادہ سے زیادہ جذباتیت کے ایک الزام کے لئے ایک موقع پیش کر سکتا ہے، یہ غلطیاں اُن خصوصیات کی وجہ سے تھیں، جو عموماً کہا جائے تو ان لوگوں کے خلاف تھیں جو اسے بہت زیادہ خطرناک سازشی قرار دینے میں لگے ہوئے تھے۔

خفیہ مراسلے کے اختتامی فقرے دکھاتے ہیں کہ مارکس کس طرح باکونن سے متعلق اِن غلطیوں میں گھر گیا۔ اس کی اطلاع جنیوا میں روسی تارکینِ وطن کی کمیٹی سے حاصل ہوتی تھی، دوسرے لفظوں میں، یوٹن یا اس کے توسط سے بیکر سے۔ کم از کم مارکس کی طرف سے اینگلز کے نام

ایک خط یہ اشارہ دیتا ہے کہ اس نے الزامات میں سب سے زیادہ سنگین الزام یعنی مال متروکہ کا تعاقب بیکر سے حاصل کیا تھا۔لیکن یہ بات بیکر کی طرف سے جنگ کو لکھے گئے ایک معاصر خط سے ہم آہنگ نہیں ہے جس میں بیکر جنیوا میں موجود کنفیوژن کے بارے میں شکایت کرتا ہے،فیبر یکےاور گراس میٹیرز کے درمیان مخاصمت کی شکایت کرتا ہے، رابن کی طرح اعصابی کمزور ''فریبیوں اور باکونن جیسے ڈھیٹوں اور خبطیوں کی شکایت کرتا ہے''۔مگر باکونن کی تعریفیں کرکے اور یہ اعلان کرکے خط ختم کرتا ہے کہ وہ پہلے سے بہت بہتر اور فائدہ مند تھا۔بیکر کا خط اور جنیوا میں روسی تارکین وطن کمیٹی کا مارکس کے نام خط اب نایاب نہیں ہے۔اور ''انٹرنیشنل'' کے اس نئے سیکشن کو اپنے آفیشل اور نجی دونوں جوابوں میں مارکس نے بظاہر باکونن کے بارے میں کچھ نہ کہنا بہتر سمجھا۔ مارکس نے روسی سیکشن کو خاص طور پر پولینڈ کے لئے کام کرنے کی نصیحت کی یعنی یورپ کو اس کے اپنے قرب سے آزاد کرنے کا۔اور وہ نوجوان روس کا نمائندہ ہونے کا مزاح دیکھنے میں ناکام نہیں ہوا، یہ اعلان کرتے ہوئے کہ ایک شخص یہ کبھی نہیں جان سکتا کہ وہ کس عجیب صحبت میں پڑ سکتا ہے۔

گو کہ اس نے معاملے کو کسی قدر مزاح سے لیا، ظاہر ہے کہ یہ مشاہدہ کرکے اسے بہت اطمینان ہوا ہوگا کہ ''انٹرنیشنل'' نے روسی انقلابیوں کے اندر پاؤں جمانا شروع کر دیے۔ اور بصورت دیگر یہ سمجھنا ناممکن ہوگا کہ وہ یوٹن کی طرف سے باکونن پر لگائے گئے الزامات کا اعتبار کرنے پر کیوں تیار تھا، جو اس کے لئے بالکل اجنبی تھا، جب کہ اس نے انہیں اپنے پرانے دوست بورخیم سے قرضہ دینے سے منع کیا تھا۔ایک مخصوص حسنِ اتفاق سے باکونن ایک روسی تارک وطن سے متعلق اسی زمانے میں ایک غلطی کا شکار ہوگیا جسے اس نے آنے والے روسی انقلابی موسمِ گرما کا پہلا نوالہ سمجھا اور خود کو ایک مہم میں ڈوبنے دیا جس نے اس کے وقار کو اس کی پوری مہم جو یانہ زندگی میں کسی بھی دوسرے حادثے سے زیادہ نقصان پہنچانا تھا۔

خفیہ مراسلہ لکھنے کے چند روز بعد چار اپریل کو فرینکو اٹالین سوئیس فیڈریشن کی دوسری سالانہ کانگریس لاشاؤ ڈی فانڈز میں منعقد ہوئی اور ایک برملا اختلاف ابھرا۔''الائنس'' کے جنیوا سیکشن نے جو کہ پہلے ہی جنرل کونسل کی طرف سے ''انٹرنیشنل'' میں شامل کیا گیا تھا مطالبہ کیا کہ

اُسے فیڈریشن میں بھی قبول کیا جائے۔اور یہ کہ، کانگریس میں اس کو دو مندوبین کی نمائندگی بھی دی جائے ۔ یوٹن نے اس کی مخالفت کی اور باکونن پر شدید حملے کیے۔ اس نے جنیوا سیکشن کو اُس کی سازشوں کا آلۂ کار قرار دیا۔گلّا اوم ایک تنگ نظر جنونی تھا جس نے بعد کے سالوں میں مارکس کے ساتھ اتنا ہی برا سلوک کیا جتنا کہ یوٹن نے باکونن کے ساتھ کیا۔مگر وہ ایک ایسا شخص تھا جس کی تعلیم اور اہلیت نے اسے اپنے قابلِ ترس مخالف سے یکسر مختلف طبقے میں ڈال دیا تھا۔گلّا اوم 18 کے مقابلے میں 21 ووٹوں کی اکثریت سے فتح مند ہوا لیکن اقلیت نے اکثریت کے فیصلے کو تسلیم نہیں کیا اور کانگریس کو تقسیم کر دیا۔ دو کانگریسیں بیک وقت منعقد ہوئیں۔ اکثریتی کانگریس نے فیڈرل کونسل کے دفاتر کو جنیوا سے لاشاؤ ڈی فانڈز منتقل کرنے کا فیصلہ کیا اور "سالیڈیرایٹ" کو فیڈرل کونسل کا ترجمان بنایا جسے گلّا اوم ہوٹسائل سے شائع کرتا تھا۔

اقلیت نے یہ اعلان کرکے اپنا رویہ جائز قرار دیا کہ اکثریت خالصتاً ایک حادثاتی ہے، اس لئے کہ ''لاشاؤ ڈی فانڈز'' میں صرف پندرہ سیکشنوں کی نمائندگی تھی جبکہ صرف جنیوا کے، تیس سیکشن تھے جن سب نے یا تقریباً سب نے فرانکو اٹالین سوئس اقدام میں ''الائنس'' کی قبولیت کی مخالفت کی ۔ دوسری طرف اکثریت نے اصرار کیا کہ ایک سیکشن کو، جسے ''جنرل کونسل'' نے شامل کیا ایک فیڈرل کونسل مسترد نہیں کرسکتی ۔بیکر نے ''دروور بوٹے'' میں اعلان کیا کہ بغیر کسی بات کے شور شرابے والا سارا معاملہ بہت قابلِ اعتراض تھا اور یہ صرف دونوں طرف سے برادرانہ احساسات کی کمی کی وجہ سے تھا۔الائنس کے سیشن کو زیادہ تر تھیوریٹکل اصولوں کے پروپیگنڈہ سے غرض تھی اور اس لئے وہ ایک قومی تنظیم میں قابل قبول ہونے کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا،مزید برآں اس لیے کہ اسے جنیوا میں باکونن کا سازشی ہتھیار سمجھا جاتا تھا، جو عرصہ ہوا وہاں غیر مقبول تھا۔ دوسری طرف ، اگر الائنس واقعہ قابلِ قبول بننا چاہتا تھا، تو اس کے مسترد کرنے یا اس کی قبولیت کو تقسیم کرنے کا سبب بنانا تنگ نظری اور بچگانہ تھی۔

البتہ،صورتحال کچھ اتنی زیادہ سادہ بھی نہ تھی جتنی کہ بیکر نے بیان کی ۔ وہ فیصلے جو دو الگ الگ کانگریسوں نے لیے کئی اعتبار سے ایک جیسے تھے،مگر وہ صرف بنیادی سوال پر ہی مختلف تھے

.... وہ مخاصمت جس سے سارا جنیوا کنفیوژن پیدا ہوا۔ اکثریتی کانگریس نے مکمل طور پر گراس میٹیرز کا نقطۂ نظر اپنا لیا۔ اس نے سیاست کی اُن تمام صورتوں کی مذمت کی جن کا مقصد قومی اصلاحات کے ذریعے سماجی تبدیلیاں تھیں۔ اس نے اعلان کیا کہ ہر سیاسی طور پر منظّم ریاست کچھ نہ تھی سوائے بورژوا قانون پر مبنی سرمایہ دارانہ استحصال کے، اور لہٰذا بورژوا سیاست میں پرولتاریہ کی کوئی بھی شرکت موجودہ نظام کو مضبوط بناتی تھی اور انقلابی پرولتاری اقدام کو مفلوج کرتی تھی۔ دوسری طرف اقلیتی کانگریس نے "فیبر کیے" کا نقطۂ نظر اپنایا۔ اس نے سیاست سے پرہیز کو مزدور طبقے کے کاز کو نقصان دِہ قرار دے کر اس کی مذمت کی، اور الیکشنوں میں حصہ لینے کی سفارش کی، اس لئے نہیں کہ اس طریقہ سے مزدوروں کی نجات حاصل کی جائے گی بلکہ اس لئے کہ مزدوروں کی پارلیمانی نمائندگی ایجی ٹیشن اور پروپیگنڈہ کا ایک ذریعہ تھی جسے نظرانداز کرنا صحیح حکمتِ عملی نہ ہوگی۔

لا شاؤ ڈی فانڈز میں نئی قائم شدہ فیڈرل کونسل نے جنرل کونسل سے خود کو فیڈریشن کے لیڈر کے بطور تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا۔ البتہ، جنرل کونسل نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور 28 جون کو اس نے اعلان کیا کہ جنیوا میں فیڈرل کونسل (جسے جنیوا سیکشنوں کی اکثریت کی حمایت حاصل تھی) اپنے پرانے فرائض جاری رکھے، جبکہ نئی فیڈرل کونسل کو ایک مقامی نام اختیار کرنا چاہیے۔ حالانکہ یہ فیصلہ کافی اچھا تھا اور اسے نئی فیڈرل کونسل نے اکسایا تھا، نئی فیڈرل کونسل نے اسے ماننے سے انکار کر دیا اور آمرانہ رجحانات کے خلاف، ''جنرل کونسل'' کی "مطلق العنانیت" کے خلاف زوردار احتجاج کیا۔ لہٰذا ''انٹرنیشنل'' کے اندر اپوزیشن کو اپنے پلیٹ فارم میں دوسرا تختہ دے دیا........... پہلا سیاست سے پرہیز والا تھا۔ ''جنرل کونسل'' نے پھر لا شاؤ ڈی فانڈز سے سارے تعلقات کشیدہ کر لیے۔

8- آئرش عام معافی اور فرنچ رائے شماری

1869-70ء کا موسمِ زمستان ایک بار پھر مارکس کی بے شمار جسمانی بیماریوں کا زمانہ تھا۔ مگر بالآخر اس نے پیسے کی اپنی مستقل مشکلات سے نجات حاصل کر لی۔ 30 جون 1869ء کو

اینگلز نے بالآخر خود کو اپنے جہنمی ''بزنس'' سے آزاد کر لیا اور چھ ماہ پہلے اس نے مارکس سے پوچھا تھا کہ آیا وہ سالانہ 350 پاؤنڈ سے گزارہ کر پائے گا۔ اینگلز اپنے پارٹنر سے اپنے معاملات اس طرح نمٹانا چاہتا تھا کہ یہ رقم پانچ یا چھ سال کے عرصے تک مارکس کو میسر رہے۔ دونوں دوستوں کے بیچ خط وکتابت یہ نہیں بتاتی کہ آخر میں کیا انتظامات کیے گئے، مگر بہر حال، اینگلز نے مارکس کی مالی مشکلات کو نہ صرف پانچ یا چھ سال کے لئے ختم کیا بلکہ مارکس کی موت تک وہ ایسا کرتا رہا۔

اس عرصے میں اُن دونوں نے خود کو آئرلینڈ کے مسئلے پر بہت زیادہ مصروف رکھا۔ اینگلز نے اس تحریک کے تاریخی ارتقا پر مفصل مطالعے کیے (بدقسمتی سے ان مطالعوں کے ثمرات کبھی نہ چھپے)۔ جبکہ مارکس نے ''جنرل کونسل'' پر آئرش مسئلے کی حمایت کرنے پر زور دیا، جس نے بے ضابطگی سے مجرم آئرلینڈ وطن پرستوں کے لئے ایک عام معافی کا مطالبہ کیا، جن پر جیل میں بہت ہی برا سلوک کیا جا رہا تھا۔ ''جنرل کونسل'' نے اُس مضبوطی، کشادہ دلی اور جرات مندانہ طرز پر تعریف کا اظہار کیا جس سے آئرش عوام اپنے حقوق کے لئے لڑے، اور اس نے گلیڈسٹون کی پالیسی کی مذمت کی جس نے الیکشنوں میں کیے گئے سارے وعدوں کے برخلاف ایک عام معافی دینے سے انکار کر دیا۔ انگریز عوام کو محکوم کرنے کی پالیسی کے پرچار پر وزیراعظم کی شدید ترین انداز میں مذمت کی گئی جب اس نے اپنے ذمہ دار عہدے کے باوجود امریکی غلام مالکوں کی بغاوت پر اپنی پرجوش منظوری کا اظہار کیا تھا۔ ''جنرل کونسل'' نے اعلان کیا کہ آئرش عام معافی کے مسئلے پر اس کا سارا رویہ اُس ''فتح کی پالیسی'' کی ایک معتبر پیداوار تھی جس کی گلیڈسٹون کے شعلہ بار مذمت نے ٹوری مخالفین کو حکومت سے باہر کر دیا۔ کُوگلمین کو ایک خط میں مارکس نے اعلان کیا کہ وہ اب گلیڈسٹون پر اسی طرح حملہ کر رہا ہے جس طرح اس نے ایک بار پالمرسٹن پر حملہ کیا تھا، اس نے اضافہ کیا: ''یہاں ڈیموکریٹک یورپی براعظمی تارکین وطن آمروں پر ایک محفوظ فاصلے سے حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ میں صرف اس وقت حملہ کرنا چاہتا ہوں جب میں اپنے دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ سکوں''۔

مارکس اس حقیقت پر خصوصاً خوش ہوا کہ اس کی سب سے بڑی بیٹی نے آئرش مہم میں

ایک نمایاں کامیابی حاصل کی۔ انگریزی پریس، آئرلینڈ وطن پرست قیدیوں کے خلاف کی جانے والی بربریت پر خاموش رہا۔ اس لئے جینی مارکس نے ویلیمز کے نقلی نام سے روش فورٹ کے ''مارسیلیز'' کو کئی مضامین بھیجے (ایسا نام جسے اس کے والد نے 50 کی دہائی میں بہت استعمال کیا تھا)۔ ان مضامین میں جینی نے بہت گہرائی اور دل سے بیان کیا کہ جمہوری انگلینڈ اپنے سیاسی قیدیوں سے کس طرح کا سلوک کرتا ہے۔ یہ انکشافات جو ایک ایسے اخبار میں جو شاید براعظم یورپ میں کسی بھی اخبار سے زیادہ پڑھا جاتا تھا، گلیڈسٹون کے لئے بہت زیادہ تھا۔ کچھ ہفتے بعد آئرلینڈ وطن پرست قیدیوں کی اکثریت کو رہا کر دیا گیا تھا اور وہ امریکہ کی طرف رواں دواں تھے۔

نقلی بوناپارٹ (جس کا رجیم اس وقت تک ہر جوڑ سے کھڑ کھڑ کر رہا تھا) پر شدید حملوں کے نتیجے میں مارسیلیز نے یورپی سطح کا وقار کمایا تھا۔ 1870ء کی ابتدا میں بوناپارٹ نے بورژوازی کو رعایتیں دے کر اپنے خونی اور خستہ حال رجیم کو بچانے کی آخری ہیجانی کوشش کی۔ اور اس نے باتونی لبرل اولیوئیر کو وزیراعظم مقرر کیا۔ اولیوئیر نے نام نہاد اصلاحات کے ذریعے اپنی پوری کوشش کی مگر جس طرح چیتا اپنی مرضی سے اپنے دھبوں کو بدل نہیں سکتا، بوناپارٹ نے مطالبہ کیا کہ یہ ''اصلاحات'' ایک رائے شماری کی مخصوص بوناپارٹی عنایت وصول کریں۔ اولیوئیر راستہ دینے میں کافی کمزور تھا اور حتیٰ کہ پریفیکٹوں کو رائے شماری کو کامیاب بنانے کی سرتوڑ کوششیں کرنے کی سفارش کی۔ مگر بوناپارٹی پولیس فضول باتونی سے زیادہ بہتر جانتی تھی کہ ایک رائے شماری کی کامیابی کس طرح حاصل کی جائے، اور ووٹنگ کے موقع پر اس نے نپولین کی زندگی کے خلاف ''انٹرنیشنل'' کے ممبروں کی طرف سے ایک مبینہ بم منصوبہ دریافت کیا۔ اولیوئیر اس قدر بزدل تھا کہ پولیس کو تسلیم ہوا۔ فرانس میں ہر جگہ ''انٹرنیشنل'' کے ''لیڈروں'' کو تلاشیوں اور گرفتاریوں سے حیران ہونا پڑا۔

جنرل کونسل نے اس ضرب کا جواب دینے میں کوئی وقت ضائع نہ کیا اور 3 مئی کو ایک احتجاج شائع کیا جس میں اعلان کیا گیا: '' ہمارے قوانین اس بات کو ہماری ایسوسی ایشن کے سارے سیکشنوں کا فریضہ بناتے ہیں کہ وہ کھلے عام اقدام کریں، اور اگرخواہ قوانین اس نکتے پر واضح نہ بھی ہوتے، تو ایک ایسوسی ایشن کا کیریکٹر (جو کہ خود کو مزدور طبقے کے ساتھ شناخت کرتا ہے)

ایسی ایسوسی ایشن کی ایک خفیہ سوسائٹی کی شکل اختیار کرنے کے کسی بھی امکان کو خارج کرتا ہے۔ اگر محنت کش طبقہ (جو کہ کسی بھی قوم کی عظیم اکثریت ہوتا ہے اور ساری دولتیں پیدا کرتا ہے اور جس کے نام پہ حتیٰ کہ لٹیری قوتیں حکمرانی کرتی ہیں) سازش کرے، تو وہ سرِ عام اسی طرح سازش کرتا ہے جس طرح کہ سورج تاریکی کے خلاف سازش کرتا ہے، اور اس بھرپور شعور کے ساتھ کہ اس کے اپنے مدار سے باہر کوئی قانونی قوت وجود نہیں رکھتی .... بلند آواز اور متشدد: ہمارے فرانسیسی سیکشنوں کے خلاف اٹھائے گئے اقدامات کو خصوصی طور پر ایک مقصد کے لئے وضع کیا گیا ہے، یعنی رائے شماری کی حمایت کے ایک ذریعے کے بطور''۔ یہ بالکل سچ تھا، مگر رائے شماری ذرائع نے ایک بار اپنے قابل نفرت نتائج کی خدمت گذاری کی، اور ''لبرل ایمپائر'' کو ڈیڑھ ملین ووٹوں کے برخلاف سات ملین ووٹوں سے سرفراز کیا گیا۔

البتہ، اس کے بعد حکمرانوں کو اپنا بم منصوبہ ترک کرنا پڑا۔ پولیس نے اعلان کیا کہ انہیں ''انٹرنیشنل'' کے ممبروں کے جلوس میں ایک کوڈ ڈکشنری ملی، مگر وہ اس سے صرف یہ بات سمجھ سکے کہ اس میں نپولین جیسے ایک دو نام تھے اور نائٹروگلیسرین جیسے ایک آدھ کیمیکل الفاظ، اور یہ بات تو بوناپارٹی عدالتیں بھی نگل نہیں سکتی تھیں۔ لہٰذا یہ الزام اس مبینہ چھوٹے جرم میں سکڑ گیا جس کے لئے ''انٹرنیشنل'' کے فرانسیسی ممبروں پر پہلے ہی دو دفعہ: ایک خفیہ یا غیر قانونی سوسائٹی میں ممبرشپ کے الزام پر مقدمہ چلایا گیا اور سزا دی گئی۔

ایک شاندار دفاع (جو اس بار تانبے کے برتن بنانے والے شیٹین سے کرایا گیا، جو کہ بعد میں پیرس کمیون کا ایک ممبر تھا) کے بعد 9 جولائی کو پراسیکیوشن نے کئی سزائیں حاصل کیں، زیادہ سے زیادہ سزا ایک سال جیل اور ایک سال سارے شہری حقوق ختم ہونا۔ مگر بہ یک وقت وہ طوفان آ گیا جس نے روئے زمین سے سیکنڈ ایمپائر کا صفایا کرنا تھا۔

باب چہاردہ:

انٹرنیشنل کی زوال پذیری

1۔سیڈان

فرانس و پروشیائی جنگ کے بارے میں مارکس اور اینگلز کے رویے پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، گو کہ بنیادی طور پر اس کے بارے میں بہت کم کہا جا سکتا ہے۔ مولٹکے کے برخلاف وہ جنگ کو خدا کی تقسیم کے ایک عنصر کے بطور نہیں، بلکہ شیطان کی تقسیم کے عنصر کے بطور دیکھتے تھے۔ وہ اسے طبقاتی سماج اور بالخصوص سرمایہ دارانہ سماج کے علیحدہ نہ کئے جا سکنے والے ساتھی کے بطور دیکھتے تھے۔

مورخوں کی حیثیت سے، انہوں نے فطری طور پر یہ غیر تاریخی رویہ نہیں اپنایا کہ جنگ جنگ ہے اور ہر جنگ کو ایک ہی برش کے ساتھ کالا کیا جائے۔ اُن کے نزدیک ہر جنگ کے اپنے اسباب اور نتائج ہوتے ہیں اور مزدور طبقے کا رویہ اُن وجوہات و نتائج پر اُس جنگ کے بارے میں منحصر ہونا چاہیے۔ لاسال کا بھی یہی رویہ تھا جس کے ساتھ انہوں نے 1859ء میں جنگ کی اصل شرائط متعین کرنے پر جھگڑا کیا تھا، جب کہ ان تینوں نے اس کے بارے میں ایک ہی بنیادی رویہ رکھا۔ وہ تینوں جنگ کو جس قدر جامع طور پر ممکن ہو پرولتاریہ کی اپنی نجات کے لئے جدوجہد کے مفاد میں استعمال کرنا چاہتے تھے۔

1866ء کی جنگ کے بارے میں مارکس اور اینگلز کے رویے کو اسی سوچ نے متعین کیا تھا۔ 1848ء میں جرمن انقلاب کی قومی اتحاد قائم کرنے میں ناکامی کے بعد پروشیائی حکومت نے جرمن تحریک کے اتحاد کو اپنے مفاد کے لئے، اور بقول بوڑھے قیصر ولہلم کے، ایک متحدہ جرمنی کے بجائے ایک توسیعی پروشیا کے لئے، استعمال کرنے کی کوشش کی۔ مارکس اور اینگلز، لاسال اور شوئٹزر، لبخنت اور ببیل سب کے سب اس حقیقت پر متفق تھے کہ جرمن اتحاد، (جس کی پرولتاریہ کو اپنی نجات کی جدوجہد کے پہلے مرحلے میں ضرورت تھی) صرف ایک قومی انقلاب سے آ سکتا ہے۔ اس لئے انہوں نے عظیم تر پروشیا پالیسی کی ساری سلطنتی فرقہ پرست رجحانات کی شدید مخالفت کی۔ البتہ، کونیگراٹز میں فیصلے کے بعد اُن سب نے جلد یا بدیر (''اصل صورتحال'' کے بارے میں اپنی اپنی بصیرت کے مطابق) کڑوی گولی نگل لی۔ ان سب نے احساس کر لیا کہ بورژوازی کی بزدلی اور پرولتاریہ کی کمزوری کی وجہ سے ایک قومی انقلاب اب ممکن نہیں رہا، اور یہ کہ ''خون اور لوہے'' سے تعمیر کردہ عظیم تر پروشیا پرولتاریہ کی طبقاتی جدوجہد کے لئے زیادہ موزوں حالات مہیا کرتا ہے بہ نسبت کسی صورت ناقابلِ بحالی جرمن فیڈرل ڈائٹ بحالی کے۔ مارکس اور اینگلز فوری طور پر اس نتیجہ پر پہنچے جس پر لاسال کے جانشین شوئٹزر بھی پہنچے۔ انہوں نے اُس کی مفلوج اور بونی شکل کے باوجود شمالی جرمن لیگ کو ایک حقیقت کے بطور تسلیم کر لیا جو فیڈرل ڈائٹ کی خوفناک بدانتظامیت کی بہ نسبت جرمن مزدور طبقے کی تحریک کو ایک مضبوط بنیاد دے رہی تھی۔ گو کہ ان کا تسلیم کرنا رضاکارانہ نہ تھا اور گرمجوش تو بالکل بھی نہیں تھا۔ دوسری طرف لبخنت اور ببیل ابھی تک اپنا عظیم تر جرمن انقلابی نقطۂ نظر برقرار رکھے ہوئے تھے اور حتیٰ کہ 1866ء کے بعد انہوں نے شمالی جرمن لیگ کی تباہی کے لئے کام جاری رکھا۔

اُس فیصلے کے بعد جس پر مارکس اور اینگلز 1866ء میں پہنچ چکے تھے، 1870ء کی جنگ کے بارے میں بھی ان کا رویہ کم و بیش طے پا چکا تھا۔ انہوں نے اُن فوری واقعات پر کبھی کوئی رائے نہ دی جو جنگ پر منتج ہوئے۔ (خواہ وہ بونا پارٹ کے خلاف رخ کیا ہوا کہ ہسپانوی تاج کے لئے ایک ہوہنزولرن شہزادے کی بسمارک کی وکالت ہو، یا، بسمارک کے خلاف بونا پارٹ کی

فرانس و آسٹریا و اٹلی کے اتحاد کی پالیسی ہو)۔ بہر حال، اس زمانے میں کسی ایک پر بھی ایک موزوں فیصلے کا اظہار بہت مشکل تھا۔ البتہ، جہاں تک بونا پارٹ کی جنگی پالیسی جرمنی کے قومی اتحاد کے خلاف تھی، وہ دونوں سمجھتے تھے کہ جرمنی دفاع پر ہے۔

23 جولائی کو مارکس کے لکھے ہوئے انٹرنیشنل کی جنرل کونسل کے جاری کردہ خطاب میں مارکس نے اس نقطۂ نظر کی تفصیلی وجوہات بتائیں۔ اس نے اعلان کیا کہ 1870ء کا جنگی پلاٹ 1851ء کے کودتا کا ایک اصلاح شدہ ایڈیشن تھا، لیکن یہ سیکنڈ ایمپائر کے لئے ایک اعلانِ مرگ کی ماتمی دھن تھی جس نے پیروڈی کی طرح اسی طرح ختم ہونا تھا جس طرح کہ یہ شروع ہوئی تھی۔ البتہ یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ حکمران طبقات اور یورپ کی حکومتیں تھیں جنہوں نے بونا پارٹ کے لئے اٹھارہ سال تک ایک دوبارہ قائم کردہ سلطنت کا متشدد مضحکہ خیز بہروپ ممکن بنادیا تھا۔ جہاں تک جرمنی کا تعلق تھا یہ جنگ ایک دفاعی جنگ تھی، مگر جرمنی کو اس صورتحال میں لایا کون تھا، کس نے لوئی بونا پارٹ کے لئے جرمنی پر جنگ مسلط کرنا ممکن بنایا تھا؟ یہ تھا پروشیا۔ کونیگراٹنر سے قبل بسمارک نے بونا پارٹ کے ساتھ سازش کی، اور کونیگراٹنر کے بعد بسمارک نے ایک غلام بنائے ہوئے فرانس کے برعکس ایک آزاد جرمنی قائم نہیں کیا تھا۔ بلکہ سیکنڈ ایمپائر کے بارے میں خفیہ چالبازیوں سے پرانے نظام کی ساری دیسی خیانتوں کی تاج پوشی کی، تا کہ رائن دریا کے دونوں اطراف بونا پارٹی رجیم پھلے پھولے۔ جنگ کے علاوہ اور کیا نتائج نکلتے؟۔ ''اگر جرمن مزدور طبقہ، جنگ کو اپنی دفاعی نوعیت ترک کرنے کی اجازت دے اور اس جنگ کو فرانس کے عوام کے خلاف ایک جنگ میں گلنے سڑنے کی اجازت دے تو فتح اور شکست دونوں مہلک طور پر برابر ہوں گی۔ نام نہاد جنگِ آزادی کے نتیجے میں جتنی بھی مصیبتیں جرمنی کو جھیلنی پڑیں وہ اضافہ شدہ مصیبتوں کے ساتھ واپس ہوں گی''۔ خطاب نے واضح کر دیا کہ جنگ کے خلاف جرمنی اور فرانس کے مزدوروں کے جلوسوں نے اس طرح کے غمگین نتیجے کے ایسے خوف کو غیر ضروری بنادیا، اور مزدوروں کو یاد دلایا کہ خودکُشانہ جدوجہد کے پس منظر میں روس کی برائی کا ڈھانچہ چوکسی سے رکھوالی کر رہا تھا۔ بونا پارٹی حملے کے خلاف دفاعی جدوجہد کو اپنا حق ماننے کا مطالبہ کرنے والے جرمنی کے لئے موجود ساری ہمدردیاں ختم ہو جائیں گی، اگر انہوں نے

پروشیائی حکومت کو قازقوں کو بلانے یا ان کی مدد کو قبول کرنے کی اجازت دی۔

21 جولائی کو، اس خطاب کے جاری کرنے سے دو دن پہلے شمالی جرمنی کے ریخسٹاگ نے 120 ملین تھیلر کے جنگی فنڈ کی منظوری دی۔ 1866ء سے ان کی پالیسی کے مطابق لاسالی پارلیمانی نمائندوں نے اس رقم کے حق میں ووٹ دیا۔ آئزناخوں کے پارلیمانی نمائندوں لبخت اور ببیل نے رائے شماری میں حصہ نہ لیا، اس لئے کہ اس رقم کے حق میں ووٹ دینے کا مطلب پروشیائی حکومت کو اعتماد کا ووٹ دینا تھا جس نے کہ 1866ء میں اپنے روپے سے موجودہ جنگ کے بیج بوئے تھے۔ جبکہ اس رقم کے خلاف ووٹ دینے کا مطلب بونا پارٹ کی جابرانہ اور مجرمانہ پالیسی کی منظوری دینا نکالا جا سکتا تھا۔ لبخت اور ببیل جنگ کو زیادہ تر اخلاقی نقطۂ نظر سے دیکھ رہے تھے۔

ان کا رویہ خود اُن کے اپنے گروپ اور خصوصاً ان کی لیڈرشپ یعنی برونزوک کمیٹی کی طرف سے شدید مخالفت سے دوچار ہوا۔ اصل میں لبخت اور ببیل کی رائے شماری میں عدم شرکت عملی سیاست نہ تھی، بلکہ ایک اخلاقی احتجاج تھی، جو (اس سے قطع نظر کہ یہ کتنی جائز تھی) صورتحال کی سیاسی ضرورتوں سے مطابقت نہیں رکھتی تھی۔ گو کہ دو مخالفین کا اعلان نجی زندگی میں ممکن یا شاید موثر ہو: تم دونوں غلط ہو اور میں تمہارے جھگڑے سے تعلق رکھنے سے انکار کرتا ہوں، ریاستوں کی زندگی میں یہ ممکن نہیں جب سارے عوام کو بادشاہوں کے جھگڑوں سے مصیبت جھیلنی پڑتی ہو۔ اس ناممکن غیر جانبداری کے عملی نتائج جنگ کے اولین ہفتوں میں ہی آئزناخ گروہ کے ترجمان اخبار ''لبز گروالکسٹاٹ'' کے کنفیوز اور غیر منطقی رویے میں نمودار ہوئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے ایڈیٹوریل بورڈ یعنی لبخت، اور برونزوک کمیٹی کے بیچ جھگڑا شروع ہو گیا اور لبخت نے مارکس سے مشورہ اور مدد کی اپیل کی۔

20 جولائی کو، جنگ شروع ہونے کے فوراً بعد، اور لبخت اور ببیل کی رائے شماری سے غیر حاضری سے ذرا پہلے، مارکس نے اینگلز کے نام خط میں فرانس کے اندر ''ریپبلکی شاؤنزم'' پر زبردست تنقید کی: ''فرانسیسیوں کو ایک شکست چاہیے۔ اگر پروشیائی فتح مند ہوں پھر ریاستی اقتدار کی مرکزیت مزدور طبقے کی مرکزیت کے لئے موزوں ہوگی۔ جرمن اثر و نفوذ مغربی یورپ میں مزدور طبقے کی تحریک کے مرکز کو فرانس سے جرمنی منتقل کرے گا، اور دونوں ملکوں میں 1866ء کے دوران

تحریک کے موزانہ سے معلوم ہوگا کہ جرمن مزدور طبقہ نظریاتی اور تنظیمی طور پر فرانس کی تحریک سے بلند ہے۔ عالمی اکھاڑے میں جرمنوں کی فرانسیسیوں پر برتری کا بہ یک وقت مطلب ہے پرودھون کے نظریے پر ہمارے نظریے کی برتری۔ وغیرہ''۔ جب مارکس کو برونزوک کمیٹی کی اپیل موصول ہوئی تو اس نے مشورہ کے لئے اینگلز سے رابطہ کیا، جیسا کہ وہ سارے اہم معاملات میں کیا کرتا تھا۔ 1866ء کی طرح یہ اینگلز ہی تھا جس نے وہ داؤ پیچ وضع کئے، جن پر عمل کیا گیا۔

15 اگست کو اینگلز اپنے جواب میں لکھتا ہے: ''میرے خیال میں صورت حال یوں ہے: جرمنی کو بوناپارٹ کے ہاتھوں اپنے قومی وجود کے دفاع کے لئے جنگ کرنے پر مجبور کیا گیا۔ اگر جرمنی شکست کھا جاتا ہے تو بوناپارٹزم برسوں تک کے لئے مضبوط ہو جائے گا۔ اور جرمنی برسوں تک یا شاید نسلوں تک شکستہ رہے گا۔ ایسی صورتحال میں کسی آزاد جرمن مزدور طبقے کی تحریک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ قومی اتحاد کے قیام کی جدوجہد ساری توانائیاں جذب کر لے گی اور بہترین صورت میں بھی جرمن مزدوروں کو فرانسیسی مزدور کھینچیں گے۔ اگر جرمنی فتح مند ہو جائے تو فرانسیسی بوناپارٹ ہر حال میں تباہ ہو جائے گا، جرمن اتحاد کے قیام کے متعلق دائمی جھگڑا بالآخر ختم ہو جائے گا، جرمن مزدور پہلے سے کہیں وسیع بنیادوں پر خود کو منظم کرنے کے قابل ہو جائیں گے، جبکہ فرانسیسی مزدور بھی بوناپارٹزم کی حکمرانی سے زیادہ حرکت سے آزادی پائیں گے خواہ جیسی بھی حکومت اس کی جگہ لے۔ جرمن عوام کی عظیم اکثریت (سارے طبقات) نے جان لیا کہ جرمنی کا قومی وجود خطرے میں ہے اور اسی لئے وہ فوراً علیحدگی میں کود پڑے۔ ان حالات میں مجھے یہ ناممکن لگتا ہے کہ کوئی جرمن سیاسی پارٹی مکمل مزاحمت کا پرچار کر سکے اور اہم معاملے کے سامنے ہر قسم کے ذیلی معاملات رکھ سکے''۔

اینگلز نے فرانسیسی شاؤنزم کو مسترد کیا، جس نے حتیٰ کہ ریپبلکن عناصر کی صفوں تک میں بھی اس کے گہرے اثرات محسوس کئے جیسا کہ مارکس نے: ''بوناپارٹ فرانسیسی عوام کی اکثریت، بورژوازی، پیٹی بورژوازی، کسانوں اور سامراجی ہاسمین بلڈنگ پرولتاریہ کی شاؤنزم کے بغیر یہ جنگ کبھی شروع نہ کر سکتا تھا۔ فرانس اور جرمنی میں اس وقت تک کچھ بھی ممکن نہیں جب تک کہ شاؤنزم کو کچھ نہ دیا جائے۔ ممکن ہے کوئی شخص اس فریضہ کو اٹھانے کے لئے ایک پرولتاری انقلاب

کی توقع کرے مگر اب جبکہ جنگ شروع ہو چکی ہے تو جرمنوں کے لئے اور کوئی راستہ نہیں کہ وہ خود اُسے کریں اور فوری کریں۔ ''ذیلی معاملات'' یعنی یہ کہ اس جنگ کی بسمارک اینڈ کمپنی نے منصوبہ بندی کی تھی، اور یہ کہ ایک جرمن فتح بسمارک کے نظام کی شان و وقار کو منعکس کرے گی، جرمن بورژوازی کے قابل ترس وصف کی وجہ سے تھے۔ یہ سب کچھ ناخوشگوار تھا مگر اس بارے میں کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا تھا: ''مگر اس وجہ سے بسمارک ازم مخالفت کو ایک راہنما اصول کی طرح ابھارنا بکواس ہوگا۔ سب سے پہلے، بالکل 1866ء کی طرح، بسمارک ہمارے کام کا ایک حصہ کر رہا ہے؛ وہ اسے اپنی طرز پر کر رہا ہے اور نہ چاہتے ہوئے کر رہا ہے، مگر بہرحال وہ یہ کام کر رہا ہے۔ وہ ہمیں ایک صاف تر میدان دے رہا ہے جو ہمیں اس سے پہلے حاصل نہ تھا۔ اور پھر ہم اب 1815ء کے سال میں نہیں رہ رہے۔ جنوبی جرمنوں کو لازمی طور پر ریخسٹاگ میں داخل ہونا چاہیے اور ان کے داخلے کے ساتھ پروشیا کو ایک جوابی وزن قائم ہوگا...... بہرحال لبنخت کی 1866ء کے وقت سے لے کر آج تک کی تاریخ کے سارے دورانیے کو واپس موڑنے کی خواہش (صرف اس لئے کہ یہ اسے پسند نہیں) فضول بات ہے، لیکن پھر، ہم اپنے مثالی جنوبی جرمنوں کو جانتے ہیں''۔

اس خط میں اینگلز ایک بار پھر لبنخت کی پالیسی کی طرف لوٹتا ہے: ''ویلہلم کی یہ دلیل دلچسپ ہے کہ چونکہ بسمارک ایک وقت بوناپارٹ کا ایک شریکِ جرم تھا اس لئے غیر جانبداری صحیح رویہ ہے۔ اگر یہ انتخاب جرمنی بھر میں موجود ہوتا تو ہمیں دوبارہ رائن لینڈ لیگ ملتی اور مزدور طبقہ کی بات تو چھوڑیں خود مقدس ویلہلم مشکل میں پڑ جاتا کہ وہ اس میں کیا رول ادا کرتا۔ ایک ایسے عوام ایک سماجی انقلاب کا بہترین مواد ہیں جو صرف گھونسوں لاتوں کے عادی ہیں، بالخصوص ویلہلم کی محبوب چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں!۔ ویلہلم بظاہر بوناپارٹ کی فتح کے ساتھ محض اس لئے نمٹتا ہے کہ اس پراسیس میں بسمارک کا کام تمام ہو سکتا ہے۔ آپ یاد کر سکتے ہیں کہ وہ کس طرح اُسے ہمیشہ فرانسیسیوں کی دھمکی دیا کرتا تھا۔ تم، بلاشبہ ویلہلم کی طرف ہو''۔ آخری جملہ مذاقاً کہا گیا اس لئے کہ لبنخت نے اعلان کیا تھا کہ مارکس جنگ فنڈ ووٹ میں اُس کے اور ببیل کے غیر حاضر رہنے سے متفق تھا۔

مارکس نے تسلیم کیا کہ اس نے لبنخت کے ''اعلان'' کی منظوری کا اظہار کیا تھا۔ یہ ایک

ایسے ''لمحے'' میں کیا گیا جبکہ اصولوں کے ساتھ چمٹے رہنا ایک جرات کی بات تھی، مگر اس سے یہ اخذ نہیں کرنا چاہیے کہ یہ لمحہ جاری رہتا اور یہ بھی کہ، ایک ایسی جنگ میں جو قومی بن چکی تھی جرمن پرولتاریہ کا رویہ پروشیا کی طرف لبنخت کی نفرت میں خلاصہ کیا جاتا۔ ''اعلان'' کی طرف نہ کہ ووٹ سے غیر حاضری کی طرف اشارہ کرنے کا مارکس کے پاس اچھا جواز تھا۔ جبکہ لاسالیوں نے اپنے سوشلسٹ نقطہ نظر پہ زور دیے بغیر بورژوا اکثریت کے عمومی بہاؤ میں جنگ فنڈ کے حق میں ووٹ دیا تھا، مگر بیبل اور لبنخت نے اپنی غیر حاضری کی وجوہات بتانے کے لئے ایک اعلان جاری کر دیا۔ انہوں نے اپنے رویے کے لئے نہ صرف دلائل دیے بلکہ ''سوشل ریپبلکنز'' کی حیثیت سے اور ''انٹرنیشنل'' کے ممبروں کی حیثیت سے (جو کہ اپنی قومیت کی تمیز سے بلند ہو کر سارے ظالموں استبدادیوں کے خلاف لڑا اور سارے محکوموں کو ایک برادرانہ الائنس میں متحد کرنے کی جستجو کی) انہوں نے جنگ کے خلاف اور ساری شاہی خاندانی جنگوں کے خلاف اصول پر ایک احتجاج کا اضافہ کیا، اور امید ظاہر کی کہ یورپ کے عوام اپنے حالیہ تباہ کن تجربات سے سیکھیں گے اور اپنے لئے حقِ خود اختیاری حاصل کرنے، اور موجودہ طاقت وری اور طبقاتی حکمرانی ختم کرنے کے لئے ہر ممکن کام کریں گے (جو کہ ساری ریاستی اور سماجی برائیوں کی سبب تھی)۔ فطری طور پر، مارکس اس ''اعلان نامے'' سے بہت مطمئن تھا جس نے یورپی پارلیمنٹ میں تاریخ میں پہلی بار باغیانہ اور کھلے طور پر ''انٹرنیشنل'' کا پرچم بلند کیا، یہ ایک عالمی تاریخی اہمیت کی بات تھی۔

اس اعلان نامے پہ اپنی رضامندی اس کے الفاظ کے انتخاب سے دیکھی جا سکتی ہے۔

ووٹ سے غیر حاضری بذات خود ''اصولوں کے لئے چمٹنا بالکل نہ تھا بلکہ یہ تو ایک مصالحت تھی، اس لئے کہ اصل میں لبنخت اس فنڈ کے خلاف ووٹ دینا چاہتا تھا مگر بیبل نے اسے، اس کے برخلاف ووٹ سے غیر حاضر رہنے پہ قائل کر دیا۔ مزید برآں، جس طرح کہ وال کسٹاٹ کا ہر شمارہ بتاتا تھا، یہ غیر حاضری محض ''اسی لمحے'' کے لئے ان کی پالیسی متعین نہ رتی تھی۔ اور آخر میں یہ اس لحاظ سے ایک جرات کی بات نہ تھی کہ اس کے اندر ہی اس کا جواز موجود تھا۔ اگر مارکس اپنے ''جرات کی بات'' کے معنی اس لحاظ سے لیتا تو پھر وہ عزت مآب تھیئرز کی مزید تعریف کرتا۔ اس لئے کہ تھیئرز

فرانسیسی چیمبر میں جنگ کے خلاف بھرپور بولے تھے حالانکہ سیکنڈ ایمپائر کا میملوک اس سے بہت ناراض ہوا اور وحشی ترین گالیوں کی بوچھاڑ کر دی تھی۔ یا پھر فیورے گریوی سکول کے بورژوا ڈیموکریٹس کی جو کہ ووٹ سے غیر حاضر نہ رہے لیکن فنڈ عطا کرنے سے صاف انکار کر دیا حالانکہ حب الوطنی کا طوفان پیرس میں بھی اسی قدر شدید تھا جس قدر کہ برلن میں تھا۔

اینگلز نے صورتحال پہ اپنے اندازے سے جرمن مزدور تحریک کی پالیسی کے لئے جو نتیجہ اخذ کیا اسے اس طرح خلاصہ کیا جا سکتا ہے: قومی تحریک میں اس وقت تک شامل رہنا جب تک کہ وہ خود کو جرمنی کے دفاع تک محدود رکھے۔ (ایک ایسا عمل امن معاہدے پر دستخط کرنے تک ایک حملہ آوری کے برتاؤ کو خارج نہیں کرتا ہے)؛ جرمن قومی مفادات اور پروشیائی شہنشاہیت کے مفادات کے درمیان اختلافات پر زور دینا الساس اور لورین پر کسی طرح کے قبضہ کی مخالفت کرنا؛ پیرس میں ایک شاؤنسٹ حکومت کی جگہ فوری طور پر آئی ہوئی ایک ری پبلکن حکومت کے ساتھ کام کرنا تاکہ ایک باعزت امن حاصل کی جائے، فرانسیسی اور جرمن مزدوروں کے درمیان مفادات کے اتحاد پر ہمیشہ زور دینا، جنہوں نے جنگ کی حمایت نہ کی اور جو کہ ایک دوسرے کے خلاف نہیں لڑ رہے۔

مارکس نے اینگلز کے اس نتیجے پر اپنی مکمل رضامندی دے دی اور اس نے اس کی مطابقت میں برنزوک کمیٹی کو لکھا۔

2۔ سیڈان کے بعد

اس سے قبل کہ برونزوک کمیٹی اس نصیحت سے کوئی عملی فائدہ اٹھا پاتی جو کہ اسے لندن سے ملی، صورتحال مکمل طور پر بدل گئی۔ سیڈان کی جنگ چھڑ گئی، بوناپارٹ جنگی قیدی بنا، سیکنڈ ایمپائر کھنڈر بن گئی اور پیرس میں ایک بورژوا ری پبلک کا اعلان ہوا۔ فرانسیسی دارالخلافہ کے سابقہ اسمبلی ممبران نے خود کو ری پبلک کا سربراہ بنا دیا اور خود کو ''قومی دفاع کی حکومت'' کا نام دیا۔

لہٰذا جہاں تک جرمنوں کا تعلق ہے، جنگ ایک قومی دفاع نہ رہی۔ پروشیا کے بادشاہ نے شمالی جرمن لیگ کے سربراہ کی حیثیت سے بار بار اور حلفاً اعلان کیا کہ وہ فرانسیسی عوام کے خلاف

نہیں بلکہ فرانسیسی بادشاہ کی حکومت کے خلاف جنگ کر رہے ہیں۔ جبکہ پیرس کے نئے حکمرانوں نے اعلان کیا کہ وہ جرمن نقصانات کے ازالے کے لئے کوئی بھی رقم ادا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ بسمارک نے مطالبہ کیا کہ فرانسیسیوں کو علاقائی رعایتیں دینی چاہئیں۔ اس نے الساس اور لورین کی فتح کے لئے جنگ جاری رکھی۔ اس نے یہ حقیقت نظر انداز کر دی کہ اس نے اس طرح کر کے جرمنی کی دلیل کا مذاق اڑایا کہ وہ ایک دفاعی جنگ لڑ رہا تھا۔

اس اقدام سے وہ بونا پارٹ کے نقش قدم پر چلا، جب اُس نے ایک طرح کی رائے شماری کا انتظام کیا تھا جس نے کہ پروشیا کے بادشاہ کو اپنے حلف لئے ہوئے کام سے آزاد کرنا تھا۔ سیڈان کے موقع پر ہر طرح کی ''ممتاز شخصیتوں'' نے بادشاہ کو ''مشترکہ مطالبے'' جاری کر دیے جن میں ''محفوظ سرحدوں'' کا مطالبہ پیش کیا۔ ''جرمن عوام کے متفقہ عزم'' نے بوڑھے جنٹلمین پر ایک ایسا اثر کیا کہ چھ ستمبر کو اس نے گھر لکھا: ''اگر حکمران گھرانے اس تاثر کی مخالفت کریں گے تو وہ اپنے تاجوں کو خطرے میں ڈالیں گے'' اور 14 ستمبر کو نیم سرکاری ''پروانژل کرسپانڈنز'' نے اسے ''ایک مضحکہ خیز اور بلا جواز مطالبہ'' قرار دیا کہ شمالی جرمن لیگ کا سربراہ اُن معاہدوں پہ ثابت قدم رہے جو اس نے وضاحت اور اپنی مرضی سے کئے تھے۔

''جرمن عوام کے متفقہ عزم'' کو بڑھاوا دینے کی خاطر حکام ساری اپوزیشن کو سفاکانہ طور پر کچل ڈالنے آگے بڑھنے۔ 5 ستمبر کو برنزوک کمیٹی نے مزدور طبقے سے جلسے جلوس کرنے کی اپیل کی۔ اس اپیل میں مارکس کے اس خط کے ٹکڑے شامل تھے جو اس نے فرانسیسی ریپلک کے ساتھ ایک باوقار معاہدے کے حق میں اور الساس اور لورین پر قبضہ کے خلاف کمیٹی کو بھیجا تھا۔ 9 ستمبر کو اپیل پر دستخط کرنے والوں کو فوجی حکام نے گرفتار کر لیا اور زنجیروں سے جکڑ کر لائزن قلعہ لے گئے۔ جان جیکوبی کو بھی ریاست کے قیدی کے بطور اسی قلعہ میں بھیج دیا گیا اس لئے کہ کونسبرگ کے اندر ایک میٹنگ میں اس نے بھی فرانسیسی علاقے پر قبضہ کرنے کے خلاف احتجاج کیا تھا اور یہ رائے دی تھی: ''چند دن پہلے تک ہم ایک دفاعی جنگ، اپنے محبوب مادرِ وطن کے لئے ایک پاک جنگ، لڑ رہے تھے۔ مگر آج یہ فتح کی جنگ ہے، یورپ میں جرمانوی نسل کی حکمرانی مسلط کرنے کی

جنگ''۔ قبضے میں لینے اور پابندیاں لگانے، تلاشیاں لینے اور گرفتاریاں کرنے کی ایک لہر نے ملٹری کی دہشت کی حکمرانی مکمل کی جس کا مقصد یہ تھا کہ بغیر کسی شک کے ''جرمن عوام کے متفقہ عزم'' کو لاگو کیا جائے۔

برنزوک کمیٹی کے ارکان کو گرفتار کرنے والے دن ''انٹرنیشنل'' کی جنرل کونسل نئی صورتحال پر ایک ''خطاب'' کے ساتھ پھر سامنے آئی جسے مارکس اور جزوی طور پر اینگلز نے لکھا تھا۔ وہ یہ بات واضح کرنے کے لئے قابل تھا کہ کتنی تیزی سے اس کی پیش گوئی (کہ جنگ سیکنڈ ایمپائر کی مرگ کی ماتمی دھن ثابت ہوگی) سچ نکلی، اور کتنی جلد اس کے شکوک (کہ یہ جنگ جرمنی کے لئے کتنی دیر تک ایک دفاعی جنگ رہ سکے گی) کی تصدیق ہوگئی۔ پروشیائی فوجی صلاح کاروں نے فتح کی جنگ کے حق میں فیصلہ کر رکھا تھا۔ کس طرح اس نے پروشیائی بادشاہ کو خود اپنے کیے ہوئے اس عہد سے آزاد کر دیا تھا کہ جنگ دفاعی ہوگی؟۔ ''ڈور کھینچنے والوں کو اسے جرمن قوم کی طرف سے بہت بڑی اکثریت کی بات تسلیم کرنے والے کے بطور پیش کیا، اور اس نے فوری طور پر جرمن لبرل مڈل کلاس کو اس کے پروفیسروں کے ساتھ، اس کے سرمایہ داروں، اس کے شہری کونسلروں اور اس کے اخباری اشخاص کے ساتھ اشارہ دے دیا۔ درمیانہ طبقہ، جس نے 1846ء سے 1870ء کی شہری آزادی کی جدوجہد کے برسوں میں قوتِ فیصلہ نہ ہونے، نااہلی اور بزدلی کا ایسا منظر پیش کیا جس کی مثال نہ ملتی تھی۔ یہ درمیانہ طبقہ جرمن حب الوطنی کے دھاڑے ہوئے شیر کے کردار میں یورپی سٹیج پر نمودار ہونے کا موقع ملنے پہ بلا شبہ بہت مسرور تھا۔ اس نے شہری آزادی کی دھوکہ باز نموداری کو قبول کیا تا کہ یہ ٹھگی کر سکے کہ وہ پروشیائی حکومت پہ ایک چیز کا دباؤ ڈال رہا تھا۔ وہ چیز کیا تھی؟ پروشیائی حکومت کے خفیہ منصوبے...... نہ کم نہ زیادہ۔ وہ بہ آواز بلند فرنچ ری پبلک کی تحلیل کا مطالبہ کرتے ہوئے لوئی بونا پارٹ کی بے خطائی کے اپنے دیرینہ اور تقریباً مذہبی عقیدے کے لئے کفارہ کر رہا تھا''۔

''خطاب'' نے پھر ''چرب زبان بہانوں'' کا مطالعہ کیا جو ''یہ نڈر حب الوطن'' الساس اور لورین پر قبضہ کرنے کے جواز کے بطور پیش کرتے تھے۔ وہ یہ دلیل دینے کی جرات نہیں کرتے

تھے کہ ان صوبوں کے باشندے جرمنی کو گلے لگانے کے لئے بے قرار تھے مگر انہوں نے اشارہ کیا
کہ، بہت مدت قبل ان دو صوبوں کا علاقہ کافی مدت سے مری ہوئی جرمن سلطنت کا حصہ رہ چکا تھا۔
''اگر یورپ کا نقشہ پرانے تاریخی حقوق کے مطابق دوبارہ بنایا جائے تو پھر ہمیں نہیں بھولنا چاہیے کہ
برانڈنبرگ کا شاہِ جرمنی کے انتخاب میں رائے دہی کے حق رکھنے والا شہزادہ ایک زمانے میں پولش
ری پبلک کی رعیت تھا''۔

''بہت سے کمزور دماغوں والے لوگ'' اس حقیقت پر گمراہ کئے گئے کہ ''چالاک حب
الوطن''، مستقبل میں فرانسیسی حملوں کے خلاف ایک ''مادی ضمانت'' کے بطور الساس اور لورین کا
مطالبہ کر رہے تھے۔ ایک ملٹری سائنسی مقالے میں، جو اینگلز کی لکھا ہوا تھا، خطاب نے نشاندہی کی
کہ جرمنی کو فرانس کے خلاف اپنی سرحدوں کی یہ مضبوطی درکار نہیں، جیسے کہ حالیہ جنگ کے تجربے
نے واضح طور پر دکھایا تھا۔ ''اگر موجودہ مہم نے کوئی چیز ثابت کی تو وہ یہ ہے کہ جرمنی کی طرف سے
فرانس پہ حملہ کرنا کس قدر آسان ہے''۔ مگر کیا قومی سرحدوں کو متعین کرنے والے اصول کے بارے
میں ملٹری معاملات کو پیش کرنا ایک بکواس نہیں؟ ''اگر یہ اصول قائم ہو جائے تو پھر آسٹریا کو وینس
کے صوبے اور منسیو لین پہ حق ہوگا اور فرانس کو پیرس کے دفاع کے لئے رائن پہ حق جتانے کا حق ہو
گا، پیرس جو کہ شمال مغرب کی طرف سے جنوب مغرب کے بہ نسبت برلن کے حملوں کے لئے زیادہ
کھلا ہوگا۔ اگر قومی سرحدیں ملٹری نقطہ نگاہ سے متعین ہونے لگیں تو پھر حق جتانے کے سلسلے کا کوئی
انجام نہ ہوگا، اس لئے کہ ہر ملٹری پوزیشن کہیں نہ کہیں پہ لازماً کمزور ہوگی اور مزید علاقہ قبضہ کرنے
پر ہی مضبوط ہوگی۔ اور آخر میں، اس طریقے سے کھینچی گئی سرحدیں کبھی بھی حتمی نہ ہوں گی، محض اس
لئے کہ یہ ہمیشہ فاتحوں کی طرف سے مغلوب ہونے پہ مجبور کی جائیں گی اور اس لئے اپنے اندر نئی
جنگوں کے تخم لئے رہیں گی''۔

''خطاب'' نے وہ ''مادی ضمانتیں'' یاد دلائیں جو نپولین نے تِلسٹ کے امن میں قبضہ کی
تھیں لیکن پھر بھی چند سال بعد اس کی ساری دیوہیکل قوت جرمن عوام کی یلغار کے سامنے ایک
سڑے ہوئے سرکنڈے کی طرح تحلیل ہوگئی۔ وہ ''مادی ضمانتیں کیا ہیں جو پروشیا اپنے وحشی ترین

خوابوں میں بھی فرانس پر مسلط کرسکتا تھا بمقابلہ اُن کے جو نپولین نے پروشیا پر مسلط کی تھیں؟ نتائج
اس بارے کچھ کم تباہ کن نہ ہوں گے''۔

جرمن حب الوطنی کے بگلچیوں نے اعلان کیا کہ جرمنوں کو فرانسیسیوں کے ساتھ گڈمڈ نہ
کیا جائے۔ جرمن فوجی شادمانی نہیں تحفظ چاہتے ہیں۔ وہ مکمل طور پر امن دوست لوگ ہیں۔
''فطری طور پر، یہ جرمنی نہ تھا جس نے 1792ء میں، سنگینوں کے ساتھ اٹھارویں صدی کے
انقلاب کو تباہ کرنے کے مقدس مقصد کے ساتھ فرانس پر حملہ کیا۔ کیا یہ جرمنی نہ تھا جس نے اٹلی کو زیر
کرنے، ہنگری کو دبانے اور پولینڈ کی ممبر شپ ختم کرنے کے لئے اپنے ہاتھ گندے کئے تھے؟۔ اس
کا موجودہ فوجی نظام، جو جسمانی طور پر فٹ ساری بالغ نرینہ آبادی کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے......
ایک سٹینڈنگ آرمی ڈیوٹی پہ اور ایک دوسری سٹینڈنگ آرمی رخصت پر...... دونوں خدا کے فضل سے
ولی عہد شہزادہ کے احکامات کی فرماں برداری کرتے ہیں...... اس طرح کا ایک ملٹری سسٹم فطری
طور پر عالمی امن کے لئے ایک ضمانت ہے جو کہ تمدن کا اعلیٰ ترین مقصد ہے۔ دوسرے ممالک کی
طرح جرمنی میں حکمران اقتدار کے باوردی خادم، رائے عامہ کو نامعقول اور جھوٹی خود تعریفی کے
ساتھ زہر آلود کرتے ہیں۔ وہ میٹز اور سٹراسبرگ کے گرد فرانسیسی قلعوں کو دیکھ کر غضب ناک ہو
جاتے ہیں مگر وہ ماسکو کی قلعہ بندیوں کے زبردست نظام وارسا، موڈلین اور ایوان گراڈ کے گرد دیکھ
کر کوئی اعتراض نہیں کرتے۔ وہ بوناپارٹ کے حملوں کی سوچ پر بھی خوف سے کانپ جاتے ہیں مگر
زار بادشاہی کی سرپرستی کے سکینڈل پر اپنی آنکھیں بند کرتے ہیں''۔

خیالات کے اس تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے خطاب نے پھر اعلان کیا کہ الساس اور
لورین پر قبضہ فرانسیسی ری پبلک کو زار ازم کی بانہوں میں لے جائے گا۔ کیا ٹیوٹائی قوم کے حامی واقعی
سمجھتے تھے کہ یہ جرمنی کی آزادی اور سلامتی کی ضمانت دے گا؟''۔ اگر جنگ کا مال غنیمت، فتح کا تکبر
اور شاہی سازشیں جرمنی کو فرانسیسی سرزمین ہتھیا لینے پہ گمراہ کریں تو صرف دو راستے رہ جاتے ہیں۔
یا تو اسے روسی نفوذ کی غلامی قبول کرنی ہوگی خواہ اس کے جو بھی نتائج نکلیں، یا، ذرا سا ستانے کے
بعد، اسے خود کو ایک نئی ''دفاعی''، جنگ کے لئے تیار کرنا ہوگا، اُن ''مقامی'' جنگوں میں سے ایک

کے لئے نہیں، بلکہ سلاو اور لاطینی قوتوں کی مشترکہ فوجوں کے خلاف ایک نسلی جنگ کے لئے''۔
جرمن مزدور طبقہ (جو کہ جنگ کو روکنے کے اہل نہیں رہا تھا) نے اس جنگ کی خوب خوب حمایت کی تھی یہ کہہ کر کہ یہ جرمنی کی آزادی اور سیکنڈ ایمپائر کو کچل ڈالنے والے ڈراؤنے بھوت سے جرمنی اور یورپ کی نجات کے لئے جنگ تھی۔ ''یہ جرمن صنعتی مزدور تھے جنہوں نے زرعی مزدوروں کے ساتھ ہیرو نما فوجوں کو قوت مہیا کی، جن کے پیچھے ان کے اپنے فاقہ کش خاندان تھے''۔ جنگ میں قتل عام ہو کر، وہ ایک بار پھر گھر میں مصیبتوں اور مفلسی سے ہلاک تھے۔ اب وہ ضمانتوں کا مطالبہ کر رہے تھے کہ انہوں نے جو عظیم الشان قربانیاں دی تھیں انہیں ضائع جانے نہ دیا جائے، کہ انہیں اپنی آزادی جیتنی چاہیے، کہ بوناپارٹ اسٹ فوجوں پر حاصل کی گئی فتوحات کو 1815ء کی طرح عوام کی شکست میں تبدیل نہ کیا جائے۔ ان ضمانتوں سے ان کا اولین مطالبہ ''فرانس کے لئے ایک باوقار امن کا حصول'' اور ''فرانسیسی ری پبلک کو تسلیم کیا جانا'' تھا۔ ''خطاب'' برنزوک کمیٹی کی طرف سے جاری کردہ اپیل کی طرف مخاطب تھا۔ گو کہ بدقسمتی سے کسی فوری کامیابی سے نمٹنا ممکن نہ تھا، تاریخ نے بتانا تھا کہ جرمن مزدور طبقہ جرمن درمیانہ طبقہ کی طرح اسی نرم خمیر سے نہیں بنا تھا۔ اس نے اپنا فرض ادا کرنا تھا۔

''خطاب'' پھر فرانسیسی صورتحال پہ توجہ مرکوز کرتا ہے۔ ری پبلک کے تاج کا تختہ نہیں الٹا تھا بلکہ محض خالی کرسی کو سنبھالا تھا۔ اسے ایک سماجی کامیابی نہیں بلکہ محض قومی دفاع قرار دیا گیا۔ ری پبلک ایک عبوری حکومت کے ہاتھوں میں تھی جو جزوی طور پر بدنام زمانہ اورلین پرستوں پہ اور جزوی طور پر بورژوا ری پبلکنز پہ مشتمل تھی جن کی صفوں میں بے شمار لوگ ایسے تھے جن پر 1848ء کی جون بغاوت نے انمٹ نشان چھوڑا تھا۔ نئی حکومت میں محکموں کی تقسیم نے کم بہتری کی پیش گوئی کی۔ اورلین پرستوں کو مضبوط ترین پوزیشن ملی......فوج اور پولیس......جبکہ مبینہ ری پبلکنز کو باتیں کرنے کے محکمے ملے۔ حکومت کے اولین قدم نے اچھی طرح ثابت کیا کہ اسے سیکنڈ ایمپائر سے نہ صرف کھنڈرات ورثے میں ملے بلکہ سیکنڈ ایمپائر کی مزدور طبقے سے خوفزدگی بھی ورثے میں ملی۔
''لہٰذا مزدور طبقہ خود کو شدید مشکل حالت میں دیکھتا ہے۔ دشمن کی دروازوں پہ موجودگی

میں نئی حکومت کو الٹنے کی کوئی بھی کوشش ایک مایوس کن نادانی ہوگی۔ فرانسیسی مزدوروں کو شہریوں کے بطور اپنے فرائض سرانجام دینے چاہئیں مگر انہیں خود پہ 1792ء کی قومی یادوں کو غلبہ پانے نہیں دینا چاہیے جس طرح کہ فرسٹ ایمپائر کی قومی یادوں نے فرانسیسی کسانوں کو دھوکہ دیا تھا۔ انہیں ماضی دوہرانا نہیں ہوگا بلکہ مستقبل کی تعمیر کرنی ہوگی۔ انہیں اُن وسائل کو خاموشی اور عزم کے ساتھ استعمال کرنا ہوگا جو ری پبلک کی آزادی انہیں دے گی تا کہ وہ اپنے طبقے کو خوب اچھی طرح منظم کریں۔ اس سے انہیں فرانس کی دوبارہ بحالی اور اپنے مشترکہ فریضہ یعنی پرولتاریہ کی نجات کے لئے زبردست قوت ملے گی۔ ری پبلک کی تقدیر فرانسیسی مزدوروں کی دانش اور طاقت پر منحصر ہے''۔
اس ''خطاب'' کا فرانسیسی مزدوروں نے زبردست انداز میں خیر مقدم کیا، جنہوں نے عبوری حکومت کے خلاف اپنی جدوجہد ترک کر دی اور سٹیزنوں کی طرح اپنے فرائض سرانجام دیے۔ بالخصوص پیرس کے پرولتاریہ نے، جس نے نیشنل گارڈ میں منظم ہو کر فرانسیسی دارالخلافہ کے جرات مند دفاع میں نمایاں حصہ لیا، مگر خود کو 1792ء کی یادوں سے اندھا نہ رکھا اور خود کو ایک طبقہ کے بطور منظم کرنے میں انتھک کام کیا۔ جرمن مزدوروں نے بھی اپنے فرائض کی ادائیگی میں کمی نہ دکھائی۔ سزاؤں اور دھمکیوں کے باوجود لاسالیوں اور آئزناخ کے حامیوں نے فرانسیسی ری پبلک کے ساتھ ایک باوقار امن کا مطالبہ کیا، اور جب شمالی جرمن ریخسٹاگ کا دسمبر میں نئے جنگی فنڈ کے لئے ووٹ دینے کے لئے دوبارہ اجلاس ہوا تو ان دونوں گروپوں نے عزم کے ساتھ نئے فنڈ کے خلاف ووٹ دیا۔ بالخصوص لیبخت اور ببیل نے آتشیں جذبے کے ساتھ اور چیلنج کرتی جرات ساتھ اس جدوجہد کو جاری رکھا اور یہی وجہ ہے کہ اس کا اعزاز زیادہ تر انہی کے ناموں سے بندھا ہے، اور نہ کہ جولائی میں ان کے پرہیز کے عمل پہ، جس طرح کہ لوگوں نے مشہور کر رکھا تھا۔ ریخسٹاگ کی مدت کے آخر میں اُن دونوں کی غداری کے لئے نشاندہی کی گئی۔
سردیوں میں مارکس پہ دوبارہ کام کا بوجھ پڑا۔ اگست میں ڈاکٹر نے اسے سمندر کے کنارے بھیج دیا مگر سخت زکام نے اسے ''لٹا دیا'' اور مہینے کے آخری دن وہ لندن لوٹا، اس کی صحت بالکل بھی بہتر نہ ہوئی تھی۔ بہر حال، اسے جنرل کونسل کی ساری بین الاقوامی خط و کتابت سنبھالنی

بڑی اس لئے کہ اس کے خارجی نمائندوں کی بڑی تعداد پیرس گئی تھی۔ 14 ستمبر کو اپنے دوست کوگل مین کو لکھے گئے خط میں اس نے شکایت کی کہ اسے آئندہ کے لئے کچھ آرام ملنے کی امید ہے اس لئے کہ اینگلز ہمیشہ کے لئے لندن میں آباد ہو رہا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مارکس کو امید تھی کہ فرانسیسی ریپلک پروشیائی فتح کی جنگ میں کامیاب مزاحمت دے گی۔ جرمنی کے حالات نے اس میں تلخی بھر دی تھی اور وہ اصل میں ایسی حالت میں تھے کہ حتیٰ کہ الٹرگوئیلف مونٹین پارٹی کے لئے لیڈر وِن تھورسٹ نے تجویز دی کہ اگر بسمارک کسی ایک یا دوسری چیز پر قبضہ کرتا ہے تو وہ اس کے طرز کی سفارت کاری کے لئے کلائینی کو مناسب خیال کرتا ہے۔ 31 دسمبر کو مارکس نے کوگل مین کو لکھا: ''ایسا لگتا ہے کہ جرمنی نے نہ صرف بونا پارٹ، اس کے جرنیلوں اور اس کی فوج کو نگل لیا بلکہ سامراج کے سارے نظام کو نگل لیا، جو کہ چند بہت ہی محنتی کام کو اچانک خود کو اپنے تمام زخموں سمیت شاہ بلوط اور لیموں کی سرزمین پہ راحت میں محسوس کر رہا ہے''۔ اس خط میں وہ نظر آنے والے اطمینان سے ریکارڈ کرتا ہے کہ انگلینڈ میں رائے عامہ، جو کہ شروع میں الٹرا پروشیائی رہا تھا، اب الٹ سمت میں تبدیل ہو چکا ہے۔ ری پبلک اور دوسری صورتحال کے لئے عوام الناس کی فیصلہ کن ہمدردیوں کے سوا ''جس طرز میں جرمنوں نے جنگ شروع کی تھی (فرمائشوں کا نظام، گاؤں کا جلا ڈالنا، یرغمالی بنانا اور تیس سالہ جنگ سے اسی طرح کے اعمال کے دھرائے جانے) اس نے عمومی غیض وغضب پیدا کیا۔ فطری طور پر، انگریزوں نے یہی چیز ہندوستان اور جمیکا وغیرہ میں کی مگر فرانسیسی ہندو ہیں نہ چینی نہ نیگرو، اور پروشیائی آسمان سے اترے ہوئے انگریز ہیں۔ یہ ہو بہو ایک ہوہنزولائی تصور ہے کہ جو قوم اپنی مسلح افواج کی مکمل تباہی کے بعد بھی اپنا دفاع جاری رکھے ہوئے ایک جرم کر رہی ہے''۔ فریڈرک ولیم سوئم نپولین اول کے خلاف پروشیائی جنگ میں اس نظریے میں مبتلا ہوا تھا۔

مارکس نے پیرس پر بمباری کرنے کی بسمارک کی دھمکی کو ''محض ایک چال'' کہا۔
''گمان کے سارے قوانین کے مطابق اس طرح کے کسی اقدام کے پیرس پر کوئی سنجیدہ اثرات نہیں پڑتے۔ فرض کریں کہ بڑے قلعے سے باہر چند چھوٹی قلعہ بندیاں ختم کی جائیں اور کچھ شگاف بن

جائیں تو ان سے کسی معاملے پہ کیا فائدہ جہاں محصوروں کی تعداد محاصرہ کرنے والوں سے زیادہ ہو؟ پیرس کو زیر کرنے کا واحد اصلی ذریعہ اس کو فاقے میں ڈالنا ہے''۔ برسبیلِ تذکرہ ایک خوبصورت تصویر: یہ ''شخص بغیر کسی مادرِ وطن'' کے (جس نے ملٹری سائنس کے معاملات میں کسی قسم کے آزادانہ فیصلے کا دعویٰ نہیں کیا) نے پیرس پر بمباری کرنے کی بسمارک کی دھمکی کو محض ایک چال قرار دیا''۔ بالکل اسی سبب سے کہ ماسوائے رون کے جرمن فوج کے نمایاں سارے جرنیلوں نے جرمن ہیڈ کواٹروں میں منظر نامے کے پیچھے ہفتوں تک چلنے والی ایک غصیلی بحث میں اس تجویز کو ایک "Cadet's excapade" کہہ کر مسترد کیا: جبکہ محبِّ وطن پروفیسروں اور اخبار والوں نے فوجی کیمپ کے پیچھے پیچھے جانے والے بسمارک کے ایجنٹوں کے ہاتھوں پروشیائی ملک اور پروشیائی ولی عہدہ کے رویے پر خود کو اخلاقی گھٹیا بات پہ ناپسندیدگی کے دورے میں اکسانے دیا۔ اس لئے کہ ان خواتین نے مبینہ طور پر اپنے حاوی شدہ ہیروؤں کو یا جذباتی وجوہات پر اور یا شاید غدار قرار دیے جانے کے خدشات کے پیشِ نظر پیرس پر بمباری کرنے سے روک دیا۔

جب بسمارک نے پھر پُر شکوہ انداز میں اعلان کیا کہ فرانسیسی حکومت پریس اور پارلیمنٹ میں آزادانہ اظہار رائے کو روک رہی ہے تو مارکس نے 16 جنوری 1871ء کو ''دی ڈیلی نیوز'' میں ''برلن کے اس مزاح'' کو پولیس استبداد کی رجیم کا طعن آمیز انداز میں ذکر کر کے جواب دیا جو جرمنی کو حکماً خاموش کر رہی تھی۔ اس نے اپنا جواب ان الفاظ پر ختم کر دیا: ''فرانس اس وقت نہ صرف اپنی قومی آزادی کے لئے لڑ رہا ہے بلکہ جرمنی اور یورپ کی آزادی کے لئے بھی لڑ رہا ہے''۔ یہ فقرہ مارکس اور اینگلز کے رویہ کو کوزے میں بند کرتا ہے جو انہوں نے فرانس پروشیائی جنگ میں اختیار کیا تھا۔

3۔ ''فرانس میں خانہ جنگی''

پیرس نے 28 جنوری کو ہتھیار ڈال دیے۔ ہتھیار ڈالنے کی شرائط بیان کرنے کے لئے بسمارک اور جولیس فیورے کے درمیان طے شدہ معاہدے نے واضح طور پر ظاہر کیا کہ ''پیرس نیشنل گارڈ'' اپنا اسلحہ ساتھ رکھے۔

نیشنل اسمبلی کے الیکشن میں شاہ پسند رجعتی اکثریت جیت گئی جس نے پھر پرانے سازشی تھیئر زکو ریپلک کا صدر بنایا۔ نیشنل اسمبلی کی طرف سے امن کی اولین باتیں (الساس اور لورین کی سپردگی اور تاوانِ جنگ کے بطور 5 ملین فرانک کی ادائیگی) اپنانے کے بعد اُس کا پہلا کام پیرس کو غیر مسلح کرنے کا تھا اس لئے کہ راسخ بورژوا تھیئر ز، تیز رجعتی زمیندار مسلح پیرس کو انقلاب سے کم نہیں سمجھتے تھے۔

18 مارچ کو تھیئر ز نے اس جھوٹ کے ساتھ نیشنل گارڈز سے اسلحہ چھیننے کی کوشش کی کہ یہ اسلحہ ریاست کی ملکیت ہے۔ حالانکہ یہ نیشنل گارڈ کی قیمت پر محاصرے کے دوران سپرد کیا گیا تھا اور 28 جنوری کے معاہدے کے تحت اسے نیشنل گارڈ کی ملکیت تسلیم کیا گیا تھا۔ اس کوشش کی مزاحمت ہوئی اور کودتا کے لئے مامور دستے عوام کی طرف چلے گئے۔ خانہ جنگی شروع ہو چکی تھی۔ 26 مارچ کو پیرس نے کمیون منتخب کیا جس کی تاریخ پیرس کے مزدوروں کی طرف سے ہیروازم اور قربانی سے اس قدر امیر ہے اور نظم و نسق کی ورسیلیز پارٹیوں کی طرف سے یہ بزدلانہ بربریت اور بدنیتی ہے۔

اُس گرمجوش دلچسپی اور ہمدردی پر زور دینا غیر ضروری ہے جس کے ساتھ مارکس ان واقعات پہ نظر رکھے ہوئے تھا۔ بارہ اپریل کو اس نے کُوگل مین کو لکھا: ''کس جراتمند قوت، کس تاریخی پہل کاری اور کس خود ایثاری کا مظاہرہ کر رہے ہیں یہ پیرس والے۔ کھلے ہوئے دشمن کے بجائے داخلی غداری سے مسلط کردہ چھ ماہ کی بھوک اور تباہی کے بعد وہ بغاوت میں ایسے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں جیسے کہ فرانس اور جرمنی کے بیچ کوئی جنگ ہوئی ہی نہ ہو، جیسے پروشیائی سپاہ کا وجود ہی نہ رہا ہو، جیسے کہ دشمن دروازوں تک نہ آیا ہوا ہو۔ تاریخ بڑی شان کی ایسی کوئی مثال نہ لاسکے گی''۔ اگر پیرس والوں کو شکست ہو جاتی تو وہ ان کی ''اچھی فطرت'' کی وجہ سے ہوتی۔ جب نیشنل گارڈ کے رجعتی دستے اور فوج، میدان چھوڑ گئی تو انہیں فوراً ورسیلیز پہ قبضہ کرنا چاہیے تھا، مگر ضمیر کے تحت قدم اٹھانے سے جھجک نے انہیں خانہ جنگی شروع کرنے کا ارادہ کرنے نہ دیا۔ جیسے کہ بدنیت اسقاطِ حمل تھیئر ز نے پیرس کو نہتا کرنے کی کوشش کر کے خانہ جنگی پہلے ہی شروع نہ کی ہو!۔ لیکن اگر پیرس والوں کو شکست بھی ہو جائے تب بھی ان کی بغاوت جون بغاوت کے بعد ہماری پارٹی کی سب سے

شاندار حاصلات میں سے یاد رکھی جائے گی۔'' ان آسمان پر وار کرنے والے ٹائٹان دیوتاؤں کا تقابل پروشیائی جرمن مقدس رومن سلطنت بشمول اس کے بعد از مرگ بہروپیوں کے نیک باز غلاموں سے کریں، بیرکوں، چرچوں، دیہی اصلاح و ترقی مخالفت اور اس سے بھی بڑھ کر فلسطیت کی ایک باسی ہوا کو نکال کر''۔

جب مارکس نے پیرس کمیون کو ''ہماری پارٹی کی حاصلات میں سے ایک'' کہا تو وہ اس عمومی انداز میں بھی ایسا کہنے کا مستحق تھا کہ پیرس کمیون کا محنت کش طبقہ اس کمیون کی ریڑھ کی ہڈی تھا، اور اس خصوصی انداز میں بھی کہ ''انٹرنیشنل'' کے پیرسی اراکین کمیون کے لئے سب سے اہل اور بہادر لڑاکاؤں میں سے تھے۔ ''انٹرنیشنل'' کو پہلے بورژوازی کی ساری مصیبتوں کی وجہ قرار دے کر بدنام کیا گیا تھا۔ اور اسے سارے ممالک کے حکمران طبقات کی طرف سے سارے غمناک واقعات کے لئے قربانی کا بکرا قرار دیا جاتا تھا۔ لہٰذا یہ فطری امر تھا کہ بورژوازی ''انٹرنیشنل'' کی سازش کو پیرس کمیون کا بھی ذمہ دار سمجھتی تھی۔ البتہ حیران کن طور پر، پیرس پولیس کے ایک ترجمان اخبار نے ''انٹرنیشنل'' کے "بڑے" کو اس معاملے میں کسی بھی ذمہ داری سے بے قصور قرار دیا اور 19 مارچ کو یہ الزام لگا کر ایک خط شائع کیا کہ یہ خط مارکس نے پیرس سیکشن کو بھیجا تھا جس میں اس نے سیاسی معاملات پر زیادہ زور دینے اور سماجی معاملات پر کم زور دینے پر اُن کی تنقید کی۔ مارکس نے فوری طور پر ''دی ٹائمز'' کو ایک خط لکھا جس میں اس مسودے کو جعل سازی کہا۔

مارکس سے بہتر کوئی نہیں جانتا تھا کہ ''انٹرنیشنل'' نے کمیون نہیں بنایا تھا، بلکہ وہ شروع ہی سے اُسے اس کے گوشت کا گوشت اور اس کے خون کا خون سمجھتا تھا۔ البتہ، فطری طور پر، اس نے ایسا صرف ''انٹرنیشنل'' کے پروگرام اور قوانین کی سپرٹ میں ایسا کیا، جس کی رو سے پرولتاریہ کی نجات دہی کے مقصد والی ساری محنت کش طبقے کی تحریکیں ''انٹرنیشنل'' کی دلچسپی تھیں۔ نہ تو کمیون کی کونسل میں بلانکی اکثریت اور نہ ہی انٹرنیشنل سے وابستہ اقلیت کو مارکس کے فوری حامیوں میں شمار کیا جاسکتا تھا۔ کمیون کے عرصے میں جہاں تک صورتحال اجازت دیتی وہ اس اقلیت سے رابطے میں رہتا، مگر بدقسمتی سے ابھی تک اس بارے میں بہت کم شواہد ہاتھ آئے۔

مارکس کے ایک خط کے جواب میں پبلک ورکس محکمہ کے ایک مندوب لیوفرینکل نے 25اپریل کولکھا: ''میں بہت خوش ہوں گا، اگر آپ مشوروں سے میری مدد کریں اس لئے کہ فی الحال میں ہی ان ساری اصلاحات کا ذمہ دار ہوں جو میں محکمہ پبلک ورکس میں لانا چاہتا ہوں۔ آپ کے پچھلے خط کی ایک دوسطریں ہی یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی ہیں کہ آپ سارے لوگوں، سارے مزدوروں اور بالخصوص جرمن مزدوروں کو یہ سمجھانے کے لئے ہر ممکن چیز کریں گے کہ پیرس کمیون کا قدیم طرز کے جرمن کمیون سے کچھ بھی مشترک نہیں۔ بہرحال، آپ اس معاملے میں ہمارے کاز کی اچھی خدمت کریں گے''۔ مارکس نے فرنیکل کے اس خط کا جواب دیا یا نہیں یا اس نے کوئی مشورہ دیا یا نہیں ہمارے پاس اس کے کوئی شواہد موجود نہیں ہیں۔

ایک خط فرنیکل اور وارلن نے بھی اسے بھیجا تھا، وہ بھی گم ہو گیا ہے۔ مگر 13 مئی کو مارکس نے اس کا جواب دیا: ''میں نے حاملِ رقعہ ہٰذا سے بات کی ہے۔ کیا یہ اچھا نہ ہوگا کہ ورسیلز ''ہجوم'' کے لئے اس طرح کے مصالحانہ کاغذات ایک محفوظ مقام پہ رکھے جائیں؟ اس طرح کے احتیاطی اقدامات سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ مجھے بورڈیوکس نے ایک خط میں اطلاع دی کہ پچھلے بلدیاتی انتخابات میں ''انٹرنیشنل'' کے چار ممبر منتخب ہوئے۔ دیہاتوں کی طرف بھی اثرات پڑنے لگے ہیں، گو کہ بدقسمتی سے ان کے اقدامات مقامی ہوتے ہیں اور اُن پہ سمجھوتہ بازی ہوسکتی ہے۔ میں نے دنیا کے ہر کونے میں، جہاں بھی ہمارے رابطے ہیں آپ لوگوں کے کاز کے حق میں سیکڑوں خطوط لکھے ہیں۔ بہرحال، مزدور طبقہ شروع ہی سے کمیون کے حق میں تھا۔ حتیٰ کہ انگریز بورژوا اخبارات نے بھی اپنی شروع والی مخالفت ترک کردی۔ کبھی میں ان کے کالموں میں ایک حمایت والا آرٹیکل سمگل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہوں۔ مجھے لگتا ہے کہ کمیون غیر ضروری تفصیل اور شخصی جھگڑوں میں بہت سارا وقت ضائع کر رہی ہے۔ ظاہر ہے پرولتاریہ کے علاوہ دوسرے اثرات بھی کام کر رہے ہیں۔ مگر یہ سب بے اثر ہوگا اگر آپ وقت کے ضیاع کو روک سکیں''۔ آخر میں اس نے بتا دیا کہ اس حقیقت کے پیشِ نظر تیز رفتار اقدام کی ضرورت ہے کہ تین دن قبل فرانس اور جرمنی کے بیچ معاہدہِ امن پر دستخط ہو چکے ہیں اور یہ کہ بسمارک کا مفاد بھی تھیئرز کی طرح کمیون کو کچلنے میں ہے،

بالخصوص اس لئے کہ معاہدہ کے ساتھ تاوانِ جنگ کی ادائیگی شروع ہونی ہے۔

اس خط میں مارکس کے مشورہ دینے کی بات ہے، تو محسوس کیا جاسکتا ہے کہ ایک خاص ٹھہراؤ کے ساتھ، اور بلا شک وشبہ جو کچھ بھی اس نے کمیون کے ممبروں کو لکھا اسی لہجے میں لکھا۔

یہ بات نہ تھی کہ وہ کمیون کے اعمال اور غلطیوں کی مکمل ذمہ داری لینے کے لئے رضامند نہ تھا، اس لئے کہ اس نے اس کی شکست کے فوراً بعد علی الاعلان اور مکمل وضاحت کے ساتھ ایسا کیا، بلکہ اس لئے کہ وہ ڈکٹیٹر کا کردار ادا کرنے کی طرف کوئی جھکاؤ محسوس نہیں کرتا تھا اور دُور سے یہ فیصلہ نہیں کرسکتا تھا کہ ان لوگوں کو موقع پر کیا کرنا چاہیے جو کہ وہ خود اچھی طرح دیکھ سکتے تھے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں۔

28 مئی کو کمیون کے آخری دفاع کنندگان گر گئے اور دو دن کے بعد مارکس نے ''فرانس میں خانہ جنگی'' پہ خطاب جنرل کونسل کو پیش کیا۔ یہ اس کے قلم سے نکلے ہوئے شاندار ترین مسودوں میں سے ایک ہے، اور آج تک اُس سارے ضخیم لٹریچر میں دمکتی ہوئی تحریر ہے جو کمیون پر شائع ہوئی ہے۔ ایک بار پھر اُس نے اِس مشکل اور پیچیدہ مسئلے پر اپنے ایک بظاہر نا قابلِ حل کنفیوژن اور سیکڑوں افواہوں کے بیچ کی گمراہ کن سطح کے تحت ایک صورتحال کو پہچاننے کی اپنی غیر معمولی صلاحیت دکھائی۔ ''خطاب'' حقائق سے نمٹا۔ اس نے ہر واقعہ کے اندر سچائی پہچانی اور کبھی اس کے کسی ایک نکتے پر بھی تردید نہ کی گئی۔

''خطاب'' یقیناً کمیون کی کوئی تنقیدی تاریخ یقینی بیان نہیں کرتا۔ اور وہ اس کا مقصد بھی نہیں تھا۔ یہ ''خطاب'' کمیون کے وقار کے دفاع اور اس کے دشمنوں کی نا انصافی اور بدنامی کے برخلاف اُسے جواز بخشنے کی خاطر لکھا گیا۔ اور اس نے یہ کام بہت شاندار انداز میں کیا۔ یہ ایک مناظراتی طرز پہ لکھا گیا، نہ کہ ایک تاریخی فیصلہ کی حیثیت سے۔ اور ایک ایسے وقت جب سوشلسٹوں کی طرف سے کمیون کی کمزوریوں اور غلطیوں کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اور کبھی کبھی تو بہت سخت تنقید کا۔ اس وقت مارکس نے مندرجہ ذیل اشارے تک خود کو محدود رکھا: ''ہر انقلاب میں انقلاب کے اصلی نمائندوں سے بہت ہی مختلف خاصیتیں رکھنے والے لوگ اول الذکر کے شانہ بشانہ

خودکو آگے دھکیلتے ہیں۔ان میں سے کچھ لوگ سابقہ انقلابات کے زندہ بچنے والے لوگ ہوتے ہیں۔
وہ انہی سابقہ انقلابات کے ساتھ مکمل طور پر بندھے ہوتے ہیں، انہیں موجودہ انقلاب کا کوئی
ادراک نہیں ہوتا۔لیکن آفرین ہے ان کی جانی پہچانی جرات اور بلند کردار کو، یا شاید محض روایت کو کہ
ابھی تک عوام کی اکثریت پہ ان کا اچھا خاصا اثر ورسوخ موجود ہے۔ پھر، دوسرے محض کڑک کر
بولنے والے لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے برسوں سے حکومتِ وقت کے خلاف انہی جوشیلی تقریروں
کو دہرایا ہے اور لہٰذا وہ نقلی دکھاوؤں سے اول درجے کے انقلابیوں کا وقار حاصل کر چکے۔ایسے لوگ
بھی 18 مارچ کے بعد منظر پہ نمودار ہوئے اور کئی دفعہ تو انہوں نے کوئی نمایاں رول بھی ادا کیا۔ان کا
جتنا بس تھا انہوں نے مزدور طبقے کے اصل اقدام میں رکاوٹ ڈالی بالکل اسی طرح جس طرح وہ
پچھلے سارے انقلابات کی بھر پور ترقی کو روک چکے تھے''۔خطاب اشارہ کرتا ہے کہ ایسے عناصر ایک
ناگزیر برائی کی نمائندگی کرتے ہیں۔اگر وقت مل جاتا تو انہیں جھٹک کر باہر کرنا ممکن تھا مگر کمیون کو
ضروری وقت عطا نہ کیا گیا۔

خطاب کا تیسرا اسکیشن جو کمیون کے تاریخی کردار سے نمٹتا ہے، خصوصی دلچسپی کا حامل
ہے۔ مارکس عظیم بصیرت کے ساتھ کمیون اور (از منہ وسطیٰ کے کمیون سے لے کر پروشیائی میونسپل
سسٹم تک) اُن پچھلی تاریخی صورتوں کے درمیان فرقوں کو واضح کرتا ہے جو اس کی طرح کے لگتے
ہوں گے۔''صرف ایک بسمارک جیسی ذہنیت ہی پیرس کمیون کو 1791ء کے پرانے فرنچ میونسپل
آئین کے اُس کیریکچر کے لئے کسی اشتیاق کا کریڈٹ دینے کے خیال کا تصور کر سکتی تھی، یعنی وہ
پروشیائی میونسپل سسٹم جو شہری انتظامیہ میں پروشیائی ریاستی مشینری کے محض ایک ماتحت کل پرزے
کے درجے تک گھٹتا ہے''۔کمیون پر رکھی گئی وضاحتوں کی کئی تہوں والی فطرت میں، اور اس میں
اظہار کردہ مفادات کی کئی تہوں والی فطرت میں، یہ خطاب اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ یہ ایک
سیاسی صورت ہے جسے آسانی کے ساتھ توسیع دی جاسکتی تھی، جبکہ پچھلی ساری حکومتی صورتیں زیادہ تر
ایک استبدادی فطرت کی تھیں:''اس کا اصل راز یہ تھا کہ یہ لازماً مزدور طبقے کی حکومت تھی، پیداوار
کرنے اور قابض طبقات کے درمیان جدوجہد کا نتیجہ تھی، بالآخر دریافت کردہ سیاسی صورت تھی جس

کے تحت مزدور کی معاشی آزادی ہوسکتی تھی''۔

''خطاب'' کمیون کا ایک تفصیلی حکومتی پروگرام مہیا کر کے اس بیان کا ثبوت دینے کے
قابل نہ تھا، اس لئے کہ کمیون نے اس قدر ترقی نہ کی تھی اور یہ اس حقیقت کی وجہ سے اس طرح کر بھی
نہیں سکتا تھا کہ اپنے وجود کے اولین دن سے لے کر آخری دن تک اسے اپنے دشمنوں کے ساتھ
ایک زندگی اور موت کی لڑائی پر مجبور کیا گیا تھا۔البتہ خطاب نے اپنے نکتے کو اس عملی پالیسی کی بنیاد
پر ثابت کیا کہ جو کہ کمیون نے اپنا رکھا تھی، ایک ایسی پالیسی جس کا اندرونی جوہر ریاست کی تباہی
میں تھا، جو اپنی سب سے بڑی طوائفانہ صورت (سیکنڈ ایمپائر) میں سماج کے جسم پر اس کی توانائی
چوستا ہوا اور اس کی آزادانہ نشوونما کو روکتا ہوا ''ایک جونک'' سے زیادہ کی نمائندگی نہیں کرتا تھا۔

کمیون کے جاری کردہ پہلے فرمان نے ''باقاعدہ فوج'' کو ختم کر دیا اور اسے مسلح عوام
سے بدل دیا۔کمیون نے پولیس فورس کو (جو کہ اب تک حکومت کا محض ایک آلہ تھی) تمام سیاسی امور
سے محروم کر دیا اور اسے کمیون کو جوابدہ ایک مشینری میں بدل دیا۔ پرانی حکومت کے مادی ہتھیاروں
یعنی فوج اور پولیس فورس کو ختم کرنے کے بعد کمیون اس کے استبداد کے روحانی ہتھیار یعنی ملاؤں کی
قوت توڑنے آگے بڑھی۔اس نے سارے چرچوں کی تحلیل اور ضبطی کا فرمان جاری کیا جہاں تک وہ
جائیداد رکھنے والے ادارے تھے۔اس نے سارے تعلیمی ادارے عوام کے لئے مفت کھول دیے اور
ایسے اداروں کو ریاست اور چرچ کی طرف سے ہر طرح کی مداخلت سے آزاد کر دیا۔اور آخر میں اس
نے پرانی ریاستی بیوروکریسی کو سارے ریاستی اہلکاروں کو (بشمول ججوں) کے الیکشن کے تابع کر کے،
اور ریاستی اہلکاروں کی تنخواہ زیادہ سے زیادہ چھ ہزار فرانک مقرر کر کے جڑوں سے اکھاڑ دیا۔

جس طرز سے ''خطاب'' نے اِن تفصیلات کو بیان کیا وہ شاندار تھا، مگر اُن میں، اور اُن
رائیوں کے بیچ کچھ تضاد موجود تھا جو ربع صدی سے مارکس اور اینگلز رکھتے چلے آرہے تھے اور
جنہیں ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' میں درج کیا گیا تھا۔انہوں نے قرار دیا تھا کہ مستقبل کے پرولتاری
انقلاب کا ایک آخری نتیجہ یقیناً ''ریاست'' کہلائے جانے والے سیاسی ادارے کا خاتمہ ہوگا۔مگر یہ
خاتمہ بتدریج ہونا تھا۔اس طرح کے ادارے کا اہم مقصد سماج کی دولت کے مکمل قبضے میں اسلحہ کے

زور سے آبادی کی محنت کش اکثریت کو ایک اقلیت کی طرف سے معاشی استبداد کی حفاظت کرنا تھا۔ دولتمند لوگوں کی اس اقلیت کے غائب ہوجانے سے ''ریاست'' کی طرح کے ایک مسلح ظالمانہ ادارے کی ضرورت بھی ختم ہوجائے گی۔ البتہ بہ یک وقت، انہوں نے بتایا تھا کہ اس کو حاصل کرنے کے لئے (اور مستقبل کے سماجی انقلاب کے اس سے بھی اہم مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے) مزدور طبقے کو پہلے ریاست کی ساری منظّم سیاسی قوت پر لازمی قبضہ کرنا ہے اور اسے سرمایہ داری کی مزاحمت کو کچل ڈالنے اور سماج کی از سرِ نو تنظیم کاری پر استعمال کرنا ہے۔ ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' کی اِن رائیوں کو جنرل کونسل کے خطاب سے پیرس کمیون کی اس شدید طرز پر کی گئی تعریف کو بحال نہیں کیا جاسکتا جس طرز سے اس نے جونک والی ریاست کو تباہ کرنا شروع کیا تھا۔

فطری طور پر مارکس اور اینگلز اس تضاد سے بخوبی آگاہ تھے، اور جون 1875ء کو پیرس کمیون کے فوری اثر کے تحت شائع ہونے والے ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' کے ایک نئے ایڈیشن کے پیش لفظ میں انہوں نے اپنی رائے پر نظر ثانی کی اور اعلان کیا کہ مزدور آسانی کے ساتھ ریڈی میڈ ریاستی مشینری پر قبضہ کر کے اسے اپنے مقاصد کے لئے استعمال نہیں کرسکتے۔ بعد کے ایک مرحلے میں، مارکس کی موت کے بعد، اینگلز مزدور طبقے کی تحریک میں انارکسٹ رجحانات کے خلاف ایک جدوجہد میں جُت جانے پر مجبور ہوا، اس نے اس شرط کو ترک کیا اور ایک بار پھر اپنا موقف ''مینی فیسٹو'' کی بنیاد پر استوار کیا۔ یہ احساس کرنا مشکل نہیں ہے کہ باکونن کے حامی ''جنرل کونسل کے خطاب'' کی تشریح اپنے طور پر کرتے تھے اور باکونن نے طنزیہ طور پر اعلان کیا کہ گو کہ کمیون نے مارکس کے سارے تصورات کا تختہ الٹ دیا تھا، مارکس نے سارے دلائل کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس کی طرف اپنا ہیٹ سلام کے لئے اٹھایا تھا، اور اُس کے پروگرام اور مقاصد کو اپنا پروگرام اور مقاصد تسلیم کرنے پر مجبور ہوا۔ اور حقیقت میں، اگر ایک بغاوت جسے تیار نہ کیا گیا ہو بلکہ جو ایک اچانک اور سفاکانہ حملے سے مزدوروں پر مسلط کی گئی ہو، چند سادہ فرمانوں کے ذریعے ''ریاست'' کی ساری استبدادی مشینری کو ختم کرنے کے قابل تھی، باکونن کے مستحکم برقرار رکھے ہوئے موقف کی تصدیق نہ تھی۔ یہ اُن کے لئے مشکل نہ تھا جو ''خطاب'' میں اپنے رویے کے لئے حمایت تلاش کرنے میں اس پر اعتبار کرنا چاہتے

تھے۔ بہرحال، یہ حقیقت ہے کہ باکونن کی ایجی ٹیشن کو ماضی میں کسی بھی وقت کی بہ نسبت 1871ء میں عظیم تر منظوری ملی۔ اس کی وجہ یورپی مزدور طبقے پر پیرس کمیون کا ڈالا گیا طاقتور اثر تھا۔

''خطاب'' اِن الفاظ پر ختم ہوتا تھا: ''مزدوروں کا پیرس اپنے کمیون کے ساتھ ایک نئے سماج کے شاندار نقیب کے بطور ہمیشہ کے لئے عزت سے یاد کیا جاتا رہے گا۔ اس کے شہدا مزدور طبقے کے عظیم دل کی خانقاہ میں محفوظ ہیں۔ اس کے تباہ کرنے والوں کو پہلے ہی تاریخ نے لعنت و نفرت کا نشانہ بنا دیا ہے اور اُن کے پادریوں ملاؤں کی ساری دعائیں انہیں رہائی نہ دلا سکیں گی''۔ خطاب نے فوری طور پر ایک زبردست ہیجان پیدا کیا، اور کُوگلمین کو ایک خط میں مارکس نے اعلان کیا: ''اس نے شیطان کی اپنی خرابی کو بے نقاب کیا ہے، اور اس گھڑی میں لندن میں سب سے بڑے بہتان زدہ اور سب سے برے دھمکی دیے ہوئے شخص کا اعزاز رکھتا ہوں۔ ایک جوہڑ میں ایک مینڈک کی طرح بے کار تنہائی کے اکتا دینے والے بیس طویل برسوں کے بعد میں اچھا محسوس کر رہا ہوں۔ حکومتی ترجمان اخبار ''دی آبزرور'' تو مجھ پر مقدمہ چلانے کی دھمکی دے رہا ہے۔ انہیں یہ شوق پورا کرنے دو! ۔ میں 'کمینے لوگوں' پر اپنی بے نیازی دکھاتا ہوں''، غیض و غضب کا پہلا شور و غل بلند کرنے کے فوراً بعد مارکس نے ''خطاب'' کے مصنف ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔

بعد کے سالوں میں اس پہ تنقید کی گئی، حتیٰ کہ سوشل ڈیموکریٹک ذرائع کی طرف سے بھی، کہ انٹرنیشنل پر کمیون کی ذمہ داری کا بوجھ ڈال کر اسے خطرے میں ڈال دیا گیا، حالانکہ اس ذمہ داری کا کوئی بھی حصہ اٹھانے کی ڈیوٹی انٹرنیشنل کی نہ تھی۔ کمیون پر غیر منصفانہ حملوں کے خلاف اس کا دفاع بہت اچھی بات تھی، مگر اسے اس کی غلطیوں اور خامیوں سے خود کو دور کرنا چاہئے تھا۔ بہرحال، ایسی رائیں بہت زیادہ نہ تھیں، اور یہ مجوزہ حکمتِ عملی ایک لبرل "سیاست مدار" کے لئے تو اچھی ہوسکتی تھی مگر مارکس کے لئے نہیں، صرف اس لئے کہ وہ مارکس تھا۔ اس کے ساتھ کبھی ایسا نہ ہوا کہ وہ اس گمراہ کن امید میں اپنے کاز کے مستقبل کو خطرے میں ڈالے کہ وہ خطرات کو کم کر سکے گا جو اِسے فوری حال میں درپیش ہوں۔

4- ''انٹرنیشنل'' اور پیرس کمیون

پہلے سے کھنڈرات کو اقسام بندی کیے بغیر کمیون کے ورثے کا چارج سنبھال کر ''انٹرنیشنل'' نے دشمنوں کی ایک دنیا بنالی۔

سب سے کم اہمیت والے تو وہ بہتانی حملے تھے جن سے سارے ممالک کے بورژوا پریس نے اس کو غرقاب کر لیا تھا۔ اس کے برعکس، ان حملوں کے نتیجے میں ایک لحاظ سے اور ایک حد تک اس نے ایک پروپیگنڈہ ہتھیار جیت لیا، اس لئے کہ جنرل کونسل ایسے حملوں کا کھلے عام جواب دینے کے قابل تھی اور لہٰذا اس نے انگریزی پریس میں ایک شنوائی حاصل کی۔

''انٹرنیشنل'' کے لئے ایک زیادہ بڑا مسئلہ بے شمار تارکینِ وطن کمیونارڈز کی مدد کرنے کی ضرورت نے پیدا کیا جو بلجیم اور سوئٹزرلینڈ بھاگ آئے تھے لیکن سب سے زیادہ لندن میں۔ اس کی مالی حالت زیادہ سے زیادہ غیر موزوں ہوتی گئی اور تارکینِ وطن کو مدد کرنے کے لئے ضروری فنڈ جمع کرنے میں بڑی مشکلات کا سامنا ہوا۔ کئی مہینوں تک ''جنرل کونسل'' کو اپنے عام فرائض کا نقصان کر کے اسی معاملے پر اپنی ساری توانائیاں اور وقت وقف کرنا پڑا۔ حالانکہ عام فرائض کی ادائیگی روز بروز فوری بنتی گئی اس لئے کہ تقریباً ساری حکومتوں نے اپنی فوجیں ''انٹرنیشنل'' کے خلاف متحرک کرنا شروع کر دیں۔

البتہ، انٹرنیشنل کے خلاف حکومتوں کی یہ جنگ بھی اس کا سب سے بڑا مسئلہ نہ تھی۔ انٹرنیشنل کے خلاف مہم کم یا زیادہ قوت کے ساتھ مختلف ملکوں میں جاری تھی، مگر طبقاتی شعور رکھنے والے پرولتاریہ کے خلاف سختیوں کی ساری حکومتوں کی کوششوں کو متحد کرنے کی کوششیں وقتی طور پر ناکام ہوگئیں۔ اس طرح کی پہلی کوشش حکومتِ فرانس نے 6 جون 1871ء کو جولس فاورے کی طرف سے ایک مراسلہ جاری کر کے کی۔ مگر یہ مسودہ اس قدر احمق اور جھوٹا تھا کہ اس نے دوسری حکومتوں پر بھی کم اثر چھوڑا، حتیٰ کہ بسمارک پر بھی جو کہ کسی بھی رجعتی تجویز کو سننے کے لئے ہمہ وقت تیار ہتا، بالخصوص جب وہ مزدور طبقے کے خلاف ہوتی، اور جسے لاسالیوں اور آئزناخ دونوں گروپوں سمیت جرمن سوشل ڈیموکریسی کی طرف سے کمیون کی حمایت نے اسے اس کے احساسِ برتری سے چونکا دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سپین کی حکومت نے یورپ کی ساری حکومتوں کو انٹرنیشنل کے خلاف اکٹھا کرنے کی دوسری کوشش کی۔ اس دفعہ بھی اس کے وزیر خارجہ کی طرف سے ساری حکومتوں کو ایک مراسلہ جاری کیا گیا۔ اس مراسلے نے اعلان کیا کہ یہ کافی نہیں ہے کہ انفرادی حکومتیں اپنی اپنی جغرافیائی سرحدوں کے اندر انٹرنیشنل کے خلاف شدید ترین اقدامات اٹھائیں۔ ساری حکومتوں کو مل کر اس برائی کی بیخ کنی کرنی چاہیے۔ اس چیلنج کو بہت کامیابی مل سکتی تھی مگر انگریز حکومت نے فوراً ہی اسے روک دیا۔ لارڈ گرانوِل نے جواب دیا کہ ''اس ملک میں'' انٹرنیشنل نے اپنی سرگرمیاں زیادہ تر ہڑتالوں میں مشورے دینے کی حد تک محدود کر دی ہیں، اور اُس کے پاس اس طرح ایکشنوں کی مدد کے لئے فنڈ بہت محدود ہیں، جبکہ اس کے پروگرام میں شامل انقلابی منصوبے زیادہ تر اس کے بیرونِ ملک ممبروں کی رائے ہے نہ کہ برطانوی مزدوروں کی، جن کی توجہ زیادہ تر اجرت کے معاملات کی طرف ہے۔ بہرحال، انگلینڈ میں غیر ملکیوں کو ملکی قوانین اسی طرح تحفظ دیتے ہیں جس طرح کہ خود برطانوی شہریوں کو۔ اگر وہ کسی بھی ایسے ملک کے خلاف جس کے کہ برطانیہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات ہیں، جنگ جیسی آپریشنیں کر کے ان قوانین کی خلاف ورزی کریں گے تو انہیں سزا دی جائے گی۔ مگر فی الحال برطانوی سرزمین پر موجود غیر ملکیوں کے خلاف کسی خصوصی اقدامات اٹھانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ ایک غیر استدلالی مطالبے کے اس استدلالی استرداد نے بسمارک کے نیم سرکاری ڈھولچی کو الجھا دیا کہ انٹرنیشنل کے خلاف کوئی بھی اقدام اس وقت تک غیر موثر رہے گا جب تک کہ برطانوی سرزمین ایک پناہ گاہ کی صورت میں موجود ہوگی جہاں سے یورپ کی دیگر ساری ریاستوں کو برطانوی قانون کے تحفظ اور استثنا سے پریشان کیا جا سکے گا۔

لہٰذا، گو کہ دشمن ''انٹرنیشنل'' کے خلاف مختلف حکومتوں کی طرف سے ایک مشترکہ جہاد منظّم کرنے میں کامیاب نہ ہوئے، خود ''انٹرنیشنل'' مختلف ممالک میں اپنے سیکشنوں کو درپیش حکومتی کارروائیوں کے خلاف مزاحمت کی ایک ٹھوس فیلنکس منظّم کرنے میں کامیاب نہ ہوا۔ یہی پریشانی کی سب سے بڑی وجہ تھی۔ اور یہ اس حقیقت سے مزید شدید بنایا گیا کہ ''انٹرنیشنل'' یہ سمجھا کہ اس کے قدموں کے نیچے صرف ان ملکوں کی زمین ہل رہی تھی جن کا مزدور طبقہ اس کا خیال تھا کہ سب سے

مضبوط پشتہ تھا۔ یعنی انگلینڈ، فرانس اور جرمنی، جہاں وسیع پیمانے کی صنعتی ترقی سب سے زیادہ ترقی یافتہ تھی اور جن کے مزدوروں کو کم و بیش محدود حقِ رائے دہی حاصل تھی۔ ''انٹرنیشنل'' کے لئے ان ممالک کی اہمیت اس حقیقت میں منعکس تھی کہ اس کے ''جنرل کونسل'' میں بیس برطانوی تھے، پندرہ فرانسیسی اور سات جرمن، جبکہ سوئٹزرلینڈ اور ہنگری کے دو دو نمائندے اور پولینڈ، بلجیم، آئرلینڈ، ڈنمارک اور اٹلی سے صرف ایک ایک نمائندہ تھا۔

شروع ہی سے لاسال نے ایک قومی معاملے کے بطور اپنا ایجی ٹیشن جرمن مزدوروں میں منظّم کیا اور اس وجہ سے مارکس اُس سے تلخ تنقیدوں میں آیا۔ مگر جلد ہی دیکھا گیا کہ اس نے جرمن مزدور تحریک کی ایک بحران میں مدد کی جس نے سارے ممالک میں سوشلسٹ تحریک کو سختی سے ہلا کر رکھ دیا۔ وقتی طور پر، فرانس کے خلاف جنگ جرمن مزدور طبقے کی تحریک کی عارضی طور پر موقوفی پر منتج ہوئی۔ دونوں گروہ اپنے اپنے معاملات میں الجھ کر رہ گئے جس نے انہیں ''انٹرنیشنل'' کے بارے میں فکر کرنے سے روک دیا۔ گو کہ دونوں گروہوں نے الساس اور لورین پر قبضے کے خلاف اور پیرس کمیون کے حق میں ہونے کا اعلان کیا، آئزناخ (جسے جنرل کونسل نے ''انٹرنیشنل'' کے واحد سیکشن کے بطور تسلیم کر رکھا تھا) اس قدر آگے آیا کہ اسے حکام نے لاسالی گروہ سے زیادہ غداری اور اس طرح کے دوسرے ناقابلِ برداشت معاملات کے لئے الزامات سے ہراساں کر دیا۔ یہ بیبل ہی تھا جس نے کہ پہلی بار بسمارک کی اپنی گواہی کے مطابق، ریخسٹاگ میں اپنی شعلہ بیاں تقریر کے ذریعے بسمارک کے تجسس کو جگایا جس میں اس نے جرمن سوشل ڈیموکریسی کی پیرس کمیونارڈ سے یکجہتی کا اعلان کیا، جس نے بسمارک کو جرمن مزدور طبقے کی تحریک کے خلاف بڑھتے ہوئے متشدد حملوں پر اکسایا۔ البتہ ''انٹرنیشنل'' کی طرف آئزناخ گروہ کا رویہ وہ حقیقت تھا کہ جب سے اس نے خود کو قومی سطح پر ایک آزادانہ پارٹی بنالیا تھا تو یہ ''انٹرنیشنل'' سے زیادہ سے زیادہ کھچاؤ میں آگیا۔

فرانس میں تھیئرز اور فاورے نے شاہ پرست رجعتی قومی اسمبلی سے ایک ڈریکولائی قانون منظور کرایا جو خونریزی سے مکمل چُور چُور ہونے کی حد تک کمزور ہو چکا تھا۔ انتقام کی شدید خواہش میں نظم و ضبط کے یہ علمبردار اس حد تک گئے کہ سوئٹزرلینڈ سے، اور حتیٰ کہ انگلینڈ سے بھی

تارکینِ وطن کمیونارڈوں کو عام جرائم پیشہ کے بطور ملک بدر کرنے کا مطالبہ کر دیا۔ اور جہاں تک سوئٹزرلینڈ کا تعلق تھا وہ کامیاب ہونے کے ایک تاش کے یکے تک پہنچ گئے۔ ان حالات کے تحت فرانس میں ''جنرل کونسل'' کے روابط مکمل طور پر ٹوٹ گئے۔ ''جنرل کونسل'' میں فرانسیسی مزدوروں کی نمائندگی حاصل کرنے کی خاطر ''انٹرنیشنل'' نے کئی تارکینِ وطن کمیونارڈوں کو لے لیا (جزوی طور پر ایسے افراد جو ''انٹرنیشنل'' کے پہلے ہی ممبر تھے اور جزوی طور پر وہ افراد جنہوں نے خود کو کمیون کے کاز میں اپنی انقلابی توانائی سے ممتاز کیا تھا)، اس کا مطلب کمیون کو وقار بخشنا تھا۔ یہ اچھا آئیڈیا تھا مگر اس نے ''جنرل کونسل'' کو مضبوط کرنے کے بجائے کمزور کر دیا، اس لئے کہ تارکینِ وطن کمیونارڈز سارے مہاجروں کی ناگزیر تقدیر میں مبتلا ہو کر گزرے اور ان کی توانائیاں داخلی جھگڑوں میں لگ گئیں۔ مارکس کو اب فرانسیسی مہاجروں کے ساتھ بھی انہی مصائب اور تکالیف سے گزرنا پڑا جن سے کہ اسے بیس سال قبل جرمن مہاجروں کے ساتھ گزرنا پڑا تھا۔ بلاشبہ وہ جو کچھ بھی کر رہا تھا اسے کسی شہرت و تسلیم کے بجائے اپنا فرض سمجھ کر کر رہا تھا مگر نومبر 1871ء میں فرانسیسی تارکینِ وطن کی مسلسل چپقلشوں اور سازشوں نے پشیمانی سے اسے یہ ٹھنڈی سانس بھرنے پر مجبور کیا: ''یہ اُن کے لئے کام کرتے ہوئے اپنے پانچ ماہ ضائع کرنے کا اور ''خطاب'' میں ان کے وقار کو درست قرار دینے کا ان کی طرف سے مجھے انعام ہے''۔

اور آخرکار ''انٹرنیشنل'' کو انگریز مزدوروں کی طرف سے حاصل سابقہ مدد ختم ہوگئی۔ خارجہ طور پر پہلا نفاق اس وقت نمودار ہوا جب ٹریڈ یونین تحریک کے دو لیڈروں ''لوکرافٹ'' اور ''اوڈگر'' (جو اس کے قیام کے وقت سے ''جنرل کونسل'' کے ممبر چلے آ رہے تھے، اور اوڈگر تو صدر بھی، جب تک کہ صدر کا عہدہ قائم رہا) نے ''خطاب'' میں ''فرانس میں خانہ جنگی پر'' کے مسئلے پر ''کونسل'' سے استعفیٰ دے دیا۔ اس اقدام نے اس عام بات کو پیدا کیا کہ ٹریڈ یونینیں ''انٹرنیشنل'' سے کمیون کے ساتھ ''انٹرنیشنل کے دفاع سے اپنی اخلاقی حقارت کے سبب جدا ہوئیں۔ یہ بات درست نہ تھی۔ یہ نفاق زیادہ اہم اور گہرے اسباب سے نمودار ہوا تھا۔

شروع ہی سے ''انٹرنیشنل'' اور ٹریڈ یونینوں کے بیچ اتحاد ایک سہولت کی شادی رہا۔ دونوں

اطراف کوایک دوسرے کی ضرورت تھی مگر کسی کا دوسرے کے ساتھ بہتر یا بدتر کے لئے خود کو موڑنے کا کبھی بھی ارادہ نہ تھا اور موت تک دونوں کو جدا رکھا۔ مارکس نے ماہرانہ چابک دستی کے ساتھ ''انٹرنیشنل'' کا ''افتتاحی خطاب'' اوراس کے قوانین لکھے۔مگر گوکہ ٹریڈ یونینیں یہ پروگرام قبول کرنے کے قابل تھیں، مگر عمل میں انہوں نے اسے اس حد تک ہی استعمال کیا جتنا کہ ان کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے موزوں تھا۔سپین کی حکومت کو اپنے جوابی مراسلے میں لارڈ گران وِلی نے انگریز ٹریڈ یونینوں اور''انٹرنیشنل'' کے بیچ تعلقات کو صحیح طور پر بیان کیا۔ٹریڈ یونینوں کا مقصد سرمایہ دارانہ سماج کی بنیاد پر حالاتِ کار بہتر کرنے تھے،اوراس مقصد کوآگے بڑھانے کے لئے سیاسی جدوجہد میں ان کی تحقیر نہ ہوئی،مگر اپنے اتحادیوں اوراپنے ہتھیاروں کے انتخاب میں ان کی رہنمائی کوئی بنیادی باتیں نہیں کرتی تھیں،اس لئے کہ ایسی باتیں ان کے اصلی مقصد پر فوری لاگو نہیں ہوتی تھیں۔

مارکس کوجلد ہی تسلیم کرنا پڑا کہ ٹریڈ یونینوں کی اس انا پرست خصوصیت (جو کہ تاریخ میں گہری جڑیں رکھتی تھی،اورانگریز پرولتاریہ کی خاصیت تھی) کو اتنی آسانی سے نہیں توڑا جاسکتا۔ٹریڈ یونینوں کو''اصلاحی قانون'' کولے کر چلنے کے لئے انٹرنیشنل کی ضرورت تھی۔مگر جب یہ ضرورت پوری ہوگئی تو پھرانہوں نے لبرلوں کے ساتھ پینگیں بڑھانی شروع کیں۔اس لئے کہ لبرلوں کی مدد کے بغیر انہیں پارلیمنٹ میں نشستیں جیتنے کی امید نہیں تھی۔ مارکس نے تو 1868 میں اِن ''سازشیوں'' کی شکایت کی تھی،اوراُن میں اوڈگر کا ذکر کیا تھا جوکئی مواقع پر پارلیمنٹ کے لئے کھڑا ہوا۔ایک اورموقع پر مارکس نے مندرجہ ذیل اہم الفاظ میں''جنرل کونسل'' کے اندرآئرلینڈ کے فرقہ واریت والے''پروٹیرے اوبرین'' کے حامیوں کی ایک تعداد کی موجودگی کو جائز قرار دیا:''ان کی غلطیوں کے باوجود یہ انقلابی ہیں، زمین کے مسئلے پراپنے رویے میں زیادہ پکے ہیں، کم قومی ہیں، کسی بھی صورت کرپشن نہیں کرتے.............''۔اس نے بار بار کی اس تجویز کی بھی مخالفت کی کہ انگلینڈ میں ایک خصوصی''فیڈرل کونسل'' بنادی جائے۔

انگریز مزدور طبقے کے لیڈروں کی علیحدگی کے بعد مارکس نے اُن پر خود کو''لبرل وزارت'' کے ہاتھوں فروخت کرنے کا سخت الزام لگایا۔ یہ اُن میں سے کچھ کے لئے تو درست ہوسکتا تھا،مگر یہ

سب کے لئے سچ نہ تھا۔ایک ٹریڈ یونین لیڈر کے بطور ایپلگراتھ کی شہرت اوڈگر اور لوکرافٹ جتنی بڑی تھی اور اسے پارلیمنٹ کے دونوں ایوان ٹریڈ یونین ازم کا اصلی نمائندہ سمجھتے تھے۔''انٹرنیشنل'' کی باصل کانگریس کے فوراً بعد اس سے اس کے پارلیمانی سرپرستوں نے زمین کی مشترکہ ملکیت وغیرہ کے معاملے پر کانگریس کے فیصلے کی طرف اس کے رویے کے بارے میں پوچھ گچھ کی۔مگراس نے ان کی ذراسی ڈھکی چھپی دھمکی سے خود کو خوفزدہ کرنے سے انکار کردیا۔ 1870ء میں اسے''متعدی امراض کے دفعات'' پرشاہی کمیشن کا ممبر متعین کیا گیا۔اس طرح وہ پہلا مزدور بنا جسے اس کے بادشاہ نے''ہمارا بااعتماد اور محبوب'' کا اعزاز بخشا،مگراس کے باوجود اس نے''فرانس میں خانہ جنگی'' پر''جنرل کونسل کے خطاب'' پر دستخط کردیے اورآخر تک''کونسل'' کا ممبر رہا۔

ایپلگراتھ کا رویہ (جس کا شخصی کیریکٹر تنقید سے بالاتر تھا اور جس نے بعد میں''بورڈ آف ٹریڈ'' پہ تعیناتی سے انکار کردیا) واضح طور پر ٹریڈ یونین لیڈروں کی علیحدگی کی اصل وجوہات دکھاتا ہے۔ٹریڈ یونینوں کا فوری مقصد اپنے اوراپنے فنڈز کے لئے قانونی تحفظ حاصل کرنا تھا۔لگتا ہے کہ مقصد پورا ہوگیا۔جب 1871ء کے بہار میں حکومت ایک بل لائی جس میں ہر ٹریڈ یونین کوایک منظور شدہ سوسائٹی کے بطور خود کو رجسٹر کرنے کا حق دیا گیا،اس طرح اس کے فنڈز کو قانونی تحفظ مل گیا۔البتہ حکومت نے جتنا کچھ ایک ہاتھ سے دیا فوری طور پر دوسرے ہاتھ سے واپس لے لیا، اس لئے کہ بل میں ایک طویل شق تھی جو کہ'' تشدد، دھمکیوں''،''ایذارسانیوں''،''خوفزدہ کرنے''،''رکاوٹیں پیدا کرنے'' وغیرہ کو منع کرنے سے ہڑتالوں سے بچنے کی ساری پرانی لچکدار شرائط کو یقینی بنا کے عملاً کمبی نیشن کے حق کو ختم کرتا تھا۔ یہ دراصل ایک نئے قانون کے علاوہ کچھ نہ تھا جس کا مقصد خصوصاً ٹریڈ یونین کے خلاف تھا،اوران کی طرف سے لیے گئے ہر قدم کے خلاف تھا،یا کسی اور کی طرف سے، جواپنے کاز کو بڑھاوا دیتے تھے،اس کو قابلِ سزا قرار دیا گیا،جبکہ یہی اقدام اگر دوسری تنظیمیں کرتیں تو وہ قانونی رہتیں۔

فطری طور پر ٹریڈ یونینوں اوران کے راہنماؤں نے یہ یونانی تحفہ مسترد کردیا،مگراُن کے احتجاج حکومت کو محض اپنے بل دو الگ حصوں میں تقسیم کرنے پر راضی کرنے میں کامیاب ہوئے:

ایک بل موجود ٹریڈ یونینوں کو قانونی بنانے کا، اور ٹریڈ یونین سرگرمی کے خلاف سارے دفعات کو احاطہ کرنے کے ایک کرمنل لاء کا ترمیمی بل۔ یہ بلاشبہ کوئی حقیقی کامیابی نہ تھی، بلکہ محض ایک جال تھا جس میں ٹریڈ یونین لیڈروں کو پھنسنے کی دعوت دی گئی تھی، اور جس میں، دراصل وہ پھنس بھی گئے اس لئے کہ اُن کی پریشانی اپنے فنڈوں پر زیادہ تھی بہ نسبت ٹریڈ یونین اصولوں کے ساتھ اُن کی وفاداری کے۔ سب نے اور ایپلگراتھ نے تو تیزی سے، نئے قانون کے تحت اپنی تنظیموں کو رجسٹرڈ کرلیا، اور ستمبر 1871ء میں ''نیو یونین ازم'' کی نمائندہ تنظیم ''کانفرنس آف املگامیٹڈ ٹریڈز'' (جو ایک زمانے میں انٹرنیشنل اور یونینوں کے بیچ رابطہ تھا) نے خود کو باضابطہ طور پر یہ کہہ کر تحلیل کرلیا ''جن مقاصد کے لئے یہ قائم کی گئی تھیں وہ اس نے پوری کی تھیں''۔ اس حقیقت کے پیشِ نظر کہ ٹریڈ یونینوں کے لیڈرز بتدریج مڈل کلاس معززین کی طرف بڑھتے ہوئے ہڑتالوں کو ٹریڈ یونین سرگرمی کا ایک زیادہ پسماندہ طریقہ سمجھنے لگے تھے، وہ اپنے ضمیروں کو غلام بنانے میں کسی خاص مشکل میں نہ پڑے۔ بہت پہلے 1867ء میں ان میں سے ایک نے ایک رائل کمیشن کے سامنے گواہی دیتے ہوئے اعلان کیا تھا کہ ہڑتالیں مزدوروں اور آجروں دونوں کے لئے پیسے اور توانائی کا زیاں تھے۔ چنانچہ 1871ء میں جب نو گھنٹہ دن کے حق میں ایک طاقتور تحریک پورے ملک میں پھیل گئی، ٹریڈ یونین لیڈروں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ مزدوروں کو اس سے دور رکھیں، جنہوں نے اپنے لیڈروں کی ''مدبر جیسی'' ترقی کا ساتھ نہیں دیا تھا اور جو ٹریڈ یونین سرگرمیوں کے خلاف نئے ''کرمنل لا امنڈمنٹ بل'' پر شدید طور پر غضبناک تھے۔ یہ تحریک یکم اپریل کو سُنڈرلینڈ میں انجینئرنگ ورکرز کی ہڑتال کے ساتھ شروع ہوئی، تیزی سے سارے انجینئرنگ مراکز میں پھیل گئی، اور نیو کاسل ہڑتال پہ منتج ہوئی جو کہ پانچ ماہ تک چلی اور مزدوروں کی مکمل فتح پہ مکمل ہوئی۔ عظیم انجینئرنگ یونین'' املگامیٹڈ سوسائٹی آف انجینئرز'' مزدوروں کی طرف سے اس عوامی تحریک کے خلاف تھی، اور جب ہڑتال چودھویں ہفتے تک جاری تھی تو ہڑتالی جو یونین ممبر تھے، کو ہڑتال مدد ملنی شروع ہوئی جو کہ پانچ شلنگ فی ہفتہ تھی۔ اس، اور عوامی بے روزگاری کی مدد کے ساتھ انہیں اپنی جدوجہد جاری رکھنی تھی۔ تحریک (جو جلد ہی بہت سے دوسرے شعبوں اور صنعتوں میں پھیل گئی) کی رہنمائی خالصتاً ''نائن ہاورز لیگ'' کر رہی تھی، جو اس

مقصد کے لئے بنائی گئی اور جان برینٹ کی صورت ایک بہت ہی قابل راہنما رکھتی تھی۔

دوسری طرف ''نائن ہاورز لیگ'' کو انٹرنیشنل کی جنرل کونسل کی طرف سے زبردست حمایت ملی جس نے کون اور ایکاریس نامی اپنے ممبر بلجیم اور ڈنمارک بھیجے تاکہ وہ وہاں مالکوں کے ایجنٹوں کو ہڑتال توڑنے والوں کی بھرتی کرنے سے روکیں۔ دونوں نے یہ فریضہ اچھی خاصی کامیابی سے سرانجام دیا۔ برنیٹ سے مذاکرات کرتے ہوئے مارکس یہ تلخ جملہ دبانے میں ناکام ہوا کہ یہ ایک خصوصی بدقسمتی تھی کہ مزدوروں کے منظم ادارے انٹرنیشنل سے اُس وقت تک بے خبر رہے جب تک کہ وہ مصیبت میں پھنس گئے، جبکہ اگر وہ ٹھیک وقت پر آجاتیں تو حفاظتی اقدامات لینے میں آسانی ہوتی۔ فی الوقت تو البتہ، حالات کی رَو یہ دکھا رہی تھی جیسے انٹرنیشنل میں عوام الناس کفارہ دے رہے تھے جو نقصان اسے اُن کے لیڈر دے چکے تھے۔ نئے سیکشن کھل رہے تھے اور موجود سیکشنوں کی طاقت بڑھ رہی تھی، لیکن بہ یک وقت یہ مطالبہ کہ انگلینڈ کے لئے ایک خصوصی فیڈرل کونسل قائم کی جائے بڑھتی ہوئی ضرورت کے ساتھ بڑھتا جا رہا تھا۔

مارکس نے بالآخر یہ رعایت دے دی جس سے کہ وہ اتنی دیر سے انکار کرتا رہا تھا۔ پیرس کمیون کے زوال کے ساتھ ایک نئے انقلاب کے امکانات پس منظر میں چلے گئے، لہٰذا وہ بظاہر جنرل کونسل کو مزید وہ اہمیت نہیں دیتا تھا جس طرح کہ وہ اس انقلاب کے مضبوط ترین لیور پر اپنا ہاتھ رکھے ہوئے ہوتا تھا۔ البتہ، اس کے پرانے خدشات جلد ہی صحیح ثابت ہوئے اور فیڈرل کونسل کے قیام کے ساتھ انٹرنیشنل باقی کسی بھی ملک سے زیادہ انگلینڈ میں غائب ہونا شروع ہوا۔

5۔ باکوننی مخالفت

پیرس کمیون کی شکست کے بعد انٹرنیشنل کو جرمنی، فرانس اور انگلینڈ میں کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر یہ اُن ممالک کے اندر مشکلات کے مقابلے میں کچھ بھی نہ تھیں جہاں اس کی پوزیشن کمزور تھی۔ سوئٹزرلینڈ کے اندر مشکل کا جو چھوٹا مرکز فرانس پروشیا جنگ سے بھی پہلے قائم ہوا تھا، اب اٹلی سپین، بلجیم اور دوسرے ممالک میں بھی پھیل چکا تھا، اور اس سے ایسا لگتا تھا کہ باکونن

کے نظریات جنرل کونسل پر فتح مند ہوں گے۔

جنرل کونسل نے جس طرح فرض کیا تھا کہ یہ حالت باکونن کی سازشوں کی وجہ سے تھی، ایسا نہ تھا۔ یہ سچ ہے کہ 1871ء کے شروع میں ''کیپٹل'' کی پہلی جلد کے ترجمے پر اس نے اپنے کام کو روک دیا تھا تاکہ اپنی توجہ مکمل طور پر نئی سیاسی سرگرمیوں پر وقف کردے۔

مگر ان آخری باتوں کا ''انٹرنیشنل'' سے کوئی تعلق نہ تھا، اور آخر میں انہوں نے اس کی اپنی سیاسی ساکھ کو تباہ کیا۔ یہ بدنامِ زمانہ نچاییف کا معاملہ تھا اور اسے اس قدر آسانی سے رفع دفع نہیں کیا جاسکتا جس طرح کہ باکونن کے پرجوش حامی چاہتے تھے جب وہ اس کی غلطیوں کو'' بہت زیادہ اچھائی کے نتیجے میں بہت زیادہ اعتبار'' سے بیان کرتے ہیں۔

اس وقت نچاییف بیس کی دھائی کا نوجوان تھا۔ وہ ایک زرعی غلام یعنی سرف پیدا ہوا تھا، مگر لبرل ذہن کے لوگوں کی سرپرستی کی بدولت وہ ایک چرچ میں پڑھنے اور ایک تربیت یافتہ ٹیچر بننے کے قابل ہوا۔ وہ اس زمانے کی روسی طلبہ تحریک میں شامل ہوا اور اس میں اپنی تعلیم کے نتیجے میں نہیں جو کہ اس زمانے میں خال خال تھا، نہ ہی اپنے ذہن کے نتیجے میں جو عامیانہ درجے کا تھا بلکہ اپنی شدید توانائی کی بناء پر، اور زار استبداد کے خلاف اپنی بے کراں نفرت کے سبب ایک خاص عہدے تک پہنچا۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت اپنی مقصد براری کی بابت سوچتے ہوئے ہر طرح کی اخلاقی پابندیوں سے مکمل طور پر آزادی تھی۔ ذاتی طور پر وہ کچھ نہیں مانگتا تھا اور اگر یہ ضروری ہوتا تو وہ ہر چیز کے بغیر گزارہ کرسکتا تھا مگر جب وہ سوچتا کہ وہ ایک انقلابی کے طور پر کام کر رہا ہے تو وہ کسی چیز کو خاطر میں نہ لاتا، بے شک وہ کتنا ہی مجرمانہ کیوں نہ ہوتا۔

وہ سب سے پہلے 1869ء کے موسمِ بہار میں جنیوا میں نمودار ہوا، دوگنا تعریف مانگتے ہوئے، ایک ریاستی قید سے سینٹ پیٹر پال سے فرار کے لئے اور سب سے طاقتور کمیٹی کے ڈیلیگیٹ کے لئے جو کہ روس بھر میں انقلاب کے لئے خفیہ تیاریاں کرتی ہوئی تصور ہوتی تھی۔ دونوں بیان من گھڑت تھے؛ نچاییف کبھی بھی سینٹ پیٹر پال قلعے نہیں گیا اور نہ ہی ایسی کمیٹی کا کوئی وجود تھا۔ اپنے قریب ترین کئی ساتھیوں کی گرفتاری کے بعد اس نے روس ترک کردیا تاکہ بقول اس کے روسی

نوجوانوں کے جذبے کو ابھار لے، پرانے تارکین وطن کو قائل کرسکے کہ ان کا نام اور تحریریں استعمال کرکے وہ روسی نوجوانوں کے جذبات کو ابھار لے۔ جہاں تک باکونن کا تعلق تھا وہ کامیاب ہوا۔ باکونن ''نوجوان بربر'' ''نوجوان شیر'' (وہ ہمیشہ نچاییف کو ان ناموں سے پکارتا تھا) سے بہت متاثر تھا کہ وہ نئی نسل کا نمائندہ تھا جن کی انقلابی توانائی زارشاہی کا تختہ الٹ دے گی۔ باکونن ''کمیٹی'' پر اس قدر پکا ایمان رکھتا تھا کہ اس نے خود کو بلامشروط اس کے احکامات کا پابند بنا دیا جو کہ اسے نچاییف کے ذریعے موصول ہوتے، اور فوری طور پر اس بات پر راضی ہوگیا کہ نچاییف کے ساتھ مل کر کئی انتہائی انقلابی تحریریں شائع کرکے روسی سرحد پار بھجوادے گا۔

باکونن کی اس لٹریچر کی ذمہ داری کے بارے میں کوئی شک نہیں اور یہ کوئی فیصلہ کن اہم بات نہیں کہ آیا وہ، یا نچاییف اس کی کئی بدترین مثالوں کے بالواسطہ ذمہ دار تھے۔ مزید برآں زار فوج کے افسروں کو جاری کردہ ان اپیلوں سے متعلق باکونن کی مصنفی کی کبھی بھی تردید نہ کی گئی جن میں خود ان سے'' کمیٹی'' کے احکامات کے اسی طرح بلامشروط حوالے کرنے کا مطالبہ تھا جس طرح کہ باکونن نے کیا تھا، یا اس پمفلٹ سے متعلق جس نے کہ روس میں ڈاکہ اور راہزنی کو مثالی بنایا تھا، یا نام نہاد انقلابی مکالماتی درس کے ساتھ جس میں ہیبت ناک تصورات اور آتشیں الفاظ کے لئے باکونن کی محبت کو کثرتِ مئے نوشی کی حد تک مکمل لگام دی گئی تھی۔ دوسری طرف، یہ کبھی ثابت نہیں ہوا کہ نچاییف کی عاقبت نااندیشی میں باکونن کا کوئی حصہ تھا۔

حقیقت میں وہ خود ان کا شکار ہونے والوں میں سے ایک تھا اور یہ ان کے بارے اس کا احساس تھا، گو کہ بہت تاخیر تھی، کہ جو اسے ''نوجوان شیر'' کو دروازہ دکھانے کا سبب بنی۔

انٹرنیشنل کی جنرل کونسل کی طرف سے باکونن اور نچاییف دونوں پر روس میں بے گناہ انسانوں کو موت تک پہنچانے کا ذمہ دار ہونے کا الزام لگایا کہ انہوں نے انہیں ایسی شکل میں خطوط، سامان یا ٹیلیگرام میں بھیج دیں جن سے روسی پولیس کی توجہ ناگزیر طور پر ان پر مبذول ہوگئی، گوکہ باکونن کی ساکھ جائز طور پر اس طرح کی تھی کہ اُسے اس طرح کے الزامات سے بچاؤ کی توقع تھی۔ بے نقاب ہونے پر نچاییف نے اصل صورتحال تسلیم کرلی۔ اس نے کھلے عام اور ممکنہ حد تک بے پرواہی

کے ساتھ تسلیم کیا کہ یہ اس کی عادت تھی کہ جو بھی اس کے ساتھ مکمل متفق نہ تھے، انہیں جان بوجھ کر مشکوک بنایا جائے، تاکہ یا تو انہیں تباہ کیا جائے یا پھر انہیں تحریک میں مکمل طور پر داخل کیا جائے۔ انہی قابلِ ملامت اصولوں کی مطابقت میں وہ جوش کے ایک لمحے میں، وہ لوگوں کو مشکوک اعلان ناموں پر دستخط کرنے کے لئے اکساتا، یا وہ مشکوک خطوط چوری کرتا تاکہ بعد میں وہ ان خطوط کے مصنفوں پہ دباؤ ڈال سکے۔

جب 1869ء کے موسمِ خزاں میں نچاییف روس واپس آیا تو باکونن نے ابھی تک یہ طریقے نہیں سیکھے تھے اور نچاییف کو باکونن کی طرف سے ایک تحریری مختار نامہ مہیا کیا گیا جس میں اعلان تھا کہ وہ ''تصدیق شدہ نمائندہ'' ہے قدرتی طور پر انٹرنیشنال کا نہیں اور حتیٰ کہ سوشلسٹ جمہوریت کے اتحاد کا بھی نہیں، بلکہ ایک یورپی انقلابی اتحاد کا جسے باکونن کے موجود جی نی ئیس نے بحیثیت روسی معاملات کے لئے الائنس کی ایک شاخ کے قائم کیا تھا۔ یہ تنظیم غالباً صرف کاغذ پہ وجود رکھتی تھی۔ مگر بہر حال نچاییف کی ایجی ٹیشن کے لئے طالب علموں میں کچھ حمایت کے حصول کے لئے باکونن کا نام کافی تھا۔ اثر حاصل کرنے کا اس کا سب سے بڑا طریقہ ابھی تک ''کمیٹی'' کا ''خیالی قصہ'' تھا۔ اور جب اس کے نئے فتح کردہ حامیوں میں سے ایک، طالب علم ایوانوف نے اس خفیہ اتھارٹی کے وجود پر شک کرنا شروع کیا تو اس نے اس پریشان کن شک پرست کو قتل کے ذریعے ٹھکانے لگا دیا۔ ایوانوف کی لاش کی دریافت نے کئی گرفتاریاں کرائیں مگر نچاییف سرحد کے اُس پار پھسلنے میں کامیاب ہوا۔

جنوری 1870ء کے اوائل میں وہ دوبارہ جنیوا میں نمودار ہوا اور قدیم کھیل دوبارہ شروع ہوا۔ باکونن اس کا پرجوش دفاع کنندہ بن کر سامنے آیا اور اعلان کیا کہ ایوانوف کا قتل سیاسی تھا اور ایک عام جرم نہیں۔ اور یہ کہ لہٰذا سوئٹزرلینڈ سرکار کو زار حکومت کی اس کی وطن بدری کی درخواست نہیں ماننی چاہیے۔ وقتی طور پر نچاییف اس قدر گہری روپوشی میں رہا کہ سوئس پولیس اسے تلاش نہ کر سکی، مگر اس نے اپنے حفاظت کنندہ کے ساتھ ایک گندہ ہاتھ کر دیا۔ اس نے اس ''کیپٹل'' کی پہلی جلد کا ترجمہ ترک کرنے پر اصرار کیا تاکہ خود کو مکمل طور پر انقلابی پروپیگنڈہ کے لئے وقف کر دے اور

پیشگی رقم کے بارے میں پبلشر کے ساتھ ایک معاہدہ کرنے کا وعدہ کیا جو کہ پہلے ہی ادا کی گئی تھی۔ باکونن جو اس وقت بہت تنگدستی کی زندگی گزار رہا تھا صرف یہی فرض کر سکتا تھا کہ اس وعدے کا مطلب ہے کہ یا تو نچاییف یا تجسس بھری ''کمیٹی'' پبلشرز کو 300 کا ایڈوانس واپس کر دے گا۔ البتہ نچاییف نے نوٹ پیپر کے ایک ٹکڑے پر ایک ''آفیشل'' خط بھیجا اور جس پر ''کمیٹی'' کا نام لکھا ہوا تھا اور اس پر ایک کلہاڑی، ایک خنجر اور ایک ریوالور بنے ہوئے تھے۔ یہ اس نے پبلشر کو نہیں بلکہ لیوباون کو بھیجا جو کہ پبلشر اور باکونن کے وچولے (بیچ والے) کے بطور کام کرتا تھا۔ لیوباون کو موت کے درد پہ باکونن سے ایڈوانس رقم کی واپسی کا مطالبہ کرنے کو منع کیا گیا تھا۔ لیوباون کی طرف سے ایک ہتک آمیز لیٹر باکونن کو اس معاملے کا پہلا انتباہ تھا۔ اس نے فوراً لیوباون کو قرض کی بات تسلیم نہ کی اور وعدہ کیا کہ جونہی اس کے حالات اچھے ہوئے وہ قرض لوٹا دے گا، اور بالآخر اس نے نچاییف سے اپنے تعلقات منقطع کر لئے، جس کے بارے میں اُس دوران اسے اور بھی بدتر چیزیں معلوم ہوئیں مثلاً سمپلن چوکی کو قبضہ کرنے اور لُوٹنے کی سازش۔

باکونن نے اس معاملے میں جو نا قابلِ یقین اور ایک سیاسی لیڈر کے لئے نا قابلِ معافی، سادہ لوحی دکھائی، جو کہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی مہم جوئی تھی، اس کے نتائج اس کے لئے بہت ناخوشگوار نکلے۔ مارکس کو جولائی 1870ء میں اس معاملے کے بارے میں، اور اس بار ایک قابلِ بھروسہ ذریعہ سے پتہ چلا۔ یعنی مکمل طور پر قابل اعتبار لوپاٹن سے، جس نے مئی میں جنیوا میں اپنے قیام کے دوران باکونن کو بیکار میں قائل کرنے کی کوشش کی کہ روس میں ایسی کسی ''کمیٹی'' کا وجود نہ تھا، یہ کہ نچاییف کبھی بھی ''سینٹ پیٹر اور پال'' جیل میں نہ رہا اور، یہ کہ ایوانوف کا قتل ایک فضول قتل تھا۔ اگر کوئی سچ جاننے کی پوزیشن میں تھا تو وہ لوپاٹن تھا، اور یہ فطری بات تھی کہ اس کی اطلاع نے باکونن کے بارے میں مارکس کی ناموزوں رائے کی تائید کی۔ ایوانوف کے قتل کے سلسلے میں کی گئی گرفتاریوں کے نتیجے میں نچاییف کے بارے میں سچ دریافت ہونے کے بعد روسی حکومت نے بھرپور طور پر موزوں موقع کو استعمال کیا، اور دنیا کے سامنے روسی انقلابیوں کو بے نقاب اور ان کا مذاق اڑانے کے لئے اس نے پہلی بار ایک جیوری کے سامنے کھلے عام ایک سیاسی مقدمہ چلایا۔ اس

نام نہاد نیچایف ٹرائیل کی کاروائی جولائی 1871ء میں سینٹ پیٹرسبرگ میں شروع ہوئی۔ 80 سے زیادہ ملزم تھے جن کی اکثریت طلبہ کی تھی، اوران کی اکثریت کو طویل مدت کی قید یا سائبیریائی کانوں میں جبری مشقت کی سزائیں سنائی گئیں۔

نیچایف خود ابھی آزاد تھا اور وہ سوئٹزرلینڈ، لندن اور پیرس میں رہتا رہا جہاں وہ محاصرہ اور کمیون سے بچا رہا۔ وہ کہیں جا کر 1872ء کے موسمِ خزاں میں، ایک جاسوس کی وجہ سے پولیس کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ باکونن اوراس کے دوستوں نے اس کی جانب سے زیورچ میں شالبٹز کا شائع کردہ پمفلٹ جاری کیا، جس میں اُس کے روس کے حوالے کرنے کو مجرمانہ قرار دیتے ہوئے مخالفت کی گئی۔ اس ایکشن سے باکونن کو کوئی ہتک نہیں ہوئی۔ اوراس خط نے بھی اس کی کوئی بے عزتی نہ کی جواس نے اوگاریف نامی شخص کو لکھا تھا جسے بھی نیچایف نے مکمل طور پر دھوکہ دیا تھا، اس حد تک کہ اس نے باقی ماندہ فنڈ زمکمل یا جزوی طور پر حوالے کر دیے تھے۔ جن کی انتظام کاری وہ ہرزن کی موت کے بعد سے کرتا رہا تھا: ''میرے اندر کوئی کہتا ہے کہ اس بار نیچایف (جو حتمی طور پر ہار گیا ہے اور جو یقیناً یہ بات جانتا بھی ہے) اپنے کیریکٹر کی گہرائیوں سے ساری پرانی توانائی اور استقلال کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ وہ کنفیوز خستہ حال تو ہو سکتا ہے، مگر نیچ نہیں۔ وہ ایک ہیرو کی طرح برباد ہو جائے گا اوراس بار وہ کسی کو بھی اور کسی چیز کو بھی دغا نہیں دے گا''۔ زار بادشاہ کی قید میں دس لمبے سال میں اپنی موت کے دن تک نیچایف ان توقعات کو جواز دیتا رہا۔ اس نے اپنی پچھلی غلطیوں کا مداوا کرنے کے لئے ہر ممکن کام کیا اور ایک فولادی توانائی برقرار رکھی جس نے حتیٰ کہ اس کے جیل وارڈروں کو بھی اس کے لئے پسپا ہونے پر مجبور کیا۔

جس وقت باکونن نے اس کی رفاقت چھوڑ دی فرانس و پروشیائی جنگ شروع ہوگئی۔ اس نے فوراً باکونن کے تصورات کو نئی سمت دی۔ پرانے انقلابی نے خیال کیا کہ جرمنی کی فوجوں کی جانب سے فرانس پر حملہ فرانس میں سماجی انقلاب کے لئے اشارہ دے گا۔ فرانس کے مزدوروں کو ایک ارسٹوکریٹک، بادشاہت پرست اور ایک فوجی حملہ کے سامنے اُس وقت تک غیر فعال نہیں ہونا چاہیے جب تک کہ وہ نہ صرف اپنے کاز بلکہ سوشلزم کے کاز سے غداری کی خواہش کریں۔ جرمنی کی فتح یورپی

رجعت کی فتح ہوگی۔ باکونن یہ اعلان کرنے میں حق بجانب تھا کہ گھر میں ایک انقلاب کو خارجی دشمن کے خلاف فرانسیسی عوام کی مزاحمت کو مفلوج نہیں کرنا چاہیے، اوراس نے بالخصوص فرانسیسی تاریخ سے اپیل کی کہ اس کے نکتے کو ثابت کر دے۔ مگر، بونا پارٹی اور رجعتی کسانوں کو شہری مزدوروں کے ساتھ انقلابی اقدام کی خاطر آن ملنے کی تجویزیں مکمل طور پر مضحکہ خیز تھیں۔ باکونن نے اعلان کیا کہ کسانوں کو کسی فرمان یا کمیونسٹ تجاویز یا تنظیمی صورتوں کے ساتھ اپروچ نہیں کرنا چاہیے اس لئے کہ اس سے وہ شہروں کے خلاف بغاوت کریں گے۔ اس کے بجائے اُن کی روحوں کی گہرائیوں سے انقلابی جذبے کو باہر نکالنا چاہئے............اور اسی طرح کے دوسرے ترنگ آمیز فقرے۔

سیکنڈ ایمپائر کے زوال کے بعد گلا اوم نے ''سالیڈ ریٹی'' میں ایک اپیل شائع کی جس میں فرانسیسی ریپبلک کی مدد کو تیز کرنے کے لئے مسلح گروہوں کے رضا کاروں کی ساخت کا مطالبہ کیا۔ یہ سیدھا بالخصوص ایک ایسے شخص کی طرف سے آتا ہوا احمقانہ اقدام تھا، جس نے سیاست میں انٹرنیشنل کی کسی قسم کی شمولیت کی پاگل پن کی حد تک مخالفت کی تھی۔ اوراس نے سوائے ہنسی کے کوئی نتیجہ نہ دیا۔ لیکن 28 ستمبر کو لیونز میں ایک انقلابی کمیون کا اعلان کرنے کی باکونن کی کوشش کو اسی کیٹیگری میں نہیں ڈال دینا چاہئے۔ باکونن کو وہاں کے انقلابی عناصر نے لیونز طلب کیا تھا۔ ٹاؤن ہال پر قبضہ ہو چکا تھا ''ریاست کی انتظامی اور حکومتی مشینری'' کو ختم کر دیا تھا، اوراس کی جگہ پر ''ریوولیوشنری فیڈریشن آف کمیون'' کا اعلان کیا گیا تھا، جب جنرل کلوزرٹ کی غداری اور دوسرے کئی لوگوں کی بزدلی نے نیشنل گارڈ کو ایک آسان فتح دیا تھا۔ باکونن نے بے کار میں زور دیا تھا کہ توانا اقدامات اٹھانے چاہئیں، اور یہ کہ، اس سے بھی بڑھ کر حکومت کے نمائندوں کو گرفتار کرنا چاہیے۔ خود اسے بھی قیدی بنا لیا گیا، مگر فوراً ہی ایک رضا کار دستے نے اسے رہائی دلائی۔ وہ اس امید میں کچھ ہفتے مارسلیز میں رہا کہ تحریک دوبارہ زندہ ہو جائے گی، مگر جب امید بے بنیاد ثابت ہوئی تو وہ اکتوبر کے آخر میں لوکارنو کو واپس لوٹا۔

اس ناکام کوشش کا مذاق تو رجعت پر چھوڑنا چاہیے۔ اور باکونن کا ایک مخالف جس کی انارکزم کی مخالفت نے اسے ایک معروضی فیصلہ کرنے کی ساری صلاحیت سے محروم نہیں کیا، لکھا:

''بدقسمتی سے حتیٰ کہ سوشل ڈیموکریٹک پریس میں بھی طنزیہ آوازیں اٹھائی گئیں، گو کہ باکونن کی کوشش اس کو مستحق نہیں کرتی۔ قدرتی طور پر، جولوگ باکونن اور اس کے معتقدین کی انارکسٹ رایوں سے متفق نہیں ہیں انہیں اس کی بے بنیاد امیدوں کی طرف ایک تنقیدی رویہ رکھنا چاہیے، مگر اس کے باوجود، لیونز میں اس کا عمل فرانسیسی پرولتاریہ کی سوئی ہوئی توانائیوں کو جگانے اور بہ یک وقت ان کا رخ خارجی دشمن اور سرمایہ داری نظام کے خلاف کرنے کی ایک جراتمندانہ کوشش تھی۔ بعد میں پیرس کمیون نے بھی اسی طرح کی کوشش کی اور مارکس نے اس کی تعریف کی''۔ یہ بلاشبہ لیزگ والکسٹاٹ کی بہ نسبت ایک زیادہ معروضی اور معقول رویہ تھا، جس نے ایک کافی استعمال شدہ داؤ پیچ اپناتے ہوئے اعلان کیا کہ لیونز میں باکونن کا جاری کردہ اعلان بسمارک کے لئے زیادہ موزوں نہ ہوتا اگر یہ خود بسمارک کے اپنے پریس بیورو میں لکھا جاتا۔

لیونز میں تحریک کی ناکامی نے باکونن کو حد سے زیادہ افسردہ کردیا۔ اس نے خیال کیا تھا کہ انقلاب تو بس ہاتھ میں ہے، اب اس نے اسے مستقبل بعید میں غائب ہوتے ہوئے دیکھا، خاص کر پیرس کمیون کا تختہ الٹنے کے بعد جس نے اسے تحریک کے لئے نئی امید سے بھر دیا۔ مارکس کی طرف سے جاری کردہ انقلابی پروپیگنڈہ کے خلاف اس کی نفرت بڑھ گئی اس لئے کہ اس نے اسے پرولتاریہ کے فیصلہ نہ کرسکنے والے رویے کا سب سے بڑا ذمہ دار گردانا۔ مزید برآں اس کی شخصی صورتحال بہت دباؤ میں تھی۔ اسے اپنے بھائیوں کی طرف سے کوئی مدد نہ ملی اور ایسے بھی دن آئے جب اس کے پاس عام چائے کے کپ کے لئے پانچ پیسے تک نہ تھے۔ اس کی بیوی کو ڈر تھا کہ اس کی توانائی ختم ہوجائے گی۔ البتہ، اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی رایوں کو انسانیت، فلسفہ، مذہب، ریاست اور انارکی کی بہبود میں ایک تصنیف کی صورت دے گا جو اس کے فارغ لمحات میں لکھی جائے گی اور وہ اس کی سیاسی وصیت ہوگی۔

یہ تصنیف کبھی بھی مکمل نہ ہوئی۔ اس کی باغی روح کو زیادہ آرام نصیب نہ ہوا۔ اُوٹن نے جنیوا میں اپنی ترغیب جاری رکھی، اور اگست 1870ء میں باکونن کی جلاوطنی اور اس کے کئی دوستوں کو جنیوا کے مرکزی سیکشن سے نکال باہر کرنے میں کامیاب ہوا، اس بنیاد پہ کہ وہ الائنس سیکشن کے

ممبر تھے۔ اُوٹن نے یہ جھوٹ پھیلائی تھی کہ الائنس کو دراصل کبھی بھی ''جنرل کونسل'' نے ''انٹرنیشنل'' میں قبول نہیں کیا گیا تھا، اور یہ کہ الائنس کے پاس موجود جنگؔ اور ایکاریئسؔ کے دستخط شدہ مسودات جعلی ہیں۔ اسی دوران، البتہ، رابن لندن مہاجرت کرگیا تھا اور (اس کے باوجود کہ اس نے اس پر ''لا ایگلائیٹ'' کے اندر بہت شدید حملے کیے تھے) اسے ''جنرل کونسل'' کا ممبر بنادیا گیا تھا۔ اس اقدام کے ساتھ جنرل کونسل نے اپنی معروضیت کا ثبوت دیا تھا اس لئے کہ رابن الائنس کا ہمیشہ سے ایک حلف یافتہ مددگار تھا۔ چودہ مارچ 1871ء کو اس نے تجویز دی کہ ''انٹرنیشنل'' کو ایک پرائیویٹ کانفرنس بلا کر جنیوا میں جھگڑے کو طے کرنا چاہیے۔ پیرس کمیون کے موقع پر ''جنرل کونسل'' نے اس تجویز کو مسترد کرنے کا سوچا، مگر 25 جولائی کو اس نے جنیوا قضیہ پر ستمبر میں ایک کانفرنس بلانے کا فیصلہ کرلیا۔ اسی اجلاس میں رابن کے موقع پر اس نے جنگؔ اور ایکاریئسؔ کے دستخط شدہ مسودات کی اصلیت کی تصدیق کی اور الائنس کو اس کی ''جنرل کونسل'' میں شمولیت کی اطلاع دی۔

یہ خط بمشکل جنیوا پہنچا ہوگا جب الائنس سیکشن چھ اگست کو رضاکارانہ طور پر تحلیل ہوگیا اور اس نے فوری طور پر ''جنرل کونسل'' کو اس کی اطلاع دے دی۔ خیال تھا کہ ایک اچھا تاثر پڑے گا؛ اس کے بعد کہ اُوٹن کی دروغ گوئی کے خلاف ''جنرل کونسل'' کی طرف سے سیکشن کو بے گناہ قرار دیا تھا۔ اس نے امن اور مصالحت کی خاطر اپنی قربانی دی۔ البتہ، حقیقت میں، دوسرے محرکات فیصلہ کن تھے۔ الائنس سیکشن مکمل غیر اہمیت میں ڈوب چکا تھا، اور یوں لگتا تھا (بالخصوص جنیوا میں کمیون تارکین وطن کو) کہ یہ کچھ نہ ہو سوائے شخصی جھگڑوں کی مردہ باقیات کے۔ اب گلّا اوم کو یہ تارکینِ وطن ایک وسیع بنیاد پہ جنیوا میں ''فیڈرل کونسل'' کے خلاف جدوجہد کے لئے موزوں عناصر لگتے تھے۔ لہٰذا ''الائنس سیکشن'' کو تحلیل کیا گیا اور چند ہفتے کے بعد اس کی باقیات نے کمیونارڈ کے ساتھ ایک ''انقلابی سوشلسٹ پروپیگنڈہ اور ایکشن کا سیکشن'' کے نام سے اتحاد کرلیا جس نے خود کو ''انٹرنیشنل'' کے عمومی اصولوں سے متفق ہونے کا اعلان کیا، مگر ''انٹرنیشنل'' کی فراہم کردہ کانگریسوں اور آئین میں دی گئی آزادی کے بھرپور استعمال کا اپنا حق محفوظ رکھا۔

شروع میں باکونن نے اس سب کچھ سے کوئی غرض نہ رکھی۔ الائنس کے راہنما کے بطور

یہ اُس پہ مبینہ قدرتِ کاملہ میں اہم ہے کہ جنیوا میں اس کے سیکشن نے خود کو تحلیل کرنے سے پہلے اس سے مشورہ کرنے تک کی تکلیف گوارا نہ کی، حالانکہ وہ قریب ہی لوکارنو میں دستیاب تھا۔ وہ اس صورتحال کے تحت سیکشن کی تحلیل کو ایک بزدلانہ اور خفیہ چالبازی محسوس کرتا تھا جس نے اسے سخت احتجاج کرایا: ''ہمیں ''انٹرنیشنل'' کے اتحاد کو بچانے کے عذر کے تحت بزدل نہیں ہونا چاہیئے''۔ بیک وقت اس نے جنیوا کنفیوژن کا ایک تفصیلی بیان تیار کرنے پر کام شروع کیا تاکہ اُن اصولوں کو بیان کرسکے جو اس کی نظر میں جھگڑے میں داؤ پر لگے تھے، اور یہ لندن کانفرنس میں اس کے حامیوں کے لئے راہنما کا کام دیں گے۔

اس تحریر کے اہم ٹکڑے ہی دستیاب ہیں اور یہ ایک سال قبل نچاییف کے ساتھ مل کر اس کے لکھے ہوئے روسی پمفلٹوں سے اچھا خاصا فرق رکھتے ہیں۔ ایک دو طاقتور اظہاریوں کے استثنا کے ساتھ یہ سکون اور معروضی انداز میں لکھے گئے ہیں، اور قائل کن انداز میں ثابت کرتے ہیں کہ جنیوا میں کنفیوژن کی جڑیں شخصی جھگڑوں کے بجائے زیادہ گہری تھیں، اور یہ کہ شخصی جھگڑوں نے اگر کوئی رول ادا کیا بھی تو ذمہ داری کا بڑا حصہ اُوٹن اور اس کے دوستوں کے کاندھوں پہ جاتا تھا۔

باکونن نے ایک لمحے کے لئے بھی اپنے اور مارکس کے بیچ مارکس کے ''ریاستی کمیونزم'' کے معاملے پر اختلاف سے انکار نہیں کیا، اور وہ اپنے مخالفین کے ساتھ بچوں کے دستانوں سے نہیں نمٹا۔ باکونن نے مارکس کو خود اپنے قابلِ ملامت مقاصد کا تعاقب کرنے والے ایک بے قیمت شخص کے بطور پیش نہیں کیا۔ اس نے ''انٹرنیشنل'' کو عوام الناس میں سے ابھرا ہوا بیان کیا، جس کی مدد اہل لوگ کر رہے تھے جو عوام کے کاز پہ وقف ہیں۔ اس نے لکھا: ''اس موقع پہ ہم جرمن کمیونسٹ پارٹی کے مشہور لیڈروں، سٹیزن مارکس اور سٹیزن اینگلز کو بالخصوص اور نیز سٹیزن بیکر (ہمارا سابقہ دوست اور اب ہمارا ناقابلِ مصالحت دشمن) کو بھی احترم پیش کرتے ہیں جو ''انٹرنیشنل'' کے اصلی خالق ہیں۔ ہم ان کی خدمات اس لئے بالخصوص تسلیم کرتے ہیں کہ جلد ہی ہم ان کے خلاف لڑنے پر مجبور ہوں گے۔ اُن کے لئے ہمارا احترام گہرا اور دل سے ہے، مگر یہ انہیں بُت بنا کر پوجنے کی حد تک نہیں جاتا، اور ہم کبھی بھی اُن کا غلام بننے کا کردار ادا کرنے پہ رضامندی نہ دیں گے۔ اور گو کہ ہم ان کی

زبردست خدمت سے مکمل انصاف کرتے ہیں جو انہوں نے ''انٹرنیشنل'' کے کاز کے لئے سرانجام دی ہے اور ابھی تک سرانجام دے رہے ہیں، مگر پھر بھی ہم ان کے خلاف، ان کے جھوٹے آمرانہ نظریات کے خلاف، اُن کے آمرانہ مفروضے کے خلاف اور اُن کی خفیہ سازشوں اور شیخی باز طریقوں کے خلاف، حقیر شخصیات کے اُن کے تعارف کے خلاف، اُن کی بدبودار توہینوں کے اور بدنام بہتانوں کے خلاف (ایسے طریقے جو تقریباً سارے جرمنوں کی سیاسی جدوجہدوں کی نشاندہی کرتی ہیں اور جو انہوں نے بدقسمتی سے ''انٹرنیشنل'' میں متعارف کردی ہیں) مکمل طور پر لڑیں گے''۔ یہ بلاشبہ بہت بے تکلف اظہار تھا مگر باکونن نے کبھی بھی مارکس کی اُن لافانی خدمات سے انکار نہ کیا جو ''انٹرنیشنل'' کے بانی اور راہنما کے بطور اس نے مزدور طبقے کی تحریک کے لئے سرانجام دی تھیں۔

البتہ، باکونن نے اس تحریر کو ختم نہ کیا۔ وہ اِس میں لگا ہوا تھا جب مازینی نے لُوگانو سے جاری کردہ ایک ہفت روزہ میں کمیون اور انٹرنیشنل کے خلاف متشدد حملے شائع کیے۔ باکونن نے فوراً ہی ''مازینی کو انٹرنیشنلسٹ کا جواب'' لکھ کر اُسے آڑے ہاتھوں لیا اور جب مازینی اور اس کے حامیوں نے آہنی دستانہ اٹھایا تو باکونن نے اِسی لہجے کے دوسرے پمفلٹ لکھے۔ اپنی ساری حالیہ ناکامیوں کے بعد باکونن اب مکمل کامیابی کا لطف اٹھا رہا تھا: ''انٹرنیشنل'' جو کہ ابھی تک اٹلی میں اچھی طرح پیر نہ جما سکا تھا، تیزی سے مضبوط ہونے لگا۔ یہ کامیابی باکونن کو اس کی ''سازشوں'' کے نتیجے میں حاصل نہ ہوئی بلکہ اُن شاندار الفاظ کے نتیجے میں حاصل ہوئی جن کے ساتھ اس نے اس کشیدگی کو کم کیا جو پیرس کمیون نے اٹلی کے نوجوانوں میں پیدا کی تھی۔

اٹلی میں بڑے پیمانے کی صنعت ابھی تک غیر ترقی یافتہ تھی۔ ابھرتا ہوا پرولتاریہ بہت سست رفتاری کے ساتھ طبقاتی شعور پا رہا تھا اور اس کے پاس ابھی تک حملہ کرنے یا دفاع کرنے والے قانونی ہتھیار نہ تھے۔ دوسری طرف قومی اتحاد کے لئے نصف صدی کی جدوجہدوں نے بورژوا طبقات میں ایک انقلابی روایت پیدا کی تھی اور برقرار رکھی تھی۔ بے شمار بغاوتوں اور سازشوں نے قومی اتحاد کے حصول کو مقصد بنائے رکھا حتیٰ کہ یہ ایک ایسی شکل میں حاصل کی گئی جو لازمی طور پر

سارے انقلابی عناصر کی عظیم ناراضی کا باعث بنی۔ سب سے پہلے فرانسیسی اور پھر جرمن اسلحہ کے تحفظ تلے ملک میں سب سے رجعتی ریاست نے اطالوی بادشاہت قائم کی تھی۔ پیرس کمیون کی بہادرانہ جدوجہدوں نے اٹلی کے نوجوانوں کو اس مایوسی سے نکال دیا جس میں کہ وہ گر گئے تھے۔ مازینی نے قبر کے کنارے سے نئی روشنی کو مسترد کیا جو سوشلزم کے خلاف اس کی پرانی نفرت کو بڑھا رہی تھی، مگر گاری بالدی نے (جو بہت حد تک ایک قومی ہیرو تھا) ''انٹرنیشنل'' میں ''مستقبل کے ابھرتے سورج'' کو ایمانداری سے خوش آمدید کہا۔

باکونن بہت اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کے حامیوں کی آبادی کا کونسا حصہ ہجوم کی صورت اختیار کر گیا، اور اپریل 1872ء میں اس نے لکھا: ''اب تک اٹلی میں جس چیز کی کمی رہی وہ درست جبلت نہ تھی بلکہ تنظیم اور نظریہ تھا۔ دونوں اب تک تیزی سے بڑھوتری کر رہے ہیں کہ، سپین کے ساتھ، اٹلی شاید اس وقت سب سے زیادہ انقلابی ملک ہے۔ اٹلی میں کوئی چیز موجود ہے جو کہ دوسرے ممالک میں نہیں ہے: ایک پر جوش، توانا یوتھ، ایک پیشے کے کسی امید کے بغیر، ایک یوتھ جو (باوجود اپنے بورژوا بنیاد کے) دوسرے ملکوں کے بورژوا یوتھ کی طرح دانشورانہ اور اخلاقی طور پر تھکی ہوئی نہیں ہے۔ آج وہ ہمارے پورے پروگرام کے ساتھ (الائنس کے پروگرام کے ساتھ) انقلابی سوشلزم میں غوطہ زن ہے''۔ یہ سطریں باکونن نے ایک ہسپانوی حامی کو لکھیں اور ان کا مقصد مزید عمل کے لئے حوصلہ افزائی تھی۔ البتہ، یہ کوئی خوش آئند واہمہ نہ تھا بلکہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت تھی جب باکونن نے سپین میں اپنی کامیابی کا تخمینہ لگایا، جہاں اس نے اپنی موجودگی سے نہیں بلکہ صرف دوستوں کے ذریعے اثر ڈالا تھا، اتنا ہی اثر (اگر زیادہ نہیں تو) جتنا کہ اٹلی میں اس کی کامیابیاں تھیں۔

سپین میں بھی صنعتی ترقی ابھی بہت پسماندہ تھی اور وہاں جدید انداز میں اگر کوئی پرولتاریہ موجود تھا تو اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے، سارے قانونی حقوق کی کمی تھی، اس طرح کہ جو کچھ اس ہیجان میں اس کے اندر رہا وہ مسلح بغاوت کا ہتھیار تھا۔ سپین کا عظیم مینوفیکچرنگ قصبہ بارسلونا دنیا کے کسی بھی دوسرے شہر سے زیادہ بیریکیڈ جدوجہدوں کی تاریخ رکھتا ہے۔ مزید برآں، خانہ جنگی کے طویل برسوں نے ملک کو ابتر کر دیا تھا، اور سارے انقلابی عناصر بہت زیادہ

ناراض و مایوس ہوئے تھے، وہ 1868ء کے موسمِ خزاں میں بوربن سلطنت سے باہر نکالے گئے تھے اور انہوں نے خود کو ایک خارجی بادشاہ کی (بہت کمزور) حاکمیت میں پایا۔ سپین میں بھی پیرس کے انقلابی شعلوں سے چنگاریاں ہوا میں بلند ہو کر آتش گیر مادہ پر گریں۔ بلجیم میں صورتحال اٹلی اور سپین کی صورتحال سے کسی قدر مختلف تھی اس لئے کہ بارنیـــج اس تحریک کی ریڑھ کی ہڈی تھا، اور لیگل طریقوں سے ان کی طبقاتی صورتحال میں کسی بہتری کا خیال اُن خون میں نہلانے والے واقعات سے اس کے بچپن ہی میں کچل دیا گیا تھا جن میں ان کی ہڑتالوں کو سال بہ سال ڈبو دیا گیا تھا۔ ان کے لیڈر پرودھونسٹ تھے اور لہٰذا باکونن کی رایوں کی طرف جھکاؤ رکھتے تھے۔

اگر پیرس کمیون کی شکست کے بعد ''انٹرنیشنل'' میں باکونی اختلاف کی بڑھوتری کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ باکونن کے نام کے تحت سامنے آئی اس لئے کہ وہ اُس کے نظریات سے سماجی مخاصمتوں اور دباؤ کو حل ہونے کی امید رکھتا تھا جن سے دراصل یہ ابھرا تھا۔

6-لندن میں دوسری کانفرنس

جنرل کونسل نے جس کانفرنس کو ستمبر میں لندن میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس کا مقصد سالانہ کانگریس کی جگہ لینا تھا جو قریب پڑتا تھا۔

1869ء میں باصل میں منعقدہ کانگریس نے فیصلہ کیا تھا کہ نئی کانگریس پیرس میں منعقد ہو مگر ترغیب کی مہم (جو کہ اولیو یئر نے انٹرنیشنل کے فرانسیسی سیکشن کی رائے شماری کا جشن منانے کے خلاف منظّم کی تھی) نے ''جنرل کونسل'' کو اپنی اتھارٹی استعمال کرتے ہوئے کانگریس کی جگہ تبدیل کرانے پہ مجبور کیا۔ اور جولائی 1870ء کو اس نے فیصلہ کیا کہ کانگریس مے ینس میں منعقد ہو۔ بہ یک وقت ''جنرل کونسل'' نے ''نیشنل فیڈ ریشنوں کو تجویز دی کہ وہ اپنا دفتر لندن سے کسی اور جگہ منتقل کر دے۔ مگر یہ تجویز متفقہ طور پر مسترد کر دی گئی۔ فرانس و پروشیائی جنگ چھڑ جانے سے یہ ممکن نہ رہا کہ کانگریس مے ینس میں منعقد ہو سکے اور فیڈ ریشنوں نے پھر ''جنرل کونسل'' کو ہدایت جاری کر دی کہ وہ اپنے اختیار سے اور وقت و حالات کے مطابق کانگریس منعقد کرے۔

حالات بتا رہے تھے کہ 1871ء کے خزاں تک کانگریس بلانا مناسب نہ ہوگا۔ مختلف ملکوں میں ''انٹرنیشنل'' کے ممبروں پر پڑے ہوئے دباؤ سے لگتا تھا کہ وہ کانگریس کے لئے مندوبین اُسی آزادانہ انداز میں نہ بھیج سکیں گے، اور یہ کہ جو چند ممبر کانگریس میں جانے کے قابل تھے بھی تو وہ بھی اپنی حکومتوں کی نظروں میں آجاتے اور بالخصوص واپسی پر۔ ''انٹرنیشنل'' کوئی ایسی چیز نہیں کرنا چاہتی تھی جس سے کہ حکومتی جبر کا شکار لوگوں کی تعداد بڑھ جاتی اس لئے کہ اسے پہلے ہی اپنے سزا یافتہ ممبروں کی مدد کے لئے بہت کچھ کرنا پڑ رہا تھا۔ اور اس فریضہ نے اس کی توانائیوں اور وسائل پر بے پناہ دباؤ ڈال رکھا تھا۔

چنانچہ جنرل کونسل نے فیصلہ کیا کہ وقتی طور پر یہ بہتر ہوگا کہ ایک پبلک کانگریس کے بجائے لندن میں ایک خفیہ اجلاس بلایا جائے، اسی طرح کا جو 1865ء میں منعقد کی گئی تھی۔ اس کانفرنس کی بہت کم شرکت سے جنرل کونسل کے شکوک کی مکمل طور پر تصدیق ہوگئی۔ یہ کانفرنس 17 سے 23 ستمبر تک ہوئی اور اس میں صرف 23 مندوبین شامل تھے جن میں چھ بلجیم سے، دو سوئٹزرلینڈ سے اور ایک سپین سے تھا۔ جنرل کونسل کے تیرہ ممبر بھی شامل تھے، مگر ان میں سے چھ کے پاس صرف مشورہ دینے کا ووٹ تھا۔ کانفرنس کے وسیع اور بے شمار فیصلوں میں سے کئی مزدور طبقے کے شماریات کے بارے میں، ٹریڈ یونینز کے بین الاقوامی تعلقات کے بارے میں، اور زراعت کے بارے میں تھے، جو سب موجودہ حالات میں صرف کتابی اہمیت رکھتے تھے۔ کانفرنس کا سب سے بڑا فریضہ بیرونی دشمن کے طیش بھرے حملوں سے انٹرنیشنل کا دفاع کرنا تھا اور اسے اُن عناصر کے خلاف مضبوط بنانا تھا جو اِسے اندر سے کمزور کرنا چاہتے تھے۔ یہ ایسے فرائض تھے جو کہ مجموعی طور پر بہ یک وقت کرنے تھے۔

کانفرنس کا سب سے اہم فیصلہ انٹرنیشنل کی سیاسی سرگرمی سے متعلق تھا۔ اس نے سب سے پہلے ''افتتاحی خطاب''، ''قوانین''، لاؤ سان کانگریس کا فیصلہ اور انٹرنیشنل کے دوسرے اعلانات کو اپیل کیا۔ یہ اعلان کیا کہ مزدور طبقے کی سیاسی نجات اس کی سماجی نجات کے ساتھ سختی کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ پھر اس نے بتا دیا کہ ''انٹرنیشنل'' کو ایک ناترس رجعت کا سامنا ہے جو مزدور

طبقے کو، اس کی نجات کی ہر کوشش کو بے شرمی سے کچل دیتی ہے اور طبقاتی امتیاز اور اس پر مبنی ملکیت دار طبقات کی حکمرانی اور طبقاتی امتیازات کو غیر معینہ مدت تک دوام دینے کے لئے ننگی طاقت استعمال کرتی ہے۔ اس نے اعلان کیا کہ مزدور طبقہ اپنے حکمران طبقات کے اس تشدد کو صرف ایک طبقہ کے بطور عمل کر کے، ملکیت دار طبقات کی ساری پرانی پارٹی تنظیموں کے خلاف خود کو ایک خصوصی سیاسی پارٹی کے بطور منظّم کر کے مقابلہ کر سکتا ہے، یہ کہ مزدور طبقے کی یہ خصوصی سیاسی پارٹی سماجی انقلاب کی فتح اور اُس کے حتمی مقصد (سارے طبقات کے خاتمے) کے لئے ناگزیر تھی، اور آخری یہ کہ الگ الگ پڑی قوتوں کو اِس کی معاشی طاقتوں کے ذریعے سے متحد کرنے (جو کہ مزدور طبقہ نے پہلے ہی ایک حد تک پہنچا دیا) کو بھی استحصالیوں کے سیاسی اقتدار کے خلاف جدوجہد میں ایک ہتھیار کے بطور استعمال کرنا چاہئیے۔ ان سب وجوہات کے لئے کانفرنس نے انٹرنیشنل کے سارے ممبروں کو یاد دلایا کہ برسرِ پیکار مزدور طبقے کی معاشی تحریک اور سیاسی تحریک بہت سختی سے جڑی ہوئی ہیں۔

تنظیمی معاملات پر کانفرنس نے انٹرنیشنل سے اُن ممبروں کی تعداد کم کرنے کی درخواست کی جو وہ خود چُن لیتی (Co-Opt کرتی) ہے۔ عنوان ''جنرل کونسل'' کو اس پر مکمل طور پر اطلاق ہونا چاہئے، ''فیڈرل کونسلوں'' کو اپنے نام اُن ممالک کی مطابقت میں رکھنے چاہئیں جن کی وہ نمائندگی کرتے تھے اور مقامی سیکشنوں کو اپنے مخصوص علاقوں کے نام سے پہچانا جانا چاہیے۔ کانفرنس نے کسی بھی فرقہ وارانہ نام رکھنے سے منع کر دیا۔ مثلاً میوچولسٹ، کولیکٹو اسٹ، اثباتیت پسند اور کمیونسٹ۔ انٹرنیشنل کا ہر ممبر، جیسے کہ پہلے فیصلہ کیا جا چکا تھا، جنرل کونسل کی مدد کو سالانہ ایک پینی (Penny) دے گا۔

فرانس کے لئے کانفرنس نے فیکٹریوں میں زبردست ایجی ٹیشن اور پمفلٹوں کی تقسیم کی سفارش کی؛ انگلینڈ کے لئے ایک خصوصی ''فیڈرل کونسل'' بنانے کی جسے جونہی صوبوں کی شاخیں اور ٹریڈ یونینیں تسلیم کر چکیں تو جنرل کونسل تصدیق کرے۔ کانفرنس نے اعلان کیا کہ جرمن مزدوروں نے فرانس و پروشیا جنگ کے دوران اپنا پرولتاری فریضہ ادا کر دیا، اور اس نے نام نہاد نچاییف سازش میں کسی قسم کی ذمہ داری کو مسترد کیا۔ بہ یک وقت اِس نے اُوٹن کو روسی ذرائع سے نچاییف

مقدمے کا ایک خلاصہ تیار کرنے اور اسے ''ایگالائٹ'' میں شائع کرنے کی ہدایت کی مگر شائع کرنے سے قبل ''جنرل کونسل'' کی منظوری کے لئے پیش کرنے کی ہدایت کی۔

کانفرنس نے اعلان کیا کہ الائنس کا معاملہ طے ہوگیا، اس لئے کہ جنیوا سیکشن نے خود کو رضا کارانہ طور پر تحلیل کر دیا تھا، اور فرقہ وارانہ نام رکھنے کو تحلیل کر کے ''انٹرنیشنل'' کے عمومی مقاصد کے علاوہ ایک خصوصی مشن کا اظہار کیا تھا۔''جُورا'' سیکشنوں کے بارے میں کانفرنس نے 29 جون 1870ء کے جنرل کونسل کے فیصلے کی توثیق کی اور جنیوا میں فیڈرل کونسل کو لاطینی سوِس ممبروں کی نمائندہ تنظیم قرار دیا، مگر بہ یک وقت اس نے اتحاد اور سلیت کی اپیل کر دی جو مزدوروں کو ہمیشہ سے زیادہ متاثر کرے۔ اس نے ''جُورا سیکشن'' کے مزدوروں کو ایک بار پھر جنیوا میں ''فیڈرل کونسل'' سے جڑنے کی نصیحت کی اور تجویز دی کہ اگر انہیں یہ کام ناممکن دکھائی دے تو وہ خود کو بے شک ''جورا فیڈریشن'' کہلائیں۔ کانفرنس نے جنرل کونسل کو ''انٹرنیشنل'' کے سارے مبینہ ترجمانوں (''پراگریس'' کی طرح اور جُورا میں ''سالیڈیرائیٹ'' کی طرح) کو انٹرنیشنل کے داخلی معاملات کو بورژوا پبلک میں زیرِ بحث لانے کو مسترد کرنے کی اتھارٹی بھی دے دی۔

آخر میں کانفرنس نے اگلی کانگریس کی جگہ اور وقت یا اُسے ایک اور کانفرنس سے بدل دینے کا اختیار جنرل کونسل کو دے دیا۔

مجموعی طور پر اس بات کی تردید نہیں کی جاسکتی کہ کانفرنس کے فیصلوں میں معروضی اعتدال کے سپرٹ سے رہنمائی کی گئی تھی۔ اس نے جُورا سیکشنوں کو خود کو جورا فیڈریشن کہلوانے کا جو حل دیا یہی بات سیکشنوں نے پہلے خود ہی سوچ رکھی تھی۔ صرف نچاییف کے معاملے میں ذاتی عناد نظر آتا ہے جسے معروضی لحاظوں سے جواز فراہم نہیں کیا جاسکتا۔ فطری طور پر، بورژوا پریس نے نچاییف معاملے میں دریافتوں کو ''انٹرنیشنل'' کے خلاف استعمال کیا، مگر اس میں تو وہی روزانہ والی تہمتیں تھیں جو انٹرنیشنل پر لگتی تھیں اور انہیں مسترد کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہ تھی۔ اسی طرح کے حالات میں انٹرنیشنل نے توہین آمیز طور پر گند کو ٹھڈا لگا کر گٹر میں پھینکنے کی جدوجہد کی تھی، مگر اگر یہ نچاییف معاملے کو استثنائی بنانا چاہتی تو یہ اس کے نمائندے کے بطور اُوٹن جیسے ایک قابلِ نفرت سازشی کو منتخب کرتی۔

اوٹن نے اپنا تفویض کردہ فریضہ اپنے غیر معمولی خون اور گرج کہانیوں سے شروع کیا۔ زیورچ میں (جہاں اس نے اپنا کام جاری رکھنے کا فیصلہ کیا اور جہاں اس کے اپنے بقول اس کے واحد دشمن باکونن کے حکم کے تحت ''الائنس'' کے چند سلاو حامی تھے) مبینہ طور پر نہر کے قریب ایک خاموش جگہ پر ایک روز آٹھ سلاووں نے اس پر حملہ کیا۔ انہوں نے اسے مارا پیٹا، زمین پر پٹخ دیا اور قریب تھا کہ اسے مکمل طور پر ختم کر دیتے اور نہر میں پھینکتے، مگر چار جرمن سٹوڈنٹس وہاں سے گزر رہے تھے جنہوں نے اس کی قیمتی زندگی بچالی۔ یوں زار کے لئے اس کی مستقبل کی خدمات ممکن بنا دیں۔

اس ایک استثنا کے ساتھ، کانفرنس کے فیصلوں نے ایک معاہدے کی بنیادیں پیش کیں۔ مزدور طبقے کی تحریک دشمنوں میں گھری ہوئی تھی اور اندرونی معاہدہ سخت ضروری تھا۔ 20 اکتوبر کو ''انقلابی سوشلسٹ پروپیگنڈہ اور عمل کے سکیشن'' جو کہ الائنس کی باقیات اور کئی تارکینِ وطن کمیونارڈ نے جنیوا میں قائم کی تھی، الحاق کی ایک درخواست کے ساتھ ''جنرل کونسل'' کے پاس آئے۔ جنرل کونسل نے جنیوا میں فیڈرل کونسل سے مشورہ کیا اور وہ درخواست مسترد کر دی۔ جبکہ ''لا ریوولیوشن سوشیالے'' جس نے کہ ''سالیڈیرائٹ'' کی جگہ لی تھی، نے ''لا بسمارک کے ایک دماغ کی زیرِ قیادت جرمن کمیٹی'' پر زبردست حملہ شروع کر دیا، یہ ''لا ریوولیوشن سوشیالے'' کے ایڈیٹروں کی رائے میں انٹرنیشنل کی جنرل کونسل کی ایک درست تشریح تھی۔ البتہ اس نعرے نے جلد ہی ایک بازگشت پائی حتیٰ کہ مارکس نے ایک امریکی دوست کو لکھا: ''یہ اُس ناقابلِ معافی حقیقت کی طرف حوالہ ہے کہ میں ایک جرمن پیدا ہوا تھا اور یہ کہ میں واقعی جنرل کونسل پر ایک فیصلہ کن دانشورانہ اثر رکھتا ہوں۔ **توجه**: جنرل کونسل میں جرمن عنصر تعداد کے لحاظ سے انگریز اور فرانسیسی کی بہ نسبت دو تہائی کم تھا۔ لہٰذا یہ کہ انگریز اور فرانسیسی عناصر پر جرمن عنصر تھیوری کے معاملات میں حاوی (!) ہے اور اس حاوی پن کو یعنی جرمن سائنس کو، مفید اور حتیٰ کہ ناگزیر پانا جرم ہے''۔

''جُورا سیکشنوں'' نے اپنا عام حملہ ایک کانگریس میں کیا جو انہوں نے بارہ نومبر کو سنویلیئر میں منعقد کی۔ گو کہ بائیس سیکشنوں میں سے صرف نو سیکشنوں نے سولہ مندوبین سے نمائندگی تھی، اِس اقلیت نے ہمیشہ سے زیادہ شور مچایا۔ انہوں نے اس حقیقت پر گہری توہین محسوس کی کہ لندن

کانفرنس نے اُن پر ایک ایسا نام مسلط کیا تھا جس پر پہلے خود انہوں نے غور کیا تھا، مگر پھر بھی انہوں نے اسے تسلیم کیا اور مستقبل میں خود کو ''جُورا فیڈریشن'' کہلوانے کا فیصلہ کیا، جبکہ لاطینی فیڈریشن کو تحلیل کرنے کا اعلان کر کے اپنا انتقام لے لیا۔ یہ ایک ایسا فیصلہ تھا جو یقیناً کسی عملی اہمیت کا نہ تھا۔ اس کانگریس کا سب سے بڑا حاصل انٹرنیشنل کی ساری فیڈریشنوں کو بھیجے جانے والے اُس مراسلے کی لکھائی تھی جس میں لندن کانگریس کے جواز پر حملہ کیا گیا تھا اور اُس کے فیصلوں کے خلاف بہت جلد بلائی جانے والی ایک عام کانگریس کی اپیل کا اعلان تھا۔

یہ مراسلہ، جسے گلّا اوم نے لکھا تھا اِس مفروضے سے شروع ہوا کہ انٹرنیشنل ایک مہلک اور تنزلی کی راہ پر رواں تھا۔ شروع میں یہ ''کسی بھی قسم کی اتھارٹی کے خلاف زبردست احتجاج'' کے طور پر بنایا گیا تھا، اور اس کے قوانین میں ہر سیکشن اور سیکشنوں کے ہر گروپ کو مکمل آزادی کی ضمانت دی گئی۔ جبکہ جنرل کونسل کو بحیثیت ایک ایگزیکٹو گروپ کے بہت محدود اختیارات دیے گئے۔ البتہ بتدریج ممبر جنرل کونسل پہ اندھا اعتماد ظاہر کرنے آ گئے تھے اور یہ باصل میں خود کانگریس کی دستبرداری تک لے گیا، اس حقیقت کے نتیجے میں کہ جنرل کونسل کو سیکشنوں کو تسلیم کرنے، مسترد کرنے یا تحلیل کرنے اور اگلی کانگریس کے فیصلوں کے التوا کا اختیار دیا گیا تھا۔ مراسلے کے مصنف نے اس حقیقت کا کوئی حوالہ نہ دیا کہ یہ فیصلہ باکونن کے اِس کے حق میں زبردست تقریر کرنے کے بعد، اور خود گلّا اوم کی منظوری سے لیا گیا۔

مراسلے میں لکھا ہے کہ جنرل کونسل (جس میں پانچ سال تک وہی لوگ شامل تھے) اب خود کو انٹرنیشنل کا ''قانونی سربراہ'' سمجھتی تھی۔ وہ خود اپنی نظروں میں ایک طرح کی حکومت تھی، وہ فطری طور پر اپنے مخصوص خیالات کو انٹرنیشنل کا آفشل نظریہ سمجھتی تھی۔ اختلافی رایوں کو (جو دوسرے گروپوں میں اٹھتی تھیں) جنرل کونسل صاف اور سادہ بدعت قرار دیتی تھی۔ لہٰذا انٹرنیشنل میں بتدریج ایک آرتھوڈاکسی پیدا ہوئی جس کا صدر مقام لندن میں تھا اور اس کے نمائندے جنرل کونسل میں تھے۔ اُن کے ارادوں کی شکایت کرنا ضروری نہ تھا اس لئے کہ وہ اپنے مخصوص مکتب کی رایوں کے مطابق چل رہے تھے، مگر ان کے خلاف زبردست لڑائی کرنی چاہیے۔ اس لئے کہ اُن کی مطلق قوت

کا لازماً ایک کرپٹ کرنے والا اثر تھا۔ یہ ناممکن تھا کہ ایک شخص کو اپنے برابر والوں پر ایسے اختیارات حاصل ہوں اور وہ ایک اخلاقی کردار بھی برقرار رکھ سکے۔

لندن کانفرنس نے باصل کانگریس کا کام جاری رکھا اور ایسے فیصلے لئے جن کا مقصد انٹرنیشنل کو آزاد سیکشنوں کی ایک آزاد ایسوسی ایشن سے جنرل کونسل کے ہاتھوں میں ایک آمرانہ تنظیم میں ڈھال دینا ہو۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کانفرنس نے فیصلہ کیا کہ جنرل کونسل کے پاس نئی کانگریس کی جگہ اور وقت کا فیصلہ کرنے کا اختیار رہو۔ لہٰذا یہ بات جنرل کونسل کی من مانی صوابدید میں دی گئی کہ وہ خفیہ کانفرنسوں سے جنرل کانگریس کی جگہ لے لے، انٹرنیشنل کی عظیم کھلی سیشنوں کی جگہ لے لے۔ لہٰذا یہ ضروری تھا کہ جنرل کونسل کو اپنے ابتدائی مشن کی تکمیل کے لئے اس کے اختیارات محدود کئے جائیں۔ اس کا ابتدائی مشن یہ تھا کہ مراسلت اور اعداد و شمار جمع کرنے کا سادہ بیورو ہونا، اور آزاد گروپوں کی آزاد ایسوسی ایشن سے وہ اتحاد حاصل کرنا جو کہ جنرل کونسل ڈکٹیٹرشپ اور مرکزیت کے ذریعے حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس حوالے سے انٹرنیشنل کو مستقبل کے سماج کا نقیب ہونا چاہیے۔

صورتحال کو مغموم رنگوں میں پیش کئے جانے کے باوجود (یا شاید اُن کی وجہ سے) جُورا سیکشنوں کا یہ مراسلہ اپنا اصل مقصد حاصل نہ کر سکا۔ حتیٰ کہ بلجیم، اٹلی اور سپین میں جتنی جلد ممکن ہو ایک کانگریس منعقد کرنے کا اس کا مطالبہ بغیر حمایت کے رہا۔ سپین میں جنرل کونسل پر شدید حملوں نے یہ شک پیدا کیا کہ اس سب کے پیچھے مارکس اور باکونن کے بیچ موجود باہمی حسد تھا۔ اٹلی میں ممبروں کے اندر لندن کی بجائے جورا سے احکامات وصول کرنے کا کوئی جھکاؤ نہ تھا۔ صرف بلجیم میں انٹرنیشنل کے قوانین میں ایک تبدیلی کا فیصلہ منظور ہوا، اس لحاظ سے کہ انٹرنیشنل خود کو مکمل طور پر آزاد فیڈریشنوں کی ایک ایسوسی ایشن ہونے کا اعلان کرے اور اپنی جنرل کونسل کو ''مراسلت اور اطلاع کے لئے ایک مرکز'' ہونے کا اعلان کرنے۔

البتہ تحسین کی اس کمی کو پورا کرنے کے لئے بورژوا پریس نے سونوِیلیئر کے مراسلے کا گرمجوشی سے استقبال کیا جو اس پر ایک شاذ و نادر ترنوالے کے بطور اچانک آ گیا۔ اس نے جتنے جھوٹ پھیلائے تھے، بالخصوص پیرس کمیون کی شکست کے بعد سے، اب انٹرنیشنل کی اپنی صفوں سے

جنرل کونسل کے بدشگون اختیار کے بارے میں ان کی تصدیق ہوگئی تھی۔''بلیٹن جوراسین'' جو اِس دوران کم عرصہ زندہ رہنے والے''ریولیوشن سوشیالے'' کی جگہ لے چکا تھا، کو بالآخر بورژوا اخبارات سے منظوری کے مضامین کی گرمجوش چھپائی کی مسرت دستیاب ہوگئی۔

سونوِیلییَر مراسلے کی شور بھری بازگشت نے جنرل کونسل کو ایک جواب جاری کرنے پر مجبور کیا۔ یہ بھی ایک مراسلے کی شکل میں تھا۔

7۔انٹرنیشنل کا بکھر جانا

جہاں تک جنرل کونسل کے مراسلے کا سونوِیلییَر اور دوسری جگہوں میں مبینہ قوانین کی مبینہ خلاف ورزی حتیٰ کہ جنونیت والی جعل سازی، عدم برداشت اور اسی طرح کے الزامات سے نمٹنے کا تعلق ہے، اس نے ایک جامع فتح مند مناظرہ منعقد کیا، اور اس بات پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے کہ اس کا بڑا حصہ بہت ہی غیر اہم معاملات پر وقف کر کے اسے غیر اہم کر دیا گیا۔

آج اس قدر غیر اہم معاملات پر سر کھپانے کے اچھے خاصے تردد پر قابو پانا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر جب انٹرنیشنل کی بنیاد رکھی گئی تھی اس کے پیرسی ممبروں نے بونا پارٹی پولیس کے ہاتھوں مسائل سے پرہیز کی خاطر اس کے قوانین سے ایک جملہ حذف کیا تھا۔ قوانین کا ایک جملہ یہ تھا کہ مزدور طبقے کی ساری سیاسی تحریکوں کو مزدور طبقے کی معاشی نجات حاصل کرنے کے ایک ذریعے (آلے) کے بطور خود کو ماتحت کرنا چاہیے۔ لفظ''ایک آلے کے بطور'' کو فرانسیسی متن سے نکال دیا گیا تھا۔ صورتحال بہت واضح تھی مگر بار بار مبالغے کی حد تک جھوٹ پھیلائی گئی کہ جنرل کونسل نے بعد میں''ایک آلے کے بطور'' لفظ کو حذف کیا تھا۔ اور جب لندن کانفرنس نے تسلیم کیا کہ جرمن مزدوروں نے فرانس و پروشیائی جنگ کے دوران اپنا پرولتاریائی فریضہ ادا کر دیا تھا، تو اس فقرے کو ''پان جرمن ازم'' کے بہتان کے لئے ایک عذر کے بطور استعمال کیا گیا۔ جس پہ جنرل کونسل پر بالادست ہونے کا الزام تھا۔

مراسلہ نے اِن مضحکہ خیز الزامات کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور جب سوچا جائے کہ

یہ انٹرنیشنل کی مرکزیت کو کمتر کرنے کے لئے سامنے لائے گئے تھے (گوکہ اِس کو برقرار رکھنا اور اسے مضبوط بنانا اس لڑکھڑاتی تنظیم کو رجعت کے مغلوب کن حملوں سے بچانے کا واحد امکان تھا) تو مراسلے کے اختتامی جملوں کی تلخی سمجھ میں آجاتی ہے جو''الائنس'' پر انٹرنیشنل پولیس کے ہاتھوں کھیلنے کا الزام لگاتے ہیں۔''یہ پرولتاری صفوں میں انارکی کو، استحصالیوں کے ہاتھوں سیاسی وسماجی قوتوں کے طاقتور ارتکاز کو توڑنے کے بے چُوک ذریعہ کے بطور مشتہر کرتے ہیں۔ اس عذر کے تحت اور ایک ایسے وقت جب پرانی دنیا انٹرنیشنل کو تباہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ انٹرنیشنل اپنی تنظیم کو انارکی سے بدل دے''۔ انٹرنیشنل پر جتنا زیادہ اس کے بیرونی دشمن حملہ کرتے، اتنے ہی اس کے اندر اس پر حملے غیر سنجیدہ لگتے، بالخصوص جب وہ حملے اس قدر بے بنیاد تھے۔

بہر حال، جس وضاحت کے ساتھ''جنرل کونسل'' نے معاملے کے اس پہلو کو دیکھا وہ معاملے کے دوسرے پہلو کو وضاحت کے ساتھ دیکھنے میں اس کی ناکامی سے برابر ہوگئی ہوئی۔ جس طرح اس کا عنوان ظاہر کرتا تھا، مراسلہ''انٹرنیشنل'' میں''مبینہ انتشار'' سے زیادہ کچھ بھی تسلیم کرنے پہ تیار نہ تھا۔ اس نے پورے جھگڑے کو''کچھ سازشیوں'' (اور بالخصوص باکونن کی) کی سازشوں کو زیر کر لیا، جیسا کہ مارکس نے پہلے ہی''رازدارانہ کمیونیکیشن'' میں کہا تھا۔ یہ اُس کے خلاف''طبقات کی برابری'' سے متعلق اور باصل کانگریس کے متعلق پرانے الزامات لایا، اور اس پر نچاییف کے ساتھ مل کر روسی پولیس کے سامنے معصوم لوگوں سے غداری کا ذمہ دار ہونے کا الزام لگایا۔ اس نے اس حقیقت پر بھی ایک خصوصی ٹکڑا وقف کیا کہ اس کے دو حامی بونا پارٹی پولیس کے جاسوس نکلے، ایک ایسی حقیقت جو بلا شبہ باکونن کے لئے حد سے زیادہ ناخوشگوار تھی۔ مگر جنرل کونسل کی بہ نسبت اس کے لئے زیادہ مصالحانہ نہ تھا جب، چند ماہ بعد، وہ اپنے دو حامیوں کے ساتھ اس بدقسمتی سے دوچار ہوا۔ مراسلے نے''نوجوان گلا اوم'' پر بھی جنیوا کے''فیکٹری مزدوروں'' کو اس حقیقت کا معمولی نوٹس لیے بغیر قابلِ نفرت''بورژوازی'' کہہ کر بدنام کرنے کا الزام لگایا کہ جنیوا میں''فیبر یکے'' کے بیچ تعیش ٹریڈ میں بڑی تنخواہوں والے مزدوروں کا ایک سیکشن تھا جس نے بورژوا پارٹیوں کے ساتھ کم و بیش افسوس ناک الیکشن سمجھوتہ بازیاں کی تھیں۔

البتہ اس مراسلے کا سب سے کمزور نکتہ ''آرتھرڈوکسی'' کے الزامات کے خلاف اس کا ''جنرل کونسل'' کا دفاع تھا۔اس نے اس حقیقت کو اپیل کیا کہ لندن کانفرنس نے کسی بھی سیکشن کو فرقہ وارانہ نام رکھنے کی ممانعت کی تھی۔ یہ اس حقیقت کے تناظر میں یقیناً جائز تھا کہ ''انٹرنیشنل'' ٹریڈ یونینوں، کواپریٹوں اور تعلیمی و پروپیگنڈہ ایسوسی ایشنوں کا ایک بہت ہی متنوع ڈھیر تھا، مگر ''جنرل کونسل'' کے مراسلے کی تشریح بہت ہی مباحثہ طلب تھی۔

مراسلے نے اعلان کیا: ''بورژوازی کے خلاف پرولتاریہ کی جدوجہد کا پہلا مرحلہ فرقوں کی بڑھوتری سے مخصوص ہے۔ ان فرقوں کی ایک ایسے وقت موجودگی کا ایک جواز ہے جب پرولتاریہ ایک طبقے کے بطور کام کرنے کے لئے کافی ترقی نہیں کر چکا ہے۔ انفرادی مفکر سماجی تضادات کی تنقید شروع کرتے ہیں اور ان پر جنونی حل کے ذریعے قابو پانے کی کوشش کرتے ہیں جن پر مزدوروں کے انبوھوں سے تسلیم کرنے، پھیلانے اور عمل کرنے کی توقع کی جاتی ہے۔ یہ بات فرقوں کی فطرت میں ہے جو اس طرح کے بانی سربراہوں کے گرد بنتے ہیں کہ وہ الگ تھلگ رہتے ہیں، اور وہ تمام عملی سرگرمیوں، سیاست، ہڑتالوں، ٹریڈ یونین المختصر ہر طرح کی عوامی تحریک سے خود کو لاتعلق رکھتے ہیں۔مزدوروں کی عظیم اکثریت ان کے پروپیگنڈے سے لاتعلق بلکہ مخالف رہی ہے۔ پیرس اور لیون کے مزدور اب مزید سینٹ سائمنوں، فیوریئرسٹوں اور اکارینوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتے تھے۔شروع میں فرقے مزدور طبقے کی تحریک کے لیور ہوا کرتے تھے۔ مگر جونہی یہ تحریک ان سے دوڑ میں آگے گزرتی ہے تو وہ رجعتی اور رکاوٹ بن جاتے ہیں۔اس کی مثالیں فرانس اور انگلینڈ کے فرقے ہیں۔ اور بعد میں جرمنی میں لاسالی لوگ جو سالوں تک پرولتاریہ کی تنظیم کو روکے رکھنے کے بعد بالآخر پولیس کے ہاتھوں کے ہتھیار بن گئے۔اور ایک اور پیراگراف میں سرکلر لاسالیوں کو ''بسمارکی سوشلسٹ'' کہتا ہے۔ جو اپنے پولیس ترجمان ''ڈرنیوے سوشل ڈیموکریٹ'' کے باہر پروشیائی وجرمن سلطنت کا سفید چوغہ پہنتے ہیں۔

اس بات کے کوئی پکے ثبوت نہیں ہیں کہ مارکس نے یہ سرکلر لکھا۔مواد اور اسلوب سے لگتا ہے کہ اینگلز کا اس میں بہت بڑا ہاتھ تھا، مگر فرقہ پرستی کے رول کے بارے میں ٹکڑے ٹکڑے یقیناً

مارکس کی طرف سے ہیں اور یہی خیالات اس کے اپنے معاصر پارٹی دوستوں کے ساتھ خط وکتابت میں ملتے ہیں، جو کہ پہلی بار پرودھون کے خلاف اس کے مناظرے میں فروغ پاگئے۔مجموعی طور پر سوشلسٹ فرقہ بندی کی تاریخی اہمیت موزوں طریقے سے بیان کی گئی ہے، مگر مارکس نے ایک غلطی کی جب اس نے باکونینوں کو (لاسالیوں کی تو بات ہی نہیں) کو اسی برش سے سیاہ کر دیا جس سے کہ فیوریئرسٹوں اور اوونی لوگوں کو۔

کوئی شخص جس طرح چاہے مارکسزم کو ہتک آمیز انداز میں پرکھے اور اسے مزدور طبقے کی تحریک کی ایک بیماری کے بطور دیکھے۔مگر (اور یقیناً آج ہمارے پیچھے نصف صدی کے تجربات کے ساتھ) یہ تصور کرنا ناممکن ہے کہ یہ بیماری باہر سے لگی ہے۔اس کے برعکس، ظاہر ہے کہ یہ ایک ایسی بیماری ہے جس کی طرف مزدور طبقہ ایک قدرتی رجحان دکھاتا ہے اور جو ناموزوں حالات کے بجائے موزوں حالات میں فروغ پاتا ہے۔ایک ایسی غلطی کا حتیٰ کہ 1872ء کے لئے بھی سمجھنا مشکل ہے۔

باکونن ایک مکمل اور دقیانوسی نظام کے ساتھ آگے آنے والا آخری شخص تھا اور مزدوروں سے توقع رکھتا تھا کہ وہ بغیر پس وپیش کے اُس نظام کو تسلیم کریں گے اور اسے عملی بنادیں گے۔خود مارکس یہ بات دہرانے میں کبھی نہ تھکا کہ باکونن تھیورٹیکل معاملات میں صفر تھا۔ اور یہ کہ اُس کا پروگرام دائیں اور بائیں سے جمع کردہ سطحی خیالات کا ایک الم غلم تھا۔

فرقہ واریت کی فیصلہ کن خصوصی، پرولتاری عوامی تحریک کی تمام شکلوں کے ساتھ اُس کی مخاصمت ہے۔مخاصمت اس مفہوم میں کہ فرقہ واریت ایک ایسی تحریک کے کسی کام کی نہیں اور اس طرح کی تحریک فرقہ واریت کے کسی کام کی نہیں۔اگر یہ سچ بھی ہوتا کہ باکونن صرف اپنے مقاصد کی خاطر ''انٹرنیشنل'' کا کنٹرول حاصل کرنا چاہتا تھا، تب بھی وہ ثابت کرتا کہ ایک انقلابی کے بطور وہ عوام الناس پہ بھروسہ کرتا تھا۔ حالانکہ مارکس کے خلاف اس کی جدوجہد غیر معمولی تلخی کے ساتھ فروغ پاگئی مگر وہ ہمیشہ (عملی طور پر آخر تک) اس بات کو مارکس کا لافانی خدمت تصور کرتا تھا کہ ''انٹرنیشنل'' میں اس نے ایک پرولتاری عوامی تحریک کے لئے ایک فریم ورک تخلیق کیا تھا۔ان دونوں کے درمیان اختلافات داؤ پیچ پر تھے جو اس عوامی تحریک نے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے لازماً

اپنانے تھے۔اس سے قطع نظر کہ باکونن کے خیالات کتنے ہی غلط تھے وہ بلا شبہ فرقہ واریت سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے۔

اور پھر لاسالی لوگ! 1872ء میں وہ یقیناً مکمل طور پر سوشلسٹ اصولوں کی سطح تک نہ تھے۔مگر وہ یورپ میں ہر دوسری معاصر مزدور طبقے کی پارٹی سے برتر تھے، تھیورٹیکل بصیرت میں بھی اور تنظیمی قوت میں بھی۔ ماسوائے آئز ناخ گروہ کے جس کے سب سے بڑے دانشورانہ منابع ابھی تک لاسال کی مقبول تحریریں تھیں۔ لاسال نے اپنی ایجی ٹیشن کو پرولتاری طبقاتی جدوجہد کی وسیع بنیاد پر تعمیر کیا۔ یوں اس نے فرقہ واریت کے کسی بھی امکان کو باہر کر دیا۔اس کا جانشیں شوِٹزر پرولتاریہ کی سیاسی وسماجی جدوجہد کی دیرپائی اور استحکام کا اس قدر قائل تھا کہ اس نے لبخت سے ''پارلیمنٹریزم'' کی ڈانٹ حاصل کی۔ یہ سچ ہے کہ شوِٹزر نے اپنی بدقسمتی میں ٹریڈ یونین مسئلے پر مارکس کے اقتباسات کو نظر انداز کر دیا مگر جب ''جنرل کونسل'' کا سرکلر لکھا گیا تو وہ برسوں تک تحریک سے باہر رہا تھا۔جب کہ لاسالیوں نے اس معاملے میں اپنی غلطیاں پہلے ہی شروع کر دی تھیں۔مثال کے طور پر برلن میں تعمیراتی مزدوروں کی ہڑتالوں میں۔انھوں نے جنگ سے پیدا کردہ اپنے ایجی ٹیشن کی مختصر رکاوٹ پر قابو پالیا تھا اور مزدور بڑھتی ہوئی تعداد میں ان کی صفوں میں بہتے ہوئے آنے لگے۔

سرکلر کی طرف سے لاسالیوں پر کئے گئے حملوں پر بالخصوص زور دینا ضروری نہیں ہے اس لئے کہ مارکس لاسال اور لاسال سے متعلق ہر چیز کے خلاف ایک نا قابلِ عبور نفرت رکھتا تھا۔مگر وہ تعلق جس میں یہ حملے کئے گئے تھے انہیں ایک خاص اہمیت دے چکے۔وہ ''انٹرنیشنل'' کی تحلیل کے لئے اصل وجہ پر ایک واضح روشنی ڈالتے تھے، اس نا قابلِ حل تضاد پر جو پیرس کمیون کی شکست کے بعد عظیم ایسوسی ایشن میں فروغ پا چکا تھا۔کمیون کی شکست کے بعد ساری رجعتی دنیا نے ''انٹرنیشنل'' کے خلاف اپنی قوتیں متحرک کر دیں اور واحد راستہ جس میں ثانی الذکر اپنا دفاع کرنے کی امید رکھ سکتا تھا وہ تھا اپنی قوتوں کو مزید زیادہ مضبوطی سے مرکزیت دینا۔ البتہ کمیون کی شکست نے سیاسی جدوجہد کی ضرورت کو ثابت کر دیا۔اور یہ جدوجہد بین الاقوامی تعلقات کو کھوئے بغیر ناممکن تھی اس

لئے کہ یہ صرف قومی سرحدوں کے اندر جاری رکھی جا سکتی تھی۔آخری نتیجے میں سیاسی پرہیز کا مطالبہ (خواہ یہ کتنا ہی مبالغہ آمیز بنا دیا گیا تھا) بورژوا پارلیمنٹیریزم کے جال کے قابلِ جواز بداعتمادی سے ابھرا، ایک ایسی بداعتمادی جس کا اظہار 1869ء میں لبخت کی مشہور تقریر کے اندر اپنی تندترین صورت میں کیا گیا تھا۔اسی طریقے سے ''جنرل کونسل'' کی آمریت پر اعتراض جو کہ پیرس کمیون کی شکست کے بعد آخری نتیجے میں ابھرا اور تمام مبالغوں سے ہٹ کر تقریباً سب ممالک میں ابھرا تھا۔ کم وبیش اس واضح تصور سے کہ ایک قومی مزدور طبقے کی پارٹی کی راہنمائی اس کے وجود کے اندر کے سارے حالات کو کرنی چاہیے خود اس ملک کے اندر جس کا کہ وہ ایک حصہ ہے۔ یہ کہ وہ ان حالات کے اوپر سے اتنی بڑی چھلانگ نہیں لگا سکتی جتنی کہ ایک شخص اپنے سائے کے اوپر سے۔اور یہ کہ دوسرے لفظوں میں تحریک کی بیرون ملک سے سربراہی کرنا ناممکن تھا۔گو کہ مارکس نے ''انٹرنیشنل'' کے قوانین میں پہلے ہی اشارہ کیا تھا کہ مزدور طبقے کی سیاسی اور سماجی جدوجہدیں باہم اٹوٹ انداز میں بندھی ہیں، عمل میں اس نے ہمیشہ مزدوروں کے ان سماجی مطالبات سے شروع کیا جو کہ ایک سرمایہ دارانہ طرزِ پیداوار کے ساتھ سارے ممالک میں مشترک تھے۔اور اس نے سیاسی مسائل کو صرف اس وقت چھوا جب وہ ایسے سماجی مطالبات سے منتج ہوئے۔ جیسے کہ کام کے دن کی قانونی مختصری کے لئے مطالبہ۔ اصل اور بلا واسطہ مفہوم میں سیاسی معاملات مثال کے طور پر ریاست کے آئین سے متعلق سوالات، اور لہٰذا ہر ملک میں مختلف، اس نے انہیں ایک ایسے وقت تک چھوڑنے کو ترجیح دی جب تک ''انٹرنیشنل'' کی طرف سے پرولتاریہ کو واضح تر انداز میں ایجوکیٹ کیا جائے۔ یہ اس لحاظ سے تھا کہ اُس نے لاسال کو سختی سے ڈانٹ دیا تھا کیوں کہ ثانی الذکر نے اپنی ایجی ٹیشن کو ایک خاص ملک میں اپنایا تھا۔

یہ کہا جاتا رہا ہے کہ مارکس اس شرط کو بہت دیر تک برقرار رکھتا، مگر یہ حقیقت کہ پیرس کمیون کی شکست اور باکونن کے ایجی ٹیشن نے اس پر سیاسی سوال مسلط کر دیا۔ یہ آسانی سے ممکن بلکہ اغلب ہے، مگر اپنے کردار کی مطابقت میں مارکس نے فوری طور پر وہ جدوجہد شروع کی جس کا اسے چیلنج کیا گیا۔البتہ، وہ یہ جاننے میں ناکام ہوا کہ جس مسئلے سے وہ دوچار ہے وہ ''انٹرنیشنل''

کے قوانین کے فریم ورک کے اندر رہ کر حل نہیں کیا جا سکتا، اور یہ کہ اپنے بیرونی دشمنوں کے خلاف جدوجہد کے لئے ''انٹرنیشنل'' جتنا زیادہ اپنی قوتوں کو مرکزانے کی کوشش کرتی، اتنی ہی جلد وہ اندرونی طور پر تحلیل میں مبتلا ہوتی۔ اس حقیقت نے کہ ''جنرل کونسل'' کا رہنما دماغ سب سے زیادہ ترقی یافتہ مزدور طبقے کی پارٹی کو، (اُس کے اپنے نکتہ نظر سے سب سے زیادہ ترقی یافتہ، اور وہ اُس کے اپنے ملک میں) ایک ضمیر فروش پولیس ہتھیار سمجھتا تھا، یہ ثبوت فراہم کیا کہ ''انٹرنیشنل'' کا تاریخی ماتمی دھن بجنا بچ گیا ہے۔

البتہ، صرف یہ واحد ثبوت نہ تھا۔ جہاں کہیں بھی قومی ورکرز پارٹیاں قائم ہوئیں، ''انٹرنیشنل'' ٹوٹنا شروع ہوئی۔ شوٹزر کو ''انٹرنیشنل'' کی طرف مبینہ کم توجہ پر لبخت کی کتنی شدید جھڑکیاں سہنی نہ پڑیں! مگر جب لبخت نے خود کو آئزناخ گروہ کا سربراہ پایا تو اسے یہی جھڑکیاں اینگلز کی طرف سے سہنی پڑیں، اور اس نے اُن کا جواب اسی طرح دیا جس طرح کہ شوٹزر نے دیا تھا، یعنی جرمن کمبی نیشن قوانین کو اپیل کرتے ہوئے: ''میں اس وقت اس سوال پر ہماری تنظیم کے وجود کو خطرے میں ڈالنے کا خواب نہیں دیکھ سکتا''۔ اگر بدقسمت شوٹزر کبھی بھی اس طرح کی سرکش زبان استعمال کرتا (اس نے ایسا کبھی نہ کیا) تو ''درزیوں کے بادشاہ'' (اسے یہی نام دیا گیا تھا) جو ''خود اپنی پارٹی'' رکھنے پر اصرار کرتا تھا، کو بہت کچھ سہنا پڑتا۔

آئزناخ گروہ کے بننے سے جنیوا میں ''جرمن زبان سیکشن پر پہلی ضرب لگ گئی، اور ''انٹرنیشنل'' کی اس قدیم ترین اور مضبوط ترین تنظیم پر براعظم میں آخری ضرب 1871ء میں سوئس ورکرز پارٹی کے قیام نے لگائی۔ سال کے آخر میں بیکر ''درور بوٹے'' کی اشاعت بند کرنے پر مجبور ہوا۔

1872ء تک مارکس اور اینگلز نے صورتحال کے اصل وجوہات نہ جانے اور انہوں نے خود اپنی خدمات اس وقت کم کر دیں جب انہوں نے اطمینان کر لیا کہ ''انٹرنیشنل'' ایک واحد ڈیماگاگ کی سازشوں کے نتیجے میں زوال پذیر ہوا، گو کہ حقیقت میں یہ ایک عظیم تاریخی فریضے (جو کہ اب اس سے بہت زیادہ بڑھ چکا تھا) کے اپنے حصے کی تکمیل کے بعد پورے وقار کے ساتھ میدان سے ریٹائر ہو سکتا تھا۔ آج کے انارکسٹوں کا اس بات پہ ساتھ دینا ہوگا جب وہ یہ اعلان کرتے ہیں کہ اس سے

زیادہ کوئی غیر مارکسی بات نہیں ہے کہ ایک غیر معمولی بدخواہ فرد، ایک ''بہت خطرناک سازشی'' نے ''انٹرنیشنل'' جیسی ایک پرولتاری تنظیم کو تباہ کیا ہوگا۔ اُن آرتھوڈاکس ماننے والوں میں حصہ دار نہیں بنا جا سکتا جن کی کھال میں اس تجویز پر دہشت سے سنسنی ہونے لگتی ہے کہ مارکس اور اینگلز نے اکثر اپنے I's کو چھوٹا نہیں کیا اور اپنے T's کو عبور کیا۔ اگر مارکس اور اینگلز آج زندہ ہوتے تو یقیناً اُن کے پاس اس تجویز کے لئے کاٹ ڈالنے والی توہین کے علاوہ کچھ نہ ہوتا کہ وہ ناترس تنقید جو کہ ان کا تیز ترین ہتھیار تھی، اُن کے اپنے خلاف کبھی بھی نہیں مڑنی چاہیے۔

اُن کی عظمت اس حقیقت میں نہیں ہے کہ انہوں نے کبھی غلطی نہیں کی بلکہ اس حقیقت میں ہے کہ جب بھی انہیں اپنی غلطی کا پتہ چلا انہوں نے ایک لمحے کے لئے بھی اس پر اڑے رہنے کی کوشش نہ کی۔ 1874ء میں اینگلز نے تسلیم کیا کہ ''انٹرنیشنل'' اپنے وقتِ مقررہ سے زیادہ زندہ رہی۔ ''مزدور طبقے کی تحریک کی ایک عمومی شکست جس طرح کی کہ وہ 1849ء سے 1864ء تک میں مبتلا رہی پرانی انٹرنیشنل کے خطوط پر (سارے ممالک میں ساری پرولتاری پارٹیوں کے ایک الائنس) ایک نئی انٹرنیشنل کے وجود میں آنے سے پہلے ضروری ہوگی۔ اس وقت پرولتاری دنیا بہت بڑی ہے اور بہت پھیلی ہوئی ہے۔ اس نے اس حقیقت سے اپنی تشفی کر دی کہ دس سال تک ''انٹرنیشنل''، مستقبل کے مفادات میں یورپی تاریخ پر چھائی رہی اور یہ کہ یہ اپنے کام پر فخر کے ساتھ پیچھے دیکھ سکتی ہے۔

1878ء میں مارکس نے ایک انگریزی رسالے میں اِس بات پر حملہ کیا کہ ''انٹرنیشنل'' ایک ناکامی تھی اور اب مر چکی ہے: دراصل جرمنی، سوئٹزرلینڈ، ڈنمارک، پرتگال، اٹلی، بلجیم، ہالینڈ اور شمالی امریکہ میں سوشل ڈیموکریٹک ورکرز پارٹیاں کم و بیش قومی سرحدوں کے اندر منظم ہوئیں، اتنی ہی زیادہ انٹرنیشنل گروپس کی نمائندگی کرتی ہیں۔ وہ اب مزید مختلف ممالک میں الگ تھلگ موجود اور گردونواح میں ایک ''جنرل کونسل'' سے اکٹھی رکھی ہوئی یک وتنہا سیکشنوں کی نمائندگی نہیں کرتیں بلکہ مزدور طبقہ خود مستقل، سرگرم اور بلا واسطہ رابطے میں ہے، جسے تبادلۂ خیالات، باہمی مدد اور مشترکہ مقاصد اکٹھا رکھتے ہیں............ لہٰذا مرنا تو دور کی بات، ''انٹرنیشنل'' ایک مرحلے سے دوسرے اور بلند مرحلے تک بڑھوتری کر گئی جس میں اس کے ابتدائی رجحانات میں سے بہت سارے

پہلے ہی پورے ہو چکے ہیں۔ اس مستقل بڑھوتری کے دوران اس سے قبل کہ اس کی تاریخ کا آخری باب لکھا جائے، یہ بہت سی تبدیلیاں دیکھے گی''۔ ان سطروں میں مارکس نے ایک بار پھر اپنی پیغمبرانہ بصیرت دکھا دی۔ ایک ایسے وقت جب قومی مزدور طبقے کی پارٹیاں محض ابھی بن رہی تھیں، اور نئی ''انٹرنیشنل'' بننے سے ایک دہائی قبل، اس نے اس کی تاریخی کردار کی پیش بینی کی۔ مگر اس نے اس دوسری شکل کو بھی کوئی حتمی مستقلی عطا نہ کی۔ اس نے صرف ایک چیز یقینی بتا دی کہ نئی زندگی لگا تار پرانے کی راکھ سے ابھرے گی جب تک کہ عمر کی روح خود کی تکمیل کر چکی ہو۔

8- ہیگ کانگریس

5 مارچ کو جاری کیے جانے والے ''جنرل کونسل'' کے سرکلر نے ستمبر کے شروع میں سالانہ کانگریس کے انعقاد کا اعلان کیا، اور اسی دوران مارکس اور اینگلز نے تجویز دینے کا فیصلہ کیا کہ ''جنرل کونسل'' کا مرکز نیو یارک منتقل ہونا چاہیے۔

اس تجویز کی ضرورت اور فوائد، اور اس تجویز کے پیچھے وجوہات کے بارے میں بہت سے جھگڑے ہوئے۔ اسے ''انٹرنیشنل'' کی فرسٹ کلاس تدفین کے بطور لیا گیا۔ مارکس نے اس حقیقت پر پردہ ڈالنا چاہا کہ ''انٹرنیشنل'' مایوس کن طور پر ختم ہو چکی تھی۔ البتہ، یہ خیال اس حقیقت کی مخالفت میں ہے کہ مارکس و اینگلز دونوں ساری ممکنہ توانائی کے ساتھ ''انٹرنیشنل'' کی مدد جاری رکھے ہوئے تھے اور ''جنرل کونسل'' نیو یارک منتقلی کے بعد بھی اسے زندہ رکھنے کی اپنی سی کوششیں کرتے رہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ مارکس ''انٹرنیشنل'' کی طرف سے اپنی سرگرمیوں سے تھک چکا تھا اور خود کو اپنے سائنسی کام میں بغیر خلل کے وقف کرنے کا خواہش مند تھا، اور اس خیال نے 27 مئی 1827ء کو اینگلز کی طرف سے لیبخنت کو لکھے گئے خط میں بڑی حمایت پائی۔ وہ ''جنرل کونسل'' کو مکمل طور پر ختم کرنے کی ایک بلجیم تجویز کا حوالہ دیتا ہے اور اضافہ کرتا ہے: ''جہاں تک ہمارا تعلق ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ نہ مارکس اور نہ ہی میں دوبارہ کسی صورت میں اس کے ممبر بنیں گے۔ جس طرح کی صورتحال اب ہے ہمارے پاس اپنا کام کرنے کے لئے کوئی وقت ہی نہیں

ہے، اور اس صورتحال کو لازمی رک جانا چاہیے''۔ بہرحال، یہ غصے کے ایک لمحے میں ادا کیے ہوئے جلتے چلاتے والے فقرے سے زیادہ نہ تھا۔ اگر مارکس اور اینگلز ''جنرل کونسل'' میں دوبارہ منتخب ہونے سے انکار بھی کرتے تب بھی یہ اسے نیو یارک منتقل کرنے کی وجہ نہ تھی۔ جبکہ مارکس نے ایک ایسے وقت تک اپنے سائنسی کام کے مقابلے میں ''انٹرنیشنل'' کو نظر انداز کرنے سے بار بار انکار کیا جب تک کہ یہ حفاظت کے صحیح خطوط پر چل پڑتی۔ لہٰذا یہ بالکل نہیں لگتا تھا کہ اس سبب سے مارکس کے پاس ''انٹرنیشنل'' کو اُس کی بقا کے شدید ترین بحران کے دوران اسے ترک کرنے کا خیال آیا تھا۔

ہم شاید 29 جولائی کو کُوگلمین کو لکھے گئے اُس کے ایک خط سے سچ کے قریب تر پہنچیں:

''بین الاقوامی کانگریس (ہیگ' 2 ستمبر کو شروع ہوتا ہے) ''انٹرنیشنل'' کے لئے زندگی اور موت کا معاملہ ہوگی اور میں دستبردار ہونے سے قبل کم از کم اسے تحلیلی توتوں سے بچانا چاہتا ہوں''۔ ''تحلیلی قوتوں'' سے ''انٹرنیشنل'' کو بچانے کے مارکس کے منصوبے کا ایک حصہ ''جنرل کونسل'' کو لندن سے منتقل کرنا تھا، جہاں یہ روز بروز مخالفتوں میں مبتلا ہو رہی تھی۔ ''جنرل کونسل'' میں باکونی رجحانات کی بالکل بھی نمائندگی نہیں ہو رہی تھی، یا زیادہ سے زیادہ ان کی اس قدر کمزوری سے نمائندگی ہو رہی تھی کہ اُن کی طرف سے کوئی خطرہ نہ تھا، مگر اس کے جرمن، انگریز اور فرانسیسی ممبروں میں ایسی کنفیوژن تھی کہ یہ مستقل جھگڑوں سے نمٹنے کے لئے ایک خصوصی ذیلی کمیٹی بنانے پر مجبور ہوئی۔

مارکس اور ''جنرل کونسل'' کے دو ممبروں کے درمیان ایک کشیدگی پیدا ہوئی جو کہ سالہا سال سے اس کے سب سے وفادار اور اہل مددگار رہے تھے، یعنی ایکاریئس اور جنگ۔ بلاشبہ، مئی 1872ء میں مارکس اور ایکاریئس کے بیچ ایک یقینی علیحدگی آ گئی۔ ایکاریئس نے، ایک بہت ہی بری صورتحال میں رہتے ہوئے، نوٹس دیا کہ وہ ''انٹرنیشنل'' کے جنرل سیکرٹری کا عہدہ چھوڑ رہا ہے، اس لئے کہ وہ خود کو ناگزیر سمجھتا تھا اور اپنی 15 شلنگ والی منکسر ہفتہ وار تنخواہ کو دگنا کرنا چاہتا تھا۔ بہرحال انگریز جون ہیلز اس کے عہدے پر منتخب ہوا، اور ایکاریئس نے اس کا ذمہ دار مارکس کو قرار دیا۔ حالانکہ اصل میں مارکس نے ہمیشہ اُس انگریز کے مقابلے میں اُس کی حمایت کی تھی۔ دوسری طرف، مارکس نے اکثر بورژوا پریس میں ''انٹرنیشنل'' کے اندرونی معاملات کے بارے میں پھیری

لگا لگا کر اطلاع پھیلانے کے لئے ایکاریئس کو ملامت کیا تھا، اور بالخصوص لندن میں ''انٹرنیشنل'' کے پرائیویٹ کانفرنس سے متعلق خصوصی اطلاع پر۔ جنگ نے اپنے اور مارکس کے بیچ کشیدگی کے لئے اینگلز اور اینگلز کے آمرانہ طرز کو ذمہ دار قرار دیا، اور اس میں کچھ سچائی بھی ہو سکتی تھی، اس لئے کہ، چونکہ مارکس کو اینگلز کے ساتھ روزانہ رابطے کا موقع میسر تھا، تو یہ ممکن ہے کہ بغیر کسی برے ارادوں کے، وہ ایکاریئس اور جنگ سے اُس طرح بار بار مشورے نہیں لیتا تھا جتنا کہ وہ پہلے کیا کرتا تھا۔ دوسری طرف ''دی جنرل'' (اس حلقے میں اینگلز کو اسی عرفی نام سے یاد کیا جاتا تھا) نے یک دم ایک فوجی انداز اپنایا (حتیٰ کہ اس کے بہترین دوست بھی اس بات کی گواہی دیتے تھے) اور جب ''جنرل کونسل'' کی میٹنگوں میں صدارت کرنے کی اس کی باری آتی تھی، تو ممبران عموماً چیخنے چلانے کے لئے تیار ہوتے تھے۔

جس وقت ہیلز جنرل سیکرٹری منتخب ہوا تو اُس کے اور ایکاریئس کے بیچ ایک مہلک دشمنی پیدا ہوئی، جس میں ایکاریئس کو انگریز ممبروں کے ایک حلقے کی حمایت حاصل تھی۔ اس کے برعکس، جب ایک انگلش فیڈریشن (جو کہ لندن کانفرنس کے فیصلوں کی مطابقت میں قائم ہوئی) نے اپنی پہلی کانگریس 21 اور 22 جولائی کو ناٹنگھم میں منعقد کی تو ہیلز نے حاضر 21 مندوبین کے سامنے تجویز رکھ دی کہ فیڈریشن کو دوسری فیڈریشنوں کے ساتھ ''جنرل کونسل'' کے توسط سے نہیں بلکہ براہِ راست رابطہ قائم کرنا چاہیے، اور یہ کہ ''انٹرنیشنل'' کی اگلی کانگریس میں نئی فیڈریشن کو ''جنرل کونسل'' کی اتھارٹی کم کرنے کی غرض سے ''انٹرنیشنل کے قوانین'' میں تبدیلی کی حمایت کرنی چاہیے۔ یہ سارا کچھ ''خطرے میں پڑی فیڈریشنوں کی خودمختاری'' کے باکونی نعرے کی مطابقت میں تھا۔ ہیلز نے دوسری تجویز واپس لی، مگر پہلی تجویز منظور کی گئی۔ کانگریس نے باکونی پروگرام کی طرف کوئی جھکاؤ نہ دکھایا، مگر اس نے انگلش ریڈیکلزم کی طرف بالکل جھکاؤ دکھایا۔ مثال کے طور پر یہ زمین کی مشترکہ ملکیت کے حق میں تھی مگر سارے ذرائع پیداوار کے نہیں، جس کی ہیلز بھی حمایت کرتا تھا۔ ہیلز ''جنرل کونسل'' کے خلاف کھلے عام سازش کرتا تھا اور اگست میں وہ اُسے اُس کے عہدے سے برطرف کرنے پر مجبور ہوگئی۔

بلانکسٹ رجحان ''جنرل کونسل'' کے فرانسیسی ممبروں میں نمایاں تھا۔ درپیش دو بڑے سوالات میں (سیاسی سرگرمی کا سوال، اور سخت مرکزیت کا سوال) بلانکی لوگ مکمل طور پر قابلِ اعتماد تھے، مگر انقلابی کودتاؤں کے لئے ان کی بنیادی ترجیح کے سبب وہ موجودہ صورتحال میں مزید بڑا خطرہ بن گئے تھے، جب یورپی رجعت ''انٹرنیشنل'' کے خلاف اپنی پوری زور آور طاقت لگانے کے لئے محض ایک بہانے کا انتظار کر رہی تھی۔ دراصل، مارکس کی پریشانی کہ کہیں بلانکی لوگ ''جنرل کونسل'' پر کنٹرول حاصل نہ کریں شاید اس کی اس تجویز کا وہ مضبوط ترین محرک تھا کہ کونسل کو لندن سے نیویارک منتقل کیا جائے جہاں اس کی بین الاقوامی ساخت ممکن بنائی جا سکے گی اور اس کے آرکائیوز کی حفاظت یقینی ہوگی، ایک ایسی چیز جو براعظم میں کسی اور جگہ ممکن نہ تھی۔

ہیگ کانگریس کے اندر (جو کہ 2 سے 7 ستمبر تک رہی) 61 مندوبین میں جرمن اور فرانسیسیوں کی بھاری نمائندگی کے طفیل مارکس کے پاس ایک یقینی اکثریت موجود تھی۔ اس کے مخالفین نے اس پر مصنوعی طور پر یہ اکثریت بنانے کا الزام لگایا، مگر جہاں تک مندوبین کے مینڈیٹ کی اصلیت کا تعلق ہے یہ الزام بالکل بے بنیاد ہے۔ گو کہ کانگریس نے مینڈیٹوں کے معائنے میں اپنا آدھا وقت صرف کیا، اُس سب کو سوائے ایک کے منظور کیا گیا۔ البتہ یہ سچ ہے کہ جون میں مارکس نے امریکہ لکھا تھا اور فرانسیسی اور جرمن ممبروں کے مینڈیٹ بھیجنے کا کہا تھا۔ کچھ مندوبین نے خود اپنے ممالک کے بجائے دوسرے ممالک میں سیکشنوں کی نمائندگی کی۔ دوسروں نے پولیس کے ہاتھ لگنے کے لئے اپنے اصلی نام چھپا لیے، یا اسی سبب سے اُن سیکشنوں کے نام چھپا دیے جن کی وہ نمائندگی کر رہے تھے۔ یہ بات مختلف ممالک کی نمائندگی سے متعلق کانگریس پہ مختلف رپورٹوں میں دیئے گئے اعداد و شمار میں موجود وسیع تفاوت کی وضاحت کرتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جرمن تنظیموں کی نمائندگی کے لئے صرف آٹھ مندوبین موجود تھے: برنہارڈ بیکر (برونسوک)، کیونو (سٹٹگارٹ)، ڈیٹزجن (ڈریسڈن)، کُوگلمین (سیلی)، ملکے (برلن)، رِٹن گھاسن (میونخ)، سچو (ووٹمبرگ) اور شوماخر (سولنگن)۔ مارکس جو کہ ''جنرل کونسل'' کا ایک نمائندہ تھا، وہ نیویارک، لپزگ اور مے ینس میں ایک ایک مینڈیٹ بھی رکھتا تھا، جبکہ اینگلز کے پاس

نیو یارک اور بریسلاؤ کا ایک ایک مینڈیٹ تھا۔ لپزگ کے ہیپنر کے پاس بھی نیو یارک کا ایک مینڈیٹ تھا، جبکہ برلن کے فریڈ لانڈر کے پاس زیورچ سے ایک مینڈیٹ تھا۔ جرمن ناموں کے ساتھ دوسرے مندوبین ویٹر اور سوان دراصل فرانسیسی تھے اور اُن کے اصل نام ہیڈی غم اور ڈینٹراگس تھے۔ وہ دونوں مشکوک لوگ تھے اور ہیگ کانگریس میں ہیڈی غم پہلے ہی ایک بونا پارٹی جاسوس تھا۔ فرانسیسی مندوبین میں سے وہ جو کمیون تارکین وطن تھے کانگریس میں اپنے اصلی ناموں کے ساتھ نمودار ہوئے۔ فرینکل اور لانگوئٹ نے مارکس کی حمایت کی۔ گو کہ رانوئیر، ویلنٹ اور دوسرے بلانکی تھے، مگر اُن کے مینڈیٹوں کا منبع کم وبیش لازمی طور پر اندھیرے میں رکھا گیا۔ ''جنرل کونسل'' میں دو انگریزوں (روش اور سیکسٹن)، ایک پول (وروبلیوسکی)، تین فرانسیسیوں (سیریلئر، کاؤرنیٹ اور ڈوپونٹ) اور خود مارکس نے نمائندگی کی۔ لندن میں ''کمیونسٹ ورکرز ایسوسی ایشن'' کی نمائندگی لیسنر نے کی۔ ''برطانوی فیڈرل کونسل'' نے ایکاریس اور ہیلز کے بشمول چار مندوب بھیجے، جنہوں نے ہیگ میں باکونینوں سے تفریحاً معاشقہ کرنا شروع کیا۔

اٹلی کے باکونینوں نے کانگریس میں کوئی نمائندہ نہ بھیجا۔ اگست میں رِمی کے اندر منعقد ہونے والی ایک کانگرنس میں انہوں نے ''جنرل کونس'' سے رشتے توڑ دیے تھے۔ لافارگ کو چھوڑ کر باقی پانچ ہسپانوی مندوب باکونی تھے، اسی طرح بلجیم کے آٹھ اور چار ڈچ نمائندے۔ جُورا فیڈریشن نے گلا اوم اور شوئٹر گوبل کو بھیجا جبکہ جنیوا بیکر کے ساتھ وفادار رہا۔ امریکہ سے چار مندوب آئے: سرج، بیکر کی طرح مارکس کے وفادار ترین حامیوں میں سے تھا، ڈیریورے ایک سابقہ کمیون کا ممبر اور بلانکی تھا، اور تیسرا مندوب ایک باکونی تھا جبکہ چوتھا مینڈیٹ وہ واحد شخص تھا جسے کانگریس نے پہچاننے سے انکار کر دیا۔ ڈنمارک، آسٹریا، ہنگری اور آسٹریلیا ہر ایک سے ایک ایک مندوب آیا۔

حتیٰ کہ مینڈیٹوں کی ابتدائی جانچ پڑتال کے دوران طوفانی مناظر وقوع پذیر ہوئے، جو کہ تین دن تک چلا۔ لافارگ کے ہسپانوی مینڈیٹ کی شدید مخالفت کی گئی، مگر بالآخر اسے چند ایک غیر حاضروں کی جگہ پر تسلیم کیا گیا۔ لندن میں رہنے والے ایک ممبر کو شکاگو سیکشنوں میں سے ایک کا مینڈیٹ دینے پر بحث کے دوران ''انگلش فیڈرل کونسل'' کے ایک نمائندے نے اعتراض کیا

کہ وہ ممبر مزدوروں کا کوئی تسلیم شدہ لیڈر نہیں ہے۔ جس پہ مارکس نے جواب دیا کہ یہ اس کے برعکس ایک اعزاز ہے کہ انگلش ورکرز کا لیڈر نہ ہوا جائے، اس لئے کہ اُن کی اکثریت نے خود کو لبرلوں کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے۔ مینڈیٹ پکا کر دیا گیا، مگر اس تبصرے نے دشمنی کے جذبات پیدا کیے، اور اسے کانگریس کے بعد ہیلز اور اس کے دوستوں نے مارکس کے خلاف زور شور سے استعمال کیا۔ مارکس اپنے اعمال پر اکثر کھڑا ہوتا تھا اور وہ نہ تو اس تبصرے پہ پشیمان ہوا نہ ہی اسے واپس لیا۔ مینڈیٹوں کی جانچ پڑتال کے بعد باکونن سے متعلق کئی مراسلوں کی ابتدائی چھان بین کے لئے ایک 5 رکنی کمیٹی کے حوالے کیا گیا۔ اس کمیٹی میں اُن مندوبین کو منتخب کیا گیا جن کو ''الائنس'' سے متعلق جھگڑے سے بہت کم تعلق تھا۔ جرمن کیونو چیئرمین تھا اور اس کے دیگر ممبروں کے نام تھے: فرانسیسی لیوکین، وبچرڈ اور ویٹر ہیڈی غم، اور بلجیم کا سپلنگارڈ۔

کانگریس کا اصل کام کہیں جا کر چوتھے دن ''جنرل کونسل'' کی رپورٹ کے پڑھے جانے کے ساتھ شروع ہوا۔ اسے مارکس نے لکھا تھا۔ اسی نے اُسے جرمن میں پڑھا، سیکسٹن نے انگریزی میں، لانگوئٹ نے فرانسیسی میں، اور ایبلیے نے فلیمش زبان میں پڑھا۔ رپورٹ نے تشدد کے سارے اقدامات کی مذمت کی جو کہ بونا پارٹی رائے شماری کے وقت سے ''انٹرنیشنل'' کے خلاف کیے گئے، پیرس کمیون کے کچلنے کو، تھیئرز اور فاورے کی کمینگیوں کو، فرنچ عدالت کی بدنامیوں کو، اور جرمنی میں غداری کے مقدموں کی مذمت کی، حتیٰ کہ انگریز حکومت کو آئرلینڈ کے سیکشنوں کے خلاف اُس کی گئی دہشت گردی کے خلاف اور ایسوسی ایشن کی شاخوں سے متعلق اپنے سفارتخانوں کے ذریعے کی گئی تحقیقات کرنے کے خلاف سرزنش کی گئی۔ حکومتوں کی شدید مہم مہذب دنیا کی ساری قوتوں کے ساتھ جاری کردہ دروغ گوئیوں کی ایک شدید مہم کے ساتھ جاری کر دی گئی تھی، ''انٹرنیشنل'' پر تہمتوں، ہیجان انگیز ٹیلیگراموں اور عوامی کاغذات کی توہین آمیز غلط بیانیوں کی بوچھاڑ کر دی گئی جیسے کہ دوزخی تہمت کا شاہکار (وہ مراسلہ جس نے شکاگو کی بہت بڑی آگ کو ''انٹرنیشنل'' کا کام جتایا)۔ رپورٹ نے اعلان کیا کہ یہ حیرت تھی کہ جس طوفان نے ویسٹ انڈیز کو تباہ کر دیا تھا اسے بھی اسی کے کھاتے میں کیونکر نہیں ڈالا گیا۔ اس وحشی اور لاپرواہ مہم کے خلاف ''جنرل کونسل'' کی رپورٹ نے ''انٹرنیشنل'' کی کی گئی

مستقل مزاج ترقی کو خلاصہ کیا: ہالینڈ، ڈنمارک، پرتگال، آئرلینڈ اور سکاٹ لینڈ کے اندر اس کا اثر و نفوذ، اور امریکہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور بیونس آئرس میں اس کی بڑھوتری۔تالیوں کے ساتھ رپورٹ کی منظوری دی گئی، اور بلجیم کے مندوب کی تحریک پر کانگریس نے نجات کے لئے پرولتاری جدوجہد کے شکار سارے لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور اس کی تعریف کو اپنے ریکارڈ پر رکھا۔

پھر ''جنرل کونسل'' پر بحث شروع ہوئی۔ لافارگ اور سرج نے طبقاتی جدوجہد کی بنیاد پر اس کے وجود کو جائز قرار دیا: سرمایہ داری کے خلاف مزدور طبقے کی روزانہ کی جدوجہد ایک مرکزی تنظیم کے بغیر موثر طور پر نہیں چلائی جا سکتی۔ اگر کسی ''جنرل کونسل'' کا وجود نہ ہوتا تو ایک کا پیدا کیا جانا ضروری ہوتا۔مخالفت کے لئے اہم ترین مقرر گلا اوم تھا جس نے خط و کتابت اور اعداد و شمار کے لئے اور کسی طرح کی اتھارٹی کے بغیر بطور ایک مرکزی دفتر کے کسی ''جنرل کونسل'' کی ضرورت سے انکار کیا۔''انٹرنیشنل'' یقینی سیاسی و سماجی تھیوری کے حامل کسی چالاک آدمی کی ایجاد نہیں تھا، بلکہ جورا نمائندگان کی رائے میں یہ مزدور طبقے کے وجود کی شرائط سے زیادہ پھیل چکا تھا اور یہ شرائط مزدور طبقے کی کوششوں کے اتحاد کے لئے کافی ضمانت مہیا کرتی تھیں۔

بحث، کانگریس کے پانچویں دن بند دروازوں کے پیچھے ختم ہوئی بالکل اسی طرح جیسے مینڈیٹوں پر بحث بھی بند دروازوں کے پیچھے ہوئی تھی۔ ایک لمبی تقریر میں مارکس نے نہ صرف یہ مطالبہ کیا کہ ''جنرل کونسل'' کے سابقہ اختیارات جاری رکھے جائیں بلکہ انہیں مزید بڑھایا جائے۔ ''جنرل کونسل'' کو کچھ حالات میں نہ صرف انفرادی سیکشنوں کو بلکہ پوری فیڈریشنوں کو اگلی کانگریس تک معطل کرنے کا حق دیا جائے۔کونسل کے پاس نہ تو پولیس ہے نہ سپاہی، مگر اُسے اپنے اخلاقی اختیار کے زوال پذیر ہونے کی اجازت نہ دینی چاہیے۔محض ایک لیٹر بکس کی حد تک تنزل کرنے سے بہتر ہوگا کہ ''جنرل کونسل'' کو یکسر ختم ہی کر دیا جائے۔ مارکس کا نکتہ نظر 6 کی مخالفت میں 36 ووٹوں سے قبول کیا گیا، 15 ووٹ نہیں ڈالے گئے۔

پھر اینگلز نے تجویز دی کہ ''جنرل کونسل'' کو لندن سے نیویارک منتقل کیا جائے۔اس نے بتایا کہ کئی بار کونسل کو لندن سے برسیلز منتقل کرنے پر غور کیا گیا، مگر یہ کہ برسیلز نے ہمیشہ انکار کیا جبکہ

موجودہ حالات نے ''جنرل کونسل'' کو لندن سے نیویارک منتقل کرنے کو فوری ضرورت بنا دیا۔ ''جنرل کونسل'' کو کم از کم ایک سال کے لئے لندن سے نیویارک منتقل کرنے کا فیصلہ ضرور لینا چاہیے۔اس تجویز نے عمومی اور ناخوشگوار حیرت پیدا کی۔فرانسیسی مندوبین نے خصوصی شدومد کے ساتھ اس کے خلاف احتجاج کیا۔اور وہ پہلے تو ایک الگ ووٹ میں کامیاب ہو گئے کہ آیا ''جنرل کونسل'' کا مرکز منتقل کیا بھی جائے یا نہیں، اور دوسرا اس بات پہ کہ آیا اسے نیویارک منتقل کیا جائے۔ یہ تحریک کہ ''جنرل کونسل'' کا مرکز منتقل کیا جائے کو 23 کے خلاف 26 ووٹ کی معمولی اکثریت سے منظور کیا گیا، جبکہ نیویارک کی منتقلی کو 30 ووٹ ملے۔ پھر نئے ''جنرل کونسل'' کے بارہ ممبر منتخب کئے گئے اور سات دوسرے ممبروں کو (بطور ساتھی چن لینے کا) اختیار دیا گیا۔

سیاسی اقدام پر بحث اسی سیشن میں شروع کی گئی۔ ویلنٹ لندن کانفرنس کے فیصلے کی روح کے مطابق یہ اعلان کرتے ہوئے ایک قرارداد لایا کہ مزدور طبقے کو تمام بورژوا سیاسی پارٹیوں سے آزاد اور اُن سے مخاصم خود اپنی پارٹی قائم کرنی چاہیے۔ ویلنٹ، اور اس کے بعد لانگوئٹ نے پیرس کمیون سے سبق سیکھنے کی اپیل کی جو ایک سیاسی پروگرام کے نہ ہونے کی وجہ سے زوال ہو گیا۔ایک جرمن مندوب جس نے قرارداد کی حمایت کی، بہت کم قائل کنندہ تھا جب اس نے اعلان کیا کہ سیاسی جدوجہد سے اپنی غیر حاضری کے سبب شوئٹزر ایک جاسوس بن چکا تھا، وہی شوئٹزر جس کی تین سال قبل باصل کانگریس میں جرمن مندوبین کی جانب سے اُس کے ''پارلیمنٹیریزم'' کی بنیاد پر ایک جاسوس کے بطور مذمت ہو چکی تھی۔ دوسری طرف گلا اوم نے سوئٹزرلینڈ کے واقعات کی طرف اشارہ کیا، جہاں الیکشنوں میں مزدوروں نے ہر ایرے غیرے کے ساتھ الائنس کئے، کبھی ریڈیکلوں کے ساتھ اور کبھی رجعتیوں کے ساتھ۔ جُورا سیکشنوں نے اس طرح کے کسی دھوکے سے کوئی سروکار نہ رکھنا چاہا۔وہ بھی سیاستدان تھے، مگر منفی سیاستدان۔ وہ سیاسی اقتدار تباہ کرنا چاہتے تھے، فتح کرنا نہیں۔

یہ بحث اگلے دن تک جاری رہی یعنی کانگریس کے چھٹے اور آخری دن تک، جو کہ ایک حیرت سے شروع ہوا۔ رینوئیر، ویلنٹ اور دوسرے بلانکی پہلے ہی ''جنرل کونسل'' کو نیویارک منتقل کرنے کے فیصلے پر کانگریس سے چلے گئے تھے، اور انہوں نے فوراً بعد ایک پمفلٹ میں اعلان کیا:

''اپنے فرائض ادا کرنے کے مطالبے پر ''انٹرنیشنل'' تحلیل ہوگیا۔ یہ براستہ بحرِ اوقیانوس انقلاب سے فرار ہوگیا''۔ سرج نے رینویئر کی جگہ کرسی سنبھالی۔ ویلنٹ کی تجویز چھ کے برخلاف 35 ووٹوں سے منظور کی گئی۔ آٹھ ووٹ نہیں ڈالے گئے۔ مندوبین کا ایک حصہ پہلے ہی گھروں کو روانہ ہو چکا تھا۔ مگر اُن میں سے اکثریت نے ایک تحریری اعلان چھوڑ دیا کہ وہ قرارداد کے حق میں ہیں۔

کانگریس کے آخری دن کے آخری گھنٹے باکونن اور ''الائنس'' پر پانچ رکنی کمیٹی کی رپورٹ نے لے لیے۔ اس نے ایک کے مقابلے میں چار ووٹوں کی اکثریت (بلجیم والے ممبر کا ووٹ مخالفت میں تھا) سے اعلان کیا کہ کمیٹی اس بات کو ثابت سمجھتی ہے کہ ''انٹرنیشنل'' کے قوانین کے بالکل برعکس قوانین کے ساتھ ایک خفیہ الائنس موجود تھا، مگر یہ کہ اس بات کے کافی شواہد موجود نہیں ہیں کہ آیا یہ الائنس ابھی تک موجود تھا یا نہیں۔ دوئم، یہ بات قوانین کے ایک مسودے اور باکونن کے ایک خط سے ثابت ہو چکی کہ اس نے ''انٹرنیشنل'' کے اندر ایک خفیہ سوسائٹی بنانے کی کوشش کی تھی اور شاید بنانے میں کامیاب بھی ہوگیا تھا، جس کے قوانین (سیاسی اور سماجی دونوں اعتبار سے) ''انٹرنیشنل'' کے قوانین سے بنیادی طور پر مختلف تھے۔ سوئم، باکونن نے دوسروں کی جائیداد پر قبضہ کرنے کے لئے دھوکہ دہی والے حربے استعمال کیے، اور خود کو اپنی منصفانہ ذمہ داریوں سے مبرا کرنے کے لئے اس نے یا اس کے ایجنٹوں نے دھمکی کا استعمال کیا۔ ان بنیادوں پر کمیٹی کی اکثریت نے باکونن، گلا اوم اور ان کے کئی حامیوں کو ''انٹرنیشنل'' سے خارج کرنے کا مطالبہ کیا۔ کیونو (جس نے کمیٹی کی طرف سے رپورٹ دی) نے کوئی بڑے شواہد پیش نہ کیے، بلکہ اس کے برعکس اعلان کیا کہ کمیٹی کی اکثریت اخلاقی یقین تک پہنچی ہے کہ وہ جن نتائج پر پہنچے ہیں وہ درست ہیں، اور کمیٹی نے کانگریس کی طرف سے اعتماد کے ایک ووٹ کا مطالبہ کیا۔

چیئرمین کی طرف سے اپنا دفاع پیش کرنے کے لئے بلانے پر، گلا اوم نے (جس نے کہ پہلے ہی کمیٹی کے سامنے پیش ہونے سے انکار کیا تھا) اعلان کیا کہ وہ اپنا دفاع کرنے کی کوشش نہیں کرے گا اس لئے کہ وہ کسی جھگڑے میں حصہ لینا نہیں چاہتا۔ اس نے اعلان کیا کہ یہ حملہ افراد کی ایک تعداد کے خلاف نہ تھا، بلکہ مجموعی طور یہ حملہ فیڈرلسٹ رجحانات پر تھا۔ اُن رجحانات کے

نمائندے اُس کے لئے پہلے سے تیار تھے اور انہوں نے پہلے ہی ایک معاہدہ کیا تھا۔ یہ معاہدہ ڈچ مندوب کی طرف سے کانگریس کے سامنے پڑھا گیا۔ اس پر چار بلجیم والوں، چار سپین والوں اور دو جُورا مندوبین، ایک امریکی اور ایک ڈچ مندوب کے دستخط تھے۔ ''انٹرنیشنل'' میں کسی طرح کی تقسیم سے پرہیز کی خاطر دستخط کنندگان نے ''جنرل کونسل'' کے ساتھ سارے انتظامی تعلقات جاری رکھنے کی رضامندی کا اعلان کیا جبکہ اِس کی طرف سے فیڈریشنوں کے اندرونی معاملات میں کسی طرح کی مداخلت کو مسترد کر دیا، ماسوائے اس صورت کے کہ اس طرح کی مداخلت ''انٹرنیشنل'' کے مجموعی قوانین کی خلاف ورزی کی وجہ سے ہو۔ اسی دوران دستخط کنندگان نے ساری فیڈریشنوں اور سارے سیکشنوں سے اگلی کانگریس کے لئے خود کو تیار رہنے کی اپیل کی کہ تا کہ آزاد ایسوسی ایشن کے اصول کو فتح دلائی جائے۔ کانگریس اس نکتے پر مذاکرات کے لئے تیار نہ تھی اور اس نے باکونن کو فوری طور پر 7 کے مقابلے میں 27 ووٹوں کی اکثریت سے نکال دیا، آٹھ ووٹ نہیں ڈالے گئے۔ اور پھر 9 ووٹوں کے مقابلے پہ 25 ووٹوں سے گلا اوم کو (نو ووٹ نہیں ڈالے گئے)۔ کمیٹی کی مزید اخراج والی تجاویز کو مسترد کیا گیا، مگر اسے ''الائنس'' کے معاملے میں اپنا مواد شائع کرنے کی ہدایت کر دی۔

ہیگ کانگریس کا یہ آخری منظر یقیناً اس کے شایانِ شان نہ تھا۔ فطری طور پر کانگریس نہیں جانتی تھی کہ کمیٹی کی اکثریت کے فیصلے ناجائز تھے اس لئے کہ ایک ممبر پولیس جاسوس تھا۔ یہ تو کم از کم قابلِ فہم ہوتا اگر باکونن کو سیاسی وجوہات پہ نکالا جاتا، اخلاقی سزا کے بطور کہ وہ ایک ناقابلِ اصلاح فتنہ ساز تھا اور اس کی ساری سازشیں تحریر میں لانے کے قابل نہ تھیں۔ مگر یہ کہ کانگریس نے اس کے اچھے نام کو ''meum et tumm'' کے معاملات پر ڈاکہ مارنے کی کوشش کی وہ ناقابلِ معافی تھا اور بدقسمتی سے، مارکس اس کا ذمہ دار تھا۔

مارکس نے ایک مبینہ ''انقلابی کمیٹی'' سے ایک فیصلہ حاصل کیا۔ لیوباوِن کو موت کی دھمکی دی اگر وہ ''کیپٹل'' کی پہلی جلد کے ترجمے کے لئے ایک روسی پبلشر کو اپنے اثر ورسوخ سے باکونن کو 300 روبل ایڈوانس کی واپسی پر اصرار کرے گا۔ اس قیمتی مسودے کا اصل متن کبھی بھی منظر عام پہ نہ

آیا، مگر جب لیوباون (جواب خود باکونن کا ایک تلخ دشمن ہے) نے اسے مارکس کو بھیجا تو اس نے لکھا:

''اُس وقت مجھے لگا کہ خط بھیجنے میں باکونن کا حصہ ناقابلِ تردید تھا، مگر آج، سارے معاملے پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے پر، میں مانتا ہوں کہ وہ خط باکونن کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں کرتا۔ اس لئے کہ اس کے علم کے بغیر اسے نیچایف نے لکھا ہوگا''۔ دراصل یہی سچ تھا، مگر محض اس خط کی بنیاد پر (جس کا مکتوب الیہ خود اُسے، جہاں تک باکونن کا تعلق تھا، کافیملز منہیں سمجھتا تھا) ثانی الذکر پر ہیگ کانگریس نے ایک توہین آمیز بدمعاشی کا الزام لگایا۔

حالانکہ باکونن نے ایڈوانس کے معاملے میں اپنی ذمہ داری کو بار بار تسلیم کیا اور اسے ایک دوسرے طریقے سے واپس کرنے کا وعدہ کیا، لگتا ہے کہ اس کی مالی مشکلات نے اسے ایسا کرنے کی اجازت کبھی نہ دی۔ سارے بدقسمت معاملے میں واحد زخمی پارٹی یعنی پبلشر کی طرف سے کوئی بات سنائی نہ دی، جس نے لگتا ہے فلسفیانہ تسلیم ورضا کے ساتھ ایک ایسے واقعے کے بطور اپنی تقدیر قبول کرلی جو کہ اس کے پیشے میں بہت عام تھا۔ کتنے مصنفوں نے (بشمول بہت سارے مشہور مصنفین کے) ایک یا دوسرے وقت خود کو اس پوزیشن میں پایا کہ اپنا ایڈوانس خرچ کر بیٹھے اور وعدہ کردہ کام کرنے کے قابل نہ رہے تھے؟ یہ یقیناً قابلِ تعریف بات نہیں ہے، مگر اس سب کے لئے ایک گہری رکابی پر گنہگار کا سر مانگنا ایک مبالغہ ہے۔

9۔ الوداعی جھٹکے

''فرسٹ انٹرنیشنل'' کو زندہ رکھنے کی مارکس اور اینگلز کی کوششوں کے باوجود اُس کی تاریخ ہیگ کانگریس کے ساتھ بند ہوگئی۔ انہوں نے نیویارک میں نئے ''جنرل کونسل'' کے کام کو سہولتیں فراہم کرنے کی اپنی ساری کوششیں کیں، مگر یہ امریکی سرزمین پر مضبوط قدم جمانے میں ناکام ہوا۔ امریکہ میں بھی مختلف سیکشنوں کے بیچ بہت سے اختلافِ رائے موجود تھے۔ اور تحریک میں تجربہ، روابط، دانشورانہ قوتوں اور مادی وسائل کی کمی تھی۔ نئے ''جنرل کونسل'' کی زندگی اور روح سرؔج تھا، جو کہ امریکی حالات سے بخوبی واقف تھا اور اس نے ''جنرل کونسل'' کی نیویارک منتقلی کی

مخالفت کی تھی۔ پہلے انکار کرنے کے بعد اس نے بطور جنرل سیکرٹری اپنے منتخب ہونے کو مان لیا۔

پرولتاری معاملات میں ڈپلومیٹک طریقوں کا استعمال ہمیشہ سے ایک ناپسندیدہ معاملہ رہا ہے۔ مارکس اور اینگلز بوجوہ ڈرتے تھے کہ ''جنرل کونسل'' کو لندن سے نیویارک منتقل کرنے کی اُن کی تجویز کو جرمن، فرانچ اور انگریز مزدوروں کی طرف سے سخت مزاحمت کا سامنا ہوگا، اور انہوں نے جہاں تک ممکن ہوسکا اپنے ارادے خفیہ رکھے تاکہ پہلے سے موجود بے شمار جھگڑوں میں اضافہ نہ کریں۔ بہرحال، یہ حقیقت کہ وہ ہیگ کانگریس کو حیرت زدہ کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اُس کے برے نتائج نکلے۔ جس مزاحمت کا انہیں خوف تھا وہ وہاں کم نہ ہوئی، بلکہ گھمبیر اور تلخ ہوئی۔

جرمنوں نے (مقابلتاً) سب سے کم متشدد مزاحمت دی۔ لینخت ''جنرل کونسل'' کو منتقل کرنے کے خلاف تھا اور اس نے ہمیشہ اسے ایک غلطی کہا، مگر اُس وقت وہ ہوبرٹسبرگ میں بیبل کے ساتھ جیل میں تھا۔ ''انٹرنیشنل'' میں اس کی دلچسپی بہت کم ہو چکی تھی اور یہ دلچسپی آئزن باخ گروہ کی اکثریت کے ساتھ معاملے میں مزید کم تھی۔ اور اس گروہ کے مندوبین کی جانب سے ہیگ کانگریس سے واپس لائے گئے تاثر نے دلچسپی میں عمومی کمی کو مزید بڑھا دیا۔ 8 مئی 1873ء کو سرؔج کو لکھتے ہوئے اینگلز نے اعلان کیا: حالانکہ لاسالیوں کے ساتھ جرمنوں کے اپنے جھگڑے ہیں، وہ ہیگ کانگریس سے بہت مایوس تھے جہاں انہیں خود اپنے جھگڑوں کے برعکس ایک مکمل ہم آہنگی اور بھائی بندی ملنے کی توقع تھی۔ اور وہ بہت عدم دلچسپ بن گئے۔ شاید یہ وجہ ہے کہ ''انٹرنیشنل'' کے جرمن ممبروں نے ''جنرل کونسل'' کی منتقلی کو کوئی خاص توانا مزاحمت نہ دی۔

زیادہ سنجیدہ بات بلانکیوں کی علیحدگی تھی۔ جن پر جرمنوں کے ساتھ اور اُن کے بعد، مارکس اور اینگلز نے زیر بحث فیصلہ کن معاملے میں Reckoned ہوئے، بالخصوص دوسرے فرانسیسی گروہ پرودھونسٹوں کے خلاف مدد پہ جن کے سارے رویے نے انہیں باکونن اسٹوں کی طرف دھکیل دیا۔ یہ محسوس کرنے کے بعد باکونن اسٹوں کی تلخی اور بڑھ گئی کہ ''جنرل کونسل'' کی نیویارک منتقلی کا فیصلہ اس لیے لیا گیا تاکہ یہ انہیں ان کی اچانک اور خفیہ بغاوت والے داؤ پیچ کی حمایت میں اس پر کنٹرول سے بچائے۔ بہرحال انہوں نے اپنے چہروں کی دشمنی میں اپنے ناک

کاٹ دیے، اس لئے کہ چونکہ فرانس اُن کے ایجی ٹیشن کے لئے بند تھا تو ''انٹرنیشنل'' کا ساتھ چھوڑنے کے بعد وہ جلد ہی ترکِ وطن کی عمومی تقدیر کا شکار ہوئے۔ 12 ستمبر 1872ء کو سرؔج کو لکھتے ہوئے اینگلز نے اعلان کیا: ''فرانسیسی تارکینِ وطن مکمل طور پر خراب حالت میں ہیں۔ وہ آپس میں، اور دوسرے ہر ایک کے ساتھ، خالصتاً شخصی وجوہات پہ جھگڑ پڑے، زیادہ تر پیسے سے متعلق معاملات پر، اور ہم جلد ہی مکمل طور پر اُن سے نجات پائیں گے........... جنگ کے دوران، کمیون، اور جلاطنی میں بے قاعدہ زندگی نے انہیں خوفناک انداز میں پست ہمت بنا دیا، اور صرف مشکل زمانے ایک پست ہمت فرانسیسی شخص کو بچا سکتے ہیں''۔ مگر وہ بہت چھوٹی تسلی تھی۔

انٹرنیشنل کے سارے سیکشنوں کے لئے سیاسی عمل ذمے داری کے بطور ضروری تھا، مگر یہ کہ جنرل کونسل کو ہر فیڈریشن کے اپنے خاص ملک میں عمل کرنے کے لئے پالیسی کو متعین کرنا چاہیے۔ اقلیت نے ایک جوابی اپیل میں اِن سازشوں کا فوری جواب دیا جو لگتا ہے اینگلز نے لکھا تھا۔ اس اپیل نے مجوزہ کانگریس کو غیر قانونی کہہ کر مسترد کر دیا، مگر اس کے باوجود یہ 26 جنوری 1873ء کو منعقد ہوئی۔ سیکشنوں کی اکثریت نے اس کی حمایت کرنے کا فیصلہ کیا اور صرف اُنہی نے اس میں شمولیت کی۔

ھیلزؔ نے اِس کانفرنس کا افتتاح، پرانے جنرل کونسل اور ھیگ کانگریس پر زبردست حملوں بھری تقریر سے کیا۔ جنگؔ اور ایکاریسؔ نے پرجوش انداز میں اُس کی حمایت کی۔ کانگریس نے متفقہ طور پر ہیگ فیصلوں کی مذمت کی اور نیویارک میں نئی جنرل کونسل کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے ایک نئے انٹرنیشنل کانگریس کی حمایت کی جب بھی فیڈریشنوں کی اکثریت اس کی حمایت کا اعلان کرے۔ چنانچہ برطانوی فیڈریشن میں تقسیم مکمل ہوگئی اور دونوں باقیات نے 1874ء کے عام انتخابات میں واقعی کسی موثر حصہ لینے میں خود کو بے قوت ثابت کیا جس نے کہ گلیڈسٹون کابینہ کا تختہ کر دیا۔ اُن کے بانجھ پن کو ٹریڈ یونینوں کی مداخلت نے بڑھاوا دیا جنہوں نے بہت سے امیدوار کھڑے کر دیئے تھے اور پہلی دفعہ دو کو منتخب کرانے میں کامیاب ہوگئی تھیں۔

انٹرنیشنل کی چھٹی کانگریس نے (جو کہ جنرل کونسل نے 8 ستمبر کو جنیوا میں طلب کی تھی)

انٹرنیشنل کی موت کا سرٹیفکیٹ لکھ دیا۔ باکونی جوابی کانگریس میں جو کہ یکم ستمبر کو جنیوا میں منعقد ہوئی، برطانیہ کے دو مندوبین (ہیلز اور ایکاریس) شامل ہوئے اور بلجیم، فرانس اور سپین سے پانچ پانچ، اٹلی سے چار، ہالینڈ سے ایک مندوب نے حصہ لیا، اور جُورا سے چھ مندوبین، جبکہ مارکسسٹ کانگریس میں زیادہ تر سوئٹزرلینڈ کے مندوبین تھے، جن کی اکثریت جنیوا میں رہتی تھی۔ حتیٰ کہ جنرل کونسل بھی ایک مندوب تک نہ بھیج سکی اور اس میں برطانیہ، فرانس، سپین، بلجیم اور اٹلی سے ایک بھی مندوب نہ تھا۔ صرف ایک جرمن اور ایک آسٹریائی مندوب اس میں موجود تھے۔ بیکر نے لاف زنی کی کہ کم وبیش جادو سے تیس سے بھی کم مندوبین میں سے تیرہ مندوبین اس نے پیدا کئے تھے تاکہ وسیع تعداد سے کانگریس کے وقار میں اضافہ ہو اور اکثریت یقینی ہو۔ مارکس فطری طور پر اس طرح کی خود فریبی میں مبتلا نہ تھا اور اس نے صاف طور پر تسلیم کیا کہ کانگریس ایک ''ذلت آمیز شکست'' تھی۔ اور جنرل کونسل کو نصیحت کی کہ وہ فی الحال ''انٹرنیشنل'' کے رسمی تنظیمی پہلو پر زور نہ دے، بلکہ اگر ممکن ہو تو وہ نیویارک میں مرکزی نکتہ پر کنٹرول جاری رکھیں تاکہ یہ احمقوں اور مہم جوؤں کے ہاتھ نہ چلا جائے جو کاز کے ساتھ سمجھوتہ بازی کر سکتے ہوں۔ چیزیں اور چیزوں کی ناگزیر بڑھوتری اور پیچیدگی خود، ایک بہتر کردہ صورت میں انٹرنیشنل کی حیاتِ نو کو یقینی بنائیں گی۔

یہ ہشیار ترین اور پروقار ترین فیصلہ تھا جو کہ اس صورت حال کے تحت ممکن تھا۔ مگر بدقسمتی سے اس کے اثرات اس آخری ضرب سے گدلے ہوئے جو مارکس اور اینگلز نے باکونن پر لگانے ضروری سمجھے۔ ہیگ کانگریس نے پانچ کی کمیٹی کو جس نے باکونن کو نکالنے کی تجویز کی تھی، اپنی تحقیقات کو شائع کرنے کی ہدایت کی، مگر کمیٹی نے ایسا نہ کیا۔ خواہ اصل سبب یہ ہو کہ ''اس کے ممبروں کے مختلف ممالک میں ہونے'' نے ایسا کرنے نہ دیا، یا خواہ اس نے محسوس کیا کہ اس حقیقت پر اس کی اتھارٹی اس قدر مضبوط نہ تھی کہ اس کے ایک ممبر نے باکونن کو بے قصور قرار دیا جبکہ دوسرا اسی دوران پولیس جاسوس ثابت ہوا، یہ مسئلہ ابھی تک حل نہ ہوا۔ لہٰذا ہیگ کانگریس کی پروٹوکول کمیشن (جس میں ڈوپونٹ، اینگلز، فرینکل، لی ماؤسو، مارکس اور سیریلیر شامل تھے) نے معاملے کو اٹھایا اور جنیوا کانگریس سے چند ہفتے قبل اس نے ایک میمورنڈم جاری کیا جس کا عنوان تھا: ''سوشلسٹ

ڈیموکریسی اور انٹرنیشنل ورکنگ منز ایسوسی ایشن کا الائنس''۔ میمورنڈم اینگلز اور لا فارگ نے لکھی تھی جبکہ مارکس کا کام آخری ایک دو صفحات کی ایڈیٹنگ سے زیادہ نہ تھا، گو کہ فطری طور پر وہ مجموعی طور پر اس کے اصل مصنفوں سے کم ذمہ دار نہیں ہے۔

اس کی تفصیلی الزامات کے درست ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کرنے کے لئے ''الائنس'' پمفلٹ کا کوئی تنقیدی جائزہ کم از کم اصل مسودہ جتنی جگہ تو مانگے گا۔ ایسے جھگڑوں میں دونوں اطراف سے سخت مکے اور ضربیں لگائی جاتی ہیں، اور مارکسسٹوں پر باکوننی حملوں کی کوالٹی ایسی نہ تھی کہ انہیں کوئی بہت تلخی سے شکایت کرنے کے لئے موسوم کرے جب خود اُن پر سختی سے حملے کیے جاتے تھے اور کبھی کبھار ناجائز طور پر۔

یہ بالکل ہی دوسری بات ہے جو اس پمفلٹ کو مارکس اور اینگلز کے کسی بھی وقت شائع کرنے والی چیز سے کم مقام دیتا ہے۔ منفی تنقید سے آزاد کیا ہوا نئے علم کا مثبت پہلو وہ ہے جو اُن کی مناظراتی تحریروں کو اُن کی اپنی خاص کشش اور دیرپا قدر دیتا ہے، مگر ''الائنس'' پمفلٹ ایسی کوئی چیز نہیں دکھاتا۔ یہ ''انٹرنیشنل'' کے زوال کیلئے ذمہ دار اندرونی وجوہات سے بالکل نہیں نمٹتا، بلکہ محض ''رازدارانہ مراسلت'' اور ''انٹرنیشنل'' میں مبینہ نفاق پر ''جنرل کونسل'' کے مراسلے میں اختیار کردہ لائن کو جاری رکھتا ہے: باکونن اور اس کی خفیہ ''الائنس'' نے اپنی سازشوں سے ''انٹرنیشنل'' کو تباہ کر دیا تھا۔ ''الائنس مسودہ'' ایک تاریخی مسودہ نہیں ہے، بلکہ ایک یک طرفہ الزام ہے جس کی رجحانی خصوصیت اس کے ہر صفحے پر واضح ہے۔ البتہ، جرمن مترجم نے ''اٹارنی جنرل'' کی بہترین روایات میں، اپنی کوششوں کو عنوان دیا: ''انٹرنیشنل ورکنگ منز ایسوسی ایشن کے خلاف ایک سازش''۔

''انٹرنیشنل'' کا زوال اس کی صفوں کے اندر ایک خفیہ ''الائنس'' کی موجودگی کی بجائے بہت دوسرے معاملات کی وجہ سے ہوا، مگر پھر بھی ''الائنس'' پمفلٹ اس طرح کے کسی ''الائنس'' کی موجودگی تک کا کوئی ثبوت نہیں دیتا۔ حتیٰ کہ ہیگ کانگریس کی طرف سے قائم کردہ تحقیقاتی کمیٹی کو بھی اس معاملے میں امکانات تک اکتفا کرنا پڑا۔ خواہ کس قدر قوت سے کوئی شخص باکونن جیسے شخص کی نرالے قوانین اور خون اور گرج والے اعلانات کے ساتھ خود کو مدہوش کرنے کے لئے مذمت

کرے، اس کے برعکس کے کسی خاص ثبوت کے بغیر فرض کیا جانا چاہیے کہ یہ سرگرم تصور تھا جس نے سارے معاملے میں سب سے بڑا کردار ادا کیا۔ البتہ الائنس پمفلٹ میں ثبوت کی کمی کو چھپانے کے لئے اس کے دوسرے حصے کو نچاییف پراسس پہ اور باکونن کے سائبیریا جلاوطنی پر معزز اوٹن کی طرف سے مہیا کردہ انکشافات سے بھر کر (جس دوران اعلان کیا گیا کہ باکونن نے ایک عام بلیک میلر اور بدمعاش کے بطور اپنی پہلی کوششیں کیں) ان الزامات کے کوئی بھی ثبوت نہ دیے گئے۔ اور بقیہ کے لئے ثبوت اس حد تک محدود رکھے گئے کہ باکونن کے بارے میں جو کچھ نچائیف نے کہا تھا اور کیا تھا اسے بغیر کسی تحقیق کے شامل کیا گیا۔

سائبیر یائی باب تو بالخصوص محض گری ہوئی ہیجان انگیزی ہے۔ جس وقت باکونن سائبریا میں جلاوطن تھا وہاں کا گورنر کہا جاتا ہے کہ اس کا ایک عزیز تھا۔ اس رشتے کے طفیل، اور اُن دوسری خدمات کے طفیل جو اس نے زار حکومت کے لئے سرانجام دی تھیں جلاوطن باکونن ایک طرح کا ''خفیہ ایجنٹ'' بن چکا تھا اور اس نے ''معتدل رشوتوں'' کے خیال کے لئے سرمایہ دارانہ کاموں کے حق میں اپنی طاقت کا غلط استعمال کیا۔ البتہ پیسے کے لئے یہ لالچ کبھار کبھار باکونن کے ''سائنس سے نفرت'' سے دب جاتی تھی۔ جیسے کہ مثلاً اس نے سائبیریائی تاجروں کو اپنے علاقے میں ایک یونیورسٹی قائم کرنے سے روکا، جس کے لئے اُن تاجروں کو زار بادشاہ سے اجازت کی ضرورت تھی۔

اوٹن نے خصوصی استادی کے ساتھ کیٹکاف سے پیسہ قرضہ لینے کی باکونن کی کوشش کے قصے کو زیبِ داستان کے لئے بڑھا چڑھایا اور سنگارا سنوارا۔ یہ وہی کہانی تھی جس سے بورخیم نے کئی سال پہلے بغیر کامیابی کے مارکس اور اینگلز کو متاثر کرنے کی کوشش کی تھی۔ بورخیم کے مطابق باکونن نے سائبیریا سے کیٹکاف کو اپنی فرار کے لئے چند ہزار روبل قرض کے لئے لکھا۔ اوٹن کے مطابق، لیکن، باکونن نے لندن میں اپنے بحفاظت پہنچ جانے کے بعد یہ پیسہ قرض لینے کی کوشش کی تھی۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ سائبیریائی جلاوطنی کے دوران اس نے شراب کے ایک کارخانہ دار سے جو رشوتیں لی تھیں انہیں واپس کر کے اپنے ملامت ضمیر کو نجات دے۔ آخری کوشش میں، بلاشبہ یہ ندامتِ نفس ایک احساس تھا، مگر اوٹن کی دہشت کو باکونن اس انسانی جذبے کو ایک ایسے انسان سے

قرض لیتے جسے وہ ''روسی حکومت سے جاسوس اور باقاعدہ جنگلوں میں رہنے والے کے بطور تنخواہ لینے والے کے بطور'' جانتا تھا۔ یہ وہ سراسیمگی والی بلندی تھی جس پر اوٹن کی سراب خیالی بلند ہوئی، مگر اس کا مطلب کسی بھی صورت تھکاوٹ نہ تھی۔

اکتوبر 1873ء کے اواخر میں وہ باکونن کے بارے میں ''مزید حیران کن چیزیں'' رپورٹ کرنے لندن چلا گیا اور 25 نومبر کو اینگلز نے سرج کو لکھا: ''اس شخص (باکونن) نے اپنی قیمتی سوال جواب نامہ کا خوب عملی استعمال کیا۔ برسوں تک وہ اور اس کا الائنس مکمل طور پر بلیک میلنگ سے زندہ چلے آرہے ہیں، اس حقیقت پر بھروسہ کیے ہوئے کہ ایسے لوگوں سے مصلحت کیے بغیر کچھ بھی شائع نہیں کیا جاسکتا جو تعظیم کے مستحق ہیں۔ آپ کو کوئی اندازہ نہیں کہ وہ بدمعاشوں کے کس قدر قابلِ حقارت غول ہیں''۔ خوش قسمتی سے جب اوٹن لندن پہنچا الائنس کا پمفلٹ کئی ہفتے پہلے سے نمودار ہوچکا تھا، اس طرح ''مزید حیران کن چیزیں'' اس کے سچ سے محبت کرنے والے سینے میں مقفل رہیں اور پھر اس نے خود کو پشیمانی سے ''چھوٹے باپ'' کے پیروں پر پھینکنے پر روانہ کردیا، جس کے نتیجے میں اس نے جنگی منافع خوری کے ذریعے شراب کی تجارت سے اپنی آمدنی بڑھائی۔

''الائنس'' پمفلٹ آخر میں کہتا ہے کہ یہ روسی سیکشن تھا جس نے اس کے سیاسی اثرات کو سب سے زیادہ تباہ کیا۔ حتیٰ کہ ان روسی انقلابیوں کو بھی جن کے تعلقات باکونن سے کشیدہ تھے، پمفلٹ نے دھتکار دیا تھا۔ جبکہ ستر کی دھائی میں روسی تحریک پر باکونن کا اثر بے خلل رہا، مارکس اپنی زیادہ تر ہمدردی ہار بیٹھا جو اس نے روس میں حاصل کی تھی۔ وہ کامیابی جو پمفلٹ نے حاصل کی ہوا میں ایک مکہ ثابت ہوئی، اس لئے کہ گو کہ اس نے باکونن کو جدوجہد سے کنارہ کش کرالیا مگر اس نے اس تحریک کو نہ چھوا جو اس کے نام پر قائم تھی۔

باکونن نے ''الائنس'' کے پمفلٹ کا جواب سب سے پہلے ''لی جرنل ڈی جینیو'' میں بھیجے گئے ایک اعلان نامے میں دیا۔ یہ تلخی دکھاتا ہے جو پمفلٹ کے حملوں نے اس میں پیدا کی، اور اس نے یہ اشارہ کرکے ان کی بے بنیادی واضح کردی کہ دو پولیس جاسوس اس ہیگ کمیٹی کے ممبر تھے جس نے الزامات لکھے تھے۔ حقیقت میں صرف ایک ممبر پولیس جاسوس تھا۔ پھر اس نے اشارہ کیا کہ وہ

پہلے ہی 60 سال کا ہے اور یہ کہ دل کا مرض اس کے لئے زیادہ پبلک زندگی میں حصہ لینے کے لئے زیادہ سے زیادہ مشکل بناتا جارہا ہے: ''نوجوانوں کو آگے آنے دو۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میرے پاس ہر جگہ پہ موجود فتح مند رجعت کے خلاف ''سسی فس کا پتھر لڑھکانا'' جاری رکھنے کے لئے اب مزید قوت موجود نہیں ہے، اور شاید اس کے لئے ضروری اعتماد بھی نہیں ہے۔ لہٰذا میں جھگڑے سے الگ ہورہا ہوں۔ اور میں اپنے محترم ہم عصروں سے صرف ایک چیز کا مطالبہ کرتا ہوں: معافی۔ آج کے بعد کسی کو تکلیف نہیں دوں گا، مجھے بھی کوئی تکلیف نہ دے''۔ جبکہ اس نے مارکس پر ''انٹرنیشنل'' کو اپنے ذاتی انتقام کا ذریعہ بنانے کا الزام لگایا، لیکن پھر بھی اس نے اسے ''ایک عظیم اور عمدہ ایسوسی ایشن'' کے بانیوں میں سے ایک ہونے کا اعزاز دیا۔

جُورا کے مزدوروں کو لکھے گئے الوداع کے ایک خط میں باکونن نے مارکس کے خلاف زیادہ شدت سے، مگر زیادہ معروضی طور پر بات کی۔ اس نے اعلان کیا کہ مارکس کا سوشلزم بسمارک کی ڈپلومیسی سے کم رجعت کی نمائندگی نہیں کرتا ہے جس کے خلاف مزدوروں کو ایک خوفناک جدوجہد شروع کرنی چاہیے۔ اس خط میں اس نے یہ اعلان کرکے جدوجہد سے اپنی ریٹائرمنٹ کی وضاحت بھی کی کہ اس کی عمر اور بیماری اس کی کوششوں کو مزدوروں کے لئے مدد کے بجائے رکاوٹ بناتی ہیں، اور اس نے اپنی ریٹائرمنٹ اس حقیقت سے باجواز جتلائی کی کہ جنیوا میں دو کانگریسوں نے اس کے کاز کی فتح اور اس کے دشمنوں کی شکست دکھادی تھی۔

قدرتی طور پر باکونن کے اپنی ریٹائرمنٹ کے لئے طویل عمری کے سبب کو ایک بہانہ کے بطور مذاق اڑایا گیا، مگر ان چند سالوں نے جنہیں وہ تلخ غربت میں اور بہت مصیبتوں میں جیا، بتایا کہ اس کی قوت واقعی ٹوٹ چکی تھی۔ اس کے قریبی دوستوں کے نام رازدارانہ خطوط بتاتے ہیں کہ وہ ''شاید'' انقلاب کی تیز رفتار فتح پر اعتماد کھو چکا تھا۔ وہ یکم جولائی 1876ء کو برن میں انتقال کرگیا۔ وہ مسرور تر موت کا حقدار تھا اور ایک بہتر وفاتی مضمون کا جو اسے بے شمار مزدور طبقہ کے حلقوں میں حاصل ہوا، گو کہ سب میں نہیں، اس لئے کہ وہ مزدور طبقے کے کاز کے لئے بہادری سے لڑا اور بہت مصیبتیں برداشت کیں۔

اپنی ساری غلطیوں اور کمزوریوں کے ساتھ، تاریخ اسے بین الاقوامی پرولتاریہ کے بانی رہنماؤں میں ایک ممتاز مقام دے گی، گو کہ (جب تک دنیا میں فلسطی موجود ہیں) اس مقام پہ مقابلہ کیا جاتا رہے گا، خواہ وہ پیٹی بورژوا معززی کی ٹوپی کے نیچے اپنے لمبے کانوں کو چھپائیں یا اپنی کانپتی ہوئی ٹانگوں کو ڈھانپنے کے لئے ایک مارکس کے شیر کی کھال پہن لیں۔

باب پانزدہ:

آخری دس سال

1۔ مارکس گھر میں

1853ء کے اختتام کے قریب، کمیونسٹ لیگ کے آخری ''تینوں'' کے بعد مارکس اپنے مطالعہ میں واپس لوٹ آیا، اور اس نے 1878ء کے آخر میں انٹرنیشنل کے آخری ''تینوں'' کے بعد بھی ایسا ہی کیا، مگر اس بار یہ واپسی ہمیشہ کے لئے تھی۔

اس کی زندگی کی آخری دہائی (دس سال) کو ''کم رفتار موت'' کہا جاتا ہے مگر یہ بہت ہی مبالغہ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ پیرس کمیون کے زوال کے بعد جدوجہدوں نے اس کی صحت پہ بھاری وار کیے: 1873ء کے موسم خزاں میں وہ اپنے سر کے ہاتھوں تکلیف میں مبتلا ہوا، وہ apoplexy نامی دماغی بیماری سے شدید خطرے سے دوچار ہوا، جبکہ پرانی افسردہ دماغی حالت نے اسے کام کے قابل نہ چھوڑا اور اسے لکھنے کی ساری خواہش سے محروم کردیا۔ البتہ مانچسٹر میں ڈاکٹر گمپرٹ کے ہاتھوں کئی ہفتوں تک علاج کے بعد (جو کہ اینگلز کا دوست تھا، اور جس پر مارکس کو مکمل اعتماد تھا) وہ صحت یاب ہوگیا۔

ڈاکٹر گمپرٹ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے وہ 1874ء میں اور اس کے بعد کے دو

سالوں میں کارلسباد گیا۔ 1877ء میں وہ تبدیلیِ آب و ہوا کی خاطر بیڈ نیونار گیا۔ مگر 1878ء
میں جرمن قیصر کی زندگی پر دو حملوں میں اور اُس کے بعد شدید سوشلسٹ دشمن مہم نے اُس پر براعظم
یورپ کے دروازے بند کر دیے۔ البتہ کارلسباد کے تین چکر ''حیرت انگیز'' طور پر اُسے راس آئے
اور اس نے اپنے پرانے جگر کے عارضے پر مکمل طور پر قابو پالیا۔ معدہ کی پرانی خرابی اور اعصابی
تھکاوٹ ابھی تک موجود تھیں، جن سے اسے شدید سر درد اور ہٹ دھرم بے خوابی رہی۔ لیکن یہ
تکالیف ساحلِ سمندر یا گرمیوں میں کسی معدنی چشمے کے ایک چکر پر کم و بیش گم ہو جاتی تھیں
اور اگلے سال پھر شروع ہو جاتی تھیں۔

مکمل صحت یابی صرف اُس وقت ممکن ہوتی جب مارکس خود کو سکون عطا کرتا جو جوانی کی
پوری زندگی کام اور مصیبتوں کے انبار تلے رہا، جس کا وہ اپنے قریب آتی 60ویں سالگرہ پر مانگنے کا
حقدار تھا۔ مگر اس نے اس طرح کرنے کا خواب نہ دیکھا تھا بلکہ اس کے برعکس اس نے اپنی گرمجوشی
کے ساتھ خود کو اپنی سائنسی تصنیف کی تکمیل کے لئے ضروری مطالعے میں غوطہ زن کر لیا، مطالعہ جس
کی حد اِس دوران بہت بڑھ گئی تھی۔ ''ایک ایسا شخص جو ہر چیز کو غور سے دیکھتا تھا تاکہ اس کی تاریخی
ابتدا اور فروغ کے حالات دریافت کئے جائیں''۔ اینگلز نے بتایا، ''فطری طور پر ہر واحد سوال نئے
سوالات کے ایک سلسلے کو جنم دیتا ہے۔ قدیم تاریخ، علمِ دیہی معاشیات، روسی اور امریکی زمینی ملکیتی
رشتے، اور جیالوجی وغیرہ کا بالخصوص مطالعہ کیا گیا تاکہ تیسری کتاب کے حصے کو زمینی کرائے پر پچھلی
تمام تحریروں سے زیادہ جامع انداز کا بنایا جائے۔ وہ ساری جرمانوی اور رومانی زبانیں آسانی کے
ساتھ پڑھ سکتا تھا اور پھر اس نے قدیم سلاو، روسی اور سربیائی سیکھیں''۔ اور یہ سب کچھ اس کے محض
آدھے دن کا کام تھا، اس لئے کہ گوکہ مارکس فعال پبلک لائف سے کنارہ کش ہو گیا تھا مگر وہ یورپی
اور امریکی مزدور طبقے کی تحریکوں میں سرگرم رہا۔ وہ مختلف ممالک میں تقریباً سارے مزدور طبقے کے
لیڈروں کے ساتھ خط و کتابت میں تھا اور جہاں تک ممکن تھا وہ اس کے پاس اہم معاملات میں
مشورے کے لئے آجاتے۔ وہ لڑاکے پرولتاریہ کا سب سے زیادہ تلاش کیے جانے والا اور ہمیشہ ان
کا تیار صلاح کار تھا۔

لافارگ نے ستر ویں دہائی کے مارکس کو اسی طرح دلکش انداز میں بیان کیا جس طرح کہ
لبنخت نے پچاس کی دہائی کے مارکس کو بیان کیا تھا۔ اس نے اعلان کیا کہ ''اُس کا سر اِس طرح
کے غیر معمولی طرزِ حیات اور اس طرح کی تھکا دینے والی دانشورانہ سرگرمیوں کو برداشت کرنے
کے لئے مضبوط جسمانی ساخت رکھتا ہے''۔ وہ حقیقت میں بہت طاقتور تھا۔ اس کی اونچائی اوسط
سے زیادہ تھی، اس کے کندھے وسیع، اس کا سینہ خوب بڑھا ہوا اور اس کی ٹانگیں بہت متناسب تھیں
گوکہ اس کی ریڑھ اس کی ٹانگوں کی لمبائی کے مقابلے میں ذرا سی لمبی تھی، ایک ایسا رجحان جو
یہودیوں میں اکثر پایا جاتا تھا''۔ اور صرف یہودیوں میں نہیں، گوئٹے کی جسمانی ساخت ایسی ہی
تھی اور وہ اُس حلقے میں سے تھا جسے جرمنی میں مقبول عام انداز میں ''بیٹھا ہوا دیو'' کہا جاتا تھا، اس
حقیقت کی بنا پر کہ اپنی ریڑھوں کی غیر متناسب لمبائی انہیں بیٹھے ہوئے، زیادہ بڑا دکھاتی تھی جتنا
کہ وہ اصل میں تھے۔

لافارگ کی رائے میں اگر مارکس جوانی میں جمناسٹک میں جاتا تو وہ غیر معمولی طور پر
طاقتور شخص ہوتا، مگر وہ واحد طبعی ورزش جو وہ تسلسل سے کرتا چہل قدمی تھی۔ وہ گھنٹوں تک چلتا تھا، ہر
وقت باتیں کرتے ہوئے، یا کسی تھکاوٹ کے بغیر پہاڑیاں چڑھتا جاتا۔ مگر حتیٰ کہ ورزش کی یہ
صورت بھی وہ اپنے خیالات کو ترتیب دینے کے لئے کرتا تھا۔ اس کے مطالعے کے کمرے میں
دروازے سے کھڑکی تک قالین پر اس طرح کا ایک گھسا ہوا پھیلاؤ تھا جس طرح کہ گھاس میں ایک
پیدل چلنے والا راستہ ہوتا ہے۔

گوکہ وہ بہت دیر گئے بستر پر سونے جاتا وہ اگلی صبح آٹھ اور نو بجے کے قریب اٹھ جاتا،
بلیک کافی پیتا اور اخبارات پڑھتا، اور اُس کے بعد وہ اپنے مطالعے کے کمرے میں گم ہو جاتا جہاں
وہ آدھی رات تک، بلکہ اس سے بھی دیر تک رہتا۔ وہ صرف کھانے کے لئے نظر آتا، یا کسی عمدہ شام
کو ہیمپسٹیڈ ہیتھ کے پار ایک چہل قدمی کے لئے۔ سہ پہر کو شاید ایک یا دو گھنٹوں کے لئے وہ صوفے
پر لیٹ جاتا۔ کام اس کے لئے ایک طرح کا عشق بن گیا تھا کہ وہ اکثر کھانا کھانا بھول جاتا، اور اس
کی زبردست دماغی سرگرمی کا خمیازہ اس کے معدے کو بھگتنا پڑتا۔ وہ کم خوراک شخص تھا اور بھوک کی

کمی کا شکار تھا۔ جس کا مداوا وہ بہت مصالحے دار خوراک، آگ پہ پکی ہوئی مچھلی، ران کا گوشت، کیویئر، اور، اچار کھانے سے کرتا۔

وہ بہت پینے والا شخص بھی نہ تھا، گو کہ وہ مکمل پرہیز نہیں کرتا تھا اور رائن لینڈ کا اصل فرزند ہونے کے ناطے وہ شراب کے اچھے قطرے کی تعریف کرتا تھا۔ دوسری طرف وہ ایک پرشوق تمبا کو نوش تھا اور ماچسوں کے لئے ایک بھوت تھا۔ وہ مذاق میں کہنے کا عادی تھا کہ اس کی کتاب ''کیپٹل'' (سرمایہ) اُسے اتنا پیسہ بھی نہ دلا سکے گی کہ اُس پیسے سے اس کے لکھنے کے دوران اس کے پیئے ہوئے سگاروں کا خرچہ نکل سکے۔ غربت کے طویل سالوں کے دوران بلاشبہ وہ بہت ہی گھٹیا برانڈز پینے پر مجبور ہوا، اور اس کے نتیجے میں تمبا کو نوشی کے شوق نے اس کی صحت کو نقصان پہنچایا۔ دراصل، ڈاکٹروں نے کئی بار اسے تمبا کو نوشی سے منع کیا۔

وہ لٹریچر میں دماغی تفریح اور تازگی پاتا تھا اور پوری زندگی یہ اُس کے لئے ایک عظیم تسکین آور رہا۔ وہ ہمیشہ لاف زنی کیے بغیر اس شعبے میں وسیع علم رکھتا تھا۔ اس کی تصانیف (صرف ووگٹ کے خلاف اُس کے مناظرے کے استثنا کے علاوہ) اس کے وسیع مطالعہ کا بہت کم نشان بتاتی ہیں۔ مگر ووگٹ کتاب میں اس نے اپنی فنکاری کے مقصد کے لئے یورپ کے سارے لٹریچر سے بے شمار حوالے دیے۔ جس طرح اس کا اپنا سائنسی کام ایک پورے دور کا آئینہ تھا۔ اسکائی لس اور ہومر سے لے کر دانتے، شیکسپیئر، سروانٹے اور گوئٹے جیسے اس کے پسندیدہ لکھاری وہ تھے جن کی تخلیقات بھی اُن کے عہد کا آئینہ تھیں۔ لافارگ کے بقول مارکس کم از کم سال میں ایک بار اسکائی لس کو اصلی ''گریک'' زبان میں پڑھتا تھا۔ وہ ہمیشہ قدیم یونانیوں کا ایک وفادار عاشق رہا اور وہ اُن قابلِ نفرت روحوں کو مندر سے کوڑے مارتا تھا جو مزدوروں کو کلاسیک دنیا کی ثقافت کی آشنائی سے روکتی تھیں۔

وہ ازمنہ وسطیٰ تک کے جرمن لٹریچر کا جامع علم رکھتا تھا۔ جدید تر جرمن مصنفین میں گوئٹے اور ہائینے اس کے پسندیدہ ترین لکھاری تھے۔ لگتا ہے شِلر کے کم یا بیش غلط سمجھے جانے والے ''آئیڈیلزم'' کے لئے جرمن فلسطی کی ٹھاٹھیں مارتی گرمجوشی نے نوجوانی سے اِس شاعر کو مارکس کے لئے بگاڑ دیا اور ''آئیڈیلزم'' اسے بے وقعت دکھ کو لفاظی کے ساتھ چوغہ بردار کرنے کی کوشش سے

ذرا زیادہ لگتا تھا۔ جرمنی سے اپنی آخری علیحدگی کے بعد اس نے جدید جرمن لٹریچر کے بارے میں خود کو زیادہ تکلیف نہ دی اور وہ حتیٰ کہ ھیبل اور شوپنہار جیسے لکھاریوں تک کا تذکرہ نہیں کرتا، جو واقعتاً اس کی توجہ کے لائق تھے۔

فرانسیسی لٹریری شخصیات میں وہ دیدرو کو بہت بلند گردانتا تھا۔ اور اس کے ''لا نیو یو دی رامیو'' کو شروع سے آخر تک ایک ماسٹر پیس قرار دیتا تھا۔ فرانس کی اٹھارویں صدی کا روشن لٹریچر بھی توصیف کے لئے آیا۔ اس بارے میں اینگلز نے ایک بار اعلان کیا کہ یہ فارم اور مواد دونوں لحاظ سے فرانسیسی دانش کی بلند ترین کامیابیکی نمائندگی کرتا تھا، ثانی الذکر ہم عصر سائنسی علم کی حالت میں بہت بلند ہے اور اول الذکر کی تو اس وقت سے کبھی بھی نظیر نہ ہوئی۔ فرانسیسی رومانی طرز کے انشا پرداز کو اور بالخصوص شاتوبراں کو مارکس سیدھا سیدھا مسترد کرتا تھا جس کی جھوٹی گہرائی، بازنطینی مبالغہ آمیزی، دو ٹکے والی جذباتیت (المختصر بے ایمانی کی اُس کی حد سے زیادہ خلط ملط) کو مارکس نے ہمیشہ قابلِ اعتراض پایا۔ دوسری طرف بالزاک کی ''کامیڈی ہیومین'' اُسے آرٹ کے آئینے میں ایک پورے دور کو گلے لگانے جیسی گرمجوشی سے بھر لیتی تھی۔ دراصل، اس کا ارادہ تھا کہ اپنی عظیم تصنیف مکمل کرنے کے بعد وہ بالزاک کا ایک مطالعہ لکھے گا، مگر دیگر کئی منصوبوں کی طرح یہ ارادہ بھی ادھورا رہا۔

مارکس کے لندن میں مستقل طور پر رہنے کے بعد، انگلش لٹریچر نے پہلا مقام لے لیا، اور شیکسپیئر کی عظیم الشان صورت نے میدان میں برتری حاصل کی، دراصل پورا خاندان وہی کچھ پریکٹس کرتا تھا جو عملی طور پر ایک شیکسپیری مذہب تک آ جاتا تھا۔ بدقسمتی سے مارکس کبھی بھی اپنے دور کے عظیم معاملات سے شیکسپیئر کے رویے سے نہ نمٹا۔ البتہ بائرن اور شیلے کا حوالہ دیتے ہوئے اس نے اعلان کیا کہ جو لوگ ان دو شاعروں کو سمجھتے اور ان سے محبت کرتے ہیں اسے خوش قسمتی جانیں کہ بائرن 36 سال کی عمر میں مر گیا، اس لئے کہ اگر وہ اپنی پوری عمر جی لیتا تو وہ بلاشبہ ایک رجعتی بورژوا بن جاتا۔ دوسری طرف اسے اُفسوس تھا کہ شیلے 29 برس کی عمر میں مر گیا، اس لئے کہ شیلے ایک جامع انقلابی تھا اور وہ اپنی پوری زندگی سوشلزم کے دائرے میں رہتا۔ مارکس اٹھارویں صدی کے انگریزی ناولوں کا بہت قدردان تھا، بالخصوص فیلڈنگ کے ''ٹام جونز'' کا جو اپنے طور پر اپنے عہد کا

آئینہ تھا۔ وہ والٹر سکاٹ کے بھی کئی ناولوں کو اپنی قسم کے ماڈل قرار دیتا تھا۔

اپنی ادبی پرکھ میں وہ سیاسی اور سماجی تعصّبات سے مکمل طور پر آزاد تھا، جس طرح کہ شیکسپیئر اور والٹر سکاٹ کی اس کی توصیف دکھاتی ہے۔ مگر وہ ''خالص جمالیات'' اور ''فن برائے فن'' کے تصور کی کبھی بھی توثیق نہیں کرتا تھا جو کہ اکثر سیاسی لاتعلقی بلکہ جی حضوری سے مربوط ہوتا ہے۔ اس حوالے سے بھی اس کی مردانہ اور آزاد دانش کی کسی بھی گھسے پٹے فارمولا سے پیمائش نہیں کی جاسکتی۔ بہ یک وقت وہ اپنے مطالعہ کے مواد کے انتخاب میں کسی طرح بھی حد سے بڑھ کر نزاکت پسند نہ تھا اور ایسی چیزیں پڑھنے میں حقارت نہ دکھاتا جو خود کو عالمانہ جمالیات کو خوف کے ساتھ عبور کراتیں۔ ڈارون اور بسمارک کی طرح وہ ناولوں کا زبردست شوقین تھا اور مہماتی اور مزاحیہ کہانیوں کے لئے خصوصی پسندیدگی رکھتا تھا۔ اُن کی تلاش میں وہ سروانٹے، بالزاک اور فیلڈنگ سے لے کر پال ڈی کاک اور ڈوماس دی ایلڈر تک نیچے اترا۔

مارکس ایک اور، بہت ہی مختلف میدان میں دانشورانہ تفریح پاتا تھا۔ وہ تھا ریاضی۔ بالخصوص سخت دماغی بےچینی اور دوسرے مصائب کے زمانوں میں وہ ریاضی میں تسکین پاتا تھا، جو اس پر ایک خوشگوار اثر ڈالتا تھا۔ اینگلز اور لافارگ دونوں بتاتے ہیں کہ اس نے اس میدان میں آزادانہ دریافتیں کیں، مگر یہ یہاں موضوع نہیں ہے، اور جن ریاضی دانوں نے اس کی موت کے بعد اس کے مسودوں کا مطالعہ کیا، کہتے ہیں کہ انہوں نے اس رائے کی تائید نہیں کی۔

مارکس اپنی ساری دانشورانہ دلچسپیوں کے ساتھ ویگنر نہ تھا جو کہ ایک میوزیم میں بند ہو کر زندہ رہا اور دنیا کو بہت دور ہی سے دیکھتا رہا، نہ ہی وہ کوئی فاؤسٹ تھا جس کے سینے میں روحوں نے اپنی رہائش قائم کی۔ ''دنیا کیلئے کام کرنا'' اس کا ایک پسندیدہ فقرہ ہوتا تھا اور وہ محسوس کرتا تھا کہ جو شخص خود کو سائنسی تحقیق کے لئے وقف کرنے کی خوش قسمتی رکھتا ہے اسے اپنے آپ کو بنی نوع انسان کی خدمت کے حوالے کرنا چاہیے۔ یہی دانشورانہ رویہ تھا جو اس کی رگوں میں خون کی گردش تیز اور ہڈیوں کا گودا تازہ رکھتا۔ اپنے خاندانی حلقے میں اور دوستوں کے درمیان وہ ہمیشہ ایک خوش مزاج اور مزاح بھرا ساتھی تھا جس کا بھرپور قہقہہ آسانی سے آجاتا۔ جن لوگوں نے ''سرخ دہشت گرد

ڈاکٹر'' (اسے پیرس کمیون کی شکست کے بعد اس نام سے پکارا جاتا تھا) تلاش کیا، انہوں نے کوئی جنونی، افسردہ اور کوئی خواب دیکھنے والا آرام کرسی والا فلاسفر نہ پایا بلکہ ایک دنیاوی شخص پایا جو نرم گفتار کے سارے موضوعات پہ اطمینان سے بولتا۔

اس کے خطوط کے قارئین اُس آسان طرز پہ حیران ہیں جس میں اُس کی شعلہ فشاں روح، غصے کے عظیم دھماکوں کے زبردست دباؤ سے تقریباً غیر محسوس طریقے سے فلسفیانہ خیال آرائی کے گہرے مگر پرسکون سمندر میں رقص کرتی گزرتی ہے۔ اور یہی بات اس کے سامعین کو بھی حیران کرتی ہے، اس لئے کہ مارکس کے ساتھ اپنی گفتگوؤں کا حوالہ دیتے ہوئے ہِینڈ مین اعلان کرتا ہے:

''لبرل پارٹی کی پالیسی بالخصوص آئرلینڈ کے بارے میں پالیسی' پر شدید حقارت کے ساتھ بات کرتے ہوئے پرانے جنگباز کی گہری ڈوبی آنکھیں روشن ہو جاتیں، اس کی بھاری بھنویں سکڑ جاتیں، وسیع اور مضبوط ناک اور چہرہ جذبات سے بدل جاتے، اور وہ شدید ملامت کا ایک سیلاب بہا دیتا، جو یکساں طور پر اس کے مزاج کی گرمی دکھاتا اور وہ عظیم الشان کمان دکھاتا جو اسے اپنی زبان پر حاصل تھی۔ اس کے اطوار اور گفتار کے بیچ نمایاں فرق جو غصہ سے بہت جھنجھوڑ جاتا اور اس کا رویہ جب وہ معاشی واقعات پر اپنا خیال پیش کر رہا ہوتا، بہت ہی نمایاں ہوتے۔ وہ بغیر کسی ظاہری کوشش کے پیغمبر اور پرزور ملامت کنندہ کے رول سے ایک پرسکون فلاسفر کے رول میں آجاتا......''

مارکس سماجی میل جول سے بے نیاز رہا، گو کہ وہ اس وقت بیس برس پہلے کی بہ نسبت بہت اچھی طرح جانا پہچانا جاتا تھا، اور دراصل، ہینڈ مین نے اس سے شناسائی ایک قدامت پسند ممبر پارلیمنٹ کے ذریعے حاصل کی تھی۔ البتہ ستر کی دہائی میں مارکس کا گھر بہت آنے اور جانے کا منظر نامہ تھا: یہ تارکینِ وطن کمیونارڈز کے لئے ''انصاف کی ایک اور پناہ گاہ'' تھی، جنہیں ہر وقت وہاں سے مشورہ اور مدد ملنے کا پکا یقین تھا۔ یہ مضطرب لوگ یقیناً اپنے ساتھ بہت ناراضی اور بہت سے مسائل لاتے، اور جب پہلا طوفان تھم گیا، تو بیگم مارکس اپنی مہمان نواز روح کے باوجود ٹھنڈی سانس نہ روک سکی: ''اُس نے ہمیں کرنے کو بہت سارا کام دیا''۔

مگر استثنائیں تھیں۔ 1872ء میں چارلس لونگوئٹ (جو کہ کمیون کی کونسل کا ایک ممبر تھا اور اُس کے آفیشل اخبار کا ایڈیٹر تھا) نے مارکس کی بیٹی جینی سے شادی کی۔ وہ خاندان کے ساتھ لافارگ جتنا تو کبھی بھی قریبی طور پر نہ شخصی طور پر اور نہ سیاسی طور پر نہ جڑا۔ مگر وہ ایک باصلاحیت شخص تھا: ''وہ کھانا پکاتا ہے، چیختا ہے اور دلیل بازی کرتا ہے'' بیگم مارکس نے لکھا، ''مگر اس کے حق میں مجھے یہ کہنا چاہیے کہ وہ اپنے کنگز کالج کے لیکچر باقاعدگی سے دیتا ہے اور اپنے اعلیٰ حکام کی تسلی کے مطابق''۔ اس خوشحال شادی کو اولین اولاد کی موت نے ابر آلود کر دیا، لیکن پھر ایک ''گول اور گداز، صحت منداور عمدہ چھوٹو نمودار ہوا اور پورے خاندان اور اپنے نانا کی مسرت کو صحت منداور مضبوط انداز میں بڑھا دیا۔

لافارگ خاندان بھی کمیون کے تارکینِ وطن میں سے تھا اور وہ پڑوس میں رہتا تھا۔ اپنی شادی کے اولین سالوں میں انہوں نے دو بچے گنوائے اور اس بدقسمتی کے تاثر کے تحت لافارگ نے اپنی پریکٹس ترک کر دی، اور اعلان کیا کہ ڈھونگ کی ایک خاص مقدار کے بغیر جاری رکھنا ناممکن تھا اور یہ کہ وہ اس طرح کرنے پر تیار نہیں۔ ''کس قدر ترس کی بات ہے کہ اس نے بوڑھے باپ ایسکولاپی اُس کو بے وفائی کر کے چھوڑ دیا ہے!'' بیگم مارکس نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ لافارگ نے پھر ایک فوٹوگرافک لیتھوگرافک سٹوڈیو کھولا، مگر گو کہ خوش قسمتی سے اس کی فطرت توانا اور خود اعتماد تھی اور گو کہ وہ ''ایک نیگرو کی طرح کام کرتا تھا'' اور بیوی کی طرف سے اسے انتھک اور بہادرانہ مدد حاصل تھی، کاروبار بہت سست رفتاری سے بڑھا اور اس نے (اپنی جیب میں موجود سرمایہ سے زیادہ) مقابلے والے کاروبار کے خلاف لڑنا مشکل پایا۔

تقریباً اسی زمانے میں تیسری بیٹی شادی کے طلبگار ایک فرانسیسی سے مہر و محبت کر رہی تھی۔ یہ لیسا گیرے تھا جس نے بعد میں کمیون کی تاریخ لکھی، جس کی صفوں میں وہ لڑا تھا۔ ایلینر لگتا تھا اس کی طرف پسندیدگی سے ملتفت تھی۔ مگر اس کا باپ لڑکے کی بھروسا مندی پہ شک کرتا تھا اور آخر میں اور کچھ جھجک کے بعد اس معاملے کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔

1875ء کے موسمِ بہار میں خاندان پھر کوچ کر گیا، اِس بار شہر کے اِسی حصے میں، 14۔ میٹ لینڈ پارک روڈ، ہاورسٹاک ہِل پہ۔ مارکس نے اپنی زندگی کے آخری سال اسی گھر میں گزارے اور یہیں پر اس کا انتقال ہوا۔

2۔ جرمن سوشل ڈیموکریسی

اس حقیقت کے طفیل کہ یہ شروع ہی سے قومی خطوط پر ترویج پاتا رہا، جرمن مزدور طبقہ ''انٹرنیشنل'' کے دوسرے سارے سیکشنوں کے مبتلا ہونے والے بحران سے بچا جب انہوں نے قومی مزدور طبقے کی پارٹیوں میں پروان چڑھنا شروع کیا۔ دس جنوری 1874ء میں، جنیوا کانگریس کی ناکامی کے چند ماہ قبل اِس نے ریخسٹاک الیکشنوں میں اپنی اولین عظیم فتح کا جشن منایا جب اس نے ساڑھے تین لاکھ ووٹ حاصل کئے اور نو سیٹیں (چھ آئزناخ گروہ کی اور تین لاسالیوں کی) حاصل کیں۔

''پہلی انٹرنیشنل'' کے زوال پر منتج ہونے والے اسباب پر متجسس روشنی اس حقیقت سے پڑتی ہے کہ جنرل کونسل کے دو رہنما یا نہ اذہان یعنی مارکس اور اینگلز اُس ابھرتی ہوئی مزدوروں کی پارٹی کے ساتھ بہ مشکل ایک ساتھ نبھانے کا طریقہ تلاش کرنے میں کامیاب ہوئے جس سے انہیں شروع ہی سے اُن سب سے زیادہ واقف ہونا چاہئے تھا اور جو کسی اور پارٹی کی بہ نسبت اُن کی اپنی تھیورٹیکل رایوں سے قریب تر تھی۔ بین الاقوامی فوقیت دینے والے مقام نے جس نے انہیں کُل کا ایک عمومی نظارہ کرنے کی اجازت دی، بہ یک وقت انہیں انفرادی مما لک کی تفصیلی خصوصیت میں داخل ہونے نہ دیا۔ حتیٰ کہ انگلینڈ اور فرانس میں ان کے سب سے سرگرم حامیوں نے بھی تسلیم کیا کہ مارکس اور اینگلز انگلش اور فرنچ زندگی کی ساری تفاصیل پہ مقامی باشندوں کی طرح عبور حاصل کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہوئے، اور جب ایک بار وہ جرمنی سے الگ ہوئے تو پھر جرمن حالات کے ساتھ اپنا سابقہ جامع اور جانا پہچانا واسطہ دوبارہ بحال کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہوئے۔ یہ جرمن پارٹی معاملات سے متعلق بھی صحیح تھا، جس میں ان کی رائے کو لاسال اور لاسال سے متعلق ہر چیز پہ کم نہ ہونے والی بے اعتباری نے دھندلا دیا تھا۔

یہ اس وقت صاف نظر آیا جب نئی نئی منتخب ریختسٹاگ کا پہلا اجلاس ہوا۔ آئزناخ گروہ کے چھ میں سے دو ممبر (لبخت اور ببیل) ابھی تک جیل میں تھے اور اپنی نشستوں پہ بیٹھنے سے قاصر تھے، جبکہ باقی چار (گیب، موسٹ، موٹلر اور والٹیچ) کا رویہ اُن کے اپنے حامیوں کی صفوں میں بھی مایوسی کا سبب بنا۔ ببیل نے اپنی یادداشتوں میں اعلان کیا کہ بہت سی اطراف سے اُس تک شکایات پہنچیں کہ آئزناخ گروہ کے چاروں پارلیمانی نمائندے خود کو تین لاسالیوں (ہیسن کلیور، ہیسل مین، اور رائیمر) سے سبقت لے جانے دے رہے تھے۔ دوسری طرف اینگلز بالکل اور رائے رکھتا تھا اور اس نے سرج کو لکھا: ''لاسالیوں کو اُن کے پارلیمانی نمائندوں نے اس قدر بدنام کیا کہ حکومت کو یہ تاثر دینے کے لئے کہ اُن کی تحریک سنجیدہ ہے، اُن کے خلاف اقدامات اٹھانے پر مجبور ہونا پڑ رہا ہے۔ بقیہ کیلئے، الیکشن کے وقت سے لاسالیوں نے خود کو ہمارے لوگوں کی دم کے پیچھے پیچھے چلنے پر مجبور پایا۔ کیا خوش قسمتی ہے کہ ہیسن کلیور اور ہیسل مین ریختسٹاگ میں منتخب ہوگئے! ۔ وہ خود کو ظاہر ظاہر بدنام کر رہے ہیں۔ انہیں یا تو ہمارے لوگوں کے ساتھ جانا ہوگا، یا اپنے آپ غلطیاں کرنی ہوں گی، اور دونوں چیزیں انہیں تباہ کریں گی''۔ صورتحال کی اِس سے زیادہ غلط تفہیم کا تصور کرنا بھی مشکل ہوگا۔

دونوں گروہوں کے پارلیمانی نمائندے بہت اچھی طرح اکٹھے رہے اور انہوں نے اس پرواہ پر اپنا زیادہ وقت ضائع نہ کیا کہ فلور آف دی ہاؤس میں یہ یا وہ شخص دوسرے سے بہتر ہو۔ دونوں گروہوں نے الیکشن مہم ایسے طریقے سے چلائی کہ آئزناخ گروہ پر نیم سوشلزم کا الزام دینا ناممکن تھا یا لاسالیوں کو سرکار کے ساتھ فلرٹ کرنے کا الزام دینا ناممکن تھا؛ دونوں گروہوں نے تقریباً ایک جتنے ووٹ لیے، دونوں گروہوں کو حکومت کی طرف سے پکڑ دھکڑ کی مساوی متشدد مہم کا شکار کیا گیا۔ اُن کے واحد اصل اختلافات تنظیمی معاملات پر تھے، مگر یہ اختلافات جلد ہی پبلک پراسیکیوٹر ٹیسن ڈارف حل کی پیشہ ورانہ سرگرمی کی برکت سے حل ہوئے جو مددگار عدالتوں سے فیصلے لینے میں کامیاب ہوگیا جنھوں نے آئزناخ گروہ کی اختیار کردہ تنظیم کی ڈھیلی ڈھالی شکل اور لاسالیوں کی طرف سے اختیار کردہ زیادہ مرکزیت دونوں کو تباہ کر دیا۔

لہٰذا دونوں گروہوں کا اتحاد خود بہ خود طور پر قریب آ رہا تھا جب اکتوبر 1874ء میں ٹولکے لاسالیوں کی طرف سے لبخت کے پاس امن تجاویز لایا، جو اس دوران جیل سے رہا ہو گیا تھا۔ لبخت نے فوراً اُن پر چھلانگ لگائی، شاید کچھ آمرانہ انداز میں، مگر ایک سرگرمی کے ساتھ جو البتہ قابلِ تعریف تھی اس لئے کہ اسے لندن میں بہت غیر موزوں طور پر لیا گیا۔ مارکس اور اینگلز ابھی تک لاسالیوں کو ایک مرتا ہوا فرقہ قرار دیتے تھے جسے جلد یا بدیر بلامشروط ہتھیار ڈالنے پڑیں گے۔ اُن کے ساتھ برابری کی سطح پر مذاکرات کرنے کا خیال جرمن مزدور طبقہ کے مفادات کے خلاف ایک بیہودہ حملہ لگتا تھا۔ اور جب فروری 1857ء میں دونوں گروہوں کی طرف سے مشترکہ طور پر تیار کردہ ڈرافٹ پروگرام چھپا تو مارکس اور اینگلز غصہ سے بپھر گئے۔

5 مئی کو، اینگلز کی طرف سے ببیل کو احتجاج کا ایک مفصل خط بھیجنے کے بعد، مارکس نے آئزناخ گروہ کے لیڈر کی طرف اپنا ''پروگرامی'' خط بھیجا۔ اس خط میں اس نے لاسال کو کسی بھی وقت سے زیادہ دُرّے مارے۔ اس نے بحث کی کہ لاسال نے ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' زبانی یاد کیا تھا، مگر اسے بے ڈھنگے پن سے جھوٹا کیا تا کہ باقی سارے طبقات کو مزدور طبقہ کے خلاف رجعتی لوگ قرار دے کر بورژوازی کے خلاف مطلقیت پرستوں اور فیوڈلسٹ دشمنوں کے ساتھ اپنے الائنس پر پردہ ڈال سکے۔ اصل میں البتہ ''رجعتی لوگ'' لاسال کا نعرہ ہرگز نہ تھا بلکہ اسے لاسال کی موت کے بعد شوٹنزر نے گھڑ لیا تھا اور جسے اینگلز کی منظوری حاصل تھی۔ لاسال نے جو کچھ ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' سے لیا تھا وہ تھا جسے وہ ''اجرتوں کا آہنی قانون'' کہتا تھا' اور اس کے لئے مارکس کی طرف سے آبادی کے مالتھوسیائی نظریہ کے ایک حامی کے بطور اس کی سرزنش کی گئی تھی گو کہ لاسال نے اِسے اُسی توانائی کے ساتھ مسترد کیا تھا جس کے ساتھ مارکس اور اینگلز نے کیا تھا۔

''پروگرامی'' خط کے اِس حد سے زیادہ ناقابلِ قبول پہلو کے علاوہ، یہ سائنسی سوشلزم کے بنیادی اصولوں پر بہت ہی سبق آموز مقالے کی نمائندگی کرتا تھا۔ البتہ جیسا کہ معلوم ہے، اس طاقتور خط کا واحد نتیجہ یہ نکلا کہ مکتوب الیہ لوگ اپنے مسودے میں چند چھوٹی اور نسبتاً غیر اہم بہتریاں لائے۔ چند دہائیاں بعد لبخت نے اعلان کیا کہ اُن میں سے اگر سب نہیں تو بہت سے لوگ مارکس

سے متفق نہ تھے اور یہ کہ شاید مارکس کے خیالات کے لئے یونٹی کانگریس میں ایک اکثریت لی جا چکی ہوگی، مگر ایک اقلیت غیر مطمئن رہی ہوگی اور یہ ضروری تھا کہ اس سے اجتناب کیا جاتا اس لئے کہ کانگریس کا مقصد سائنسی سوشلسٹ اصولوں کو وضع کرنا نہ تھا، بلکہ دونوں گروپوں کو متحد کرنا تھا۔

جس طرح پروگرامی خط کو خاموشی سے نظر انداز کیا گیا تھا اس کی ایک زیادہ عملی وضاحت اس حقیقت میں تلاش کی جا سکتی ہے کہ یہ آئزناخ گروہ کے ممبروں کی دانشورانہ سطح سے اوپر اور حتیٰ کہ لاسالیوں کی دانشورانہ سطح سے بھی اوپر گیا۔ کچھ ماہ پیشتر مارکس نے شکایت کی تھی کہ آئزناخ گروہ کے ترجمان میں وقتاً فوقتاً نیم عالمانہ فلسطی مفروضے نمودار ہونے دیے جاتے تھے۔ یہ مواد سکول ماسٹروں، ڈاکٹروں اور طالب علموں کی طرف سے آتا تھا، اور اس کے لئے لیبخت کو پکڑنا چاہئے۔ بہ یک وقت وہ خوفزدہ تھا کہ حقیقت پسند خیالات جو کہ پارٹی میں بڑی محنت سے نصب کیے گئے تھے اور جنہوں نے واقعتاً جڑیں پکڑنی شروع کی تھیں، اب لاسالیوں کی فرقہ پسندی اور ان کی نظریاتی ضابطہ پرستانہ بکواسیات سے زیر ہو جائیں گی جو کہ ڈیموکریٹوں اور فرانسیسی سوشلسٹوں سے مستعار تھیں۔

مارکس اس معاملے میں بالکل غلط تھا۔ تھیوری کے معاملات میں دونوں گروہ کم وبیش ایک ہی سطح پر تھے، اور اگر کچھ اختلاف تھا تو یہ لاسالیوں کے حق میں جاتا تھا۔ اتحاد کے پروگرام کے مسودے کو آئزناخ گروہ کی طرف سے کسی قسم کے اعتراض کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ البتہ یہ بات تھی کہ دونوں گروہ سائنسی سوشلزم سے بہت دور تھے جس کی بنیاد مارکس اور اینگلز نے رکھی تھی۔ ان کے پاس تاریخی مادیت کے طریق کی بہ مشکل ایک خفیف سی جھلک تھی اور سرمایہ دارانہ طرزِ پیداوار کا راز ابھی تک اُن کے لئے ایک راز تھا۔ سی اے شرام (جو کہ اُس زمانے میں آئزناخ گروہ کا سب سے اہم نظریہ دان تھا) مارکس کے ''قدر کے نظریے'' سے جس طرح گرفت میں آ گیا، وہ اس کا سب سے بڑا ثبوت تھا۔

عمل میں دونوں گروہوں کا اتحاد موزوں انداز میں نکلا اور اس لئے نہ تو مارکس اور نہ اینگلز کو اس کے خلاف بولنا پڑا، گو کہ وہ ابھی تک شاید یہ سمجھ رہے تھے کہ آئزناخ گروہ نے

خود پر لاسالیوں کو مسلط ہونے دیا۔ لیکن اپنے پروگرامی خط میں مارکس نے خود کہا: تحریک میں ہر عملی قدم درجن پروگراموں کے برابر ہوتا ہے۔ درحقیقت نئی متحدہ پارٹی میں نظریاتی کنفیوژن کم ہونے کے بجائے بڑھ گیا اور مارکس اور اینگلز نے اسے غیر فطری اتحاد سے منسوب کیا اور اُن کا عدم اطمینان پہلے سے بہت بڑھ گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اُن کی ناراضی کو سابقہ لاسالیوں کی بہ نسبت زیادہ تر سابقہ آئزناخ گروہ کے ممبروں میں دیکھا جا سکتا تھا۔ اینگلز نے کبھی کبھار اعلان کیا کہ لاسالی تحریک کے اندر جلد ہی واضح ترین مفکر ہوں گے اس لئے کہ اُن کے اخبار (جو اتحاد کے ایک سال بعد تک جاری رہا) نے کم بکواس چھاپی۔ اس نے اعلان کیا کہ اس پارٹی پر پیسے پر رکھے گئے ایجی ٹیٹروں، نیم تعلیم یافتاؤں کی آفت بھاری پڑی۔ وہ بالخصوص موسٹ پہ برہم تھا جس نے ''سارے کیپٹل کو اس کا کچھ بھی سمجھے بغیر خلاصہ'' کیا تھا اور جو سوشلزم کے ڈوہرنگ برانڈ کی حمایت کرتا تھا۔ 24 مئی 1876ء کو مارکس کو لکھتے ہوئے اینگلز نے اعلان کیا: ''یہ واضح ہے کہ ان لوگوں کے دماغوں میں ڈوہرنگ نے اپنے قابلِ نفرت طرز کے سطحی حملوں کے نتیجے میں خود کو محفوظ بنا دیا، اس لئے اگر ہم اس کی نظریاتی بکواسیات کا اب مذاق اڑائیں تو یہ سوائے ہمارے شخصی انتقام کے کچھ نہ ہوگا''۔ لیبخت بھی بلا سزا کے نہ بچا: ''ویلہلم ہماری تھیوریوں کی ناکامی کے لئے ہر فلسطی اعتراض کے لئے ایک جواب تیار کرنے کے لئے بے چین ہے۔ وہ اپنے دماغ میں مستقبل کے معاشرے کی ایک تیار تصویر کے لئے بے چین ہے اس لئے فلسطی اس سے اس بارے میں پوچھ سکتے ہیں''۔ البتہ اس سب کا لاسال یا لاسالی روایات سے کچھ تعلق نہ تھا۔

یہ اس کی عملی کامیابیوں کی تیز رفتار بڑھوتری تھی جس نے نئی پارٹی کا تھیوری سے تعلق بنا دیا، اور حتیٰ کہ یہ کہنا بھی بہت زیادہ ہے۔ وہ ویسے تو تھیوری سے لاتعلق نہ تھے، لیکن اپنے شدید ایڈوانس میں وہ اسے تھیوریٹکل بال کی کھال اتارنا سمجھتے تھے۔ تحسین نہ دیے ہوئے موجدوں اور صحیح طور پر سمجھے نہ گئے اصلاح پسندوں، ویکسینیشن مخالفوں، ''فطرت حکیم ہے'' والوں، اور اسی طرح کے خبطیوں نے نئی پارٹی کے معیار کو گرا دیا اس لئے کہ وہ مزدور طبقے کی سرگرم صفوں میں اُس تسلیم کئے

جانے کی امید رکھتے تھے جوانہیں بورژوازی کی دنیا نے نہ دی۔جس نے کوئی بھی خیر خواہی دکھائی اور بیمار جماعتی سیاست کے لئے کچھ علاج پیش کیا اسے خود کوخوش آمدید کہلانے کا یقین تھا، بالخصوص انہیں جوا کیڈمک حلقوں سے آتے تھے اور جن کی موجودگی پرولتاریہ اور سائنس کے درمیان اتحاد کی مہر قرار دی جاسکتی تھی۔ایک یونیورسٹی پروفیسر جسے سوشلزم سے دوستی ہوتی تھی یادوستی کا شائبہ ہوتا تھا اسے اپنے دانشورانہ مالِ تجارت کے لئے کسی سخت تنقید سے گھبرانے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔

بالخصوص ڈوہرنگ ایسی تنقید سے محفوظ تھا اس لئے کہ اس کے پاس کئی صفات تھیں، شخصی بھی اور دیگر بھی، جو برلن مزدور طبقے کی تحریک میں سب سے سرگرم دانشورانہ عناصر کو لازماً کھینچتی تھیں۔ بلاشبہ اس کے پاس عظیم صلاحیت و قابلیت تھی اور اس کے مجموعی کیریکٹر اور کیریئر نے مزدوروں کے بیچ اس کے لئے زیادہ ہمدردی جیت لی۔اس کے پاس مالیاتی وسائل نہ تھے اور وہ کم عمری میں اندھا ہو گیا تھا مگر اس کے باوجود وہ ایک یونیورسٹی لیکچرر کے بطور زندگی میں اپنی لڑائی لڑا تھا، کبھی بھی حکمران طبقات سے کوئی رعایت نہ کی تھی اور لیکچر ہال میں اس نے ہمیشہ اپنا ریڈیکل ازم دلیری سے برقرار رکھا۔ وہ مارات، بابیوف اور کمیون کے ہیروؤں کی تعریف سے کبھی نہ ہچکچایا۔اس کے کیریکٹر کا نارضامند پہلو، اس کا تکبر تھا جس سے وہ سائنسی تحقیق کے نصف درجن شعبوں میں مکمل عبور کا دعویٰ کرتا تھا، جبکہ دراصل، اپنی جسمانی معذوری کی وجہ سے، وہ ان میں سے ایک پر بھی مکمل عبور نہ رکھتا تھا، اور جس بڑھتے ہوئے احساس برتری سے وہ اپنے پیش رووں کو ڈنڈے مار مار کر ہستی سے باہر کرتا تھا (فشٹے اور ہیگل کو فلسفہ کے میدان میں، اور مارکس ولا سال کو معاشی میدان میں)۔یہ سب کچھ پس منظر میں رہا یا اس کی دانشورانہ تنہائی کے نتیجے کے بطور، یا اُن کڑی جدوجہدوں کے سبب معاف کیا جاتا رہا جو اسے لڑنی پڑی تھیں۔

مارکس نے ڈوھرنگ کے بیچ بازاری حملوں پر کوئی توجہ نہ دی اور دراصل اُن کے مندرجات کا اتنا وزن نہ تھا کہ مارکس یہ چیلنج قبول کرتا۔ ڈوھرنگ کے لئے برلن سوشلسٹوں کے بڑھتے ہوئے جوش نے کافی عرصہ تک مارکس پر کوئی اثر نہیں ڈالا، حالانکہ ڈوہرنگ نے اپنی خطا ناپذیری کے دعوے اور ''آخری سچائیوں'' کے اپنے پیغام کے ساتھ پیدائشی فرقہ پرست کی ساری

خصوصیات بتادیں۔حتیٰ کہ جب لیبنخت نے مزدوروں کی طرف سے خطوط بھیجے اور پارٹی پروپیگنڈہ کے سطحی ہونے کے خطرے کی طرف اشارہ کیا، مارکس اور اینگلز ابھی تک ڈوہرنگ کا جواب دینے سے اس لیے انکار کر رہے تھے کہ یہ ''بہت ہی ماتحت ہدف'' تھا مگر جب مئی 1876ء میں موسٹ نے اینگلز کو ایک بدتمیز خط لکھا، تو وہ لگتا ہے کہ آخری تنکا ثابت ہوا۔

پھر اینگلز نے ڈوھرنگ کے ''نظام سے متعلق سچائیوں'' کا معائنہ کرنا شروع کیا اور اس نے بہت سے مضامین میں اپنی تنقید پرسکون انداز میں کی جو 1877ء کے اوائل میں ''واروارٹس'' میں نمودار ہونا شروع ہوئے، جو کہ اب متحدہ پارٹی کا مرکزی ترجمان تھا۔ یہ مضامین سائنسی سوشلزم کے اہم ترین اور کامیاب ترین مسودے بن گئے، مارکس کے ''کیپٹل'' کی برابری کی جگہ پانے والے، مگر پارٹی کی طرف سے اس تصنیف کے استقبال نے بتادیا کہ خطرہ واقعی قریب تھا۔ پارٹی کی سالانہ کانگریس جو مئی 1877ء کو، گوتھا میں اینگلز پہ اس کے ذریعے سے ایک باز پرس پہ منعقد ہونی تھی، اسی طرح جس طرح کہ ڈوہرنگ کے خلاف آرتھوڈوکس یونیورسٹی گروہ کی طرف سے منعقد کی جارہی تھی۔موسٹ، پارٹی کے مرکزی ترجمان میں ڈوہرنگ کے خلاف اینگلز کے مضامین کی مزید اشاعت کے خلاف ایک قرارداد لایا، اس دلیل پر کہ یہ مضامین ''واروارٹس کے قارئین کی عظیم اکثریت کے لئے مکمل طور پر عدم دلچسپی والے ہیں یا حتیٰ کہ ان کے لئے قابل اعتراض ہیں''۔ وہلٹیخ نے (جو دوسرے تمام حوالوں سے موسٹ کا بدترین دشمن تھا) اس معاملے پر اس سے مشترکہ کاز بنالیا اور اعلان کیا کہ اینگلز کا اختیار کردہ لہجہ بدترین ذائقے کا تھا اور یہ ''واروارٹس'' کی طرف سے مہیا کردہ دانشورانہ خوراک کو ناقابلِ ہضم بناڈالے گا۔خوش قسمتی سے ایک مصالحتی تجویز قبول کر کے بدترین انجام سے بچا گیا جس میں کہا گیا کہ عملی اور ایجی ٹیشن اسباب کی بناء پر اس مناظرہ کو ایک سائنسی ضمیمہ کے بطور جاری رکھنا چاہیے اور خود اخبار میں نہیں۔

کانگریس نے بہ یک وقت اکتوبر سے ایک پندرہ روزہ سائنسی ترجمان شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ تجویز کارل ہوچبرگ کی تجویز پر منظور کی گئی، جس نے اس کام کے لئے مالیاتی مدد کا وعدہ بھی کیا۔ ہوچبرگ سوشلزم پہ اُن بورژوا ہنرکاروں میں سے ایک تھا جو اُس زمانے میں جرمنی

میں بہت بہتات میں تھے۔ وہ فرینکفرٹ میں ایک لاٹری پروموٹر کا بیٹا تھا، ابھی جوان اور بہت دولتمند اور بہ یک وقت حد سے زیادہ بےلوث اور قربانی دینے والا۔ جو بھی اسے جانتا تھا اُسے بلند ترین شخصی کیریکٹر دیتا تھا۔ البتہ اس کی ادبی اور سیاسی صلاحیتوں پر فیصلہ، جو کہ اس کی اشاعتوں میں ظاہر ہوتی تھیں جو سوشلزم کی تھیوری اور تاریخ کے بارے میں نہیں جانتا تھا اور مارکس واینگلز کی فروغ دادہ سائنسی رایوں کے بارے میں تو کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ اس نے پرولتاری طبقاتی جدوجہد کو مزدوروں کی نجات کا لیور نہیں جانا، مگر اس کا کہنا تھا کہ پرامن اور قانونی فروغ کے خطوط کے ساتھ ساتھ مزدوروں کے کاز کے لئے، حکمران طبقات بالخصوص ان کے تعلیم یافتہ ممبروں کے دل جیتنے چاہئیں۔

البتہ مارکس اور اینگلز اس کے بارے میں بہت کم جانتے تھے جب انہوں نے ''ڈی ذو کونفٹ'' نامی نئی اشاعت کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کیا۔ انہیں مضمون لکھنے کی دعوت بےشمار دوسرے لوگوں کے ساتھ محض ایک عمومی مراسلے کے ذریعے دی گئی۔ اینگلز نے کہا کہ جب کہ کانگریس کے فیصلے روزانہ کے محض ایجی ٹیشن میں بہت مفید ہو سکتے ہیں، جہاں تک سائنسی حاصلات کا تعلق تھا اُن کی اہمیت صفر تھی اور یقیناً یہ یقین دہانی کے لئے کافی نہ تھا کہ اشاعت واقعی سائنسی ہوگی، ایک انجام جو فرمان سے حاصل نہیں کی جا سکتی۔ ایک حتمی پالیسی اور ایک حتمی رجحان کے بغیر ایک سائنسی سوشلسٹ اشاعت ایک ناممکنات تھی، اور جرمنی میں اُس وقت ابھرتے ہوئے رجحانات کی مذہبی اور بڑی تنوع کے پیش نظر اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہوسکتی کہ یہ مخصوص اپنائی ہوئی پالیسی موزوں ثابت ہوگی۔

''ڈی زوکونفٹ'' کے پہلے شمارے نے بتایا کہ اس کی جانب ایک تحفظات والا رویہ رکھ کر وہ کس قدر درست تھے۔ ہوچبرگ کی طرف سے لکھا گیا تعارفی مضمون اُن سارے رجحانات کا ایک نیا مجموعہ ثابت ہوا جس کے خلاف وہ چالیس کی دہائی میں سوشلزم کو ناتواں اور کمزور کرنے والوں کے بطور لڑتے رہے تھے۔ چنانچہ وہ کسی شرمندہ کئے جانے والے جھگڑوں سے باز رہے۔ جب جرمن پارٹی کے ایک ممبر نے ان سے پوچھا کہ کیا وہ گوتھا کانگریس کی بحث سے متعلق ناراض تھے تو مارکس

نے جواب دیا: ''ہائینے کے بقول، میں کوئی ناراضگی نہیں پالتا، نہ ہی اینگلز۔ نہ ہی ہم دونوں مقبولیت کے لئے اشارے کی انگلیوں سے بجائی ایک چٹکی کی پرواہ کرتے ہیں۔ شخصیت پرستی کی ساری صورتوں کے خلاف میری مسلسل مخالفت اس کا ثبوت ہے۔ ''انٹرنیشنل'' کے زمانے میں میں نے تسلیم کی جانے والی بےشمار سازشوں کو کبھی بھی اجازت نہ دی جن کے ساتھ مجھے بہت سے ملکوں سے عام کرنے کی ایذا دی گئی اور میں نے شاید ایک سرزنش کے سوا کبھی جواب نہ دیا'' اور اس نے اضافہ کیا: ''مگر ایسے واقعات جو پچھلی پارٹی کانگریس میں ہوئے (جو باہر ملک پارٹی دشمنوں کی طرف سے بہت زیادہ استحصال کئے جا رہے ہیں) نے ہمیں بہرصورت سبق سکھلایا کہ جرمنی میں پارٹی ممبروں کے ساتھ تعلقات میں محتاط رہیں''۔ پھر بھی یہ اتنے برے نہ تھے جتنے لگتے تھے۔ اور اینگلز ''واروارٹس'' کے سائنسی ضمیمے میں ڈوھرنگ کے خلاف اپنے مضامین کی اشاعت جاری رکھے ہوئے تھا۔

البتہ مارکس اُس ''سڑی ہوئی روح'' سے سخت پریشان تھا جس نے خود کو عوام الناس کے اندر اتنا نہ دکھایا جتنا کہ لیڈروں کے اندر دکھایا، اور 19 اکتوبر کو سرج کو لکھتے ہوئے اس نے اعلان کیا: ''لاسالیوں سے مصالحت دوسرے نقلی سوشلسٹوں سے مصالحت پر لے گئی، برلن میں (مثلاً موسٹ؟) ڈوہرنگ اور اس کے ''تعریف کرنے والوں'' کے ساتھ اور پھر بےشمار ناسمجھ طالب علموں اور مغرور اکیڈمیشنوں کے ساتھ، جو سوشلزم کو ایک بلندتر، عینیت پسندانہ رجحان دینا چاہتے ہیں، یا دوسرے لفظوں میں سوشلزم کی مادی بنیاد کو ایک جدید مائتھالوجی سے بدل دینا چاہتے ہیں جس کے دیوتا آزادی، مساوات اور بھائی چارہ ہیں۔ جناب ہوچبرگ (جو ''ڈی زوکونفٹ'' شائع کرتا ہے) اس رجحان کا ایک نمائندہ ہے۔ وہ ''خود کو پارٹی میں لایا''۔ میں فرض کرنے پر تیار ہوں کہ اس کے رجحانات ''پاک ترین'' ہیں مگر میں ''ارادوں'' کو وقعت نہیں دوں گا۔ دنیا میں ''ڈی زوکونفٹ'' میں دیے ہوئے اس کے پروگرام سے زیادہ قابلِ ترس پروگرام اس سے زیادہ ''منکسر مفروضہ'' پیش کیا گیا ہوگا۔

اصل میں، مارکس اور اینگلز کو اس ''رجحان'' سے مصالحت کرنے کے لئے اپنا اور اپنے سارے ماضی کو مسترد کرنا پڑتا۔

3۔انارکزم اور مشرقِ قریب میں جنگ

1877ء میں گوتھا کانگریس نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ پارٹی کی ایک عالمی سوشلسٹ کانگریس میں نمائندگی کرنی چاہیے جسے اسی برس ستمبر میں غینٹ کے مقام پر بلایا گیا تھا۔لبخنت کو پارٹی نمائندہ منتخب کیا گیا۔

اس کانگریس کی ابتدا بلجیم والوں نے کی تھی، جنہوں نے اسی دوران انارکسٹ شوربے میں ایک بال دیکھا تھا اور جو دونوں گروپوں کو دوبارہ متحد کرنا چاہتے تھے جو کہ ہیگ کانگریس میں الگ الگ ہو گئے تھے۔ باکونی گروہ نے اپنی کانگریس 1873ء میں جنیوا میں منعقد کی، 1874ء میں برسیلز میں اور 1876ء میں برلن میں، مگر مسلسل کم ہوتی ہوئی تعداد میں۔ یہ نجات کے لئے پرولتاری جدوجہد کی عملی ضرورتوں کے سامنے ٹوٹ گئی۔

جھگڑے کے شروع ہی میں اصلی مخاصمتیں نمودار ہوئیں؛ ''فیبریکے'' اور ''گراس میٹیرز'' کے درمیان جنیوا جھگڑا۔ایک طرف مزدوروں کے ایک بھاری معاوضوں والے سیکشن جن کے لئے پارلیمانی جدوجہد کے سیاسی حقوق کھول دیے گئے، نیز انہیں بورژوا پارٹیوں کے مختلف مشکوک الائنسوں میں ترغیب دی گئی۔اور دوسری طرف مزدوروں کا کم معاوضہ پانے والا سیکشن بغیر سیاسی حقوق کے اور مکمل طور پر خود اپنی طاقت پر بھروسہ کرنے والا۔ یہ عملی مخاصمت سارے جھگڑے کی بنیاد تھی، نہ کہ دلیل اور بے دلیلی کے درمیان تھیوریٹیکل جدوجہد۔

معاملہ بہت کم سادہ تھا، اور یہ ابھی تک سادہ سے بہت دور ہے، جس طرح کہ انارکزم کا بار بار ابھرنا (اور اپنے بار بار قتل ہو جانے کے بعد ابھرنا) وضاحت کرتا ہے۔ انارکزم کو سمجھنے کا مطلب اس کی حمایت کرنا نہیں ہوتا۔ اسی طرح (یہ تسلیم کرنے کے لئے کہ اپنی ساری کافی قابلِ قبول اصلاحات کے ساتھ' یہ مزدور طبقے کی تحریک کو ایک ایسے نکتے تک لے جاتی ہے جہاں یہ اپنی ساری انقلابی توانائیاں ضائع کرتی ہے) پارلیمانی سیاسی اقدام کو مسترد کرنا ضروری نہیں ہے۔ یہ کسی صورت حادثاتی نہ تھا کہ باکونن کے حامیوں کے درمیان وہ لوگ تھے جنہوں نے نجات کے لئے

پرولتاری جدوجہد میں عظیم خدمات سرانجام دی تھیں۔لبخنت یقیناً کبھی بھی اس کا دوست نہ تھا، مگر باصل کانگریس کے وقت اس نے برابر سرگرمی کے ساتھ سیاسی پرہیز کا مطالبہ کیا۔ دوسری طرف فرانس میں جولس گسڈے، اٹلی میں کارلوکیفیرو، بلجیم میں سیزر ڈی پاپئے اور روس میں ایکسلراڈ جیسے لوگ ہیگ کانگریس اور بہت بعد تک باکونن کے سرگرم حامی تھے۔ جب بعد میں وہ اسی طرح پر جوش مارکسسٹ بنے تو یہ اس وجہ سے نہ تھا کہ انہوں نے اپنے سابقہ نظریات کو پھینک دیا، بلکہ (جیسا کہ ان میں سے کئی نے واضح طور پر اعلان کیا) اس لئے کہ انہوں نے اپنی بڑھوتری اُس پہ جاری رکھی جو باکونن مارکس کے ساتھ مشترک رکھتا تھا۔

یہ دونوں اشخاص ایک پرولتاری عوامی تحریک چاہتے تھے اور ان کا جھگڑا اس لائن سے متعلق تھا جس پر اس عوامی تحریک کو چلنا چاہئے تھا۔البتہ، اسی دوران، ''باکونی انٹرنیشنل'' کی کانگریس نے جتلا دیا تھا کہ انارکسٹ طریقہ ناقابلِ گزر تھا۔

یہاں مختلف کانگریسوں کی بنیاد پر انارکزم کی تیز رفتار پستی بتانا بہت دور لے جائے گا۔ اس کی تباہی کافی فرحان وشاداں اور جامع انداز میں بڑھی۔ ''جنرل کونسل'' اور سالانہ توثیقیں ختم کی گئیں، کانگریسوں کو اصولوں کے معاملات میں کوئی فیصلہ کرنے سے منع کیا گیا، اور بہت مشکل سے دماغی مزدوروں پر ''انٹرنیشنل'' کے دروازے بند کرنے کی ایک کوشش کو ناکام بنا دیا گیا۔ البتہ، معاملے کا تعمیری پہلو ایک افسوس ناک حالت میں تھا اور ایک نئے پروگرام اور نئے داؤ پیچ کا لکھنے کا کام بہت کم آگے بڑھا۔جنیوا کانگریس نے بالخصوص عام ہڑتال کو سماجی انقلاب کے واحد اور قابلِ اعتماد ذریعہ ہونے سے متعلق اختلاف کیا، مگر کسی مفاہمت تک نہ پہنچا جا سکا، جبکہ برسلز میں منعقد اگلی کانگریس عوامی خدمات کے معاملے پر رضا مند ہونے کے قابل ہی نہ تھی جو کہ کانگریس میں سب سے اہم سوال بن گیا تھا اور جس پر ڈی پاپئے ایک ایسے طریقے سے بولا جو اُس کو اس قابلِ لعنت ملامت تک لایا کہ اس نے انارکزم کی بنیاد یکسر چھوڑ دی تھی۔ یہ واضح ہے کہ ڈی پاپئے کا انحراف کیسے ضروری تھا جب اس طرح کے معاملے پر ایک معقول بات کہنی تھی۔شدید بحثوں کے بعد، معاملے کو تصفیہ کے لئے اگلی کانگریس تک ملتوی کیا گیا، مگر نئی کانگریس بھی اسے حل کرنے میں ناکام رہی۔

اٹلی والوں نے اعلان کیا کہ ''کانگریسوں کا عہد'' ختم ہو چکا اور انہوں نے ''عمل کے پروپیگنڈہ'' کا مطالبہ کیا۔ اٹلی میں قحط کو استعمال کرتے ہوئے انہوں نے دو سال کے اندر اندر ساٹھ شورشوں میں باعزت کارکردگی حاصل کی، مگر اُن کے کاز کی کامیابی صفر تھی۔

یہ حقیقت کہ انارکزم نے ان تمام عملی سوالات پر ایک خالص منفی رویہ اپنایا جو جدید پرولتاریہ کے فوری مفادات سے قریبی طور پر جڑے ہوئے تھے، حتیٰ کہ اس کے تھیوریٹیکل خیالات کا مایوس کن کنفیوژن اسے مکمل طور پر ایک تنگ نظر اور دقیانوسی فرقے میں گل سڑ جانے تک لے گیا۔ جس وقت سوئٹزرلینڈ میں مزدوروں کے درمیان ''دس گھنٹہ کام کا دن'' کا قانون بنانے کے لئے عوام الناس کی تحریک ابھری تو انارکسٹوں نے اس سے لاتعلقی کا اعلان کیا، اور انہوں نے اُس پٹیشن کے بارے میں بھی یہی منفی رویہ اختیار کیا جو فلیمش سوشلسٹوں نے فیکٹریوں میں چائلڈ لیبر کی قانونی ممانعت حاصل کرنے کے لئے منظّم کی تھی۔ فطری طور پر، انہوں نے عام حقِ رائے دہی کے لئے بھی کسی جدوجہد کو مسترد کر دیا۔ اس ویران اور مایوس کن پالیسی کے مقابلے میں جرمن سوشلسٹ مزدور طبقے کی تحریک بہت زیادہ روشن ہوئی، اور ہر جگہ عوام الناس نے انارکسٹ پروپیگنڈہ کو مسترد کرنا شروع کر دیا۔

1876ء میں برن میں انارکسٹ کانگریس کی طرف سے فیصلہ کردہ، اگلے سال غنٹ میں عالمی سوشلسٹ کانگریس کے انعقاد کا فیصلہ یہ حقیقت تسلیم کرنے کے سبب تھا کہ انارکزم عوام الناس کے دل جیتنے میں مکمل طور پر ناکام ہو گیا۔ یہ کانگرس 9 سے 15 ستمبر کو غنٹ میں منعقد ہوئی۔ اس میں 42 مندوب موجود تھے اور انارکسٹ (گلا اوم اور کروپوٹکن کی قیادت میں) محض 11 مندوبین پہ کنٹرول رکھتے تھے۔ ان کے سابقہ بہت سارے حامی (بشمول بلجیم کے بہت زیادہ مندوبین اور انگریز ھیلز کے) سوشلسٹ بازو کی طرف چلے گئے جس کی قیادت لبنخت، گروئچ اور فرینکل کر رہے تھے۔ لبنخت اور گلا اوم کے بیچ اس وقت تیز تصادم ہوا جب گلا اوم نے جرمن سوشلسٹوں پر الیکشنوں کے وقت اپنا پروگرام جیب میں رکھنے کا الزام لگایا، مگر مجموعی طور پر کانگریس کی کارروائی پرامن رہی۔ انارکسٹوں نے بلند بانگ جملے کہنے کی اپنی ہمیشہ والی محبت گم کر دی، اور ان

کی تقریریں ایک نرم تر اور مصالحتی ڈھن میں تھیں جس نے ان کے مخالفین کے لئے ایک زیادہ مصالحتی رویہ اپنانے کو ممکن بنا دیا۔ لیکن ''مجوزہ یک جہتی معاہدہ'' نہ ہوا اس لئے کہ مخالفانہ رائیں بہت مختلف تھیں۔

مارکس انہی نتائج کی توقع رکھتا تھا اور اب اس کی توجہ ایک اور مرکزِ طوفان کی طرف تھی جہاں سے وہ انقلابی واقعات کی توقع رکھتا تھا...........یعنی روس ترکی جنگ۔ لبنخت کو لکھے گئے دو مشوراتی خطوط میں سے پہلے میں یعنی 4 فروری 1878ء کا خط یوں شروع ہوتا ہے: ''ہم دو وجوہات کی بنا پر فیصلہ کن انداز میں ترکی کے ساتھ ہیں: سب سے پہلے اس لئے کہ ہم نے ترکی کے کسان کا مطالعہ کیا ہے یعنی ترک عوام الناس کا، اور بلاشبہ اسے یورپی کسان کا سب سے باصلاحیت اور اخلاقی طور پر راست باز نمائندہ پایا، اور دوسرا اس لئے کہ ایک روسی شکست سماجی تبدیلی کو بہت تیز رفتار بنا لے گی، جس کے عناصر روس میں کثرت سے پائے جاتے ہیں، اور اس طرح پورے یورپ میں تبدیلی کی رفتار تیز کر دے گی''۔ تین ماہ قبل مارکس سرج کو لکھ چکا تھا: ''یہ بحران یورپی تاریخ میں ایک نیا موڑ ہے۔ روس (اور میں نے روسی حالات اصل سرچشموں سے پڑھے ہیں، سرکاری اور غیر سرکاری دونوں منابع سے۔ سرکاری منابع بہت کم لوگوں کو دستیاب ہیں اور میں نے یہ پیٹرسبرگ میں بااثر دوستوں کے ذریعے حاصل کیے ہیں) بہت عرصے سے ایک انقلاب کے دھانے پر ہے اور سارے ضروری عناصر تیار ہیں۔ اچھے ترکوں نے اس دھماکے کو سالوں کے حساب سے تیز رفتار کر دیا ہے۔ اس ذلت آمیز زدوکوب کی برکت سے جو انہوں نے نہ صرف روسی فوج اور روسی مالیات کی، بلکہ خود روسی شاہی خاندان کی بھی کی۔ روسی طلبہ کے احمقانہ مضحکہ خیز مرض کی محض ایک علامت اور بذاتِ خود غیر اہم ہیں، مگر وہ علامت ضرور ہیں۔ روسی سماج کے سارے شعبے معاشی، اخلاقی اور دانشوری کے بطور بکھر جانے کی حالت میں ہیں''۔ مارکس کے یہ مشاہدات حتمی طور پر درست ثابت ہوئے، مگر، جیسا کہ اکثر ہوتا ہے، اپنی انقلابی بے صبری میں اور اُس صفائی اور وضاحت کی وجہ سے جس کے ساتھ چیزیں اُسی طرف جا رہی تھیں جس طرح کہ اس نے مشاہدہ کیا تھا، اس نے وقت کے عنصر کو کم اہمیت دی۔

روسیوں کی ابتدائی شکستوں نے کامیابیوں کو راستہ دیا۔ بسمارک کی طرف سے خفیہ مدد، اور انگلینڈ و آسٹریا کی غداری کے نتیجے کے بطور (جس طرح کہ مارکس نے خیال کیا)، اور خود ترکوں کے قصور کی وجہ سے بالکل نہیں جو ایک انقلاب کے ذریعے قسطنطنیہ میں سیریل رجیم کا تختہ الٹنے میں ناکام ہوئے گوکہ وہ رجیم زار کے بہترین دوستوں میں سے ایک تھا۔ انتہائی بحران کی گھڑی پہ ایک قوم فیصلہ کن انقلابی طرز پر قدم اٹھانے میں ناکام ہوگئی، مارکس نے اعلان کیا۔

چنانچہ روس ترکی جنگ ایک یورپی انقلاب پہ ختم نہ ہوئی بلکہ اُسی مقام پہ ایک سفارتی کانگریس پہ ختم ہوگئی جہاں (اور بہ یک وقت جب) جرمن سوشلسٹ تحریک ایک خوفناک وار کے ساتھ تباہ ہوتی نظر آئی۔

4-ایک نئے دن کی صبح

اِن پسپائیوں کے باوجود دنیا کے افق پر ایک نیا دن طلوع ہونا شروع ہوا ۔ اینٹی سوشلسٹ لا، جس سے بسمارک کو جرمن سوشلسٹ تحریک بکھیر دینے کی توقع تھی، نے اصل میں اس کا بہادرانہ عہد کھول دیا، اور اس تمام کنفیوژن اور نا اتفاقیوں کو بہا لے گیا جو اِس اور لندن میں سوشلزم کے دو آزمودکاروں کے درمیان موجود تھے، گوکہ اس سے قبل ایک اور جدوجہد وقوع پذیر ہوئی۔

جرمن پارٹی اینٹی سوشلسٹ جہاد اور انٹی سوشلسٹ انتخابات کے امتحان پر بہادری سے کھڑی ہوگئی جو کہ جرمن قیصر پر قاتلانہ حملوں کے بعد 1878ء کی گرمیوں میں منعقد ہوئے، مگر اس متوقع ضرب کے لئے اپنی تیاریوں میں اس کو اندازہ نہ تھا کہ تلخ نفرت کے کس قدر ارتکاز کے ساتھ اسے حساب چکانا ہوگا ۔ بل پہلے ہی قانون بن چکا تھا جب حکومت کے نمائندوں نے ''غیر جانبدارانہ انتظامیہ'' کے سارے وعدے بھلا دیے تھے جن کے ساتھ انہوں نے ریخسٹاگ کے شکوک کو کم کیا تھا، اور پارٹی کے سارے ادارے کچل دیے گئے تھے، سیکڑوں لوگوں کو ان کی گزر بسر سے محروم کر دیا گیا۔ چند ہفتے بعد برلن اور گردونواح کے علاقوں میں نام نہاد چھوٹا مارشل لاء نافذ

کیا گیا، گوکہ یہ بل کے متن کی ایک واضح خلاف ورزی تھی، اور تقریباً ساٹھ سوشلسٹوں کو جلاوطن کیا گیا جس سے نہ صرف اُن کے پیشے چھن گئے بلکہ اُن کے گھر بھی۔

صرف اِسی نے سوشلسٹ صفوں میں قابل فہم اور بمشکل بچے جا سکنے والا کنفیوژن پیدا کیا۔ پیرس کمیون کی شکست کے بعد ''انٹرنیشنل'' کی جنرل کونسل نے شکایت کی تھی کہ تارکینِ وطن کے لئے مدد پہنچانے کی لزومیت کے سبب اُسے مہینوں تک اپنی عام سرگرمیاں جاری رکھنے سے روکا گیا۔ اب جرمن پارٹی کی لیڈرشپ ایک اور مشکل صورتحال سے دوچار تھی۔ اس لئے کہ اس قدم پر پولیس پکڑ دھکڑ رکاوٹیں پیدا کرتی تھی جبکہ ایک خوفناک معاشی بحران نے ملک کو مفلوج بنا کر رکھ دیا تھا۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ طوفان نے گندم کو بھوسے سے الگ کر دیا تھا؛ بورژوا عناصر جو گذشتہ سالوں میں پارٹی کی طرف کھنچے آئے تھے اکثر خود کو بے اعتبار دکھا رہے تھے، لیڈروں میں سے بھی چند لوگ اس آزمائش کا مقابلہ نہ کر سکے، جبکہ دوسرے بشمول بہت سے باصلاحیت اور قابل قدر لوگوں کے، رجعت کے بھاری مُکوں کے تحت جرات کھو بیٹھے اور کسی طاقتور مزاحمت پیش کرنے سے اس لیے قاصر ہوئے کہ اس طرح دشمن مزید متشدد حملے کرے گا۔

اس سب نے فطری طور پر مارکس اور اینگلز کو بہت کم اطمینان دیا، مگر بلاشبہ انہوں نے صورتحال کی مشکلات کو کم اہمیت دی۔ حتیٰ کہ ریخسٹاگ کے سوشل ڈیموکریٹک دھڑے (جس نے طوفان کو پکا کیا اور جو ریخسٹاگ میں 9 کی تعداد سے مضبوط انداز میں واپس آئے) نے انہیں شکایت کا موقع دیا۔ دھڑے کے ایک ممبر میکس کیسر نے نئے ٹیکس بل پر بحث کرتے ہوئے لوہے پر امپورٹ ڈیوٹی بڑھانے کے حق میں بولنے اور ووٹ دینے کو ضروری سمجھا۔ اس نے بہت برا تاثر پیدا کیا اس لئے کہ ہر شخص جانتا تھا کہ نئے بل کا مقصد ریخسٹاگ خزانے کے لئے سالانہ چند اور سو ملین حاصل کرنا، امریکی مقابلے کے خلاف زمینداروں کے زمین کے کرایہ کو تحفظ دینا اور مالی دھوکے کے سالوں کی شوریدگی میں بڑے پیمانے کی صنعت نے خود پہ جو نقصانات کیے تھے اس کی تلافی کرنا تھا۔ اور ہر شخص جانتا تھا کہ آخری کوشش میں سوشلسٹ دشمن قانون کا مقصد اپنے معیار زندگی پر مزدور طبقے کی مزاحمت کے متوقع حملوں کو توڑنا تھا۔

جب ببیل نے یہ کہہ کر قیصر کے رویے کا دفاع کیا کہ اس نے معاملے کا خصوصی مطالعہ کیا تھا، تو اینگلز نے فوری جواب دیا: ''اگر اس مطالعے کی قیمت انگلیوں سے ایک چٹکی بجانا تھا تو وہ جان سکتا تھا کہ جرمنی میں دو آئرن فاؤنڈریاں ہیں، ڈارٹمنڈر یونین اور کونگز اور لارا فاؤنڈری۔ دونوں میں سے ہر ایک جرمنی کی ساری ضروریات پوری کرنے کی پوزیشن میں تھی، اور ان دونوں کے علاوہ بھی بے شمار چھوٹے کارخانے ہیں۔ اور یہ کہ، لہٰذا لوہے پر امپورٹ ڈیوٹیاں احمقانہ ہیں اور واحد حل بیرونی مارکیٹوں کی فتح ہے، یعنی متبادل دیوالیہ پن کی فری ٹریڈ ہے۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ خود لوہے کی فاؤنڈری کے سرمایہ دار خود لوہے پر امپورٹ ڈیوٹی چاہ سکتے ہیں شرط صرف یہ ہے کہ اگر انہوں نے خود کو ایک دائرے میں، ایک سازش میں بنایا ہوتا، تا کہ داخلی مارکیٹ کی قیمتوں پر اجارہ مسلط کریں اور بیرونی منڈیوں میں اپنے زائد پیداواروں کو ذخیرہ کاری قیمتوں پر جان چھڑا سکیں، ایک ایسی چیز جو یہ لوگ پہلے ہی اچھے خاصے حد تک کر رہے ہیں۔ قیصر اسی دائرے کے مفاد میں بولا، اس اجارہ دارانہ سازش کے مفاد میں، اور جب اس نے لوہے پر زیادہ امپورٹ ڈیوٹی کے حق میں ووٹ دیا تو اس نے اُن کے حق میں بھی ووٹ دیا''۔ جب کارل ہرچ نے Die Latene میں قیصر کے داؤ پیچ پر روکھے پن سے حملہ کیا، تو ریخسٹاگ کے سوشل ڈیموکریٹک دھڑے نے بدقسمتی سے زخمی وقار کا رویہ اختیار کیا اس لئے کہ قیصر تو دھڑے کی اجازت سے بولا تھا۔ یہ رویہ مارکس اور اینگلز کے لئے آخری تنکا تھا اور مارکس نے اعلان کیا: ''پارلیمانی بونا پن پہلے ہی اُن کی ہڈیوں کو اس قدر مکمل انداز میں کھا گیا کہ وہ خود کو تنقید سے بالاتر سمجھتے ہیں اور اسے بے عزتی سے مسترد کرتے ہیں جیسے یہ lese majeste ہو''۔

کارل ہرچ ایک نوجوان صحافی تھا جس نے لیبخت کے جیل کے سالوں میں ''واکسٹاٹ'' میں لیبخت کے نمائندے کے بطور اپنے جوہر دکھائے۔ بعد ازاں وہ پیرس میں رہا تھا، مگر اسے جرمن اینٹی سوشلسٹ لاز کے تحت وہاں سے نکال دیا گیا۔ اس نے پھر وہ کچھ کیا جو کہ جرمن پارٹی لیڈر شپ کو شروع سے کرنا چاہیے تھا: وسط دسمبر 1878ء میں اس نے بلجیم کے بریڈا، سے ''ڈی لیٹرن'' نامی ایک ہفت روزہ جاری کیا جو سٹائل اور طرز میں روشفورٹ کے ''لا لیٹرن'' جیسا تھا، اس طرح کہ

اسے تہہ کر کے عام خط کے لفافے میں جرمنی بھیجا جا سکتا تھا تا کہ یہ سوشلسٹ تحریک کے نقطۂ اتصال کے بطور کام کرے۔ اچھا خیال تھا اور ہرچ خود اصول کے معاملات پر بہت واضح تھا، مگر اس کی تحریر کا اسلوب (مختصر، شاندار اور جامع) مزدور طبقے کے قارئین کے لئے کم مناسب تھا۔ اس لحاظ سے ڈی فری ہیٹ (ایک ہفت روزہ جسے کمیونسٹ ورکرز ایجوکیشن لیگ کی مدد سے لندن سے موسٹ نے چند ہفتے بعد شائع کرنا شروع کیا تھا) زیادہ موزوں تھا، مگر بدقسمتی سے ایک بہت ہی عمدہ شروعات کے بعد یہ انقلابیت میں گم ہو گیا۔

اِن دو ''سرکش'' آزاد اخباروں کے نمودار ہونے کے ساتھ بیرون ملک ایک آفیشل پارٹی اخبار کا معاملہ جرمن پارٹی لیڈر شپ کے لئے ایک اہم معاملہ بن گیا۔ ببیل اور لیبخت دونوں نے اس خیال کی بھرپور حمایت کی اور آخر میں وہ بااثر پارٹی حلقوں کی سخت مزاحمت پر قابو پانے میں کامیاب ہو گئے جو ایک محتاط پالیسی برقرار رکھنا چاہتے تھے۔ موسٹ کے ساتھ کسی قسم کی مفاہمت ممکن نہ رہی، مگر ہرچ نے ''ڈی لیٹرن'' کو ترک کر دیا اور نئے پارٹی ترجمان کی ایڈیٹری سنبھالنے پر تیار ہو گیا۔ مارکس اور اینگلز جو اس پر مکمل اعتماد رکھتے تھے، بھی اس اخبار میں مضمون لکھنے پر تیار ہو گئے۔ نیا اخبار زیورچ سے ہفت روزہ کی صورت میں نکلنا تھا اور وہاں رہنے والے تین پارٹی ممبروں کو اس اخبار کے نمودار ہونے کے لئے ضروری تیاریاں کرنے کی ہدایت دی گئی: ''انشورنس ایجنٹ شرام'' جسے برلن بدر کیا گیا تھا، کارل ہوچ برگ اور ایڈوآرڈ برنسٹین، جسے ہوچن برگ نے اپنا لٹریری مشیر بنا لیا تھا۔

وہ اِن ہدایات پر عمل کرنے میں کسی جلدی میں نہ تھے اور تاخیر کا سبب اس وقت واضح ہو گیا جب جولائی 1879ء میں انہوں نے خود اپنی طرف سے ''سماجی سائنس اور سماجی سیاست کے لئے سالنامہ'' جاری کیا۔ یہ رسالہ نیم سالانہ نکلنا تھا اور جس احساس میں یہ ایڈٹ ہوتا تھا وہ ''سوشلسٹ تحریک کا ایک جائزہ'' نامی ایک مضمون میں دکھایا گیا جس پر تین ستاروں کے ساتھ دستخط کیے گئے۔ اس کے اصل مصنفین ہوچ برگ اور شرام تھے جبکہ برنسٹین نے مضمون میں صرف چند سطریں لکھیں۔

یہ مضمون ایک انتہائی بے احتیاط اور بے سوچ وفکر والا وعظ تھا جو پارٹی کے گناہوں پر، اس کے غیر شائستہ لہجے پر، مخالفین کو گالی دینے کے اس کے رجحان پر، تعلیم یافتہ طبقات کو نظر انداز کرنے کے لئے عوام الناس کے ساتھ اس کے فلرٹ کرنے پر، اور دراصل ایک پرولتاری پارٹی سے متعلق ہر چیز سے متعلق جو عموماً ایک پیٹی بورژوا فلسطی کو ناراض کرتا ہو۔ اس کی عملی عقلمندی کا خلاصہ یہ تھا کہ پارٹی کو ''سوشلسٹ دشمن قانون'' کے ذریعے خود پر مسلط کیے ہوئے فرصت کو طریقہ بدلنے اور تلافی کے لئے استعمال کرنا چاہیے۔ مارکس اور اینگلز بہت غضبناک تھے اور ایک پرائیویٹ خط میں (جسے انہوں نے پارٹی لیڈروں کو جاری کیا) انہوں نے حتمی طور پر مطالبہ کیا کہ اگر پارٹی لیڈرز پارٹی میں اس طرح کے نظریات رکھنے والے لوگوں کی موجودگی برداشت کرنے کو ضروری دیکھتے ہیں تو انہیں کم از کم پارٹی کی طرف سے بولنے کی اجازت نہ دی جائے۔ اصل میں ہوہبرگ کو پارٹی کی طرف سے ایسا اختیار نہیں دیا گیا تھا، اور اس نے خود سے ایسا کیا، بالکل اسی طرح جب اس نے مطالبہ کیا تھا کہ زیورچ میں ''تینوں'' کو ہرچ کی ادارتی سرگرمیوں کو کنٹرول کرنے کا اختیار ہو اور یہ کہ ہرچ کو وہ اسلوب ترک کرنا چاہیے جس میں وہ ''ڈی لیٹرن'' کی ایڈیٹری کرتا تھا۔ اِس کے بعد ہرچ نے اور لندن میں دونوں آزمودہ کاروں نے نئے ترجمان کے ساتھ کوئی واسطہ رکھنے سے انکار کر دیا۔

اس معاملے پر بھیجے جانے والی ضخیم خط و کتابت کی محض باقیات ابھی باقی ہیں۔ یہ باقیات دکھاتی ہیں کہ لیبخت اور بیبل زیورچ کے اندر ''تین'' کے رویے کے ساتھ رضا مندی سے بہت دور تھے، مگر یہ دیکھنا مشکل ہے کہ انہوں نے توانائی کے ساتھ مداخلت کیوں نہ کی۔ ہوچ برگ خود لندن چلا گیا جہاں وہ اینگلز سے ملا، مگر مارکس سے نہیں، اس کی دانشورانہ کنفیوژن نے اینگلز پر ممکنہ حد تک بدترین اثر ڈالا گو کہ نہ ہی اس نے اور نہ مارکس نے اس کے اچھے ارادوں پر کبھی شک کیا۔ معاملے کی پیدا کردہ باہمی تلخی نے کسی مصالحت پر پہنچنے کو مشکل بنا دیا، اور 19 ستمبر 1879ء کو مارکس نے سرج کو لکھا کہ اگر نئے پارٹی ہفت روزہ کو ہوچ برگ کے طرز میں ایڈٹ کیا جانا تھا تو وہ پارٹی اور اس کے اصولوں کے اس طرح کی ''ملاوٹ'' کے خلاف کھلے عام

احتجاج کرنے پر مجبور ہوں گے۔'' ان جنٹل مینوں کو تنبیہ کی گئی اور وہ ہمیں اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس معاملے کو ایک یا دوسری طرح سے حتماً حل کرنا ہے۔ اگر وہ خود سمجھوتہ بازی کرنے پر اصرار کرتے ہیں، تو یہ اُن کے لئے بہت برا ہے، مگر انہیں کسی بھی صورت ہماری طرف سے سمجھوتہ بازی کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی''۔

خوش قسمتی سے معاملات آخری حدوں تک دھکیلے نہ گئے۔ وولمار نے زیورچ ''سوشل ڈیموکریٹ'' کی ایڈیٹری سنبھالی اور مارکس اور اینگلز کی رائے میں اسے ''بہت بری طرح'' چلایا، مگر اتنا برا بھی نہیں کہ ایک کھلے عام احتجاج کی ضرورت پڑے۔ ''لپزگ میں لوگوں کے ساتھ خط سے مسلسل جھگڑے'' موجود تھے اور ''فضا اکثر گرم تھی'' مگر زیورچ میں تین کا گروہ غیر ضرر رساں نکلا۔ شرام مکمل طور پر پس منظر میں رہا، ہوہ برگ اکثر سفر میں رہتا اور بعد کے واقعات کے زیر اثر برنسٹین رجعت کے اولین حملوں سے پیدا شدہ ڈپریشن سے خود کو آزاد کر چکا، جس طرح کہ پارٹی کے دوسرے کئی ممبروں نے کیا جو پہلے اس بات پہ مائل ہو گئے تھے کہ چیزوں کو اُن کی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ اور آخر میں، یہ حقیقت کہ مارکس اور اینگلز کی طرف سے ان بے شمار مشکلات کو تسلیم کرنے نے کہ جن سے پارٹی لیڈروں کو گزرنا پڑ رہا تھا، عمومی غصے اور جھنجھلاہٹ کو پرسکون کرنے میں حصہ ڈالا۔ 5 نومبر 1880ء میں سرج کو لکھتے ہوئے مارکس نے اعلان کیا: وہ لوگ جو بیرونی ممالک کے مقابلتاً امن اور سکون سے لطف اندوز ہو رہے ہیں انہیں بورژوازی کی مسرت کے لئے چیزوں کو ان لوگوں کے لئے سخت تر بنانے کا کوئی حق نہیں، جو مشکل ترین حالات میں کام کر رہے ہیں اور جرمنی میں عظیم قربانیاں دے رہے ہیں''۔ اور چند ہفتے بعد برسرپیکار فریقین کے بیچ باقاعدہ طور پر امن ہو گیا۔

31 دسمبر 1880ء کو وولمار نے اپنی ادارتی سرگرمیوں کے خاتمے کا نوٹس دے دیا۔ اور جب جرمن پارٹی رہنماؤں نے اُس کی جگہ پر کارل ہرچ کو مقرر کرنے کا فیصلہ کیا تو ان کا مارکس اور اینگلز سے مصالحت کرنے کا ارادہ تھا۔ چونکہ ہرچ لندن میں رہتا تھا تو بیبل نے لندن جا کر شخصی طور پر اس سے مذاکرات کرنے اور بہ یک وقت مارکس و اینگلز سے تفصیل کے ساتھ صورتحال پر بحث کرنے کا

فیصلہ کیا۔اس نے برنسٹین کو ساتھ لیا تا کہ اس کے بارے میں لندن میں ابھی تک موجود تعصب کو دور کر سکے،اس لئے کہ اس دوران برنسٹین خود کو کافی بہتر کر چکا تھا۔''کانوسیا'' کا یہ سفر (پارٹی حلقوں میں لندن کے اِس سفر کو اسی نام سے جانا جاتا تھا) اپنے بہت سے مقاصد میں کامیاب ہوا ماسوائے اس کے کہ کارل ہرچ نے یہ اعلان کر کے ایڈیٹری قبول کرنے کی اپنی ابتدائی بات میں تبدیلی کر دی کہ وہ کام لندن میں کرے گا۔یہ بات پسندیدہ نہ سمجھی گئی اور آخر میں برنسٹین کو عبوری ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔آخر میں وہ مستقل ہو گیا اور اس نے ہر ایک کے اطمینان (بشمول مارکس واینگلز کے) اور وقار کے ساتھ یہ فریضہ ادا کیا۔جب ایک سال بعد انٹی سوشلسٹ لاء کے تحت اولین انتخابات ہوئے تو اینگلز بہت خوش تھا اور اس نے اعلان کیا کہ کوئی پرولتاری اس سے زیادہ بہادری سے کبھی بھی نہ لڑا۔

فرانس میں بھی تحریک ایک موزوں قسمت کے تحت بڑھی۔مئی 1871ء کے قتلِ عام کے بعد تھیئر زنے،ورسیلیز میں کانپتی ہوئی بورژوازی سے اعلان کیا کہ فرانس میں سوشلزم اب ہمیشہ کے لئے مر گیا ہے۔اس نے اس حقیقت کو نظر انداز کر کے یہ اعلان کیا کہ اس نے ایک بار پہلے بھی (1848ء کے جون قتل عام کے بعد) اُسے یہ تسلی دی تھی اور وہ پہلے ہی ایک جھوٹا نبی ثابت ہو چکا تھا۔شاید اس نے یہ سوچا کہ اس نے 1871ء میں جو خون کی ندیاں بہائیں وہ زیادہ موثر نکلیں،اس لئے گلی کی لڑائی کے نتیجے میں پیرسی پرولتاریہ کے نقصانات،قتل ہائے عام،وطن بدریاں،بحری جہازوں پر چپو چلانے کی سزائیں اور ترک وطن کی تعداد ایک لاکھ تھی۔1848ء کے بعد سوشلزم کو جو سُن کر دینے والی چوٹ لگی تھی اس سے صحت یاب ہونے کے لئے اُسے تقریباً دو دہائیاں لگی تھیں،مگر 1871ء کے بعد اسے دوبارہ ابھرنے کے لئے صرف پانچ سال چاہیے تھے۔1876ء میں جب کورٹ مارشل ابھی تک اپنا خونی کام جاری رکھے ہوئے تھے اور کمیون کے دفاع کنندگان ابھی تک قاتل سکواڈز کی گولیوں کی بوچھاڑ میں گر رہے تھے،مزدوروں کی پہلی کانگریس پیرس میں منعقد ہوئی۔

سچ ہے کہ،وقتی طور پر یہ ایک اشارہ سے زیادہ کچھ نہ تھا،اس لئے کہ کانگریس بورژوا ریپبلکنز کی سرپرستی میں تھی جو شاہ پرست زمینداروں کے خلاف مزدوروں کی مدد چاہتے تھے۔اور اس کے فیصلے غیر ضرر رساں کو آپریٹو معاملات والے تھے،ایسے جن کی جرمنی میں شلز اور دیلش حمایت

کرتے تھے۔مگر یہ بات واضح تھی کہ بات یہاں تک ٹھہرنی نہ تھی۔وسیع پیمانے کی مشین انڈسٹری، جو 1803ء میں انگلینڈ کے ساتھ تجارتی معاہدے کے بعد بتدریج فروغ پانا شروع ہوئی، 1871ء کے بعد مزید تیز رفتاری سے ترقی کرنے لگی۔اسے بڑے فرائض درپیش تھے: فرانس و پروشیا جنگ کے دوران وسیع تباہ کاری کو بہتر بنانا،ایک زیادہ بڑے پیمانے پر جنگجوئیت کی دوبارہ تعمیر کے لئے درکار سرمایہ کار اکٹھا کرنا،اور آخر میں 1870ء میں فرانس کے سب سے زیادہ صنعتی علاقہ الساس کے ہاتھ سے چلے جانے والے نقصان کو پورا کرنا۔وسیع پیمانے کی صنعت خود سے کیے جانے والے مطالبے پر پورا اترنے کے لائق تھی۔پورے ملک میں فیکٹریاں اگنے لگیں اور ایک مضبوط صنعتی پرولتاریہ پیدا ہوا،جبکہ پرانے''انٹرنیشنل'' کے امن وسکون کے ایام میں صنعتی پرولتاریہ صرف فرانس کے شمال مشرق میں محض چند شہروں میں موجود تھی۔

ان حالات نے گسڈے کی تیز رفتار کامیابی کو ممکن بنا دیا جس نے خود کو مزدور طبقے کی تحریک کے اندر آتشیں خطابت کے ساتھ وابستہ کر دیا جو 1876ء میں پیرس کانگریس کے ساتھ دوبارہ شروع ہو چکی تھی۔انارکزم سے ابھی حال ہی میں تائب ہونے والے گسڈے نے خود کو کسی بڑی نظریاتی صفائی کے ساتھ ممتاز نہیں کیا،جس طرح کہ اخبار''ایگلائٹ'' سے دیکھا جا سکتا ہے جسے اس نے 1877ء میں قائم کیا۔گو کہ مارکس کے''کیپٹل'' کی پہلی جلد فرانسیسی میں پہلے ہی ترجمہ اور شائع ہو چکی تھی،وہ مارکس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا،اور مارکس کے نظریات کی طرف اس کی پہلی توجہ کارل ہرش نے مبذول کر دی۔پھر بھی اس نے زمین کے ذرائع پیداوار کی مشترکہ ملکیت کے تصور کو مکمل طور پر مضبوط پکڑ لیا،اور اپنی شاندار خطابت اور اپنی عظیم مناظراتی اہلیت کی برکت سے وہ ان مطالبات کو پرولتاری طبقاتی جدوجہد میں آخری الفاظ قرار دیتے ہوئے فرانسیسی مزدور طبقے کو ابھارنے میں کامیاب ہوا،گو کہ پرانے''انٹرنیشنل'' کی ساری کانگریسوں پہ فرانسیسی مندوبین نے ان مطالبات کی ہمیشہ شدید مخالفت کی تھی۔

دوسری ورکرز کانگریس پہ جو کہ فروری 1878ء میں لیونز میں منعقد ہوئی،اور جس کے منتظمین نے پیرس کانگریس کی دھرائی سے زیادہ کچھ نہ ہونے کا ارادہ کیا تھا،گسڈے اپنے جھنڈے

تلے بیس مندوبین کی ایک اقلیت جمع کرنے میں کامیاب ہوگیا۔اب معاملات حکومت اور بورژوازی کے لئے سنجیدہ ہوگئے،اور مزدور طبقے کی تحریک کی پکڑ دھکڑ دوبارہ شروع ہوئی،جبکہ ایڈیٹروں پر بھاری جرمانے اور قید کی سزاؤں کے ذریعے''ایگلائٹ'' کے وجود کو ختم کرایا گیا۔لیکن گسڈے اور اس کے حامیوں نے حوصلہ نہ ہارا اور وہ تیسری ورکرز کانگریس تک بغیر ڈگمگائے کام کرتے رہے جو کہ اکتوبر 1879ء میں مارسیلیز میں منعقد ہوئی۔انہوں نے مندوبین کی اکثریت کو اپنا حامی بنالیا اور فوری طور پر ایک سوشلسٹ ورکرز فیڈریشن بنالی جس نے سیاسی تحریک منظم کرنے کی تیاری کی۔'' ایگلائٹ'' دوبارہ زندہ ہوگیا اور لافارگ کی صورت میں ایک قابل قدر لکھاری جیت لیا جو اس کے تقریباً سارے نظریاتی مضامین لکھا کرتا تھا،اور کچھ عرصہ بعد ایک اور سابقہ باکونن اسٹ،میلن نے'' ریویو سوشلسٹے'' نکالنا شروع کیا،جس کی مارکس اور اینگلز کبھی کبھار مضامین دے کر حمایت کرتے تھے۔

1880ء کے بہار میں گسڈے لندن چلا گیا تا کہ مارکس،اینگلز اور لافارگ کی مدد سے نوخیز سوشلسٹ پارٹی کا الیکشن پروگرام وضع کرے۔نام نہاد کم از کم پروگرام پر ایک اتفاق ہوگیا، جس میں تحریک کے آخری کمیونسٹ مقصد بیان کرنے کے ایک مختصر تعارف کے بعد،اس کے معاشی سیکشن میں مخصوص طور پر وہ مطالبات شامل تھے جو براہ راست موجود مزدور طبقے کی تحریک سے پیدا ہوئے تھے۔بلاشبہ ہر ایک نکتے پر اتفاق نہ ہوا،اور جب گسڈے نے اصرار کیا کہ پروگرام میں کم از کم معاوضہ کے قانونی تقرر کا مطالبہ شامل ہو تو مارکس نے صاف اعلان کیا اگر فرانسیسی پرولتاریہ ابھی تک اتنا بچگانہ ہے کہ اسے اس طرح کے سبز باغ کی ضرورت پڑے تو ایک پروگرام کے وضع کرنے کی یہ مشکل ضرورت تھی۔

بہر حال،چیزیں اُس قدر بری نہ تھیں،اور مجموعی طور پر مارکس پروگرام کو فرانسیسی مزدوروں کو فقرے بازی سے آزاد کرنے اور انہیں حقیقت کی بنیاد پر رکھنے کی طرف ایک زبردست قدم سمجھتا تھا،اور جس مخالفت اور منظوری دونوں سے پروگرام کا سامنا ہوا اُن سے مارکس نے اخذ کر لیا کہ فرانس میں پہلی اصل مزدور طبقے کی تحریک فروغ پا رہی تھی۔اس کے خیال میں فرانس کے اندر اُس وقت تک فرقوں کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا،فرقے جن کے نعرے قدرتی طور

پر فرقہ پرستوں کے گھڑے ہوئے تھے،جبکہ پرولتاریہ کی عظیم اکثریت بے نیاز رہی اور ریڈیکل یا نقلی ریڈیکل بورژوازی کے پیچھے چلتی رہی،اُس بورژوازی کے لئے بہادری سے لڑی،اگلے دن انہی لوگوں کے ہاتھوں قتل ہونے کے لئے جنہیں انہوں نے اقتدار دلانے میں مدد دی تھی۔لہٰذا مارکس اپنے دو دامادوں کی فرانس واپسی پر مکمل طور پر متفق تھا۔جونہی عام معافی ہوتی تھی لافارگ گسڈے کے ساتھ کام کرنے لوٹا جب کہ لانگوئسٹ نے انتہائی بائیں بازو کے سربراہ کلیمنشیو کے ترجمان''لاجسٹس'' میں ایک موثر پوزیشن سنبھالی۔

روس کی صورت حال مختلف تھی،لیکن مارکس کے نقطہِ نظر سے زیادہ خوش قسمت تھی۔ اس کے''کیپٹل'' کو دوسری کسی بھی جگہ کی بہ نسبت روس میں زیادہ وسیع پیمانے پر پڑھا اور تسلیم کیا گیا،خصوصاً سائنس وادب کی نوجوان دنیا میں جہاں مارکس نے بہت سے حامی جیت لیے۔البتہ اس وقت روس کی عوامی تحریک میں جو دو رجحانات تھے(یعنی عوامی خواہش کی پارٹی''اور سیاہ تقسیم کی پارٹی'') وہ ابھی تک اس کے خیالات کو مکمل خارجی سمجھتے تھے۔دونوں پارٹیاں مکمل طور پر باکونن تھیں اس لئے کہ دونوں کسانوں کے دل جیتنے کا مقصد رکھتی تھیں۔ان کیلئے مارکس اور اینگلز نے سب سے بڑا معاملہ یوں بیان کیا: کیا روسی کسان معاشرہ(جو کہ پہلے ہی زمین کی قدیم مشترکہ ملکیت کی بہت ہی سڑی ہوئی شکل تھا) براہِ راست زمین کی ملکیت ایک بلند تر کمیونسٹ صورت میں جا سکتا تھا،یا اسے پہلے مغربی یورپی ممالک کے تاریخی ارتقا میں موجود خاتمے کے اُس پراسیس سے گزرنا ہوگا؟

''آج اس سوال کا واحد ممکنہ جواب'' مارکس اور اینگلز نے،ویرسا سولچ کے''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' کے ایک نئے ترجمے کے لئے ایک دیباچے میں اِن الفاظ میں دیا:''اگر روسی انقلاب مغرب میں ایک مزدور انقلاب کا اشارہ دیتا ہے،تا کہ دونوں انقلاب ایک دوسرے کو مدد دیں،تو روس میں معاشرتی ملکیت کی موجودہ شکل ایک کمیونسٹ بڑھوتری کے ایک نقطہِ آغاز کا کردار ادا کرسکتی ہے''۔یہ نقطہ نظر اُس پرجوش حمایت کی وضاحت کرتا ہے جو مارکس''عوامی خواہش کی پارٹی'' کو دیتا تھا،جس کی دہشت پسند پالیسی نے عملی طور پر زار بادشاہ کو گیٹچینا میں انقلاب کا قیدی بنا

رکھا تھا، جبکہ ''سیاہ تقسیم کی پارٹی'' کو سختی سے مسترد کرتا تھا اس لئے کہ یہ پارٹی سیاسی اور انقلابی عمل کی ہر شکل کو مسترد کرتی تھی، اور خود کو پروپیگنڈہ تک محدود کرتی تھی گو کہ ایکسلراڈ اور پلیخانوف جیسے افراد (جنہوں نے مارکسزم کی روح کے ساتھ روسی مزدور طبقے کی تحریک کو رنگنے کے لئے بہت کام کیا) اِس پارٹی کے ممبر تھے۔

اور بالآخر انگلینڈ میں بھی صبح طلوع ہونے لگی۔ جون 1881ء میں ''انگلینڈ سب کے لئے'' نامی ایک چھوٹی کتاب منظر عام پر آئی۔ یہ ہائنڈ مین کی لکھی ہوئی تھی اور ''ڈیموکریٹک تحریک فیڈریشن'' نامی ایسوسی ایشن کے پروگرام کی نمائندگی کرتی تھی۔ یہ ایسوسی ایشن حال ہی میں نیم بورژوا نیم پرولتاری انگلش اور سکاٹش ریڈیکل سوسائٹیوں میں سے قائم ہو چکی تھی۔ محنت اور سرمایہ کے ابواب میں مارکس کی کتاب ''کیپٹل'' کے نچوڑ، یا اس کے نظریات کے خلاصے شامل تھے، مگر ہائنڈ مین نے نہ تو کتاب کا ذکر کیا اور نہ مصنف کا۔ اور اپنے پیش لفظ کے آخر میں یہ تذکرہ کرنے پر اکتفا کیا کہ وہ، نظریات اور بہت سارے مواد کے لئے ایک عظیم مفکر اور اصلی مصنف کا مقروض ہے۔ مارکس کی تصنیف سے یہ مخصوص طرزِ سلوک اُن معذرتوں سے مزید تکلیف دِہ بن جاتا ہے جن کے ساتھ ہائنڈ مین نے خود کو مارکس کے ساتھ صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی: ''مارکس کا نام اس قدر نفرت انگیز اور کراہیت والا'' تھا، ''انگریز غیر ملکیوں سے سبق لینا پسند نہیں کرتے''، اور اسی طرح کے بہانے۔ مارکس نے پھر ہائینڈ مین سے تعلقات توڑ دیے، جسے وہ ایک ''کم ظرف'' قرار دیتا تھا۔

البتہ اسی سال مارکس بیلفورٹ باکس کے لکھے ہوئے ایک انگلش ماہنامے کے دسمبر شمارے میں اپنے بارے میں لکھے ہوئے ایک مضمون سے بہت خوش ہوا۔ یہ سچ ہے کہ اس نے اکثر سوانحی اطلاعات کو غلط پایا اور اپنے معاشی اصولوں کے بیان کو بہت حوالوں سے غلط اور کنفیوز پایا مگر اس نے اسے اپنے طرز کے پہلے انگریزی پبلی کیشن کے بطور بہت عزت دی جو نئے خیالات کے لئے حقیقی گرمجوشی سے رنگی ہوئی تھی۔ اور جس نے خود کو برطانوی فلسطی ازم کے خلاف بہادری سے قائم کیا۔ مضمون کے چھپ جانے سے، جس کو ویسٹ اینڈ کی دیواروں اور بڑے بورڈوں پر وسیع پیمانے سے مشتہر کیا گیا تھا، ایک بہت بڑی سنسنی پیدا ہوئی۔

سرج کو جس خط میں مارکس نے لوہے کے اس آدمی کا ذکر کیا تھا، جو تعریف یا الزام سے اس قدر لاتعلق تھا، وہ لگتا تھا خود دلجمعی کے معمولی حملے کا تجربہ رکھتا تھا۔ کچھ بھی اس سے زیادہ قابل معافی نہ تھا، مگر حقیقت میں یہ خط گہرے جذبے کی ایک ساعت پہ لکھا گیا تھا جیسے کہ اس کے اختتامی فقروں سے دیکھا جا سکتا ہے: ''میرے لئے سب سے اہم چیز یہ تھی کہ میں 30 نومبر کی اپنی کاپی پاتا تا کہ میری پیاری بیوی کے آخری ایام ذرا زیادہ خوش گزریں۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ ایسی ساری چیزوں سے ایک پر جوش دلچسپی رکھتی تھی''۔ بیگم مارکس دو دسمبر 1881ء کو فوت ہو گئیں۔

5۔شام کے وقت کا جھٹ پٹا

جبکہ ہر جگہ سماجی اور سیاسی افق سے بادل آہستہ آہستہ چھٹ رہے تھے (...........اور یہ مارکس کے لئے سب سے بڑی بات تھی...........) اُس پر اور اس کے گھر پر شام گہری سے گہری ہوتی جا رہی تھی۔ جب اس پر براعظم یورپ کے دروازے بند کر دیے گئے اور وہ مزید اُس کے صحت افزا مقامات کو نہیں جا سکتا تھا، اس کی جسمانی بیماریاں دوبارہ بگڑ گئیں اور اسے کام کے لئے کم و بیش مفلوج کر کے رکھ دیا۔ 1878ء سے اس نے اپنے بڑے کام کو مکمل کرنے کا مزید کام نہیں کیا تھا اور اِسی وقت اس کی بیگم کی صحت کے بارے میں مسلسل کترتی رہنے والی پریشانی شروع ہوئی۔

اُس خاتون نے اپنی زندگی کے آخری حصے کے بے پرواہ دن اپنی ہم آہنگ اور ثابت قدم کردار کے مسرور سکون کے ساتھ گزارے۔ سرج خاندان کو اپنے ایک تشفی دینے والے خط میں (جو اپنے دو بچے بلوغت کے سالوں میں گنوا بیٹھے تھے) اس نے لکھا: ''میں تو اچھی طرح جانتی ہوں کہ یہ کس قدر خوفناک ہے اور یہ کہ اس طرح کے ایک نقصان کے بعد دوبارہ سنبھلنے میں کتنا عرصہ لگتا ہے، مگر ہر روز زندگی اپنی چھوٹی خوشیوں اور عظیم مصیبتوں کے ساتھ، اپنی ساری حقیر پریشانیوں اور اپنی چھوٹی اذیتوں کے ساتھ ہماری مدد کو آتی ہے اور رفتہ رفتہ بہت بڑا دکھ وقتی پریشانیوں اور مشکلات سے محدود کیا جاتا ہے تا آنکہ نامحسوس طور پر شدید غم مدھم پڑ جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اس طرح کے زخم مکمل طور پر کبھی بھی مندمل ہو جائیں، اور بالخصوص ماں کے دل میں تو بالکل بھی نہیں، مگر رفتہ رفتہ

انسان اپنی تاثر پذیری کو اور حتیٰ کہ نئی مصیبتوں اور نئی مسرتوں کے لئے اپنی حساسیت کو دوبارہ حاصل کر جاتا ہے، اور انسان ایک ٹوٹے ہوئے مگر پھر بھی پر امید دل کے ساتھ زندہ رہتا ہے، زندہ رہتا ہے جب تک کہ آخر کار یہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جاتا ہے اور وہاں دائمی امن ہو جاتا ہے''۔ اس صابر اور بہادر عورت سے زیادہ اور کون فطرت کے ہاتھوں زمینی رشتوں کو نرمی کے ساتھ ڈھیلا کرنے کی آسان موت کا حقدار ہوسکتا تھا؟ ۔مگر اُس کے لئے صرف یہی نہیں رکھا تھا، اور اس سے پہلے کہ انجام آجائے اسے ایک بار پھر عظیم مصیبتیں جھیلنی تھیں۔

1878ء کی خزاں میں مارکس نے سرج کو اطلاع دی کہ اس کی بیوی ''بہت بیمار'' ہے، اور ایک سال کے بعد اس نے لکھا: ''میری بیوی ابھی تک خطرناک طور پر بیمار ہے اور میں خود بھی اچھی طرح اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہوسکتا''۔ بظاہر شک کے ایک لمبے عرصے بعد یہ فیصلہ ہو چکا کہ بیگم مارکس نا قابلِ علاج کینسر میں مبتلا تھی جو بتدریج اور ناگزیر طور پر، اور بہت درد اور تکلیف کے ساتھ اس کی موت لایا۔ مارکس خود اس خوفناک بیماری سے کتنا دکھی ہوا صرف اس کی زندگی میں اس کی بیوی کے ادا کیے ہوئے رول سے اس کی گہرائی ناپی جاسکتی ہے۔ اس نے اپنے خاوند اور خاندان کی بہ نسبت زیادہ تر بہادری کے ساتھ اپنی مصیبتوں کو برداشت کیا۔ ہیروؤں جیسی جرات کے ساتھ وہ درد کی ساری علامتوں کو دباتی رہی تاکہ ہر وقت ایک پرسکون چہرہ دکھاتی رہے۔ 1881ء کے موسم گرما میں، جب بیماری پہلے ہی بہت زیادہ پھیل چکی تھی، اس نے اپنی شادی شدہ بیٹیوں سے ملنے پیرس تک کے سفر کے لئے کافی جرات اکٹھی کی۔ چونکہ بیماری ناامیدی کے حدود میں داخل ہو چکی تھی اس لئے ڈاکٹر سفر کے خطرات سے اس کی بہادری سے نمٹنے پہ رضا مند ہوئے۔ 22 جون 1881ء کو بیگم لانگوئٹ کو ایک خط میں مارکس نے اپنے سفر کی اطلاع دی: ''فوراً جواب دو، اس لئے کہ تمہاری ماں اس وقت تک روزانہ نہ ہوں گی جب تک کہ اُسے پتہ نہ ہو کہ تم لندن سے کیا چیز منگوانا چاہتی ہو۔ تم جانتی ہو کہ انہیں ایسی چیزیں کرنے سے محبت ہے''۔ یہ مہم بیگم مارکس کے لئے جس قدر ان حالات میں ممکن تھا اطمینان بخش طور پر سر ہوئی، مگر واپسی پہ مارکس خود پلورسی کے ایک شدید حملے سے مضمحل ہو گیا جو برانکائیٹس اور نمونیا سے پیچیدہ ہو گیا۔ یہ ایک خطرناک بیماری تھی مگر

اپنی بیٹی ایلینا ر اور لنچن ڈیموتھ کے ہاتھوں حاصل ہونے والی توجہ اور خود کو قربان کرنے والی تیمارداری کے طفیل ٹھیک ہو گیا۔ وہ غمگین دن تھے اور ایلینا ر نے لکھا: ''ماں سامنے والے بڑے کمرے میں لیٹی ہے اور مُور اُس سے اگلے والے چھوٹے کمرے میں لیٹا ہے۔ وہ دونوں جو کہ ایک دوسرے سے اس قدر عادی ہیں، جن کی زندگیاں مکمل طور پر باہم لپٹی ہیں اب مزید ایک ہی کمرے میں نہیں رہ سکتے.......... مور ایک بار پھر اپنی بیماری پہ حاوی ہو گیا۔ میں وہ صبح کبھی نہیں بھول سکتی جب اس نے خود کو اس قدر مضبوط محسوس کیا کہ وہ کھڑا ہو گیا اور ماں کے کمرے چلا گیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ دونوں ایک بار پھر اکٹھے جوان ہو گئے .... وہ ایک حسین لڑکی اور وہ ایک پر جوش نوجوان، دوبارہ زندگی اکٹھے شروع کر رہے ہوں، اور نہ کہ ایک بوڑھا شخص (جسے بیمار صحت نے کچل کر رکھ دیا) اور ایک مرتی ہوئی بوڑھی خاتون ایک دوسرے سے ہمیشہ کے لئے الوداع ہو رہے ہوں''۔

جب دو دسمبر 1881ء کو بیگم مارکس فوت ہو گئی تو مارکس ابھی تک اس قدر کمزور تھا کہ ڈاکٹر نے اسے اپنی محبوبہ بیوی کے آخری سفر میں ساتھ جانے سے منع کر دیا۔'' میں نے اس کے احکامات کی تعمیل کی''، مارکس نے اپنی بیٹی مادام لونگوئٹ کو لکھا،'' کہ مرنے سے کچھ روز پہلے تمہاری ماں نے خواہش کی تھی کہ اس کے جنازے میں رسمی باتیں نہ ہوں: ہم باہر دکھاوے کی باتیں نہیں چاہتے، میرے لئے یہ ایک عظیم اطمینان تھا کہ اس کی قوت اس قدر تیزی سے ختم ہو گئی۔ جس طرح ڈاکٹر نے پیش گوئی کی تھی، بیماری نے ایک عمومی زوال کی صورت اختیار کی۔ آخری وقت بھی اس نے موت کے ساتھ کوئی جھگڑا نہ کیا۔ اس کی آنکھیں پہلے سے بڑی، حسین اور چمکدار تھیں۔ وہ آہستگی سے نیند میں ڈوب گئی''۔

اینگلز نے جینی مارکس کی قبر پر تقریر کی۔ اس نے اس کے خاوند کے وفادار کامریڈ کے بطور جینی کے بارے میں عمیق ترین عزت اور تعریف کی اور اپنی تقریر ان الفاظ کے ساتھ ختم کی: ''مجھے اس کے شخصی اوصاف کے بارے میں بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کے دوست ان خوبیوں کے بارے میں جانتے ہیں اور کبھی بھی ان خوبیوں، اور اسے نہیں بھول سکتے۔ اگر دنیا میں کوئی عورت ایسی ہو جس کی عظیم ترین خوشی دوسروں کو خوش کرنے میں ہو، تو وہ یہی عورت تھی''۔

6- آخری سال

مارکس اپنی بیوی کی موت کے بعد ایک سال سے ذرا زیادہ عرصے تک جی سکا، مگر یہ وقت دراصل کچھ نہ تھا سوائے ''ایک سست رفتار موت'' کے' اور اینگلز کی جبلت ٹھیک تھی جب جس دن بیگم مارکس مرگئی تو اس نے اعلان کیا تھا: ''مُور بھی مرگیا ہے''۔

چونکہ دونوں دوست اس مختصر وقت کے بڑے حصے میں پھر جدا کیے گئے' اُن کی خط و کتابت نے زندگی کا ایک آخری خوش قسمت مواقع فراہم کیا۔ اور اس میں آخری سال کرب ناک شکوہ میں گزرتا ہے، دردناک تفاصیل کے حوالے سے گہرے تاثر جن میں ساری انسانی نسل کا ناترس مقدر اس طاقتور روح کو بھی حل کر دیتا ہے۔

جس چیز نے اسے ابھی تک زندہ رکھا تھا وہ اُس عظیم کاز پہ اپنی بقیہ توانائی وقف کرنے کی خواہش تھی جس کے لئے اس نے اپنی پوری زندگی دی تھی۔ 15 دسمبر 1881ء کو سرج کو لکھتے ہوئے اس نے اعلان کیا: ''میں آخری بیماری سے دوہری مفلوجیت سے ابھر آیا ہوں: اخلاقی طور پر اپنی بیوی کی موت سے اور جسمانی طور پر اس حقیقت کے نتیجے سے کہ اس نے مجھے پھیپھڑوں کا ورم دیا ہے اور پھیپھڑوں کی نالیوں کی بڑھتی ہوئی حساسیت کے ساتھ۔ میں اپنی صحت کی بحالی کی کوششوں میں وقت کی ایک خاص مقدار صرف کروں گا''۔ یہ وقت اس کی موت کے دن تک چلا، اس لئے کہ صحت کی بحالی کی اس کی ساری کوششیں ناکام ہوئیں۔

ڈاکٹروں نے سب سے پہلے اسے آئزل آف ویٹ پہ وینٹر بھیجا، اور پھر الجیرز۔ وہ الجیئرز 20 فروری 1882ء کو پہنچا، مگر سرد سفر سے پُلورسی کے ایک نئے حملے کے ساتھ۔ وسوسوں کے لئے نئی وجہ یہ حقیقت تھی کہ الجیئرز میں سرما اور بہار غیر معمولی طور پر سرد، گیلے اور ناخوشگوار تھے۔ اس کے پاس مونٹے کارلو میں بھی کوئی بہتر قسمت نہ تھی جب وہ دومئی کو خام سرد سفر کی وجہ سے پلورسی کے ایک نئے حملے کا شکار ہوا، اس نے وہاں پہنچ کر مستقل ایک برا موسم دیکھا۔

صرف جب وہ جون کے شروع میں لانگوئٹ خاندان کے پاس رہنے ارجنٹوئل گیا تو اس

کی صحت ذرا بہتر ہوئی۔ بلاشبہ گھر کی زندگی کے آرام نے اس کی بہت مدد کی، اور مزید برآں اس نے انگھیںؔ کے قریبی معدنی چشمے میں اپنے پرانے برانکائی ٹس کے لئے سلفر کے چشموں کا پانی پیا۔ وہ بعد میں جھیل جنیوا پر وی وی میں چھ ہفتوں تک اپنی بیٹی لارا کے پاس رہا اور اس نے بھی اس کی صحت کی بحالی میں اچھی خاصی مدد کی، اس حد تک کہ جب وہ ستمبر میں لندن واپس ہوا تو وہ دوبارہ کافی مضبوط لگتا تھا اور اکثر تھکاوٹ کے کسی آثار کے بغیر ہیمپسٹیڈ ہیتھ تک چہل قدمی کرتا، جو اس کے گھر سے 300 فٹ بلندی پر تھا۔

وہ پھر اپنا کام دوبارہ شروع کرنا چاہتا تھا اس لئے کہ گو کہ ڈاکٹروں نے اسے سردیوں میں لندن رہنے سے منع کیا تھا، انہوں نے اسے ساؤتھ کوسٹ پر قیام کی اجازت دے دی۔ جب نومبر دھند نے اسے دھمکایا تو وہ دوبارہ وینٹنور چلا گیا، مگر اس نے وہاں وہی گیلا موسم دیکھا جو پچھلی سردیوں میں اس نے الجیئرز اور مونٹے کارلو میں دیکھا تھا۔ اسے پھر سردی لگ گئی، اور تازہ ہوا میں صحت افزا چہل قدمیوں سے لطف اندوز ہونے کے بجائے وہ کمرے میں پڑے رہنے پر مجبور ہوا اور کمزور ہوتا گیا۔ کوئی سائنسی کام ناممکن تھا حالانکہ ساری سائنسی ترقی (حتیٰ کہ جن سے اس کے اپنے کام کے شعبے سے کوئی تعلق نہ ہوتا جیسے کہ میونخ برقی نمائش میں ڈپرز کے برقی تجربات) میں اس کی دلچسپی ابھی تک سرگرم تھی۔ اس کے خطوط ایک مغموم اور غیر مطمئن موڈ بتاتے ہیں۔ جب فرانس کی ینگ ورکرز پارٹی میں بڑھتے ہوئے دردوں نے خود کو ظاہر کرنا شروع کیا تو وہ اس طریقے سے غیر مطمئن تھا جس سے کہ اس کا داماد اس کے خیالات پیش کر رہا تھا: ''لانگوئسٹ بطور آخری پرودھونسٹ کے اور لافارگ بطور آخری باکونن اسٹ کے' انہیں شیطان ہی سمجھے''۔ یہ وہی دور تھا جب اس نے وہ فقرہ استعمال کیا جس نے فلسطی دنیا کو پریشان کر کے رکھ دیا: کہ جہاں تک خود اُس کا تعلق ہے وہ یقیناً مارکسسٹ نہیں ہے۔

گیارہ جولائی 1883ء کو بیٹی جینی کے انتقال کے ساتھ اُسے آخری اور فیصلہ کن دھچکا لگ گیا، اور وہ اگلے ہی دن برانکائیٹس کے برے حملے کے ساتھ لندن لوٹا جو کہ جلد ہی نرخرے میں ورم آنے سے پیچیدہ ہو گیا اور اس کے لئے تھوک نگلنا تک ناممکن ہو گیا۔'' وہ جس نے بڑی بہادری

اورعزم کے ساتھ عظیم ترین دکھ سہے تھے اب ٹھوس غذا کے لئے چلاّنے کے بجائے دودھ پینے پر
مجبور تھا (دودھ سے اسے زندگی بھر نفرت رہی)''۔فروری میں ایک پھیپھڑے میں پھوڑا ابھرا۔ جو
دوائیاں وہ نگل رہا تھا وہ ایک ایسے جسم پر اب کوئی اثر نہیں کررہی تھیں جو پندرہ ماہ سے ضرورت سے
زیادہ دوائیاں کھا رہا تھا۔ دوائیوں نے اس کی بھوک مٹا دی تھی اور اس کا ہاضمہ کمزور کر دیا تھا۔ وہ روز
بروز نڈھال ہوتا گیا مگر ڈاکٹروں نے ابھی امید ترک نہ کی تھی۔ اس لئے کہ برونکائٹس مکمل طور پر
غائب ہوگیا اور اسکے لئے نگلنا آسان ہوگیا۔ لیکن انجام غیر متوقع طور پر آ گیا۔ 14 مارچ 1883ء
کی سہ پہر کو آرام کرسی پر بیٹھے کارل مارکس آہستگی اور بغیر درد کے اپنی آخری نیند سو گیا۔

اس ناقابلِ تلافی نقصان کے عظیم صدمے کے باوجود اینگلز نے دیکھا کہ اس میں اطمینان کا ایک ذرہ موجود تھا۔''اگر میڈیکل سائنس نے اس کے لئے یہ ممکن بنا دیا ہوتا کہ ایک بے مدد و مریض مرتی ہوئی زندگی کو اچانک نہیں بلکہ طب کے پیشے کی عظیم تر عظمت کے سبب ایک ایک انچ چلتے ہوئے وہ چند اور سال کھینچتے۔ ہمارا مارکس وہ کبھی بھی سہہ نہ سکتا تھا۔ اس کے سامنے اس قدر ختم نہ کیے ہوئے کام اور اسے ختم کرنے کی ترسانے والی خواہش، اور یہ جاننا کہ وہ یہ کبھی بھی مکمل نہ کر پائے گا...... یہ سب کچھ اس نرم موت سے ہزار گنا زیادہ تلخ ہوتا۔ اپی کیورس نے کہا تھا کہ موت اُس کے لئے بدقسمتی نہیں ہے جو مر گیا بلکہ اُن کے لئے ہے جو پس ماندگان ہوتے ہیں۔ اور اس عظیم جی نیئس کو ایک جسمانی شکستگی کے بطور گھسٹتے ہوئے دیکھنا عظیم تر عظمت کے لئے اور فلسطیوں کی تضحیک کے لئے (جنہیں اس نے اپنی زندگی کے عروج پہ اکثر سخت تنقید کا نشانہ بنایا)............ اب کی صورت حال ایک ہزار گنا بہتر ہے، ایک ہزار گنا بہتر ہے کہ ہم اسے قبر کی طرف لے جا رہے ہیں جہاں اس کی بیوی دفن ہے''۔

17 مارچ کو ہفتہ کے دن کارل مارکس کو اپنی بیوی کی قبر میں دفن کیا گیا۔ اس کے خاندان نے تدبیر سے ''ساری رسومات'' ترک کر دیں جس سے کہ اس کی زندگی ایک درد بھرے غیر متفق یادداشت کے ساتھ بند ہوتی۔ چند وفادار دوست ہی قبر کے کنارے موجود تھے۔ اینگلز، کمیونسٹ لیگ کے زمانے سے اس کے پرانے کامریڈ لسنر اور لوچنز، فرانس سے لافارگ اور لانگوئسٹ

اور جرمنی سے لیبخت۔ سائنس کی نمائندگی اس کے دو نمایاں ترین اولین راہبر کیمسٹ شالیمر اور بیالوجسٹ رے لینکسٹر کر رہے تھے۔

وہ الوداعی الفاظ جو اینگلز نے اپنے مرے ہوئے دوست سے انگریزی میں خطاب میں کہے اس قدر سچائی اور بے لاگ طریقے سے اور اس قدر سادہ الفاظ میں خلاصہ کرتے ہیں (کہ مارکس انسانیت کے لئے کیا تھا اور ہمیشہ رہے گا) کہ انہی الفاظ کو ہماری اس کتاب کا اختتامیہ ہونا چاہیے:

''14 مارچ کی سہ پہر پونے تین بجے، عظیم زندہ مفکر نے سوچنا بند کر دیا۔ محض دو منٹ سے بھی کم تنہا چھوڑ کر جب ہم داخل ہوئے تو ہم نے اُسے اپنی کرسی میں سکون سے سوتے ہوئے پایا.......... مگر ہمیشہ کے لئے۔

''اس نقصان کا تخمینہ لگانا ناممکن ہے جو اس شخص کی موت کے ساتھ یورپی اور امریکی لڑاکا پرولتاریہ اور تاریخی سائنس کو ہوا ہے۔ جلد ہی ہم وہ شگاف محسوس کریں گے جو اِس عظیم الشان روح کی موت سے کھل گیا ہے۔

''جس طرح ڈارون نے نامیاتی فطرت میں ارتقا کا قانون دریافت کیا، اسی طرح مارکس نے انسانی تاریخ میں ارتقا کا قانون دریافت کیا: یہ سادہ حقیقت جو پہلے نظریاتی بڑھوتریوں کے نیچے چھپی ہوئی تھی، کہ انسانوں کو اپنی توجہ سیاست، سائنس، آرٹ اور مذہب کی طرف دینے سے پہلے سب سے پہلے کھانا پینا چاہیے، خود کو رہائش اور لباس دینا چاہیے، کہ لہٰذا زندگی کے فوری مادی ذرائع کی پیداوار اور اس طرح ایک عوام کی معاشی ترقی کے ایک خاص مرحلے یا عہد وہ بنیاد بناتا ہے جس پر اُس خاص عوام کے ریاستی ادارے، قانونی اصول، آرٹ اور حتیٰ کہ مذہبی تصورات فروغ پائے اور جس سے کہ اُن کی وضاحت کی جائے، بجائے اس کے بالکل برعکس کے، جس کی کہ پہلے کوشش کی گئی۔

''مگر صرف یہ نہیں، مارکس نے آج کے سرمایہ دارانہ طرز پیداوار اور سماج کے بورژوا نظام کے ارتقا کا خاص قانون دریافت کیا۔ قدرِ زائد کی دریافت سے، اچانک اُس تاریکی پر روشنی

ڈالی گئی جس میں دوسرے سارے معاشیات دانوں (بورژوا اور سوشلسٹ دونوں) نے خود کو گم کر دیا تھا۔

’’اس طرح کی دو دریافتیں کسی بھی زندگی کے لئے کافی ہوتیں۔ بلاشبہ وہ شخص خوش قسمت ہے جسے ان میں سے صرف ایک دریافت دریافت کرنے کو ملے۔ اُس ہر واحد میدان پہ جس پر مارکس نے تحقیق کی (اور وہ بہت تھے اور کسی پر بھی سطحی تحقیق نہیں کی گئی) اس نے آزاد دریافتیں کیں، حتیٰ کہ ریاضی کے میدان میں بھی۔

’’وہ تھا سائنس کا آدمی، مگر وہ کسی صورت اس میں مکمل آدمی نہ تھا۔ مارکس کے لئے سائنس ایک تخلیقی، تاریخی اور انقلابی قوت تھی۔ تھیورٹیکل سائنس کے اِس یا اُس شعبے میں ایک نئی دریافت اُس کی مسرت عظیم تھی، ایک دریافت جس کے عملی نتائج شاید ابھی نظر نہ آ رہے ہوں، یہ خوشی ایک نئی دریافت پر مزید عظیم تر تھی جو فوری طور پر انقلابی انداز میں صنعتی ترقی کو متاثر کرتی، تاریخی ترقی کو متاثر کرتی۔ مثال کے طور پر وہ الیکٹریکل سائنس کے شعبے میں دریافتوں کے فروغ اور آخر میں مارک ڈیپرز کے کام کو بہت غور سے دیکھتا تھا۔

’’چونکہ مارکس سب سے بڑھ کر ایک انقلابی تھا، اور زندگی میں اس کا سب سے بڑا مقصد سرمایہ دارانہ نظام اور اس کے پیدا کردہ ریاستی اداروں کا تختہ الٹنے کے اِس یا اُس طریقے سے تعاون کرنا تھا، جدید پرولتاریہ کی نجات میں تعاون کرنا تھا (جن کو اپنی طبقاتی حیثیت کا اور اپنی طبقاتی ضرورتوں کا شعور دینے والوں میں وہ اولین شخص تھا، اُن حالات کا علم جو اُس کی نجات کے لئے لازم ہیں) اس جدوجہد میں وہ اپنی بھرپوریت میں تھا، اور وہ ایک جذبہ، محکمی اور کامیابی کے ساتھ لڑا جو چند لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ پہلے 1842ء میں رائینشچے زی تنگ‘ 1844ء میں پیرس میں واروارٹس، 1847ء میں برسلز دوچے زی تنگ، 1848ء سے 1849ء تک نیوے رائنشچے زی تنگ، 1852ء سے 1861ء تک نیویارک ٹریبیون............ اور پھر مناظراتی تحریروں کا ایک خزانہ، پیرس، برسلز اور لندن میں تنظیمی کام، اور آخر میں سب کا تاج عظیم انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن۔ سچی بات یہ ہے کہ اس کا مصنف اگر اور کچھ نہ بھی کرتا تو اکیلا یہی ایک زندگی کے لئے فخر کا کام ہوتا۔

’’اور لہٰذا مارکس اپنے عہد کا سب سے نفرت کیے جانے والا اور سب سے زیادہ بہتان لگایا ہوا شخص تھا۔ حکومتیں (مطلق العنان اور ریپبلکن دونوں) اسے اپنے علاقوں سے وطن بدر کرتی رہیں جبکہ بورژوازی (قدامت پسند اور انتہائی جمہوری دونوں) اس کے خلاف بدگوئی کی مہم میں ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کرتی رہی۔ وہ ان سب کو مکڑی کے جالوں کی طرح ایک طرف جھٹکتا رہا، انہیں نظر انداز کرتا رہا اور صرف اُس وقت جواب دیتا جب ایسا کرنے پر مجبور کیا جاتا۔ اور مرا تو سائبیریا کی کانوں سے یورپ اور امریکا میں کیلیفورنیا کے ساحلوں تک کروڑوں انقلابی مزدوروں کی طرف سے عزت کیے جانے میں، محبت کیے جانے میں اور ماتم کئے جانے میں مرا۔ اور میں اعتماد سے کہہ سکتا ہوں کہ گو کہ اس کے کئی مخالفین تھے اس کا شخصی دشمن شاید ہی کوئی ہو۔

’’اس کا نام صدیوں تک رہے گا اور اپنی طرح اس کا کام بھی‘‘۔